پاکستان کے شیعہ

خودمختار مگر دباؤ کا شکار اقلیّت

عجیب لوگ ہیں یہ **خاندانِ عشق** کے لوگ
ہوتے جاتے ہیں **قتل** مگر کم نہیں ہوتے

مُصنف: **آندریاس رِیک**

مُترجم: **مظہر حُسین ہاشمی**

ابناک ریسرچ اکیڈمی اسلام آباد

ابناک

پاکستان کے شیعہ

خود مختار مگر دباؤ کا شکار اقلیت

مظہر حُسین ہاشمی

کتاب کے جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں۔

نام کتاب:	پاکستان کے شیعہ
مصنف:	Andreas T. Rieck
مترجم:	مظہر حسین ہاشمی
کمپوزنگ:	محمد تقی
پروف ریڈنگ:	فرحان حیدر
ایڈیشن:	اوّل
اشاعت:	31 جولائی 2026ء
تعداد:	ایک ہزار
قیمت:	2,000 روپے

ناشر:

ابناک ریسرچ اکیڈمی، اسلام آباد

اِنتساب

پیارے بیٹے

شوذَب عبدُاللّٰہ ہاشمی

کے نام

پیش لفظ

تاریخ محض ماضی کے واقعات کا قبرستان نہیں ہوتی، بلکہ یہ آئینے کا وہ گھر ہوتی ہے جس میں قومیں اپنے حال کا چہرہ دیکھتی ہیں اور مستقبل کی راہیں متعین کرتی ہیں۔ جب کسی خطے کی تاریخ کو تعصب، مصلحت یا فراموشی کی دُھول دُھندلا دیتی ہے، تو تحقیق کا قلم مصلح بن کر اُبھرتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب" پاکستان کے شیعہ" (The Shias of Pakistan) اُسی گم گشتہ تاریخ کو دستاویزی شکل میں زندہ کرنے کی ایک مخلصانہ، غیر جانبدارانہ اور علمی کاوش ہے، جسے اردو قالب میں ڈھال کر قارئین کی عدالت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ کتاب ایک جرمن محقق اور مورخ ڈاکٹر آنڈریاس رِیک (Andreas Rieck) کی برسوں کی انتھک محنت کا نچوڑ ہے۔ مصنف نے اکھاڑے کے باہر بیٹھے ایک غیر جانبدار مبصر کی طرح، 1502ء سے لے کر اکیسویں صدی کے آغاز تک انڈیا اور پاکستان میں شیعہ کمیونٹی کی مذہبی، سیاسی اور سماجی تنظیموں کی تاریخ کو یکجا کیا ہے۔ یہ کتاب محض الزامات یا مفروضوں پر مبنی نہیں، بلکہ عدالتی فیصلوں، سرکاری دستاویزات، اخبارات کے تراشوں اور خود شیعہ اداروں کے اندرونی لٹریچر اور انٹرویوز کی بنیاد پر تیار کردہ ایک دستاویز ہے جو اردو ادب میں اِس سے پہلے مفقود تھی۔

مصنف نے پاکستان میں شیعہ اداروں کی تاریخ کا تفصیلی آغاز کرنے سے قبل، قارئین کو برصغیر کی اِس زرخیز مٹی کی تہہ میں چھپی تاریخی جڑوں سے روشناس کروایا ہے۔ کتاب میں اودھ کے سلاطین کی علم پروری کے مرکز 'لکھنؤ' اور قطب شاہی سلطنت کے گہوارے 'حیدرآباد دکن' جیسے بڑے بڑے شہروں میں شیعہ فکر، عزاداری اور ثقافت کے تاریخی فروغ پر گہری روشنی ڈالی ہے۔ لکھنؤ کی علمی و فقہی روایات اور دکن کے تاریخی عاشور خانوں کا تذکرہ نہایت عمدگی سے کیا ہے۔ یہ ابواب قاری پر یہ واضح کرتے ہیں کہ کس طرح اِن تاریخی مراکز نے ایک ایسی متمول، تعلیم یافتہ اور فکری طور پر پختہ شیعہ اشرافیہ اور مڈل کلاس کو جنم دیا، جس نے آگے چل کر ہجرت کے بعد پاکستان کے تعلیمی، انتظامی اور مذہبی و سیاسی ڈھانچے میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کیا۔

پاکستان کی تاریخ شیعانِ برصغیر کے لہو اور فکری توانائی کی مقروض ہے۔ تحریکِ پاکستان کا مطالعہ اُس وقت تک ادھورا ہے جب تک بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح، راجہ صاحب محمود آباد اور مرزا ابوالحسن اصفہانی جیسے اُن معماروں کا تذکرہ نہ کیا جائے جنہوں نے اپنی دولت، وقت اور تن من دھن کی بازی لگا کر علامہ اقبال کے مملکتِ خداداد کا خواب سچ کر دکھایا۔ تقسیم ہند کے بعد، جب پاکستان اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی جدوجہد کر رہا تھا، تو شیعانِ پاکستان نے ملک کی تعمیر و ترقی، عدلیہ، بیوروکریسی، مسلح افواج اور ادب و ثقافت میں خدمات کے ساتھ ساتھ ملکی بقا اور تحفظ کی خاطر اپنی آبادی کے تناسب سے بڑھ کر قربانیاں پیش کی ہیں۔

یہ ترجمہ محض ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ کی منتقلی نہیں ہے، بلکہ ایک تہذیبی اور تاریخی امانت کو اردو زبان کے دامن میں منتقل کرنے کی علمی کاوش ہے، تاکہ ہمارے محققین، اساتذہ، طالب علم اور عام قارئین اپنی تاریخ سے براہِ راست مستفید ہو سکیں۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب ہمارے فکری حلقوں میں سنجیدہ مکالمے اور علمی رواداری کی نئی راہیں کھولے گی۔

مظہر حسین ہاشمی

ریسرچ آفیسر، پی ای سی، اسلام آباد

نوٹ: مترجم کا مصنف کی تحریر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

مشمولات

	تشکر و اعترافات	12
	تلفظ نفیسی پر نوٹ	14
	دیباچہ	15
	مخففات کی فہرست	19
	فہرست اصطلاحات	22
1.	تاریخی پس منظر	30
	1947ء تک شمال مغربی ہندوستان میں شیعت کا پھیلاؤ	
	شیعہ سنی مسائل از دورِ مغلیہ تا 1939ء	41
	برطانوی ہندوستان میں شیعہ گروہی شعور کا ظہور	51
2.	شیعہ اور تحریک پاکستان	58
	1939ء تک مسلم سیاسی بیداری میں شیعہ خدمات	
	قراردادِ لاہور سے قیام پاکستان تک	41
3.	1958ء تک پاکستان میں شیعہ گروہی تنظیم نو اور داخلی اختلافات	80
	آئینی تحفظات اور دیگر حقوق کے حصول کی جدوجہد	91
	نصاب کا سوال، 1947ء- 1954ء	100
	1950ء کی دہائی میں شیعہ علما اور دینی مدارس	103
	شیعہ مذہبی اجتماعات کے خلاف بڑھتی ہوئی مزاحمت	112
	"مخصوص نشستوں" کا مطالبہ	123
4.	ایوب خان کا دور، 1958ء-1968ء	128
	مارشل لاء اور سیکولرازم کے اثرات	
	1963ء کے فسادات اور اِن کے بعد کے حالات	133
	سید محمد دہلوی اور اُن کی نئی شیعہ تحریک	140

	متشدد علما اور عوامی مبلغین کے درمیان اختلافات	150
	شیعہ مطالبات کی سرکاری سطح پر پیشرفت	159
5.	یحییٰ خان اور بھٹو دَور، 1969ء-1977ء	171
	نئے مسائل اور عبوری دَور میں جزوی کامیابیاں	
	حکومت اور" تین مطالبات"، 1969ء-1970ء	172
	1970ء کے انتخابات تک نظریاتی جدوجہد	175
	انتخابات سے لے کر 1971ء کی جنگ	180
	بھٹو حکومت اور شیعہ مطالبات، 1972ء-1974ء	183
	شیعہ علماء کے درمیان اختلافات اپنے عروج پر	194
	فرقہ وارانہ مسئلے کی دوبارہ اُٹھان	204
	شیعہ مطالبات تحریک کا زوال	212
6.	ضیاء الحق کا دَور، 1977ء-1988ء	219
	ضیاء کی اسلامی پالیسی اور ایرانی انقلاب کا اثر	
	مفتی جعفر حسین کی زیر قیادت TNFJ، 1979ء-1983ء	229
	سید عارف حسین الحسینی اور TNFJ کی بنیاد پرستی	240
	1980ء کی دہائی میں سنی انتہا پسندی کا چیلنج	251
7.	عبوری جمہوری دہائی، 1988ء-1990ء	259
	TNFJ سے TJP تک: عملی حکمت کی طرف واپسی	
	1990 کی دہائی میں فرقہ وارانہ انتقام	269
	تحریک جعفریہ پاکستان کا زوال	282
8.	مشرف اور زرداری دَور، 2000ء-2013ء	292
	شیعہ اقلیت کے خلاف بڑھتی ہوئی دہشت گردانہ کارروائیاں	
	کرم ایجنسی کے شیعہ زیر محاصرہ	315
	شیعہ گروہی تنظیموں کے جوابی اقدامات	324
9.	خلاصہ اور نتیجہ	344
	نوٹس	354

-1	تاریخی پس منظر	361
-2	شیعہ اور تحریک پاکستان	374
-3	1958ء تک پاکستان میں شیعہ	384
-4	ایوب خان دَور، 1958-1968ء	407
-5	یحیٰ خان اور بھٹو دَور، 1969-1977ء	425
-6	ضیاالحق دور، 1977-1988ء	444
-7	عبوری جمہوری دہائی، 1988-1999ء	463
-8	مشرف اور زرداری اَدوار، 2000-2013ء	477
-9	خلاصہ اور نتیجہ	507
	کتابیات	
	مصنف کیجانب سے کیے گئے انٹرویو	509
	اردو اخبارات اور رسائل	511
	انگلش نیوز پیپرز اور رسائل	511
	کتب اور آرٹیکلز مغربی زبانوں میں	513
	انڈیکس	521
	اختتام	562
	عکس اصل کتاب	563

تشکر و اعترافات

کسی اور سے بڑھ کر میں مرحوم سید حسین عارف نقوی کا مقروض ہوں، جن سے میری پہلی ملاقات 1991 میں ہوئی تھی، جنہوں نے مجھے پاکستان کے شیعوں کو تحقیق کے موضوع کے طور پر منتخب کرنے کی ترغیب دی، اور اِس کے بعد انہوں نے مجھے ضروری مواد کے زیادہ تر ذرائع فراہم کیے اور مسلسل رہنمائی کی تاکہ میں اپنی تحقیق مکمل کرسکوں۔ بدقسمتی سے سید حسین عارف، دسمبر 2012ء میں اِس کتاب کی اشاعت سے قبل انتقال کر گئے، انہوں نے اسلام آباد میں ایک سکول پرنسپل کے طور پر اپنی زندگی گزاری، لیکن اُن کا جنون علمی تحقیق تھا۔ مجھے نایاب اردو کتب، جرائد، پمفلٹس اور دیگر دستاویزات کی شکل میں اُن کی نجی لائبریری سے معلومات کا ایک حقیقی خزانہ ملا ہے، جو مجھے 1997ء سے 2001ء کے درمیان اُن کے گھر کے متعدد دورہ جات کے دوران دستیاب ہوا (اور اس سے قبل بھی، پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر میری تحقیق کے سلسلے میں)۔ میں نے شیعہ اور سنی 'علماء' کے بارے میں اُن کے گہرے علم کی بھی تعریف کی ہے، جن میں سے بہت سے اُن کے اچھے دوست تھے، جبکہ اِس کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے اُن سے اور پاکستان کی شیعہ تنظیموں سے ایک تنقیدی، علمی فاصلہ بھی برقرار رکھا۔ اِس طرح سید حسین عارف نے میرے موضوع پر درست نقطہ نظر حاصل کرنے میں میری بہت مدد کی۔ انہوں نے نہایت صبر و تحمل سے میرے لامتناہی سوالات کے جوابات دیے اور بہت سے دروازے بھی کھول دیے جن میں سب سے اہم پنجاب یونیورسٹی۔ وہاں میں چیف لائبریرین سید جمیل احمد رضوی کا بے حد مشکور ہوں، جنہوں نے مجھے ہفتہ وار رضا کار کے انمول بند مجموعے سے مضامین کی بہت بڑی تعداد میں فوٹو کاپی لینے کی اجازت دی، جو اس مطالعے کا سب سے اہم ماخذ ہے (دیکھیں دیباچہ)۔

پاکستان میں جن افراد سے انٹرویو کیا، اُن میں سے آغا مرتضیٰ پویا (اسلام آباد)، نصرت علی شاہانی (لاہور)، سید وزارت حسین نقوی (بھکر)، سید احمد جوہر اور سید جعفر نقوی (کراچی) اور ڈاکٹر ممتاز علی بنگش (پشاور) کے جوابات اور فراہم کردہ اضافی معلومات میرے لیے سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئے۔

میں شیخ محمد صدیق، جو رضا کار کے بانی اور طویل عرصے تک مدیر رہے، کے ساتھ طویل گفتگو کرنا چاہتا تھا، لیکن بدقسمتی سے اُن کی بڑھتی عمر اور کمزور صحت نے صرف چند سوالات کے جوابات دینے کی اجازت دی۔ تاہم، میں نے اُن کے چالیس سال سے زیادہ عرصے کے عظیم کام کے لیے اپنی جانب سے دلی عزت اور احترام کا بھرپور اظہار کیا۔

لکھنؤ میں، سید انور عباس اور صحافی رضوی حیدر عباس نے میرے مختصر دورے کے دوران میری نہایت قیمتی مدد فراہم کی، جس میں تقسیم سے پہلے کی شیعہ تنظیموں سے متعلق کچھ ضروری ذرائع کی نقول بھی شامل تھیں (سیکشن 3.1 دیکھیں)۔ اسلام آباد میں، ڈاکٹر ہائن کیسلنگ، جو ہانز سائیڈل فاؤنڈیشن کے 2001ء تک ریذیڈنٹ نمائندے تھے، نے تحقیق کے دوران دل کھول کر مجھے ہر قسم کی مدد کی پیشکش کی (اور بعد میں مجھے 2002ء سے 2006ء کے وسط تک اپنے جانشین کے طور پر رہنمائی بھی دی)۔ جرمنی میں مجھے سب سے زیادہ مدد پروفیسر سید جمال ملک، پروفیسر ورنر اینڈے اور ہیمبرگ میں جرمن انسٹی ٹیوٹ آف مڈل ایسٹرن اسٹڈیز میں اپنے سابق ساتھی ڈاکٹر منیر ڈی احمد سے ملی۔ میں ڈوئچے فورشنگ سگیلشافت (جرمن ریسرچ فاؤنڈیشن) کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جس نے نومبر 1996ء سے اپریل 2000ء

تک میرے تحقیقاتی کام کیلئے وظیفہ فراہم کیا۔ اس وظیفے کی درخواست ہیمبرگ میں جرمن انسٹی ٹیوٹ آف مڈل ایسٹرن اسٹڈیز کے سابق ڈائریکٹر پروفیسر اڈواسٹائنباخ نے جمع کرائی تھی جن کے لیے میں اپنی شکرگزاری کے ساتھ ساتھ اِس بات کی معذرت بھی پیش کرتا ہوں کہ اپنے مسودے کی اشاعت میں اتنی تاخیر ہوئی۔

ڈاکٹر آنڈریاس رِیک برلن،

اگست 2015ء

تلفظ نویسی پر نوٹ

کتاب میں مجموعی طور پر انڈو- پاکستانی ناموں اور مقامات کی آسان ٹرانسلٹریشن (آسان رسمِ املا) استعمال کی گئی ہے، سوائے اس کے کہ اردو کتابوں اور مضامین کے مصنفین وعنواین یا اُن اردو اصطلاحات (جو اکثر فارسی یا عربی سے ماخوذ ہیں) کو اٹالکس میں پیش کیا گیا ہے۔ آسان رسمِ املا میں طوالت کے نشانات صرف چند مخصوص ناموں کے لیے استعمال کیے گئے ہیں تاکہ مختلف ناموں میں الجھن نہ پیدا ہو، جیسے کہ Nâsir اور Nasîr۔ عربی حرف "ع" کو زیادہ تر ناموں میں ابتداء میں (اپوسٹروف کے ساتھ) ظاہر کیا گیا ہے، سوائے ان معروف ناموں کے جیسے علی، عبداللہ اور دیگر وہ نام جو عربی "عبد" سے شروع ہوتے ہیں۔

ترچھے انداز میں درج اردو اصطلاحات اور کتابی وتحقیقی عناوین کی ترسیل میں اردو تلفظ ہی کو اساس بنایا گیا ہے۔ اسی بنا پر عربی حرف ث کو اکثر مقامات پر s کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، تاہم چند علمی اصطلاحات اور تاریخی ناموں میں th کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ مستند علمی متون میں یہی رائج ہے؛ حدیث، (احادیث)، اہل حدیث؛ شہید ثالث؛ مجدد الف ثانی؛ اصحاب ثلاثہ؛ اتحاد ثلاثہ؛ اثنا عشریہ، شہابِ ثاقب؛ ثمر حسین؛ احتشام الحق تھانوی۔ اسی طرح عربی حرف ذ کو عموماً z سے منتقل کیا گیا ہے، مگر اسلامی مہینوں کے چند معروف ناموں میں، مثلاً Dhû al-Hijja—dh کی علامت استعمال کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں، اردو کے ناک سے ادا ہونے والے حروف (nasals) کو ân، ên،în، ôn اور ûn کی صورتوں میں نقل کیا گیا ہے۔

دیباچہ

پاکستان میں اِثنا عشری شیعہ مسلمانوں کی آبادی آج اندازاً دو سے ڈھائی کروڑ کے درمیان ہے، جو ایران کے بعد دنیا کی دوسری بڑی شیعہ آبادی شمار ہوتی ہے۔ تاہم، ایک ایسے ملک میں جہاں کل آبادی اٹھارہ کروڑ سے متجاوز ہے اور جس میں تقریباً پندرہ کروڑ افراد سنّی اکثریت سے تعلق رکھتے ہیں، شیعوں کی محض پندرہ فی صد یا کچھ زیادہ کی اقلیت ہونے کے باعث اُن کا حالاتِ زندگی ایران، عراق یا لبنان کے شیعوں سے کسی طور قابل قیاس نہیں۔ اُن ممالک میں شیعہ آبادی کی عددی قوت سیاسی اثر ونفوذ میں ڈھل چکی ہے، جب کہ پاکستان کے شیعہ، لبنان اور حالیہ عراق کے برعکس، عمومی طور پر کبھی اِس جانب مائل نہیں رہے کہ وہ شیعہ برادری کے لیے مخصوص سیاسی جماعتوں یا تنظیموں میں سرگرم شرکت کریں۔ پاکستان میں شیعہ جماعتیں اور تنظیمیں سیاسی عمل میں ہمیشہ ایک حاشیائی کردار ہی ادا کرتی رہی ہیں، اور ملک کے جو نامور سیاسی رہنما شیعہ پس منظر رکھتے تھے، اُنہوں نے بھی کبھی شیعہ گروہی پلیٹ فارم پر سیاست نہیں کی۔ اِس کے برعکس، سیاست اور سرکاری خدمت میں سرگرم پاکستانی شیعوں میں ایک نمایاں رجحان یہ رہا ہے کہ وہ اپنی شیعہ شناخت کو، بغیر چھپائے یا انکار کیے، زیادہ نمایاں کرنے کی بجائے اپنے سنّی ہم وطنوں کے ساتھ مشترکات کو اُجاگر کرتے ہیں۔ 1947ء میں قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک، مرکزی دھارے کی سیاسی جماعتوں نے قیادت یا کارکنوں کی سطح پر کبھی سنّی اور شیعہ کی بنیاد پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا، اور شیعہ شہریوں نے سیاسی، پیشہ ورانہ اور سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں بلاامتیاز بھرپور شمولیت اختیار کی ہے۔ بلکہ، اپنی تعلیمی اور سماجی پس منظر کے باعث وہ متعدد شعبوں میں نسبتاً بہتر اور نمایاں مقام بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان میں سنّی، شیعہ تقسیم مجموعی طور پر، یعنی شیعہ مخالف دہشت گرد حملوں کو چھوڑ کر، کبھی کوئی اہم سیاسی مسئلہ نہیں رہی، سوائے 1980ء کے سال کے جس میں یہ مسئلہ عارضی طور پر شدت اختیار کر گیا تھا۔

تاہم پاکستان کے شیعوں میں ہمیشہ ایسے افراد اور گروہ بھی موجود رہے ہیں جنہوں نے اپنی شیعہ شناخت کو کم کرنے کی بجائے اُس کو زیادہ نمایاں کیا، اور جو سیاسی میدان میں اِس مقصد کے تحت متحرک رہے کہ شیعہ کمیونٹی کے مساوی حقوق جہاں کہیں اور جب کبھی ان کے نزدیک خطرے سے دوچار محسوس ہوئے، وہاں اُن کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔ اِس تحقیق میں بنیادی طور پر اِنہی افراد اور گروہوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ایک اہم گروہ شیعہ علماء کا ہے، جو اپنے پیشے کی نوعیت کے سبب ناگزیر طور پر اولاً اور بالخصوص شیعہ کمیونٹی ہی کو مخاطب کرتے ہیں، اگرچہ پاکستان کے اہم شیعہ علماء میں سے بہت سے ایسے بھی رہے ہیں جنہوں نے اپنے سنّی ہم منصبوں کے ساتھ بہترین ممکنہ تعلقات قائم رکھنے کی مسلسل کوشش کی۔ دوسرا اہم گروہ اُن سرگرم کارکنوں پر مشتمل ہے جو شیعہ اجتماعی/کمیونٹی تنظیموں کے قائدانہ حلقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایسی تنظیمیں بیسویں صدی کے اوائل میں برطانوی ہندوستان ہی میں قائم ہو چکی تھیں، اور قیامِ پاکستان (1947ء) کے بعد نئی صورتوں میں منظم اور مجتمع ہوئیں۔ 1940ء کی دہائی کے اواخر سے 1970ء کی دہائی کے وسط تک یہ شیعہ تنظیمیں مختلف ناموں اور قیادتوں کے زیرِ سایہ کبھی ترقی اور کبھی زوال سے گزرتی رہیں، لیکن ایرانی انقلاب (1978ء-1979ء) اور اِس کے پاکستان پر اثرات سے پیشتر ان کی جانب علمی دنیا میں کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی۔ ایرانی انقلاب کے بعد پاکستان کی شیعہ تنظیموں اور اُن کی سنّی تنظیموں کے ساتھ کشیدگی پر بعض مطالعات

سامنے آئے، جن کا محور بالعموم 1978ء کے بعد کے حالات و واقعات تھے، مثلاً منیر ڈی احمد (1987ء)، سلیم قریشی (1989ء)، آفاق حیدر (1993ء)، نکی کیڈی (1993ء)، ممتاز احمد (1998ء)، محمد قاسم زمان (1998ء) اور مریم ابوضحاب (1999ء) کے مضامین۔ یہ تحریریں میری تحقیق کا ابتدائی نقطۂ آغاز ثابت ہوئیں، جن کے ساتھ شمالی پاکستان میں 1990ء کی دہائی کے اوائل میں کی گئی اپنی ریسرچ (Rieck 1995, 1997ء، 2002ء) اور سید حسین عارف نقوی کی اردو تصانیف (1982ء، 1990ء، 1997ء، 1999ء) نے بھی اہم رہنمائی فراہم کی۔ اس مطالعے میں مزید جن اہم تحقیقی منابع سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں بالخصوص برصغیر (خاص طور پر ہندوستان) کے شیعوں پر مشتمل چند نمایاں تصانیف شامل ہیں، جیسے جان نارمن ہالسٹر (1953ء)، سید اطہر عباس رضوی (1982ء، 1986ء)، جوان کول (1988ء)، ندیم حسنین و شیخ ابرار حسین (1988ء)، ڈیوڈ پیناٹ (1992ء) اور ورنن شوبل (1993ء) کی یک جلدی تصانیف؛ اسی طرح سروجنی گنجو (1980ء)، امتیاز احمد (1983ء)، کیتھ ہیورٹشویو (1987ء) اور مشیر الحق/مشیر الحسن (1990ء-1997ء) کے مقالات۔ تاہم بدقسمتی سے جسٹن جونز کی کتاب Shia Islam in Colonial India (2011) سے استفادہ نہیں ہوسکا، کیونکہ اِس کا علم مجھے بہت تاخیر سے ہو پایا۔

اِس کتاب کے موضوعات پر کی گئی تحقیق کا اصل انحصار بنیادی طور پر برطانوی ہندوستان اور پاکستان میں شائع شدہ اُس اردو لٹریچر اور پمفلٹس پر رہا ہے جو خود شیعہ تنظیموں نے مرتب کیے تھے، جبکہ شیعہ علماء اور شیعہ تنظیموں کے موجودہ یا سابق فعال کارکنان کے میرے اپنے انٹرویوز ایک اضافی اور نہایت اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ متعدد اردو شیعہ جرائد کے جائزے میں جو مجلہ نمایاں طور پر اُبھرتا ہے وہ ہفت روزہ رضا کار ہے۔ اِس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اِس ہفت روزہ کا مکمل ریکارڈ، جس کا آغاز 1938ء کے اواخر کے اوّلین شمارے سے ہوتا ہے اور جو مسلسل 1981ء تک کے تمام برسوں پر محیط ہے، لاہور کی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے اور مجھے اِس تک مکمل رسائی حاصل رہی۔

دوسری وجہ یہ کہ اِس طویل مدت میں شیعہ تنظیموں سے متعلق اہم ترین تمام واقعات کی نہایت تفصیل کے ساتھ کوریج موجود ہے، سوائے چند معمولی خلا کے۔ رضا کار نے باقاعدگی سے دیگر شیعہ بلکہ بعض سنّی جرائد کے مضامین بھی نقل کیے ہیں۔ اِن جرائد کی مکمل فائلیں مجھے دستیاب نہ ہوسکیں؛ البتہ مختلف ذرائع سے جزوی مجموعے حاصل ہوئے، جن میں سب سے اہم وسیلہ سید حسین عارف نقوی کی ذاتی لائبریری، یا اُن کے تعاون سے فراہم کردہ مواد تھا۔ اِس کے علاوہ پاکستانی شیعہ مصنفین کی متعدد اردو کتابیں بھی اِس تحقیق کے لیے نہایت مفید ثابت ہوئیں، خصوصاً سید محمد ہادی حسین (1958ء)، صفدر حسین ڈوگر (1987ء)، محمد وصی خان (1982ء، 1983ء) اور تسلیم رضا خان (1996ء، 1998ء) کی تصانیف۔

رضا کار نے دوسرے شیعہ اور یہاں تک کہ سنی جرائد کے مضامین بھی باقاعدگی سے شائع کیے ہیں، جن میں سے مجھے مختلف ذرائع سے (بنیادی طور پر سید حسین عارف نقوی کی نجی لائبریری سے، یا اُن کی مدد سے) صرف جزوی مجموعے ملے ہیں۔ پاکستانی شیعہ مصنفین کی لکھی گئی متعدد اردو کتب بھی قابل قدر ہیں، خاص طور پر سید محمد ہادی حسین (1958ء)، صفدر حسین ڈوگر (1987ء)، محمد وصی خان (1982ء، 1983ء) اور تسلیم رضا خان (1996ء، 1998ء) کی کتابیں۔

یہ مطالعہ اگرچہ بنیادی طور پر زمانی سلسلے کی پیروی کرتا ہے، تاہم اس میں تین الگ الگ ہم عصر پیش رفتوں کا جائزہ لیا گیا ہے، جن کا ایک دوسرے پر گہرا اثر رہا ہے۔ جن حصوں: 3.1, 3.4, 4.1, 4.4, 5.1, 5.3, 5.4, 5.6, 5.8, 6.2, 6.3, 1.1, 1.3, 2.1, 2.2، اور 3. 7 میں بحث کی گئی ہے، وہ بنیادی طور پر شیعہ برادریوں کی داخلی صورتِ حال سے متعلق ہیں، یعنی شیعہ اجتماعی تنظیمیں اور ان کی اندرونی قیادت کے جھگڑے، شیعہ علما کے ایک مستقل طبقے اور دینی مدارس کی تشکیل، اور علما اور ذاکرین (جنہیں برصغیر کے شیعہ مذہبی منظرنامے میں خاص مقام حاصل ہے) کے مابین رقابت۔ کچھ حد تک ان حصّوں میں ان مطالبات کا بھی ذکر ہے جو مختلف ادوار میں شیعہ تنظیموں نے متعلقہ حکومتوں کے سامنے رکھے، اور ان مطالبات کی قبولیت یا ناکامی کی کیفیت؛ اور یہی موضوع زیادہ صراحت سے حصّہ جات:

2.3، 6.3، 3.4، 5.4، 2.5، 5.5، 1.6، 1.7 اور 3.8 میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کتاب کا تیسرا اہم محور شیعہ-سنّی کشیدگی اور اس کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ ہے، جسے بنیادی طور پر حصّہ جات 2.1، 3.5، 4.2، 5.7، 6.4، 7.2، 8.1 اور 8.2 میں پرکھا گیا ہے۔

اس کتاب کے لیے بیشتر مواد پاکستان میں چار مرتبہ قیام کے دوران جمع کیا گیا، جن میں ہر قیام تین سے پانچ ہفتوں پر مشتمل ہوتا تھا، اور یہ سلسلہ موسمِ گرما 1997ء سے لے کر اوائل 2001ء تک جاری رہا۔ 2001ء کے اختتام تک مسوّدے کا ایک بڑا حصہ، حصہ 7.3 تک، تکمیل کے قریب پہنچ چکا تھا۔ بدقسمتی سے، اور مکمل طور پر میری اپنی کوتاہی کے باعث، میں نے مسوّدے میں موجود بقیہ خلا کبھی پُر نہ کیے اور نہ ہی اِسے دسمبر 2013ء تک اشاعت کے قابل بنا سکا۔ اب میں نے تین نئے حصے (8.1, 8.2, 8..3) شامل کیے ہیں جو 2000ء تا 2013ء کے حالات سے متعلق ہیں، اور ساتھ ہی کتابیات (bibliography) اور بعض حواشی کو بھی تازہ ترین صورت میں اپ ڈیٹ کر دیا ہے۔ اِس دوران 1980ء کی دہائی کے بعد پاکستان میں شیعہ گروہی تحریک اور شیعہ-سنی کشیدگی پر متعدد نئی تحقیقات سامنے آئی ہیں۔ ان میں سب سے جامع کتاب خالد احمد (2011ء) کی ہے، جب کہ سیّد ولی رضا نصر (2002ء)، عظمت عبّاس (2002ء)، مریم ابوضحاب (2002ء، 2007ء)، سروش عرفانی (2004ء)، انٹرنیشنل کرائسز گروپ (2005ء)، السانڈرو مونسوٹی (2007ء)، جارج اسٹوبر (2007ء)، نوشین علی (2008ء)، طاہر کامران (2009ء)، عارف جمال (2009ء)، منصور خان محمود (2010ء)، حسن عباس (2010ء)، محمد فیاض (2011ء) اور الیکس وٹنکا (2012ء) کے مضامین بھی خاصے اہم ہیں۔ تاہم، پاکستان کے ابتدائی تیس برسوں کے دوران شیعہ اقلیت کی صورتِ حال پر کوئی نئی علمی تحقیق میری نظر سے نہیں گزری۔

1947ء سے 1977ء تک کے حالات و واقعات، نیز تقسیم ہند سے قبل برصغیر میں شیعہ کمیونٹی کے مسائل، اِس کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، اور اِس کے لیے بنیادی طور پر شیعہ ماخذات اردو سے استفادہ کیا گیا ہے (باب 2 تا 5)۔ میں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ شیعہ تنظیمی صف بندی اور پاکستان میں شیعہ اقلیت کو پیش آنے والے اہم مسائل کی ایک نسبتاً جامع اور ہمہ جہت تصویر پیش کر سکوں، جو کل ملا کر چھیاسٹھ برس پر پھیلے ہوئے حالات کا احاطہ کرتی ہو۔

یوں، اگرچہ مجھے اِس امر کا افسوس ہے کہ اپنی تحقیق کی اشاعت میں اتنی طویل تاخیر کا مرتکب ہوا، تاہم مجھے پورا یقین ہے کہ یہ کتاب

پرانی محسوس نہیں ہوگی اور اپنے مقصد کی بخوبی تکمیل کرے گی۔ خصوصی تشکر کا مستحق میں کرسٹوف جعفر یلو اور سائمن وولفگانگ فُکس کو سمجھتا ہوں، نیز ہرسٹ کے مائیکل ڈوائر کا، جنھوں نے مجھے اِس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مسلسل آمادہ رکھا؛ اور ڈیوڈ لن کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے متن کی باریک بینی سے اِدارت کی۔

ڈاکٹر آنڈریاس رِیک

برلن، اگست 2015ء

مخففّات کی فہرست

AISC	آل انڈیا شیعہ کانفرنس
AISPC	آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس
AJK	آزاد جموں وکشمیر
ANP	عوامی نیشنل پارٹی
APSC	آل پاکستان شیعہ کانفرنس
ASWJ	اہل سنت والجماعت
AWSM	انجمن وظائفِ سادات ومومنین
B.A.	بیچلر آف آرٹس
BPC	بیسک پرنسپلز کمیٹی
CII	کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی
COAS	چیف آف آرمی سٹاف
DC	ڈپٹی کمشنر
D.I.G.	ڈپٹی انسپکٹر جنرل
Dist.	ڈسٹرکٹ
D.S.P	ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس
EBDO	ایلیکٹیو باڈیز ڈسکوالیفیکیشن آرڈر
FATA	فاٹا/ وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات
HDP	ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی
I.G.P	انسپکٹر جنرل پولیس
IJI	اسلامی جمہوری اتحاد
ISI	انٹر سروسز انٹیلی جنس
ISO	امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن
ITHS	اِدارتِ تحفظِ حقوقِ شیعہ

JAH	جماعت اہلحدیث
JI	جماعت اسلامی
JSAMES	جرنل آف ساؤتھ ایشین اینڈ مڈل ایسٹرن اسٹڈیز
JUH	جمعیت علماء ہند
JUP	جمعیت علماء اسلام
JUP	جمعیت علماء پاکستان
KPK	خیبر پختونخوا
LeJ	لشکر جھنگوی
MAUSP	مجلس عمل علماء شیعہ پاکستان
MIP	ملت اسلامیہ پاکستان
MMA	متحدہ مجلس عمل
MNA	ممبر آف نیشنل اسمبلی
MPA	ممبر آف پراونشل اسمبلی
MQM	مہاجر قومی موومنٹ؛ متحدہ قومی موومنٹ
MRD	موومنٹ فار دا ریسٹوریشن آف ڈماکریسی/تحریک برائے بحالی جمہوریت
MWM	مجلس وحدت المسلمین
NA	نیشنل اسمبلی
NAP	نیشنل عوامی پارٹی
NWFP	نارتھ ویسٹ فرنٹیر پراونس/شمال مغربی سرحدی صوبہ
PA	پراونشل اسمبلی
PML	پاکستان مسلم لیگ
PPC	پاکستان پینل کوڈ
PPP	پاکستان پیپلز پارٹی
PTI	پاکستان تحریک انصاف
PuSPC	پنجاب شیعہ پولیٹیکل کانفرنس
Retd.	ریٹائرڈ

Rs.	روپیز/ روپے
S.	سید
SMC	شیعہ مطالبات کمیٹی
SMP	سپاہِ محمد پاکستان
SMUP	شیعہ مجلس علمائے پاکستان
SPP	شیعہ پولیٹیکل پارٹی
SSP	سپاہ صحابہ پاکستان
TAS	تنظیم اہلسنت
TIP	تحریک اسلامی پاکستان
TJP	تحریک جعفریہ پاکستان
TNFJ	تحریک نفاذ فقہ جعفریہ
TNSM	تحریک نفاذ شریعت محمدیہ
U.P	یونائیٹڈ پراونسز/متحدہ صوبے (بھارت)

لغت

اُردو اِصطلاحات یا الفاظ جو صرف اُردو میں اِن معنی کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

احادیث	حدیث کی جمع
اہل بیت	پیغمبر محمد کے ”گھر کے لوگ“ یعنی فاطمہ اور شیعہ ائمہ
اہل حدیث	ایسا فرقہ ہے جو صرف اسلام کے احکام، قرآن اور حدیث سے اخذ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔
اہل کتاب	”اہل کتاب“ یعنی یہودی اور عیسائی
اہلسنت	سنی مسلمان
اخلاقیات	اخلاقیات (سکولوں میں مضمون کے طور پر پڑھایا جانے والا)
امر بالمعروف	”نیکی کا حکم دینا“ ، قرآن کی ایک اصطلاح
انجمن	انجمن، معاشرہ؛ (مقامی) تنظیم
آل محمد	پیغمبر محمد کی فیملی -- اہل بیت
علم	کالا جھنڈا امام حسین کے پرچم کی علامت
عالم، عالم دین	علما کی واحد
علامہ	”فاضل آدمی“ ، ایک اعزازی لقب
امیر	”کمانڈر“ ؛ رہنما
اصحاب	صحابہ کی جمع
عاشورہ	10 محرم الحرام
اوقاف	وقف کی جمع
عوام	عام لوگ؛ آبادی؛ عوام
عوامی	مقبول، عام لوگوں کے لیے۔
عزاداری	امام حسین اور اہل بیت کے دیگر ارکان کے لیے شیعہ ماتمی تقریبات کے لیے اجتماعی اصطلاح
اعظم	اعظم (بڑا، کچھ اعزازی القابات میں)
اذان	مسلمانوں کا نماز کیلئے بلاوا
بریلوی	احمد رضا خان بریلی کے مکتب فکر کے پیروکار

بازی	”کھیل“، کچھ سرگرمیوں کو توہین آمیز معنی دینے کے لیے ایک لاحقہ
بدعا،جمع بدعت	اسلامی قانون یا عمل میں غیر قانونی ایجاد
چادر	پردہ،نقاب
چندہ	مذہبی مقاصد کے لیے عطیہ،رکنیت
چہلم	عاشورا کے بعد چالیسواں دن
دارالعلوم	”علم کا گھر“ کئی دینی مدارس کا عنوان
درسِ خارج	شیعہ مذہبی مدارس میں تعلیم کا اعلیٰ ترین درجہ
دیوبندی	مکتب فکر دارالعلوم دیوبند کے پیروکار
دین	مذہب
دینی مدارس	مذہبی سکول
دینیات	سکولوں میں مذہبی ہدایت
فتویٰ	اسلامی قانون کے سوال پر ایک عدالتی حکم نامہ
فقہ	مذہبی فقہ
فقہ جعفریہ	شیعہ اثنا عشری مذہبی فقہ،چھٹے امام جعفر صادق کے بعد اُن کے نام سے منسوب
غازی	”فاتح“ مسلمان فوجی ہیرو
غلو	”شدت پسندی“، جو بدعتی عقائد رکھتا ہے۔
حدیث جمع احادیث	اقوال اور روایات جو نبی یا شیعہ ائمہ سے منسوب ہیں
حافظ	جس نے پورا قرآن حفظ کر لیا ہو
حج	مکہ کی زیارت
حنفی	سنی مذہبی فقہ میں چار آرتھوڈوکس مکاتب فکر میں سے ایک
حرام	مذہبی طور پر حرام
حوزہ علمیہ	شیعہ کا اعلیٰ ترین دینی مدرسہ
ہجری	اسلامی کیلنڈر کے مطابق،حضرت محمدؐ کی ہجرت (622ء) سے شروع ہونیوالا
حدود،واحد حد	قرآن میں بیان کی گئیں اسلامی سزائیں
حسینی محاذ	ایک اصطلاح جو ہند-پاکستانی شیعوں کی طرف سے شہری تنازعات کے لیے استعمال کی جاتی ہے
عیدالفطر	رمضان المبارک کے بعد روزہ افطار کرنے کا دن

عیدمیلادالنبی	حضرت محمدکی سالگرہ
ادارہ	تنظیم،ادارہ
افطار	ماہ رمضان میں روزہ کھولنا
اجازہ جمع اجازت	شیعہ عالم کیلئے اُس کی اہلیت کی تصدیق کہ وہ بطور مجتہداور/ یامذہبی ٹیکس لینے کا اُس کا حق
اِجماع	(علما کا) اِجماع، اسلامی قانون کاایک ماخذ
اِجتہاد	”مشقت“ عقل اورفقہ کے اصولوں کااستعمال کرتے ہوئے مذہبی قانون کےنکات پرفیصلے تک پہنچنے کاعمل (اصول الفقہ)
امامہ	امامت،یعنی شیعوں میں ائمہ کو جو درجہ دیا گیاہے
امام بارگاہ	شیعہ عبادت گاہ،خاص طورپرمجلس کے لیے
اسلامیات	سکولزاورکالجزمیں تاریخ اورمذہب اسلام پراسباق
عصمت	شیعہ ائمہ کی معصومیت کارتبہ
جاگیر	خدمات کے بدلےحکومت کی طرف سے دی گئی زمین کے ایک ٹکڑے کےمحصول کاحق
جاگیردار	جاگیررکھنے والا
جلسہ	”سیشن“مجلس
جماعت	گروپ،پارٹی
جامعہ،جامعات	یونیورسٹی،کئی دینی مدارس کیلئے استعمال ہونیوالاعنوان
جمعیت	گروپ،پارٹی
جہاد	مقدس جنگ
جرگہ	قبائلی عمائدین کی مجلس
جلوس	شیعہ ماتمی جلوس
کافرجمع کفار	کافر
کلمہ	اسلامی عقیدے کااقرارکرنے کافارمولا
خانقاہ	صوفی بھائی چارے کے اجتماعات کے لیے ایک عمارت،روحانی اعتکاف کی جگہ
خطیب	مبلغ،خطیب
خوارج،واحد،خارجی	ایک ابتدائی مسلم فرقہ جوعلی ابن ابی طالب یامعاویہ کوخلیفہ تسلیم کرنے سے انکاری رہا
خلافت	خلافت

خلفائے راشدین	”صحیح ہدایت یافتہ“ اسلام کے پہلے چار خلفا
خمس	”پانچواں حصہ“، ایک مذہبی ٹیکس جو اصل میں پیغمبر محمد اور شیعوں کی جانب سے اپنے امام کو ادا کیا جاتا ہے
خواجہ	اشرافیہ کا ایک لقب
کرام واحد کریم	عام طور پر اردو میں علما کے ساتھ جبکہ سنی، صحابہ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں
کفر	الحاد؛ توہین
لشکر	قبائلی فوج، متحرک ایڈہاک
مدح صحابہ	صحابہ کی تعریف
مدرسہ	(مذہبی) سکول
محاذ	فرنٹ
محفل جمع محافل	خوشی کے موقع پر شیعہ اجتماع، جیسے کسی امام کا یوم پیدائش
مجلس جمع مجالس	”اجلاس“، امام حسین اور اہل بیت کے دیگر ارکان کی شہادت کے ماتم کے لیے شیعہ اجتماع
مجلس خوانی	مجلس میں خطبات کا انعقاد
ملنگ	درویش (عام طور پر طنزیہ معنی میں)
مرجع التقلید	”تقلید کا حوالہ“ شیعہ اِثنا عشری کے لیے اعلیٰ ترین مذہبی اتھارٹی
مرکزی	سنٹرل
مرثیہ جمع مراثی	شیعہ امام کیلئے عزاداری
مشائخ	”بزرگ“، مذہبی معززین
مسجد	مسجد
معصوم	بے گناہ؛ شیعہ اماموں سے منسوب ایک خوبی
ماتم	خود کو ایذا پہنچانے یا زخمی کرنے کی دوسری شکلوں کی شیعہ سوگ کی تقریب
مولانا، مولوی	علما کا لقب
مذہب	مذہب، اردو میں عام طور پر کسی خاص مذہبی فرقے یا فرقے کے عقیدے کے لیے استعمال ہوتا ہے
میلاد النبی	عید میلاد النبی
ملت	”عوام“ ”قوم“؛ اردو میں کسی کے مذہبی فرقے کو بھی کہا جاتا ہے۔
محلہ	قصبے کا چوتھائی حصہ
مبلغ جمع مبلغون	مبلغ، تبلیغ

مفتی	ایک اسلامی فقیہ جوفتوے دینے کا مجاز ہو
مہاجر	”مہاجر“؛ وہ جو تقسیم 1947ء کے بعد ہندوستان سے پاکستان ہجرت کر کے آیا
محقق	فلسفی، مکمل محقق (بعض 'علماء' کو دیا گیا لقب)
محرم	اسلامی قمری تقویم کا پہلا مہینہ
مہتمم	مدرسہ کا منتظم
مجاہد	جہادی جنگجو
مجتہد	وہ ہے جس نے اجتہاد کے درجے کو حاصل کرنے کے لیے کافی تعلیم حاصل کی ہو
مناظرہ جمع مناظرت	مذہبی تنازعہ، اکثر سیاسی
مناظر	وہ جو مذہبی تنازعات کو روکنے کا تربیت یافتہ ہو
مقصر	وہ جو شیعہ اماموں کے رتبے کو حقیر سمجھتا ہو
مرید	شاگرد یا صوفی کا پیروکار
مردہ باد	مردہ باد، متضاد زندہ باد
مطالبات جمع	ڈیمانڈز
متولی	ایک شخص جس کو وقف کا انتظام سونپا گیا ہو
نذرانہ	مذہبی عطیہ، جو مبلغین کے لیے ادائیگی کے طور پر دیا جاتا ہے
نہی عن المنکر	”برائی سے روکنا“، قرآن سے ایک اصطلاح
نماز	مسلمانوں کی طرف سے روزانہ پانچ وقت کی نماز
ناموس	عزت
نوحہ جمع نوحہ جات	نبی کریم کی تعریف میں نظم یا گیت
نوروز	ایرانی نیا سال (21 مارچ)
نواب	ہندوستانی اشرافیہ کا لقب
ناظم اعلیٰ	”اعلیٰ ترین منتظم“ سیکرٹری جنرل
نظام مصطفی	اسلامی نظام، پیغمبر محمد کا حکم
پیر	(موروثی) نیک آدمی
پیش نماز	نماز پڑھانے والا
قاضی	جج؛ پاکستان میں: شریعت سے متعلق معاملات میں جج

قائداعظم	”عظیم رہنما“ محمد علی کو عطا کیا گیا ایک لقب
قائدملت جعفریہ	”شیعہ لوگوں کا لیڈر“، پاکستان میں 1964ء سے استعمال ہونے والا لقب
قوم	قوم؛ لوگ؛ فرقہ؛ برادری (عام طور پر پاکستانی شیعہ اپنے ہم مذہبوں کے لیے استعمال کرتے ہیں)
قومی	قوم سے تعلق، یعنی اکثر ”شیعہ“ کا مترادف ہے، جب شیعہ فرقہ پرست سیاق وسباق میں استعمال کیا جائے
ربیع I+II	اسلامی قمری کا تیسرا اور چوتھا مہینہ
راجہ	”بادشاہ“، ایک ہندوستانی اشرافیہ کا لقب
رمضان	اسلامی قمری تقویم کا نواں مہینہ ہے۔ (روزوں کا مہینہ)
روافض واحد رافضی	انکاری، ”انکار“ شیعوں کے لیے ایک توہین آمیز اصطلاح
رضا کار	”رضا کار“، ایک تنظیم کا اہم سرگرم رکن
رِبا	(غیر قانونی) قرض پر سود
صدقہ	”خیرات“، ایک مذہبی ٹیکس
سادات	سید کی جمع
صحابہ جمع	پیغمبر محمد کے ساتھی
صاحب	شریف آدمی
سہم امام	امام کا حصہ، خمس کا نصف
سجادہ نشیں	نیک شخص کی اولاد جو اپنے مزار اور اُس کی آمدنی کو کنٹرول کرے
سرپرست	کسی تنظیم یا پارٹی کا ”سرپرست“ سوادِ اعظم
سید	پیغمبر محمد کی آل اولاد
شریعہ	اسلامی مذہبی قانون
شرک	شرک
شوریٰ	کونسل
سیرت	نیک آدمی کی سوانح عمری، خاص طور پر نبی کریم
صوفی	ایک مسلمان صوفیانہ؛ مقدس آدمی
تعلقدار	کسی علاقے پر جائیداد کے حقوق کا حامل جس کے لیے اُس نے پہلے ریونیو اکٹھا کیا (1858 کے بعد یو پی)
تبرا	”اہل بیت کے دشمنوں“ سے اپنے آپ کو دُور رکھنے کا شیوہ
تبلیغ	تبلیغ؛ کسی مذہب کی تبلیغ کرنا؛ مذہب پرستی

تبلیغی دورہ جمع دورات	"تبلیغ کا دورہ" ، ایک مخصوص علاقے میں تبلیغ کا دور
تفسیر	پورے قرآن یا قرآن کے کچھ حصے کی تفسیر
تکفیر	کسی کو کافر قرار دینا
طالب، طالب علم جمع طلبا	دینی درسگاہ کا طالب علم
تنظیم	آرگنائزیشن
تقیہ	مذہبی عقائد بارے دھوکہ
تقلید	نقل، مذہبی قانونی سوالات میں مجتہد کی ہدایات پر عمل کرنا
تقصیر	"ذلت آمیز" ، آئمہ کی حیثیت کو پست کرنا
توحید	خدا کی احدیت پر یقین
تولّا	اہل بیت سے بیعت کا پیشہ
تعزیہ	شبیہ جو امام حسین کی قبر کی نمائندگی کرے
تعزیہ داری	جلوسوں میں تعزیے نکالنا
تحصیل	ضلع سے نیچے کی انتظامی اکائی
طلبا	دیکھیں طالبعلم
علما واحد عالم	اسلامی فقہ کا فاضل آدمی
اُمہ	تمام مسلمانوں پر مشتمل طبقہ
عرس	شادی؛ صوفی کے مزار پر سالانہ تقریب
عشر	"دسواں حصہ" : زرعی مصنوعات پر اسلامی ٹیکس
اصول دین	مذہبی اصول
اصول فقہ	فقہ (اسلامی) کے اصول
واعظ جمع واعظون	مبلغ
وکیل	ایک اعلیٰ درجہ کے شیعہ عالم کا نمائندہ جو اپنی طرف سے مذہبی ٹیکس وصول کرے
وقف جمع اوقاف	اوقاف، خیراتی ٹرسٹ
وکالہ	وکیل کا دفتر
وکالت نامہ	وکیل کو نامزد کرنے والا خط
وکالت فقیہ	"فقہی مشاورت کی سرپرستی" ، ایک نظریاتی عقیدہ جسے آیت اللہ خمینی نے تیار کیا

یوم	یوم (اردو میں: یادگار دن)
یوم القدس	یروشلم ڈے، اسرائیل کے خلاف سالانہ احتجاج کا دن آیت اللہ خمینی کے حکم پر 1979 کو متعارف کرایا
زکوٰۃ	جائیداد اور دولت کی بعض اقسام پر ایک مذہبی ٹیکس جس کا مقصد غریبوں اور محتاجوں کی مدد کرنا
ذاکر	"تلاوت کرنے والا"، وہ جو شیعہ مجلس میں اہل بیت کے فضائل اور مصائب پر خطبہ دے
ذاکری	ایک ذاکر کا پیشہ
ذوالجناح	جلوس میں امام حسین کی نمائندگی کرنیوالا گھوڑا
زندہ باد	زیادہ دیر رہے، متضاد مردہ باد

1

تاریخی پس منظر

1947ء تک شمال مغربی ہندوستان میں شیعیت کا پھیلاؤ

شیعیت، برصغیر میں تقریباً اتنی ہی قدیم ہے جتنی قدیم ہے خود اسلام کی آمد۔ ہندوستان میں اس کی ہزار برس سے زائد تاریخ نشیب وفراز سے عبارت ہے، جو کسی نہ کسی سطح پر عالم اسلام میں شیعیت کی مجموعی تقدیر کے نشیب وفراز سے ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے۔ اگرچہ ہندوستان کی تدریجی فتوحات، جن کا آغاز 711ء میں محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے سے ہوتا ہے اور جو سولھویں صدی میں اپنی معراج کو پہنچتی ہیں، بالعموم سنّی عربوں، ترکوں، افغانوں اور مرکزی ایشیائی اقوام کی قیادت میں ہوئیں، تاہم انہی علاقوں سے تعلق رکھنے والے شیعہ سپاہی اور اُمراء بھی اکثر اوقات ان لشکری مہمات میں شریک رہے۔ نہ صرف یہ کہ اُنہوں نے ریاستی اور انتظامی مناصب سنبھالے بلکہ صدیوں تک برصغیر کے بعض خطّوں پر براہِ راست حکمرانی بھی کی۔ مزید برآں، وہ تبلیغی شخصیات، جنہوں نے مفتوحہ دیہی علاقوں میں ہندو آبادی کی بڑی تعداد کو اسلام قبول کرایا، بیشتر صوفیائے کرام اور سادات تھے، جو حضرت علی ابن ابی طالب اور اہلِ بیتِ اطہار کی خاص تکریم رکھتے تھے۔ یوں اُنہوں نے بعد ازاں باقاعدہ شیعی دعوت کے فروغ کی راہ ہموار کی[1]۔ تاہم اِس کے باوجود، شیعیت اپنی مختلف صورتوں کے باوجود، شامیانِ اقتدار وحمایت کے زیرِ سایہ رہنے کے باوجود، برِّ صغیر کے مسلمانوں کی صرف ایک اقلیت نے اختیار کی۔

اگرچہ اس حصّے کا بنیادی مقصد اُن خطّوں میں شیعیت کے پھیلاؤ کا جائزہ لینا ہے جو 1947ء میں مغربی پاکستان کا حصہ بنے، لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اُن شیعی حکمران ریاستوں کے مختصر تاریخی خاکے سے کی جائے جو برِّ صغیر کے دیگر علاقوں میں قائم رہیں۔ ان میں سب سے پہلی ریاست دکن میں قائم بہمنی سلطنت (1347-1526ء) تھی، جس پر ایرانی النسل خاندان حکمران تھا، اور جس کا دارالحکومت پہلے گلبرگہ اور بعد ازاں بیدر (دونوں موجودہ بھارتی ریاست کرناٹک میں واقع ہیں) رہا۔

اگرچہ اِس طویل عرصے کے دوران ایران سے آنے والے شیعہ صوفیوں، علما، تاجروں اور مہم جو افراد کا ایک مسلسل سلسلہ اس خطّے کی جانب متوجہ رہا، لیکن بہمنی سلطنت کی آبادی مجموعی طور پر ہندو ہی رہی، اور اس کے مسلمان حکمران طبقے کی اکثریت بھی سنّی تھی[2]۔ پندرھویں صدی کے اواخر میں یہ سلطنت کئی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی، جن میں سے تین پر شیعہ حکمران خاندان قائم ہوئے۔ انہی میں سے ایک جانشین ریاست کے بانی، یوسف عادل شاہ، جو عثمانی ترک نژاد تھے، نے بطور بہمنی گورنر ضلع بیجاپور میں 1489ء میں خود کو خودمختار بنالیا۔ ایران میں صفویوں کی کامیابی کی خبر سن کر اُنہوں نے شاہ اسماعیل کی پیروی کرتے ہوئے 1502ء میں اپنے زیرِ حکومت علاقے میں شیعیت کو سرکاری مذہب قرار دیا، اور یوں وہ برصغیر کے پہلے حکمران ٹھہرے جنہوں نے ایسا قدم اٹھایا۔ عادل شاہی سلطنت 1686ء تک برقرار رہی، جب اورنگزیب نے بیجاپور کو سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا۔ تاہم سنّیوں نے بیجاپور میں پہلے ہی 1583ء کے قریب اقتدار پر غلبہ حاصل کرلیا تھا[3]۔ دکن میں ایک اور شیعہ حکمران خاندان، نظام شاہی سلسلۂ احمدنگر، 1490ء میں وجود میں آیا۔ اِس کے بانی ایک ایسے ہندو نو مسلم کے فرزند تھے جو بہمنی سلطنت میں اعلیٰ ترین منصب تک پہنچ چکے تھے۔ بعض نظام شاہ حکمرانوں نے دیگر مسلمانوں پر شیعیت کی بالادستی

قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اُنہیں کامیابی حاصل نہ ہوسکی، اور 1633ء میں شاہ جہاں نے اُن کی ریاست کو مغلیہ سلطنت میں شامل کرلیا[4]۔ جنوبی ہندوستان کی سب سے دیرپا شیعہ سلطنت قطب شاہی (1512-1687ء) تھی، جس کے بانی سلطان قلی قطب الدین ہمدان (ایران) کے قریب پیدا ہوئے تھے اور ترکمان قبائل کے قرا قویونلو اتحادی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا دارالحکومت حیدرآباد، جو 1591ء میں قدیم قلعہ گولکنڈہ کے قریب آباد ہوا، برصغیر میں شیعہ مادی اور فکری ثقافت کا مرکز بن گیا، جسے بعد میں فقط لکھنؤ نے پیچھے چھوڑا[5]۔ دکن کی شیعہ مذہبی وعلمی روایت کو مذکورہ ریاستوں کے مغلیہ سلطنت میں اِنضمام کے بعد سرپرستی تو حاصل نہ رہی، لیکن اِس نے بیسویں صدی تک اپنی سابقہ شان وشوکت کے بعض آثار محفوظ رکھے۔ 1947ء کے بعد جنوبی ہندوستان کی شیعہ علمی وفکری اشرافیہ کے کئی افراد پاکستان ہجرت کرگئے۔

دکن کے بعد برِّ صغیر کا دوسرا خطّہ جہاں اثنا عشری تشیع نے، اگرچہ قلیل مدت کے لیے، سیاسی غلبہ حاصل کیا، کشمیر تھا۔ کشمیر میں اسلام کے پھیلاؤ کا سہرا بنیادی طور پر سید علی ہمدانی (1314ء-84ء) اور سلسلۂ کبرویہ کے دیگر صوفیوں کے سر باندھا جاتا ہے۔ خود ہمدانی شیعہ نہ تھے، لیکن پندرھویں صدی کے اوائل ہی سے میر شمس الدین عراقیؒ (وفات 1526ء) نے سلسلۂ نوربخشیہ کے لبادے میں، جو کبرویہ کی ایک شاخ ہے اور ہمدانی کو نہایت بلند مقام دیتی ہے[6]، کشمیر میں تشیع کی تبلیغ کی۔ سید محمد نوربخش (1464ء-1392ء) کے پیروکاروں نے، جو کشمیر کی مرکزی وادی میں آباد تھے، بعدازاں کھل کر اثنا عشری تشیع اختیار کرلیا، اگرچہ وہ آج بھی ایک الگ کمیونٹی کی حیثیت سے موجود ہیں۔ یہ کمیونٹی بلتستان میں، جو کشمیر کے شمال میں واقع ہے اور جو 1947ء-48ء کی جنگ میں پاکستانی نظمِ اقتدار کے ماتحت آیا، بڑے پیمانے پر موجود ہے[7]۔

1528ء سے 1586ء تک کشمیر پر چک قبیلے کی شیعہ حکومت قائم رہی، جس میں صرف چودہ برس کی ایک درمیانی مدت مرزا حیدر دُغلت[8]، جو ماوراء النہر کا حملہ آور تھا، کے زیرِ حکمرانی گزری۔ اِن برسوں میں کشمیر میں شیعہ۔سنّی جھڑپیں پھوٹ پڑیں، جو بعدازاں مغلوں (1586ء-1752ء)، افغانوں (1752ء-1819ء)، سکھوں (1819ء-45ء) اور ڈوگرہ ہندو سلطنت (1846ء-1947ء) کے ادوار میں بھی بارہا سامنے آئیں[9]۔ اگرچہ کشمیر کی مجموعی آبادی میں آج صرف چند فی صد لوگ شیعہ ہیں، لیکن بلتستان اور اُس سے شمال مغرب کے بعض علاقوں گلگت اور نگر، میں ابتدائی سولہویں صدی سے لے کر اب تک حکمران خاندان بھی اور عام آبادی بھی زیادہ تر شیعہ (یا نوربخشی) رہی ہے[10]۔

1701ء سے 1757ء میں برطانوی تسخیر تک بنگال پر شیعہ گورنروں کی حکمرانی رہی جو اگرچہ باضابطہ طور پر مغلوں کے مقرر کردہ تھے، مگر عملاً تقریباً خودمختار ہوچکے تھے۔ اِسی عہد سے بنگالی شہروں-مثلاً مرشد آباد اور ہوگلی- میں ایرانی تاجروں اور اُن کی اولاد کی جانب سے عظیم الشان امام بارگاہیں تعمیر ہوئیں اور ایسے جاگیریں اوقاف کی صورت وقف کی گئیں جن کا مقصد عزاداری کے فروغ کو یقینی بنانا تھا۔ اِن شہروں میں برصغیر اور ایران دونوں سے شیعہ علما کی ایک بڑی تعداد بھی کھنچ کر آنے لگی[11]۔

برصغیر میں تشیع کی نشوونما پر سب سے گہرا اثر وسطی وادیٔ گنگا میں اوَدھ کی ڈیڑھ صدی-یعنی 135 برس- پر محیط شیعہ حکمرانی کا پڑا۔ اوَدھ کی شیعہ سلطنت کے بانی میر محمد امین المعروف ''برہان الملک'' 1708ء میں [12]نیشاپور (ایران) سے دہلی کے مغل دربار میں آئے اور

1722ء میں اوَدھ (جو اُس وقت تک مغل صوبہ تھا) کے گورنر مقرر ہوئے۔ برہان الملک اور اُن کے ابتدائی دو جانشین اگرچہ زوال پذیر مغلیہ سلطنت کی ہی خدمت کرتے رہے، لیکن 1773ء میں نواب شجاع الدولہ نے تیزی سے طاقت حاصل کرتی ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ پہلا معاہدۂ تحفظ کیا۔ 1819ء میں اوَدھ کی آزاد بادشاہت کا اعلان ہوا، جو 1856ء میں برطانوی الحاق تک برقرار رہی[13]۔ 1722ء سے 1856ء تک اوَدھ کے تمام حکمران کٹر شیعہ تھے۔ اُنہوں نے امام بارگاہوں اور مساجد کی تعمیر اور مراسم محرم کی انجام دہی پر بے پناہ وسائل خرچ کیے۔ صفوی سلطنتِ ایران (جو 1722ء ہی میں ختم ہو چکی تھی) کے طرز پر ایک ''شیعہ ریاست'' قائم کرنے کے جذبے کے تحت انہوں نے شیعہ فقہ کے عقل پسند اصولی مکتب کے حامل ایک نئے طبقۂ علما کی دل کھول کر سرپرستی کی۔ اُنہی کی ہدایت پر 1786ء میں اوَدھ کے نو مقرر کردہ دارالحکومت لکھنؤ (1775ء سے) اور فیض آباد میں شیعہ جمعہ باجماعت نمازیں شروع کی گئیں[14]، جو بعد ازاں دوسرے شہروں میں بھی رائج ہوئیں۔ لکھنؤ کے ممتاز شیعہ علما سرکاری وظیفوں کے ساتھ ساتھ خمس و زکوٰۃ کی تحصیل اور تقسیم کے ذریعے غیر معمولی دولت مند ہو گئے[15]۔ اُن کا عروج خصوصاً امجد علی شاہ (r.1842-47) کے دور میں ہوا، جنھوں نے ایک باقاعدہ شیعہ عدلیہ قائم کی اور ایک بڑا شیعہ دینی مدرسہ بنوایا[16]۔ اوَدھ میں شیعہ علماء، زمینداروں اور سرکاری اہلکاروں کے اِس بڑھتے ہوئے غلبے کے ساتھ، سنی سابقہ اشرافیہ اور سنی مذہبی اداروں کے زوال کا عمل بھی چلتا رہا[17]۔

برطانوی دورِ حکومت اور اس کے بعد بھی لکھنؤ ہندوستانی تشیع کا مذہبی اور فکری مرکز بنا رہا۔ اگرچہ اَوَدھ کے بہت سے ممتاز شیعہ زمیندار اور علما 1857-58ء کی برطانوی مخالف بغاوت (''غدر'') میں شریک تھے، لیکن شکست کے بعد جب برطانوی حکومت نے مفاہمت کی کوششیں کیں تو اُنہوں نے نہایت سرعت سے اِس کا مثبت جواب دیا۔ اَوَدھ کی سابق سلطنت میں کئی شیعہ تعلقہ داروں کے پاس بڑی جاگیریں برقرار رہیں، اور 1858ء کے بعد بھی- اگرچہ نسبتاً محدود پیمانے پر- شیعہ علما اور مذہبی اداروں کی سرپرستی جاری رہی[18]۔

دکن میں بھی اثنا عشری شیعہ ریاستیں دراصل سنی مسلم فتوحات کے بعد ہی قائم ہوسکیں، اور یہی صورتِ حال کشمیر میں شیعہ اقتدار سے دو صدی قبل اور اَوَدھ میں چھ صدی قبل بھی رہی تھی۔ اِس کے برعکس برصغیر کے مغربی علاقوں میں اسماعیلی تشیع کا پھیلاؤ زیادہ تر داعیانِ اسماعیلی کی تبلیغ کے ذریعے ہوا۔ ہندوستان میں اسماعیلی دعوت کی اولین کامیابیاں دسویں صدی عیسوی میں سندھ اور جنوبی پنجاب میں حاصل ہوئیں۔ تقریباً 958ء میں ملتانی ریاست قائم ہوئی جو فاطمی خلافتِ قاہرہ کی باقاعدہ نمائندہ سمجھی جاتی تھی۔ یہ ریاست 1005ء میں محمود غزنوی کی یلغار تک قائم رہی[19]۔ سندھ میں اسماعیلیت کا وجود بعد ازاں ٹھٹہ کی سومرہ سلطنت (1051ء-1351ء)[20] کے زیرِ سایہ محفوظ رہا، اور وہاں سے اِس کا اثر پڑوسی گجرات اور ہندوستانی مغربی ساحل (حتیٰ کہ بمبئی) تک مضبوطی سے پھیلتا چلا گیا۔ انہی ساحلی خطوں میں اسماعیلیوں کی دو بڑی اور مستحکم برادریاں اُبھریں- بوہرے اور خوجہ- جو اگرچہ سنی حکمرانوں کے ادوار میں کئی مرتبہ تعاقب و ابتلا کا شکار ہوئے، مگر تجارت کے میدان میں مسلسل ترقی کرتے رہے۔ بوہرے عموماً سابق ہندو ہیں جنہیں یمن سے آئے ہوئے داعیانِ مستعلوی نے گیارھویں صدی سے اسلام اور اسماعیلیت میں داخل کیا تھا[21]۔ خوجہ برادری کی تشکیل نزاری اسماعیلی داعیوں کے زیرِ اثر ہوئی جو بارھویں صدی سے گجرات، سندھ اور پنجاب میں تبلیغ کرتے رہے[22]۔ اِن دونوں برادریوں میں وقت گزرنے کے ساتھ متعدد ذیلی شاخیں

پیدا ہوئیں۔ خوجہ برادری کے اکثریتی دھڑے کے روحانی پیشوا قاسم شاہی ائمہ 1841ء تک ایران ہی میں مقیم رہے، جب کہ حسن علی شاہ- جو آغا خان اوّل (1800ء-1881ء) کے نام سے معروف ہوئے، قاجاری فرمانروا فتح علی شاہ کے خلاف ایک ناکام بغاوت کے بعد ہندوستان آگئے۔ آغا خان نے جلد ہی برطانوی حکومت سے قریبی تعلقات قائم کرلیے اور 1846ء میں بمبئی میں سکونت اختیار کی۔ 1846ء سے 1866ء تک برطانوی ہندوستان کی عدالتوں میں متعدد مقدمات کے ذریعے اُنھوں نے خوجہ برادری پر اپنی مذہبی وسماجی اتھارٹی کو مضبوط کیا[23]، تاہم متعدد ناراض خوجے بعد ازاں اثنا عشری تشیع میں داخل ہو گئے۔ یہی صورتِ حال بوہروں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ بھی پیش آئی۔ پاکستان کے قیام کے بعد کراچی آنے والے بوہرہ اور خوجہ، خواہ اسماعیلی ہوں یا اِثنا عشری، نے نہ صرف تجارت میں اپنی روایتی کامیابی جاری رکھی، بلکہ قومی صنعتی اور بینکاری نظام کے قیام میں بھی نمایاں کردار ادا کیا[24]۔

مغل سلطنت کے قلب یعنی آگرہ، لاہور اور دہلی- میں امامیہ اثنا عشری شیعوں کی بدلتی ہوئی حالتِ زار اور اُونچ نیچ کا تذکرہ بھی یہاں ضروری ہے، جو سولھویں صدی سے اٹھارہویں صدی کے آخر تک جاری رہی۔ ابتدائی مغل فرمانرواؤں نے ایران کے صفوی سلاطین کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم رکھے، اور ایرانی النسب شیعہ دربارِ مغلیہ، فوج اور انتظامیہ میں اثر و نفوذ کے متعدد مناصب تک پہنچ گئے۔ بابر، جس نے 1526ء کی فتوحات کے ذریعے برّ صغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی، نے سمرقند کی جانب ایک مہم کے دوران شاہ اسماعیل صفوی کی عسکری معاونت کے حصول کی غرض سے کچھ ایسے علامات وشعائر اختیار کیے جو امامیہ شیعیت سے وابستگی ظاہر کرتے تھے[25]۔ اس کے فرزند اور جانشین ہمایوں نے اپنے ایرانی جلاوطنی کے برسوں میں، جہاں وہ شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر پناہ گزین ہوا تھا[26]، شیعہ مذہب اختیار کرنے کے نہایت قریب پہنچ گیا تھا۔ ہمایوں نے 1555ء میں دہلی کو دوبارہ فتح کیا، ایسی فوج کے ساتھ جس میں شیعہ ایرانی اور ترکمان سپاہیوں کی بڑی تعداد شامل تھی، اور آئندہ ڈیڑھ صدی تک "ایرانی" اور "تورانی" (ماوراء النہر کے ترک) سپاہیوں اور افسران کے مابین رقابت اور کشمکش فوج کے اندر مستقل فساد اور تناؤ کا سبب بنی رہی۔ ہمایوں کے بیٹے اکبر نے اپنی پرورش شیعہ ترکمان امیر، بیگم خان (بیرم خان) کی سرپرستی میں پائی، جو اکبر کے ابتدائی ایامِ حکومت (1556ء-1560ء) میں دراصل نگرانِ سلطنت تھا[27]۔ اگرچہ اکبر کے دَور کے اختتام (1605ء) تک بااثر شیعوں کے خلاف سازشیں اور دشمنی میں اضافہ ہوتا گیا، تاہم اکبر کی طویل حکمرانی مذہبی رواداری اور شیعہ اثر و رسوخ کے نمایاں اضافے سے عبارت رہی۔ اکبر نے شیعہ اہلکاروں کو نہایت اعلیٰ انتظامی مناصب عطا کیے[28] اور سنّی علما کی ناراضی مزید بڑھا دی، خصوصاً جب اُس نے 1582ء میں اپنے خود ساختہ "دینِ الٰہی" کا اعلان کیا[29]۔

اکبر کے جانشینوں کے دورِ حکومت میں مغلیہ سلطنت میں شیعہ برادری کے لیے حالات مزید سخت ہوتے گئے۔ اس تبدیلی کی ایک نمایاں مثال سید نور اللہ شوشتری کی سرگزشت ہے، جنھیں برصغیر کی تاریخ میں "شہید ثالث" اور عظیم ترین شیعہ عالم کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ شوشتری 1584ء میں ایران سے اکبر کے دربار میں وارد ہوئے اور 1586ء میں لاہور کے قاضی مقرر کیے گئے، حالانکہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ اپنے فیصلے چاروں سنی فقہی مسالک کے مطابق ہی صادر کریں گے[30]۔ شیعہ عقائد کے دفاع میں اُن کی فصیح و بلیغ تصانیف نے اُن کے خلاف مخالفین کا ایک حلقہ پیدا کر دیا، جنھوں نے جہانگیر کے عہد میں اُن سے سخت انتقام لیا[31]۔ اِس کے باوجود، جہانگیر اور اُس کے جانشین شاہ جہاں، دونوں کے ادوار میں، متعدد شیعہ اہلکار انتظامیہ اور فوج میں اعلیٰ مناصب تک پہنچنے میں کامیاب رہے[32]۔

مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر سخت سنی مذہبی نقطۂ نظر رکھتے تھے اور شیعہ مذہبی علامتوں اور رسوم کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ اُن کے دورِ حکومت (1658ء–1707ء) میں محرم کے جلوسوں پر پابندی عائد کر دی گئی[33] اور دکن کی شیعہ سلطنتوں کو بالآخر مغلیہ اقتدار کے تابع کر لیا گیا۔ ان کے حکم پر سنی علما نے فقہ حنفیہ کا جس جامع قانونی مجموعہ کی تدوین کی، یعنی فتاویٰ عالمگیریہ، اس میں اُن شیعوں کو بدعت گزار قرار دیا گیا جو پہلے دو خلفا پر لعن طعن کرتے تھے[34]۔ تاہم، اِس قدر سخت گیر رویّے کے باوجود اورنگزیب اپنے طویل اور مسلسل فوجی مشنوں کے باعث ایرانیوں اور دیگر شیعہ ماہرین کی خدمات سے بے نیاز نہ ہو سکے، جو سلطنت کے استحکام اور توسیع کے لیے ناگزیر قرار پاتے تھے[35]۔

اورنگزیب کے جانشین بادشاہ بہادر شاہ (دَورِ حکومت 1707ء–1712ء) نے ایسے رجحانات ظاہر کیے جو شیعہ نواز سمجھے گئے، اور جنہوں نے لاہور میں تیز نوعیت کے فرقہ وارانہ تصادم کو جنم دیا[36]۔ اٹھارویں صدی کے دوران مغلیہ سلطنت مسلسل زوال پذیر رہی، اور اسی کے ساتھ لاہور، دہلی اور شمالی ہند کے کئی دیگر شہروں میں ایسے تنازعات میں اضافہ ہوتا گیا۔ شمال مغربی ہند پر نادر شاہ افشار (1739ء–1740ء) اور احمد شاہ درّانی (1748ء سے 1762ء کے درمیان چھ حملے) کی یلغاروں نے قتل و غارت اور تباہی کے علاوہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو مزید بھڑکایا[37]۔ جب افغان اپنی مفتوحہ ہندوستانی اراضی پر اختیار کھو بیٹھے تو خطے میں شیعہ برادری کی حالت کچھ بہتر ہوئی[37]۔ 1772ء میں مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی کی دہلی واپسی کے بعد، جب انہوں نے ایرانی النسل شیعہ مرزا نجف (وفات 1781ء) کو اپنا وزیرِ مختار مقرر کیا[38]، شیعہ ایک بار پھر دہلی میں آباد ہونے کی طرف مائل ہوئے۔ تاہم اِس دور تک "مغل" بادشاہ "عملاً برطانوی سرپرستی پر منحصر ہو چکا تھا، اور 1803ء کے بعد دہلی کا مؤثر اقتدار انگریزوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا[39]۔

اب اُن خطّوں کی طرف آتے ہیں جو 1947ء میں پاکستان کے مغربی حصّے میں شامل ہوئے۔ اِن علاقوں میں شیعہ عقائد کے پھیلاؤ، اور یہاں تک کہ موجودہ دَور میں شیعہ آبادی کی درست جغرافیائی تقسیم، سے متعلق اب بھی بہت سے سوالات تشنۂ تحقیق ہیں۔ آٹھویں صدی عیسوی کے وسط ہی میں اہلِ بیت کے حامی بعض افراد اُموی حکومت کے مظالم سے بچتے ہوئے سندھ میں آ بسے۔ ان میں سب سے معروف عبداللہ الأشتر علوی تھے، جنہوں نے سندھ کے گورنر عمرو بن حفص اور بعد ازاں ایک ہمسایہ ہندو راجہ کی سرپرستی میں زیدی شیعہ مسلک کی تبلیغ کی۔ 768ء میں ایک فوجی کارروائی کے نتیجے میں وہ اور اُن کے پیروکار منتشر کر دیے گئے[40]۔ بعض چھوٹے زیدی گروہ ممکن ہے کہ سندھ میں اُس وقت تک باقی رہے ہوں جب نویں صدی میں یہاں اور جنوبی پنجاب میں اسماعیلی دعوت کا آغاز ہوا[41]۔ 1005ء میں ملتان کے گرد و نواح میں اسماعیلی ریاست کی تباہی کے بعد ایک خاموش اور بتدریج تبدیلی کا عمل شروع ہوا جس میں کچھ اسماعیلی، اثنا عشری شیعہ عقائد کی طرف مائل ہونے لگے، اور یہی رجحان بعد کے زمانوں میں سندھ تک بھی پھیل گیا۔

سولہویں صدی سے پہلے وادیِ سندھ میں اِثنا عشری شیعہ برادریوں کے بارے میں تاریخی شواہد نہایت کم دستیاب ہیں، تاہم یہ قرین قیاس ہے کہ گیارہویں صدی سے ایران، عرب اور ماوراء النہر سے پنجاب اور سندھ آنے والے بہت سے صوفیا اور سادات یا تو شیعہ تھے یا کم از کم اُن کے عقائد شیعہ فکر سے قریب تر تھے[42]۔ پاکستان کے قلبی خطّے میں جگہ جگہ صوفی بزرگوں کے آستانے اور مزارات پھیلے ہوئے ہیں، جن میں سے بعض نہ صرف مقامی طور پر بلکہ پورے ملک میں عقیدت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں، اور جن کے سجادہ نشین آج تک دینی وقار، معاشی فوائد اور سیاسی اثر و نفوذ سے بہرہ مند ہیں۔ اگرچہ ان میں سے اکثر بزرگوں نے کبھی اپنے آپ کو صریحاً شیعہ ظاہر نہیں کیا، مگر اُن

کے حلقۂ اثر نے سندھ اور پنجاب کے وسیع دیہی علاقوں میں مسلم آبادی کے ایک بڑے حصّے میں وہ رجحانات پیدا کیے جنہیں بجا طور پر "خُفیہ شیعیت" (crypto-Shia) کہا جاسکتا ہے[43]۔ یہ رجحانات دو پہلوؤں سے نمایاں تھے: حضرت علی ابن ابی طالب اور اہلِ بیت رسول کی گہری تعظیم؛ "پیری مُریدی" کا مضبوط رشتہ یعنی موروثی روحانی پیشواؤں سے جذباتی وابستگی اور فرمانبرداری۔

سولھویں صدی کے اوائل سے، جب ایران میں اِثنا عشری تشیع کو سیاسی عروج حاصل ہوا اور ابتدائی مغل سلاطین نے نسبتاً روادارانہ مذہبی پالیسی اختیار کی، برِّ صغیر کے مختلف خطّوں میں متعدد سادات، پیروں اور سجادہ نشینوں نے اعلانیہ طور پر اپنے آپ کو اِثنا عشری شیعہ کہنا شروع کیا۔ ان میں نمایاں ترین گروہ سید جمال الدین یوسف شاہ گردیزی (1057ء–1137ء)[44] کے متوسلین و متبعین کا تھا، جن کے تمام خانوادے نے، اپنے مُریدوں سمیت، شیعہ مذہب قبول کرلیا۔ اسی طرح سید جلال الدین حیدر نقوی بخاری[45] (وفات 1291ء، اُچ) کی نسل سے تعلق رکھنے والے بڑی تعداد میں سادات نے بھی مغلیہ دور اور بعد کے زمانوں میں اثنا عشری تشیع اختیار کیا۔ اُچ کے نقوی بخاری سادات آج پاکستان بھر میں، بالخصوص جنوبی پنجاب[46] کے سرائیکی خطّے میں پائے جاتے ہیں، اور اُن کی اکثریت شیعہ عقیدے سے وابستہ ہے۔ اسی طرح ملتان کے قریشی خاندان[47]، جو چودھویں صدی سے شہر کی مقامی سیاست پر غالب رہا اور بعد ازاں پنجاب کے طاقتور زمیندار خانوادوں میں شمار ہونے لگا[48]، سولھویں صدی کے بعد سے سنی اور شیعہ دونوں شاخوں پر مشتمل رہا ہے، اور اِن دونوں شاخوں کے درمیان باہمی رشتہ داری و نکاح کے روابط بھی مسلسل قائم رہے ہیں۔

جب صفوی ایران نے اثنا عشری تشیع کو ریاستی مذہب کا درجہ دے دیا، تو اس کے بنیادی عقائد کی علانیہ تبلیغ مغل سلطنت کے متصل علاقوں میں زیادہ عام ہوتی گئی۔ انہی ابتدائی مبلغین تشیع میں سید محبوبِ عالم، المعروف شاہ جیونہ (1490ء–1564ء) ایک اہم نام ہیں، جو اپنی زندگی کے آخری عشرے میں جھنگ کے قریب ایک گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے[49]۔ اُن کے سلسلے نے انیسویں صدی کے آغاز ہی سے جھنگ کے اطراف میں وسیع جاگیریں حاصل کرلیں اور تب سے یہ خاندان ضلع جھنگ کا سب سے بااثر اور غالب خاندان چلا آرہا ہے، اور ملکی سیاست میں بھی نمایاں کردار ادا کرتا رہا ہے[50]۔ پنجاب اور سندھ میں اُن سے کہیں زیادہ اثر انگیز شخصیت سید محمد راجو شاہ بخاری (وفات: 1544ء–1591ء) کی تھی، جن کا مزار لیہ کے نزدیک واقع ہے اور جو راجن پور کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ تقیہ کے رائج طریق عمل کے مخالف تھے اور روایت ہے کہ انہوں نے شہنشاہ ہمایوں تک کو متاثر کیا تھا لیکن مخدومُ المُلک[51] نے بادشاہ کو اُن سے ملاقات کی اجازت دینے سے روک دیا[52]۔ یہ دونوں بزرگ، اور اُن جیسے دیگر کئی شیعہ صوفیا، پنجاب کے مغربی ترین خطے، جہاں دریائے سندھ اور چناب کی وادیاں آباد ہیں، میں ایک غیر معمولی اثر چھوڑ گئے۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں موجودہ پاکستان میں اِثنا عشری تشیع کے قدیم ترین مراکز قائم ہوئے۔ بڑے شہروں کے علاوہ پاکستان کی شیعہ آبادی کا سب سے بڑا حصہ انہی علاقوں میں رہتا ہے، یعنی (شمال سے جنوب تک): اٹک، راولپنڈی، جہلم، میانوالی، سرگودھا، ڈیرہ اسماعیل خان[53]، بھکر، جھنگ، ڈیرہ غازی خان، ملتان اور مظفر گڑھ۔ اِن میں سے آخری چھ اضلاع میں شیعہ آبادی کا ایک بڑا تناسب بلوچ النسل ہے، خواہ آج اُن کی مادری زبان سرائیکی ہی کیوں نہ ہو۔ بلوچ قبائل نے پندرھویں صدی کے اختتام سے سیت پور سے کروڑ تک دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا[55]۔

بعد ازاں ان جماعتوں کو بلوچ کلہوڑوں نے مزید تقویت پہنچائی، جو 1772ء میں تالپوروں کے ہاتھوں سندھ سے بے دخل کیے

جانے کے بعد ڈیرہ غازی خان کے نواح میں آبسے۔ بعد میں یہ لوگ سیرائی کہلائے، اور یہ امر مسلّم ہے کہ اُن میں اکثریت شیعوں کی تھی[56]۔ اسی طرح، یہ بھی قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ لاہور میں کم از کم سولھویں صدی کے اواخر سے ایک خاصی نمایاں شیعہ آبادی تھی، اگرچہ اُن میں سے ایک بڑا حصہ شاید تقیہ سے کام لیتا رہا، خصوصاً اُس زمانے میں جب جہانگیر، شاہجہان اور اورنگزیب کے عہد میں لاہور سلطنت مغلیہ کا صدر مقام تھا[57]۔

اٹھارویں صدی کے اوائل سے، تشیع کو موجودہ صوبہ خیبر پختونخوا کے وادی کرّم میں بھی متعارف کرایا گیا، اور یہ کام بنیادی طور پر طوری قبائل نے انجام دیا، جو پشتو بولنے والے افغان تھے اور غالباً ترک نسل کے تھے۔ طوری قبائل نے اُس وادی پر قابض پشتون بنگش قبیلے کو شکست دی، جو پندرھویں صدی کے آغاز میں وہاں کا کنٹرول سنبھال چکا تھا، اور تب سے اُنہوں نے اِس قبیلے کے نصف افراد اور اورکزئی قبیلے کے بعض ذیلی گروہوں کو شیعہ مذہب اختیار کرنے پر آمادہ کیا[58]۔ بیسویں صدی کے اوائل تک، کچھ سید خاندان جو مسلم فتوحات کے زمانے میں کرّم وادی کے راستے آئے تھے، اِن شیعہ قبائل میں سب سے زیادہ اثر و رسوخ رکھتے تھے[59]۔ 1892ء میں، جب انہوں نے افغانستان کے امیر عبدالرحمن کے خلاف ایک طویل بغاوت کی، تو طوریوں نے مدد کے لیے برطانوی حکومت سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں برطانویوں نے کرّم ایجنسی قائم کی، یہ شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ خیبر پختونخوا) میں بعد میں شامل ہونے والی سات ”قبائلی ایجنسیوں“ میں سب سے پہلی تھی[60]۔ کرّم ایجنسی، جوٹل سے پاراچنار اور وہاں سے پیواڑ پاس تک پھیلی ہوئی ہے، برصغیر اور بعد میں پاکستان میں شیعیت کا ایک اہم گڑھ رہی ہے، اور ملک بھر میں چلنے والی تمام شیعہ تحریکوں کو انسانی وسائل فراہم کرتی رہی ہے[61]۔

پنجاب اور سندھ میں شیعہ کمیونٹی کی صورتحال میں بہتری

اُس وقت واقع ہوئی جب احمد شاہ درانی کی وفات کے فوراً بعد 1772ء میں افغان سلطنت کے ٹوٹنے کے اثرات سامنے آئے۔ سندھ میں میر فتح علی ٹالپور نے ایک شیعہ بلوچ سلطنت قائم کی، جس نے موجودہ سندھ کے بیشتر علاقوں پر 1783ء سے لے کر برطانوی تسلط کے آغاز 1839-43ء تک حکمرانی کی۔ اگرچہ یہ سلطنت مختلف شاخوں میں تقسیم ہوگئی، جو میرپور، حیدرآباد اور خیرپور میں آباد ہوگئیں[62]۔ خیرپور کی ریاست، جس کے میر علی مراد نے 1843ء میں ایک بغاوت کے دوران برطانوی حکومت کے ساتھ وفاداری برقرار رکھی، برطانوی دور حکومت کے تمام عرصے تک برقرار رہی اور اسے 1955ء میں مغربی پاکستان کی دیگر ریاستوں کے ساتھ ضم کر دیا گیا[63]۔ ٹالپور میر شیعہ کمیونٹی کی عزاداری کی تقریبات کی سرپرستی کرتے اور کچھ شیعہ مساجد و امام بارگاہوں کی تعمیر میں حصہ لیتے، مگر اُن کے دورِ حکومت میں شیعہ آبادی مجموعی طور پر اقلیت ہی رہی۔ سندھ میں عزاداری کی روایت کے عام ہونے میں ایک اہم کردار میرزا فریدون بیگ کے نسلوں نے ادا کیا، جو ساقز (کردستان) سے ہجرت کر کے حیدرآباد میں میر کرم علی ٹالپور کے دربار میں اثر و رسوخ حاصل کر گئے (وفات 1828ء)[64]۔ اُن کے ایک پوتے، میرزا قلیچ بیگ (1858-1929ء)، نہ صرف مذہبی موضوعات پر کثیر التحریر تھے بلکہ سندھی زبان میں ناول اور ڈرامے کے

بانی کے طور پر بھی شہرت رکھتے تھے[65]۔

پنجاب میں افغانوں کے بعد پیدا ہونے والے اقتدار کے خلا کو بنیادی طور پر سکھوں نے پُر کیا۔ سیاسی استحکام اُس وقت واپس آیا جب سکھ مہاراجہ رنجیت سنگھ (وفات 1839ء) نے 1799ء میں لاہور اور 1818ء میں ملتان پر قبضہ کر کے اپنے دائرہ اقتدار کو مضبوط کیا۔ اُن کے دَور میں شیعہ عوام کو رفتہ رفتہ یہ اجازت ملنے لگی کہ وہ تعزیہ کے جلوس سڑکوں پر نکال سکیں، جبکہ اُن کے مجالس، جو بند دروازوں کے پیچھے منعقد ہوتی تھیں، لاہور اور دیگر شہروں میں تیزی سے بڑھنے لگیں[66]۔ اُس دَور کے ایک مشہور شیعہ مبلغ پیر سید لال شاہ کا تعلق کسرا سے تھا، جو پورے مغربی پنجاب اور سندھ میں تبلیغ کرتے، ہزاروں مریدوں کو متاثر کرتے اور کہا جاتا ہے کہ اُنھوں نے 46 امامبارگاہیں قائم کیں[67]۔ اُس وقت عزاداری کو فروغ دینے والے اہم شیعہ اہلِ علم خاندانوں میں لاہور کے بخاری فقیر نمایاں تھے۔ فقیر عزیز الدین نے رنجیت سنگھ کے دربار میں اعلیٰ عہدے سنبھالے اور خاندان نے وسیع جاگیریں حاصل کیں[68]۔ شاہ جیونہ کی نسلوں نے بھی سکھوں کے ساتھ تعلقات اُستوار کیے، جبکہ سیال، جو جھنگ کے دَور میں بنیادی طور پر شیعہ جاگیردار خاندان تھا، زیادہ سرکش رہا اور صرف اس کے بعد برطانوی پنجاب کے الحاق (1849ء) کے بعد ہی دوبارہ اقتدار میں آیا، اور وہ بھی برطانوی اتحادی کے طور پر[69]۔

صرف سیال ہی نہیں، بلکہ پنجاب کے بیشتر مسلم جاگیردار خاندان، چاہے شیعہ ہوں یا سنی، بالآخر 1845ء-1849ء کے سکھوں کے خلاف برطانوی جنگوں کے دوران برطانوی حکومت کے ساتھ متحد ہو گئے اور صدی بھر کی برطانوی حکمرانی کے سب سے بڑے فائدہ اُٹھانے والے بن گئے[70]۔ اُن کی جاگیریں برطانوی زمین کے عنوانات کے ذریعے باقاعدہ درج کی گئیں اور جتنی زیادہ خدمات اُنھوں نے اپنے نئے آقاؤں کے لیے انجام دیں، اُن کی زمینیں اُتنی ہی بڑھیں۔ اُن کی وفاداری سب سے قیمتی اُس وقت ثابت ہوئی جب 1857ء کی 'بغاوت' کے دوران برطانویوں نے عارضی طور پر دہلی، لکھنؤ اور شمالی ہندوستان کے بڑے حصوں پر اپنا کنٹرول کھو دیا، لیکن پنجاب پُرسکون رہا۔ یہی صوبہ برطانوی ہندی فوج کے لیے سب سے اہم بھرتی مرکز بن گیا، جہاں اُن جاگیرداروں میں سے کئی افسر کے طور پر خدمات انجام دیتے، علاوہ ازیں وہ انڈین سول سروس، عدلیہ اور آہستہ آہستہ قائم ہونے والے خود مختار اداروں، جیسے کہ میونسپل کونسلوں، میں بھی کام کرتے رہے۔

بظاہر برطانوی حکمرانوں نے پنجاب میں جاگیردار اشرافیہ کو مستحکم کرتے ہوئے سنی اور شیعہ میں کوئی تمیز نہیں کی۔ تاہم شیعوں کے پاس برطانوی وفاداری کے لیے اور بھی مضبوط وجوہات موجود تھیں، کیونکہ اُن کی حکمرانی کے دوران پہلی بار اُنھیں مکمل مذہبی آزادی میسر آئی۔ قدیم نمایاں پنجابی شیعہ خاندان، جیسے لاہور کے فقیر، جھنگ کے سیال، رجوئے اور جھنگ کے شاہ جیونہ سادات، اور ملتان کے گردیزی اور قریشیوں نے اپنی دولت اور اثر و رسوخ کے کچھ حصے کو تعزیہ کے جلوسوں کی سرپرستی اور امامبارگاہوں و شیعہ مساجد کی تعمیر کے لیے استعمال کیا۔ تاہم انیسویں صدی کے پنجاب میں شیعہ مذہب کی مضبوطی میں سب سے اہم کردار قزلباش خاندان نے ادا کیا، جو محض 1849ء میں لاہور میں آباد ہوا تھا۔ لاہور کے قزلباش محض اُس وسیع سلسلے کی ایک شاخ ہیں جو نادر شاہ نے 1738ء-40ء کی مہمات کے دوران ایران سے افغانستان اور شمالی ہندوستان لائے تھے، اور جن کے آباؤ اجداد نے دو صدی قبل ایران میں صفوی حکومت کو قائم کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا[71]۔

یہ قزلباش خاندان سردار علی خان قزلباش کے نسل زادے ہیں، جنہوں نے نہ صرف نادر شاہ کی بلکہ احمد شاہ درانی کی افواج میں بھی اعلیٰ عہدے سنبھالے تھے[72]۔ علی خان کے ایک پوتے، علی رضا خان قزلباش (وفات 1865ء)، کے پاس کابل میں جاگیر تھی جب برطانوی فوج نے 1839ء میں وہاں گیریژن قائم کیا، اور اُس نے اُنہیں قیمتی خدمات فراہم کیں۔ جب 1842ء میں برطانوی فوج کو افغانستان سے پسپائی اختیار کرنی پڑی، تو علی رضا خان بھی اُن کے ساتھ گئے اور اپنی تمام جاگیریں کھو بیٹھے، مگر اُنہیں ماہانہ پنشن دی گئی۔ بعد ازاں، سکھوں کے خلاف برطانوی جنگوں اور 1857ء-58ء کی "بغاوت" کے دوران اُن کی خدمات کے عوض اُنہیں فراخدلی سے نوازا گیا، جب اُن کے ایک بھائی کی جان گئی اور دوسرے کو باغیوں سے لڑتے ہوئے دو مرتبہ زخم آئے۔ 1858ء کے بعد علی رضا خان کو اودھ اور بہرائچ (یوپی) میں ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ تنخواہ پر 147 دیہات کے تعلقدار کے منصب پر مقرر کیا گیا، اِس کے علاوہ 1849ء کے بعد پنجاب میں حاصل کی گئی جاگیریں بھی شامل تھیں، 1863ء میں اُنہیں نواب کا خطاب بھی دیا گیا[73]۔

علی رضا خان اور اُن کے بھائیوں کی تمام نسل برطانوی حکومت کی وفادار حامی رہی[74]۔ اُن کی وسیع جاگیریں سب سے پہلے اُن کے بیٹوں نوازش علی خان (وفات 1890ء)[75] اور ناصر علی خان (وفات 1896ء)[76] کو منتقل ہوئیں، اور بعد میں یہ اُن کے پوتے فتح علی خان (1862-1923ء)[77] کے حصے میں آئیں۔ 1923ء سے 1936ء تک قزلباش خاندان کی قیادت اور اُس کی جاگیریں محمد علی خان، ناصر علی خان کے بیٹے، اور فتح علی خان کے بیٹے نثار علی خان (1901-44ء) کے درمیان متنازع رہیں، جس میں بالآخر نثار علی خان کا حق برطانیہ کی اعلیٰ عدالت نے تسلیم کر لیا[78]۔ 1944ء میں نثار علی خان کے بعد اُن کے بھائی مظفر علی خان (1908-82ء) نے قزلباش خاندان کی قیادت سنبھالی اور اگلے چار دہائیوں تک شیعہ گروہی اُمور میں کلیدی کردار ادا کیا، جیسا کہ اِس کتاب کے اگلے ابواب میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

علی رضا خان قزلباش لاہور میں قیام پذیر ہونے کے بعد پنجاب میں مجالس اور تعزیہ کے جلوسوں کے سب سے بڑے سرپرست بن گئے۔ انہوں نے موچی گیٹ کے نزدیک ایک مسجد اور مدرسہ قائم کیا اور سید ابوالقاسم الحائری (1833-1906ء) کو لاہور لایا، جو اُس دور کے پنجاب کے ممتاز شیعہ عالم تھے[79]۔ علی رضا خان نے تلونڈی (لُدھیانہ) کے جدید فکر کے عالم سید رجب علی شاہ نقوی (1806-69ء) کی بھی سرپرستی کی، جو 1834ء سے برطانوی حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور 1858ء میں انہیں لقب "ارسطو جاہ" (یعنی ارسطو کے مرتبے کے حامل) دیا گیا۔ سید رجب علی نے اپنی سیاسی اثر و رسوخ کا پورا استعمال شیعہ مذہب کو فروغ دینے میں کیا، تقیہ کی مخالفت کی، لُدھیانہ میں شیعہ پرنٹنگ پریس (مجمع البحرین) قائم کیا، اور نواب علی رضا خان کو راضی کیا کہ وہ اپنی کچھ زمینوں کی آمدنی کو عزاداری کے اخراجات کے لیے وقف کر دیں[80]۔ علی رضا خان کے بیٹے ناصر علی خان نے 1892ء میں قزلباش وقف کو بہت وسعت دی اور اسے مزید مستحکم کیا[81]۔

اُنیسویں صدی کے اواخر سے، لاہور میں تعزیہ کے جلوس برصغیر کی سب سے شاندار تقریبات میں شمار کیے جاتے رہے ہیں، جنہیں صرف لکھنؤ (اور پاکستان کے قیام کے بعد کراچی) کے جلوس ہی پیچھے چھوڑ پائے ہیں۔ مرکزی جلوس کا آغاز آج تک موچی گیٹ کے نزدیک قزلباش حویلی سے ہوتا ہے۔ لاہور کے پرانے شہر کی گلیوں سے گزرتے ہوئے یہ تعزیے بیس گھنٹے تک سڑکوں پر سفر کرتے ہیں اور آخرکار

اُنہیں کربلا گامے شاہ میں اُتارا جاتا ہے، جو ایک مسجد اور مزار کے قریب واقع ہے، اور یہ تعمیر نواب نوازش علی خان قزلباش نے انیسویں صدی کے اوائل کے ایک ملنگ کے لیے کروائی تھی[82]۔

لاہور کے قزلباش خاندان کی ایک شاخ نے انیسویں صدی کے اواخر میں پشاور میں بھی عزاداری کے جلوس متعارف کروائے۔ اِس شہر کی چھوٹی شیعہ برادری اُس وقت بنیادی طور پر تاجروں اور ایران، کشمیر اور افغانستان سے آئے مہاجرین پر مشتمل تھی، اور بعد میں اسے کرم وادی کے طوری اور بنگش قبائل اور پنجابی شیعوں کی آمد سے اسے مزید تقویت ملی، جنہوں نے اپنے خاص مذہبی روایات کا حصہ ڈالنے میں کردار ادا کیا[83]۔ بلوچستان میں قابل ذکر واحد شیعہ آبادی کوئٹہ میں پائی جاتی ہے، جو زیادہ تر وسطی افغانستان سے ہزارہ ہیں اور انیسویں صدی کے اواخر میں افغان امیر عبدالرحمن کے دَورِ حکومت میں یہاں منتقل ہوئے۔ اِن کی تعداد 1980ء اور 1990ء کی دہائیوں میں افغان جنگوں کے دوران بڑھی اور آج اِن کا تخمینہ تقریباً تین-چار لاکھ کے درمیان ہے[84]۔ 1876ء سے جب برطانوی حکومت نے کوئٹہ میں مستقل گیریژن قائم کیا، پنجاب کے کچھ شیعہ بھی وہاں آباد ہو گئے۔

پنجاب اور سندھ میں- جیسے ہندوستان کے دیگر حصوں میں بھی-شیعہ مذہب کے فروغ کے لیے عزاداری کی تقریبات کی اہمیت کو کم نہیں کیا جا سکتا۔ رنگ برنگے تعزیہ کے جلوس ہمیشہ بڑی تعداد میں سنی مسلمانوں (بلکہ ہندو اور سکھوں کو بھی) اپنی جانب کھینچتے رہے، جو اکثر جگہوں پر گزشتہ دہائیوں تک فعال طور پر اِن جلوسوں میں حصہ لیتے رہے۔ یوں عزاداری کی تقریبات بتدریج بہت سے صوفی مزارات پر بھی متعارف کرائی گئیں، جیسے کہ سندھ کے مشہور مزار، لال شہباز قلندر، سیہون (سندھ)[85]۔ اسی طرح، شیعہ مجالس میں ذاکر کی جانب سے دیئے جانے والی انتہائی جذباتی خطبات عام لوگوں پر گہرا اثر ڈالتے تھے، جو اپنے روزمرہ کے معمولات میں بہت سی ناانصافیوں اور تکالیف کا شکار ہوتے تھے، اور اس لیے اماموں کے مصائب کی داستانوں سے آسانی سے متاثر ہو جاتے تھے۔ سرائیکی بیلٹ، خصوصاً ملتانی لہجے والے ذاکر، پنجاب بھر میں اور بعد میں پورے مغربی پاکستان میں بہت مقبول ہوئے[86]۔ شیعہ عقائد کے فروغ کا ایک اور اہم ذریعہ مراثی بھی ہیں، یعنی کربلا کے شہداء پر فارسی، اردو یا سندھی میں نوحے۔ مراثی اردو شاعری کی قدیم ترین اصناف میں سے ہیں، جو سب سے پہلے دکن میں مرتب کی گئی اور بعد میں اٹھارویں و انیسویں صدی کے دہلی و لکھنؤ میں اعلیٰ درجے پر ترقی اور نکھار حاصل کیا[87]۔ بعض بہت مقبول سندھی شعراء، جیسے شاہ عبداللطیف بھٹائی (وفات 1752ء) اور عبدالوہاب سچل سرمست (وفات 1826ء) نے بھی مراثی تحریر کیں[88]، اور یوں امام حسین کے لیے عقیدت اور احترام کے جذبات پیدا کرنے میں مدد کی حتیٰ کہ ان کے سنی ہم وطنوں میں بھی۔

چونکہ برصغیر میں عوامی اسلام نے کئی ہندو رواج اختیار کر لیے تھے اور عام طور پر اس میں ہم آہنگی کی طرف رجحان پایا جاتا رہا ہے، لہٰذا دیہی علاقوں میں شیعہ اور سنی کے درمیان فرق حالیہ عرصے تک واضح نہیں رہا۔ حتیٰ کہ حالیہ دہائیوں میں سنی علماء اکثر اپنے ہم مذہبوں کی "جہالت" پر افسوس کرتے رہے، جو شیعہ تقریبات سے متاثر ہو کر "نیم شیعہ" بن جاتے تھے[89]۔ اِس لیے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دیہی پنجاب اور سندھ کے بعض حصوں میں سنی مسلمانوں کا شیعہ مذہب اختیار کرنا اُنیسویں صدی کے وسط تک بتدریج اور نہایت نفیس انداز میں ہوا، جس میں زیادہ تر صوفی، ملنگ اور دیگر گشت گذار مبلغین کا کردار رہا، جنہوں نے اہل بیت کے متعلق شیعہ عقائد کو عام کیا لیکن سنی حساسیت کو ناراض کرنے سے گریز کیا۔ تاہم برطانوی حکومت کے تحت یہ صورتحال بدل گئی، جب شیعوں کو مذہبی ظلم وستم کے خطرے سے نجات مل گئی۔ سید رجب

علی شاہ اور سید ابو القاسم الحائری سے شروع کرتے ہوئے، شیعہ مبلغین نے مناظرات (یعنی مذہبی عقائد پر عوامی مباحثے) پنجاب اور ہمسایہ علاقوں میں متعارف کروائے، جو کہ اُنیسویں صدی کے اوائل سے دہلی اور لکھنؤ میں معروف تھے[90]۔ بیشتر مناظرات شیعہ اور سنی علماء کے درمیان منعقد ہوتے لیکن سنی و شیعہ علماء کے ساتھ عیسائی مذہبی شخص، ہندو پنڈت یا مرزا غلام احمد (احمدیہ فرقے کے بانی) کے پیروکاروں کے درمیان بھی اکثر مناظرات دیکھنے میں آتے[91]۔ عموماً مناظرے اِس طرح ترتیب دیے جاتے کہ بڑی تعداد میں سامعین موجود ہوں، جو عموماً اپنے فرقے کے مقررین کی حمایت کرتے لیکن مخالف کی دلیل اور کرشمے سے متاثر بھی ہو سکتے تھے۔ ایک کامیاب مناظر بننے کے لیے صرف فصاحت و بلاغت کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، بلکہ مذہبی ماخذوں پر گہرا عبور بھی درکار تھا تاکہ حریف کی دلیل کو مستند اقتباسات کے ذریعے رد کیا جا سکے۔

بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں مناظرہ کا رواج غیر معمولی حد تک پھیل گیا، اور اسی کے ساتھ برِّ صغیر کے شیعہ اور سنی طبقات میں ایک نئی نوعیت کی فرقہ جاتی خود آگاہی بھی پروان چڑھی[92]۔ شیعہ مآخذ پر اعتبار کیا جائے تو محض پنجاب میں ہی 1950ء کی دہائی کے اواخر تک ہزاروں سنّی مسلمان مناظروں کے اثر سے شیعہ مکتبِ فکر میں داخل ہوئے[93]۔ عوامی مناظروں کی خطیبانہ کشاکش کے ساتھ ساتھ مناظرہ نگاری کا ایک وسیع ادبی سلسلہ بھی بیسویں صدی کے اوائل میں پروان چڑھا، جس میں اکثر نہایت جارحانہ اور توہین آمیز زبان استعمال کی جاتی تھی۔ تاہم یہ امر مشتبہ ہے کہ ایسی تحریروں نے عقائدِ شیعہ کی ترویج پر کوئی نمایاں اثر ڈالا ہو۔ بہر کیف، 1919ء میں لکھنؤ میں قائم ہونے والا المدرستہ الواعظین اس فن کی باقاعدہ تربیت کا ادارہ بن گیا، جہاں شیعہ مبلغین کو فنِ مناظرہ کی عملی و نظری مہارتیں سکھائی جاتی تھیں۔ بعد ازاں یہی مبلغین تبلیغی دوروں پر بھیجے جاتے، جو چند ماہ سے لے کر کئی برس تک جاری رہتے، اور برطانوی ہندوستان کے مختلف اضلاع میں خدمات انجام دیتے، جن میں وہ علاقے بھی شامل تھے جو بعد ازاں مغربی پاکستان کہلائے[95]۔

لیکن اگرچہ شمال مغربی انڈیا میں شیعہ آبادی نے سکھوں اور تالپوروں کے زمانے سے لے کر بیسویں صدی کے وسط تک یقیناً خاطر خواہ وسعت اختیار کی، تاہم 1921ء کی مردم شماری، جو برصغیر میں شیعہ اور سنّی مسلمانوں کے درمیان امتیاز کرنے والی آخری مردم شماری تھی[96]، میں خود کو شیعہ ظاہر کرنے والے افراد کی کُل تعداد اُن علاقوں میں اب بھی نہایت کم تھی[97]۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہت سے شیعہ، خصوصاً دیہی علاقوں میں، اِس مردم شماری کے وقت تک تقیہ پر عمل پیرا رہے[98]۔ پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی شیعہ آبادی میں اضافہ ہونے کا ایک اہم سبب ہندوستان کے دیگر حصوں سے آنے والے شیعہ مہاجرین کا سیلاب تھا[99]، جس نے نہ صرف شیعوں کی تعداد میں اضافہ کیا بلکہ غالباً مجموعی آبادی کے تناسب میں بھی اپنے حصّے کو بڑھایا۔ تاہم پاکستان میں شیعہ آبادی کی صحیح تعداد کبھی باقاعدہ طور پر ثبت نہیں کی گئی، اور یہ مسئلہ آج تک اِختلاف اور قیاس آرائی کا موضوع بنا ہوا ہے[100]۔

مُغل دَور سے لے کر 1939ء تک شیعہ سنی تنازعات

جیسا کہ گزشتہ حصے میں واضح کیا گیا ہے، برصغیر میں تشیّع کے فروغ کے ساتھ اکثر شیعہ-سنّی کشیدگی بھی دیکھی گئی ہے۔کم از کم سولہویں صدی کے اواخر سے، ایسے ٹکراؤ اس قدر باقاعدگی سے رونما ہوتے رہے ہیں کہ انہیں برصغیر میں اسلام کی تاریخ کا ایک مستقل پہلو سمجھا جا سکتا ہے، (بالکل اسی طرح جیسے دنیا کے اُن دیگر مسلم خطّوں میں جہاں قابلِ لحاظ شیعہ آبادی موجود رہی ہے)۔ناگزیر طور پر، اس مطالعے میں ان واقعات کو مناسب توجہ دی گئی ہے، کیونکہ بیسویں صدی کے اوائل سے لے کر تالیف کے زمانے تک شیعہ گروہی شعور کی تشکیل میں ان کا نمایاں کردار رہا ہے۔تاہم اس کے ساتھ یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ اس تحقیق کا مقصد یہ تاثر دینا نہیں کہ برصغیر میں شیعہ-سنّی تعلقات عمومی طور پر کشیدہ رہے ہیں، یا یہ کہ ہر دَور میں ایسے تنازعات نے دونوں برادریوں کے بڑے حصّے کو متاثر کیا ہو[101]۔

برصغیر میں شیعہ-سنّی نوعیت کے رنگ لیے ہوئے سب سے اولین بڑا تصادم جنوبی پنجاب میں اسماعیلی سلطنت کی تباہی تھا، جو گیارہویں صدی کے اوائل میں محمود غزنوی کے ہاتھوں پیش آیا[102]۔ایران سے آنے والے اِثنا عشری شیعہ مہاجرین اور مقامی سنّیوں کے درمیان کشیدگی کا پہلا واضح ذکر دہلی میں فیروز شاہ تغلق (1351ء-1388ء) کے عہدِ حکومت میں ملتا ہے[103]۔اِسی دَور سے دکن میں اِثنا عشری شیعہ سلاطین کے اُبھار کے ساتھ بھی کبھی کبھار فرقہ وارانہ تشدد دیکھنے میں آیا،لیکن شیعوں کے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ نے جب مغلیہ سلطنت کے وسیع سیاسی اور سماجی ڈھانچے میں جگہ بنانا شروع کی تو سنّی ردِّعمل نے پہلی بار واقعی بڑے پیمانے پر شدت اختیار کی۔فرقہ وارانہ تنازع کے کئی بنیادی اسباب-اور یہاں تک کہ دونوں فریقوں کے اِستدلال کے طریقے-سولہویں صدی کے اواخر سے تقریباً جوں کے توں چلے آرہے ہیں[104]۔اُس دور میں بعض بلند پایہ شیعہ اہلکار اور درباری اکبر کے وسعتِ نظر اور دینی رواداری کے مشیر تصور کیے جاتے تھے، اور بعض پر یہ شبہ بھی کیا گیا کہ اُنھوں نے بادشاہ کے روایتی اسلامی تعلیمات سے تدریجاً دُور ہونے میں کردار ادا کیا۔چنانچہ جب اکبر کے بعد سنّی علما نے دوبارہ اثر ورسوخ حاصل کیا تو اُن کا ردِّعمل اکبر کی مبینہ بدعتوں ہی کے خلاف نہیں تھا بلکہ اُسی شدّت سے تشیّع کے بڑھتے ہوئے اثر کے خلاف بھی تھا[105]۔

شیعہ عقائد کے خلاف سب سے نمایاں مناظرانہ تصانیف میں سے ایک، جس نے برصغیر کے کئی پشتوں کے سنّی علما کے فکری رجحانات پر گہرا اثر چھوڑا، ایک نہایت شہرت یافتہ عالم شیخ احمد سرہندی (1564ء-1624ء) کی ہے، جنہیں برصغیر میں مجددِ الفِ ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے[106]۔اُنہوں نے یہ کتاب تقریباً 1587ء میں ردُّ الروافض کے عنوان سے تحریر کی، جس میں اُنہوں نے صاف لفظوں میں یہ رائے ظاہر کی کہ شیعہ، پیغمبر محمدؐ کی زوجہ عائشہؓ پر سبّ وشتم کے سبب ''کافر'' قرار پاتے ہیں[107]۔اُسی دَور میں ہندوستان میں ایک اور شیعہ مخالف کتاب بھی نہایت مقبول تھی، النواقض فی الردّ علی الروافض، جس کے مصنف مرزا مخدومی وہ سابق وزیر تھے جو ایرانی شاہ اسماعیل صفوی دوم کے دربار میں خدمت انجام دے رہے تھے مگر بعد ازاں سنّی مسلک اختیار کر لیا۔سنہ 1587ء میں ہی قاضی نوراللہ شوشتری نے اِس کتاب کا جواب مصائب النواصب کے نام سے قلم بند کیا[108]۔اکبر کے عہد میں شیعہ دشمنی صرف اُن کے عقائد پر زبانی یا قلمی حملوں تک محدود نہ رہی۔1561ء سے 1579ء کے درمیان ملا عبداللہ انصاری ''مخدوم الملک'' اور شیخ عبدالنّبی، جو دونوں اکبر کے

مرکزی وزرا (صدر الصدور) تھے، نے اپنی سرکاری حیثیت استعمال کر کے متعدد نامور شیعہ شخصیات کو بے بنیاد الزامات کے تحت قتل کروایا۔ 1585ء میں اکبر ہی کے دربار سے وابستہ ایک ممتاز شیعہ عالم، ملا احمد تتوی، کو لاہور میں قتل کر دیا گیا[109]۔ چار برس بعد متعصّبین نے اُن کی قبر کھدوائی اور اُن کے جسدِ خاکی کو نکال کر نذرِ آتش کر دیا[110]۔

سنّیوں کا شیعوں کے خلاف اُس زمانے میں بھی ایک بنیادی شکوہ- اور جو آج تک برقرار ہے- یہ تھا کہ شیعہ صحابۂ کرام کے بارے میں اِک نقطۂ نظر کے حامل ہیں۔ مصائبُ النواصب میں شوشتری نے اُن صحابہ پر لعنت (لعن) بھیجنے کے شیعی عمل کا دفاع کیا جنہیں اہلِ بیت کا دشمن سمجھا جاتا تھا[111]۔ اپنی دوسری اہم تصنیف مجالس المؤمنین، جو اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر عہدِ صفویہ کے آغاز تک ممتاز شیعہ شخصیات کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک جامع تذکرہ ہے اور 1602ء میں مکمل ہوا، میں شوشتری نے یہ مؤقف پیش کیا کہ پیغمبر کے اُن معاصرین کو ہی ''اصحاب'' کہا جاسکتا ہے جو بیک وقت ایمان و عدل دونوں اوصاف کے حامل ہوں۔ اُن کے نزدیک اصحاب پر لعنت بھیجنا اصولاً جائز نہیں، لیکن اگر کوئی ایسا کرے بھی تو وہ مسلمان رہتا ہے[112]۔ اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'اِحقاقُ الحق و اِبطالُ الباطل' میں شوشتری نے تحریر کیا کہ ''رسولِ اکرم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی تھی کہ اصحاب میں سے صرف اُن افراد کی پیروی کرنا جو شرافت، علم اور فضیلت کی کامل مثال ہوں، اور یہ اوصاف صرف علی ابن ابی طالب اور اہلِ بیت پر صادق آتے ہیں۔'' اُنہوں نے یہ اِستدلال بھی پیش کیا کہ ''قرآنِ کریم میں کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں ملتی جو عام صحابہ کی مدح میں وارد ہوئی ہو یا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ اُن کی سابقہ لغزشوں کو اللہ تعالیٰ نے لازماً معاف کر دیا تھا۔'' شیعہ'' صرف اُن اصحاب پر لعنت کرتے ہیں جو اہل بیت کے دشمن تھے، اور انہوں نے ایسا خدا تعالیٰ، پیغمبر اور اُن کے قریبی رشتہ داروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا''[113]۔

1605ء میں شوشتری کی تصنیف اِحقاقُ الحق مکمل ہونے کے کچھ عرصہ بعد سلطان اکبر کا انتقال ہوگیا، اور سنّی علماء نے سخت گیر رجعت پسندی کے نفاذ کے لیے دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ شیخ احمد سرہندی نے اپنے اہم خطوط میں بزرگ اشراف سے یہ مطالبہ کیا کہ ''مبتدعین (شیعوں) کی صحبت سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ وہ کافروں سے بھی بدتر ہیں، اور اُن کا احترام اسلام کو برباد کرنے کے مترادف ہے[114]۔'' اکبر کے جانشین، جہانگیر، اگرچہ ابتدا میں مذہبی رواداری کی پالیسی واپس لینے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا، بالآخر شوشتری کے دشمنوں کی سازشوں کے آگے جھک گئے۔ 'اِحقاقُ الحق' کے چند ترجمہ شدہ اقتباسات کی بنیاد پر شوشتری کو کوڑے مارنے کی سزا سنائی گئی، اور اس دوران وہ 1610ء میں وفات پا گئے[115]۔ ہندوستان میں اُن کے اِس صدمہ خیز انجام نے اُن کئی شیعہ اہلکاروں کے لیے اِنتباہ کا کردار ادا کیا، جو مغل دربار میں بااثر عہدوں پر فائز تھے، اور اُنہیں دوبارہ تقیہ کی مشق اپنانے پر مجبور کیا[116]۔ تاہم بعض دیگر نے حتیٰ کہ اورنگزیب کے سخت شیعہ مخالف دَور میں بھی کھلے عام اپنے عقیدے کا اظہار جاری رکھا[117]۔

اورنگزیب کے انتقال اور مغلیہ طاقت کے زوال کے بعد تشیّع کی دوبارہ بیداری نے فرقہ وارانہ مناظرات اور تصادمات کو نئی قوت بخشی۔ جبکہ اَوَدھ اور بنگال اٹھارویں صدی کے پہلے نصف میں شیعہ مضبوط قلعوں کے طور پر اُبھرے، دہلی اور لاہور میں شیعہ مخالف رجحانات بڑھنے لگے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (1703ء-1762ء)، جو اپنے دَور کے برصغیر کے سب سے اہم مسلم فکری و دینی مفکر مانے جاتے ہیں[118]، نے مسلمانوں کی زوال پذیر حالت کی ایک بڑی وجہ کو فرقہ وارانہ تقسیم قرار دیا۔ اپنی بعض تصانیف میں اُنہوں نے شیعہ وسنّی عقائد کے

اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کی، اور علی ابن ابی طالب اور تمام شیعہ ائمہ کی روحانی عظمت کی تعریف کی، ساتھ ہی یہ بھی زور دیا کہ شیعہ اسلام کے دائرے سے باہر نہیں ہیں[119]۔ تاہم شاہ ولی اللہ کا اصل مقصد سنّیوں میں پہلے دو خلفاء کی فضیلت پر ایمان کو مضبوط کرنا تھا، جیسا کہ اُنہوں نے تفضیلیہ سنّیوں[120] پر اپنے کتابوں ' ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء اور قرةالعين فى تفضيل الشيخين ' میں حملے کر کے دکھایا[121]۔ 1732ء میں مکّہ میں قیام کے دوران انہوں نے شیخ احمد سرہندی کی کتاب 'ردُّ الروافض' کا عربی ترجمہ بھی کیا[122]۔ اگرچہ بعض سنّی علماء کے نزدیک شاہ ولی اللہ کا رویہ شیعوں کے بارے میں معتدل تھا، لیکن وہ ہندوستانی اسلام میں ایک احیائی تحریک کے پیش رَو تھے جو کئی جہتوں میں صریحاً شیعہ مخالف ہو گئے۔

ہندوستان میں شیعہ عقائد کی سب سے جامع اور مکمل تردید شاہ ولی اللہ کے بڑے بیٹے، شاہ عبدالعزیز (1746ء-1824ء) کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ تھی، جسے 1789ء میں مکمل کیا گیا۔ اس کتاب کے بارہ ابواب میں، دیگر موضوعات کے ساتھ، "شیعہ مذہب" کی ابتدا اور تاریخی ارتقاء، شیعہ "حربی تذویرات" (مقاعد)، نبوت و امامت کے بارے میں اُن کے عقائد، پہلے تین خلفاء کے خلاف شیعہ اعتراضات (مطاعین)، اور تولاّ وتبرّا کے مسائل زیرِ بحث آئے[123]۔ باب گیارہ میں "شیعہ مذہب کی خصوصیات" جیسے "غلط فہمیاں" (اوہام) اور "یکطرفہ سخت عقیدہ" (تعصب) پر روشنی ڈالی گئی[124]۔ تحفہ اثنا عشریہ اپنی اشاعت کے فوراً بعد مشہور ہو گئی اور متعدد جوابی تصانیف کی راہ ہموار کیں۔ ان میں سب سے قابل ذکر 'نزہتہ الاثنا عشریہ' از حکیم مرزا محمد کامل دہلوی[125] اور لکھنؤ کے ممتاز مجتہد سید دلدار علی[126] اور مفتی سید محمد قلی[127] کی کئی کتابیں شامل ہیں۔ اُس دَور میں سنّی-شیعہ مناظرات میں اضافہ جزوی طور پر محمد ابن عبدالوہاب نجدی (1703ء-1787ء) کے اصلاحی و پاکیزہ نظریات کے ہندوستان میں زائرین اور حج کرنے والوں کے ذریعے پھیلنے سے بھی متاثر ہوا[128]۔ لیکن سنّی مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے زوال اور بعض علاقوں میں شیعہ عروج کے سبب پیدا شدہ احساسِ محرومی زیادہ اہم عوامل تھے۔ اورنگزیب کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کی تدریجی تحلیل، بغاوت کرنے والے حکمرانوں اور ہندو مرہٹوں، سکھوں اور برطانوی فوج کے حملوں کے نتیجے میں ہوئی، جو 1803ء میں دہلی میں مغل 'بادشاہ' کے برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے پنشنر میں بدل جانے کے ساتھ عروج کو پہنچی۔ سابق سنّی اشرافیہ کے کئی افراد نے اپنی آمدنی کے ذرائع کھو دیے، اور علماء بھی بری طرح متاثر ہوئے، کیونکہ اسلامی قوانین کی جگہ "اینگلو-محمڈن" قوانین[129] نافذ کیے گئے۔ اِس دوران اَوَدھ کی شیعہ حکمرانی والی ریاست برطانوی سرپرستی میں خوشحالی کے عروج پر پہنچی[130]۔

شاہ عبدالعزیز ایسے عالم تھے جو دہلی کے اپنے مدرسے میں تدریس، کتابیں وخطوط لکھنے اور بے شمار فتویٰ جات صادر کرنے تک محدود رہے، لیکن اُن کے بعض شاگردوں نے زیادہ عملی اقدامات کی طرف پیش قدمی کی۔ س۔ احمد بریلوی (1786ء-1831ء)[131]، جو بعد میں سکھوں کے خلاف متروک جہادی رہنما کے طور پر مشہور ہوئے[132]، 1818ء سے 1821ء تک شمالی ہندوستان کے شہروں کا دورہ کیا اور سیکڑوں پیروکاروں کے ساتھ شیعہ عقائد و عملی رسوم کے خلاف تبلیغ کی۔ اُن کے حملوں کا بنیادی ہدف تعزیہ کے جلوس تھے، جو شیعوں کے ساتھ ساتھ سنّیوں میں بھی مقبول ہو چکے تھے۔ سید احمد نے بار بار تعزیے جلانے کی کارروائی کی، جس سے بعض مقامات پر فسادات پھوٹ پڑے۔ لکھنؤ میں کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے سید دلدار علی کو یہ چیلنج دے کر شرمندہ کیا کہ وہ تقیّہ اور نفاق میں فرق بیان کریں[133]۔ ظاہر ہے کہ اَوَدھ کے حکمرانوں نے بھی سید احمد اور اُن کی جماعت پر زیادہ پابندیاں نہیں لگائیں، جو کسی صورت میں اَوَدھ کے سنّیوں سے زیادہ حمایت حاصل نہ کر

سکے [134]۔اُن کا بعد میں 1826ء میں افغانستان اور پشاور کے راستے شروع کیا گیا جہاد بھی ناکام رہا، جس سے برصغیر میں خالص سنّی اسلام کے لیے سیاسی بنیاد بنانے کے خواب دم توڑ گئے، مگر سید احمد کی توانائی اور شہادت نے معاصرین پر گہرا اثر چھوڑا۔اُن کے لیکچرز میں مقبول بھارتی مسلم رسوم جیسے" قبروں کی عبادت" کی مذمت کی گئی اور صوفی اِزم کی ایک" پاکیزہ" شکل کی تلقین کی گئی، جو کتاب الصراط المستقیم میں محفوظ کیے گئے، جو" مجاہدین کا بنیادی رہنما کتابچہ" [135] اور بے شمار پیروکاروں میں دستور العمل بن گئے۔ یہ کتاب اُن کے قریبی ساتھی شاہ محمد اسماعیل (1797-1831ء) [136] نے 1817ء-18ء میں مرتب کی تھی، جو شاہ ولی اللہ کے پوتے تھے اور سید احمد کے ساتھ بالاکوٹ میں سکھوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔شاہ اسماعیل بھی سید احمد کی طرح نڈر مبلغ تھے اور اپنی تصانیف، جن میں سب سے اہم تقویت الایمان ہے، کے ذریعے تحریک کے اثر کو نمایاں طور پر بڑھانے میں معاون ثابت ہوئے [137]۔

مؤخر الذکر کتاب، جو 1824ء میں مکمل ہوئی، نے کئی سنّی علماء میں شدید مخالفت پیدا کر دی، اور سید احمد اور شاہ اسماعیل کے پیروکاروں کو بعد ازاں" ہندوستانی وھابی" قرار دیا گیا [138]۔تاہم یہ الزام محض جزوی طور پر درست تھا۔اُن کی تحریک سے اگلی دہائیوں میں ایک نیا گروہ اُبھرا، جسے اہلِ حدیث کہا جاتا ہے [139]، جو وھابیوں کی طرح تمام" شرک" کی شکلوں، بشمول اولیاء کی زیارت اور اُن کے مزارات کی تعظیم، کے سخت مخالف تھے، لیکن دیگر وھابی عقائد کے ساتھ اُن میں کچھ اختلافات بھی پائے جاتے تھے [140]۔ابتدا میں اہلِ حدیث صرف سنّی علماء کے درمیان ایک فکری مکتب تھا، لیکن اٹھارویں صدی کے آخر تک یہ ایک منفرد اسلامی فرقہ بن چکا تھا، جس کے شمالی ہندوستان میں سیکڑوں ہزاروں پیروکار تھے، جن میں کئی سابق مسلم اشرافیہ سے تعلق رکھتے تھے [141]۔اہلِ حدیث ہمیشہ سے شیعہ عقائد و رسوم، خاص طور پر تعزیہ کے جلوسوں، کے سخت مخالف رہے ہیں، لیکن اُن کی محدود سماجی بنیاد (حالانکہ حالیہ برسوں تک) اور سنّی اسلام کی بعض روایتی رسومات پر تنقید میں مصروفیت نے اُنہیں شیعوں کے ساتھ بڑے پیمانے پر تصادم میں مشغول ہونے سے روکے رکھا [142]۔

شاہ ولی اللہ کی تحریک کی ایک اور شاخ، دیوبندی مکتبہ فکر نے انیسویں صدی کے اواخر سے لے کر اب تک شیعہ مذہب کے متعدد جذباتی مخالفین پیدا کیے ہیں۔ اِس مکتب کا نام دہلی کے شمال مشرق میں 90 میل دُور چھوٹے سے قصبے دیوبند کے نام پر رکھا گیا ہے جہاں 1867ء میں ایک دارالعلوم (دینی مدرسہ) قائم کیا گیا، جو اگلی دہائیوں میں اِسی طرز کے درجنوں مدارس کے لیے ایک نمونہ بن گیا۔ دیوبند میں 'عُلماء' کی تدریس اور مدرسے کی مالی معاونت کرنے والے ہزاروں عطیہ دہندگان کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ دینی تعلیم اور اسلامی اصولوں کی پاسداری کا ایسا معیار قائم کیا جائے، جو ہندوستانی مسلمانوں کو برطانوی حکمرانی -کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنائے-- جو 1857ء کی ناکام بغاوت--اور ہندو احیاء پسندی [143] کے بعد مضبوطی سے قائم ہو چکی تھی۔لیکن پہلے ہی دیوبند مدرسہ کے بانی ڈائریکٹر محمد قاسم نانوتوی (1833ء-77ء) نے تحفہ اِثنا عشریہ کا خلاصہ 'ہدایت الشیعہ' [144] کے عنوان سے لکھا۔شریک بانی رشید احمد گنگوہی (1829ء-1905ء) نے سنّیوں کو مشورہ دیا کہ وہ محرم کی مجالس سے دُور رہیں اور شیعوں کے ساتھ نماز سے گریز کریں جنہیں اُنہوں نے خدا کی یکتائی، حضرت محمدؐ کی انسانی نوعیت، اور نبوت کی ختمیت سے انکار کرنے کا الزام دیا [145]۔ یہاں تک کہ عظیم مصلح سید احمد خان (1817ء-93ء) بھی کٹر سنی احیائی تحریک سے متاثر تھے [146]، خاص طور پر اپنی ابتدائی دہائیوں کے دوران۔ 1844ء میں اُس نے تحفه اِثنا عشریه کے دو ابواب کا اردو میں ترجمہ کیا [147]، اس کے بعد اُن کی رِسالت راہِ سُنت دررَدّ بدعت (1850ء) شائع

ہوئی، جس میں شیعہ روایات جیسے مراثی، تعزیہ اور 'علم' پر تنقید کی گئی[148]۔ اِس کے باوجود، سید احمد خان کی ہندوستانی مسلمانوں میں جدید سائنسی تعلیم کو فروغ دینے کی کوششوں، جو علی گڑھ کالج کی کامیابی سے مکمل ہوئیں۔ شیعوں کی بھرپور حمایت حاصل تھی[149]۔ علی گڑھ کے شعبہ دینیات میں سنی اور شیعہ فقہ کے لیے الگ الگ سیکشن تھے جبکہ سنی ابتدائی طور پر دیوبند مدرسے کے قریب تھے۔ محمد قاسم نوتوی کو نگران کمیٹی میں عہدے کی پیشکش کی گئی تھی، لیکن اُنھوں نے شیعوں کے ساتھ کسی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا تھا۔ اُن کے داماد، قاری عباس حسین کو 1876ء[150] میں سنی دینیات کا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔ سید احمد خان کے جانشین سید مہدی علی خان "محسن الملک" (1837-1907)[151]، نے علیگڑھ کالج کے سربراہ کے طور پر 1870ء میں اپنے شیعہ سے سنی اسلام میں آنے کی وجوہات کو ایک وسیع پیمانے پر پڑھی جانے والی کتاب "آیات بینات" میں شائع کیا تھا[152]۔

اُنیسویں صدی کے اوائل سے پرتشدد فرقہ وارانہ تنازعات بنیادی طور پر شیعہ محرم کی مجالس اور جلوس کی وجہ سے شروع ہوئے تھے جو اُس دَور میں زیادہ وسیع اور جارحانہ ہوگئے تھے۔ یہ خاص طور پر لکھنؤ پر لاگو ہوتا ہے جہاں شیعہ مُجتہدین، جنہیں اوَدھ کے حکمرانوں کی سرپرستی حاصل تھی، 1820ء کی دہائی میں پہلے تین خلفاء پر سرعام نفرین پر اصرار کرتے تھے[153]۔ یہ عمل چاہے شیعہ اور سنی کے درمیان" فرق کو واضح " کرنے کیلئے کیا گیا ہو[154] یا محض نئی پائی جانے والی طاقت کے گھمنڈ کی عکاسی کرنا ہو، لکھنؤ میں شیعہ تقریبات نے اُس وقت سے لے کر کئی مواقع پر سنی جذبات کو ٹھیس پہنچائی، اور یہ شہر انڈیا میں حالیہ برسوں تک شیعہ-سنی جھڑپوں کے لیے ایک منفرد ہنگامی مرکز بنتا رہا[155]۔ اٹھارویں صدی کے بیشتر حصے میں شاہ ولی اللہ اور دیگر سنی 'علماء' کی مزاحمت کے باوجود دہلی میں بھی تعزیہ کے جلوس نکالے جاتے رہے لیکن فرقہ وارانہ تشدد کے چند واقعات رپورٹ ہوئے[156]۔ ایک یادگار واقعہ ایک مشہور نقشبندی صوفی مرزا مظہر جانِ جاناں کا واقعہ کے تھوڑی دیر بعد کا قتل تھا جب اُس نے 1781ء میں دورانِ محرم شیعوں کے تعزیہ کے احترام کا مذاق اڑایا تھا[157]۔ حیدرآباد (دکن) میں، جہاں صدیوں پرانی محرم کی رُوایات، اورنگ زیب کی موت کے بعد سنی آصف جاہی شاہی سلسلہ کے تحت بحال ہوئی تھیں، یہ مجالس عام طور پر پُرامن رہیں[158]۔ اگرچہ اُنیسویں صدی کے دوران شمالی ہندوستان کے کئی مقامات پر محرم کے دوران فرقہ وارانہ تشدد کے معمولی واقعات پیش آئے، زیادہ تر واقعات سابق اوَدھ ریاست میں دیکھنے میں آئے[159]۔

انگریزوں کے دورِ حکومت میں ہندوستانی مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ اختلافات اور بھی گہرے ہوگئے۔ اِس رجحان کا ایک نمایاں علامت انیسویں صدی کے اواخر سے مناظروں کی کثرت تھی[160]، جبکہ دوسری علامت ایسی تنظیموں کا ظہور تھا جو صرف ایک مخصوص فرقے کے لیے مختص تھیں[161]۔ برصغیر کے بہت سے مسلمان، چاہے وہ شیعہ ہوں یا سنّی، جو فرقہ واریت کے اثرات پر نکتہ چینی کرتے ہیں، عام طور پر اِس" وباء" کی ابتداء کو انگریزوں کی" تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" پالیسی سے جوڑ دیتے ہیں۔ اگرچہ برصغیر میں ہندو مسلم تفرقہ کو مضبوط کرنے کے لیے انگریزوں پر الزام لگانے کے لیے معقول دلائل موجود ہیں، لیکن سنّیوں اور شیعوں کے تعلق میں تفرقہ ڈالنے کے حوالے سے یہ دلیل کم متاثر کن ہے۔ ہندوستان میں برطانوی انتظامیہ، جو ہمیشہ امن و امان اور اِستحکام کے بارے میں بہت زیادہ فکرمند رہی، عموماً فرقہ وارانہ جھگڑوں کو دُور کرنے کے لیے اپنے سخت گیر اقدامات استعمال کرتی تھی[163]۔ لیکن برصغیر کے بڑے حصوں، خصوصاً شمال مغربی علاقوں میں، برطانوی حکمرانی مسلم اہلِ شان کی معاونت اور بھارتی فوج و پولیس میں مسلم افراد کی بھرتی پر سخت انحصار کرتی رہی۔ انیسویں

صدی کے اواخر سے، جب ہندو اکثریت والا انڈین نیشنل کانگریس آہستہ آہستہ برطانوی اختیار کے لیے ایک چیلنج کے طور پر اُبھرا، برطانوی حکام مسلمانوں کی سیاسی توازن قائم کرنے کی کوشش میں دلچسپی لینے لگے۔ مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے فرقہ وارانہ تصادم کو ہوا دینا نہ تو کسی مقصد کی تکمیل کرتا، اور نہ ہی یہ برطانوی سامراجی مفادات کے مطابق ہوتا۔

پھر بھی برطانوی حکمرانی کے کچھ ضمنی اثرات نے شیعوں کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں دیگر مسلم اور غیر مسلم کمیونٹیز کے درمیان "فرقہ وارانہ" شناختوں کی طرف رجحان کو تیز کیا۔ امن و امان کو برقرار رکھنے کے لیے، برطانوی حکام نے انیسویں صدی کے پہلے حصے میں مذہبی مقامات اور جلوسوں کے تنازعات میں مداخلت کی تھی، مذکورہ کمیونٹیز کے مقامی "تاریخی حقوق" کی چھان بین کی تھی، اور اپنی ثالثی کے ذریعے باضابطہ طور پر ایسے حقوق قائم کیے تھے[164]۔ 1857ء کے بعد، ایک نئی پالیسی کا اعلان ہوا، جس کے تحت مذہبی عبادت کے حقوق کی حفاظت ہر فرد کے لیے یقینی بنائی گئی، قطع نظر اس کے کہ پہلے کیا رواج رہا یا جگہ کون سی ہے، اور اقلیتوں کے لیے مذہبی آزادی کو بتدریج یقینی اور مسلمہ حق سمجھا جانے لگا[165]۔ ایک اور اہم عنصر رابطے کے نئے ذرائع اور کتابوں، پمفلٹس، پوسٹروں کی سستے داموں اشاعت اور اردو و دیگر ہندوستانی زبانوں میں پریس کا اُبھار تھا[166]۔ تعلیم یافتہ طبقے نے نہ صرف اپنے اپنے فرقے کے مذہبی لٹریچر تک بہت آسان رسائی حاصل کی بلکہ ملک بھر میں اُن کے ہم مذہبین کو درپیش مسائل کے بارے میں ملک گیر شعور بھی بڑھا۔ یہ رجحان بنیادی طور پر مسلمانوں کی ہندو اور دیگر غیر مسلم برادریوں کے مقابلے میں اجتماعی آگاہی بڑھانے کے لیے تھا، لیکن اس کا اثر مسلمان فرقوں کے اندر بھی شعوری طور پر محسوس ہونے لگا۔

بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں شیعہ-سنّی تعلقات پر سب سے گہرے اثرات انہی واقعات کے پڑے جو لکھنؤ میں رونما ہوئے۔ محرم 1906ء کے دوران شہر کے سنّیوں، جو اُس زمانے میں بڑی تعداد میں تعزیے نکالا کرتے تھے، کو تعزیوں کی تدفین کے لیے ایک علیحدہ "کربلا" اور جلوس گزرنے کے لیے الگ راستہ مقرر کر دیا گیا۔ انتظامیہ کا یہ اقدام شیعہ برادری کے اُن اعتراضات کے جواب میں تھا جو انہوں نے مقامی سنّیوں کے ہاتھوں محرم کو بتدریج "میلے" یا "تماشائی تہوار" میں بدل دینے کے خلاف کیے تھے۔ تاہم سنّیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے جلوس کو غالباً سنّی رنگ دینے کی کوشش کی اور مدحِ صحابہ یعنی چاروں خلفائے راشدین کی بطور چار یار تعریف و توصیف بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اِس کے جواب میں شیعوں نے تبرا یعنی پہلے تین خلفا پر علانیہ لعنت بھیجنے کا معمول اختیار کر لیا۔ نتیجتاً 1907ء اور 1908ء کے محرم میں وہی صورتِ حال دہرائی گئی اور شدید فسادات پھوٹ پڑے۔ اواخر 1908ء میں اتر پردیش کی حکومت نے ٹی۔ سی۔ پگٹ کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی، جس نے سفارش کی کہ عاشورا، چہلم اور 21 رمضان (ولادتِ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب) کے موقع پر مدحِ صحابہ عوامی مقامات پر پڑھنے پر پابندی عائد کی جائے، کیونکہ یہ سنّیوں کی کوئی قدیم مذہبی روایت نہیں بلکہ ایسی نو ایجاد رسم ہے جو شیعوں کے لیے نہایت باعث اشتعال ہے[168]۔ کمیٹی نے یہ بھی تجویز کیا کہ سنّی دیگر دنوں میں لائسنس لے کر مدحِ صحابہ پڑھ سکیں، جبکہ شیعوں کو تبرّا سے باز رکھا جائے۔ حکومت نے جنوری 1909ء میں پگٹ کمیٹی کی سفارشات کی توثیق کر دی، اور بعد کے برسوں میں اِن فیصلوں کی نظرِ ثانی کی سنّی درخواستیں مسلسل ناکام رہیں[170]۔

لکھنؤ میں مدحِ صحابہ کے تنازعے نے وہاں کے مقامی سنّیوں میں ایک نئی بیداری کو نمایاں کیا، جو اوّدھ میں شیعہ حکومت کے

خاتمے کے پچاس برس بعد اپنی عددی اور معاشی قوت کا شعور حاصل کر چکے تھے[171]۔شیعہ جانب کے لیے یہی تنازعہ 1907ء میں پہلی آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے انعقاد کا محرّک بنا[172]۔صورتِ حال اُس وقت قابو میں آئی جب 1912ء سے 1935ء تک شیعہ ایّام تعزیہ و سوگ پر مدحِ صحابہ کے جلوسوں کی ممانعت سختی سے نافذ کی گئی[173]۔بعد ازاں شیعہ-سنّی کشیدگی میں کمی واقع ہوئی، اِس لیے بھی کہ 1911ء کے بعد ہندوستانی مسلمانوں میں برطانوی راج کے خلاف جذبات میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا،جس کی انتہا 1919ء سے 1923ء تک جاری رہنے والی تحریکِ خلافت کی صورت میں سامنے آئی[174]؛اور پھر مسلم-ہندو تعلقات کی بگڑتی ہوئی کیفیت نے بھی اِس تناؤ کو قدرے پس منظر میں دھکیل دیا۔

صرف 1930ء کی دہائی کے اوائل میں، جب مسلمان سیاسی تنظیمیں انتشار اور کمزوری کا شکار تھیں،سنّی فرقہ وارانہ قوتیں اِتنی مستحکم ہو سکیں کہ وہ برسوں سے قائم توازن کو پلٹ سکیں[175]۔1931ء میں مولانا عبدالشکور،جو 1906ء تا 1908ء کی مدحِ صحابہ تحریک کے سب سے نمایاں محرّک رہ چکے تھے،نے لکھنؤ میں دارالمبلّغین کی بنیاد رکھی؛ یہ ایسا ادارہ تھا جو مکمل طور پر مخالفِ شیعہ مناظروں کے لیے مبلغین تیار کرنے کے لیے وقف تھا[176]۔اِسی عرصے میں عزاداری کے خلاف مناظرانہ لٹریچر کی طباعت میں نمایاں اضافہ ہوا[177]۔1935ء میں کچھ سنّیوں نے مجلسِ احرارِ اسلام کی سرپرستی میں چہلم کے موقع پر دیرینہ پابندی کو چیلنج کرتے ہوئے اعلانیہ مدحِ صحابہ پڑھ ڈالی[178]۔اگلے ہی برس سنّیوں نے عیدِ میلادالنبی (بارہ وفات) پر مدحِ صحابہ کے جلوس نکالنے کی اجازت طلب کی،اور جب یہ اجازت نہ ملی تو عدم تعاون اور سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دی[179]۔1936ء-37ء میں صورتحال مزید بگڑ گئی،جس پر یوپی حکومت نے 1908ء کی سفارشات کا دوبارہ جائزہ لینے کے لیے ایک نئی کمیٹی مقرر کی۔جون 1937ء میں پیش کی گئی Allsop کمیٹی کی رپورٹ نے اصولی طور پر سنّیوں کے مدحِ صحابہ کے حق کو تسلیم کیا،مگر لکھنؤ میں پابندی برقرار رکھنے کی سفارش کی،اِس بنا پر کہ اِس کا مقصد واضح طور پر شیعوں کو مشتعل کرنا تھا[180]۔جب مارچ 1938ء میں یہ رپورٹ عام ہوئی تو سنّی حلقوں میں غم و غصہ مزید پھیل گیا۔مولانا عبدالشکور نے جہاں کہیں بھی مدحِ صحابہ پر پابندی ہو[181]، وہاں اِسے واجب قرار دیا۔جمعیت علماء ہند[182] کے سربراہ مولانا حسین احمد مدنی بھی سول نافرمانی کی اِن اپیلوں میں شامل ہو گئے[183]۔

تنازع بالآخر مارچ 1939ء میں اس وقت نقطۂ عروج پر پہنچ گیا جب مجلسِ احرار نے اپنے ہزاروں حامیوں کو ایک نئے سلسلۂ احتجاج کے لیے لکھنؤ پہنچا دیا تاکہ تحریک کا ایک اور دَور شروع کیا جا سکے[184]۔31 مارچ کو کانگریس کی سربراہی میں قائم یوپی حکومت نے ایک حکومتی اعلامیہ جاری کیا،جس میں اعلان کیا گیا کہ سنّیوں کو ہر سال بارہ وفات کے موقع پر،عوامی اجتماعات اور جلوسوں میں مدحِ صحابہ پڑھنے کی اجازت ہوگی[185]،جو اُس سال 3 مئی کو ہوا۔یہ فیصلہ دراصل جمعیت علماء ہند اور مجلسِ احرار کو کانگریس کے ساتھ منسلک رکھنے، مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو مزید گہرا کرنے اور یوں مسلم لیگ کو کمزور کرنے کی حکمتِ عملی کے تحت کیا گیا تھا[186]؛ تاہم شیعی حلقوں کے شدید اور غیر متوقع ردِّعمل نے سب کو حیران کر دیا۔1938ء کی مدحِ صحابہ تحریک کے ردِّعمل میں قائم ہونے والی تنظیم "تنظیم المؤمنین" نے فوراً اپنے رضاکار امام باڑہ آصف الدولہ روانہ کیے،جنہوں نے کھلم کھلا تبرّا پر عائد پابندی کو چیلنج کیا۔سنّیوں کی بڑی تعداد قریبی ٹِلہ مسجد میں جمع ہو رہی تھی،اور ممکنہ تصادم کو روکنے کے لیے پولیس کو فائرنگ کرنا پڑی اور شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا[187]۔

یہ تو صرف اس سلسلے کا آغاز تھا جسے بعد ازاں "تبرّا تحریک" کے نام سے یاد کیا جانے لگا،ایک ایسی سول نافرمانی کی تحریک جو چھ ماہ

تک مختلف شدت کے ساتھ جاری رہی۔ اپریل سے ستمبر 1939ء کے دوران تقریباً سترہ تا اٹھارہ ہزار شیعہ محض اجتماع کی پابندی اور تبرّا کے اعلانیہ اعلان کے حکم کی خلاف ورزی پر گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے بہت سے لوگ پنجاب، سرحد (NWFP)، بمبئی اور بنگال جیسے دُور دراز علاقوں سے لکھنؤ پہنچے تھے[188]۔ کچھ شیعہ زمینداروں نے رضا کاروں کو لکھنؤ بھیجنے کے اخراجات برداشت کیے اور اپنے اپنے حلقوں میں تحریک کا انتظام بھی کیا[189]۔ اس زمانے میں متحدہ صوبہ جات کے برطانوی گورنر نے رپورٹ دی کہ مدحِ صحابہ کی سرکاری اجازت نے شیعوں میں "شدید جذباتی ہیجان" پیدا کر دیا ہے[190]، جبکہ شیعہ جرائد اس بے مثال جوش وولولہ سے فرقہ جاتی موقف کو مضبوط کرنے کی تلقین کر رہے تھے[191]۔ یوپی مسلم لیگ کے اُس وقت کے جوائنٹ سیکرٹری عبدالوحید خاں نے لکھا کہ تحریک میں تنظیم المؤمنین اور مجتہدین کے درمیان گویا "جذبے اور حمیت کا مقابلہ" جاری تھا[192]۔ شیعہ علما سول نافرمانی اور گرفتاری دینے والوں کی صفِ اوّل میں شامل تھے[193]۔ لکھنؤ کے سرکردہ مجتہد سید ناصر حسین (1867ء-1942ء)[194]، نے خود گرفتاری نہیں دی، تاہم اپنے بڑے صاحبزادے محمد ناصر (1895ء-1922ء)[195] اور اپنے معتمد و جانشین محمد سعید (1914-1967)[196] دونوں کو تین ماہ کے لئے جیل بھیج دیا۔ جون کے وسط میں، جب شیعہ رہنماؤں کے ایک وفد نے کلکتہ کا سفر کیا اور کانگریس لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ تحریک کے اختتام کے لیے ایک باوقار مفاہمتی فارمولا طے کیا، تو سید ناصر حسین اور دیگر مجتہدین نے اِسے وِیٹو کر دیا[197]۔ وہ مدحِ صحابہ کی مکمل پابندی سے کم کسی چیز پر راضی ہونے کو تیار نہ تھے۔ بالآخر اکتوبر 1939ء میں، جب مولانا ابوالکلام آزاد خود سترہ دن کے لیے لکھنؤ تشریف لائے[198]، تو اُن کی درخواست پر شیعوں نے تبرّا تحریک ختم کر دی، اگرچہ اپنے مطالبات کی مکمل یقین دہانی کے بغیر۔ بعد ازاں 19 اپریل 1940ء کو، اُس سال کے بارہ وفات سے کچھ پہلے، مولانا آزاد نے 31 مارچ 1939ء کے حکومتی اعلامیے کو "غلط فہمی پر مبنی ایک فیصلہ" قرار دیا اور اہلِ سنت سے اپیل کی کہ وہ مدحِ صحابہ کا جلوس نہ نکالیں[199]۔ تاہم یہ اپیل مؤثر نہ ہوئی اور دونوں فریقوں، سنی جلوس اور شیعہ جوابی جلوس، کے درمیان سخت فسادات پھوٹ پڑے۔ اِس کے فوراً بعد مدحِ صحابہ پر پابندی دوبارہ نافذ کر دی گئی، جو 1963ء تک برقرار رہی[200]۔

"تبرّا تحریک" ہندوستان کی تاریخ میں شیعہ برادری کی سب سے بڑی اجتماعی سیاسی وسماجی متحرکیت تھی، مگر اِس کی حکمت پر خود بہت سے شیعہ بھی سوال اُٹھاتے رہے۔ اِس تحریک نے پورے برصغیر میں شیعہ-سنی تعلقات میں شدید تناؤ پیدا کیا، جس کا نتیجہ کئی مقامات پر شیعوں کے سماجی بائیکاٹ پر منتج ہوا[201]۔ مہاتما گاندھی نے 23 مئی 1939ء کو ایک شیعہ وفد سے ان کی درخواست پر ثالثی کے لیے ملاقات کی تھی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد انہوں نے تنظیم المؤمنین کے صدر کو ایک خط لکھا، جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

..........اتنی بات بہر حال بالکل واضح ہے کہ جہاں مدحِ صحابہ کا مطلب خلفائے راشدین کی مدح وثنا ہے، وہاں تبرّا اوّلین تین خلفاء پر لعنت بھیجنے کا نام ہے۔ عوامی سطح پر کسی کی تعریف کرنے کے حق کو تو کسی حد تک سمجھا جا سکتا ہے، لیکن کیا مردوں پر لعنت بھیجنے جیسی کوئی چیز بھی حق کے طور پر تسلیم کی جا سکتی ہے؟ کیا یہ مذہب کا حصہ ہے؟......میں اس امر کو بخوشی تسلیم کرتا ہوں کہ خلفائے ثلاثہ کی مدح کرنا کوئی مذہبی فرض نہیں، خصوصاً سرِعام اور ایسے لوگوں کے سامنے جنہیں اس کے سننے سے رنج پہنچتا ہو۔ لہٰذا......میں آپ کو، امن وسکون کی خاطر، مشورہ دوں گا کہ آپ سول نافرمانی واپس لے لیں اور تبرّا کے عوامی اعلان کو بغیر کسی شرط کے بند کر دیں، اور یہ معاملہ اہلِ سنت کی دانائی پر چھوڑ دیں کہ وہ بھی اپنے شیعہ بھائیوں کے جذبات مجروح نہ کریں[202]۔ شیعہ، تاہم، اس بات پر اصرار کرتے تھے اور آنے والی دہائیوں تک کرتے رہے

--کہ تبرّا کو محض 'لعنت بھیجنے' کے ہم معنی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یکم مئی کو لکھنؤ کے ایک اخبار میں شائع ہونے والے ایک مضمون نے تبرّا کے دفاع میں درج ذیل دلائل پیش کیے تھے (اقتباسات):

موجودہ احتجاج نے لازماً ہر شخص کو یہ جاننے پر آمادہ کر دیا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ ایک نہایت سادہ جواب یہ ہے کہ سائل کو پِگٹ کمیٹی اور آلسپ کمیٹی کی رپورٹوں کی طرف رجوع کرنے کا کہا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے، حتیٰ کہ یوپی کابینہ کے اندر بھی بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے ان میں سے کسی ایک رپورٹ کو پڑھنے کی زحمت گوارا کی ہو۔ وہ صرف سنی مُبلغین کے پیش کردہ موقف پر انحصار کرتے ہیں اور اِسی بنا پر یہ یقین کر بیٹھے ہیں کہ تبرّا کا مطلب گالی دینا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عامۃ الناس، موجودہ شیعہ تحریک کے حقیقی مفہوم کو اسی طرح غلط سمجھتے رہیں... اس لیے ضروری ہے کہ تبرّا کی ایک واضح اور غیر جانبدارانہ تشریح پیش کی جائے۔

تبرّا... لُغوی طور پر "کسی شخص یا چیز سے اظہارِ بیزاری کرتے ہوئے خود کو اُس سے جدا رکھنے یا الگ کر لینے" کو کہتے ہیں۔ اِس لفظ کا اصل مفہوم اُس وقت اور زیادہ روشن ہو جاتا ہے جب ہم اس کی ضد تولّا کو سامنے رکھیں، جو کسی سے وابستگی، محبت، عقیدت اور اس کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔پس، پیغمبرِ اسلام اور اُن کے اہلِ بیت کے بارے میں شیعوں کا رویّہ فطری طور پر تولّا کا ہے، اور اِسی طرح اُن اشخاص کے بارے میں—جن کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ انہوں نے رسولِ اکرم یا آپ کے خاندان یا آپ کی نسل کو اِیذا پہنچائی—اُن کا رویّہ لازماً تبرّا کا ہوتا ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے ... کہ پیغمبر کے بعض صحابہ نہ صرف ذاتی مفادات کے اسیر اور سازشوں میں ملوّث تھے، انہوں نے اسلام کی اصل پاکیزگی کو مجروح کیا اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا، بلکہ یہ بھی کہ انہوں نے رسولِ خدا اور آپ کے اہل بیت کو طرح طرح سے اذیت پہنچائی اور ستایا۔ اہلِ بیتِ نبوی پر ظلم و جَور کی یہ طویل تاریخ... بالآخر کربلا کی تاریخی سرزمین پر اپنے نقطۂ عروج کو پہنچی... اور یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بنا پر شیعہ صحابہ کے بعض طبقات، ان کے ہمنواؤں اور متّبعین کے خلاف تبرّا کرتے ہیں۔

اب آئیے اُس اصل عبارت کا جائزہ لیتے ہیں جوفارمولہ تشکیل دیتے ہیں جسے تبرّا کہا جاتا ہے۔ یہ فارمولا محض تین الفاظ پر مشتمل ہے: "بَر فُلاں لَعنت"۔ اِن الفاظ کا مطلب ہے: "فلاں شخص پر خدا کی رحمت و برکت نہ ہو" (لفظی معنی: خدا کی رحمت سے دُور ہو)۔ ... یہی وہ مفہوم ہے جسے دانستہ یا نادانستہ گالی کے ہم معنی قرار دے دیا جاتا ہے۔اگر اب بھی کچھ لوگ عوامی طور پر اِن

الفاظ—"فلاں پر لعنت"—کی تلاوت کو گالی سمجھ کر اس پر اعتراض کریں، تو منطقاً اُنہیں قرآنِ مجید کی تمام وہ آیاتِ مبارکہ بھی ممنوع قرار دینی چاہییں جن میں جگہ جگہ لعنت کا ذکر آیا ہے—جھوٹ گھڑنے والوں پر لعنت، کمزوروں پر ظلم کرنے والوں پر لعنت، فساد پھیلانے والوں پر لعنت، وغیرہ۔ قرآنِ حکیم ہی تبرّا کے لیے استعمال کے لیے بنیادی دلیل اور اتھارٹی فراہم کرتا ہے...[203]

برطانوی ہندوستان میں شیعہ فرقہ واریت کا ظہور

مذہبی گروہی سوچ نے بیسویں صدی میں برصغیر کی تقدیر کو کسی بھی دوسری سیاسی قوت، حتیٰ کہ سیکولر قوم پرستی سے بھی زیادہ متاثر کیا ہے۔ آزاد بھارت میں اِس اِصطلاح نے منفی مفہوم اختیار کر لیا ہے اور اِسے عام طور پر برطانوی نو آبادیاتی وراثت کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جسے تقسیم کرو اور حکومت کرو کے اصول کے تحت عمل میں لایا اور پروان چڑھایا گیا[204]۔ اِس کے نتیجے میں 1920ء کی دہائی سے ہندو اور مسلم طبقات کے درمیان خونریز فسادات کی کثرت ہوئی، جو حالیہ دہائیوں میں آزاد بھارت میں اور زیادہ شدید اور بار بار ہونے لگے ہیں[205]، جبکہ انتہا پسند ہندو مذہبی جماعت بندی کی بڑھتی ہوئی لہر بھارت کے سیاسی نظام کی سیکولر بنیادوں کو آہستہ آہستہ کمزور کر رہی ہے[206]۔ تاہم سب سے زیادہ ناپسندیدہ حقیقت یہ ہے کہ مسلم جماعت بندی کے نتیجے میں بالآخر بھارت کا ٹوٹنا ممکن ہوا اور برطانوی راج کا خاتمہ ہوا، باوجود اس کے کہ ہندو اکثریتی بھارتی نیشنل کانگریس نے اسے متحد رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

پاکستان میں زاویہ نظر بالکل مختلف ہے۔ دراصل "مسلم فرقیانہ سوچ" کی اصطلاح شاذ و نادر ہی وہاں استعمال ہوتی ہے۔ اس کے بجائے ہندوستانی تاریخ کے تناظر میں اس رجحان کا حوالہ دینے والی ایک پسندیدہ اصطلاح "مسلم قومیت" رائج ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے بالآخر تحریک پاکستان میں اپنی مکمل صورت اور عملی اظہار پایا، اور جس کی جڑیں بعض مورخین نے برصغیر میں اسلام کی آمد کے ابتدائی عہد تک پہنچا دی ہیں[207]۔ ایک دوسری مقبول اصطلاح "مسلم سیاسی بیداری" بھی ہے[208]، جسے اس کتاب کے اگلے حصے میں اختیار کیا گیا ہے۔ بہرحال بیشتر پاکستانی مصنفین نے ہندوستان میں مسلم کمیونلزم کو مثبت مفہوم میں یا پھر ہندو غلبے کی کوشش کے خلاف ایک ردِّعمل کے طور پر پیش کیا ہے۔

اس کتاب میں ''شیعہ قومیت پر مبنی سیاست''، ''شیعہ قوم پرست'' اور ''شیعہ جماعتی تنظیمیں'' جیسی اصطلاحات کا استعمال ایک غیر جانبدارانہ مفہوم میں کیا گیا ہے، جن میں نہ کوئی مثبت اور نہ منفی اشارہ پایا جاتا ہے۔ یہ اصطلاحات اُن سرگرمیوں اور تنظیموں کی نشان دہی کرتی ہیں جو بالخصوص - یا کم از کم اوّلاً - شیعہ برادری کے مفادات کے فروغ یا تحفظ کے لیے قائم کی جاتی ہیں، خواہ وہ ساتھ ہی ساتھ ''مسلمانوں کے باہمی اتحاد'' یا ''وطن کی خدمت'' جیسے اہداف کا دعویٰ بھی کرتی ہوں۔ چونکہ ''شیعہ جماعتی تنظیمیں'' کی اصطلاح پاکستان میں انگریزی زبان[209] کی کتابوں یا ذرائع ابلاغ میں تقریباً کبھی استعمال نہیں ہوتی، اسی لیے اسے اس کتاب کے عنوان میں شامل نہیں کیا گیا۔ البتہ اردو کے الفاظ ''قومی'' اور ''قومیت'' - جنہیں ہندوستان اور پاکستان کی شیعہ تنظیمیں ہمیشہ اپنی شناخت اور سرگرمیوں کے لیے استعمال کرتی آئی ہیں، کو مناسب طور پر ''قومیتی'' اور ''قومیتی اُمور'' کے ترجمے کے برابر سمجھا جا سکتا ہے[210]۔

برصغیر میں شیعہ کمیونلزم (شیعہ قومیت پر مبنی سیاست) کا ظہور مجموعی طور پر ہندوستانی مسلمانوں کے کی قومیت پر مبنی سیاست کے ساتھ ہی ہوا، مگر 1947ء تک اِس نے تاریخ کے دھارے پر کوئی نمایاں اثر نہ ڈالا۔ آزاد ہندوستان میں یہ یکسر غیر اہم ہو کر رہ گیا[211]، جب کہ پاکستان میں اِسے معمولی سا اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لیے بھی دو دہائیوں سے زیادہ عرصہ درکار ہوا[212]۔ یہ تحریک کبھی بھی ہندوستانی شیعوں کے ایک محدود سے طبقے سے بڑھ کر کسی وسیع تر حلقے کو متحرک نہ کر سکی، اور 1940ء کی دہائی میں سیاسی طور پر پوری طرح تحریک پاکستان کے

سامنے دب کر رہ گئی، جسے اہلِ سنّت اور اہلِ تشیّع دونوں طبقات کی مضبوط تائید حاصل تھی[213]۔ اِس کے باوجود، شیعہ کمیونلزم (شیعہ قومیت پر مبنی سیاست) کی فکری بنیادوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کی نظریاتی ساخت سے خاصی مماثلت پائی جاتی تھی۔ جس طرح مسلم لیگ ہندوستان میں ہندو اکثریت کے مدمقابل مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کی سیاسی خود اعتمادی کے احیاء کی علمبردار تھی، اسی طرح شیعہ تنظیمیں بھی سنّی اکثریت کے مقابل شیعہ اقلیت کے لیے تحفظات حاصل کرنے کی کوشش میں عموماً وہی دلائل سامنے لاتی تھیں۔ ان کی اصل اُلجھن، خصوصاً 1940ء کی دہائی میں، یہ تھی کہ ہندو اکثریت کے مقابل ''مسلم قضیے'' کا دفاع اُن کی اکثریت کے لیے کہیں زیادہ اہمیت اختیار کر گیا حتیٰ کہ اس کی خاطر وہ ''شیعہ قضیے'' کے دفاع کو- جو سنّی اکثریت کے پس منظر میں درپیش تھا- ثانوی حیثیت دینے پر مجبور ہو گئے۔

شیعہ گروہی تنظیمیں سب سے پہلے لکھنؤ میں وجود میں آئیں، جو برصغیر میں براہِ راست برطانوی حکمرانی کے تحت بھی شیعہ مذہبی علوم کا مرکز رہا تھا۔ برطانیہ نے 1856ء میں شیعہ علماء کے دائرۂ اختیار کو ختم کر دیا اور امجد علی شاہ[214] کے قائم کردہ شیعہ مدرسہ کو بھی بند کر دیا، مگر اِس کے باوجود اُنہوں نے بعض علماء کو وظیفے اور القابات دینے کا سلسلہ جاری رکھا، حتیٰ کہ کچھ علماء نے ''سپاہِ باغی'' کی حمایت کی تھی[215]۔ اُنہوں نے چند شیعہ تعلق داروں کی حیثیت کو بھی مستحکم کیا، جو بدلے میں عزاداری اور شیعہ مذہبی و دیگر اداروں کی سرپرستی کرتے رہے[216]۔ علماء نے لکھنؤ میں نئی مدارس بھی قائم کیے، جیسے مدرسۃ ناظمیہ (1892ء) اور سلطان المدارس (1899ء)، اور انجمنیں تشکیل دیں[217] تاکہ عزاداری کی تقریبات اور دیگر مقامی قومیتی اُمور کا انتظام کیا جا سکے، جس کے لیے شہری تاجروں اور زمینداروں سے مالی امداد لی جاتی تھی۔ اِن مقامی انجمنوں کا قیام اُن تمام شہروں میں ہوا جن میں شمالی بھارت میں قابلِ ذکر شیعہ آبادی موجود تھی، اور اُن کا اثر برصغیر میں شیعہ مذہبی زندگی کا لازمی جزو بن کر اب تک باقی ہے[218]۔ اِن انجمنوں کی خاص خصوصیت یہ تھی کہ وہ سالانہ اجلاس منعقد کرتے تھے، جن میں علماء، سرکردہ شخصیات، اور انگلش میڈیم سکولوں میں تعلیم یافتہ جدید پیشہ ور طبقے کے افراد شریک ہوتے تھے (جیسے وکلاء، سول افسران اور صحافی)۔ اُس وقت تک، اور بیسویں صدی کے پہلے دو دہائیوں تک، مجتہدین کی اتھارٹی ہندوستانی شیعوں میں اب بھی بہت زیادہ تھی۔ تاہم، اکثر مجتہدین کے قدامت پسندانہ رویّے جدید تعلیم یافتہ دانشوروں کی تنقید سے محفوظ نہیں رہے۔ مثال کے طور پر، جب 1904ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس[219] نے لکھنؤ میں اپنا سالانہ اجلاس منعقد کیا، تو علماء نے فتویٰ دیا کہ کوئی بھی شیعہ علیگڑھ کالج میں داخلہ نہ لے جب تک وہ شریعت کے مطابق مکمل شیعہ مذہبی تعلیم فراہم نہ کرے۔ اِس کے بعد صحافت میں علماء کے خلاف کئی سخت مباحث اور اعتراضات شائع ہوئے[220]۔ پرانے مذہبی اور اشرافیہ کے اداروں کو نئے شیعہ پیشہ ور طبقے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوششیں، 1907ء میں پہلی آل انڈیا شیعہ کانفرنس (AISC) کے انعقاد کے پیچھے ایک اہم سبب تھیں۔ شاید اتنی ہی اہمیت اِس بات کی تھی کہ دسمبر 1906ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام نے ایک مثال قائم کی، اور اُسی سال کے اوائل میں لکھنؤ میں شیعہ-سنی تصادم کی نئی لہر بھی اُبھری۔ AISC کی براہِ راست پیش رو انجمن صدر الصدور تھی، جسے 1901ء میں لکھنؤ کے ایک مجتہد، سید آغا حسن (1865-1929)[223] نے قائم کیا۔ یہ انجمن پورے ہندوستان میں اسی طرز کی شیعہ انجمنوں کے لیے نمونہ کا کام کر رہی تھی[224] مگر جدید طرز کے شیعہ رہنما جیسے سید حسین بلگرامی اور بدر الدین طیّب جی اِس کے مخالف تھے[225]۔ اِس قسم کی تنقید کے جواب میں، اور انجمن صدر الصدور کو وقت کے انداز اور اُمیدوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے، فیصلہ کیا گیا کہ 1907ء میں اِس کا سالانہ اجلاس آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی شکل میں منعقد کیا جائے۔ اِس منصوبے کے پیچھے محرک

قوت میں سید آغا حسن کے علاوہ خواجہ غلام الثقلین (وفات 1915ء)[226]، ڈاکٹر مرزا محمد ہادی رسوا (1858ء-1931ء)[227] اور سید علی غضنفر شامل تھے[228]، جن میں سے آخری دو نے زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنانے کے لیے اُتر پردیش کے شیعہ مراکز کا دَورہ بھی کیا[229]۔ AISC کا قیامتی اجلاس 6-8 اکتوبر 1907ء کو لکھنؤ میں منعقد ہوا، جس کی صدارت سید نجم الحسن (1863ء-1938ء) نے کی[230]۔ اس اجلاس میں تقریباً ایک ہزار مندوبین شریک ہوئے، جن میں ممتاز شیعہ علماء، سرکردہ شخصیات، وکلاء اور بیرسٹر، صحافی اور شیعہ انجمنوں کے چیئرمین شامل تھے۔ زیادہ تر مندوبین اُتر پردیش سے تعلق رکھتے تھے، تاہم دیگر صوبوں جیسے پنجاب، بمبئی[231]، بہار، بنگال اور ریاستیں جیسے حیدرآباد، خیرپور، رامپور وغیرہ کی نمائندگی بھی موجود تھی[232]۔

اِس اجلاس کے دوران انجمن صدر الصدور کو تحلیل کر کے آل انڈیا شیعہ کانفرنس (AISC) قائم کی گئی، جو آج تک ہندوستان میں شیعہ کمیونٹی کی سب سے اہم تنظیم کے طور پر موجود ہے۔ اِس کے بنیادی مقاصد مندرجہ ذیل طور پر وضع کیے گئے:

1- شیعہ برادری کی اخلاقی، سماجی (تمدنی)، اقتصادی اور مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش، وہ ذرائع اختیار کرتے ہوئے جو شریعت کے خلاف نہ ہوں۔
2- خود شیعہ کمیونٹی کے درمیان اتحاد و اتفاق کو فروغ دینا اور مشترکہ مفادات کے لیے دیگر اسلامی مسالک اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ہم آہنگی اور تعاون کی کوشش کرنا۔
3- شیعوں کے شہری، مذہبی اور تعلیمی حقوق کے تحفظ کے لیے کوششیں کرنا۔
4- شیعہ اوقاف کی اصلاح اور نگرانی کرنا۔ مختلف مقامات پر عوامی یا محدود عام اجلاس منعقد کرنا اور مقامی ضروریات کے پیشِ نظر مناسب اقدامات کی سفارشات مرتب کرنا۔
5- مختلف مقامات پر عوامی یا محدود عام اجلاس منعقد کرنا اور مقامی ضروریات کے پیشِ نظر مناسب اقدامات کی سفارشات مرتب کرنا[233]۔

AISC کا بانی کنونشن پہلے ہی جدید فکر رکھنے والے افراد، جن کی اوّلین ترجیح شیعہ کمیونٹی کی معاشی ترقی تھی[234]، اور علماء و دیگر قدامت پسندوں کے درمیان اِختلافات نے تناظر کو متاثر کیا۔ اِس فرقہ وارانہ تصادم نے تقریروں میں نمایاں جگہ پائی اور سخت گیر عناصر نے بھرپور موقع پالیا[235]۔ ڈاکٹر رُسوا کی جانب سے ایک قرارداد پیش کی گئی کہ AISC کا مذہبی مناظرات یا اِشتعال انگیز مطبوعات سے کوئی تعلق نہیں، لیکن طویل اور متنازع بحث کے بعد یہ قرارداد مسترد کر دی گئی۔ نتیجتاً، خواجہ غلام الثقلین نے شدید ناخوشی کے عالم میں AISC چھوڑ دی[236]۔

اُن علماء اور جدید پیشہ ور افراد کے درمیان موجود خدشات اور بار بار ہونے والے اِختلافات کے باوجود، AISC اپنے قیام کے پہلے 13 سال کے دوران اپنے سالانہ اجلاسوں میں شریک افراد کی تعداد بڑھانے اور کچھ قومیتی منصوبے شروع کرنے میں کامیاب رہی، اگرچہ یہ اقدامات نسبتاً محدود پیمانے پر تھے۔ 1907ء سے 1933ء تک، AISC نے مختلف ہندوستانی شہروں میں 25 سالانہ اجلاس

منعقد کیے، جنہوں نے ہندوستانی شیعوں میں ملک گیر تعلقات قائم کرنے اور قومیتی شعور اُجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہر اجلاس میں AISC کے صدر اور سیکرٹری جنرل کی نئی انتخابی تقرری ہوتی تھی، اور قیادت علماء اور سرکردہ شخصیات کے درمیان گردش کرتی رہتی، جیسا کہ درج ذیل جائزے میں دکھایا گیا ہے[237]:

جدول 1: آل انڈیا شیعہ کانفرنس (AISC) کے سالانہ اجلاس، 1907ء-1933ء

سیشن	تاریخ	مقام	صدر	سیکرٹری جنرل
پہلا	10/1907	لکھنو	نجم الحسن	سید علی غضنفر
دوسرا	12/1908	لکھنو	ایضاً	ایضاً
تیسرا	12/1909	لکھنو	ایضاً	ایضاً
چوتھا	10/1910	امروہہ	سید ناصر حسین[238]	ایضاً
پانچواں	10/1911	بینارس	سید محمد حسین[239]	ایضاً
چھٹا	10/1912	پٹنہ	نواب حامد علی خان آف رام پور (1875ء-1939ء)[240]	ایضاً
ساتواں	1913	جون پور	نواب سید محمد[241]	ایضاً
آٹھواں	10/1914	لکھنو	سید علی الحائری[242]	ایضاً
نواں	1915	الہ آباد	راجہ سید ابو جعفر[243]	فتح علی خان قزلباش[244]
دسواں	4/1917	لکھنو	راجہ توکل حسین[245]	ایضاً
گیارہواں	12/1917	لکھنو	راجہ سید اصغر علی[246]	ایضاً
بارہواں	4/1919	آگرہ	سید محمد ہادی[247]	ایضاً
تیرہواں	4/1920	نگینہ	راجہ یسین علی خان[248]	سید محسن مرزا[249]
چودہواں	12/1920	لکھنو	نواب شجاعت علی خان[250]	راجہ یسین علی خان
پندرہواں	12/1921	ملتان	نواب مظفر علی خان آف مظفر نگر	ایضاً
سولہواں	4/1923	جھنگ	حشمت علی خیر اللہ پوری[251]	ایضاً
سترہواں	3/1924	فیض آباد	سید ابن الحسن[252]	سید کلب عباس[253]
اٹھارواں	3/1925	بمبے (ممبے)	نواب سرفراز حسین[254]	میر واجد علی
انیسواں	1926	پٹنہ	آغا ہاشم اصفہانی	مرزا عابد حسین[255]
بیسواں	1928	کلکتہ	میر علی نواز ٹالپور[256]	ایضاً
اکیسواں	1928	سکر (سکھر)	نواب فضل علی خان[257]	ایضاً

سیشن	تاریخ	مقام	صدر	سیکرٹری جنرل
بائیسواں	12/1929	الہ آباد	مرزا علی محمد[258]	سید مصطفیٰ رضا
تئیسواں	4/1931	منٹگمری	راجہ سید رضا علی خان آف رامپور[259]	سید معجز حسین
چوبیسواں	3/1932	لاہور	حشمت علی خیر اللہ پوری	ایضاً
پچیسواں	4/1933	دہلی	مرزا محمد اکرم حسین[260]	ایضاً

اگرچہ AISC میں ہمیشہ اُتر پردیش کے شیعوں، اور خاص طور پر لکھنؤ کے شیعوں کا غلبہ رہا، مگر پنجاب نے بھی اِس کی سرگرمیوں میں نمایاں کردار ادا کیا۔ سالانہ اجلاسوں کے علاوہ، جیسے ملتان (1921ء)، جھنگ (1923ء)، منٹگمری (1931ء)[261] اور لاہور (1932ء)، 1914ء میں سید علی الحائری، جو پنجاب کے ایک ممتاز شیعہ عالم تھے، کی صدارت بھی قابل ذکر ہے۔ سکھر (1928ء) کے ساتھ، AISC کے پانچ سالانہ اِجلاس اس علاقے میں منعقد ہوئے جو بعد میں مغربی پاکستان کے طور پر جانا گیا، اور یہ سلسلہ 1932ء تک جاری رہا۔ 1915ء سے 1920ء تک، AISC کے سیکرٹری جنرل نواب فتح علی خان قزلباش نے ایک شیعہ کالج کے قیام میں خصوصی سرگرمی کا مظاہرہ کیا، جو تنظیم کے پہلے عشروں کی سب سے اہم کامیابی تصور کی جاتی ہے (تفصیل ذیل میں دیکھی جا سکتی ہے)۔ 1921ء میں، جب لکھنؤ میں شیعہ رہنماؤں کے درمیان داخلی اختلافات اپنے عروج پر پہنچ گئے، تو یہاں تک بات آئی کہ آیا AISC کا مرکزی دفتر پنجاب منتقل کیا جائے یا نہیں[262]۔ شاید اُسی سال، ایک پنجاب شیعہ کانفرنس (PuSC) بھی قائم کی گئی، جو AISC کی ایک صوبائی شاخ کے طور پر کام کرتی رہی اور بعد میں ایک آزاد تنظیم میں تبدیل ہوگئی[263]۔

لکھنؤ کے مجتہد، جو اِبتدا میں AISC کے صفِ اوّل میں شامل تھے، بتدریج اُس تنظیم میں دلچسپی کھونے لگے، اور 1920ء کے بعد AISC کے سالانہ اجلاسوں میں علماء کی شرکت میں واضح کمی آگئی[264]۔ 1910ء کے اِجلاس میں، امروہا میں، وکیل سید وزیر حسن نے AISC کے آئین کے اُس آرٹیکل کے خلاف زوردار موقف اختیار کیا، جس میں صدرات کا حق صرف مجتہدین کے لیے مخصوص تھا[265]۔ طویل بحث کے بعد یہ معاملہ 1911ء کے بنارس اجلاس تک ملتوی کر دیا گیا، جہاں ایک مصالحانہ فارمولا اپنایا گیا: مجتہدین کو ترجیح حاصل تھی، مگر وہ چاہیں تو AISC کی صدارت کے لیے عام افراد کی سفارش بھی کر سکتے تھے[266]۔ 1924ء میں، AISC کے بانی سید آغا حسن نے اُن بڑے مجتہدین کے بیشتر کے ساتھ شامل ہو کر تنظیم سے اپنا تعلق ختم کر دیا۔ اُسی سال ایک وفد لکھنؤ بھیجا گیا تا کہ انہیں فیض آباد میں AISC کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی ترغیب دی جا سکے، لیکن اکثر مجتہدین نے شرکت سے انکار کر دیا[267]۔ یہاں تک کہ 1924ء کے فیض آباد اجلاس میں مجتہدین کی مجلس نظارت قائم کرنے کا فیصلہ، جس کا مقصد یہ تھا کہ AISC کے تمام فیصلوں کو شریعت کے مطابق جانچا جائے، بھی 1925ء کے بمبئی اجلاس میں مذہبی رہنماؤں کو شرکت سے باز رکھنے سے باز نہ رکھ سکا[268]۔ 1928ء میں، مولانا سید محمد باقر کے انتقال کے بعد، یہی مجلس نظارت خود علماء نے تحلیل کر دی[269]۔

AISC کی ٹھوس کامیابیاں نسبتاً محدود رہیں، جیسا کہ بعد کے عشروں میں اِس کے کئی ارکان نے خود بھی اِس کی نشاندہی کی۔ دوسری سالانہ کانفرنس (1908ء) میں منظور کیے گئے دو منصوبوں میں سے ایک، شیعہ شوگر فیکٹری، چند سال بعد ناکام ہوگئی[270]۔ 1908ء میں منصوبہ بند شیعہ یتیم خانہ بھی جلد ہی لکھنؤ میں قائم ہوگیا، مگر یہ ہندوستان میں اپنے نوعیت کا واحد یتیم خانہ رہا[271]۔ بعض منصوبے بالکل ہی عمل میں نہ آسکے، جیسے شیعہ ڈائریکٹری، شیعہ بینک یا شیعہ مردم شماری[272]۔ AISC کا اپنا پرنٹ ادارہ بالآخر 1925ء میں قائم ہوا، جسے ہفت روزہ سرفراز کے نام سے شائع کیا گیا۔ 1930 کی دہائی میں یہ مختصر وقفوں سے شائع ہوتا رہا اور 2001ء کے آغاز تک لکھنؤ سے شائع ہو رہا تھا[273]۔ اس نے اپنی آواز اُن دیگر شیعہ جرائد میں شامل کی، جو اُنیسویں صدی کے آخر سے قائم کیے جا چکے تھے[274]۔

حتیٰ کہ AISC کا سب سے بڑا منصوبہ، لکھنؤ میں شیعہ کالج بھی اپنی مطلوبہ کامیابی حاصل کرنے سے بہت دُور رہا[275]۔ شیعہ کالج کے قیام کا خیال پہلی بار 1910ء کے AISC سالانہ اجلاس میں پیش کیا گیا، جس کا پس منظر علی گڑھ کالج میں شیعہ-سنی تصادم تھا۔ اگلے چند سالوں میں علی گڑھ میں شیعوں کے مذہبی حقوق کی خلاف ورزی کے حوالے سے شکایات میں اضافہ ہوا، اور 1914ء سے نواب فتح علی خان قزلباش کی بھرپور کوششوں کے ذریعے شیعہ کالج کا منصوبہ آگے بڑھایا گیا[276]۔ 1915ء میں چندہ جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہوا، اور اگلے سال AISC کی تمام سرگرمیاں شیعہ کالج کے گرد مرکوز ہوگئیں[277]۔ چونکہ اُتر پردیش حکومت نے بھی مالی امداد فراہم کی، اِس لیے کالج کی جگہ کے تنازعہ میں گورنر جیمز میسٹن کو ثالث مقرر کیا گیا۔ میسٹن نے خود 1917ء میں بنیاد کا پتھر رکھ کر رسمی طور پر قیام کا آغاز کیا[278]۔ کالج جلد ہی کام کرنا شروع کر دیا، مگر 1923ء میں فتح علی خان کے انتقال کے بعد، اُن کے ٹرسٹیز کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے، خاص طور پر اُن کے بیٹے نثار علی خان کو نیا سیکرٹری مقرر کرنے کے سلسلے میں۔ متعدد ٹرسٹیز نے اپنا کردار ترک کر دیا، اور باقی ٹرسٹیز نے 1925ء میں شیعہ کالج کو AISC کی نگرانی سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کیا[279]۔ ایک وقت میں یہ علی گڑھ کالج کے ہم منصب کے طور پر منصوبہ بنایا گیا تھا، مگر آزادی تک یہ خود ایک انٹرمیڈیٹ کالج کے معیار کو بھی برقرار رکھنے میں ناکام رہا[280]۔ ہندوستانی شیعوں میں جدید تعلیم کے فروغ کے معاملے میں زیادہ کامیاب انجمن وظائفِ سادات ومومنین (AWSM) رہی، جو مارچ 1912 میں سید جلال الدین حیدر اور نواب سید محسن مرزا نے لاہور میں قائم کی۔ AWSM، جو شیعہ طلبہ کو وظائف فراہم کرتی تھی جسے فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپس ادا کرنا ہوتا تھا، آج تک ایک خوب منظم اور مؤثر ادارہ کے طور پر موجود ہے۔ یہ ادارہ وسیع چندہ جات حاصل کرتا ہے اور واضح معیار اور ترجیحات کے تحت ہزاروں طلبہ کی تعلیمی معاونت جاری رکھے ہوئے ہے[281]۔

AISC نے چند دیگر اہم مسائل پر بھی توجہ دی، جیسے شیعہ اوقاف اور عزاداری کے جلوسوں کے بارے میں تنازعات، جن میں کچھ جگہوں پر پابندیاں عائد ہوگئی تھیں[282]، خاص طور پر کشمیر اور پنجاب کے بعض علاقوں میں 1920ء کی دہائی کے آخر سے۔ AISC نے بیرونِ ملک پیش آنے والے بعض واقعات پر بھی ردِعمل ظاہر کیا، جیسے 1912ء میں مشہد میں شیعہ مقدس مقامات کی خلاف ورزی[283]، 1920ء میں عراق میں شیعہ علماء اور برطانوی حکام کے درمیان تصادم[284]، اور 1926ء میں مدینہ میں معزز شیعہ شخصیات کے مقبروں کی تباہی[285]۔ تاہم 1929ء تک، AISC نے عمومی طور پر کسی بھی سیاسی مسئلے سے گریز کیا۔ اُسی سال، جب میونسپل اور ڈسٹرکٹ کونسلز کے انتخابات میں کئی شیعہ امیدوار شکست خوردہ ہوئے، تو اِس کے نتیجے میں شیعوں میں مسلمانوں کے لیے مخصوص نشستوں کے خاتمے کی وسیع

پیمانے پر مطالبات اُٹھے[286]۔ پھر بھی، AISC، جواب بھی قدامت پسند زمینداروں اور دیگر سرکردہ شخصیات کے زیر اثر تھا، ایسے موقف کے اختیار سے بہت دُور تھا، کیونکہ اس کا مطلب تھا کہ وہ کانگریس کے اہم موقف کو اپنا لے اور مسلم لیگ کی بنیاد سے قائم شدہ پالیسی کو مسترد کر دے[287]۔ مگر اُس وقت جب مسلم لیگ منتشر تھی اور برطانیہ مخالف قوم پرستی عروج پر تھی، جدید تعلیم یافتہ شیعہ دانشور طبقے کے کچھ حصے نے بالکل یہی کیا، اور 1929 میں آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (AISPC) کی بنیاد رکھی[288]۔

اگلے اٹھارہ سالوں کے دوران آزادی تک، AISPC بھارتی قوم پرستی کے اصولوں کے مطابق کانگریس کے خطوط پر پُرعزم رہی اور ساتھ ہی شیعہ گروہی مطالبات کو زیادہ پُرزور انداز میں پیش کرتی رہی[289]۔ کانگریس کے قریب رہنے کے باعث، AISPC کو لکھنؤ میں 1932ء کی آل پارٹیز کانفرنس اور 14 جولائی 1934ء کو مسلم یونٹی بورڈ کے اجلاس کے دوران" ہندوستانی شیعوں کی واحد نمائندہ تنظیم" کے طور پر تسلیم کیا گیا[290] مگر اِس نے روایتی شیعہ قیادت میں دشمنی بھی پیدا کر دی۔ 1935ء میں، لکھنؤ کے ممتاز وکیل اور اُتر پردیش قانون ساز اسمبلی کے رکن سید علی ظہیر[291] (1896ء–1970ء) نے اَوَدھ کے سابق شاہی خاندان کے سامنے ایک بل پیش کیا، جس کا مقصد مختلف شیعہ ٹرسٹوں کی انتظامیہ کو جمہوری شکل دینا تھا۔ 1937ء میں، جب وہ آل پارٹیز شیعہ کانفرنس کے سیکرٹری جنرل بنے، تو AISPC نے کھلے عام کانگریس کے ساتھ مسلم لیگ کے خلاف اتحاد قائم کیا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1940ء کی دہائی کے وسط تک یہ اتحاد خود شیعہ کمیونٹی کے اندر تقریباً الگ تھلگ ہو کر رہ گیا[294]۔ اِس کے برعکس، پنجاب شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (PuSPC)، جو 1936ء کے PuSPC اِجلاس کے دوران لدھیانہ میں قائم ہوئی، یونینسٹ پارٹی کے قریب رہی[295]۔ اس نے 1938ء میں مسلم لیگ کے ساتھ مشروط تعاون کا اعلان کیا اور 1943ء میں اِس پالیسی کو دوبارہ تصدیق دی[296]۔

شیعہ اور تحریک پاکستان

1939ء تک مسلمانوں کی سیاسی بیداری میں شیعہ حصّہ

اگرچہ سنیوں کے ساتھ صدیوں پرانے تنازعات نے برصغیر پاک و ہند میں شیعہ فرقہ پرستی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور اس وقت بھی جاری ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ برطانوی راج کے دور میں اس طرح کے تنازعات سے ہندوستانی شیعوں کی صرف چھوٹی سی اقلیت ہی شدید متاثر ہوئی تھی۔ انیسویں صدی کے اواخر سے شیعہ دانشور اور سیاسی اشرافیہ کے زیادہ تر ارکان شیعہ سنی مسائل کے مقابلے میں ہندوستانی سیاسی خود ارادیت اور/ یا ہندو اکثریت کے سامنے مسلم خود مختاری کی عظیم تحریکوں سے زیادہ فکر مند تھے[1]۔ لیکن ممتاز ہندوستانی شیعوں کے شیعہ فرقہ پرستی کے رویے سے قطع نظر، بعد میں اُن کے تمام ہم مذہبوں نے اُن کی کامیابیوں کا ”دوبارہ دعویٰ“ کیا ہے۔ پاکستان کے قیام کے بعد سے ہی فرقہ وارانہ شکایات یا مطالبات کا اظہار کرنے والے شیعہ اپنے ہم وطنوں کو تحریک پاکستان کی کامیابی میں شیعوں کی عظیم خدمات کی یاد دہانی کراتے رہے ہیں[2]۔

ہندوستان میں ”مسلم قوم پرستی“ کی ترقی میں شیعہ کمیونٹی کا کردار واقعی اہم رہا ہے، خواہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے دائرہ کار میں رہا، جس نے بالآخر پاکستان کے لیے جدوجہد کی قیادت کی، یا ان تنظیموں اور تحریکوں میں، جنہیں ماضی کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ اُس مقصد (جو رسمی طور پر صرف 1940ء میں اختیار کیا گیا) کی راہ ہموار کرنے والی سمجھی جاسکتی ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی جدیدیت کے کچھ پیشرو بھی شیعہ ہی تھے۔ تفضّل حسین کشمیری (1727ء-1801ء)، جو اودھ کے متعدد نوابوں کے زیرِ اثر خدمات انجام دیتے رہے، نے ریاضیات، طبیعیات اور فلکیات پر مقالے لکھے، اِس کے علاوہ مغربی فلسفیانہ اور سائنسی تصانیف کا عربی میں ترجمہ بھی کیا[3]۔ مرزا ابو طالب خان (1752ء-1806ء) نے 1798ء سے 1803ء کے دوران انگلینڈ اور دیگر یورپی ممالک کے سفر کے بعد Masîr-i Tâlibî fî bilâd-i Afranjî (مسیر طالبی فی بلاد الافرنجی) نامی سفرنامہ لکھا، جسے ”اینگلو سیکسن تہذیب کا ایک یادگار جائزہ“ اور ”بین الثقافتی رابطے کے پہلے مرحلے کا ایک سنگِ میل“ قرار دیا گیا[4]۔ مولانا محمد باقر دہلوی (وفات 1857ء)، جو دہلی کالج میں استاد تھے، نے 1835ء میں ہفت روزہ دہلی اردو اخبار کا آغاز کیا، جو اُردو کے پہلے اعلیٰ معیار کے اخباروں میں شمار ہوتا ہے[5]۔ سید کرامت علی جونپوری (وفات 1876ء)، جو کابل میں برٹش انڈیا حکومت کے نمائندے اور بعد میں ہوگلی (بنگال) میں محسنیہ وقف کے متولی رہے، نے قرآن وحدیث کی تشریح کو اپنی عظیم تصنیف Risala fi maakhidh al ulum (رسالہ فی ماخذ العلوم) میں جدید سائنس کی رہنمائی کے طور پر پیش کیا[6]۔

1857-1858ء کی ناکام بغاوت کے بعد کے عشروں میں بعض شیعہ حضرات سرسیّد احمد خان اور اُن کی مسلم تعلیمی اصلاحی تحریک سے نہایت قریبی طور پر وابستہ رہے۔ مولوی چراغ علی (1844-95ء)، جنہوں نے ابتدا میں متحدہ صوبہ جات اور بعد ازاں ریاستِ حیدر آباد (دکن) کی سول سروس میں نمایاں کیریئر بنایا، نے قرآن وحدیث کی جدید تعبیر پر مبنی اپنی تحریروں کے ذریعے سرسیّد احمد خان کو بہت

متاثر کیا۔ جہاد کی اُن کی معذرت خواہانہ تعبیر سرسید احمد خان کے اُس موقف کے بالکل ہم آہنگ تھی کہ ہندوستانی مسلمان برطانوی اقتدار کے ساتھ مصالحت پیدا کریں[7]۔ 1864ء میں جب سرسیّد نے ہندوستانی مسلمانوں میں مغربی علوم متعارف کرانے کے لیے ایک انجمن قائم کی تو اِس کا سب سے پُرجوش خیر مقدم مولانا سراج حسین نے کیا، جو شیعہ مجتہد محمد قلی کنتوری کے فرزند تھے[8]۔ سرسیّد کے ساتھ تعاون کرنے والے شیعہ جدیدیت پسندوں میں سب سے مؤثر شخصیت سید امیر علی (1849ء-1928ء) کی تھی، جو کلکتہ سے تھے اور جنہوں نے عدلیہ اور سیاست، دونوں میدانوں میں، نمایاں مقام حاصل کیا[9]۔ اُن کی شہرۂ آفاق کتاب The Spirit of Islam، جو پہلی بار 1891ء میں لندن سے شائع ہوئی، پیغمبرِ کے خلاف عیسائی مصنفین کی تنقیدات کا جواب دینے والی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی تحریروں میں شمار ہوتی ہے[10]۔ اپنی دوسری اہم تصنیف A Short History of the Saracens (1900ء) میں انہوں نے شیعہ-سنّی اختلاف کے بنیادی نکتے کو پاٹنے کی کوشش کی اور خلافتِ علی کو "رسولی" (apostolic) اور ان سے قبل تین خلفا کی خلافت کو "پاپائی" (pontifical) قرار دے کر ایک مصالحتی تعبیر پیش کی[11]۔ اِس کے ساتھ ہی وہ خلافت تحریک کے دوران مسلم اتحاد کی خاطر اپنے شخصی شیعہ عقائد کو پس پشت ڈالنے کے لیے بھی آمادہ نظر آتے ہیں۔ 1877ء میں سید امیر علی نے نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن قائم کی، جو ہندوستانی مسلمانوں کی پہلی باقاعدہ سیاسی تنظیم تھی، اگرچہ عوامی سطح پر اِس کا اثر محدود رہا[12]۔ 1882ء میں انجمن نے وائسرائے لارڈ رِپن کی خدمت میں ایک یادداشت پیش کی، جس کا جواب اُن کے جانشین لارڈ ڈفرن نے دیا۔ یہ جواب اُس زمانے میں برطانوی ہندوستان کی حکومت کے سربراہ کی جانب سے مسلمانوں کے بارے میں جاری ہونے والا سب سے اہم پالیسی بیان سمجھا گیا، وہ بھی اُس دَور سے قبل جب 1906ء میں لارڈ منٹو نے مسلم وفد کے مطالبات کے جواب میں اپنا مشہور اعلان جاری کیا تھا[13]۔ سید امیر علی بھی، سرسید احمد خان ہی کی طرح، نہایت سرعت سے انڈین نیشنل کانگریس (قائم شدہ 1885ء) کے پروگرام کو مسلمانوں کے مفادات کے لیے نقصان دہ قرار دینے میں پیش پیش تھے۔ 1887ء میں انہوں نے مسلمانوں کی ایک ہمہ گیر آل انڈیا کانفرنس بلانے کی کوشش کی تاکہ کانگریس کے مقابل ایک مؤثر آواز پیدا کی جاسکے، لیکن وہ اپنی یہ سعی کامیابی سے ہمکنار نہ کرسکے[14]۔

سرسید احمد خان کی سب سے اہم یادگار، محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علیگڑھ (قائم شدہ 1877ء)، کی تعمیر و ترقی میں شیعہ برادری نے نہایت نمایاں کردار ادا کیا[15]۔ اُس وقت، جب 1872ء میں اس کالج کے قیام کے لیے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع ہوئی، شیعہ حضرات نہ صرف مالی اعانت کرنے والوں میں شامل تھے بلکہ چندہ مہم کی قیادت بھی کر رہے تھے[16]۔ چندہ دینے والوں میں محمود آباد کے راجا امیر حسن خان (وفات 1903ء) بھی شامل تھے، جو لکھنؤ کے قریب ایک بڑے جاگیردار خاندان کے وارث تھے[17]۔

اگرچہ اُنہوں نے 1888ء میں اپنی سالانہ امداد واپس لے لی، لیکن سید حسین بلگرامی کی کوششوں سے ریاستِ حیدر آباد کے شیعوں نے فوراً اس کمی کو پورا کر دیا[18]۔ 1904ء میں اور پھر 1910ء میں محمود آباد کے راجا محمد علی محمد خان (1879ء-1931ء)- جو راجا امیر حسن خان کے بڑے صاحبزادے اور جانشین تھے- نے علیگڑھ کالج کے لیے ایک لاکھ روپے کے عطیات پیش کیے[19]۔ 1906ء میں کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دلانے کے لیے قائم کی گئی فنڈ ریزنگ کمیٹی کی صدارت بھی اُنہوں نے کی اور اِس مقصد کے لیے پورے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا دَورہ کیا[20]۔ 1920ء سے 1923ء تک وہ نئی قائم شدہ علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے[21]۔ علیگڑھ میں مسلم

یونیورسٹی کے قیام کی ابتدائی تحریک ایک اور شیعہ رہنما، آغا خان سوم (1877ء-1957ء) نے جنوری 1903ء میں بمبئی میں منعقدہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں پیش کی تھی[22]۔ یہ کانفرنس، جو سید احمد خان نے 1886ء میں قائم کی تھی، پورے ہندوستان میں جدید مسلم تعلیمی ادارے قائم کرنے کے مقصد سے علیگڑھ کالج کے مقاصد کی تکمیل کرتی تھی[23]۔ شیعہ حضرات نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی سرگرمیوں میں نہایت فعال کردار ادا کیا اور مختلف شہروں میں اِس کے سالانہ اجلاسوں کی صدارت بھی اکثر انہی کے حصے میں آتی رہی[24]۔

علیگڑھ کالج بھی مسلکی تنازعات سے بالکل مبرا نہ تھا، مگر اس کا سیکولر اور جدید تعلیم پر مبنی رجحان اُسے نہ صرف سنیوں بلکہ بالخصوص اعلیٰ طبقے کے شیعوں کے لیے بھی یکساں طور پر پرکشش بناتا تھا۔ یہی ادارہ آگے چل کر پورے برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی بیداری کا سرچشمہ ثابت ہوا اور مسلم لیگ اور پھر تحریک پاکستان کے لاتعداد رہنماؤں نے یہیں سے تربیت و رہنمائی حاصل کی۔ اگرچہ سرسید احمد خان کے اسلامی فکر کے متعلق انتہائی جدید اور جسارت آمیز نظریات کو شیعہ اور سنی دونوں مذہبی حلقوں کی جانب سے خاصی تنقید کا سامنا کرنا پڑا، تاہم اُن کے سب سے سخت مخالفین سنی اصلاحی تحریکوں، جیسے دیوبندی مکتبِ فکر اور اہلِ حدیث، سے تعلق رکھتے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اِنہی مسلکی پس منظر رکھنے والے بہت سے سنی علما بعد ازاں جناح اور مطالبۂ پاکستان کے بھی شدید مخالف بن گئے[26]۔

اُنیسویں صدی کے آخری عشروں میں ہندو قوم پرستی کے عروج نے مسلمانوں کی سیاسی بیداری کو غیر معمولی طور پر مہمیز دی۔ ایک اہم مسئلہ جس نے شیعہ اور سنی دونوں کو ہندوؤں کے مقابلے میں یکجا کر دیا، ہندی-اُردو تنازعہ تھا۔ یہ تنازعہ 1867ء میں اُس وقت بھڑکا جب ہندو حلقوں نے شمال مغربی صوبوں میں اردو کی جگہ ہندی کو انگریزی کے ساتھ دوسری سرکاری زبان بنانے کی تحریک چلا دی[27]۔ اگرچہ اُنہیں جزوی کامیابی ہی ملی لیکن 1895ء میں اُنہوں نے ایک نئی مہم شروع کی، جس کے نتیجے میں 1900ء میں ہندی کو عدالت کی سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوگیا۔ اُسی سال سرسید احمد خان کی وفات کے بعد علیگڑھ کالج کے سربراہ نواب محسن الملک نے "اُردو ڈیفنس ایسوسی ایشن" قائم کی[28]۔ اِس جوابی مہم میں شیعہ رہنماؤں نے نمایاں کردار ادا کیا، جن میں الہ آباد اور لکھنؤ[32] کے نامور قانون دان-سید کرامت حسین (1852ء-1917ء)[29]، حامد علی خان (وفات 1923ء)[30] اور خواجہ غلام الثقلین[31]-خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ مسلمانانِ ہند کے شدید احتجاج بھی اردو کو اُس کے سابقہ ممتاز مقام کے زوال سے نہ بچا سکے، مگر اِس ساری کشمکش نے مسلمانوں کی سیاسی تنظیم سازی کی راہ ضرور ہموار کر دی۔ یہاں بھی متعدد شیعہ شخصیات نے کلیدی کردار ادا کیا، جن میں بالا الذکر تینوں[33] کے علاوہ سید حسین بلگرامی[34]، سید امیر علی اور آغا خان سوم کے نام نمایاں ہیں۔

آخری محرّک وہ تھا جو اگست 1906ء میں اُس وقت سامنے آیا جب ہندوستان کے لیے برطانوی سیکرٹری آف سٹیٹ جان مورلے نے آئینی اصلاحات کا اعلان کیا۔ یکم اکتوبر 1906ء کو آغا خان کی قیادت میں 35 رُکنی مسلمان وفد نے شملہ میں وائسرائے لارڈ منٹو سے ملاقات کی اور ایک مفصل یادداشت پیش کی، جس میں دو بنیادی مطالبات شامل تھے یعنی تمام بلدیاتی اور صوبائی انتخابات میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقے، اور تمام منتخب مجالس میں مسلمانوں کو بھاری نمائندگی (Weightage) یعنی اُن کی آبادی کے تناسب سے زیادہ نشستیں دی جائیں[35]۔ لارڈ منٹو کی طرف سے نہایت موافق جواب موصول ہونے کے بعد اِس وفد کے اثرات مزید بڑھ گئے اور اِسی سلسلے کی کڑی کے طور پر 30 دسمبر 1906ء کو ڈھاکا میں، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر، آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔

لیگ کی پہلی عبوری کمیٹی[37] میں متعدد شیعہ رہنما شامل تھے، جن میں سید کرامت حسین، حمید علی خان، خواجہ غلام الثقلین، سید حسین بلگرامی اور سید علی امام (1869ء-1932ء)[36] قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ آغا خان نے ڈھاکا کے اجلاس میں شرکت نہیں کی مگر اُنہیں اعزازی صدر منتخب کیا گیا، اور 1907ء میں کراچی میں League کے پہلے باقاعدہ اجلاس سے لے کر 1913ء میں اپنے استعفیٰ تک وہ اِس کے مستقل صدر رہے[38]۔ مسلم لیگ کا آغاز بنیادی طور پر ایک اشرافیائی (elitist) تنظیم کے طور پر ہوا تھا، اور آغا خان کو اِس کی قیادت اِس لیے سونپی گئی کہ وہ غیر معمولی سیاسی بصیرت، سفارتی حکمت عملی اور لندن و کلکتہ کے اعلیٰ ترین برطانوی حلقوں میں غیر معمولی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔

مسلم لیگ کی تشکیل کے ابتدائی مرحلے ہی سے شیعہ رہنماؤں نے نہایت اہم کردار ادا کیا، اور یہ کردار قیام پاکستان تک جاری رہا۔ ابتدائی برسوں میں، آغا خان - جو بحیثیت اسماعیلی امام ایک منفرد حیثیت رکھتے تھے - کی شخصیت کے علاوہ جن شیعہ رہنماؤں کی خدمات قابل ذکر ہیں، ان میں سید امیر علی، سید وزیر حسن، راجہ محمد علی محمد آف محمود آباد، اور نواب فتح علی قزلباش شامل ہیں۔ سید امیر علی، جو 1904ء میں کلکتہ ہائی کورٹ سے ریٹائرمنٹ کے بعد انگلستان میں مقیم ہو گئے تھے، نے 1908ء میں لندن میں مسلم لیگ کا ایک شاخ قائم کی[39]۔ آغا خان کے ساتھ مل کر انھوں نے برطانوی دارالحکومت میں مسلم مفادات کے تحفظ کے لیے سرگرم لابنگ کی اور اِس بات کو یقینی بنایا کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ انتخابی حلقوں کے جس وعدے کا اظہار 1906ء میں کیا گیا تھا، اُسے 1909ء کے انڈین کونسلز ایکٹ (مورلے-منٹو ریفارمز ایکٹ) کے ذریعے باقاعدہ قانون کا درجہ حاصل ہو[40]۔ اُنہوں نے مسلم لیگ کے تیسرے سالانہ اجلاس (دہلی، جنوری 1910ء) کی صدارت عدم موجودگی میں کی اور مسلمانوں کو برطانوی حکومت کے ساتھ وفادارانہ تعاون، اور مسلم معاشرے کے معاشی، سماجی اور تعلیمی مسائل کے حل کے لیے مزید کوششوں کی تلقین کی[41]۔ 1913ء میں اُنہوں نے مسلم لیگ سے استعفیٰ دے دیا، کیونکہ لیگ کی برطانوی ہند حکومت پر بڑھتی ہوئی تنقید اُن کے نقطہ نظر سے متصادم ہو چکی تھی[42]۔ نواب قزلباش نے بھی 1913ء میں لیگ کو ایک مضبوط Pro-British پالیسی پر برقرار رکھنے کی ناکام کوشش کے بعد اُس سے کنارہ کشی اختیار کر لی[43]۔

اگر آغا خان، سید امیر علی اور قزلباش مسلم لیگ کے وفادار، قدامت پسند اور برطانوی حکومت نواز پس منظر کی نمائندگی کرتے تھے، تو لکھنؤ کے نامور وکیل سید وزیر حسن (1872ء-1947ء)[44] نے مسلم لیگ کو کانگریس کے قومی مقاصد سے ہم آہنگ کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 1910ء میں وہ لیگ کے جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئے اور 1913ء سے 1917ء تک سیکرٹری جنرل کے منصب پر فائز رہے۔ 1912ء میں اُنہوں نے لیگ کا ایک نیا دستور مرتب کیا جس میں یہ مقصد شامل کیا گیا کہ ہندوستان کے لیے "ایسی خود مختار حکومت کا حصول لازم ہے جو ملک کی ضروریات کے مطابق ہو"[45]۔ 1911ء کے بعد لیگ اور برطانوی حکومت کے تعلقات سرد پڑنے لگے، خصوصاً 1905ء کی تقسیم بنگال کی منسوخی اور طرابلس و بلقان کی جنگوں کے موقع پر مسلمانوں کی خلافت عثمانیہ کے ساتھ ہمدردی کے باعث[46]۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران جب سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا اور برطانوی حکومت ہند نے محمد علی، شوکت علی اور چند دیگر معروف ترک نواز رہنماؤں کو گرفتار کر لیا، تو یہ فاصلہ مزید بڑھ گیا[47]۔ ان حالات نے مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان تاریخ کی سب سے بڑی قربت کو جنم دیا، جو دسمبر 1916 کے لکھنؤ معاہدے کی صورت میں سامنے آئی - جس کی تشکیل میں سید وزیر حسن نے اہم حصہ لیا، اگرچہ اِس کے اہم مسلم معمار محمد علی جناح اور راجہ محمد علی محمد آف محمود آباد تھے[48]۔

محمود آباد کے راجا- جو سید وزیر حسن کے ذاتی دوست اور حامی تھے- 1907ء سے مسلم لیگ کے نائب صدور میں شامل تھے اور 1915ء سے 1918ء تک مسلم لیگ کی صدارت کے منصب پر فائز رہے[49]۔ 1910ء میں جب مسلم لیگ کا مرکزی دفتر علیگڑھ سے لکھنؤ منتقل ہوا تو راجا نے سالانہ 3 ہزار روپے چندہ مقرر کرکے اِس کی مستقل مالی سرپرستی بھی سنبھال لی[50]۔ بنیادی طور پر وہ برطانوی حکومت کے وفادار تھے، لیکن خود حکمرانی اور ہندوستان کی سیاسی خود مختاری کے معاملے میں وہ آغا خان کی نسبت کہیں زیادہ پرجوش تھے۔ 1915ء میں اُنہوں نے محمد علی اور شوکت علی کی حمایت اُس وقت کی جب اَوَدھ کے ہی ایک اور شیعہ رئیس، رام پور کے راجہ حمید علی خان، نے اُن کی اِملاک ضبط کرلی تھیں۔ تاہم ہندوستان میں مسلم مفاد کے لیے راجہ محمود آباد کی شاید سب سے اہم خدمت، جس میں سید وزیر حسن بھی برابر کے شریک تھے، یہ تھی کہ اُنہوں نے 1913ء میں محمد علی جناح کو مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا[52]۔

محمد علی جناح (1876ء-1948ء)- جو آگے چل کر قائدِ اعظم (''عظیم رہنما'') اور پاکستان کے بانی کی حیثیت سے معروف ہوئے- پاکستان کے قیام کے بعد سے شیعہ برادری کے لیے سب سے بڑی افتخار انگیز شخصیت رہے ہیں۔ تاہم اپنی پوری سیاسی زندگی میں جناح نے کبھی بھی ایسی سوچ یا رویہ اختیار نہیں کیا جسے کسی بھی درجے میں شیعہ فرقہ وارانہ ذہنیت سے تعبیر کیا جاسکے۔ اگرچہ وہ پیدائشی طور پر ایک خوجہ اسماعیلی تھے، لیکن 1904ء کے لگ بھگ اُنہوں نے اثنا عشری شیعہ مسلک اختیار کرلیا- یہ اور بات ہے کہ اُنہوں نے اِس کے مذہبی مباحث یا فقہی تفصیلات سے کبھی خاص دل چسپی نہیں لی[53]۔ 1906ء میں اُنہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز انڈین نیشنل کانگریس سے کیا، اپنے ممتاز بمبئی دوست جسٹس بدرالدین طیب جی کی تقلید میں[54]۔ 1910ء میں وہ مجلسِ قانون سازِ ہند کے رکن منتخب ہوئے، اور وہیں اُنہوں نے ایک ایسے بِل کے ذریعے پہلی نمایاں کامیابی حاصل کی جس نے اوقاف سے متعلق کچھ برطانوی قوانین کو- جو شریعت کے منافی سمجھے جاتے تھے- منسوخ کروادیا[55]۔ اِن خدمات کے اعتراف میں مسلم لیگ کے رہنماؤں نے اُن کی تحسین کی اور اُنہیں دسمبر 1912ء سے لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کی دعوت دی۔ جب 1913ء میں اُنہوں نے باضابطہ مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تو وہ ''ہندو مسلم اتحاد کے سفیر'' کی حیثیت سے آئے- ایک ایسا مقصد جس سے وہ 1928ء تک نہایت دشوار حالات کے باوجود وابستہ رہے[56]۔ بعد کے برسوں میں جناح کا ایک مضبوط مسلم ترجمان کے طور پر اُبھرنا، ایک ''معاند'' ہندو اکثریت کے تناظر میں، خالصتاً سیاسی محرکات پر مبنی تھا، اور اِس کے ساتھ ہی اُنہیں بین المسالک جھگڑوں سے حقیقی نفرت بھی تھی[57]۔ اُنہوں نے اتنی یکسوئی سے اپنی شیعہ شناخت کو پس منظر میں رکھا کہ اُن کی وفات کے بعد، بہت سے سنی بھی پورے یقین کے ساتھ اُنہیں اپنے ہی مسلک سے وابستہ قرار دینے لگے[58]۔

محمد علی محمد خان محمود آباد (جنہیں 1925ء میں مہاراجہ کا خطاب دیا گیا) ہندوستانی مسلم اشرافیہ میں جناح کے متموّل ترین مؤکلوں اور قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے، جو اُنہیں ہمیشہ فراخ دلی سے اپنی میزبانی پیش کرتے رہے۔ اُنہوں نے اپنے صاحبزادے اور جانشین امیر احمد خان کی کم سِنی کے دوران، اپنی جائیدادوں کے سات ٹرسٹیوں میں سے پہلے ٹرسٹی کی حیثیت سے جناح کو نامزد بھی کیا (نیچے ملاحظہ کریں)[60]۔ شیعہ برادری کے بعض مشترکہ مفادات، مثلاً لکھنؤ میں شیعہ کالج کے قیام، کی وہ حمایت کرتے تھے[61]، لیکن اُن کی سخاوت سے علی گڑھ کالج، مسلم لیگ اور غیر فرقہ وارانہ اداروں جیسے لکھنؤ یونیورسٹی اور میڈیکل کالج نے اِس سے بھی زیادہ فائدہ اٹھایا[62]۔

اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھنے والے بہت سے شیعہ حضرات کی علی گڑھ کالج، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور مسلم لیگ جیسے برصغیر کے مشترکہ

مسلم منصوبوں میں شمولیت شاید فطری تھی، کیونکہ اِن سرگرمیوں کے ثمرات سے سب سے زیادہ فائدہ اُنہیں ہی پہنچتا تھا۔ اِس کے برعکس، پہلی جنگِ عظیم کے بعد کے برسوں میں تحریک خلافت کی شیعہ حمایت قدرے مصنوعی سی محسوس ہوتی ہے، اگرچہ سیاسی پس منظر کو دیکھتے ہوئے اِسے سمجھا جاسکتا ہے۔ الوحدۃ الاسلامیہ اور عثمانی سلطان وخلیفہ سے جذباتی وابستگی - جو اُس وقت عالمی سطح پر اثر ونفوذ رکھنے والے آخری مسلم حکمران تھے - اُنیسویں صدی کی آخری دہائیوں سے ہی ہندوستان میں اثر انداز ہو چکی تھی، جسے 1879ء سے 1892ء تک سید جمال الدین افغانی کی حیدر آباد اور کلکتہ میں سرگرمیوں نے مزید مہمیز دی[63]۔

کئی شیعہ حضرات نے مصیبت زدہ عثمانی سلطنت کے لیے ہمدردی کا اظہار کیا، جن میں سب سے نمایاں سید امیر علی اور بدر الدین طیب جی تھے[64]۔ 1919ء میں پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست کے بعد مسلمانوں میں اِس کے ساتھ برتاؤ کے خلاف ناراضی عروج پر پہنچی، اور یہ عمومی غصے کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی جو برطانوی وعدوں سے انحراف کے سبب پیدا ہوا، جو ہندوستان میں خود حکمرانی کے وعدے سے متعلق تھے[64]۔ 1919ء کے آخر سے 1922ء تک مسلم لیگ اُس وقت کے سخت قوم پرست اور دیوبندی سنی رہنماؤں کی قیادت میں تحریک خلافت اور 1920ء میں شروع کی گئی گاندھی کی تحریک عدم تعاون کے سبب بے اثر ہو کر رہ گئی[65]۔ تحریک خلافت کے بنیادی مطالبات میں خلافت کی بقا کو ایک دنیاوی اور روحانی ادارہ کے طور پر برقرار رکھنا اور عثمانی سلطنت کی سالمیت شامل تھی، جس کا مطلب حجاز میں اسلام کے مقدس مقامات پر ترکی کا کنٹرول بحال کرنا تھا[66]۔ چونکہ گاندھی اور دیگر ہندو کانگریس کے رہنماؤں نے حکمت عملی کے تحت خلافت تحریک کے ساتھ یکجہتی کا اعلان کیا تھا، اِس لیے شیعہ رہنماؤں کے لیے غیر جانبدار رہنا مشکل تھا۔ راجہ محمود آباد نے ستمبر 1919ء میں لکھنؤ میں ہونے والی پہلی تحریک خلافت کانفرنس کی میزبانی اور مالی اعانت کی[67]، اور جناح - جو ستمبر 1919ء میں مسلم لیگ کی صدارت کے لیے منتخب ہوئے - نے عثمانی سلطنت اور خلافت کی لوٹ مار کو "ہمارے ایمان پر حملہ" قرار دیا[68]۔ بعد میں دونوں نے تحریک خلافت سے فاصلے اختیار کر لیے، لیکن لیگ کے ایک اور شیعہ رکن سید رضا علی (1882ء-1949ء)[69] نے 1922ء اور 1923ء میں ہندوستانی قانون ساز اسمبلی کی نمائندگی کرتے ہوئے وائسرائے کے سامنے ترکی کے حق میں دلائل پیش کیے[70]۔ نومبر 1923 تک، یعنی اِس کے ایک سال بعد کہ ترکی کی قومی اسمبلی نے سلطان عبد المجید کی دنیاوی اختیارات کو ختم کر دیا تھا، آغا خان اور سید امیر علی نے وزیر اعظم اسمیت پاشا کو ایک خط لکھا، جس میں اُن کے عہدے کی اہمیت اور دائرہ اختیار بڑھانے کی درخواست کی گئی۔ اُنہیں یہ جواب دیا گیا کہ شیعہ ہونے کی حیثیت سے وہ ہندوستان کے سنی مسلمانوں کے نمائندے نہیں بن سکتے، اور اُن کا یہ خط صرف ترکی کے اِس فیصلے کو تیز کرنے کا سبب بنا کہ مارچ 1924ء میں خلافت کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے[71]۔

1920ء کی دہائی میں ہندوستان میں مسلم سیاست پر شیعہ حضرات - جناح بھی شامل - کا اثر ورسوخ پہلی صدی کی دو دہائیوں کے مقابلے میں کم ہو گیا تھا، جس کی بڑی وجہ تحریک خلافت اور دیگر ناکام مہمات کے بعد پیدا ہونے والا سیاسی افراتفری کا ماحول تھا۔ مسلم قیادت مزید تقسیم کا شکار ہو گئی، نئی تنظیموں کے اُبھرنے کے ساتھ، جیسا کہ جمعیت العلماء ہند (JUH)[72]، تحریک خلافت کانفرنس، اور بعد میں مجلس احرار اسلام[73]۔ 1928ء میں حتیٰ کہ مسلم لیگ بھی الگ ہو گئی، جب الگ انتخابی حلقوں اور برطانوی کمیشن کے ذریعے ہندوستانی آئینی مسائل کے حل کے سلسلے میں مناسب ردّعمل کے معاملات پر اختلافات پیدا ہوئے[74]۔

اِس موقع پر، مہاراجہ محمود آباد، جو دسمبر 1928ء میں ایک سال کے لیے دوبارہ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے، جناح سے اختلاف رکھتے تھے۔ وہ نہرو رپورٹ (موتی لال نہرو کی تیار کردہ برطانوی تجاویز کا متبادل) کو قبول کرنے کے لیے تیار تھے، جسے جناح نے اس لیے مسترد کر دیا تھا کیونکہ اس میں مسلمانوں کے لیے تحفظات شامل نہیں تھے[75]۔ سید علی امام، جو ڈرافٹنگ کمیٹی کے رکن تھے، رپورٹ کے حق میں اور بھی زیادہ تھے[76]۔ یکم جنوری 1929ء کو آغا خان دہلی میں ایک آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی صدارت کر رہے تھے، جسے اب تک ہندوستان میں مسلمانوں کی سب سے نمائندہ مجلس قرار دیا گیا[77]۔ اگلے چار سالوں میں آغا خان ایک بار پھر ہندوستانی مسلم سیاست کے مرکز میں رہے، خاص طور پر نومبر 1930ء سے دسمبر 1932ء تک لندن میں ہونے والی تین گول میز کانفرنسوں کے دوران[78]۔ ان کانفرنسوں کے نتیجے میں ایک اصلاحاتی پیکیج پیش کیا گیا (گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، جولائی 1935ء)، جس نے صوبوں کو الگ قانونی ہستی قرار دیا اور صوبائی انتخابی حق کو وسعت دی۔ مسلمانوں کے مطالبات کے تحت دیگر رعایتیں بھی دی گئیں، جیسا کہ سندھ کو بمبئی سے الگ انتظامی حیثیت دینا اور شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ کے پی) کو مکمل صوبائی اختیارات فراہم کرنا[79]۔

1929ء کے آغاز میں جناح کے پاس مسلم لیگ کا صرف وہ حصہ باقی رہ گیا جو اُس کے وفادار تھا۔ نومبر 1930ء میں وہ لندن روانہ ہوئے اور اگلے پانچ سالوں میں زیادہ تر وقت وہیں گزارا[80]۔ اِسی وجہ سے وہ لیگ کے 21ویں سالانہ اجلاس میں اِلہ آباد (29-30 دسمبر 1930ء) شریک نہ ہو سکے، جہاں محمد اقبال نے مشہور بیان دیا کہ ''پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک واحد ریاست میں ضم کرنا...... مسلمانوں، کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں، کی آخری تقدیر معلوم ہوتی ہے[81]۔'' مہاراجہ محمد علی محمد محمود آباد، جو چاہتے تھے کہ اقبال اس اجلاس کی صدارت کریں، مئی 1931ء میں وفات پا گئے، جس سے زوال پذیر مسلم لیگ کو مالی وسائل کا ایک اہم ذریعہ ہاتھ سے نکل گیا[82]۔ محمود آباد کی جائیداد سے مالی امداد صرف اُس وقت دوبارہ شروع ہوئی جب اُن کے بڑے بیٹے اور وارث، امیر احمد خان (1914ء-1973ء)[83]، نومبر 1935ء میں بالغ ہو گیا[84]۔

امیر احمد خان کی لڑکپن سے ہی جناح سے بہت زیادہ واقفیت تھی اور اُنہیں اپنے ''پیارے چچا''[85] کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ 1936ء سے جب وہ باضابطہ طور پر مسلم لیگ میں شامل ہوئے، تب سے قیامِ پاکستان تک وہ جناح کے سب سے وفادار اور قابلِ اعتماد حامیوں میں سے ایک تھے اور اُن کی جوانی کے باوجود اُنہیں اہم کام سونپے گئے تھے[86]۔ انتہائی امارت اور عیش و عشرت میں پروان چڑھنے کے باوجود، انہوں نے اپنی جوانی سے ہی ذاتی سادگی، سخاوت اور گہری مذہبی لگن کی شہرت حاصل کی[87]۔ اُن کی مذہبی جذباتیت کی وجہ سے 1940ء کی دہائی کے اوائل میں جناح کے ساتھ بعض اِختلافات پیدا ہوئے، جب وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ایک مذہبی ریاست کے قیام کے حق میں تھے[88]، مگر بعد میں یہ تمام اِختلافات دُور ہو گئے۔ 1933ء میں وہ اُنہی میں شامل تھے جنہوں نے جناح سے انگلینڈ سے واپسی اور لیگ کی قیادت دوبارہ سنبھالنے کا اِصرار کیا، اور تنظیم میں نئی جان ڈالنے کے لیے تمام مادی معاونت فراہم کرنے کا عہد کیا[89]۔

1934ء میں جناح دوبارہ مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے، تاہم وہ اکتوبر 1935ء تک مستقل طور پر ہندوستان واپس نہ آئے۔ محض صرف دو ہی برسوں میں وہ مسلم لیگ کو مسلمانوں کے سیاسی مطالبات منوانے کا ایک مؤثر اور توانا آلہ کار بنانے میں کامیاب ہو گئے، اور اِس

مرحلے پر اُنہیں بعض ممتاز شیعہ شخصیات کی نہایت اہم تائید بھی حاصل ہوئی۔ بمبئی میں مسلم لیگ کے چوبیسویں سالانہ اجلاس (11-12 اپریل 1936ء) کی صدارت سید وزیر حسن نے کی - وہ اجلاس جس نے، محققین کے مطابق "اس چھوٹی اور منتشر جماعت کو بتدریج ایک عوامی تحریک کی صورت دینے کے سست لیکن فیصلہ کن عمل کی بنیاد رکھی۔ اِس کے بعد مرکزی پارلیمانی بورڈ کے پہلے اجلاس (لاہور، 8-11 جون) کا انعقاد ہوا، جو جناح کی جانب سے تشکیل دیا گیا تھا، اور جس میں امیر احمد خان کو خزانہ دار مقرر کیا گیا۔ اگرچہ جناح اس وقت تک پنجاب کے بہت سے قد آور سیاست دانوں کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب نہ ہوئے تھے، لیکن اُن کے مدِّمقابل میاں فضل حسین، جنہوں نے اُسی برس پنجاب نیشنل یونینسٹ پارٹی کی از سرِ نو تنظیم کی تھی، اِتنے متفکر ضرور ہو گئے تھے کہ اُنہیں 22 جون 1936ء کو آغا خان کے نام اپنے خط میں شکایت لکھنی پڑی (اقتباس):

جناح بِلاوجہ اس میدان میں داخل ہو آئے ہیں، اور وہ بھی ہمارے لیے سخت نقصان دہ انداز میں... جناح کی مُداخلت اور اُن کے طرح طرح کے غیر سنجیدہ وعدے—کہ بمبئی کے رئیسوں اور محمودآباد کے مہاراجہ کی طرف سے خطیر رقوم فراہم ہوں گی—نے ہمارا کام خاصا مشکل بنا دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اخبارات بالعموم، اور مقامی زبان کے اخبارات بالخصوص، مالی ابتری کا شکار ہیں اور ہمیشہ کسی نہ کسی مدد کے مُتمنی رہتے ہیں...[91]

جناح کے نام اُس خط میں جن "بمبئی کے رئیسوں" کا ذکر آیا تھا، اُن میں بعض اسماعیلی اور اثنا عشری شیعہ سرمایہ دار شامل تھے، جیسے داؤد ناصر اور سیٹھ ابراہیم پیر بھائی۔ بمبئی ہی کے ایک شیعہ وکیل اور سیاست دان اسماعیل ابراہیم چندریگر (1897ء-1960ء) نے بھی اُس زمانے میں جناح کی تشکیل کردہ پارلیمانی بورڈ کی نامزدگی قبول کرلی، اور بعد ازاں وہ مسلم لیگ کی صوبائی شاخ کے سربراہ کے منصب تک پہنچے۔ بنگال میں شیعہ تاجر مرزا ابوالحسن اصفہانی (1902ء-1975ء) نہ صرف مسلم لیگ کے اہم مالی معاون تھے بلکہ جناح کے قریبی ذاتی دوستوں میں بھی شمار ہوتے تھے[94]۔

جنوری-فروری 1937 کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ محض 1585 میں سے 109 مسلم نشستیں حاصل کر سکی۔ پنجاب میں اِس کی کارکردگی نہایت مایوس کن رہی، جہاں 175 میں سے صرف دو نشستیں لیگ کے حصے میں آئیں، جب کہ یونینسٹ پارٹی نے 88 نشستیں جیت لیں[95]۔ کچھ ہی عرصے بعد 8 مزید ارکانِ صوبائی اسمبلی بھی لیگ کو چھوڑ کر یونینسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے، جن میں شیعہ رہنما راجہ غضنفر علی خان (1895ء-1963ء) بھی شامل تھے جو پنڈ دادن خان سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے[96]۔ مگر اُسی سال اکتوبر میں، سکندر حیات خان، جو جولائی 1936ء میں فضل حسین کی وفات کے بعد یونینسٹ پارٹی کی قیادت سنبھال چکے تھے، نے جناح کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا، جس کے تحت اُن کی جماعت نے ملّی (قومی) معاملات میں مسلم لیگ کے ساتھ "انضمام" اختیار کیا، البتہ پنجاب کے صوبائی معاملات میں اپنی علیحدہ شناخت اور خودمختاری برقرار رکھی[97]۔

یہ تاریخی سکندر-جناح پیکٹ دراصل قیامِ پاکستان کے راستے کا ایک فیصلہ کن سنگِ میل ثابت ہوا۔ یہ معاہدہ مسلم لیگ کے پچیسویں

سالانہ اجلاس (لکھنؤ، 18-15 اکتوبر 1937ء) کے موقع پر باضابطہ طور پر مستحکم ہوا، جس کی میزبانی امیر احمد خان نے محمود آباد ہاؤس کے وسیع احاطے میں کی[98]۔ نوجوان مہاراجہ نے اِس نہایت اہم اجلاس کی تیاریوں میں اپنی توانائیاں اور وسائل دِل کھول کر صرف کیے[99]۔ علاوہ ازیں یو پی کی صوبائی اسمبلی کی پانچ نشستوں پر ہونے والے ضمنی انتخابات میں مسلم لیگ کے تمام اُمیدواروں کے اخراجات بھی خود برداشت کیے[100]۔ اِجلاس کے دوران اُنہوں نے ایک اہم قرارداد بھی پیش کی، جو سماجی و معاشی مسائل اور اُن کے ممکنہ حل پر مرکوز تھی[101]۔ مزید براں، 30 دسمبر 1937ء کو، جناح کی خواہش اور ہدایت کے مطابق، امیر احمد خان کو مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا صدر منتخب کیا گیا، وہ تنظیم جس نے اگلی پوری دہائی کے دوران مسلم لیگ کو بے حد فعال اور پرجوش رضا کار فراہم کیے[102]۔ امیر احمد خان 1946ء میں اپنے استعفے تک اس فیڈریشن کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے[103]۔

جب 1937ء میں محمود آباد کے امیر احمد خان مسلم لیگ کے اندر نمایاں مقام تک پہنچ رہے تھے، عین اُس وقت سیّد وزیر حسن جناح سے علیحدہ ہو گئے اور اُسی برس لیگ سے نکال بھی دیے گئے[104]۔ اُن کے صاحبزادے سیّد علی ظہیر - جو 1930ء سے یو پی قانون ساز کونسل کے رکن تھے - کے علاوہ مسلم لیگ کے ایک اور شیعہ امیدوار کو بھی 1937ء کے صوبائی انتخابات میں شکست کا سامنا کرنا پڑا، جس کا سبب AISC کے ترجمان سرفراز نے ''سنّیوں کی زہریلی پروپیگنڈا مہم'' کو قرار دیا[105]۔ اِس کے بعد سیّد وزیر حسن اور سیّد علی ظہیر نے اپنے حامیوں کو AISPC (آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس) کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور اُنہیں کانگریس کی حمایت میں منظم کیا۔ اپریل 1937ء میں AISPC نے سبقت لیتے ہوئے نہرو کی مسلم عوامی رابطہ مہم کی بھرپور تائید کا اعلان کیا[106]، اور اُسی سال یہ قرارداد منظور کی کہ: ''چونکہ کانگریس اور AISPC کا سیاسی ہدف یکساں ہے، لہٰذا شیعوں کو چاہیے کہ کانگریس میں شامل ہوں اور جدوجہد آزادی میں دل و جان سے حصہ لیں[107]۔'' جناح اور اُن کے دیرینہ شیعہ رفیق کے مابین اِس قطعِ تعلق کی بنیادی وجہ بظاہر سیّد وزیر حسن کے بیٹے اور جناح کے لکھنؤ میں نئے حلیف چوہدری خلیق الزّماں (1889ء-1973ء) کے درمیان ذاتی رقابت تھی[108]۔ 1935ء میں اسی خلیق الزّماں نے ایک ''سخت مقابلے'' میں سیّد علی ظہیر کو شکست دے کر لکھنؤ میونسپل بورڈ کی صدارت حاصل کی تھی - اور اس وقت انہیں اپنے کانگریسی دوستوں کی مدد بھی حاصل تھی[109]۔ 1936ء میں خلیق الزّماں، مسلم یونٹی بورڈ کے اپنے رفقا کے ساتھ، مسلم لیگ کے پارلیمانی بورڈ میں شامل ہوئے۔ اُن رفقا میں دیوبندی علما اور جمعیت علمائے ہند کے سرکردہ رہنما، مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا احمد سعید بھی شامل تھے[110]۔ اسی سال جون میں پارلیمانی بورڈ کے اجلاس میں لیگ کے انتخابی منشور میں ایک شق شامل کی گئی، جس کے مطابق: ''خالص مذہبی نوعیت کے معاملات میں جمعیت علمائے ہند اور (شیعہ) مجتہدین کی رائے کو موزوں اہمیت دی جائے گی[111]۔'' 1937 کی انتخابی مہم کے دوران خلیق الزّماں نے JUH کے اُس مطالبے کی حمایت کی جس میں مدحِ صحابہ کے جلوسوں کی اجازت مانگی گئی تھی[112]، اگرچہ دو سال بعد جب یہی تنازعہ اپنی شدت کی انتہا کو پہنچا، تو انہوں نے مصالحتی کوششوں میں بھی حصہ لیا[113]۔

1936ء سے، جب جناح نے مذہبی گروہوں کو کچھ رعایتیں دینا ضروری سمجھا، فرقہ وارانہ تنازعات آہستہ آہستہ مسلم لیگ کے اندر سرایت کرنے لگے، اور یہ اُن بے شمار چیلنجوں میں سے ایک بن گئے جن سے انہیں مسلم لیگ کو ہندوستانی مسلمانوں کی ''واحد نمائندہ تنظیم'' کے طور پر مستحکم کرنے کی راہ میں سامنا کرنا پڑا۔ سیّد وزیر حسن اور AISPC کی ''علیحدگی'' کے بعد مسلم لیگ کی ایک ذیلی کمیٹی قائم کی گئی تاکہ

شیعہ برادری کے جائز تحفظات کا جائزہ لے سکے، مگر اس کمیٹی کی رپورٹ کبھی منظرِ عام پر نہ لائی گئی[114]۔ آنے والے برسوں میں جیسے جیسے مسلم لیگ مضبوط ہوتی گئی، جناح شیعہ برادری کے ''فرقہ وارانہ'' مطالبات سننے کے معاملے میں اُتنے ہی کم بردبار ہوتے گئے[115]۔ اگرچہ وہ خود شیعہ گروہی سوچ سے ناواقف تھے، پھر بھی اُنھوں نے لیگ کے اندر اہم ذمہ داریوں کے لیے شیعہ اور سنّی افراد کی تقرری میں ایک حد تک توازن قائم رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ مارچ 1938ء میں اُتر پردیش کے شیعہ راجہ سیّد محمد مہدی آف پیر پور کو اُس کمیشن کی سربراہی کے لیے منتخب کیا گیا جسے اُن صوبوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی تحقیقات پر مامور کیا گیا تھا جہاں کانگریس کی وزارتیں قائم تھیں[116]۔

اگرچہ مسلم لیگ اپنے صفوں میں موجود سنّی فرقہ پرست عناصر کو قابو کرنے میں کچھ کمزوریاں رکھتی تھی، تاہم جناح کا کام اس حقیقت نے خاصا آسان بنا دیا کہ سنّی علما کی دو سب سے بڑی تنظیموں- جمعیت علمائے ہند (JUH) اور مجلسِ احرار- کے اکثریتی دھڑے 1937ء میں کانگریس کے واضح ہندو نواز رجحان کے باوجود کانگریس ہی کے ساتھ وابستہ رہے۔ احرار کے رہنما مظہر علی اظہر (1895ء-1974ء)[117]- جو ستم ظریفی سے خود شیعہ تھے- نے لیگ کی جانب سے جناح کو ''قائدِ اعظم'' قرار دیے جانے کے فوراً بعد اُن کے لیے ''کافرِ اعظم'' جیسی نازیبا اِصطلاح وضع کی[118]، مگر بعد ازاں وہی احرار کے اُس دھڑے کے سربراہ بن گئے جس نے حصولِ پاکستان کی اسکیم کی حمایت کی[119]۔ احرار کا کانگریس نواز گروہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (1892ء- 1956ء) اور سید داؤد غزنوی (1895ء-1963ء) کی قیادت میں سرگرم تھا۔ جمعیت علمائے ہند نے بھی 1937ء کے انتخابات کے کچھ ہی عرصے بعد مسلم لیگ کی شدید مخالفت اختیار کر لی اور اپنے اُن تعلقات کو مزید مضبوط کیا جو اُس کے قیام (1919ء) ہی سے کانگریس کے ساتھ قائم تھے۔ اگرچہ اگلے برسوں میں بعض نمایاں علماء اِس جماعت سے الگ ہو گئے، لیکن دیوبندی اور اہلِ حدیث علماء کی اکثریت 1947ء تک جناح اور تحریک پاکستان کی مخالف ہی رہی[124]۔

قراردادِ لاہور سے قیامِ پاکستان تک

1939ء کی تبرّا تحریک کے تجربے نے یوپی اور دیگر ہندوستانی صوبوں کے اُن شیعوں کو سخت مایوسی میں مبتلا کر دیا جو اب تک کانگریس کی حمایت کرتے آئے تھے۔ تاہم اس تحریک نے شیعہ برادری میں مسلم لیگ کے مبینہ سنّی جانبدارانہ رویے کے خلاف ایک قابل توجہ ردِّعمل بھی پیدا کیا۔ برطانوی دورِ حکومت کے باقی برسوں میں ہندوستانی شیعوں کے اندر سیاسی وابستگی اور عملی لائحۂ عمل کے حوالے سے گہری تقسیم برقرار رہی؛ لیکن ایک انتہائی اہم حقیقت یہ سامنے آئی کہ کانگریس نواز شیعہ رہنما پنجاب سمیت اُن تمام علاقوں میں اپنا تقریباً مکمل اثر ورسوخ کھو بیٹھے جو 1947ء میں پاکستان کا حصہ بننے والے تھے۔ اگرچہ لکھنؤ بدستور کانگریس کے حامی شیعہ خواص کا مضبوط گڑھ رہا لیکن فیصلہ کن اہمیت رکھنے والے پنجاب میں بیشتر شیعہ آہستہ آہستہ مسلم لیگ کی اُبھرتی ہوئی عوامی حمایت کے دھارے میں بہتے چلے گئے۔ یہ پیش رفت جو بعد کی نظر میں شاید فطری دکھائی دیتی ہے اپنے وقت میں شدید کشیدگیوں سے خالی نہ تھی۔ مسلم لیگ کی جانب سے شیعہ مطالبات اور اُن کے تحفظات کے نسبتاً سخت اور بے اعتنائی پر مبنی سلوک پر شیعہ حلقوں کی تنقید تقسیم کے لمحۂ آخر یعنی 1947 کے وسط تک جاری رہی۔ لیکن یوپی اور دیگر ہندوستانی صوبوں کے شیعہ رہنماؤں کے برعکس جو بہرحال ہندو اکثریتی نظام کے تحت ہی مستقبل کا تصور رکھتے تھے ''پاکستانی صوبوں'' کے شیعوں کے پاس کانگریس کی طرف جھکنے کا کوئی معقول سبب نہ تھا، کیونکہ ایسا کرنے کا مطلب سنّی اکثریت سے مزید دوری کا خطرہ مول لینا تھا۔ لہٰذا اُن کے پاس کوئی راستہ نہ تھا سوائے اِس کے کہ وہ مسلم اکثریتی دھارے کے ساتھ چلیں، چاہے اُن میں سے کچھ مسلم لیگ کے غیر مشروط حامی بن گئے ہوں، اور کچھ نے اپنے شیعہ تشخّص اور مطالبات برقرار رکھتے ہوئے، لگاتار لیکن کم کامیابی کے ساتھ، مسلم لیگ سے رعایتیں حاصل کرنے کی کوشش کی۔

مسلم لیگ کے 27ویں سالانہ اجلاس (لاہور، 22-23 مارچ 1940ء) میں معروف 'قراردادِ پاکستان' کی منظوری کے ساتھ ہی لیگ کا مقصد اور آئندہ لائحہ عمل واضح ہوگیا۔ اِسی مرحلے پر شیعہ برادری نے ایک متحد اور مؤثر صف بندی کرتے ہوئے اُس وقت تک کی سب سے سنجیدہ کوشش کی، تاکہ تقسیم شدہ ہو یا متحد، آزاد ہندوستان کے اُبھرتے ہوئے سیاسی ڈھانچے میں اپنے لیے خاطر خواہ نمائندہ آواز پیدا کی جاسکے۔ آل پارٹیز شیعہ کانفرنس جو 14-15 اپریل 1940ء کو لکھنؤ میں منعقد ہوئی، کی تیاریوں کا آغاز دراصل 1939ء کے اواخر ہی میں AISC اور AISPC کی مشترکہ کوششوں سے ہو چکا تھا۔ اِس کانفرنس کے ناظمِ اجلاس مہاراجکمار امیر حیدر خان محمود آباد (1917ء-1991ء) تھے، جو اپنے بڑے بھائی امیر احمد خان کے برعکس زیادہ تر شیعہ برادری کے داخلی اُمور میں سرگرم تھے[125]۔ اِسی دوران آل انڈیا سطح کی شیعہ تنظیموں اور پنجاب کی شیعہ تنظیموں کے درمیان اختلافات مزید گہرے ہو گئے۔ مثال کے طور پر: پنجاب کی شیعہ قیادت نے 22 دسمبر 1939ء کو جناح کے اعلان کردہ ''یومِ نجات'' کی حمایت کی جو کانگریسی صوبائی وزارتوں کے استعفے کی خوشی میں منایا گیا تھا جبکہ AISPC نے اِس کے برعکس کانگریس سے یکجہتی کا بیان جاری کیا[126]۔ اِسی تسلسل میں AISPC کے چپرا (بہار) میں منعقدہ

نویں سالانہ اجلاس کی ایک قرارداد نے مسلم لیگ پر یہ الزام عائد کیا کہ وہ "شیعہ حقوق اور شیعہ احساسات کو پامال کر رہی ہے"[127]۔

لاہور قرارداد میں یہ عہد شامل تھا کہ مسلم اکثریتی وحدتوں کے دستور میں اقلیتوں کے لیے "مناسب، مؤثر اور لازمی نوعیت کی ضمانتیں" فراہم کی جائیں گی، تاکہ اُن کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی، انتظامی اور دیگر حقوق و مفادات کا تحفظ اُن کی مشاورت سے یقینی بنایا جاسکے[128]۔ اِس کے باوجود، مستقبل کی متوقع مملکت پاکستان میں اپنے مقام و مرتبہ کے بارے میں شیعہ برادری کے خدشات برقرار رہے۔ یہ خدشات نہایت جامع انداز میں امیر حیدر خان آف محمود آباد کے ایک خط میں سمٹ آئے تھے، جو اُنھوں نے 29 مارچ 1940ء کو جناح کے نام لکھا یعنی لکھنو کانفرنس سے دو ہفتے قبل۔ اِس خط میں اُنھوں نے اپنی برادری کے وہ مطالبات پیش کیے جن کے بارے میں اُن کا کہنا تھا کہ مسلم لیگ کو اُن کے لیے مناسب آئینی تحفظات فراہم کرنے چاہئیں، تاکہ شیعہ پوری دل جمعی سے تحریکِ پاکستان کی حمایت کر سکے۔ یعنی:

1)- شیعہ کو منتخب اداروں اور سرکاری محکموں میں مؤثر نمائندگی ملے، اور اُن اداروں کا نظام اکثریت کی بالادستی کے بجائے عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق چلایا جائے۔
2)- شیعہ عقائد اور مذہبی رسومات کی مکمل آزادی۔
3)- تمام صوبوں کے گورنروں اور گورنر جنرل کو یہ خصوصی اختیار حاصل ہو کہ اگر شیعہ کسی دوسرے گروہ کے ہاتھوں ناانصافی کا شکار ہوں تو وہ براہِ راست اُن کے تحفظ کے لیے مداخلت کر سکیں۔
4)- تمام شیعہ اوقاف کا نظم و نسق صرف اور صرف شیعہ کنٹرول میں ہو۔
5)- اگر کوئی قانون حنفی فقہ کے مطابق نافذ کیا جائے تو شیعہ معاملات میں اُن کی مخصوص فقہ کو ملحوظ رکھا جائے[129]۔

اپنے جواب مورخہ 8 اپریل 1940ء میں جناح نے افسوس کا اظہار کیا کہ امیر حیدر خان کی سوچ "اب بھی ایسے رُخ پر کارفرما ہے جو شیعہ برادری کے لیے فی الواقع مفید ثابت نہیں ہوگی"، اور اُنھوں نے گورنروں کو شیعوں کے حق میں خصوصی اختیارات دینے کے مطالبے کو واضح طور پر رد کر دیا۔ اپنے خط کا اختتام اُنھوں نے اِن الفاظ پر کیا:

مَیں آپ سے ایک مرتبہ پھر درخواست کرتا ہوں کہ کم از کم آپ کو اِس مُجوزّہ کانفرنس میں خود کو شامل نہیں کرنا چاہیے۔ شیعہ برادری کے لیے درست پالیسی یہی ہے کہ وہ پوری دِلجمعی کے ساتھ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ لِیگ اب اِس پوزیشن میں ہے کہ وہ مسلمانوں کے درمیان،خواہ وہ کسی بھی مسلک یا جماعت سے ہوں،انصاف اور مُنصفانہ برتاؤ کو نافذ کر سکے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جو چیز اصل حیثیت رکھتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں[130]۔

جہاں تک دوسرے مطالبات کا تعلق ہے، جناح نے درج ذیل بیانات سے شیعہ خدشات کو دُور کرنے کی کوشش کی:

مَیں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ شیعوں کو اُن اُمور میں، جو اُن پر اثرانداز ہوتے ہوں، مُنتخب اداروں اور حکومتی تنظیموں میں اپنی آواز اُٹھانے کے حق سے محروم رکھا جائے۔ ہمیں مسلم لیگ کو اِس انداز سے منظم کرنا چاہیے کہ اِس کے اندر ہر مسلک اور ہر طبقے کے ساتھ انصاف ہو سکے۔رہا مسئلہ شیعوں کی مذہبی رسومات اور عقائد کی آزادی کا،تو یہ تو بالکل بنیادی بات ہے کہ اگر مسلم لیگ کی تنظیم کی کوئی حیثیت ہے، تو اُسے یہ یقینی بنانا چاہیے کہ اِس آزادی پر کوئی قدغن نہ لگنے پائے ... جہاں تک شیعہ اَوقاف کا تعلق ہے، مَیں سمجھ نہیں پاتا کہ اُن کاشیعوں کے خصوصی اختیار و تصرف میں ہونے پر کیا اعتراض کیا جا سکتا ہے۔ ... اور اگر کوئی قانون مسلم حنفی فقہ کے مطابق نافذ کیا جاتا ہے تو شیعہ شریعت کے مخصوص اُصولوں کو بھی پیشِ نظر رکھا جانا ضروری ہے[131]۔

بعد کے اقتباسات، جو امیر حیدر خان نے پہلی بار چھ سال بعد صحافت میں شائع کیے، پاکستان میں شیعہ تنظیموں اور جرائد نے اگلی دہائیوں میں بار ہا نقل کیے تاکہ اپنے حقوق کے لیے دلیل پیش کر سکیں[132]۔ قائدِ اعظم کے اعتراض کے باوجود، مہاراجکمار محمود آباد اور مسلم لیگ کے بعض ممتاز اراکین، جیسے راجہ غضنفر علی خان، آل پارٹیز شیعہ کانفرنس میں شریک ہوئے، تاہم شرکاء کی اکثریت یو پی سے تعلق رکھتی تھی[133]۔ صدارتی خطبہ سیّد سلطان احمد (1880ء-1963ء) نے پڑھا[134]، جنہوں نے بھرپور کوشش کی کہ شیعہ برادری کے دونوں دھڑوں کو ہم آہنگ کیا جائے اور ساتھ ہی شیعہ مخالف سنّی حلقوں کے ساتھ پُل بھی تعمیر کیے جائیں۔ آل پارٹیز شیعہ کانفرنس نے سیّد سلطان احمد کو تمام ہندوستانی شیعہ برادری کا ترجمان اور رہنما قرار دیا[135] اور متعدد قرار دادیں منظور کیں[136]، مگر اِس کا کوئی نمایاں اثر نہیں ہوا۔ سیّد سلطان احمد، جنہیں ستمبر 1941ء میں پارٹی کے قواعد کی خلاف ورزی پر مسلم لیگ سے نکال دیا گیا[137]، نہ تو شیعہ مطالبات کے لیے مؤثر دباؤ ڈالنے کے اہل تھے اور نہ ہی ملک گیر شیعہ قیادت کے عہدے کو سنبھالنے کے قابل۔

لکھنؤ کانفرنس کے بعد کے برسوں میں شیعہ برادری کی فرقہ وارانہ تنظیم مضبوط بنانے کی سرگرمیوں میں توقف بہت نمایاں تھا، خاص طور پر اگر اسے دیگر ہندوستانی اقلیتوں جیسے سکھوں یا ہندو" شیڈول شدہ ذاتوں" کی سرگرمیوں کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ ان برسوں میں شیعہ کارکنوں کے کئی مضامین میں اپنے ہم مذہبوں کی سیاسی آگہی کی کمی اور اُن کے "شکست خوردہ" رویے پر افسوس کا اظہار کیا گیا، کیونکہ وہ ہندوستان میں جاری سیاسی انقلاب کی اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہتے۔ اپنی اس" خودکشی" جیسی غیر فعالیت کے سبب وہ مستقبل میں شیعہ برادری کی حیثیت کو" پردہ نشین" یا محروم طبقات کے درجے تک گرنے کا خطرہ مول لے سکتے تھے[138]۔ خاص طور پر علماء کو اِس بات کا موردِ الزام ٹھہرایا گیا کہ وہ سیاست میں حصہ لینے سے گریزاں تھے، اور ذاکر و واعظ حضرات بھی اپنی مجالس کو شیعہ برادری کی اجتماعی یکجہتی قائم کرنے کے بجائے مال و" سستی شہرت" کے حصول میں صَرف کر رہے تھے[139]۔ یہاں تک کہ وہ متعدد مقامی انجمنیں جو سالانہ محرم کے جلوس اور دیگر مذہبی رسومات کا اہتمام کرتی تھیں، اُنہیں بھی" فساد پھیلانے" اور شیعہ وسائل کو آپسی رقابت اور ضرورت سے زیادہ چندہ طلب کرنے میں

ضائع کرنے کا الزام دیا گیا[140]۔ جہاں تک سیاست میں ملوث شیعہ بڑے جاگیرداروں کا تعلق ہے، اُن میں اکثر پر الزام لگایا جاتا کہ وہ صرف اپنے ذاتی مفاد کے لیے کام کرتے ہیں اور شیعہ عوام میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں اُن کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی[141]۔ پنجاب میں، نواب قزلباش اور یونینسٹ پارٹی کے دیگر شیعہ اراکین کو بنیادی طور پر برطانوی حکمرانوں کا وفادار سمجھا جاتا تھا[142]۔ وہ شیعہ شخصیات جو مسلم لیگ کے ساتھ سرگرمی سے منسلک تھیں، جیسے راجہ غضنفر علی خان، وہ اپنی ذاتی حیثیت میں ایسا کرتے تھے، نہ کہ اپنے مسلک کے نمائندے کے طور پر۔ چنانچہ کمیونٹی کے طور پر شیعوں نے 1940ء کی دہائی کے اوائل میں نہ مسلم لیگ کے ساتھ، نہ ہی کانگریس کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کی، جس کے نتیجے میں بھارت کے دونوں اہم سیاسی دھڑوں میں شیعہ اثر ورسوخ کو "صفر" کے برابر تصور کیا جانے لگا[143]۔ مارچ 1942ء میں جب سر سٹافورڈ کرپس ہندوستان کے دَورے پر آئے تاکہ برطانوی حکمرانوں کی نئی اختیارات کی شراکت داری کی تجاویز پر بات چیت کریں، اُنہوں نے ہندوستان کی تمام بڑی برادریوں کے نمائندوں سے ملاقات کی، لیکن شیعہ برادری کا کوئی نمائندہ شامل کرنا ضروری نہیں سمجھا[144]۔

پنجاب شیعہ کانفرنس (PuSC) میں سستی اور رکاوٹ واضح تھی۔ اِس نے اپنا آخری سالانہ اجلاس 1940ء کے اواخر میں فیروز پور میں منعقد کیا، جس میں نواب احسان علی خان آف ملیر کوٹلہ (ضلع لدھیانہ) کو نیا صدر منتخب کیا گیا[145]۔ وہ اور PuSC کے سیکرٹری جنرل، خواجہ محمد لطیف انصاری، اپنی تنظیم کی مستقل غیر فعالیت کی وجہ اِس بات کو قرار دیتے تھے کہ شیعہ برادری کی جانب سے اُن کی اپیلوں پر نہ تو دلچسپی دکھائی گئی اور نہ کوئی عملی ردِّعمل آیا۔ اکثر PuSC کے اراکین اپنا سالانہ چندہ پانچ روپے بھی ادا نہیں کرتے تھے[146]۔ اسی طرح لاہور میں اکتوبر 1938ء میں قائم ہونے والے شیعہ ہفت روزہ "رضاکار" کو بھی یہی مسائل درپیش تھے۔ اِسے جون 1940ء کے اواخر سے اکتوبر 1941ء تک بند کرنا پڑا، کیونکہ سبسکرپشن فیس کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے مجموعی طور پر 2 ہزار روپے بقایا تھے[147]۔ فیروز پور اجلاس کی ایک قرارداد میں شیعہ ڈیلی اخبار کے قیام کی تجویز دی گئی تھی، لیکن چونکہ کسی اور شیعہ رہنما نے اِس منصوبے کی تکمیل میں مدد نہیں کی، احسان علی خان نے آخرکار 1942ء کے اواخر میں لکھنؤ میں اپنی ذاتی پہل پر ایک پرنٹنگ پریس خرید لیا۔ جب وہ مارچ 1943ء میں مطلوبہ رقم کے ساتھ پریس لکھنؤ لائے، تو اُسے پنجاب منتقل کرنا ممکن نہ ہوسکا کیونکہ برصغیر کی برطانوی حکومت نے شہری مقاصد کے لیے مال برداری کی ویگنوں کے استعمال پر پابندی عائد کر دی تھی، اور یوں یہ منصوبہ ناکام ہوگیا[148]۔

پنجاب شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (PuSPC)، جس کی قیادت 1938ء سے نواب مظفر علی خان قزلباش کر رہے تھے، 1940ء سے وسط 1943ء تک صرف تھوڑی سی فعال تھی۔ تاہم اُس وقت تک، اِس نے ایک اہم سالانہ اجلاس کی تیاری شروع کر دی تھی، جو دسمبر 1938ء کے بعد پہلا اجلاس تھا، تاکہ پنجابی شیعوں کی سیاسی وابستگی کے مسئلے کو حل کیا جاسکے۔ PuSPC کا لاہور کنونشن، 9-10 اکتوبر 1943ء، نہ صرف نمائندہ معیار کے لحاظ سے کامیاب رہا، جس میں سینکڑوں مندوبین پنجاب کے تمام اضلاع اور ریاستوں سے شریک ہوئے، بلکہ اِس نے جس واضح عملی لائحہ عمل کو اختیار کیا، وہ بھی قابلِ تعریف تھا۔ کانفرنس میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے حق میں قراردادیں پیش کی گئیں اور بحث کی گئی، لیکن آخرکار ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی، جس میں کہا گیا:

...شیعہ کمیونٹی، "مسلم قوم" کے اندر ایک اہم اقلیتی حیثیت رکھتی ہے، اور تیرہ صدیوں پر محیط

شیعہ روایت اور ثقافت کے تقاضے یہی ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر قومی مفادات کے لیے کام کریں، جبکہ اپنے مذہبی مفادات کا تحفظ بھی یقینی بنائیں۔ چونکہ مسلم لیگ بھارت میں 100 ملین مسلمانوں کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم ہے، اور اس نے اپنا ہدف پاکستان قرار دیا ہے، اس لیے پنجاب کے شیعہ مسلمانوں کی وحدت کو قائم رکھیں گے اور اِس مقصد کے حصول کے لیے سرگرمی سے کام کریں گے۔اگر مُسلم لیگ ہمارے حقوق اور ہمارے مذہبی جذبات و احساسات کے تحفظ کی ضمانت نہیں دے سکتی، تو پھر شیعہ اپنے حقوق کے دفاع کے لیے ہر ممکن اقدام اُٹھانے اور ہر ممکن کوشش کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھیں گے[151]۔

مسلم لیگ کے لیے مشروط حمایت (مشروط تعاون) کی قرارداد پر سنّی پریس میں تنقید کی گئی، جبکہ مسلم لیگ کے اپنے ذرائع، جیسے لاہور کا ''زمیندار''، نے شیعہ کمیونٹی پر تنگ نظری کا الزام عائد کیا: چونکہ قائداعظم خود شیعہ ہیں، تو وہ شیعہ مفادات کے خلاف کیسے جا سکتے ہیں؟[152] اِس طرح کی دلیل کو ''رضاکار'' میں کانگریس کے اِس پروپیگنڈے سے مماثل قرار دیا گیا کہ مسلم مفادات کا کانگریس کے صدر ابو الکلام آزاد کے ذریعے تحفظ کیا جائے گا[153]۔ PuSPC کی لاہور قرارداد کی گونج مہاراجکمار امیر حیدر خان محمود آباد کی صدارتی تقریر میں سنائی دی جو انہوں نے AISC کے 31ویں سالانہ اجلاس، فیض آباد (29-28 اکتوبر 1943ء)[154] میں کی، جسے زیادہ تر ہندوستانی صوبوں میں شیعوں کی اکثریت نے اِسے منظور کرلیا، سوائے اُن کانگریس حامیوں کے جو زیادہ تر لکھنؤ میں مرکوز تھے۔ پنجاب میں بعض شیعہ سیاسی رہنماؤں کا رجحان پہلے ہی مسلم لیگ کے لیے بلاشرط حمایت کی طرف مائل ہونا شروع ہو چکا تھا۔اس مقصد کے لیے ایک قرارداد پیش کی گئی، مثال کے طور پر، انجمن اِثناعشریہ سیالکوٹ کے سالانہ اجلاس (نومبر 1943ء کے اوائل) میں، لیکن اس میں علماء مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین کی رائے کے مطابق ترمیم کی گئی۔لکھنؤ کے معروف مجتہد سیّد علی نقی، جنہیں اس اجلاس میں بطور مقرر مدعو کیا گیا تھا، نے مذہبی نقطہ نظر سے مسلم لیگ کے بارے میں کوئی موقف اختیار کرنے سے انکار کر دیا[155]۔

مارچ 1944ء میں قزلباش نے PuSPC کی ایک وفد کی ملاقات جناح کے ساتھ طے کی تاکہ پاکستان میں شیعہ حقوق کے تحفظ کے مسئلے پر بات کی جاسکے۔ بھارت کے دیگر حصوں کے شیعہ رہنماؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی، مگر کسی نے بھی لاہور کا سفر کرنے کی زحمت نہیں کی، جہاں یہ ملاقات 29 مارچ کو نواب آف ممدوٹ کے گھر میں منعقد ہوئی۔ایک جامع گفتگو کے دوران جناح نے وعدہ کیا کہ پاکستان کا آئین جمہوری ہوگا اور تمام مسالک کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ چونکہ یہ آزادی ہندو، سکھ اور عیسائیوں کو بھی دی جائے گی، اس لیے شیعوں سے انکار کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔جناح نے مزید زور دیا کہ ''مکمل مذہبی برداشت (رواداری)'' ضروری ہے تاکہ پاکستان کے مقصد کو حاصل کیا جاسکے[156]۔

جناح کے بیانات کو عام طور پر اُن صوبوں کے شیعوں نے خوش آئند پایا، جو بعد میں پاکستان کا حصہ بننے والے تھے، مگر AISPC کے چیئرمین (سیّد علی نقی ظہیر) اور لکھنؤ میں شیعہ مجلس علماء کے سربراہ (سیّد محمد ناصر) نے PuSPC کو یہ حق دینے سے اِنکار کیا کہ وہ فیصلہ کرے کہ یہ بیانات تسلی بخش ہیں یا نہیں[157]۔لکھنؤ کے رہنماؤں کی جانب سے اِس طرح کی ''آل انڈیا'' اتھارٹی کو مسلط کرنے کی کوششیں

صرف پنجابی شیعوں کو اُن کی روایتی فرقہ وارانہ مرکزیت سے دُور کرنے میں اضافہ کر رہی تھیں۔ یہ خصوصاً اِس لیے ناپسندیدہ تھی کیونکہ پنجاب کے شیعوں نے 1939ء کی تبرا تحریک کے دوران لکھنؤ کے ساتھ کافی یکجہتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تاہم پنجاب میں بھی کچھ اختلافی آراء موجود تھیں۔ اپریل 1944ء میں ''رضا کار'' میں شائع ایک مضمون میں، سیّد ناصر علی شاہ گردیزی، جنھوں نے جناح کو تعریف کے ساتھ یاد کرتے ہوئے الزام لگایا کہ جناح ''شیعہ کی طرح سادہ لوح'' ہیں اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں موجود مذہبی تعصب اور تنگ نظری سے لاتعلق ہیں۔ مزید برآں، شیعوں کو قائداعظم سے انفرادی طور پر ضمانتیں درکار نہیں تھیں، بلکہ اُنہیں یہ ضمانتیں مسلم لیگ بطور پارٹی سے حاصل کرنی تھیں۔ یہاں تک کہ اگر مسلم لیگ کے تمام رہنماؤں کا اجتماعی عہد بھی پاکستان میں مذہبی آزادی کے تحفظ کے لیے کیا جائے، تو وہ کافی نہیں ہوگا؛ بلکہ مسلم لیگ کو یہ یقینی بنانا ہوگا کہ شیعوں کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حقوق کو اپنے پارٹی آئین میں تحریری ضمانت کے طور پر درج کیا جائے[158]۔

مسلم لیگ کے خلاف بنیادی شکایات کا تعلق اُس کی اس بے پروائی سے تھا جو شیعوں کے خلاف عدمِ برداشت کے بڑھتے ہوئے مظاہر کے بارے میں ظاہر کی جاتی تھی، حتیٰ کہ اُس کی اپنی صفوں کے اندر بھی۔ جیسے جیسے مسلم لیگ ایک عوامی تحریک کی شکل اختیار کرتی گئی، اِس مقصد کے لیے مذہبی خطیبوں کی مدد ناگزیر ہوگئی تاکہ عوام کو پاکستان کے مقدس نصب العین کے لیے متحرک کیا جاسکے، چاہے ان میں سے بعض اپنی تقاریر میں فرقہ وارانہ لب ولہجہ ہی کیوں نہ اختیار کرلیتے[159]۔ تحریکِ پاکستان کی حمایت کرنے والے سنّی علما کے بارے میں کم از کم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ وہ مستقبل کی اسلامی ریاست کے اپنے تصور کے حوالے سے بتدریج زیادہ بیباک ہوتے گئے۔ اُن کا عمومی خیال یہ تھا کہ یہ ریاست سنّی فقہ حنفی اور اوّلین دو خلفا کی مثالوں کی پابند ہوگی۔ حتیٰ کہ مسلم لیگ میں شامل شیعہ اراکین بھی اِن علما کے خیالات کو علانیہ چیلنج کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے، جب تک کہ تحریکِ پاکستان کی کامیابی کے لیے اِن علما کی تائید درکار تھی۔

سب سے سخت گیر شیعہ مخالف علماء اُن جماعتوں سے وابستہ تھے جو مسلم لیگ کی سیاسی رقیب تھیں، مثلاً جمعیت علمائے ہند اور مجلسِ احرار[160]۔ تاہم جب اِن جماعتوں کے مبلغ، شیعہ مخالف حملے کرتے، اُنہیں کافر، رافضی[161]، بدعتی[162]، تبرائی یا منافق[163] قرار دیتے، خصوصاً 1944ء کے اواخر کے بلدیاتی انتخابات کے دوران، تو مسلم لیگ شیعوں کے دفاع میں سامنے آنے سے ہچکچاتی رہی[164]۔ چونکہ دوسری عالمی جنگ کے آغاز کے بعد گورنر یو پی نے مدحِ صحابہ تحریک کے کارکنوں پر پابندیاں سخت کر دی تھیں[165]، اس لیے یہ عناصر پنجاب کی طرف متوجہ ہوئے، جہاں اپریل 1944ء میں امرتسر میں ''تنظیم اہل سنت مرکزی'' (TAS) قائم کی گئی[166]۔ مارچ 1945ء میں لاہور میں اِس کا پہلا سالانہ اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا ظفر المُلک لکھنوی اور مفتی کفایت اللہ دہلوی نے کی۔ اِس اجلاس میں مولانا محمد علی جالندھری اور دیگر مقررین نے شیعوں کے خلاف شدید اِشتعال انگیز تقاریر کیں[167]۔ 1940ء کی دہائی میں پنجاب بھر میں شیعہ مذہبی رسومات پر حملوں اور اِن پر مقامی حکام کی جانب سے پابندیوں میں نمایاں اضافہ ہوا[168]، لیکن نہ تو مسلم لیگ اور نہ ہی پنجاب اسمبلی کے شیعہ اراکین نے شیعہ تنظیموں اور ذرائع اِبلاغ کے مسلسل احتجاجوں پر کوئی خاطر خواہ توجہ دی۔

25 جولائی 1944ء کو سیّد علی ظہیر نے جناح صاحب کے نام ایک خط لکھا جس میں اُنہوں نے دیگر شکایات کے ساتھ یہ اعتراض بھی اٹھایا کہ سنّی عُلما بار بار مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے لیے پہلے دو خلفا کے طرزِ حکومت کو رہنما اصول کے طور پر پیش کرنے کی

کوشش کر رہے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اِس امر کا اعتراف کیا کہ انہیں شیعوں کی نمائندگی کا کوئی عام مینڈیٹ حاصل نہیں، لیکن اس کے باوجود علی ظہیر نے ضروری سمجھا کہ مسلم لیگ سے پاکستان میں مذہبی آزادی کے تحفظ، انتخابات کے دوران شیعہ مخالف فرقہ وارانہ پروپیگنڈے پر پابندی، اور وزارتوں، اسمبلیوں، دیگر منتخب اداروں، عدالتوں اور انتظامیہ کے تمام شعبوں میں شیعہ نمائندگی کے مناسب اور مؤثر حصّے کی باقاعدہ ضمانتیں طلب کی جائیں۔ مزید برآں، انہوں نے مطالبہ کیا کہ مسلم لیگ کو پاکستان کے حصول کے ساتھ ساتھ پورے ملک کی آزادی پر بھی برابر توجہ دینی چاہیے۔ یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ نہ صرف آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (AISPC) بلکہ بیشتر شیعہ عوام بھی اب تک مسلم لیگ سے فاصلہ اختیار کیے ہوئے ہیں، علی ظہیر نے قائدِ اعظم کو دعوت دی کہ وہ AISPC کو ایک ایسا جواب دیں جو" دونوں فریقوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر سکے"[169]۔

31 اگست 1944ء کے اپنے جواب میں جناح صاحب نے پورا اعتماد ظاہر کیا کہ شیعوں کی اکثریت بالآخر مسلم لیگ کی حمایت کرے گی، اور اُن افراد کو جو محض" غلط فہمیوں" کی بنا پر اب تک فاصلے پر کھڑے تھے"غیر دانا'' قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ شیعوں کے لیے اس خدشے کی کوئی بنیاد نہیں ہونی چاہیے کہ مسلم لیگ اُن کے ساتھ انصاف نہیں کرے گی۔ ساتھ ہی انہوں نے ایسے ''نامناسب'' اور ''غیر منطقی'' اقدامات سے بھی خبردار کیا جو مسلم صفوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا باعث بنیں[170]۔ جناح صاحب اس قدر سرد اور مختصر جواب دینے کے اہل اس لیے ہوئے کہ علی ظہیر جس تنظیم کی نمائندگی کا دعویٰ کر رہے تھے، یعنی آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس، وہ اب ملک گیر اثر و رسوخ تقریباً کھو چکی تھی۔ جناح نے درست اندازہ لگا لیا تھا کہ AISPC کی کمزوری کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ اِس نے اتر پردیش کے باہر صوبوں اور اضلاع میں کبھی اپنی شاخیں قائم ہی نہیں کیں[171]۔ ادھر پنجاب شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (PuSPC) تو اکتوبر 1943ء کی اپنی لاہور نشست کے بعد سے ہی AISPC سے ایک آزاد راستہ اختیار کرنے کا اعلان کر چکی تھی۔ اسی دوران آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے اعزازی سیکریٹری جنرل، سید کلبِ عباس نے بھی علی ظہیر کے اس اقدام سے خود کو الگ کر لیا۔ انہوں نے امیر حیدر خان محمود آبادی کی پیش کردہ تجویز کی تائید کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ مختلف صوبوں کے شیعہ نمائندوں کا اجلاس کسی مرکزی مقام اور بہتر یہ کہ لکھنؤ کے علاوہ کسی بھی جگہ بلایا جائے، تاکہ شیعہ قوم کے لیے کسی مشترکہ فارمولا کی تلاش کی ایک اور سنجیدہ کوشش کی جا سکے[172]۔

سنہ 1945ء میں شیعہ جماعتی تحریک کی کوششیں 1939ء کے بعد پہلی مرتبہ ایک ایسی انتہاء کو پہنچیں جو اِس سے پہلے دیکھنے میں نہ آئی تھی، اگرچہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکے۔ اسی سال اپریل میں حسین بھائی لال جی (1886ء-1971ء)، جو بمبئی کے ایک ممتاز خوجہ اثنا عشری شیعہ رہنما اور تاجر تھے[173]، نے وائسرائے لارڈ ویول کو ایک یادداشت پیش کی، جو بعد ازاں پریس میں بھی شائع ہوئی۔ اِس یادداشت میں ہندوستان کے" دو کروڑ شیعوں" کی آبادی کے تناسب سے تمام منتخب اداروں بلکہ سول سروس میں بھی نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اُنہوں نے شیعہ اور سنّی برادری کے درمیان تہذیب، روایت اور رواج کے امتیازات کو واضح کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ شیعہ اب سنّی اکثریت" اور اُن کے نمائندے مسلم لیگ" کے احساسِ انصاف پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ اُن کے بقول، جس طرح کانگریس نے" شیڈول شدہ ذاتوں" کے لیے بعض تحفظات تسلیم کیے تھے، مسلم لیگ شیعہ اقلیت کو ایسے ہی حقوق اور ضمانتیں دینے پر آمادہ نہیں تھی[174]۔

چونکہ لال جی کے اِس اقدام کی کانگریس کی طرف سے اعلانیہ حوصلہ افزائی کی گئی تھی، اس لیے مسلم لیگ نے اسے" مسلم صفوں کی

وحدت کو سبوتاژ کرنے کی ایک اور کوشش" قرار دیتے ہوئے شدید مذمت کی۔ جون 1945ء میں لال جی نے ایک "کھلے خط" میں، جو تمام ہندوستانی شیعہ رہنماؤں کے نام تھا، اپنے موقف کو مزید صریح انداز میں پیش کیا۔ اس میں انہوں نے خبردار کیا کہ پاکستان میں سنّی انتہاپسندی کے باعث شیعہ ایک "تدریجی فنا" کے خدشے سے دوچار ہوں گے، جبکہ ایک متحدہ ہندوستان کی حکومت کے تحت کچھ نہ کچھ امید باقی رہے گی[175]۔ اُس وقت تک اُن کا اپریل میمورنڈم شیعوں میں وسیع پیمانے پر مقبول ہو چکا تھا۔ 26 مئی 1945ء کو لال جی کے ساتھ ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں PuSC کے صدر نواب احسان علی خان جو بعد ازاں مسلم لیگ کے غیر مشروط حامی بن گئے، نے بھی یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ پاکستان میں شیعہ حقوق کا کوئی تحفظ میسر نہ آئے گا۔ انہوں نے یہ شکایت بھی کی کہ پنجاب حکومت میں ایک بھی شیعہ وزیر شامل نہیں، حالانکہ شیعوں میں اہل اور قابل افراد کی کمی نہیں اور وہ صوبے کی آبادی کا "20 فیصد" بنتے ہیں[176]۔ شیعوں کے لیے جداگانہ انتخابی حلقوں کا مطالبہ رضا کار نے بھی کیا، جس نے پنجاب اسمبلی کے چودہ شیعہ ارکان کی اس بے بسی پر افسوس ظاہر کیا کہ وہ آنے والے انتخابات میں اپنی نشستوں سے محرومی کے خوف سے کسی بھی شیعہ شکایت یا مطالبے کے حق میں آواز اٹھانے کی جرأت نہیں کرتے تھے[177]۔

5 جولائی 1945ء کو لکھنؤ کے ممتاز علمائے کرام نے ایک نہایت واضح اور دوٹوک سیاسی بیان جاری کیا، جس میں ہندوستانی شیعوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے حقوق کے تحفظ کی خاطر اپنی ایک علیحدہ تنظیم تشکیل دیں[178]۔ اسی زمانے میں مسلم لیگ بھی اُس دعوے کی سرکاری سطح پر توثیق کے قریب پہنچ چکی تھی کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی "واحد نمائندہ" جماعت ہے، یہ پیش رفت لارڈ ویول (25 جون تا 14 جولائی 1945ء) کی زیرِ صدارت شملہ کانفرنس کے دوران سامنے آئی[179]۔ کانفرنس کی ناکامی کے بعد برطانوی حکومت نے فیصلہ کیا کہ مرکزی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے انتخابات منعقد کیے جائیں، مرکزی اسمبلی کے لیے دسمبر 1945ء میں اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے فروری 1946ء میں۔ ان انتخابات کا نتیجہ پاکستان موومنٹ کی کامیابی کے لیے فیصلہ کن ثابت ہونا تھا۔

اگست 1945ء میں آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (AISPC) کی مرکزی کونسل نے یہ طے کیا کہ 14 اور 15 اکتوبر کو لکھنؤ میں ایک اور آل پارٹیز شیعہ کانفرنس منعقد کی جائے۔ اس مقصد کے لیے پورے ہندوستان کی 167 شیعہ انجمنوں کو دعوت نامے بھیجے گئے، نیز متعدد ممتاز شخصیات کو بھی مدعو کیا گیا یہاں تک کہ جناح کو بھی[180]۔ جناح نے یکم اکتوبر 1945ء کے اپنے جواب میں اپنا معروف مؤقف ایک بار پھر دہرایا کہ......

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، شیعہ کانفرنس کے منتظمین، ہمارے دشمنوں کی گمراہی اور غلط رہنمائی میں آ گئے ہیں۔ میری ہر شیعہ بھائی کو یہ نصیحت ہے کہ اِس نازک مرحلے پر بِلا کسی تردُّد مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے عمومی طور پر نقصان دہ ہے اور شیعہ مفاد کے لیے تو کہیں زیادہ مضر ثابت ہوگا۔ مسلم لیگ اور مَیں بارہا واضح کر چکے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے ہر مسلک اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ پوری دیانت، انصاف اور منصفانہ سلوک کے قائل ہیں ... مسلم لیگ کسی بھی مسلک کے عقائد یا مذہبی معاملات میں ہرگز مداخلت نہیں کرے گی ... شیعوں کی بھاری اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ ہے، اور

اگر کوئی جائز شکایت موجود بھی ہو تو وہ ہمارا اندرونی معاملہ ہے، جسے آل انڈیا مسلم لیگ ہی کے دائرے میں حل کیا جا سکتا ہے181۔

محمود آباد کے امیر حیدر خان جنہوں نے (بیماری کا عذر پیش کر کے) آل پارٹیز کانفرنس میں حاضری نہیں دی، نے29 اور 30 ستمبر کو اپنی مرضی سے منتخب کردہ شیعہ نمائندوں کا ایک مشاورتی اجلاس طلب کیا۔ اس نشست میں جن مطالبات پر اتفاق کیا گیا اور بعد ازاں مسلم لیگ کو پہنچائے گئے، وہ درج ذیل تھے:

1)- مسلم لیگ کی جانب سے ایک غیر مبہم اور دوٹوک اعلان کہ پاکستان کے زیربحث علاقوں میں وہ حکومت قائم کی جائے گی جو پیغمبرمحمد(منہاجِ نبوت) سنت کے مطابق ہو، نہ کہ پہلے دوخلفاء(سیرتِ شیخین) کے اصولوں پرہو؛

2)- انتخابات میں شیعہ برادری کے لیے مخصوص نشستوں کے علاوہ ریاست کے انتظامی و عدالتی اداروں میں بھی اُن کی مناسب نمائندگی کا اہتمام کیا جائے؛

3)- انتخابی مہمات کے دوران شیعہ مذہب پر حملوں اور فرقہ وارانہ پروپیگنڈے سے تحفظ کی باقاعدہ ضمانت دی جائے؛

4)- شیعہ بچوں کو سنی تاریخ یا سنی دینیات پڑھنے کا کوئی لازمی تقاضا نہ ہو؛

5)- پاکستان کے مجوزہ علاقوں میں شیعہ حقوق اور اُن کے معاشرتی طرزِ زندگی (تمدن) کے باقاعدہ تحفظ کی یقینی ضمانت فراہم کی جائے182۔

PuSPC نے 7 اکتوبر کو اپنی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ وہ آل پارٹیز شیعہ کانفرنس کی حمایت کی جائے، اگرچہ اِس کے کچھ اراکین -- جو مسلم لیگ میں بھی سرگرم تھے -- اِس بات کی پوری کوشش کر رہے تھے کہ لکھنؤ کانفرنس کو کانگریس کی کارستانی قرار دیا جائے183۔ راجہ غضنفر علی خان نے پنجاب کے چند حلقوں میں شیعہ-سنی تنازعات کو" اخلاص اور محبت کے ساتھ" حل کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ صوبے میں مجموعی طور پر شیعہ-سنّی تعلقات" نہایت خوشگوار" ہیں184۔ اگرچہ مسلم لیگ کے کسی بھی مدعو شدہ رہنما نے آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت نہیں کی، تاہم کانفرنس اپنی نمائندگی کے اعتبار سے مناسب حد تک بھرپور تھی، کیونکہ پورے ہندوستان سے آئے ہوئے شیعہ نمائندوں نے طویل اور آزادانہ مباحثوں میں حصہ لیا185۔ کانفرنس میں کانگریس کے حق میں کوئی تقریر نہ ہوئی، اور سید قلب عباس کی پیش کردہ وہ مرکزی قرارداد- جو بعد ازاں تقریباً متفقہ طور پر منظور بھی کر لی گئی- مسلم لیگ پر کسی بھی صریح تنقید سے گریز کرتی تھی۔ تاہم، اِس قرارداد میں" شیعہ حقوق کے تحفظ کے لیے مؤثر اقدامات کی ضرورت" پر زور دیا گیا تھا اور تمام صوبوں کے اراکین پر مشتمل ایک ورکنگ کمیٹی قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا جس پر یہ ذمہ داری ہو کہ وہ نہ صرف AISPC کے نئے ضوابط مرتب کرے بلکہ دیگر جماعتوں، بالخصوص مسلم لیگ، سے مذاکرات کر کے آئندہ انتخابات سے قبل کسی مشترکہ سمجھوتے تک پہنچنے کی کوشش کرے186۔

تاہم، یہ آخری اور سب سے سنجیدہ کوشش، جس کا مقصد پورے ملک میں ایک ایسا شیعہ پلیٹ فارم قائم کرنا تھا جو مسلم لیگ پر کسی حد تک دباؤ ڈال سکے، گزشتہ کوششوں کی طرح ہی دسمبر 1945ء کے مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات سے قبل ہی دم توڑ گئی۔ اُس وقت مسلم لیگ کی بھارت کے مسلمانوں، بشمول پنجاب کے، میں عوامی مقبولیت میں خاطرخواہ اضافہ ہو چکا تھا، اور زیادہ سے زیادہ شیعہ قائدین مسلم لیگ کی بلاشرط حمایت کی طرف مائل ہو گئے۔ اِس کی ایک مثال شیخوپورہ سے تعلق رکھنے والے شیخ کرامت علی ہیں، جو 1938ء سے 1940ء تک PuSPC کے صدر اور اکتوبر 1943ء سے PuSPC کے نائب صدر رہے، اور جنہوں نے 1938ء اور 1939ء میں قصور میں ہونے والے احتجاج کے دوران گرفتار ہونے والے شیعوں کا بلا معاوضہ قانونی طور پر دفاع کیا تھا[187]۔ 1945ء کے اواخر میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اپنی انتخابی مہم کے دوران اُنہوں نے اپنی شیعہ شناخت کو تقریباً ناقابل شناخت بنانے کے لیے بہت تکلیفیں اٹھائیں، یہاں تک کہ اِس بات سے بھی انکار کیا کہ ”کوئی بھی شیعہ اصحاب الثلاثۃ (پہلے تین خلفاء) کے خلاف رنجش رکھ سکتا ہے“ [188]۔ جہاں شیعہ امیدواروں نے سنی ووٹروں کو خوش کرنے کے لیے، تمام نظریاتی اختلافات اور شیعہ-سنی کے درمیان[189] شدید تنازعات کو دُھندلانے کی پوری کوشش کی، وہیں مسلم لیگ کے اندر موجود سنّی علماءُ نے زیادہ کھل کر اپنی رائے دینا شروع کر دی۔ مثال کے طور پر، مولانا ظفر احمد عثمانی نے لیگ کے روزنامہ المنصور (دہلی) میں ایک فتویٰ شائع کیا، جس میں دلیل دی گئی کہ شیعوں کو لیگ میں شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اس دلیل کے ساتھ کہ سنی - بت پرستوں (یعنی ہندوؤں) کے ساتھ تصادم کے دوران خوارج کافروں کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خوارج بھی اسلام اور کفر کے خلاف کھڑے ہوں گے[190]۔ اُن کے ساتھی مولانا اس نصیر الحق کو 3 نومبر 1945ء کو نوائے وقت میں اس نتیجے کے ساتھ پیش کیا گیا کہ نبی کے مطابق صرف وہ لوگ جو خلفائے راشدین کے راستے پر چلیں وہ صحیح راہ پر ہیں، جبکہ دیگر تمام گروہ، جماعتیں یا فرقے ”شیطانی کام“ ہوں گے[191]۔ یقیناً مسلم لیگ کی طرف سے ایسے پارٹی ممبران کے خلاف کسی بھی طرح کا تادیبی اقدام نہیں کیا گیا۔

اگرچہ آل پارٹی شیعہ کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی مسلم لیگ سے کوئی تسلی بخش یقین دہانی حاصل کرنے میں ناکام رہی، تاہم اس وقت کے لیے شیعہ برادری کی اکثریت مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے کو ترجیح دینے لگی، چاہے مقابل جماعت کانگریس ہو یا اس کے کسی مسلم اتحادی گروہ۔ یہ بات بمبئی میں بھی سچ تھی، جہاں حسین بھائی لال جی نے مرکزی قانون ساز اسمبلی کی دو نشستوں پر انتخاب لڑا تھا: ایک سنی احمد ہارون جعفر کے خلاف، جنہیں سیاسی دفاتر سے پانچ سال تک پابندی کے باوجود لیگ کا ٹکٹ دیا گیا تھا۔ 1936ء کے صوبائی انتخابات کے دوران[192] فرقہ وارانہ پروپیگنڈا، اور دوسرا خود قائداعظم جناح کے خلاف۔ جناح نے پولنگ سے چند دن پہلے اپنے حق میں بارہویں شیعہ بوہرہ کمیونٹی کے روحانی سربراہ سید طاہر سیف الدین کا فتویٰ جمع کرتے ہوئے بھاری مارجن سے کامیابی حاصل کی[193]۔

1945ء کے مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی کے بعد - جس نے تمام 30 مسلم نشستیں جیت لیں، جن میں تین شیعہ بھی شامل تھے[194] - سیاسی پُرجوش شیعہ رہنما اپنی کمیونٹی کو اور بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ترغیب دینے لگے کہ وہ فروری 1946ء کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ کی بلاشرط حمایت کریں۔ ایک قابل ذکر اِستثناء نواب قزلباش تھا، جو یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر دوبارہ منتخب ہوئے، اگرچہ اِس پارٹی کی نشستیں کم ہو کر 88 سے 21 رہ گئی تھیں، جن میں ہندو اور سکھ بھی شامل تھے[195]۔ شیعہ

امیدواروں نے (تمام جماعتوں کو ملا کر) پنجاب اسمبلی کی 175 رکنی پنجاب قانون ساز اسمبلی میں سے 86 مسلم نشستوں میں کم از کم 8 اور سندھ اسمبلی کی 34 مسلم نشستوں میں سے 5 پر کامیابی حاصل کی[196]۔

صوبائی انتخابات کی تاریخ سے کچھ پہلے، محمود آباد کے امیر حیدر خان نے اخبارات میں جناح کے اپریل 1940ء کے خط کے اقتباسات شائع کیے، انہوں نے مزید کہا کہ انہیں نواب لیاقت علی خان اور اسماعیل خان (مسلم لیگ کے بااثر رہنماؤں)[197] کی جانب سے بھی ایسی ہی "ضمانتیں" ملی ہوئی ہیں۔ ساتھ ہی اُنہوں نے کانگریس پر الزام لگایا کہ اس نے ہمیشہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دی اور موجودہ انتخابی مہم میں بھی یہی حربہ اپنایا۔ عمومی طور پر دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ مسلم لیگ کے امیدواروں نے واقعی زیادہ تر تمام مسلمانوں میں ہم آہنگی اور اتحاد کی تبلیغ کی، اِس کے باوجود کچھ "کالی بھیڑیں" اپنی الگ راہ رکھتی ہیں۔ یہ خاص طور پر شیعہ لیگیوں کے لیے درست تھا، جنہوں نے اپنے آپ کو فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے حتی الامکان دُور رکھا۔ جبکہ لال جی کے وہ حامی جنہوں نے شیعہ گروہی پلیٹ فارم پر الیکشن لڑا اُنہیں "پاکستانی صوبوں" میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا[198]۔

مسلم لیگ نے 1945ء/46ء کے انتخابات کے ساتھ طاقت کا ایک اہم امتحان پاس کیا، لیکن ایک الگ مسلم ریاست کے لیے جدوجہد، جس کی کانگریس نے شدید مزاحمت کی، 1947ء کے وسط تک پوری طرح سے جیت نہیں پائی تھی۔ لہٰذا کچھ شیعہ رہنما مسلم لیگ پر دباؤ ڈالنے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے[199]، اور یہاں تک کہ لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والوں نے 8-9 اپریل 1946ء کو دہلی میں لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کے موقع پر ایک غیر رسمی میٹنگ کے دوران شیعہ حقوق کا دفاع کرنے پر اتفاق کیا[200]۔ انتخابات کے بعد، کانگریس نے ایک بار پھر "شیعہ کارڈ" کھیلنے کی کوشش کی جس میں لال جی کو برطانوی "کابینہ مشن" کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا انتظام کیا گیا[201]، اور اگست 1946ء میں سید علی ظہیر کو کانگریس نے عبوری حکومت کے ایک ممبر کے طور پر نامزد کیا تاکہ برطانوی راج سے اقتدار کی منتقلی کی تیاری کی جا سکے[202]۔ یہ دونوں شیعہ رہنما، جو ہندو اکثریتی صوبوں سے تعلق رکھتے تھے، پہلے ہی بھارت میں اپنے آئندہ سیاسی کیریئر کا راستہ ہموار کر چکے تھے اور مسلم لیگ پر بالکل بھی اثر انداز نہ ہو سکے[203]۔ مسلم لیگ کے وفادار ستون، امیر احمد خان محمود آباد، بھی اپنی مسلسل درخواست پر اطمینان حاصل نہ کر سکے کہ لیگ کم از کم ایک شیعہ عالم کو ہندوستان کی آئینی اسمبلی کے لیے نامزد کرے؛ چنانچہ اُنہوں نے اگست 1946ء کے اوائل میں اُس باڈی سے استعفیٰ دے دیا[204]۔ جب لیگ نے عبوری حکومت میں تعاون کرنے پر رضامندی ظاہر کی تو کانگریس نے 15 اکتوبر 1946ء سے پہلے ظہیر کی نامزدگی واپس لے لی[205]۔

پنجاب میں شیعہ جماعتی تنظیمیں 1946ء کے صوبائی انتخابات کے بعد سے لے کر 14 اگست 1947ء کو پاکستان کے قیام تک کے باقی عرصے میں نہایت غیر مؤثر رہیں۔ PuSPC حتیٰ کہ اپنی ورکنگ کمیٹی کا ایک بھی اجلاس منعقد کرنے میں ناکام رہی۔ جبکہ اس کے سیکرٹری جنرل نے شیعہ پریس میں بے جان بہانے پیش کیے[206]، PuSPC کے صدر کو یہ جواب دینے کی ضرورت پیش آئی کہ آخر انہوں نے 1945ء کے اواخر سے اپنی سیاسی پالیسی میں مکمل تبدیلی کیوں کر دی ہے[207]۔ PuSPC کے صدر، نواب قزلباش، جو فروری 1946ء میں مسلم لیگ کو خارج رکھتے ہوئے پنجاب کی مخلوط حکومت میں وزیرِ آمدن بنے، نے وزیر اعظم خضر حیات خان ٹوانہ کو مشورہ دیا کہ مسلم لیگ کے حامیوں کی طرف سے جاری سول نافرمانی کی تحریک کے خلاف سخت کارروائی کی جائے[208]۔ جب ٹوانہ کو وسیع پیمانے پر

احتجاج کے پیشِ نظر استعفیٰ دینا پڑا، تو قزلباش کی بنیادی ترجیح مسلم لیگ کے ساتھ تعلقات درست کرنا بن گئی، جس میں بعد میں اُنہیں زیادہ دشواری نہ ہوئی۔ 8 ستمبر 1946ء کو PuSPC ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کے دوران اُنہوں نے بار بار مداخلت کی تا کہ ایسی مسودہ قرار دادیں واپس لے لی جائیں جو مسلم لیگ کی نظر میں توہین آمیز سمجھی جا سکتی ہیں[209]۔ مارچ 1947ء میں لاہور میں PuSPC کا ایک سالانہ اجلاس منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، جو 1943ء کے بعد پہلا اجلاس ہوتا لیکن اِس مہینے پنجاب میں مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان شدید فرقہ وارانہ فسادات کے سبب اِسے منسوخ کرنا پڑا[210]۔

جب برطانوی حکومت نے بالآخر 3 جون 1947ء کو ایک الگ مسلم ریاست کے قیام کے مطالبے کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور پاکستان کی آئینی اسمبلی تشکیل پا گئی[211]، تو مسلم لیگ نے اسمبلی کو اسلامی شریعت کے نفاذ کے متعلق مشورے دینے کے لیے سات رکنی ذیلی کمیٹی مقرر کی، جس کے تمام ارکان سنی تھے[212]۔ اِسی طرح آئینی اسمبلی کے لیے تین سنی علماء کو شامل کیا گیا، مگر کسی شیعہ عالم کو نہیں[213]۔ پاکستان کے قیام کے موقع پر اس کے اکثر شیعہ مستقبل کے شہری شاید اپنے سنی ہم وطنوں کی طرح پُر جوش تھے، لیکن کچھ حلقے اب بھی اِس بات پر افسردہ تھے کہ نئی اُبھرتی ریاست میں اُن کے حقوق کے تحفظ کے لیے ضروری حفاظتی اِقدامات ابھی تک حل طلب ہیں[214]۔

3

1958ء تک پاکستان میں شیعہ

فرقہ وارانہ تنظیم نو اور نئی داخلی تقسیم

14 اگست 1947ء کو قیامِ پاکستان کے بعد شیعہ-سنی مسئلہ کو دوبارہ سر اُٹھانے میں کچھ وقت لگا۔ ابتدائی چند مہینوں تک دیگر تمام اُمور اس عظیم سانحے کے زیرِ سایہ دبے رہے جو نئی کھینچی گئی سرحد کے دونوں جانب مسلمانوں اور ہندوؤں وسکھوں کے درمیان باہمی قتلِ عام اور وسیع پیمانے پر جبری نقل مکانی کی صورت میں رونما ہوا۔ چونکہ یہ بیشتر خونریزی صوبہ پنجاب میں ہوئی - جسے ریڈکلف کمیشن کے فیصلے کے مطابق پاکستان اور بھارت کے درمیان تقسیم کیا گیا تھا - اس لیے شیعہ آبادی بھی اس سے شدید طور پر متاثر ہوئی۔ مشرقی پنجاب میں قائم کئی قدیم شیعہ بستیاں اپنے مکینوں سے بالکل خالی ہوگئیں[1]، اور بچ جانے والے بہت سے مہاجرین کو مغربی پنجاب کے شہروں اور دیہی علاقوں میں قائم خصوصی "مہاجر کالونیوں" میں آباد کیا گیا۔ یہ نئی بستیاں یا محلے عموماً بھارت میں اپنے آبائی گاؤں یا قصبے سے تعلق رکھنے والے افراد کو دوبارہ یکجا کر دیتے تھے، اور ساتھ ہی ایک ہی مسلک سے وابستہ لوگوں کو بھی[2]۔ مشرقی پنجاب سے آنے والے مہاجرین کے علاوہ، تقسیم کے بعد کے ابتدائی برسوں میں بھارت کے دیگر صوبوں بالخصوص اتر پردیش، بہار، حیدر آباد (دکن)، دہلی اور بمبئی سے بھی شیعہ آبادی کے سیکڑوں ہزار افراد پاکستان منتقل ہوئے۔ ان مہاجرین میں شیعہ فکری و علمی اشرافیہ کے متعدد ارکان شامل تھے، جن میں دینی علما بھی تھے، اور ان میں سے بیشتر نے کراچی، لاہور اور پاکستان کے دیگر بڑے شہروں میں سکونت اختیار کی[3]۔ اس طرح پاکستان نہ صرف واحد سب سے بڑی مسلم ریاست بن گیا (اور 1971ء میں بنگلہ دیش کی علیحدگی تک یہی حیثیت برقرار رہی)، بلکہ ایران کے بعد دنیا میں سب سے بڑی شیعہ آبادی رکھنے والا ملک بھی ٹھہرا[4]۔ بظاہر 1947ء میں جو خطہ مغربی پاکستان کہلایا، وہاں مہاجرین کی آمد کے باعث مجموعی مسلم آبادی میں شیعوں کا تناسب بھی بڑھ گیا[5]۔ بہرحال، تقسیمِ ہند کے ساتھ ہونے والی آبادیوں کی اِس وسیع تر تبدیلی نے پنجاب، کراچی، حیدر آباد اور دیہی سندھ کے بعض علاقوں میں شیعہ بستیوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ کر دیا۔

ملک کے دیگر حصّوں میں اگرچہ اس پیشرفت پر زیادہ توجہ نہ دی گئی، تاہم 1947ء-48ء میں ریاست کشمیر کے انتہائی شمالی علاقے میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو پاکستان میں شیعیت کے مستقبل کے لیے خاصی اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔ اگست 1947ء تک کشمیر کی حیثیت اور اس کی ممکنہ تقسیم کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا لیکن اس وقت ہندو مہاراجہ کی حکومت نے گلگت ایجنسی پر مکمل کنٹرول دوبارہ حاصل کر لیا تھا، جو اس سے قبل ایک برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کے زیرِ انتظام رہا تھا[6]۔ اکتوبر 1947ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کی جنگ کے آغاز کے فوراً بعد، گلگت اسکاؤٹس کی - جن میں اکثریت شیعہ اور اسماعیلیوں کی تھی - بغاوت نے اس قصبے میں مہاراجہ کی حکمرانی کا خاتمہ کر دیا[7]۔ 1948ء کے وسط تک شمالی پہاڑی علاقوں کے مقامی مسلمانوں نے نہ صرف پوری گلگت ایجنسی اور اس سے ملحقہ علاقوں پر قبضہ جما لیا، بلکہ بلتستان کے دو اضلاع - سکردو اور کارگل - کو بھی اپنے زیرِ نگیں لے لیا، جو ایک وسیع خطہ تھا اور جہاں بنیادی طور پر تبتی زبان بولنے والی شیعہ آبادی آباد تھی[8]۔ اس کے بعد سے گلگت اور بلتستان پاکستان کی وفاقی حکومت کے زیرِ انتظام رہے

ہیں، اگرچہ 1972ء میں مقامی آبادی کو محدود پیمانے پر خود اختیاری دی گئی اور اسی وقت پورے خطے کو" شمالی علاقہ جات" کا نام دیا گیا۔ ان علاقوں کی آئینی و سیاسی حیثیت کئی دہائیوں سے سنی اور شیعہ حلقوں کے درمیان کشمکش کا باعث بنی رہی ہے، اور نومبر 1947ء کی گلگت بغاوت کے بعد سے بعض سنی حلقے "شیعہ ریاست" کے تصور کو ایک خطرے کے طور پر پیش کرتے رہے ہیں[9]۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ 1946ء ہی میں بلتستان میں شیعہ-سنی تصادمات وقوع پذیر ہو چکے تھے[10]، اور بعد کی دہائیوں میں یہی خطہ پاکستان میں ایک" شیعہ ماڈل ایریا" کے تصور کے سب سے زیادہ قریب سمجھا جانے لگا[11]۔

تقسیم ہند اور ہندو-مسلم-سکھ-باہمی مظالم کے المیے کے چند ہی مہینوں بعد مغربی پاکستان میں شیعہ جماعتی ازسرِنو تنظیم کا آغاز ہو گیا۔ اس عمل کا مرکزِ ثقل ہمیشہ سے پنجاب رہا، جہاں شیعہ قیادت نے تقسیم سے پہلے ہی کے برسوں میں لکھنؤ اور وہاں قائم خود ساختہ" آل انڈیا" شیعہ تنظیموں سے اپنی خود مختار حیثیت منوا لی تھی۔ 1947ء کے بعد مغربی پنجاب کے شیعہ زمینداروں اور جماعتی کارکنوں کو بھارت کے دیگر علاقوں سے آنے والے علما اور دانش وروں کی تائید و تقویت حاصل ہوئی، جو اسی صوبے میں آ کر آباد ہوئے۔ شیعہ تنظیمِ نو کے ابتدائی برسوں میں، اگرچہ متحارب دھڑوں میں، اتر پردیش کے ضلع بلند شہر کے ایک ہی قصبے (شکار پور) سے تعلق رکھنے والے دو علما نے نہایت نمایاں کردار ادا کیا۔ ان میں سے ایک حافظ کفایت حسین (1898ء-1968ء) تھے، جو لکھنؤ کے مدرسۃ الواعظین کے فارغ التحصیل تھے۔ انہیں 1920ء میں تبلیغ کی غرض سے پشاور بھیجا گیا تھا اور بعد ازاں 1925ء سے 1932ء تک صوبہ سرحد (موجودہ کے پی) میں شیعہ قاضی مقرر رہے۔ انھوں نے 1925ء میں اس وقت خاص شہرت حاصل کی جب انہوں نے اہلِ حدیث مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے اس دعوے کو رد کر دیا کہ شیعہ قرآنِ مجید حفظ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ پاراچنار (1934ء)، راولپنڈی (1937ء) اور رام پور (1946ء) میں قیام کے بعد وہ بالآخر 1947ء سے لاہور میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔ 1964ء تک-جب انہیں فالج کا دورہ پڑا-وہ پاکستان میں شیعہ مجالس کے غالباً سب سے مقبول خطیب سمجھے جاتے تھے اور عموماً انہیں اعزازی لقب رئیسُ الحفّاظ سے یاد کیا جاتا تھا[12]۔ اگرچہ وہ 1948ء سے پاکستان کے شیعہ جماعتی امور میں سرگرمی سے شریک ہو گئے تھے، تاہم انہوں نے کبھی اتنی نمایاں سیاسی امنگ کا اظہار نہیں کیا جتنا ان کے حریف مولانا محمد بشیر انصاری (1901ء-1983ء) نے کیا، جن کا کیریئر کئی اعتبار سے اسی نوعیت کا تھا۔ انصاری 1934ء میں راولپنڈی کے نزدیک واقع قصبے ٹیکسلا اور قریبی ہری پور (ضلع ہزارہ، صوبہ کے پی) میں سنی علما کے ساتھ نہایت پرہجوم مناظروں کے دوران ہزاروں سنیوں کو تشیع میں داخل کرنے کے باعث فاتحِ ٹیکسلا کے لقب سے شہرت پا گئے۔ 1920ء کی دہائی سے ہی انہوں نے پنجاب اور صوبہ سرحد میں متعدد تبلیغی دورے کیے تھے، جن کے نتیجے میں بظاہر مزید بہت سے افراد نے تشیع قبول کیا، اور 1947ء میں انہوں نے ٹیکسلا میں سکونت اختیار کر لی[13]۔ حافظ کفایت حسین اور مولانا محمد بشیر انصاری، دونوں نے 1940ء کی دہائی میں تحریکِ پاکستان کی حمایت میں متعدد خطابات کیے تھے؛ تاہم جہاں اول الذکر نے شیعہ حقوق کے دفاع پر بھی زور دیا، وہیں مؤخر الذکر مسلم لیگ کے لیے "غیر مشروط" مبلغین میں شمار ہوتے تھے۔ پاکستان کے قیام کا ہدف حاصل ہو جانے کے بعد انصاری مسلم لیگ سے اپنی وفاداری کے صلے کے حصول کے لیے بے تاب دکھائی دیتے تھے[14]۔ چنانچہ 1947ء کے اواخر ہی میں انہوں نے پاکستان میں شیعہ علما کی ایک تنظیم قائم کرنے کی پہلی کوشش کی، جس کی صدارت وہ خود کرنا چاہتے تھے۔ ان کی ابتداء پر راولپنڈی میں علما کا

ایک اجلاس منعقد ہوا، تاہم صدارت کے انتخاب کو اُس وقت مؤخر کر دیا گیا جب سید محمد دہلوی - جو پاکستان میں شیعہ قیادت کے طور پر سولہ برس بعد ابھر کر سامنے آنے والے تھے- کو ایک متبادل امیدوار کے طور پر پیش کیا گیا[15]۔

1948ء کے اوائل تک شیعہ جماعتی امور سے وابستہ تمام حلقوں میں اس امر کا شعور پیدا ہو چکا تھا کہ پرانی شیعہ تنظیموں کی از سرِ نو تشکیل اور آزاد مسلم ریاست پاکستان کی نئی ترجیحات کے مطابق خود کو ہم آہنگ کرنا ناگزیر ہے۔ نواب قزلباش نے 4-5 جنوری کو لاہور میں پنجاب یونائیٹڈ شیعہ پولیٹیکل کانفرنس (PuSPC) کے آخری اجلاس کی صدارت کی، جس میں اس کا نام بدل کر "مغربی پنجاب شیعہ سیاسی کانفرنس" رکھ دیا گیا، اور شیعہ مہاجرین کی کفالت و امداد کے لیے ایک "مرکزی شیعہ فلاحی کمیٹی" قائم کی گئی[16]۔ بعد کے ہفتوں میں پہلی آل پاکستان شیعہ کانفرنس (جو 20-21 مارچ 1948ء کو لاہور میں منعقد ہوئی)[17] کے انعقاد میں ان کا اثر و رسوخ فیصلہ کن ثابت ہوا۔ تاہم 1946ء میں مسلم لیگ کی مخالفت کے باعث اپنی "سیاسی بحالی" کے اِلتوا کے پیشِ نظر انہوں نے پس منظر میں رہنے کو ترجیح دی اور نمایاں کردار راجہ غضنفر علی خان کے سپرد کر دیا- جو مسلم لیگ کے دیرینہ رہنما تھے اور پاکستان کی پہلی وفاقی حکومت میں وزیرِ مہاجرین کے منصب پر فائز ہو چکے تھے[18]۔ اسی دوران ایک اور اقدام شیعہ زمینداروں اور علما کی جانب سے سامنے آیا، جنہوں نے 6-7 مارچ کو لائل پور (فیصل آباد) میں منعقدہ ایک اجلاس میں مغربی پاکستان جعفریہ کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اس اجلاس کی صدارت پیر سید نوبہار شاہ نے کی[19]۔ تاہم یہ تنظیم زیادہ دیر پا ثابت نہ ہو سکی، اور اس اجلاس میں شریک ہونے والوں کی اکثریت نے دو ہفتے بعد لاہور میں منعقد ہونے والی آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) میں بھی شرکت کی۔

اِس کانفرنس کا آغاز میں پاکستان بھر کے شیعہ کارکنوں نے خیر مقدم کیا اور اِس سے خاصی بلند توقعات وابستہ کی گئیں۔ تاہم منتظمین کا ایجنڈا اپنا تھا، جو پختہ جماعتی کارکنوں کے مقاصد سے خاصا مختلف تھا۔ آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کے سرکاری طور پر "بانی" مولانا محمد بشیر انصاری کی اصل دلچسپی درحقیقت شیعہ مجلسِ علماء پاکستان (SMUP) میں مرکوز تھی، جسے انہوں نے دو ہفتے قبل اپنے دوست سید نجم الحسن کراروی (1918ء-1982ء) کے ساتھ قائم کیا تھا۔ کراروی بھی اُتر پردیش سے تعلق رکھنے والے ایک اور سیاسی اُمنگ رکھنے والے شیعہ عالم تھے، جو 1947ء میں پشاور منتقل ہوئے تھے[20]۔ لاہور کانفرنس کے دوران، SMUP کو باضابطہ طور پر منظرِ عام پر لایا گیا- جسے انصاری نے لکھنؤ میں قائم شیعہ مجلسِ علما اور آل انڈیا شیعہ کانفرنس (AISC) کی طرز پر APSC کا ایک طرح کا "نگران" ادارہ بنانے کا تصور کیا تھا۔ اس موقع پر مولانا محمد بشیر انصاری کو اس کا چیئرمین اور سید نجم الحسن کراروی کو سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا[21]۔ کہا جاتا ہے کہ انصاری اس وقت خاصے متفکر ہو گئے تھے جب "مرکزی شیعہ امدادی کمیٹی" کے ایک اجلاس- جس میں بیشتر شیعہ اراکین اسمبلی شریک تھے- میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ دستور ساز اسمبلی کی شریعت کمیٹی کے لیے دو دیگر شیعہ علماء کو نامزد کیا جائے[22]۔ حقیقت یہ ہے کہ 21 مارچ کو منظور کی جانے والی آل پاکستان شیعہ کانفرنس کی ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ نو منتخب SMUP کو اُن دونوں نمائندوں کے نام تجویز کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے[23]۔

بعد میں اِس کانفرنس کے ناقدین کے تاثرات کے مطابق، آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) منعقد کرنے کا بنیادی مقصد مسلم لیگ کے شیعہ سیاستدانوں کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کرنا تھا جس پر وہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے سامنے اپنے ذاتی مفادات

پیش کرسکیں اور پاکستان کے قیام میں اپنی خدمات کو یاد دلوا سکیں[24]۔ جہاں دوسری جانب شیعہ حقوق کے تحفظ کے لیے فکرمند افراد نے اِس مسئلے پر تقریباً سو علماء سے مشورہ کرکے ایک فہرست تیار کی، جس میں شیعہ مطالبات اور "خصوصیات" شامل تھیں، اور اسے کانفرنس سے قبل استقبالیہ کمیٹی میں تقسیم کیا گیا۔ کچھ مطالبات کو APSC کی قراردادوں میں شامل کیا گیا، مگر مبینہ طور پر وہ افراد جو تمام مطالبات کے حق میں تھے، 20-21 مارچ کے اجلاسوں سے خارج کر دیے گئے[25]۔ مجلسِ عمومی کے اجلاسوں کے دوران متنازعہ مباحث کو جتنا ممکن ہو دبا دیا گیا[26]۔ اپنی کلیدی تقریر میں راجہ غضنفر علی خان نے دعویٰ کیا کہ پاکستان کے لیے جدوجہد کے دوران شیعہ مسلمانوں کی تمام قربانیاں اور خدمات "صرف اسلام کی خاطر" پیش کی گئی تھیں، اور اب وہ تمام فرقہ وارانہ امنگوں، تنگ نظری اور انتہا پسندی کو الوداع کہیں گے جو "برطانویوں نے ہمیں سکھائی تھی"۔ انہوں نے قائداعظم کی طرف سے کیے گئے سابقہ وعدوں پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور کہا کہ علما کا فریضہ ہے کہ وہ شیعہ مسلمانوں کے شبہات اور خدشات کو دور کریں[27]۔ بعد میں راجہ غضنفر علی خان کو بغیر کسی انتخاب کے آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کا صدر مقرر کر دیا گیا[28]، تاہم دیگر عہدوں کے لیے سخت مقابلہ رہا۔ خوجہ محمد لطیف انصاری کو APSC کا پہلا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا[29]۔

20 مارچ کو بغیر کسی طویل مباحثے کے منظور کی جانے والی ایک قرارداد بعد میں بعض شرکاء کی جانب سے بھی شدید مخالفت کا شکار ہوئی اور یہ کئی سال تک شیعہ داخلی اختلافات کا محور بنی رہی۔ پہلی APSC کی قرارداد نمبر 6 میں درج تھا:

... پاکستان میں علیحدہ حقوق کے مطالبے کو روکنے کا حل یہ ہے کہ حکومتِ پاکستان تمام پاکستانی مسلمانوں کو ایک قوم قرار دے[30]، بغیر کسی فرقہ یا نسل کے فرق کے، اور وہ تمام قوانین ختم کر دے جو کسی مخصوص فرقے کے لیے بنائے گئے تھے[31]۔

اُسی دن ریڈیو پاکستان پر ایک بیان میں راجہ غضنفر علی خان نے مزید کہا کہ شیعوں کو اسمبلیوں میں علیحدہ نشستوں کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ کسی خاص حقوق کا مطالبہ کریں گے۔ ان کا شیعہ اور سنی کے درمیان تمام اختلافات کو کم تر ظاہر کرنا بظاہر اُن کے ذاتی نقطہ نظر کی ایماندارعکاسی تھا، لیکن یہ ان بے شمار شیعوں کی توقعات پر پورا نہیں اترتا تھا جو اپنی جماعت کو نئی مسلم ریاست کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے منظم دیکھنا چاہتے تھے۔ چند ہی دنوں میں، ان فعال کارکنوں میں سے بعض نے لاہور میں سید مظفر علی شمسی[33] کے گھر ملاقات کی تاکہ وہ اس سلسلے میں اقدامات پر غور کریں جسے وہ شیعہ مفادات کی فروخت سمجھتے تھے۔ اِس میں فیصلہ کیا گیا کہ "ادارہ تحفظ حقوقِ شیعہ پاکستان" (ITHS) قائم کیا جائے، جس کی صدارت مغربی پنجاب کے نوجوان شیعہ علما میں سب سے اہل، مفتی جعفر حسین (1914-1983ء) کو دی گئی[34]۔ حافظ کفایت حسین، جنہیں ITHS کا سینئر وائس چیئرمین مقرر کیا گیا[35]، نے 16 اپریل 1948ء کو روزنامہ رضاکار میں APSC اور اس کی قرارداد نمبر 6 کے خلاف بیان جاری کیا[36]۔ اسی طرح کے متعدد بیانات شیعہ علما، دیگر افراد اور ملک بھر کے مقامی انجمنوں کی جانب سے اسی جریدے میں مہینوں تک جاری رہے، جس نے اگلے برسوں میں ITHS کے لیے ایک حقیقی زبانِ حال کا کردار ادا کیا[37]۔ لاہور سے شائع ہونے والا دوسرا اہم شیعہ ہفت روزہ شیعہ APSC[38] کا سرکاری جریدہ رہا، جس کا 1951ء سے نئے ہفت روزہ اسد نے ساتھ دیا[39]۔

ITHS نے اپنی پہلی بڑی کھلی نشست لاہور میں 19-20 جون 1948ء کو منعقد کی[40]۔ اگرچہ اس کے بانی رہنما تین ماہ قبل ہونے والی APSC میں شریک نہیں تھے، اس اجلاس میں اب کچھ شیعہ علماء، معزز شخصیات اور دانشور بھی شامل ہوئے جو اِس کانفرنس

میں شریک تھے لیکن اُس کی کارروائیوں سے متفق نہیں تھے[41]۔ APSC کی قراردادنمبر 6 کے براہِ راست جواب میں، ITHS کے اجلاس میں منظور ہونے والی ایک قراردادنمبر 6 کے براہ راست جواب میں کہا گیا:

...... شیعہ، مُسلم قوم کی ایک اہم اقلیّت ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اُن کے کچھ حقوق اور مذہبی اِختصاص بھی ہیں لیکن موجودہ حالات کی نازک حساسیّت کو محسوس کرتے ہوئے وہ فی الحال الگ نمائندگی کا مطالبہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اِس کے باوجود وہ حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے تمام محکموں میں شیعوں کی مناسب اور متوازن نمائندگی کو یقینی بنائے[42]۔

جبکہ دیگر بیشتر قراردادیں مارچ 1948ء میں منعقد ہونے والی آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) میں پہلے سے منظور شدہ مطالبات ہی کا اعادہ تھیں، تاہم قراردادنمبر 9 میں APSC کو "پاکستان کے شیعوں کی غیر نمائندہ "تنظیم قرار دیا گیا[43]۔ سید اظہر حسن زیدی (1914ء-1986ء)، جو اُترپردیش سے تعلق رکھنے والے ایک اور نامور شیعہ خطیب تھے اور ITHS کے جونیئر وائس چیئرمین مقرر کیے گئے تھے[44]، نے اپنی تقریر میں APSC کی قراردادنمبر 6 میں نسلی امتیاز کے خاتمے کے مطالبے کو اسلامی احکام کے منافی قرار دیا۔ انہوں نے سامعین کو یاد دلایا کہ اسلام نسب کے امتیاز کو برقرار رکھتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے، جیسا کہ سادات (پیغمبر محمدؐ کی اولاد) کے لیے خمس کی تخصیص اور اُن کے لیے صدقہ حرام قرار دینے کے احکام سے واضح ہوتا ہے[46]۔ جہاں تک APSC کی اس تجویز کا تعلق ہے کہ مخصوص فرقوں کے لیے بنائے گئے قوانین کو ختم کر دیا جائے، انہوں نے اپنے شیعہ بھائیوں سے سوال کیا کہ کیا وہ چاہتے ہیں کہ نکاح، طلاق اور وراثت جیسے معاملات میں اُن کے مقدمات کا فیصلہ سنی مُلّا کریں[46]؟

بظاہر آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کے منتظمین نے اپنے شیعہ ہم وطنوں کے ایک بڑے طبقے میں موجود جماعتی جذبات اور خدشات کی شدت کا درست اندازہ نہیں لگایا تھا۔ ان کی بنیادی دلیل یہ تھی یعنی یہ کہ مسلمانوں کی وحدت ہر قیمت پر برقرار رکھی جانی چاہیے تھی۔ پاکستان کے قیام کا مقصد حاصل ہوجانے کے بعد سیاسی اعتبار سے اپنی بہت سی فوری اہمیت کھو چکی تھی۔ اگرچہ نئی ریاست بدستور کشمیر کے تنازعے (بھارت کے خلاف پہلی جنگِ کشمیر دسمبر 1948ء تک جاری رہی) نیز شدید معاشی اور انتظامی مسائل کے دباؤ میں تھی[47]، تاہم بتدریج حالات کے معمول پر آنے کے ساتھ ساتھ شیعہ-سنی کشیدگی بھی دوبارہ ابھرنے لگی۔ اس مرحلے پر یہ ایک تلخ تنازعہ بن گیا کہ آیا شیعہ اقلیت کی جانب سے خصوصی حقوق اور تحفظات کے مطالبات پاکستان کی بقا اور استحکام کے لیے زیادہ خطرناک ہیں، یا شیعہ اقلیت پر سنی دباؤ-اس "خداداد ریاستِ پاکستان" کے لیے-زیادہ نقصان دہ ہے۔ دوسری طرف APSC کے حامی مذہبی سطح پر بھی "مسلمانوں کی وحدت" کی دلیل پر زور دیتے رہے۔ ان کے نزدیک شیعوں کے اپنے مفادات اسی میں بہتر طور پر محفوظ تھے کہ وہ مشترک عقائد اور اقدار کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کریں اور سنی اکثریت سے علیحدگی یا اخراج سے بچیں۔ بعض اوقات وہ یہاں تک خبردار کرتے تھے کہ اگر شیعہ اپنے فقہی و اعتقادی اختلافات کو حد سے زیادہ نمایاں کریں تو پاکستان میں ان کے "اچھوت" (pariah) بن کر رہ جانے کا خطرہ ہے۔ بعد کے زمانے میں یہی خدشہ APSC کے شیعہ مخالفین کی جانب سے الٹ مفہوم میں کثرت سے پیش کیا جانے لگا: ان کے بقول بعض سنی متعصب

عناصر پاکستان میں شیعوں کو دانستہ طور پر ایک "اچھوت" حیثیت تک گرا دینے پر تلے ہوئے تھے، اور اس خطرے کا مؤثر جواب صرف شیعہ حقوق کے دفاع کے لیے ایک مضبوط اور منظم جماعتی تنظیم ہی ہو سکتی تھی۔

شیعہ جماعتیت کے بارے میں یہ بنیادی اختلافِ زاویہ نظر پاکستان میں تقریباً چھ دہائیوں تک کسی نہ کسی صورت میں برقرار رہا۔ عمومی طور پر وہ تنظیمیں جو "شیعہ حقوق" کے مطالبے میں صاف گو اور جارحانہ انداز اختیار کرتی تھیں، عوامی سطح پر کہیں زیادہ مقبول ثابت ہوئیں؛ تاہم ان کے مقابل نسبتاً مفاہمتی رویّہ رکھنے والی تنظیمیں بھی ہمیشہ کچھ نہ کچھ اثر و رسوخ برقرار رکھنے میں کامیاب رہیں، جس کی وجہ ریاستی اقتدار کے مراکز اور سنی اکثریت کے ساتھ ان کے بہتر تعلقات تھے۔ 1948ء کے اوائل میں دو باہم متحارب شیعہ تنظیموں کا ظہور محض اصولی اختلافات کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ اس کے دیگر پہلو بھی تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) بنیادی طور پر سیاسی مقاصد کے تحت قائم کی گئی تھی، اور آئندہ دہائیوں میں بالخصوص 1951ء کے وسط میں نواب قزلباش کے اس کے صدر بننے کے بعد بھی یہ بڑی حد تک سیاسی سرپرستی کا ایک آلہ بنی رہی۔ اس کے برعکس، ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ (ITHS) کا قیام ان افراد کا ایک جوابی ردِعمل تھا جن کی محرکات زیادہ تر جماعتی یا دینی نوعیت کی تھیں، جن میں بعض ایسے علما بھی شامل تھے جو ابتدا میں خاصا اثر و نفوذ رکھتے تھے۔ تاہم چند ہی برسوں کے اندر ITHS پر بھی بڑے زمینداروں، دولت مند تاجروں، سول سروس کے ارکان اور پیشہ ور احتجاجی کارکنوں کا غلبہ ہو گیا، اور علما کا کردار بتدریج ثانوی حیثیت اختیار کرتا چلا گیا[48]۔ 1948ء ہی میں APSC اور ITHS کے درمیان حکومت سے متعلق کئی اہداف اور مطالبات مشترک ہو چکے تھے[49]، اور آہستہ آہستہ ملک گیر سطح پر دو شیعہ تنظیموں کے وجود- جو باہمی مناظرانہ کشمکش میں خاصی توانائی ضائع کر رہی تھیں- کی توجیہہ ناقدین کی جانب سے محض سیاسی اور شخصی رقابتوں کے تناظر میں کی جانے لگی۔ اسی پس منظر میں دہلی سے تعلق رکھنے والے ایک معزز شیعہ دانشور محمد سلطان مرزا (1889ء–1965ء)، جو 1948ء میں کراچی منتقل ہوئے تھے، نے 1954ء کے اوائل میں لکھا:

> تفرقے کی یہ وبا پنجاب سے چل کر کراچی تک آ پہنچی ہے۔ کراچی سے کئی وفود پنجابی شیعوں کے درمیان مصالحت کرانے آئے، مگر وہ خود بھی اسی مرض میں مبتلا ہو گئے... کراچی میں جو نئی شیعہ جماعتیں قائم ہوئیں، وہ دراصل یہی پنجابی جماعتیں ہیں... ان دونوں جماعتوں کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے۔ پنجابی لوگ بڑے سرگرم اور جری ہوتے ہیں... مگر وہ ذاتی حیثیت اور اقتدار کے لیے، اور خود غرض مقاصد کے تحت لڑ رہے ہیں... یہ تنازع فقہ کے مسائل کا ہے، نہ سماجی نظریات کا، نہ اصولوں یا عقائد کے دفاع کا... ایک جماعت کوئی بھی تجویز پیش کرے، خواہ مفید ہو یا نہ ہو، دوسری جماعت لازماً اس کی مخالفت کرے گی۔ نتیجتاً کچھ بھی حاصل نہیں ہو پاتا...[50]

تاہم 1948ء کے بعد کے ابتدائی برسوں میں ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ (ITHS) بظاہر اپنے اس دعوے کو خاصی حد تک منوانے میں کامیاب رہا کہ وہ "پاکستان کے شیعوں کی واحد نمائندہ تنظیم" ہے[51]، جبکہ اس کے برعکس آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کو اپنی تاسیسی کانفرنس کی متنازعہ اور باعثِ تشویش قرارداد نمبر 6 کی وضاحت کرنے- اور بعد ازاں بتدریج اس سے دست بردار ہونے- میں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ 1948ء کے بعد کے ابتدائی برسوں میں ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ (ITHS) کو ایک ایسا ابتدائی موقع میسر آیا جس

کے ذریعے وہ ایک مشترک مقصد کے لیے ملک گیر سطح پر شیعوں کو متحرک بھی کرسکا، اور ساتھ ہی خود کو "شکست خوردہ" آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) سے ممتاز بھی کر دکھایا۔ یہ موقع لاہور کے روزنامہ احسان میں 10 محرم 1368ھ (13 نومبر 1948ء) کو شائع ہونے والے ایک اداریے کی صورت میں سامنے آیا، جس میں نہ صرف شیعوں کی مرکزی مذہبی روایت عزاداری پر شدید حملہ کیا گیا تھا، بلکہ پیغمبر محمدؐ کے بعد خلافت کے حق کے بارے میں اہلِ بیتؑ سے متعلق شیعہ عقیدے کو بھی "غیر معقول" قرار دیا گیا تھا[52]۔ اس اداریے کے ردِّ عمل میں 20-21 نومبر کو لاہور اور کراچی میں بڑے پیمانے پر احتجاجی اجتماعات منعقد ہوئے، جن میں روزنامہ احسان کے مدیر ابوسعید بزمی کے خلاف فوری سرکاری کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔ آئندہ ہفتوں میں یہ احتجاجی مظاہرے ملک بھر کی شیعہ آبادیوں تک پھیل گئے، جبکہ ITHS کے وفد نے وزیرِ اعظم اور پنجاب کے چیف سیکرٹری کے سامنے اپنا موقف پیش کیا۔ اس کے برعکس APSC نے شیعہ غم و غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی اور اخبار کے خلاف کسی سزا کی تجویز کو مسترد کر دیا[54]۔ ITHS کے مطابق، اسی رویّے نے بزمی کو - جو ابتدا میں شیعہ جذبات مجروح کرنے پر معذرت کر چکے تھے - مزید حوصلہ دیا، چنانچہ انھوں نے 29 نومبر کو شائع ہونے والی ایک تحریر میں، جسے انھوں نے "نصیحت خیر" کا عنوان دیا، شیعوں سے کہا کہ وہ "فرنگی دَور کی سطح" سے بلند ہو جائیں اور نئی ریاستِ پاکستان میں محض مسلمانوں کی حیثیت سے بات کریں اور برتاؤ اختیار کریں[55]۔ بعد ازاں اخبار اور اُس کے پرنٹنگ پریس دونوں کو فرقہ وارانہ کشیدگی بھڑکانے کے جرم میں فی کس تین ہزار روپے کی ضمانت جمع کرانے کی سزا سنائی گئی۔[56]

نومبر 1948ء سے جنوری 1949ء کے دوران ڈیرہ غازی خان کے قریب چوٹی زیرین میں عزاداری کے جلوسوں پر پابندی کے خلاف جاری تحریک دونوں شیعہ تنظیموں کے مابین شدید اختلاف کا باعث بن گئی۔ اس موقع پر ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ (ITHS) نے اپنے متعدد سرکردہ رہنماؤں کو جائے وقوعہ پر بھیجا اور آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) پر بے عملی کا الزام عائد کیا[57]۔ 15-17 اپریل 1949ء کو ITHS نے جو اس سے قبل صرف ضلعی سطح پر اجلاس منعقد کرتی رہی تھی راولپنڈی میں اپنی پہلی ملک گیر کانفرنس منعقد کی۔ اگرچہ اس کے حریفوں نے اس اجتماع کو ناکام بنانے کی بھرپور کوشش کی حتیٰ کہ شہر میں تصادمات اور کرفیو کے نفاذ کی افواہیں بھی پھیلائیں، تاہم اِس کے باوجود ITHS پاکستان کے قیام کے بعد اب تک سب سے بڑے شیعہ اجتماع کے انعقاد میں کامیاب رہی۔ جریدہ رضاکار کے مطابق اس کانفرنس میں تقریباً پندرہ ہزار شیعہ شریک ہوئے، جن میں بڑی تعداد علما اور ممتاز شیعہ شخصیات کی تھی[58]۔ اس موقع پر مفتی جعفر حسین اور ITHS کے تمام اعلیٰ عہدے داروں نے نئی قیادت کے انتخاب کے لیے اپنی اپنی استعفیٰ پیش کیے، مگر اجتماع نے متفقہ طور پر سب کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔ اسی کانفرنس میں شیعہ جمعیت العلماء پاکستان بھی قائم کی گئی، جس کی صدارت مفتی سید محمد احمد سونی پتی نے کی، تاکہ شیعہ مجلسِ علماء پاکستان (SMUP) کے دعوؤں کا جواب دیا جاسکے، اگرچہ ان دونوں تنظیموں میں سے کوئی بھی آئندہ کبھی خاص سیاسی یا جماعتی اہمیت حاصل نہ کرسکی۔ راولپنڈی کنونشن میں مجموعی طور پر چھیالیس قراردادیں منظور کی گئیں، جن میں متعدد مطالبات شامل تھے، اور اُن میں سے کئی خاص طور پر شیعہ مہاجرین کے حق میں تھیں۔[60]

منتظمین گزشتہ ایک برس کے دوران پاکستان کے شیعوں کے اذہان میں رونما ہونے والی ایک "انقلابی تبدیلی" پر بے حد مسرور تھے، اور بظاہر اِس دعوے کے لیے کچھ معقول جواز بھی موجود تھا۔ اب ایک ایسی شیعہ تنظیم وجود میں آچکی تھی جس کی ملک گیر رسائی

تھی- حالانکہ ITHS کو سندھ اور بلوچستان[61] میں رسمی شاخیں قائم کرنے میں کئی برس لگے- جو شیعہ مطالبات کو بھرپور اور جامع انداز میں پیش کرتی تھی، اور ساتھ ہی پاکستان اور تمام مسلمانوں کے مشترکہ مقاصد کے تئیں اپنی وفاداری میں کسی قسم کی گنجائش نہیں چھوڑتی تھی۔ ITHS کے کنونشنز میں دی جانے والی متعدد تقریریں، اور رضا کار میں شائع ہونے والے متعدد مضامین، تنظیم کے دعووں کی حمایت کرتے ہوئے پہلے اس بات کو یاد دلاتے کہ پاکستان کے قیام میں تمام مسلم فرقوں کی وحدت کس طرح کارگر ثابت ہوئی اور اس مقصد کے لیے شیعوں نے جو قربانیاں دیں، ان کا ذکر کیا جاتا۔ اس کے بعد پاکستان کے دفاع اور اس کے استحکام کے لیے وفاداری کا اظہار کیا جاتا، اور پھر مخصوص شیعہ مطالبات کی طرف پیشرفت کی جاتی۔ اسلامی اتحاد (Pan-Islamic loyalty) کا اظہار بھی باقاعدگی سے کیا جاتا، جیسے کشمیر، فلسطین اور مسلم دنیا میں مغربی سامراجیت کی مخصوص کارروائیوں کے سلسلے میں منظور کی جانے والی قراردادوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ تقسیم سے قبل، آل انڈیا شیعہ سیاسی کانفرنس (AISPC) بھی کافی پرزور تھی، لیکن اسے کانگریس سے تعلقات کے سبب غداری کے الزام کا سامنا کرنا پڑا، اور 1940ء کے بعد "پاکستان کے صوبوں" میں اس کا اثر و رسوخ نمایاں طور پر کم ہو گیا تھا۔

1949ء کے کامیاب راولپنڈی کنونشن تک آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کے حامی عموماً ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ (ITHS) کو کم تر ثابت کرنے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے تک ہی محدود رہے تھے۔ اس کے بعد دونوں بڑی شیعہ تنظیموں کو متحد کرنے، یا کم از کم کسی مشترکہ پلیٹ فارم پر لانے کی کوششیں باقاعدہ معمول بن گئیں۔ اگرچہ بعض اوقات ان کوششوں کو جزوی کامیابی بھی حاصل ہوئی، مگر کوئی بھی مفاہمت دیرپا ثابت نہ ہو سکی، یہاں تک کہ دہائیوں بعد دونوں تنظیمیں بالآخر غیر مؤثر ہو گئیں۔ ITHS کے کنونشن کے فوراً بعد حافظ کفایت حسین اور محمد بشیر انصاری نے اس عام تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کی کہ شیعہ صفوں میں تقسیم کی اصل وجہ ان دونوں کے درمیان ذاتی رقابت ہے۔ سید نجم الحسن کراروی کی ثالثی میں ہونے والی ایک ملاقات کے بعد، دونوں نے اعلانیہ طور پر کسی بھی شخصی اختلاف کی تردید کی[62]۔ دو ماہ بعد وہ دوبارہ سیالکوٹ میں ایڈووکیٹ سید مرید حسین شاہ کے گھر ملے اور ایک مفاہمتی فارمولے پر اتفاق کیا[63]۔ اگست 1949ء کے اوائل میں، بظاہر APSC کی رضامندی کے ساتھ، حکومت نے ITHS کے چیئرمین مفتی جعفر حسین کو تعلیماتِ اسلامی بورڈ میں شیعوں کی نمائندگی کے لیے نامزد کیا[64]۔ اس کے بعد 9-11 ستمبر کو بھکر میں منعقدہ ایک اجلاس کے دوران نواب قزلباش- جو اس سے قبل APSC کے کم نمایاں حامی رہے تھے- کو پنجاب میں ITHS کا چیئرمین منتخب کر لیا گیا[65]۔

جب 10 مارچ 1950ء کو آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) نے 1948ء کے بعد اپنا پہلا عمومی کنونشن منعقد کیا تو اس نے ایک مرتبہ پھر ادارۂ تحفظ حقوقِ شیعہ (ITHS) کو اس حد تک بددل کر دیا کہ مؤخر الذکر نے تمام شیعوں سے اس اجلاس کے بائیکاٹ کی اپیل کر دی۔ نتیجتاً محض 500 سے 600 افراد شریک ہوئے، جن میں تقریباً 35 علماء شامل تھے، اور کھلے اجلاسوں کا دورانیہ بھی دو دن کے بجائے ایک دن تک محدود کر دیا گیا[66]۔ مزید برآں، اس کنونشن سے پہلے کے ہفتوں میں APSC نے خاصی الجھن پیدا کر دی تھی، جب استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین سید ہادی علی شاہ بخاری کی جانب سے ایک پوسٹر شائع کیا گیا جس میں اسمبلیوں میں شیعوں کے لیے علیحدہ نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ بعد ازاں راجہ غضنفر علی خان نے ایک پریس کانفرنس میں اس مطالبے سے مکمل طور پر لاتعلقی کا اعلان کر دیا[67]۔ آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کا انعقاد ایران کے شاہ محمد رضا پہلوی کے لاہور کے دورے کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا تھا تاکہ شیعہ حلقوں کی توجہ

زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاسکے، لیکن شاہِ ایران کے دورے کا پروگرام صرف سرکاری ملاقاتوں تک محدود رہا[68]۔ مزید یہ کہ APSC کے کنونشن کے دوران جب شیخ غضنفر علی نارووالی نے 1948ء کی قرارداد نمبر 6 کے خلاف ایک تقریر میں اکثریتی تائید حاصل ہوتی دکھائی دی، تو اس قرارداد پر مزید بحث کو دبا دیا گیا اور آگے بڑھنے نہیں دیا گیا[69]۔

تین ماہ بعد پاکستان میں اب تک کی سب سے بڑی ملک گیر شیعہ تحریک اس مقصد کے لیے برپا ہوئی کہ سیالکوٹ ضلع کے بھارت سے متصل ایک چھوٹے سے قصبے نارووال میں جلوس پر عائد پابندی اٹھائی جائے۔ یہ معاملہ ان بے شمار شیعہ-سنی تنازعات سے ملتا جلتا تھا جو پاکستان کے ابتدائی عشرے میں مختلف علاقوں میں سامنے آئے۔ یہاں ایک مہاجر دینی رہنما نے ایامِ عزاداری کے موقع پر جلوسوں کا آغاز کیا تھا، جو اس قصبے میں اس سے پہلے رائج نہیں تھے اور جن پر بعض مقامی سنی حلقوں نے اعتراض کیا۔ مئی 1950ء کے اوائل میں ضلع سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر نے ان مطالبات کے آگے جھک کر ان نئے جلوسوں پر پابندی عائد کرنے کا حکم دے دیا[70]۔ مقامی انتظامیہ اور شیعہ عمائدین کے درمیان مذاکرات ناکام ہو جانے کے بعد شیعوں نے فیصلہ کیا کہ وہ 31 مئی کو دفعہ 144 تعزیراتِ پاکستان (اجتماعات پر پابندی) کے تحت عائد ممانعت کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلوس نکالیں گے۔ تحریک کے آغاز سے چند گھنٹے قبل مقامی پولیس انسپکٹر نے احتیاطی گرفتاریاں شروع کر دیں، جن میں حافظ کفایت حسین بھی شامل تھے، جو اسی صبح مزید گفت و شنید کے لیے ریل کے ذریعے نارووال پہنچے تھے۔ آنے والے دو ہفتوں کے دوران مجموعی طور پر تقریباً 1,500 شیعوں کو - جن میں سے بہت سے دور دراز علاقوں سے نارووال آئے تھے - دفعہ 144 کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار کیا گیا۔ ان کے ساتھ سختی برتی گئی اور پولیس کی جانب سے توہین آمیز سلوک بھی روا رکھا گیا، اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ پولیس نے کئی پہلوؤں سے حد سے زیادہ ردِعمل کا مظاہرہ کیا[71]۔ نارووال کا حسینی محاذ - جس کے اثرات پورے پنجاب میں محسوس کیے گئے - بالآخر 13 جون کو اس وقت ختم کیا گیا جب مسلم لیگ کے صوبائی سربراہ میاں عبدالباری اور حافظ کفایت حسین (جو اس وقت بھی جیل میں تھے) کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا۔ اس معاہدے کے تحت طے ہوا کہ آئندہ پنجاب میں شیعہ جلوسوں سے متعلق ہر تنازعے کی صورت میں شیعہ اور سنی نمائندوں پر مشتمل مقامی کمیٹیاں قائم کی جائیں گی جو اس معاملے میں حکومت کو مشورہ دیں گی؛ حکومت ان شیعہ سرکاری ملازمین کو بحال کرے گی جنہیں احتجاج میں شرکت کے باعث برطرف یا تبادلے کا سامنا کرنا پڑا تھا؛ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ اور نارووال کے انسپکٹر جنرل پولیس کے خلاف تحقیقات کا حکم دیا جائے گا؛ نارووال میں جلوس بیس دن کے اندر نکالا جائے گا؛ اور اس کے مجوزہ راستے کے تعین کا حتمی اختیار میاں عبدالباری کے پاس ہوگا[72]۔

جیسا کہ سابقہ فرقہ وارانہ تنازعات کے دوران بھی دیکھا جا چکا تھا، اس مرتبہ بھی آئی ٹی ایچ ایس، اے پی ایس سی کے مقابلے میں معاملے کو زور زبردستی سے آگے بڑھانے کے لیے کہیں زیادہ سرگرم تھی اور بظاہر پوری تحریک کی اصل منظم کرنے والی بھی وہی تھی۔ اے پی ایس سی کے ارکان نے آنے والے انتخابات میں سنی ووٹروں پر اس تحریک کے منفی اثرات سے خبردار کیا تھا، بلکہ اُن میں سے ایک پر تو یہ الزام بھی لگایا گیا کہ اس نے مقامی پولیس افسروں کو اس تحریک کو سختی سے کچلنے کا مشورہ دیا تھا[73]۔ اِسی پس منظر میں، 17 جون 1950ء کو اے پی ایس سی کی درخواست پر لاہور میں سید مرتضیٰ علی شاہ کے گھر شیعہ قائدین کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ایک آل پاکستان شیعہ بورڈ قائم کیا جائے، جو آئندہ نارووال جیسے معاملات میں یہ فیصلہ کرے کہ حسینی محاذ شروع کیا جائے یا نہیں[74]۔ اس تجویز

کا مقصد بالکل واضح تھا: یعنی آئی ٹی ایچ ایس کو اس بات سے روکنا کہ وہ یک طرفہ فیصلوں کے ذریعے تمام شیعانِ پاکستان کو مشکلات سے دوچار کرے۔ تاہم، 22 جولائی کو منعقد ہونے والے آئی ٹی ایچ ایس کونسل کے اجلاس میں اس منصوبے کو مسترد کر دیا گیا[75]۔

سنہ 1951ء کے اوائل میں، جب آئی ٹی ایچ ایس نے اپنا دوسرا عمومی اجلاس راولپنڈی میں (27 تا 29 اپریل) منعقد کیا، تو یہ نئی تنظیم کسی حد تک اپنی ابتدائی توانائی سے محروم ہوتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ مولوی سید محمد احمد سونی پتی (1901ء-1958ء)، جو اس سے کچھ ہی عرصہ قبل صوبائی چیئرمین منتخب ہوئے تھے[76]، پنجاب اسمبلی کے انتخابات میں- جو ایک ماہ پہلے منعقد ہوئے تھے- شیعہ امیدواروں کے خلاف کھلی اور صریح فرقہ وارانہ پروپیگنڈا مہم پر بڑی بے بسی کے ساتھ شکوہ کناں نظر آئے، حالانکہ اس قسم کے پروپیگنڈے پر پابندی عائد کرنے کے لیے نیا قانون بھی نافذ ہو چکا تھا[77]۔ راولپنڈی اجلاس میں منظور کی جانے والی ایک قرارداد میں امیر حیدر خان آف محمود آباد سے- جو تقسیم ہند کے بعد بھارت میں مقیم رہے تھے- یہ درخواست کی گئی کہ وہ اپریل 1940ء میں قائداعظم محمد علی جناح کا اپنے نام لکھا ہوا وہ خط فراہم کریں، جس میں پاکستان میں شیعوں کے مساوی حقوق سے متعلق ان کی دی گئی "ضمانتوں" کا ذکر تھا[78]۔ ایک اور قرارداد میں ایک مرتبہ پھر اس امر پر زور دیا گیا کہ ریاست کے تمام اداروں میں شیعہ برادری کی "مناسب نمائندگی" کو یقینی بنایا جائے[79]۔

ادھر اے پی ایس سی بھی کسی نمایاں پیش رفت میں کامیاب نہ ہو سکی اور اسے کسی حد تک اپنی پالیسی کو آئی ٹی ایچ ایس کے مؤقف سے ہم آہنگ کرنا پڑا۔ 8 اپریل 1951ء کو ہفت روزہ شیعہ میں قرارداد نمبر 6 کا ایک "نظرثانی شدہ" متن شائع کیا گیا، جس میں حکومت کو یہ مشورہ برقرار رکھا گیا کہ وہ تمام مسلمانوں کو ایک قوم تصور کرے، تاہم اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کیا گیا: "......تاہم اے پی ایس سی مذہبی معاملات میں شیعہ شخصی قانون، الگ نمائندگی، اور عزاداری اور تمام مذہبی امور کے لیے مکمل تحفظ کا مطالبہ کرتی ہے، اور ان میں کسی بھی قسم کی مداخلت کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتی[80]۔" ستمبر 1951ء میں راجا غضنفر علی خان- جو اس وقت ایران میں پاکستان کے سفیر مقرر ہو چکے تھے- نے اے پی ایس سی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ چند ہی مہینوں کے اندر وہ پاکستان اور ایران کے باہمی تعلقات کو مستحکم کرنے میں اپنی خدمات کے باعث اپنے سابق ناقدین تک کے ہاں احترام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ خصوصاً ایرانی سرزمین میں واقع شیعہ مقدس مقامات کی زیارت کے لیے پاکستانی زائرین پر ویزا کی پابندی کے خاتمے کو نہایت سراہا گیا[81]۔ بالآخر 22 دسمبر 1951ء کو آئی ٹی ایچ ایس کی ورکنگ کمیٹی نے اے پی ایس سی کے اس مطالبے کو- جو اٹھارہ ماہ سے زیرِ غور تھا- قبول کر لیا کہ دونوں تنظیموں کی مساوی نمائندگی کے ساتھ ایک آل پاکستان شیعہ بورڈ قائم کیا جائے[82]۔ اس فیصلے سے قبل کے ہفتوں میں دونوں گروہوں نے ایک اور سول نافرمانی کی تحریک کے دوران قابلِ ذکر حد تک باہمی اتحاد کا مظاہرہ کیا تھا، جو لاہور کے علاقے کرشن نگر میں ایک شیعہ جمعہ مسجد کی تعمیر پر سنی اعتراضات کے خلاف شروع کی گئی تھی[83]۔

آل پاکستان شیعہ بورڈ کا باضابطہ افتتاح 20 جنوری 1952ء کو لاہور کی دیال سنگھ لائبریری میں منعقد ہونے والے ایک مشترکہ اجلاس میں عمل میں آیا، جس میں آئی ٹی ایچ ایس اور اے پی ایس سی کے سو سے زائد نمائندوں نے شرکت کی۔ تمام مقررین اس امر پر متفق تھے کہ شیعہ صفوں میں موجود انتشار ہی اب تک حکومت کی جانب سے ان کے جائز مطالبات کو سنجیدگی سے نہ لیے جانے کی بنیادی وجہ رہا ہے، اور انہوں نے "اتحاد کے ایک نئے دور" کے آغاز کے بارے میں امید اور خوش بینی کا اظہار کیا۔ اجلاس کی صدارت کرنے والے راجا

غضنفر علی خان اور ہفت روزہ شیعہ کے مدیر ملک صادق علی عرفانی نے حافظ کفایت حسین کے لیے اپنے گہرے احترام اور قدر دانی کا اظہار کیا[84]۔ مظفر علی شمسی، جو آئی ٹی ایچ ایس کے نہایت بااثر رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے، نے بورڈ کے آئین اور مشترکہ مقاصد کا مسودہ تیار کیا تھا، جن میں شیعہ مذہبی مراسم، تبلیغ اور تعلیم کے لیے مکمل آزادی، نیز وفاقی، صوبائی اور ضلعی سطح پر تمام سرکاری اداروں میں شیعہ برادری کی "اطمینان بخش" نمائندگی کو شامل کیا گیا تھا[85]۔ آئی ٹی ایچ ایس اور اے پی ایس سی دونوں نے آل پاکستان شیعہ بورڈ کے لیے بارہ، بارہ اراکین نامزد کیے[86]۔

بورڈ اِس امر میں کامیاب رہا کہ علیحدہ مذہبی تعلیم کے مسئلے پر ایک مشترکہ مؤقف مرتب کرے اور اس ضمن میں مذاکرات کے لیے اپنے نامزد نمائندوں کو حکومت سے تسلیم کروالے[87]۔ اس کامیابی کے سوا، بورڈ کے بعد کے صرف چار اجلاس ہی ہفت روزہ رضا کار میں مذکور ہیں، جن کی صدارت تمام تر محمد بشیر انصاری نے کی؛ ان میں آخری اجلاس 12 مئی 1952ء کو منعقد ہوا[88]۔ 3 مارچ کے اجلاس میں یہ منصوبہ بنایا گیا تھا کہ اپریل میں لاہور میں آئی ٹی ایچ ایس اور اے پی ایس سی کی ایک مشترکہ عمومی کانفرنس منعقد کی جائے، تاکہ دونوں تنظیموں کو باضابطہ طور پر متحد کیا جاسکے۔ تاہم یہ منصوبہ کبھی پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا، اور 9 مئی کے اجلاس کی زیادہ تر کارروائی اس اپیل پر مشتمل رہی کہ نواب مظفر علی خان قزلباش (نئے صدر، اے پی ایس سی) اور مظفر علی شمسی اور اظہر حسن زیدی (آئی ٹی ایچ ایس) باہمی مناظرانہ بیانات اور تند و تیز polemics سے باز آجائیں[89]۔ ان کے درمیان مصالحت کے لیے، دیگر شخصیات کے علاوہ، وزیر سید علی حسین شاہ گردیزی نے بھی ثالثی کی، لیکن یہ کوشش ناکام رہی[90]۔ عملی طور پر دیکھا جائے تو آل پاکستان شیعہ بورڈ کا باب اپنے قیام کے محض چند ہی مہینوں بعد بند ہو گیا[91]۔

آئینی تحفظ اور دیگر مطالبات کی جد وجہد

گزشتہ حصے میں بنیادی طور پر تنظیمی پہلوؤں اور پاکستان کے قیام کے ابتدائی پانچ سالوں میں شیعہ جماعتی تنظیم نو کے چند اہم افراد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اے پی ایس سی اور آئی ٹی ایچ ایس دونوں نے متعدد چھوٹے شیعہ مطالبات اور شکایات، جن میں مقامی مسائل اور تنازعات بھی شامل تھے، پر کام کیا، تاہم ان تنظیموں کی جانب سے اٹھائے جانے والے بنیادی مسائل ملک میں شیعہ اقلیت کے اسٹیٹس سے متعلق اہم سوالات تھے۔ آئی ٹی ایچ ایس نے آئینی ضمانتوں، ریاست کے مختلف محکموں اور اداروں میں شیعوں کی "مناسب نمائندگی"، اور اسکولوں و کالجوں میں علیحدہ مذہبی تعلیم کے مطالبے کو خاص اہمیت دی۔ دوسری جانب، اے پی ایس سی نے اپنے قیام کے وقت شیعہ حقوق کے لیے اتنی فکر نہیں ظاہر کی تھی، لیکن رفتہ رفتہ اسے بھی مزید جارحانہ جماعتی موقف اپنانا پڑا، تاکہ وہ آئی ٹی ایچ ایس کی عوامی مقبولیت کے برابر پہنچ سکے۔ یوں، بنیادی مسائل پر دونوں متحارب تنظیموں کے درمیان ایک حد تک مقصد کی ہم آہنگی ابھری، جو کہ 1952ء کے اوائل میں قائم ہونے والے مختصر المدت آل پاکستان شیعہ بورڈ تک برقرار رہی[92]۔

آئینی تحفظات کے لیے مطالبات دراصل 1940ء سے 1947ء تک مسلم لیگ سے شیعہ برادری کے لیے ضمانتوں اور رعایتوں کے حصول کی مسلسل کوششوں کا براہِ راست تسلسل تھے[93]۔ نئے قائم ہونے والے پاکستان نے بھارت کی تقسیم کے ساتھ پیدا ہونے والے انتشار پر قابو پانے کے فوراً بعد یہ مطالبات دوبارہ شروع کیے[94]، اور یہ ضرورت اُس وقت مزید شدت اختیار کر گئی جب سنی مذہبی حلقوں کی جانب سے "اصلی اسلامی ریاست" کے قیام کے لیے دباؤ بڑھا۔ 13 جنوری 1948ء کو، مولانا شبیر احمد عثمانی - جو سنی علماء میں مسلم لیگ کے سب سے اہم حامیوں میں شمار ہوتے تھے[95] - نے کراچی میں اپنی نئی تشکیل شدہ جمعیت العلماء اسلام (پاکستان شاخ) کے اجلاس کے دوران اس نوعیت کے واضح مطالبات پیش کیے[96]۔ اسی وقت، ابو الاعلیٰ مودودی، بانی اور صدر جماعتِ اسلامی (JI) نے لاہور میں عوامی تقاریر کے ذریعے پاکستان کے نظامِ حکومت اور قانون سازی کی اسلامی بنیاد پر استوار کرنے کی حمایت شروع کی[97]۔ جلد ہی جے یو آئی اور جماعتِ اسلامی میں دیگر مذہبی جماعتیں شامل ہوئیں، جیسے جمعیت العلماء پاکستان (JUP)[98] مجلس تحفظ ختم نبوت[99] اور دیگر سنی مذہبی تنظیمیں، جو پاکستان کے ابتدائی سالوں میں فعال رہیں یا نئی قائم کی گئیں[100]۔ ابتدائی طور پر "اسلامی نوعیت" کی طرف پہلا قدم پنجاب اسمبلی نے اٹھایا، جس نے 29 جنوری 1948ء کو ایک گیارہ سال پرانا بل دوبارہ متحرک کرتے ہوئے زرعتی زمین میں خواتین کے وراثتی حقوق کو شریعت کے مطابق قانون کا درجہ دے دیا[101]۔ اس سے چار دن قبل قائداعظم محمد علی جناح - جو اگست 1947ء سے گورنر جنرل پاکستان تھے - مضبوط مگر جزوی طور پر مبہم الفاظ میں یہ موقف اختیار کرنے پر مجبور ہوئے کہ مستقبل کے آئین کی بنیاد شریعت ہونی چاہیے[102]۔

اگرچہ پاکستان کی آئینی اسمبلی میں "اسلامی لابی" کی نمائندگی کمزور تھی، اور اس پر زیادہ تر جاگیرداروں اور سول سروس کے ارکان کا غلبہ تھا، اس کے باوجود شیعہ برادری اور تمام مذہبی پس منظر کے سیکولر پاکستانی شہریوں میں یہ حقیقی خدشات پائے جاتے تھے کہ مذہبی سخت گیر افراد کسی نہ کسی طرح آئین سازی اور قانون سازی کے عمل میں غیر معمولی اثر و رسوخ حاصل کرلیں گے۔ سیکولر اور مغربی طرزِ فکر رکھنے والی اشرافیہ، جس نے پاکستان تحریک کی قیادت "اسلام کے دفاع" کے نام پر کی تھی، اپنے مقصد کے حصول کے لیے عوام کو متحرک کرنے میں

علماء کی مدد کی محتاج تھی، اور اب یہ علماء اپنے حصہ اقتدار کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے۔

اُن کے سب سے بڑے ہتھیار عوام میں مذہبی جذبات کو بھڑکانے کی صلاحیت رکھتے تھے، جیسا کہ 1953ء کے آغاز میں[104] احمدیوں کے خلاف شدید پرتشدد مہم کے دوران بخوبی دیکھا گیا، اور اس کے ساتھ سیاسی قیادت کی موقع پرستی تھی، جو جب بھی اپنے مقصد کے لیے مفید ہوتی، اسلام اور شریعت کے لیے صرف زبانی عہد کر لیتی۔ یوں، حکمران طبقے کی مرضی کے برخلاف بھی بتدریج اسلامائزیشن کا امکان حقیقتاً موجود تھا، اور مذہبی جماعتوں کی جانب سے اپنے لیے زیادہ کردار کی مسلسل مطالبہ بازی اِس بات کی بڑی وجہ تھی کہ پاکستان کا پہلا آئین تقریباً نو سال بعد، صرف 1956ء میں نافذ ہو سکا[105]۔

اِن تمام برسوں کے دوران، شیعہ تنظیمیں - خاص طور پر ITHS - یہ یقینی بنانے کی فکر میں رہیں کہ آئین میں حنفی سنی فقہ کی فوقیت کو کسی صورت تسلیم نہ کیا جائے اور شیعہ برادری کی قانونی حیثیت متاثر نہ ہو۔ دوسری جانب، ITHS کے قائدین جیسے مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین سنی علماء کے ساتھ مل کر اس بات پر زور دے رہے تھے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہو اور شریعت نافذ کی جائے، بشرطیکہ شیعہ صرف اپنی فقہی ہدایات کے تابع ہوں۔ یہ دونوں 1952ء-53ء میں ضدِ احمدی تحریک کے بھی فعال حامی رہے، جیسا کہ مظفر علی شمسی بھی تھے، جن کے مجلس احرارِ اسلام کے ساتھ طویل المدتی تعلقات تھے، جو اس تحریک کے اصل محرک تھے[106]۔

دینی جماعتوں کو پہلا رعایتی قدم دیتے ہوئے، وزیر اعظم لیاقت علی خان - جو جناح کے انتقال (ستمبر 1948ء) کے بعد مسلم لیگ کے رہنما بن گئے تھے - نے 8 مارچ 1949ء کو آئینی اسمبلی میں "Objectives Resolution" پیش کی۔ اس قرارداد میں درج ذیل شقیں شامل تھیں: "رپورٹ"

جبکہ کائنات پر خدا تعالیٰ ہی کی بالادستی ہے اور وہ اختیار جو اس نے پاکستان کی ریاست کو اپنے عوام کے ذریعے سونپا ہے، وہ صرف اس حد میں استعمال کیا جائے جو اسے مقدس امانت کے طور پر مقرر کی گئی ہے؛

یہ آئین ساز اسمبلی --- اس بات کا عزم کرتی ہے کہ ایک آئین مرتب کیا جائے--- جس میں مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ اپنی زندگیوں کو قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی کی تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق ترتیب دے سکیں [107]--- جس میں اقلیتوں کے لیے مناسب انتظامات ہوں تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے مذہب کا اعتقاد اور عمل کر سکیں اور اپنی ثقافت کو فروغ دے سکیں--- جس میں سوچ، اظہار، عقیدہ، ایمان، عبادت اور اجتماع کی آزادی کی ضمانت دی جائے، قانون اور عوامی اخلاقیات کی پابندی کے ساتھ --- اور جس میں اقلیتوں اور پسماندہ و محروم طبقات کے جائز مفادات کے تحفظ کے لیے مناسب انتظامات کیے جائیں...[108]

اگرچہ اقلیتوں کے حق میں شامل شقیں بنیادی طور پر غیر مسلموں کے تحفظ کے لیے تیار کی گئی تھیں، تاہم انہیں شیعہ برادری کے لیے بھی ایک حفاظتی گارنٹی کے طور پر سمجھا جا سکتا تھا۔ "قراردادِ مقاصد"، جو 12 مارچ 1949ء کو منظور ہوئی، وہ بعد میں آئین کا دیباچہ بن گئی۔ اگرچہ یہ

اقدام اکیلا مذہبی رہنماؤں کو مطمئن کرنے کے لیے کافی نہ تھا، تاہم مزید رعایت فراہم کی گئی۔ اپریل 1949ء کے وسط میں بنیادی اصول کمیٹی[109]، جو کہ "قراردادِ مقاصد" کے مطابق آئین کی تفصیلات تیار کرنے کی ذمہ دار تھی، نے مذہبی اُمور پر مشورہ دینے کے لیے ماہرین کی ایک بورڈ تشکیل دینے کا فیصلہ کیا[110]۔ شیعہ مطالبات کی ایک اہم تصدیق کے طور پر، مفتی جعفر حسین کو اگست 1949ء میں اس تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے چھ ارکان میں شامل کیا گیا[111]۔

بورڈ نے فروری 1950ء کے بعد سے BPC کی کارروائی کے بارے میں اپنے "جائزے" سے آگاہ کیا، جس میں بنیادی طور پر سربراہ مملکت، عمومی طور پر ایگزیکٹو، اور مقننہ سے متعلق سفارشات شامل تھیں[112]۔ 28 ستمبر 1950ء کو، BPC نے اپنی پہلی عبوری رپورٹ دستور ساز اسمبلی کو پیش کی، جس میں تعلیماتِ اسلامیہ بورڈ کی زیادہ تر سفارشات کو نظرانداز کر دیا گیا[113]۔ اس مسودہٴ آئین میں صرف وہ "اسلامی" دفعات تھیں جو پہلے ہی "قراردادِ مقاصد" میں مذکور تھیں اور ایک سفارش تھی کہ مسلمانوں کے لیے قرآن کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے[114]۔

وہ مذہبی رہنما، جنہوں نے عارضی رپورٹ کے خلاف احتجاج کیا، کو سیکولر حلقوں کی جانب سے یہ چیلنج پیش آیا کہ مختلف مکتب فکر کے 'عالم' کبھی کسی اسلامی آئین کے لیے مشترکہ تجاویز پر متفق نہیں ہو سکتے[115]۔ اس کے جواب میں، مولانا احتشام الحق تھانوی نے جنوری 1951ء میں کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے 31 علماء کی ایک مجلس کا انعقاد کیا[116]، جس کی قیادت سید سلیمان ندوی نے کی۔ انہوں نے 22 نکاتی فہرست مرتب کی، جو آئینی اسمبلی کو "اسلامی ریاست کے لیے غیر قابل تنسیخ کم از کم اصول" کے طور پر پیش کی گئی[117]۔ شیعہ برادری کی نمائندگی مفتی جعفر حسین اور حافظ کفایت حسین نے کی، اور انہوں نے ایک اہم کامیابی حاصل کی جب درج ذیل شق کو 22 اصولوں میں شامل کروادیا گیا:

تسلیم شدہ مسلم مکاتب فکر کو قانون کی حدود میں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی، اپنے پیروکاروں کو دینی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا، اور وہ اپنے نظریات کے اشاعتی حق سے بھی مستفید ہوں گے۔ ان کے شخصی امور متعلقہ فقہی ضوابط کے مطابق حل کیے جائیں گے۔ یہ مناسب ہوگا کہ ایسے معاملات کے انتظام کے لیے ان کے متعلقہ قاضیوں کو بااختیار بنایا جائے[118]۔

یہ کانفرنس، جس کے دوران جماعتِ اسلامی کے رہنما مولانا مودودی[119] کی شخصیت غالب رہی، سنی اور شیعہ علماء کے درمیان اتحاد کا ایک سنگِ میل ثابت ہوئی۔ اگرچہ یہ کسی حد تک سنی حلقوں کے کچھ حصے میں شدید مخالفِ شیعہ رجحانات کو روک نہ سکی[120]، تاہم اس نے دہائیوں تک دونوں فرقوں کے اعلیٰ مذہبی رہنماؤں کے درمیان ہمکاری اور تعاون کی مثال قائم کی۔

بیسک پرنسپلز کمیٹی (BPC) کو اپنی دوسری "رپورٹ" (جو درحقیقت آئینی مسودہ تھی) اسمبلی موسسہ کو پیش کرنے میں دو سال سے زیادہ وقت لگا، اور یہ پیشکش آخرکار 22 دسمبر 1952ء کو ہوئی[121]۔ اسی دوران پاکستان کے مغربی اور مشرقی بازوؤں کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ اس کی ایک بڑی وجہ "ثالث" لیاقت علی خان کا قتل (اکتوبر 1951ء) تھا، جبکہ دوسری جانب سیکولر حلقوں اور مذہبی طبقات کے مابین تناؤ بھی شدت اختیار کر گیا تھا، خصوصاً جون 1952ء میں احمدیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت کے آغاز کے بعد[122]۔ نیا مسودہٴ

آئین- جسے BPC کے آخری اجلاسوں کے دوران تعلیماتِ اسلامی بورڈ کی بعض تجاویز کے جواب میں ترمیم کیا گیا تھا- مذہبی جماعتوں کو مطمئن کرنے کی خاطر 1950ء کی رپورٹ کے مقابلے میں کہیں زیادہ آگے چلا گیا" ریاستی پالیسی کے ہدایتی اصول" کو زیادہ واضح اور مفصل بنا دیا گیا، جن میں ریاست کی جانب سے اٹھائے جانے والے مخصوص اقدامات کی سفارش بھی شامل تھی، تاکہ "مسلمان اپنی زندگیوں کو قرآنِ مجید اور سنت نبوی کے مطابق ترتیب دے سکیں"[123] ۔اس مسودے کی شق نمبر 4 میں درج تھا:

موزوں اقدامات کیے جائیں تاکہ موجودہ قوانین کو اسلامی اصولوں کے مطابق ہم آہنگ کیا جا سکے، اور قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی کے اُن احکام کی تدوین کی جائے جنہیں قانون سازی کی صورت میں نافذ کیا جا سکتا ہو[124]۔

"اصولی ہدایات" کی شق نمبر-10 یوں درج تھی:

"ریاست کو چاہیے کہ پاکستان کے مسلمانوں میں پائی جانے والی علاقائیت، قبائلیت، نسلی تعصبات اور اس نوع کے دیگر غیر اسلامی جذبات کی حوصلہ شکنی کرے، اور ان کے اندر یہ روح پیدا کرے کہ وہ ملت کی بنیادی وحدت و یکجہتی کو، نیز اُس نظریے اور اُس مشن کے تقاضوں کو—جن کے نفاذ کے لیے پاکستان وجود میں آیا—ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھیں[125]۔

دسمبر 1952 میں پیش کیے گئے مسودۂ آئین میں ایک مفصل باب بھی شامل تھا، جس کا عنوان" قرآن وسنت سے متصادم قانون سازی کی روک تھام کا طریقۂ کار" تھا[126] ۔مذہبی قائدین کے لیے اس مسودے کو سرسری طور پر مسترد کرنا ممکن نہ تھا، چنانچہ انہوں نے اس پر تفصیلی غور وخوض کے لیے ایک اور علما کنونشن کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ یہ کنونشن 11 تا 18 جنوری 1953ء کراچی میں منعقد ہوا، اور اسی کے ساتھ" آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن" (16 تا 18 جنوری) بھی منعقد کیا گیا، جو مسئلہ احمدیہ کے لیے مخصوص تھا[127] ۔ بعدالذکر کنونشن میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ حکومت احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر آمادہ نہیں، اس لیے" براہِ راست اقدام" کا آغاز کیا جائے ۔اسی مقصد کے لیے ایک آٹھ رکنی" ایکشن کمیٹی" تشکیل دی گئی، جس میں حافظ کفایت حسین بھی شامل تھے[128] ۔

کراچی کنونشن میں مدعو کیے گئے علماء بظاہر وہی تھے جو جنوری 1951ء میں" بائیس نکات" کی تدوین میں بھی شریک رہ چکے تھے، جن میں شیعہ علماء کے دونوں نمائندے بھی شامل تھے[129] ۔چونکہ یہ مرحلہ پاکستان کے" اسلامی آئین" کی تشکیل کی راہ میں آخری اور فیصلہ کن مرحلہ تصور کیا جا رہا تھا، اِس لیے جنوری 1953ء کے علماء کنونشن سے عین قبل پہلا" آل پاکستان شیعہ کنونشن" منعقد کیا گیا، تاکہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی (BPC) کی رپورٹ کے حوالے سے شیعہ مسلک کے مخصوص تحفظات پر غور وخوض کیا جا سکے[130] ۔

یہ کنونشن رضویہ کالونی (ناظم آباد) کے ایک کھلے میدان میں منعقد ہوا، جس میں پانچ ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی ۔اس کا اہتمام کراچی کی مقامی شیعہ انجمنوں نے کیا تھا[131]، جبکہ اس کی صدارت سید ابن حسن رضوی جرچاوی (1904ء-1973ء) نے کی[132] ۔وہ ایک ممتاز شیعہ عالم تھے جو اس سے قبل راجہ محمود آباد کی خدمت میں رہے تھے اور 1951 میں لکھنؤ سے کراچی منتقل ہوئے تھے ۔اپنے خطبۂ

صدارت میں، اِس امر کی معمول کی یاد دہانی کے بعد کہ پاکستان شیعہ اور سنی مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آیا، انہوں نے اس حقیقت پر شکایت کا اظہار کیا کہ شیعہ برادری کی نہ تو دستور ساز اسمبلی میں کوئی نمائندگی ہے اور نہ ہی وفاقی حکومت میں، حالانکہ اُن کے پاس اہل اور قابل افراد کی کوئی کمی نہیں[133]۔ جرچاوی کی جانب سے پیش کیے گئے شیعہ مطالبات کی فہرست، 1948ء سے اب تک مجلسِ تحفظِ حقوقِ شیعہ (ITHS) کے مطالبات سے بڑی حد تک مماثلت رکھتی تھی، البتہ مسودۂ دستور سے متعلق بعض مخصوص اضافے بھی اُس میں شامل تھے۔ اُن مطالبات کو مزید تفصیل کے ساتھ قرارداد نمبر 1 میں بیان کیا گیا، جو 11 جنوری 1953 کو اس کنونشن میں منظور کی گئی، اور جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ:

چونکہ شیعہ اُمّت مسلمہ کا ایک اہم حصہ ہیں اور انہوں نے قیامِ پاکستان کے لیے شاندار خدمات انجام دی ہیں، اس لیے وہ پورے خلوصِ دل سے اس نئے ملک کے استحکام، آزادی اور دوام کے خواہاں ہیں۔ انہیں اس امر پر کامل یقین ہے کہ پاکستان کی آزادی و خودمختاری کے تحفظ کے لیے مختلف اسلامی مسالک کے مابین امن و آشتی (صلح و آشتی) کا برقرار رہنا ناگزیر ہے۔ کوئی بھی ایسا دستور جو اس امن و ہم آہنگی کے قیام کی بنیاد فراہم کرنے کی کوشش نہ کرے، اور جس میں فرقہ وارانہ اختلافات اور تنازعات کے لیے گنجائش موجود ہو، پاکستان کی آزادی اور استحکام کے لیے ایک سنگین خطرہ بن سکتا ہے۔

آل پاکستان شیعہ کنونشن کا یہ اجلاس—جو پاکستان کے ایک کروڑ سے زائد شیعہ مسلمانوں کی مکمل نمائندگی کرتا ہے[134]—بیسک پرنسپلز کمیٹی (BPC) کی رپورٹ کا بغور مطالعہ کر چکا ہے، اور بالخصوص اُن حصّوں کے بارے میں شدید تشویش کا اظہار کرتا ہے جو قرآن اور سنت سے متعلق ہیں۔ یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قرآن و سنت کے بعض اہم مقامات کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے اسلامی مسالک کے درمیان نمایاں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہر مسلک دیانت داری کے ساتھ اپنی تعبیر کو درست سمجھتا ہے اور کسی دوسرے مسلک کی تعبیر کو بزورِ قانون قبول کرنے کی پابندی کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔یہ کنونشن حکومتِ پاکستان پر پورا اعتماد رکھتا ہے کہ وہ کبھی کسی ایسے مفہوم یا تعبیر کو، جو کسی مسلک کی اپنی تعبیر کے منافی ہو، اُس پر نافذ نہیں کرے گی۔ تاہم یہ نہایت ضروری ہے کہ اس اعتماد کو آئینِ پاکستان میں واضح اور صریح الفاظ کے ساتھ درج کیا جائے، تاکہ مستقبل میں کسی بھی وقت ایسی صورتِ حال کے پیدا ہونے کے امکان کا سدِّباب کیا جا سکے۔ کوئی بھی ایسا دستور جو اس ضمانت کو یقینی نہ بنائے، پاکستان کے شیعہ مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا[135]۔

اِسی قرارداد میں آگے چل کر مسودۂ آئین کی بارہ شقوں کی ایک فہرست پیش کی گئی، جن میں ترمیم یا تکمیل کو لازم قرار دیا گیا تھا، تا کہ اُن میں شیعہ مسلمانوں سے متعلق خصوصی دفعات شامل کی جا سکیں۔ اِن میں سے پانچ مقامات پر صراحت کے ساتھ اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ شیعہ مسلمانوں کے بارے میں قرآن وسنت کی وہی تعبیر وتشریح نافذ العمل ہوگی جو اُن کے اپنے فقہی و اعتقادی مسلک کے مطابق ہو[136]۔ اسی کے ساتھ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ دیباچے (preamble) کی اُس شق سے، جس میں "قانون اور عوامی اخلاقیات کے تابع فکر، اظہارِ رائے، عقیدہ، ایمان، عبادت اور انجمن سازی کی آزادی" کی ضمانت دی گئی تھی، "عوامی اخلاقیات (public morality) کی اصطلاح حذف کی جائے[137]۔ دیگر مطالبات کا تعلق ریاستی پالیسی کے "ہدایتی اصول (Directive Principles of State Policy)" میں شامل بعض مخصوص اسلامی دفعات سے تھا[138]۔ قرارداد نمبر-7 میں اُس تقریر کا خیر مقدم کیا گیا جو وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین نے اُس روز دستور ساز اسمبلی میں کی تھی جس دن BPC کی "دوسری رپورٹ" پیش کی گئی۔ اس موقع پر انہوں نے، دیگر باتوں کے ساتھ، یہ بھی کہا تھا:

مَیں اِس ضمن میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ کسی ایک فرقے کی طرف سے "قرآن و سنت" کی تعریف اور تعبیر کو کسی دوسرے فرقے پر بالادست حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی کوئی فِرقہ اِس انداز میں دینی تعلیم کو منظّم کرنے کی کوشش کر سکتا ہے جو کسی دوسرے فرقے کے عقائد اور روایات کے منافی ہو۔ اِن اُمور میں ہر فرقے کے افکار و خیالات کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے گا[139]۔

مطالبہ یہ کیا گیا کہ اِس وعدے کو آئین کا حصہ بنایا جائے۔ تاہم جب 12 فروری 1953ء کو ابن حسن جارچوی کی قیادت میں ایک شیعہ وفد نے وزیر اعظم سے ملاقات کی، تو اُنھوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ 22 دسمبر کی اپنی تقریر میں انہوں نے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کیا تھا[140]۔

آل پاکستان شیعہ کانفرنس کی قراردادوں کو سنی اخبارات میں پاکستان کے استحکام اور وحدت کو کمزور کرنے کے مترادف قرار دے کر سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ روزنامہ نوائے وقت (لاہور) نے ایک عظیم اور خطرناک فتنہ جنم لینے کی تنبیہ کی، یہ کہتے ہوئے کہ دیگر مسلم مسالک بھی جلد ہی اپنی اپنی مطالبات کے ساتھ سامنے آجائیں گے[141]۔ دعوت، جو تحریک احرارِ اسلام (TAS) کا ترجمان تھا، نے نہایت دوٹوک انداز میں شیعوں کو یہ مشورہ دیا کہ اگر وہ اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں تو خود کو ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ظاہر کریں۔ اِس اخبار کے مطابق صرف وہی لوگ مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں جو قرآن وسنت کی ایک ہی تعریف پر متفق ہوں، جبکہ مذہب میں مسلکیت اور جماعت سازی (تشیّع) کو سراسر غلط قرار دیا گیا[142]۔

اپریل 1953ء میں، احمدیہ مخالف تحریک اپنے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد[143]، وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین کو گورنر جنرل نے برطرف کر دیا۔ یہ اقدام اس کے محض تین ہفتے بعد کیا گیا جب خود وزیرِ اعظم نے پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ دولتانہ کو استعفا دینے پر مجبور کیا تھا[144]۔

اس دوران اگرچہ سنی مذہبی جماعتیں "پنجاب کے ہنگاموں" کے نتیجے میں عارضی طور پر کمزور ہو چکی تھیں، جنہیں طاقت کے ذریعے کچلا گیا تھا[145]، تاہم شیعہ حلقوں نے کراچی میں منعقد ہونے والی آل پاکستان شیعہ کانفرنس کی پیدا کردہ سیاسی و تنظیمی فضا کو کسی حد تک برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ اُسی کانفرنس میں قائم کی جانے والی ایک عاملہ کمیٹی، جس کی سربراہی ابن حسن جارچوی کر رہے تھے، نے 21 رمضان (5 جون 1953ء) کو "یومِ مطالبات" منانے کا اعلان کیا اور "آئینی جدوجہد کے لیے شیعہ عوام کو منظم کرنے" کے مقصد سے چندہ جمع کرنے کی مہم بھی شروع کی[146]۔ تاہم بظاہر کراچی کو مرکز بنا کر ہمہ گیر قومی سطح کی شیعہ قیادت قائم کرنے کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی، اور جارچوی جلد ہی مرکزی منظر نامے سے پسپا ہو گئے۔ اس کے برعکس، اتحادِ تنظیمات ہمدردانِ شیعہ (ITHS)، جس نے جنوری 1953ء میں ہی کراچی میں اپنی شاخ قائم کی تھی، نے اُسی سال 3 تا 4 ستمبر کو وہاں اپنا پہلا "سالانہ اجلاس" منعقد کیا[147]۔ اسی موقع پر پیر سید نوبہار شاہ، جو 1951ء سے پنجاب قانون ساز اسمبلی کے رکن تھے، اتحادِ تنظیمات ہمدردانِ شیعہ (ITHS) کے نئے چیئرمین منتخب ہوئے[148]۔ انتخاب کے فوراً بعد انہوں نے ITHS کے ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے وزیرِ اعظم محمد علی بوگرہ سے ملاقات کی[149]۔ اسی دوران آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) نے بھی کراچی میں اپنی برانچ قائم کر لی، جس کے نتیجے میں دونوں بڑی شیعہ تنظیموں کے مابین رقابت محض پنجاب تک محدود نہ رہی بلکہ دارالحکومت تک پھیل گئی[150]۔

آئینی تحفظات کے لیے شیعہ مہم اگرچہ آئندہ دو برسوں کے دوران نسبتاً کم نمایاں انداز میں جاری رہی، تاہم 1956 کے اوائل تک اس نے خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کیں۔ ادھر آئین سازی کا عمل پاکستان کے مغربی اور مشرقی بازوؤں کے درمیان اقتدار کی تقسیم پر شدید اختلافات کے باعث مزید تاخیر کا شکار رہا[151] لیکن اکتوبر 1954ء میں پہلی دستور ساز اسمبلی کی تحلیل اور نئی وفاقی کابینہ کے قیام کے نتیجے میں دونوں اداروں میں شیعہ نمائندگی ممکن ہو گئی۔ جون 1955ء میں صوبائی اسمبلیوں اور کراچی و بلوچستان کے انتخابی حلقوں کے ذریعے منتخب ہونے والی اسی رکنی دوسری دستور ساز اسمبلی میں دو شیعہ ارکان شامل تھے: اسماعیل آئی۔ چندریگر اور جنرل (ریٹائرڈ) سکندر مرزا[152]۔ سکندر مرزا کو محمد علی بوگرہ کی دوسری کابینہ (اکتوبر 1954ء تا اگست 1955ء) کا طاقتور ستون سمجھا جاتا تھا، جہاں وہ وزیرِ داخلہ کے منصب پر فائز رہے[153]۔ اگست 1955ء میں وہ قائم مقام گورنر جنرل بنے اور محمد علی بوگرہ کو برطرف کر کے چودھری محمد علی کو وزیرِ اعظم مقرر کیا[154]۔ چودھری محمد علی کی حکومت، جس میں دو شیعہ وزرا بھی شامل تھے[155]، نے بعد ازاں اپنا آئینی مسودہ تیار کیا[156]۔ یہ مسودہ 29 فروری 1956ء کو دستور ساز اسمبلی سے منظور ہوا اور دو دن بعد گورنر جنرل اسکندر مرزا نے اس کی توثیق کر دی[157]۔ 4 مارچ کو سکندر مرزا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پہلے صدر بن گئے[158]۔

پاکستان کا پہلا آئین- جو اکتوبر 1958ء میں جنرل ایوب خان کی جانب سے اس سے قبل کہ پارلیمانی انتخابات کے ذریعے نافذ کیا جا سکتا تھا، منسوخ کر دیا گیا- ایک مصنف کے نزدیک "تاریخِ پاکستان میں ایک سنگِ میل دستاویز" تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ نو سال پر محیط طویل اور پیچیدہ آئینی اور نظریاتی مباحثے کا نتیجہ تھا جو علماء اور جدیدیت پسندوں کے درمیان جاری رہا[159]۔ اس آئین میں "قراردادِ مقاصد" کو تمہید کے طور پر شامل کیا گیا اور "بنیادی حقوق" کے باب (مضامین 3 تا 22) کی تفصیل دی گئی۔ ان میں سے چند حقوق اقلیتوں کے لیے، بشمول شیعہ مسلمانوں کے، خصوصی اہمیت کے حامل تھے:

آرٹیکل 13(2): کسی بھی مذہبی برادری یا فرقہ کو یہ حق روکا نہیں جائے گا کہ وہ اس برادری یا فرقے کے طلبہ کو اپنے تعلیمی اداروں میں مذہبی تعلیم فراہم کرے، بشرطیکہ وہ ادارہ مکمل طور پر اسی برادری یا فرقے کے زیرِ انتظام ہو۔

آرٹیکل 13(5): ہر مذہبی برادری یا فرقہ یہ حق رکھے گا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق تعلیمی ادارے قائم کرے اور ان کا انتظام کرے، اور ریاست کسی ایسے ادارے کو صرف اس وجہ سے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرے گی کہ اس کا انتظام متعلقہ برادری یا فرقے کے ہاتھ میں ہے۔

آرٹیکل 18: قانون، عوامی نظم و نسق اور اخلاقیات کے تحت—(الف) ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مذہب کا اعتقاد رکھے، اُس پر عمل کرے اور اُسے تبلیغ کرے؛

(ب) ہر مذہبی برادری اور اُس کے ہر فرقے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی ادارے قائم کرے، انہیں برقرار رکھے اور ان کا انتظام کرے[160]۔

"ریاست کی پالیسی کے ہدایتی اصول" (مضامین 23-31) میں شامل ہیں:

آرٹیکل 26: ریاست اپنے شہریوں کے درمیان مُتعصبانہ، نسلی، قبائلی، فرقہ وارانہ اور صوبائی تعصّبات کی حوصلہ شکنی کرے گی۔

آرٹیکل 27: ریاست اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کرے گی، بشمول وفاقی اور صوبائی خدمات میں اُن کی متناسب نمائندگی[161]۔

دو آرٹیکلز کا عنوان "اسلامی دفعات" تھا۔ آرٹیکل 197 اسلامک ریسرچ کے لیے ایک تنظیم کے قیام کا انتظام فراہم کرتا ہے، جبکہ آرٹیکل 198 کہتا ہے:

کوئی ایسا قانون نافذ نہیں کیا جائے گا جو قرآن و سنت میں بیان کردہ اسلامی احکامات کے خلاف ہو ... اور موجودہ قوانین کو ایسے احکام کے مطابق ڈھالا جائے گا[162]۔

اِس مقصد کے لیے صدر ایک کمیشن مقرر کرے گا جو ایک سال کے اندر تشکیل پائے گا اور پانچ سال کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کمیشن کی سفارشات کے مطابق قوانین وضع کرے گی۔ آرٹیکل 198 درج ذیل وضاحت کے ساتھ بند ہوا:

کسی بھی مُسلم فرقے کے پرسنل لاء پر اِس آرٹیکل کے اِطلاق میں، "قرآن و سنت" کا مطلب وہ قرآن

و سنت ہو گا جیسا کہ اُس فرقے کی تشریح کے مطابق ہو گا[163]۔

1956ء کے آئین کو جمعیت اسلامی اور بعض دیگر مذہبی-سیاسی تنظیموں نے بھی منظوری دی، جنہیں اس کے مضامین نسبتاً اسلامی لگے[164]۔ شیعہ تنظیموں کے لیے اس سے بھی زیادہ اطمینان کی وجہ تھی کہ مذکورہ بالا مضامین نے ان کی طویل المدتی آئینی مطالبات کی زیادہ تر تصدیق کی[165]۔ 23 تا 25 مارچ 1956ء کو ITHS نے ستمبر 1953ء کے بعد اپنا پہلا قومی اجلاس منعقد کیا، جو بظاہر بڑی کامیابی کے ساتھ ہوا[166]۔ وہاں پڑھی گئی رپورٹ کے مطابق، پچھلے تین سالوں میں ITHS کی سرگرمیوں کے بارے میں بتایا گیا کہ مقابل APSC نے اکتوبر 1955ء میں اپنے 1948ء کے قرارداد نمبر 6 کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا اور یوں "عملی طور پر ITHS کے مقاصد کے مطابق عمل کر لیا"[167]۔ 1956ء کے ITHS اجلاس کی قرارداد نمبر 2 نے صدر اور وزیراعظم کو نئے آئین پر مبارکباد دی، تاہم 32 دیگر قراردادوں میں کئی حل طلب مسائل اور نامکمل مطالبات کی عکاسی بھی کی گئی[168]۔ باقی رہ جانے والے مسائل کی فہرست میں سب سے اوپر شیعہ مذہبی تقریبات میں بڑھتی ہوئی مداخلت[169] اور سرکاری اسکولوں و کالجوں میں شیعہ طلبہ کے لیے الگ دینیات کے نصاب کی عدم فراہمی شامل تھی[170]۔

نصاب کا مسئلہ، 1947ء-1954ء

اگرچہ 1956ء کے آئین کو شیعہ نقطہ نظر سے ایک "اخلاقی" کامیابی تصور کیا جاسکتا تھا- کیونکہ اقلیتوں کے حقوق سے متعلق شقوں پر مناسب عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے یہ کامیابی صرف اخلاقی نوعیت کی تھی بی مگر اس سال تک شیعہ طلبہ کے نصاب سے متعلق مطالبات بڑی حد تک پورے نہیں ہوئے تھے۔ یہ حالت تقریباً 1974ء تک برقرار رہی، حالانکہ 1968ء میں علیحدہ دینیات کے حوالے سے شیعہ مطالبات کی بنیادی منظوری مل گئی تھی[171]۔ یوں 1948ء سے 1954ء کے درمیان وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی جانب سے دینیات اور متعلقہ تاریخ کے نصاب کے بارے میں جو فیصلے کیے گئے تھے، وہ زیادہ تر دو دہائیوں تک مؤثر رہے۔

برطانوی ہند میں جہاں سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں مذہبی تعلیم اختیاری ہوتی تھی، وہیں پاکستان کے قیام کے فوراً بعد وفاقی حکومت نے دینیات کو ایک لازمی مضمون قرار دے دیا۔ تاہم نئے نصابات کی تیاری کی ذمہ داری صوبائی حکومتوں کے سپرد کی گئی۔ 1948ء میں اپنے اولین اجلاسوں ہی سے APSC اور ITHS دونوں کی جانب سے شیعہ طلبہ کے لیے علیحدہ دینیات کا جو مطالبہ کیا گیا تھا[172]، اسے ابتدا میں متعلقہ محکمہ ہائے تعلیم نے مکمل طور پر نظرانداز کر دیا۔ کسی نئے دینیات کے نصاب کے نافذ ہونے سے قبل ہی شیعہ تنظیموں نے تاریخ کے نئے نصابات اور درسی کتب پر اعتراضات اٹھانا شروع کر دیے۔ ان کا شکوہ یہ تھا کہ نہ صرف شیعہ ائمہ اور دیگر مقدس شخصیات، مثلاً حضرت فاطمہ اور حضرت زینب، کا مناسب تذکرہ موجود نہیں[173]، بلکہ یہ بھی کہ نصابی کتب میں پیغمبر محمد اور پہلے چار خلفا کی سوانح پر مشتمل بیانات متنازع امور سے بھرپور ہیں[174]۔ راولپنڈی میں منعقدہ ITHS کے پہلے سالانہ اجلاس (اپریل 1949ء) میں اس امر کا خیر مقدم کیا گیا کہ حکومتِ پنجاب نے بعض متنازع درسی کتب واپس لے لی تھیں، تاہم تاریخ کے نصاب اور درسی کتابوں کے بارے میں شیعہ حلقوں کی ناراضیاتی آنے والی کئی دہائیوں تک برقرار رہی۔ ایک قرارداد میں مرکزی نصابی بورڈ میں شیعہ افراد کی مناسب نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا[175]، جبکہ دوسری قرارداد میں جامعات میں "مولوی عالم" اور "مولوی فاضل" کے کورسز کے لیے شیعہ حدیث اور فقہ کی کتب فراہم کرنے کی سفارش کی گئی[176]۔ جب تمام اسکولوں اور کالجوں میں علیحدہ دینیات کے مطالبے کی ایک مسودہ قرارداد میں دوبارہ توثیق کی گئی تو مندوب حکیم محمد حسن جعفری (گوجرانوالہ کے ایک وکیل اور مفتی جعفر حسین کے بھائی) نے یہ سوال اٹھایا کہ اگر یہ مطالبہ منظور کر لیا جائے تو شیعہ حضرات درکار تمام علماء اور اساتذہ کس طرح فراہم کرسکیں گے۔ اُن کے اِس اعتراض پر ہنگامہ برپا ہو گیا اور انہیں اپنی تقریر مکمل کرنے کی اجازت نہ دی گئی[177]۔ اگرچہ اُن کی یہ دلیل 25 برس بعد بھی اپنی جگہ درست ثابت ہوئی[178]، تاہم پاکستان کے ابتدائی عشروں کے دوران متعدد شیعہ رہنماؤں اور مصنفین نے علیحدہ دینیات کے مسئلے کو شیعہ برادری کے لیے زندگی اور موت کا سوال بنا کر پیش کیا۔

24 اپریل 1950ء کو وفاقی حکومت نے یہ فرمان جاری کیا کہ ہر شہری کو اپنی اپنی مذہبی وابستگی کے مطابق مذہبی تعلیم حاصل کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی، اور کسی شخص کو اس بات پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے مذہب کے سوا کسی اور عقیدے کی تعلیمات سیکھے[179]۔ یہ فرمان اُس معاہدے کے نفاذ کے تحت جاری کیا گیا تھا جو 8 اپریل 1950ء کو دہلی میں وزرائے اعظم لیاقت علی خان اور جواہر لعل نہرو کے درمیان طے پایا تھا، اور جس کے ذریعے دونوں ممالک میں اقلیتوں کو مساوی شہری حقوق کی بین الاقوامی ضمانت فراہم کی گئی تھی[180]۔ تاہم، جیسا کہ مارچ 1949ء کی "قراردادِ مقاصد" کی بعض شقوں کے ساتھ ہوا تھا، پاکستان میں "اقلیتوں" کی اصطلاح بنیادی طور

پر غیر مسلموں کے لیے استعمال کی گئی، چنانچہ اس فرمان کے شیعہ برادری کے لیے کوئی براہِ راست نتائج برآمد نہ ہوئے۔ البتہ پنجاب کی وزارتِ تعلیم نے 1950ء میں دینیات کے نصاب کی تیاری کے لیے قائم کی گئی ایک مشترکہ کمیٹی میں دو شیعہ ارکان کو نامزد ضرور کیا[181]۔ جب یہ نصاب 1951ء کے اوائل میں پنجاب کے اسکولوں میں نافذ کیے جانے کے لیے تیار ہوا تو شیعہ حلقوں کے وسیع پیمانے پر احتجاج نے اس کے نفاذ کو روک دیا۔ علیحدہ دینیات کے مطالبے کے ساتھ ITHS کے ایک وفد نے نسیم امروہوی کا مرتب کردہ نصاب محکمۂ تعلیم پنجاب کے سامنے پیش کیا[182]۔ 17 مارچ 1951ء کو محکمہ کے ڈائریکٹر محمد جہانگیر خان نے ITHS کے چیئرمین مفتی جعفر حسین کو ایک خط لکھ کر دریافت کیا کہ آیا وہ حکومتی نصاب اور ITHS کے مجوزہ مسودے کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد بھی علیحدہ شیعہ نصاب کو واقعی ضروری سمجھتے ہیں[183]۔ اپنے جواب میں مفتی جعفر حسین نے اِستدلال کیا کہ ایک ہی الفاظ کے معانی سنیوں اور شیعوں کے ہاں اکثر مختلف ہوتے ہیں، اور یہ کہ نصاب کمیٹی کے دو شیعہ ارکان اُن باریکیوں کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اگر مقصد یہ ہو کہ تمام مسلمانوں کو بلا امتیاز مطمئن کیا جائے تو علیحدہ دینیات کے سوا کوئی چارہ نہیں[184]۔ انتظامیہ کے نزدیک اگر مفتی جعفر حسین کے اعتراضات کو کچھ وزن حاصل بھی تھا تو وہ اس وقت مزید کمزور پڑ گیا جب محمد بشیر انصاری نے محکمۂ تعلیم کو اپنا الگ مسودۂ نصاب ارسال کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ ITHS کا مرتب کردہ نصاب ''شیعوں کے لیے ناقابل قبول'' ہے[185]۔

ممتاز دولتانہ کی نئی پنجاب حکومت (مارچ 1951ء تا مارچ 1953ء) نے اس وقت تک، جب تک کسی حتمی فیصلے تک نہ پہنچا جائے، شیعہ طلبہ کے لیے دینیات کو اختیاری قرار دے دیا۔ دولتانہ کابینہ میں اُس وقت کے وزیرِ ٹرانسپورٹ، سید علی حسین شاہ گردیزی[186]، کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر ITHS اور APSC کسی متفقہ فارمولے پر اتفاق کر لیں تو شیعہ دینیات کے نصاب کو منظور کر لیا جائے گا[187]۔ تاہم علیحدہ شیعہ دینیات کے مشترکہ مطالبے پر پیش رفت میں دونوں تنظیموں کی واضح ناکامی اُن اسباب میں سے ایک تھی جن کے نتیجے میں جنوری 1952ء میں آل پاکستان شیعہ بورڈ کا قیام عمل میں آیا[188]۔ اِس بورڈ کی ایک ذیلی کمیٹی کا اجلاس 27 مارچ 1952ء کو منعقد ہوا، جس میں APSC کی نمائندگی محمد بشیر انصاری، مرزا احمد علی اور صادق علی عرفانی نے کی، جبکہ ITHS کی جانب سے حافظ کفایت حسین، جسٹس سید جمیل حسین رضوی اور نواب احسان علی خان شریک ہوئے۔ اِس اجلاس میں درج ذیل قراردادوں پر اتفاق کیا گیا:

1)- دینیات کے موجودہ نصاب کو منسوخ کر دیا جائے اور اس کی جگہ قرآنِ مجید کی تعلیم شامل کی جائے: ابتدائی جماعتوں میں ناظرہ، اور متوسط جماعتوں میں ترجمے کے ساتھ[189]؛

2)- اسکولوں میں پڑھایا جانے والا ترجمہ سنی اور شیعہ نمائندوں کی منظوری سے مقرر کیا جائے؛

3)- سیرتِ رسولِ اکرم، جو دینیات کے نصاب کا حصہ نہیں ہے، تاریخ کے نصاب میں شامل کی جائے؛

4)- ابتدائی جماعتوں کے لیے قرآنی اخلاقیات پر مبنی مختصر کتابیں تیار کی جائیں؛

5)- محکمۂ تعلیم انہی خطوط پر ایک نصاب مرتب کرے اور اشاعت سے قبل اسے شیعہ اور سنی

نمائندہ علما کو تجاویز کے لیے ارسال کرے[190]۔

اِن قراردادوں کے ماخذ کے مطابق آل پاکستان شیعہ بورڈ نے مذکورہ شرائط کے تحت جماعت اوّل تا ہشتم میں مشترکہ دینیات کو قبول کرلیا، البتہ جماعت نہم اور دہم کے لیے علیحدہ دینیات کے مطالبے پر قائم رہا[191]۔ تاہم پنجاب حکومت کی 17 فروری 1954ء کی ایک سرکاری اعلامیہ کے مطابق، 1952ء کے اوائل میں ایک کمیشن تشکیل دیا گیا جس میں مذکورہ چھ شیعہ نمائندوں کے ساتھ چھ سنی علماء بھی شامل تھے، اور جس نے وزیرِ تعلیم عبدالحمید خان دستی کی صدارت میں متعدد مشترکہ اجلاس منعقد کیے۔ اِن مباحث کے دوران اِس بات پر اتفاق کیا گیا کہ علیحدہ دینیات قومی مفادات کے خلاف ہوگی[192]۔ اس کے بعد شیعہ اور سنی علما دونوں کو درسی کتابیں تحریر کرنے کی دعوت دی گئی اور جانچ کے لیے انہیں پیش کرنے کو کہا گیا۔ ایک سال کے اندر کم ازکم پچاس کتب تیار کی گئیں، جن میں سے صرف 9 کو محکمہ تعلیم نے منظور کیا[193]۔ سنی-شیعہ کمیشن کو اگست اور ستمبر 1953ء میں تین اجلاسوں کے لیے طلب کیا گیا تا کہ اِن کتب پر اپنی آراء پیش کی جاسکیں، لیکن مرزا احمد علی واحد شیعہ رکن تھے جو اِن تمام اجلاسوں میں شریک ہوئے[194]۔ مذکورہ کمیشن کی جانب سے مشترکہ دینیات کے لیے درسی کتابوں کی حتمی منظوری 28 جنوری 1954ء کو دی گئی، جس کے تحت اِن کتب کو یکم اپریل 1954ء سے پنجاب کے اسکولوں میں نافذ کرنے کی اجازت دی گئی[195]۔

بظاہر مشترکہ کمیشن کے کسی بھی شیعہ رکن نے مشترکہ نصاب کے باضابطہ اعلان سے قبل دینیات کے مسئلے پر اپنی پسپائی کے بارے میں عوام کو مناسب طور پر آگاہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ جب ایک بار پھر وسیع پیمانے پر شیعہ احتجاج سامنے آئے تو حافظ کفایت حسین اور محمد بشیر انصاری نے ایک دوسرے پر الزام تراشی شروع کردی، اور اس کے ساتھ ساتھ احمد علی کو بھی قربانی کا بکرا بنا دیا[196]۔ 19 مارچ 1954ء کو پاراچنار میں ایک مذہبی تقریب میں دونوں کی شرکت کے باعث ظاہری طور پر اُن کے درمیان مفاہمت ہوگئی[197]، تاہم حتیٰ کہ خیر خواہ حلقے بھی کمیشن کے ان چھ شیعہ ارکان کو اس ذمہ داری سے بری نہیں ٹھہراتے تھے کہ انہوں نے شیعہ طلبہ کے لیے علیحدہ دینیات کے حصول کا ایک اہم موقع ضائع کردیا[198]۔ تاہم ستمبر 1954ء میں پنجاب حکومت نے ایک مرتبہ پھر شیعہ طلبہ کے لیے دینیات کو اختیاری قرار دے دیا، اور اس مضمون میں حاصل کردہ نمبروں کو امتحانات میں شمار نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ رعایت آل پاکستان شیعہ کانفرنس کے صدر نواب قزلباش کی مساعیٔ جمیلہ کے نتیجے میں حاصل ہوئی، جو وزیرِ اعلیٰ فیروز خان نون (اپریل 1953ء تا مئی 1955ء) کی کابینہ میں وزیرِ خزانہ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے[199]۔ اگرچہ 1954ء میں پنجاب میں دینیات کا معاملہ کم وبیش طے پا گیا تھا، مگر اسی سال کراچی میں شیعہ برادری کو محض ایک معمولی اضافی رعایت دی گئی، جس کے تحت ابتدائی جماعتوں میں نماز جیسے "مذہبی اعمال" کی علیحدہ تدریس کی اجازت دی گئی[200]۔ 1953ء میں ITHS اِس امر میں کامیاب ہوگئی کہ کراچی یونیورسٹی میں اسلامیات کے نصابات مرتب کرنے والی ایک کمیٹی میں دو شیعہ علماء کو نامزد کرادیا جائے[201]۔ اِس کے برعکس صوبہ سرحد (موجودہ کے پی) اور ریاستِ بہاولپور میں نصاب سے متعلق شیعہ مطالبات کو یکسر نظرانداز کردیا گیا۔ صوبہ سرحد (موجودہ کے پی) میں، حتیٰ کہ 1955ء کے "ون یونٹ" منصوبے کے تحت پنجاب اور مغربی پاکستان کے دیگر صوبوں کے ساتھ انضمام کے بعد بھی، شیعہ طلبہ کے لیے دینیات لازمی مضمون ہی رہا[202]۔ شیعہ تنظیموں کی جانب سے علیحدہ دینیات کے مطالبے کو دوبارہ زندہ کرنے کی سنجیدہ کوششیں 1963ء تک نہیں کی گئیں[203]۔

1950ء کی دہائی میں شیعہ علماء اور دینی مدارس

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی، مغربی پنجاب اور نئی ریاست کے دیگر حصوں میں شیعہ برادری لکھنؤ سے منقطع ہوگئی، جس نے اب تک اُن کی مذہبی زندگی پر غالب اثر ڈالا تھا[204]۔ 1947ء تک پاکستان میں صرف دو شیعہ دینی مدارس موجود تھے، ملتان میں باب العلوم جو 1938ء میں اپنے بانی کی وفات کے بعد زوال پذیر ہوگیا تھا[205] اور جلال پور ننگیانہ (ضلع سرگودھا) میں ایک چھوٹا مدرسہ محمدیہ[206]۔ مغربی پنجاب میں مذہبی تعلیم کے علمبرداروں میں سید محمد باقر نقوی چکڑالوی (1881ء-1964ء) شامل تھے[207]، جو 1916ء سے لے کر اب تک متعدد نامور 'علماء' کے استاد تھے، اور اُن کے شاگردوں میں سے ایک، سید محبوب علی شاہ (1901ء-54ء) بھی تھے[208]؛ تاہم ان حضرات نے باقاعدہ دینی مدارس قائم نہیں کیے تھے۔ مفتی جعفر حسین نے 1942ء میں گوجرانوالہ میں مدرسہ مبارکہ جعفریہ کھولا تھا[209]، لیکن یہ 1947ء تک فعال نہ رہ سکا۔

اُس وقت مغربی پاکستان میں، مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ ایسے مقامی شیعہ علماء کی تعداد محدود تھی جنہیں پورے ملک میں شہرت حاصل ہو۔ اُن میں لودھری (ضلع سیالکوٹ) سے تعلق رکھنے والے سید عنایت علی شاہ نقوی (1870ء-1969ء)، جو ہفت روزہ دُرِ نجف کے بانی تھے[210]؛ پیر سید فضل شاہ نقوی (1877ء-1966ء)[211] ملیار سے 211 اور ملک فیض محمد (1880ء-1949ء) مکھیال (دونوں ضلع جہلم) سے[212]، سید خادم حسین نقوی (1895ء-1995ء) بہل (ضلع بھکر) سے[213] اور سید عنایت علی شاہ نقوی (1902ء-2003ء) کروڑ (ضلع لیہ) سے[214]، اِن دونوں نے متواتر خیرپور ریاست کے شیعہ مفتی اعظم کے طور پر خدمات سرانجام دیں؛ سید محمد یار شاہ (1915ء-90ء) علی پور (ضلع مظفر گڑھ) سے، جو مختلف شیعہ دینی مدارس میں اُستاد رہے یہاں تک کہ اُنہوں نے 1961ء میں اپنے آبائی شہر میں ایک دارالہدیٰ محمدیہ کی بنیاد رکھی[215]۔ دیگر مقامی علماء کو پاکستان بھر میں شہرت آئندہ دہائی میں یا اس کے بعد حاصل ہوئی، جن میں سید گلاب علی شاہ نقوی (1912ء-92ء) پنڈی گھیب (ضلع اٹک) سے[216]، حسین بخش (1920ء-90ء) جاڑہ (ضلع ڈی آئی خان) سے[217]، اختر عباس (1925ء-99ء) کوٹ اڈو سے[218] اور سید صفدر حسین نجفی (1933ء-89ء) علی پور (دونوں ضلع مظفر گڑھ) سے[219] اور محمد حسین ڈھکو (پیدائش 1932ء-2023ء) جھانیاں شاہ (ضلع سرگودھا) سے شامل ہیں[220]۔

تقسیمِ ہند سے قبل ہی پنجاب میں شیعہ علما کی قلت اور وہاں کی شیعہ برادری میں اس خلا کو پُر کرنے کے لیے عمومی عدم دلچسپی پر شیعہ صحافت میں وقتاً فوقتاً افسوس کا اظہار کیا جاتا رہا تھا[221]۔ ستمبر 1947ء میں کریم بخش حیدری نے اس ضرورت پر زور دیا کہ تمام شیعہ اداروں اور "اثاثہ جات" کو، جن میں لکھنؤ کے علما بھی شامل ہوں، ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تقسیم کیا جائے، اگرچہ انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ بعد الذکر میں سے بہت کم افراد از خود پاکستان آنے پر آمادہ ہوں گے، کیونکہ "ممکن ہے وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ سلطنت اودھ دوبارہ قائم ہو جائے گی[220]" تاہم یہ اندیشہ بے بنیاد ثابت ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ تقسیم کے فوراً بعد ہندوستان سے، بالخصوص متحدہ صوبہ جات (یوپی) سے تعلق رکھنے والے شیعہ علما کی ایک قابلِ ذکر تعداد دیگر لاکھوں مہاجرین کے ساتھ پاکستان آ گئی۔ انہوں نے جلد ہی اس نئے ملک میں شیعہ دینی علوم کے میدان میں موجود "خلا" سے اپنی طبقاتی حیثیت کے لیے فراہم ہونے والے مواقع کو بھانپ لیا۔

اِن نووارِد علما میں سے اکثر اس سے پہلے ہی پاکستان میں شیعہ مذہبی زندگی کے مراکز سے واقف تھے، کیونکہ وہ گزشتہ دہائیوں میں اپنی تبلیغی دورات کے سلسلے میں ان علاقوں کا دورہ کر چکے تھے۔ وہ برطانوی ہند کے طول وعرض میں محرم اور دیگر شیعہ ایام عزاء کے مواقع پر مجالس سے خطاب کرنے کے لیے سفر کرتے رہے تھے، یا انہیں برسوں کے لیے مخصوص علاقوں میں وعظ و تبلیغ اور دیگر مذہبی فرائض کی انجام دہی کے لیے بھیجا جاتا تھا[223]۔ 1947ء کے بعد جب انہوں نے کراچی، لاہور یا پاکستان کے دیگر شہروں میں سکونت اختیار کی، تو انہوں نے اسی نوعیت کی نقل وحرکت اور طرزِ زندگی کو برقرار رکھا۔

فطری طور پر، دارالحکومت کراچی نے اپنی تیزی سے پھیلتی ہوئی کئی لاکھ کی شیعہ آبادی کے ساتھ، 1950ء کی دہائی میں مہاجر شیعہ علماء کی بہت بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا[224]۔ اُن میں سب سے زیادہ قابل ذکر سید ظفر حسن نقوی امروہوی (1890ء-1989ء)[225]، سید محمد دہلوی (1899ء-1971ء)[226]، مرزا مہدی پویا (1900ء-1973ء)[227]، سید ابن حسن جرچاوی (1902ء-1973ء)[228]، رضا حسین خان راشد ترابی (1908ء-1973ء)[229] اور سید محمد رازی (1913ء-1999ء)[230] تھے۔ اِسی طرح 1950ء کی دہائی میں لاہور کے تمام ممتاز شیعہ علماء مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دیگر حصوں سے ہجرت کر گئے تھے، اُن میں مرزا احمد علی (1884ء-1970ء)[231]، حافظ کفایت حسین (1898ء-1968ء)[232]، سید اظہر حسن زیدی (1914ء-1986ء)[233] اور سید مرتضیٰ حسین (1923ء-1987ء)[234] تھے۔ اُن سالوں کے پاکستانی 'علماء' کے پہلے درجے میں جو" ہندوستانی صوبوں" سے تعلق رکھتے تھے اُن میں خواجہ محمد لطیف انصاری (1887ء-1979ء)[235]، سید مرزا صفدر حسین مشہدی (1901ء-1975ء)[236]، محمد اسماعیل (1901ء-1901ء)[237]، محمد بشیر انصاری (1901ء-1983ء)[238]، مرزا یوسف حسین (1901ء-1988ء)[239]، جواد حسین (1903ء-1999ء)[240]، سید ضمیر الحسن نجفی (1916ء-1995ء)[241]، سید نجم الحسن کراروی (1918ء-1982ء)[242] اور حشمت علی (پیدائش 1922ء)[243] تھے۔

اِس فہرست میں صرف اُن علماء کو شامل کیا گیا ہے جن کا ذکر 1950ء اور 1960ء کی دہائیوں میں پاکستان کی شیعہ صحافت میں سب سے زیادہ ملتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ 1947ء کے بعد ہندوستان کے معروف شیعہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہو کر پاکستان آنے والے علما کی مجموعی تعداد ممکنہ طور پر کئی سو تک پہنچتی تھی[244]۔ ان میں سے بہت سے افراد اُن ہزاروں مقامی ذاکروں کے ساتھ مقابلے میں آ گئے جو زیادہ تر جنوبی پنجاب کے سرائیکی خطے سے تعلق رکھتے تھے اور سال بھر محرم اور دیگر شیعہ ایام یاد میں مجالس سے خطاب کے لیے مختلف شیعہ آبادیوں کا دورہ کرتے رہتے تھے[245]۔ ذاکروں کے علاوہ، مغربی پنجاب، سندھ اور پاکستان کے دیگر علاقوں کے مقامی باشندے نئی ریاست کے ابتدائی عشرے میں شیعہ مذہبی قیادت میں نمایاں طور پر کم نمائندگی رکھتے تھے۔ اس کے برعکس، بیشتر شیعہ تنظیموں میں مہاجر علماء کی بالادست حیثیت تھی- اگر اس کا تقابل مقامی علماء سے کیا جائے، نہ کہ زمینداروں، قانون دانوں اور دیگر سماجی کارکنوں سے- 1979ء میں تحریکِ نفاذ فقہ جعفریہ (TNFJ) کے قیام تک برقرار رہی[246]۔

پاکستان میں شیعہ دینی مدارس کے قیام اور شیعہ فقہ میں مقامی مبلغین اور ماہرین کے ایک طبقے کو بھرتی کرنے کی عجلت کو 1947ء سے بہت سے 'علماء'، معز 1947ء ہی سے متعدد علماء، معززین اور اُن افراد میں جو اِس امر پر فکرمند تھے کہ" جدید نسل اخلاقیات

سے دور ہو کر مادّہ پرستی کی طرف مائل ہو رہی ہے"[247]- بلکہ بعض تو "شیعوں کے بطور ایک مذہبی اکائی بقا" کے بارے میں بھی اندیشے ظاہر کر رہے تھے[248]- پاکستان میں شیعہ دینی مدارس کے قیام اور مقامی مبلغین اور فقہِ شیعہ کے ماہرین کی ایک جماعت تیار کرنے کی فوری ضرورت شدت سے محسوس کی جانے لگی تھی۔ پاکستان کے پہلے عشرے میں، خصوصاً دیہی علاقوں میں، اکثر شیعہ آبادیوں کے پاس اپنے مسلک کے مولوی تک موجود نہ تھے جو نکاح، طلاق، وراثت کے تنازعات کے حل اور تدفین جیسی روزمرہ مذہبی ذمہ داریاں انجام دے سکیں۔ چنانچہ 1948ء میں آل پاکستان شیعہ کانفرنس کے اجلاس میں قائم کی گئی شیعہ مجلسِ علما نے دینی مدارس کے قیام کو اپنے مقاصد میں شامل کر لیا[249]۔ اسی طرح اپریل 1949ء میں ITHS کے پہلے سالانہ اجلاس میں ایک کمیشن کو اس مہم کی ذمہ داری سونپی گئی کہ ایک بڑی جمعیت امامیہ قائم کی جائے، جو لکھنؤ سے جدائی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے خلا کو پُر کر سکے[250]۔ تاہم اس ضمن میں پہلی عملی اور کامیاب پیش رفت سرگودھا ضلع کے زمینداروں اور علما کی جانب سے ہوئی، جنھوں نے اکتوبر 1949ء میں ایک عوامی اجتماع کے دوران سرگودھا شہر کی ایک متروک ہندو عمارت میں دارالعلوم محمدیہ کے قیام کا فیصلہ کیا[251]۔ یہ ادارہ، جس میں 1954ء تک پانچ اساتذہ، ساٹھ طلبہ اور بارہ ہزار روپے سالانہ بجٹ تھا[252]، 1960ء کی دہائی کے اواخر تک خود کو پاکستان کا "مرکزی شیعہ دینی مدرسہ" قرار دیتا رہا، اگرچہ بعد کے برسوں میں قائم ہونے والے متعدد دیگر شیعہ دینی مدارس کے منتظمین اور سرپرستوں نے اس کی کبھی باضابطہ طور پر یہ حیثیت تسلیم نہیں کی۔ یہ ادارہ، جس میں 1954ء تک پانچ انسٹرکٹرز، ساٹھ طلباء اور 12 ہزار روپے کا سالانہ بجٹ تھا[252] 1960ء کی دہائی کے آخر تک پاکستان کے" مرکزی شیعہ مدرسہ" کی حیثیت کا دعویٰ کیا، اگرچہ اس کے بعد کے سالوں میں قائم ہونے والے مزید کئی شیعہ دینی مدارس کے اہلکاروں اور کفیلوں کے ذریعہ اسے کبھی بھی باضابطہ طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ اُن میں سرفہرست - اُن کے قیام کے سالوں کی ترتیب کے لحاظ سے - خیرپور میں سلطان المدارس (1950ء)[253]، ملتان میں مخزن العلوم (1951ء)[254]، جامعہ امامیہ لاہور (1952ء)[255] اور ایک مدرسہ کراچی میں اِسی نام کے ساتھ (1953ء)[256]، جامعۃ المنتظر لاہور (1954ء)[257]، دارالعلوم جعفریہ خوشاب (1954ء)[258] اور جامعۃ العلمیہ باب النجف جاڑہ (1955ء)[259] تھے۔ 1960ء سے پہلے قائم ہونے والے دیگر شیعہ مدارس میں علی پور کے قریب ایک جمعیت حسینیہ (1948ء)[260]، خانپور میں ایک مدرسہ صادقیہ (1949ء)[261]، نوشہرہ وِرکاں میں ایک دارالعلوم حیدریہ (1953ء)[262]، کمالیہ میں جمیعت عباسیہ (1954ء)[263] اور مشرقی احمد پور میں مدرسہ صادقیہ (1957ء)[264] تھے۔

یہ تمام دینی مدارس زمینداروں اور دیگر صاحبِ ثروت شیعہ سرپرستوں کی سخاوت پر انحصار کرتے تھے۔ ان کے اخراجات ایک جانب مخصوص اوقاف (عموماً زرعی اراضی) کی آمدنی سے اور دوسری جانب غیر باقاعدہ عطیات (چندہ) کے ذریعے پورے کیے جاتے تھے[265]۔ اس کے علاوہ مدارس سے وابستہ افراد اپنی اپنی اثر پذیری کے علاقوں میں شیعہ عوام کو پوسٹروں، پمفلٹوں اور شیعہ پریس میں اپیلوں کے ذریعے "شرعی محصولات"، مثلاً خمس[266]، زکوٰۃ[267]، فطرہ[268] اور سہمِ امام[269] ادا کرنے پر آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے[270]۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ بلند حوصلہ اور منصوبہ بند کوشش جامعۃ المنتظر، لاہور کی جانب سے کی گئی، جس نے 1955ء ہی میں یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنا پورا سالانہ بجٹ، جو 16 ہزار 920 روپے تھا، انہی شرعی محصولات کے ذریعے پورا کرے گی[271]۔ تاہم عملی صورتِ حال یہ تھی کہ پاکستان کے شیعہ حضرات ایک طرف تو بے شمار مقامی انجمنوں کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی پُرتعیش مجالسِ عزا اور تعزیہ یا ذوالجناح

کے جلوسوں پر فراخ دلی سے خرچ کرنے کے لیے آمادہ رہتے تھے، مگر دوسری طرف علما اور ان کے مدارس کو کسی بھی قسم کے ''شرعی حقوق'' (حقوقِ شرعیہ) ادا کرنے میں عمومی طور پر سخت ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے تھے۔ یہ صورتِ حال 1950ء کی دہائی ہی میں قدامت پسند علما کے لیے شدید تشویش اور شکوے کا باعث بن چکی تھی۔ وہ مالی وسائل کے معاملے میں اپنے بڑے حریف، یعنی پیشہ ور ذاکروں، پر نہ صرف حرص و طمع اور ''امام حسین کے خون کی تجارت'' کرنے کا الزام عائد کرتے تھے، بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ذاکر عام شیعہ مومنین کے ذوق اور اخلاق کو بگاڑ رہے ہیں اور انھیں ان کی دینی ذمہ داریوں سے غافل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر مارچ 1957ء میں دارالعلوم محمدیہ، سرگودھا کے منتظم مولانا عطا محمد نے لکھا:

"... موجودہ دور میں (پاکستان کے) شیعہ تعداد کے اعتبار سے تو بہت ہیں، مگر اپنے حقیقی تشیع کے لحاظ سے کم، اور اس کی بنیادی وجہ تبلیغ کا موجودہ انداز ہے۔ آج یہ معمول بن چکا ہے کہ شیعہ واعظ اہلِ بیتؑ کے فضائل بیان کرنے میں آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلے بغیر ہی ہمیں جنت کا راستہ دکھانے لگتے ہیں ... ہم اس حدیث پر عمل پیرا نظر آتے ہیں کہ: "جو حسینؑ کے لیے روئے، یا کسی کو رُلائے، یا رونے کی صورت بنا لے، اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے"۔مُتقی علماء کے سوا تقریباً تمام پیشہ ور ذاکر اپنی تبلیغ میں کامیابی کے لیے اسی راستے کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ وہ دین کے ارکان پر عمل کیے بغیر ہمیشہ جنت کا سیدھا راستہ دکھاتے رہتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں: "تم پر روزہ رکھنا، نماز پڑھنا، خمس، زکوٰۃ اور دیگر شرعی حقوق ادا کرنا لازم نہیں؛ بس زبانی طور پر اہلِ بیتؑ سے محبت کا اظہار کر د" ...اسی وجہ سے شیعوں کی مساجد ویران اور خستہ حال ہیں، وہ نماز کو باعثِ شرم سمجھتے ہیں، روزے نہیں رکھتے، زکوٰۃ اور خمس سے ناواقف ہیں اور دیگر واجبات بھی ادا نہیں کرتے ...[273]

اسی دارالعلوم کی جانب سے فروری 1957ء سے شائع ہونے والے ماہنامہ المبلّغ کے ایک اداریے میں[274]– اس کے فوراً بعد، ایک ایسے طالبِ علم کے خط سے اِقتباس نقل کیا گیا جسے رمضان المبارک کے مہینے میں پیش نماز کی ذمہ داریاں انجام دینے کے لیے کسی غیر معین مقام پر بھیجا گیا تھا:

"یہاں شیعوں کی صورتِ حال اِس قدر افسوس ناک ہے کہ فجر کی نماز میں چار پانچ آدمی آتے ہیں؛ ظہر کے وقت اگر مسجد جاؤ تو ایک شخص بھی نظر نہیں آتا؛ مغرب کے وقت پندرہ سولہ افراد جمع ہوتے ہیں، اور جمعہ کے دن کوئی بیس پچیس آدمی آ جاتے ہیں ... حالانکہ یہاں تقریباً ایک ہزار شیعہ آباد ہیں، اور ہر نماز میں کم از کم سو افراد کی شرکت ہونی چاہیے ..."[275]

اِس پر ایڈیٹر نے درج ذیل تبصرہ کیا:

’’ہمارے ہاں مجالس کی کثرت ہے، دن رات ماتم کیا جاتا ہے اور محرم میں شان و شوکت کے ساتھ عزاداری کا اہتمام ہوتا ہے۔ ہماری مذہبی اسٹیج نامور دنیوی شخصیات کی صدارت سے آراستہ ہوتی ہے؛ ہر قسم کے ایامِ یاد پُرتعیش اجتماعات کے ساتھ منائے جاتے ہیں۔ لیکن دین کی حقیقی بنیاد بالکل کھوکھلی ہو چکی ہے۔ ہمارے نکاح اور تدفین کے مراسم دوسروں [غیر شیعہ افراد] کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں؛ مساجد میں دینی تعلیم، جمعہ کی نمازِ باجماعت اور تلاوتِ قرآن ناپید ہیں۔ مولوی یا ذاکر اپنی مجلس پڑھتا ہے، اجرت وصول کرتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے ... دین کے ستون، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس اور جہاد، اس کے بیان میں موجود نہیں ہوتے اور فقہِ جعفریہ کا تو کوئی نام و نشان تک دکھائی نہیں دیتا ..."[276]

اگرچہ اِس نوعیت کی شکایات میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہو، تاہم وہ پاکستان میں موجود اُن شیعہ علماء کے طرزِ فکر اور عزائم کی نہایت خوبی سے عکاسی کرتی ہیں جن کی بنیادی توجہ دینی مدارس کے ذریعے ’’شریعت کے محافظ‘‘ تیار کر کے اپنی برادری میں مذہبی عمل داری کو فروغ دینے پر مرکوز رہی۔ آنے والی دہائیوں میں ذاکروں کے ساتھ ان کا مفاداتی تصادم مزید شدت اختیار کرتا چلا گیا[277]۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ ایسے متعدد علماء بھی موجود تھے۔ جن میں بعض نہایت معتبر اور باوقار شخصیات شامل تھیں۔ جو اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں ایک طرف تو دینی روایت کے استحکام اور دینی مدارس کے فروغ کے لیے صرف کرتے تھے، اور دوسری طرف محرم اور دیگر مواقع پر مجالس میں عوامی ذوق کے مطابق خطابات بھی کرتے تھے[278]۔ مزید برآں، حتیٰ کہ ذاکروں کے سخت ترین ناقدین بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرتے تھے کہ نہایت جذباتی عزاداری کی روایات برصغیر میں تشیع کے پھیلاؤ کا سب سے طاقتور ذریعہ رہی ہیں، اور آج بھی شیعہ اجتماعی رشتوں کو برقرار رکھنے اور مضبوط کرنے کے لیے ان کا کوئی نعم البدل موجود نہیں۔ علماء کی خواہش یہ تھی کہ ان رسومات اور خطابات کا ’’درست استعمال‘‘ کیا جائے[279]، ایسا استعمال جو محض نفسانی تسکین (ذہنی عیاشی کام) کا ذریعہ بننے کے بجائے[281]، ان میں شریک افراد کی زندگیوں میں ایک ’’انقلابی تبدیلی‘‘ پیدا کرے[280]۔ وہ وعظ و تبلیغ کے رائج اسلوب کی دیگر کمزوریوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے، جیسا کہ مارچ 1956ء میں خواجہ محمد لطیف انصاری کے ایک مضمون میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا (اقتباسات):

"گزشتہ نصف صدی کے دوران تشیع کے فروغ کی رفتار حوصلہ افزا رہی ہے ... اس ضمن میں ہم شیعہ علما کی خدمات کے شکر گزار ہیں ... جنھوں نے بلا معاوضہ مبلغین کی حیثیت سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی[282]۔ تاہم اب حالات بدل چکے ہیں اور ہمیں اپنے مسلک کی تبلیغ کے لیے دیگر مذہبی جماعتوں کے نمونے پر ایک منظم تبلیغی نظام اختیار کرنا ہوگا، یعنی تنخواہ دار مبلغین کی کوششوں پر مبنی نظام[283]۔

اِس وقت ہم تبلیغ کے لیے اب بھی اپنے قدیم نظامِ نذرانہ پر انحصار کر رہے ہیں، اسی لیے

ہمارے پاس اپنے مسلک کی تبلیغ کے لیے کوئی منظم اور باقاعدہ نظام موجود نہیں۔جب ہم اس نظام کا قریب سے جائزہ لیتے ہیں تو اس میں درج ذیل خامیاں نمایاں ہوتی ہیں:

1- اس طریقِ کار کے تحت ہمارے اعلیٰ درجے کے واعظین بھی اپنی گزر بسر میں شدید مشکلات کا شکار رہتے ہیں اور انہیں کوئی باقاعدہ مشاہرہ میسر نہیں ہوتا ... اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو مجالس بھی نہیں پڑھ سکتے ...

2- نذرانہ کا نظام شیعوں کے درمیان تفریق پیدا کرتا ہے، جبکہ ایک منظم تبلیغی نظام واعظین کے مابین رقابت کا خاتمہ کر دے گا ......

3- تبلیغی نظام کے تحت غریب شیعہ بھی واعظین کی خدمات سے اسی طرح استفادہ کر سکیں گے جیسے ہمارے خوش حال بھائی ... نیز دُور دراز مقامات، جہاں شیعہ محض ایک قلیل اقلیت ہیں، وہاں بھی علما سے فائدہ اٹھایا جا سکے گا؛

4- موجودہ نظام بعض معروف علما کے لیے تو نفع بخش ہے، مگر وہ حضرات جو اپنی زندگیاں علومِ دینیہ کی تدریس کے لیے وقف کر دیتے ہیں، انہیں خطابت کے مواقع نہیں ملتے؛ اس طرح علما کے درمیان بددلی اور رنجش پیدا ہوتی ہے ......

5- یہ نظام علما کو دولت مند اور بااثر افراد کا محتاج بنائے رکھتا ہے، اور اکثر اوقات انہیں ان کی خوشنودی حاصل کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے؛ کبھی کبھار تو وہ امیروں کے آلۂ کار بننے پر بھی مجبور ہو جاتے ہیں ... تبلیغی نظام اُنہیں اِس انحصار سے آزاد کر دے گا ...

6- دنیا کے بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں ابھی تک مسلکِ اہلِ بیت کا پیغام نہیں پہنچا اور جہاں نذرانہ کی کوئی امید نہیں؛ ایک منظم تبلیغی نظام کے ذریعے ہم اپنے اس مقدس فریضے کو ادا کر سکیں گے کہ پیغمبر محمد اور ان کے اہلِ بیت کا پیغام بیرونِ ممالک تک پہنچایا جائے ..."[284]

مصنف، جو چند برس بعد افریقہ کے مشرقی ممالک میں پاکستانی شیعہ مبلغین کی روانگی کا انتظام کرکے بیرونِ ملک تشیع کے فروغ کی اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنائے گا[285]، نے اس کے بعد ایک ''تبلیغی کالج'' کے قیام کی اپیل کی، جو''اعزازی مبلغین'' کی تربیت کا بھی فریضہ انجام دے۔اگرچہ ایسا کوئی کالج کبھی وجود میں نہ آسکا، اور نذرانہ کی تلاش-ذاکروں کو تو چھوڑ ہی دیجیے[286]- بہت سے پاکستانی علما کی مستقل مشغولیت آج تک بنی رہی، تاہم اس خیال کو کہ شیعہ تبلیغ کو اس انداز میں منظم کیا جائے کہ وہ دور دراز علاقوں تک بھی پہنچ سکے، کسی حد تک 1950ء کی دہائی ہی میں عملی صورت دے دی گئی تھی۔لکھنؤ کے مدرسۃ الواعظین کے نمونے پر، پاکستان کے بڑی دینی مدارس نے 1955ء کے بعد سے تبلیغ کے لیے خصوصی کورسز کا آغاز کیا اور اپنے طلبہ کو محرم اور رمضان کے مہینوں میں مخصوص علاقوں کی طرف تبلیغی دورہ

جات پر بھیجنا شروع کیا[287]۔ یہ طریقہ کار آئندہ دہائیوں میں بیشتر دینی مدارس میں رائج ہوگیا اور رفتہ رفتہ خاصی مؤثر صورت اختیار کرگیا۔ اسی طرح 1955ء ہی میں لاہور میں ''امامیہ مشن پاکستان'' کا قیام عمل میں آیا، جو لکھنؤ کے ممتاز مجتہدین میں سے ایک اور تقسیم ہند سے قبل ہندوستان میں اسی نوع کی ایک تنظیم کے بانی، سید علی نقی کی تحریک پر وجود میں آیا[288]۔ اگرچہ امامیہ مشن کی بنیادی سرگرمی شیعہ مذہبی لٹریچر کی اشاعت تھی[289]، تاہم اس نے 1956ء کے اواخر سے 1959ء تک دینی مدارس کی کوششوں کے متوازی، خصوصی سالانہ ''مبلّغ کلاسز'' بھی منعقد کیں۔[290]

اگر پاکستان میں دینی مدارس کے ذریعے شیعہ مذہبی کٹرپن کے استحکام کے لیے کام کرنے والوں کے پاس اپنے شیعہ ہم وطنوں کی جانب سے عدم تعاون کی شکایت کے لیے خاصا جواز موجود تھا- بالخصوص اس رفتار کے مقابلے میں جس سے مختلف سنی برادریوں نے پورے ملک میں مساجد اور دینی مدارس کے اپنے منظم نیٹ ورک قائم کرلیے تھے[291]- تو چند ہی برسوں کے اندر خود انھی افراد پر دوسرے شیعوں کی جانب سے یہ الزام بھی عائد کیا جانے لگا کہ وہ اپنے ہی اعلان کردہ مقاصد سے انحراف کررہے ہیں۔ چنانچہ نومبر 1954ء ہی میں، جب دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کی تنظیمی کمیٹی کے بعض اراکین نے بطورِ احتجاج استعفیٰ دے دیا، تو لاہور سے آئی ٹی ایچ ایس (ITHS) کے ایک وفد، جو ثالثی کے لیے موقع پر آیا تھا، کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ:

جہاں تک ہماری تحقیق کا تعلق ہے، مدرسہ اچھے طلبہ فراہم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ منتظمین نے داخلے کے لیے کوئی خاص معیار مقرر نہیں کیا، بلکہ وہ اپنی زیادہ تر توجہ اس بات پر مرکوز رکھتے ہیں کہ طلبہ کو جامعات کے داخلہ امتحانات کے لیے تیار کیا جائے[292]۔ مگر یہ ترجیح نہیں ہونی چاہیے تھی، کیونکہ اصل مقصد تو 'علما' اور مبلغین کی تیاری تھا[293]۔

آنے والے سالوں میں یہ بات واضح ہوگئی کہ ان چند سیکڑوں طلباء میں سے جنہوں نے نئے قائم ہونے والے شیعہ دینی مدارس میں داخلہ لیا، اُن میں سے اکثر کے صرف دنیاوی عزائم تھے۔ نومبر 1956ء میں سرگودھا کے مقامی ITHS سیکشن کے سیکرٹری جنرل نے درج ذیل مدلل بیان دیا:

پاکستان بھر میں متعدد دینی مدارس قائم کیے جا چکے ہیں، جن کا مقصد اچھے مبلغین اور واعظین تیار کرنا ہے ... مگر یہ بات نہایت حیرت انگیز ہے کہ آج تک کسی ایک مدرسے سے بھی ایک بھی طالبِ علم ایسا فارغ التحصیل نہیں ہو سکا جو موجودہ علما کی صف میں شامل ہو سکے ... یہ انتہائی افسوس ناک ہے کہ وہ طالبِ علم جو تین چار برس سخت محنت کے ساتھ تعلیم حاصل کرتا ہے اور خود تدریس کی صلاحیت بھی پیدا کر لیتا ہے، مدرسہ چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے یا کسی دوسرے تعلیمی ادارے میں داخلہ لے لیتا ہے۔ یہ وبا ہمارے دینی مدارس میں دُور تک پھیل چکی ہے ... حتیٰ کہ بعض مدارس میں طلبہ ''مولوی فاضل'' کے امتحانات بھی پاس کر لیتے

ہیں[294]، لیکن اس کے بعد وہ سرکاری اسکولوں میں عربی کے اساتذہ بننے کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنے اصل مقصد کو یکسر فراموش کر دیتے ہیں۔ کسی بھی دینی مدرسے کے لیے ایک طالبِ علم کو ''مولوی فاضل'' کے درجے تک پہنچانے پر کم از کم 1700 روپے خرچ آتا ہے۔ اگر ہمارے دینی مدارس صرف ایسے اساتذہ اور کلرک تیار کر رہے ہیں جن کی ماہانہ تنخواہ 50-80 روپے کے درمیان ہے، تو بہتر یہی ہوگا کہ یہ پیسہ AWSM کو دیا جائے[295]، جو ہزاروں غریب شیعہ طلبہ کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور ڈاکٹر، انجینئر یا پروفیسر بننے میں مدد فراہم کر رہی ہے۔ اب تک دینی مدارس پر لاکھوں روپے خرچ ہو چکے ہیں، مگر نتیجہ صفر رہا۔ ان میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اُس کا فلاں واعظ کسی ضلع میں تبلیغ میں مصروف ہے ...[296]

یہاں تک کہ 1965ء میں بھی مولانا محمد اسماعیل-جنہوں نے اُس وقت لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کے قریب اپنا مدرسہ قائم کیا-کا دعویٰ تھا کہ پاکستان کے شیعہ دینی مدارس نے ''17 برس میں ایک بھی مبلغ، مناظر، مقرر، مورخ، مفسر قرآن یا فصیح و بلیغ ذاکر پیدا نہیں کیا'' [297]۔ اگرچہ اِس بیان میں مبالغہ پایا جاتا تھا لیکن رسالہ رضا کار کے مدیر نے اس حد تک اتفاق کیا کہ اُس وقت تک پاکستانی شیعہ دینی مدارس کے کسی بھی فارغ التحصیل نے شہرت حاصل نہیں کی تھی[298]۔ وہ مقامی پاکستانی علما جن کی ملک گیر شہرت تھی، سب نے لکھنؤ یا نجف، یا دونوں جگہوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ عراق اور ایران کے بڑے شیعہ مدارس 1950ء کی دہائی میں پاکستانی طلبہ کے لیے قابل رسائی رہے، مگر صرف چند درجن طلباء-علاوہ اُن چند علماء کے جو 30 اور 40 سال کی عمر میں تھے-وہ اِس عرصے میں نجف یا قم پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق، 1955ء میں نجف میں صرف 25 پاکستانی طلباء موجود تھے، جبکہ ایران سے 3 ہزار اور لبنان سے 200-300 طلباء آئے تھے[299]۔ اُن کی حالت 1951ء اور 1952ء کی رپورٹوں میں انتہائی نازک بیان کی گئی، جو آیت اللہ سید محمد حسین بروجردی اور سید محسن الحکیم کی معمولی وظیفوں پر منحصر تھی[300]۔ تاہم بعد میں صورتِ حال بہتر ہوئی، اور 1960ء اور 1970ء کی دہائیوں میں متعدد پاکستانی شیعہ علما عراق اور ایران کے دینی مراکز سے فارغ التحصیل ہوئے، جنہوں نے اپنی ابتدائی تربیت وطن کے دینی مدارس میں حاصل کی تھی[301]۔ دوسری طرف، پاکستان کے دینی مدارس کو لکھنؤ، نجف یا قم کے مراکز کے معیار تک بلند کرنے کے منصوبے، جن کا اعلان 1950ء کی دہائی کے اوائل سے کیا جا رہا تھا[302]، دہائیوں بعد بھی عملی شکل اختیار نہ کر سکے۔

کم از کم 1954ء سے وہ افراد جو دینی مدارس کی کارکردگی سے ناخوش تھے، نے تجویز دی کہ ان مدارس کو ایک قومی سطح کی تنظیم میں ضم کر دیا جائے، جو ان کے نصاب اور امتحانات کو یکجا کرے، سرگرمیوں کی نگرانی کرے اور مدارس کے درمیان کسی قسم کی تقسیم کار قائم کرے۔ اِس قسم کے مطالبات شائع کرنے والوں میں سب سے پہلے کریم بخش حیدری[303]، خواجہ محمد لطیف انصاری[304] اور سید بشیر حسین بخاری[305] شامل تھے۔ دینی مدارس کے سپانسرز اور وہاں تدریس کرنے والے علماء ابتدائی طور پر اپنی کارروائیوں میں اس قسم کی مداخلت سے ناخوش تھے، مگر بالآخر انہوں نے ان تجاویز کو کم و بیش قبول کر لیا۔ مثال کے طور پر، مارچ 1957ء میں مولانا عطا محمد (مذکورہ بالا دیکھیں) اب بھی دینی مدارس کے خلاف بیشتر شکایات کو مسترد کر دیتے تھے، اور انہیں ایسے لوگوں کی پیدا کردہ قرار دیتے تھے جو ''علومِ عربیہ میں دلچسپی نہیں

رکھتے اور مذہب کے ستونوں کی پابندی کو ضروری نہیں سمجھتے“ بلکہ صرف ”مضمون لکھنے میں ماہر اور عام لوگوں کو گمراہ کرنے والے“ ہیں[306]۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ دارالعلوم سرگودھا میں تربیت یافتہ مبلغین اور پیش نمازیوں کو مختلف شیعہ کمیونٹیز میں بھیجنے سے لوگوں کی عادات و اطوار میں ”انقلابی تبدیلی“ آچکی ہے۔ عطا محمد خاص طور پر اِس مطالبے کی مخالفت کرتے تھے کہ تمام دینی مدارس کی آمدنی اور اخراجات کو کسی مرکزی کنٹرول میں لایا جائے، کیونکہ ہر مدرسے کے ذرائع آمدنی مختلف تھے، اور انہوں نے یوپی کے چھوٹے شیعہ مدارس کی مثال دی، جو کبھی لکھنؤ کے مدارس کے ماتحت نہیں رہے[307]۔ تاہم تین ماہ بعد، ماہنامہ المبلّغ کے مدیر نے اعتراف کیا کہ انہوں نے دسمبر 1956ء میں کریم بخش حیدری کی کی گئی کچھ تجاویز کو قبول کیا، جن میں علما اور دیگر ذمہ دار افراد کی ایک مجلس کے ذریعے دینی مدارس کے لیے ایک مرکزی تنظیم قائم کرنے کی تجویز بھی شامل تھی[308]، اور یہ تجاویز مارچ 1957ء کے دارالعلوم سرگودھا کے سالانہ اجلاس میں زیر بحث آئیں۔ پہلے قدم کے طور پر انہوں نے تجویز پیش کی کہ ایک متحدہ نصاب تیار کیا جائے جو رضا کارانہ بنیادوں پر تمام مدارس میں نافذ کیا جائے۔[309]

درحقیقت، پاکستان کے شیعہ دینی مدارس کے نصاب، سالانہ تعطیلات اور امتحانات کو یکجا کرنے کے مقصد سے پہلا قومی اجلاس مارچ 1958ء میں جامعۃ المنتظر لاہور[310] میں منعقد ہوا۔ اس وقت دارالعلوم سرگودھا کے پرنسپل، سید ناصر حسین نقوی[311]، کو مرکزی نگران بورڈ کی سربراہی کے لیے منتخب کیا گیا، مگر ایک رسمی مجلسِ ناظرۂ شیعہ مدارسِ عربیہ کے قیام اور اسے مؤثر بنانے میں مزید چار سال لگ گئے[312]۔ آئندہ دہائیوں میں پاکستان کے شیعہ مدارس مقدار اور مالی وسائل کے اعتبار سے سنی مدارس سے پیچھے رہ گئے، مگر رفتہ رفتہ انہوں نے تقریباً قابل قبول حد تک اتحاد اور تنظیم قائم کر لی، جو 1970 کی دہائی کے آخر تک برقرار رہی[313]۔

شیعہ مذہبی مراسم کے خلاف بڑھتی ہوئی مزاحمت

برطانوی دورِ اقتدار ہی میں برصغیر میں، بشمول اُن علاقوں کے جو 1947ء میں مغربی پاکستان بنے، ماہِ محرم کے دوران شیعہ عزاداری کے جلوسوں پر تنازعات اور شیعہ-سنی تصادمات ایک معمول کا واقعہ رہے تھے[314]۔ تاہم مغربی پاکستان میں یہ مسئلہ برصغیر کے دیگر حصوں کے مقابلے میں زیادہ سنگین صورت اختیار کرگیا، جس کی بنیادی طور پر دو وجوہ تھیں۔ پہلی وجہ پنجاب اور سندھ کے بہت سے شہروں اور دیہات میں شیعہ مہاجرین کی آمد تھی، جس نے یا تو پہلے سے موجود شیعہ آبادیوں کو تقویت دی یا بالکل نئی شیعہ برادریوں کو جنم دیا۔ یہ صورتِ حال شیعہ مذہبی زندگی کے دیگر مظاہر-خصوصاً عزاداری کی مجالس اور دیگر مراسم-میں نمایاں اضافے کے ساتھ ساتھ سامنے آئی، جو ان علاقوں کی سنی اکثریت کو ہمیشہ خوشگوار محسوس نہیں ہوتے تھے۔ تاہم فرقہ وارانہ مسئلے کے فروغ کا دوسرا، اور غالباً زیادہ اہم عنصر وہ بلند توقعات تھیں جو قیامِ پاکستان کے نتیجے میں سنی علماء کے وسیع حلقوں میں پیدا ہوگئی تھیں۔ اس سے قطع نظر کہ انہوں نے تحریکِ پاکستان کے دوران مسلم لیگ کی حمایت کی تھی یا نہیں، بہت سے سنی علماء اپنے طبقے کو اِس بات کا مستحق سمجھتے تھے کہ نئے اسلامی ریاست کے سیاسی، قانون سازی اور عدالتی معاملات میں اُن کی فیصلہ کن رائے ہو۔ جب سیکولر رجحان رکھنے والے حکومتی حلقوں کی جانب سے انہیں سرد مہری کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے عوام کو اپنی قیادت کے گرد مجتمع کرنے کے لیے مختلف راستے اور ذرائع تلاش کیے[315]۔ پاکستان کے قیام کے بعد سے سیاسی عزائم رکھنے والے علما کے لیے "مسائل پیدا کرنا" ایک مستقل مشغلہ رہا ہے، اور اقلیتوں کے خلاف عوامی اشتعال کو ہوا دینا ہمیشہ فوری نتائج حاصل کرنے کا آسان ترین ذریعہ ثابت ہوا۔ چنانچہ پاکستان کے پہلے ہی عشرے میں سنی علماء کے ایک حلقے کی جانب سے- جو ذاتی عزائم اور خالص مذہبی جوش دونوں سے محرک تھا-شیعہ عقائد اور مذہبی اعمال کے خلاف پروپیگنڈے پر خاصی توانائی صرف کی گئی۔

جیسا کہ سابقہ باب میں وضاحت کی جا چکی ہے، انیسویں اور بیسویں صدی کے ہندوستان میں شیعوں کی مخالف بڑی مذہبی تحریکیں اہلِ حدیث اور دیوبندیوں کی رہی ہیں[316]۔ بعد الذکر یعنی دیوبندی مکتبِ فکر نے انیسویں صدی کے دوسرے نصف ہی سے دارالعلوم دیوبند کے بے شمار فارغ التحصیل علماء کے ذریعے- اور بعد ازاں اسی نمونے پر قائم کیے جانے والے دینی مدارس کے توسط سے- برطانوی ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں اور اس سے آگے افغانستان تک اپنی اثر پذیری کو وسعت دی[317]۔ پاکستان میں دیوبندی علماء 1950ء کی دہائی ہی میں سرحد (موجودہ کے پی) اور بلوچستان میں اکثریتی مذہبی مسلک کی حیثیت اختیار کر چکے تھے، اور اس کے بعد رفتہ رفتہ پنجاب اور سندھ کے تمام شہروں میں بھی ان کی مضبوط موجودگی قائم ہوگئی[318]۔ اس کے برعکس اہلِ حدیث تحریک 1960ء کی دہائی تک پاکستان میں زیادہ تر ایک شہری مظہر رہی، تاہم اس کے بعد سعودی عرب سے وافر مالی اعانت اور دیگر اسباب کے نتیجے میں اس کے اثر و رسوخ میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا[319]۔

اہلِ حدیث اور دیوبندی مکتبِ فکر دونوں سنّی اسلام کی ایک سخت گیر، نصوص پر مبنی (scripturalist) تعبیر کی تبلیغ کرتے ہیں اور "عوامی اسلام" کی بیشتر مظاہر کی مخالفت کرتے ہیں، جنہیں وہ ہندومت کے امتزاجی اثرات سے منسوب کرتے ہیں[316]۔ مثال کے طور پر، اولیاء پرستی- جو دیہی پنجاب اور سندھ میں، بلکہ مجموعی طور پر برصغیر کے مسلمانوں میں، نہایت مقبول ہے- کو وہ "شرک" کے مترادف قرار

دیتے ہیں، اسی طرح پیغمبر محمد کے ساتھ غیر معمولی حد تک عقیدت کے اظہار اور آپ کی طرف معجزانہ افعال کی نسبت کو بھی ناپسندیدہ سمجھتے ہیں۔ یہ نقطۂ نظر دیوبندیوں اور اہلِ حدیث کو بریلوی مکتبِ فکر کے ساتھ بنیادی عقیدتی تصادم میں لے آتا ہے، جو بھارت اور پاکستان میں عوامی اسلام کا اکثریتی مذہبی دھارا ہے[320]، بلکہ شیعہ مسلک کے ساتھ بھی، جو پیغمبر محمد اور آپ کے اہلِ بیت - یعنی حضرت فاطمہ اور بارہ ائمہ - کے ساتھ اس سے بھی زیادہ فوق البشر صفات اور افعال منسوب کرتا ہے۔ تاہم، تمام سنّی مسالک (بشمول بریلویوں) اور شیعوں کے درمیان اصل اور دیرینہ متنازع مسئلہ صحابہ کرام، بالخصوص پہلے دو خلفائے راشدین، کے بارے میں شیعہ موقف ہی رہا ہے۔ پنجاب اور سندھ میں وہ عناصر جو ان اور دیگر سنّی عقائد کی مکمل تائید کرتے ہیں[321]۔

اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پاکستان میں دیوبندی یا اہلِ حدیث مکتبِ فکر سے وابستہ اکثر علماء مستقل طور پر شیعوں کے ساتھ تصادم میں رہے ہوں۔ درحقیقت، ان علما کی جانب سے شیعہ اقلیت کے ساتھ رواداری اور حسنِ سلوک کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جن میں سے ایک نمایاں مثال جنوری 1951ء میں "بائیس نکات" کی منظوری ہے[322]۔ تاہم، ان کے درمیان ایک ایسا پُرجوش اور متشدد حلقہ بھی ہمیشہ موجود رہا ہے جو اس "مشن" پر کاربند رہا کہ پاکستان میں شیعوں کو سماجی طور پر تنہا کر دیا جائے، ان کی مذہبی آزادی - کم از کم عوامی سطح پر - محدود کی جائے، اور بالآخر انہیں دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا جائے۔ اس گروہ کی سرگرمیاں گزشتہ ساٹھ برس سے زائد عرصے کے دوران شیعوں کے لیے مسلسل مسائل کا باعث بنی رہی ہیں - اور اکثر اوقات جسمانی خطرات تک کا سبب بھی - اور اس مسئلے کی شدت کا انحصار بڑی حد تک اس بات پر رہا ہے کہ مختلف ادوار میں آنے والی حکومتوں، انتظامی افسران اور امن و امان کے ذمہ دار پولیس اہلکاروں کا رویّہ کیا رہا۔

1950ء کی دہائی میں شیعہ مخالف پروپیگنڈا میں سب سے زیادہ سرگرم تنظیم تنظیمِ اہلِ سنت (TAS) تھی[323]۔ یہ تنظیم اپنے قیام ہی سے مولانا سید نور الحسن بخاری کی قیادت میں کام کرتی رہی اور اُن سنّی علما، اسکولوں اور کالجوں کے اساتذہ، صحافیوں اور دیگر کارکنان کے لیے ایک مشترک پلیٹ فارم کا کردار ادا کرتی تھی، جن کے نزدیک پاکستان میں شیعہ "بدعت کا مقابلہ کرنا سب سے اہم" دینی فریضہ تھا۔ تنظیمِ اہلِ سنت کے تمام ارکان دیوبندی مکتبِ فکر سے وابستہ تھے۔ یہ تنظیم اُن عناصر کے لیے بھی ایک موزوں پلیٹ فارم ثابت ہوئی جو مجلسِ احرارِ اسلام سے تعلق رکھتے تھے اور 1947ء تک مسلم لیگ کی سخت مخالفت کرتے رہے تھے، اور اس کے بعد پاکستان میں اپنے لیے کسی نئے کردار اور نئے ایشوز کی تلاش میں تھے[324]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنظیمِ اہلِ سنت نے سب سے پہلے پنجاب کے اُن اضلاع میں عوامی سطح پر جڑ پکڑی جہاں شیعہ آبادی کی عددی اور سیاسی حیثیت نمایاں تھی، مثلاً سرگودھا، میانوالی، جھنگ، ملتان، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان[325]۔ ان اضلاع میں تنظیم کے پیشہ ور مبلغین دورے کرتے رہتے تھے تاکہ سنّی آبادی کے اندر جذباتی اشتعال پیدا کیا جائے اور انہیں اپنے "حقوق اور مقدسات کے دفاع" کے نام پر متحرک کیا جائے۔ اپریل 1951ء میں، پنجاب کے لیے نومنتخب چیئرمین اتحادِ تنظیماتِ ہائے شیعہ (ITHS)، مفتی سونی پتی نے صورتِ حال کی درج ذیل تصویرکشی کی (منتخب اقتباسات):

پنجاب اسمبلی کے حالیہ انتخابات کے دوران اسلامی اکثریت کے اندر موجود ایک گروہ—جو ہمارے خلاف منظم کوششیں کر رہا ہے—نے اُن تمام حلقۂ انتخاب میں جہاں شیعہ امیدوار موجود تھے، شیعہ–سنّی مسئلے کو ہوا دینے کی کوشش کی۔۔۔ بالخصوص ضلع جھنگ میں اکثریتی فرقہ کے ان

عناصر نے تنگ نظری اور تعصب کا نمایاں مظاہرہ کیا۔ چونکہ جھنگ قدیم زمانے سے شیعوں کا مرکز سمجھا جاتا رہا ہے، اس لیے اتحاد کے دشمنوں نے سب سے پہلے وہیں فرقہ وارانہ فضا کو زہر آلود کرنے کے لیے منظم اور بھرپور کوششیں کیں۔مُتعصب ملاّؤں اور فتنہ انگیز خطیبوں نے اپنے انتخابی خطابات میں کھلم کھلا ہمیں دائرہِ اسلام سے خارج اور کافر قرار دیا۔ وہ لوگ جنہیں غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی، مسلمانوں کو یہ تلقین کرتے رہے کہ شیعوں کے ساتھ کھانا پینا حرام اور ناجائز ہے۔۔۔[326]

اگست 1952ء میں، نورالحسن بخاری نے، میانوالی ضلع میں داخلے پر اپنے اوپر عائد چھ ماہ پرانی پابندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے، تنظیمِ اہلِ سنت (TAS) کے ترجمان جریدے دعوت میں یوں لکھا:

... میانوالی ضلع[327] معیارِ تعلیم کے حوالے سے پنجاب بھر میں سب سے پسماندہ ہے اور معیارِ جہالت میں پہلے نمبر پر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ پورے پنجاب میں شیعیت کا گھر (بمطابق مصنف) ہے۔ پاکستان میں کہیں اور شیعہ اتنے مضبوط نہیں ہیں۔ ذاکرین جو تھل صحرا کی ریت کے ذروں کی طرح بے شمار ہیں شب و روز پیغمبر محمد کے صحابہ کو شرمناک گالیاں دینے میں مصروف ہیں ... یہاں سال بھر جاری گالیوں اور گستاخی (سب و شتم) کے طوفان کا دسواں حصہ کہیں اور نہیں مِل سکتا؛ بالخصوص بھکر سب ڈویژن اِس لعنت کا مرکز ہے۔۔۔

قدرتی طور پر، تنظیمِ اہلِ سنت (TAS) اس ضلع میں کافی مقبول ہے۔ بھکر کے ارد گرد شاید ہی کوئی ایسا گاؤں ہو جہاں TAS کی شاخ قائم نہ کی گئی ہو۔ بھکر تحصیل میں یہ کئی درجن اجتماعات منعقد کر رہی ہے، اور ضلع کے جنوبی سرحدی علاقوں سے لے کر کالا باغ تک ہر ریلوے اسٹیشن پر اس کی موجودگی محسوس کی جا سکتی ہے...

پاکستان بھر میں تبراء کے خلاف کوئی پابندی نہیں ہے... لیکن جو لوگ قرآن مجید کے دلائل اور ثبوتوں کے ساتھ رَفض[328] اور شیعہ مذہب پر روک لگاتے ہیں اُنہیں ضلع میانوالی میں بات کرنے سے منع کیا گیا ہے... حکومت نے پنجاب سیفٹی ایکٹ کے تحت فیصلہ دیا ہے کہ بخاری اور اس کی قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کسی بھی فرقہ واریت کے خطرے کی نمائندگی کررہے ہیں... آٹھ سال سے پورے ضلع میانوالی میں میرے مسلسل قرآنی لیکچرز کی وجہ سے کسی شیعہ کی ناک سے خون بہا ہے؟[329]

مئی 1952ء سے مارچ 1953ء تک تمام متعصب سنی 'علماء' بشمول TAS سے وابستہ افراد کی توجہ احمدیوں کے خلاف مہم پر

مرکوز رہی۔ جولائی 1952ء میں لاہور میں تحفظ ختم نبوت تحریک کے "آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن" کے شرکاء میں نور الحسن بخاری اور ITHS کے سیکرٹری مظفر علی شمسی دونوں شامل تھے[330]۔ تاہم شیعوں کے لیے یہ صرف وقتی راحت تھی۔ مثال کے طور پر، ضلع سرگودھا کے بعض گاؤں میں سنی مخالفت کی وجہ سے 'عزاداری' کے جلوسوں پر پابندیاں جاری رہیں۔ جب مجلس احرار کے ایک وفد کو، جس نے احمدی مخالف شورش میں قائدانہ کردار ادا کیا تھا، سرگودھا کے دورے کے دوران اِس مسئلے پر ثالثی کے لیے کہا گیا، تو اُن کے ایک رکن (مولوی عبدالرحمٰن میانوی) نے کہا کہ لفظ "شیعہ" ہی اُن کے لیے ناپسندیدہ ہے[331]۔ دعوت نے شیعوں کے خلاف احمدی مخالف تحریک[332] کے دوران اپنے مباحثے جاری رکھے، "تحفظ ختم نبوت" کے سنی شیعہ مشترکہ محاذ کا مذاق اُڑانا جس کا شاید کچھ شیعہ علماء نے تصور کیا تھا۔

مارچ 1953ء میں احمدی مخالف شورش پر پابندی کے بعد، مذہبی انتہاپسندوں کو کچھ عرصہ کے لیے اپنی سرگرمیاں کم کرنا پڑیں۔ 18 ستمبر 1953ء کو "گورنمنٹ سرونٹ کنڈکٹ رولز" کی ایک نئی شق شائع کی گئی، جس میں سول سروس کے اراکین کو اپنی فرقہ وارانہ تبلیغ یا فرقہ وارانہ تصادم میں مداخلت سے روک دیا گیا[333]۔ محرم 1373ھ (10 ستمبر تا 9 اکتوبر 1953ء) کے مہینے میں کوئی قابل ذکر واقعات نہیں ہوئے اور محرم 1374ھ (30 اگست تا 29 ستمبر 1954ء) میں صرف چند واقعات ہوئے[334]۔ 1955ء میں ہی شیعہ عزاداری کے خلاف مظاہرے دوبارہ زور پکڑ گئے۔ شیعہ مخالف نئی تحریک جو اگلے دو سالوں میں زور پکڑنے والی تھی کے قائدین میں سے بہت سے ایسے افراد شامل تھے جو 1953ء میں احمدیوں کے خلاف اپنی مہم میں ناکامی سے دوچار ہوئے تھے۔ محرم 1375ھ (20 اگست تا 19 ستمبر 1955ء) پنجاب میں کم از کم پچیس مقامات پر عزاداری کے جلوسوں پر پابندی عائد کی گئی یا اُن پر حملے کیے گئے،[335] جبکہ کراچی میں بلتستان سے نقل مکانی کرنے والوں کے ایک امام بارگاہ پر حملے میں بارہ افراد شدید زخمی ہوئے[336]۔ عوامی مقامات پر عزاداری کے خلاف بڑھتے ہوئے اعتراضات کا سامنا کرنے والی حکومت ہر جگہ پر مقامی لوگوں یعنی سنی اکثریت کے معاہدے کے تحت شیعہ جلوسوں کے لیے لائسنس دینے پر غور کر رہی تھی[337]۔ اِس چیلنج سے نمٹنے کے لیے 22-23 اکتوبر 1955ء کو لاہور میں ایک "آل پاکستان عزاداری کنونشن" کا منصوبہ بنایا گیا تھا، لیکن دو بڑی شیعہ تنظیموں ITHS اور APSC کے درمیان رقابت کے باعث اِسے ملتوی کرنا پڑا[338]۔ اس کے بجائے، پہلا اور واحد آل پاکستان شیعہ کنونشن ڈھاکہ میں منعقد ہوا، لیکن 27 نومبر 1955ء کو مشرقی پاکستان میں اِس کا انعقاد کیا گیا لیکن زیادہ تر اِس میں بنگال میں شیعوں کے مسائل کو نمٹایا گیا[339]۔

مارچ 1956ء میں نافذ ہونے والے پاکستان کے پہلے آئین میں اقلیتوں کے لیے کچھ اہم تحفظات شامل تھے[340] لیکن شیعہ کارکن آرٹیکل 18 سے مطمئن نہیں تھے، جس میں "کسی بھی مذہب کا دعویٰ کرنے، اُس پر عمل کرنے اور اُس کی تبلیغ کے حق" کو "قانون، امن عامہ اور اخلاقیات" سے مشروط کیا گیا تھا۔ 23-25 مارچ 1956ء کو لاہور میں منعقدہ ITHS کنونشن کی ایک قرارداد میں عزاداری پر تمام پابندیوں اور رکاوٹوں کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اِس سال محرم تک اس معاملے پر اپنی پالیسی واضح کرے، بصورتِ دیگر ITHS "موثر ٹھوس اقدام" کرنے پر مجبور ہو جائے گی[341]۔ مثال کے طور پر، پروفیسر خالد محمود، جو اُس وقت سیالکوٹ کے ایک کالج میں لیکچرار تھے، اور نارووال سے مولانا منظور احمد نے مئی 1956ء میں لاہور کے کرشن نگر کوارٹر میں شیعوں کے خلاف انتہائی اشتعال انگیز تقاریر کیں، شیعہ اماموں کی تضحیک کی اور مقامی سنیوں کو چیلنج کیا کہ "اگر اُن میں ہمت ہے" تو وہ عزاداری اور جلوسوں کو فوراً اور ہمیشہ

کیلئے روک دیں"[342] محرم 1376ھ (8-17 اگست 1956ء) کے پہلے دس دنوں کے دوران، TAS نے فرقہ وارانہ تصادم کو بھڑکانے کی دانستہ کوشش میں بہت سے قصبوں کی سنی مساجد میں تقریری جلسوں کا اہتمام کیا[343]۔ چھوٹے سے قصبے شہر سلطان میں، ہزاروں مسلح دیہاتی شیعہ جلوس پر حملہ کرنے پہنچ گئے، جس کے بعد انتظامیہ نے اُس پر پابندی لگا دی تھی[344]۔

بظاہر، عزاداری کے جلوسوں کو" امن وامان کے لیے خطرہ" کے طور پر پیش کرنے کی TAS کی حکمت عملی کامیاب رہی۔ 29 اگست 1956ء کو، اسی سال کی عاشورہ کے فوراً بعد، TAS نے لاہور میں منعقدہ ایک اجلاس جو "تحفظ عظمت صحابہ" کے مسئلہ پر وقف کیا گیا تھا[345]، کے دوران بریلویوں کی جے یو پی سمیت دیگر سنی تنظیموں کی حمایت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی، TAS کی جانب سے "پاکستان سنی بورڈ" کا مسودہ قوانین پیش کیا گیا، اور چار قراردادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔ (اقتباسات):

1- سُنی مسلمانوں کا یہ نمائندہ اجلاس 10 محرم الحرام اور دیگر شیعہ تقریبات کے دوران مغربی پاکستان کی حکومت کی شیعہ نوازی اور کھلی جانبداری کو شدید تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے ... یہ دور اندیشانہ پالیسی شیعہ اور سنی کے درمیان خلیج کو وسیع کرے گی ... حکومت کی قابل مُذّمت پالیسی نے شیعہ تقریبات کی سابقہ حیثیت کو نظر انداز کر دیا اور کھلم کھلا بدسلوکی اور توہین اور تبرّا بازی کی اجازت دی [346]۔۔۔

2- محرم کی آخری 10 تاریخ کو شیعہ تقریبات میں خلفائے راشدین، ازواج مطہرات [347]اور صحابہ کرام کو گالیاں اور اُن کی توہین انتہائی اشتعال انگیز اور نفرت انگیز ہے اور اِس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں--ہم سُنی مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ تصادم کے خطرے سے بچنے کے لیے مستقبل میں ایسی تقریبات سے دُور رہیں۔

3- ---شیعوں کی موجودہ سیاسی اور مذہبی سرگرمیاں نہ صرف امن عامہ کے لیے خطرہ ہیں بلکہ سنیوں کے عقائد کی تضحیک اور خلفائے راشدین، ازواج مطہرات اور صحابہ کرام پر لعن طعن کر کے (محمد کی) نبوت کے مرتبے کو بدنام کرتے ہیں۔

4- یہ کہا جاتا ہے کہ شیعہ مسلک کی جارحانہ اور اشتعال انگیز تقاریب اور مجالس کو جو آزادی دی گئی ہے وہ پاکستان کے آئین میں آزادی اظہار اور مذہبی آزادی سے متعلق شقوں کی بنیاد پر ہے ... یہ ایک غیر دانشمندانہ اقدام تھا کہ ایسی آزادی دی گئی بغیر اس کے کہ اسے عوامی نظم و نسق، اخلاقیات اور عزت کے تقاضوں کے تابع بنایا جائے[348]۔

یہاں اور اَن گنت مواقع پر بنیادی الزام یہ لگایا گیا ہے کہ شیعہ پہلے تین خلفاء اور دیگر صحابہ کو اپنی مذہبی تقریبات میں توہین اور گستاخی کرتے ہیں، جسے 1950ء کی دہائی سے پاکستان میں شیعہ رہنماؤں اور شیعہ پریس کی جانب سے مسلسل اور سختی سے مسترد کیا ہے۔ یہ بات بار

بار دہرائی گئی ہے کہ شیعہ کے لیے کسی بھی قسم کی گستاخی یا توہین مذہبی طور پر حرام ہے، اور ان کا عمل صرف بعض صحابہ کی اہلِ بیت کے ساتھ برتاؤ کی تنقید کرنا اور ان کے افعال سے دوری اختیار کرنا تھا[349]۔ اگرچہ یہ حقیقت کہ شیعہ پہلے تین خلفاء پر لعنت بھیجتے ہیں، مثال کے طور پر 1939ء کی تبرا تحریک کے دوران تسلیم کی گئی[350]، لیکن اس طرح کے کسی مطالعے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ گستاخی اور توہین (سب وشتم) کے بارے میں کیے جانے والے دعووں یا ان کے رد دعوں کی تصدیق یا تردید کرے۔ اس کے بجائے، نیچے میں 'عزاداری' کے حق میں دلائل پیش کرنے والوں اور اس کے مخالفین کے بڑے دلائل کی وضاحت کروں گا۔

فرقہ وارانہ کشیدگی کی بڑھتی ہوئی سطح پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے، جو کہ اس سال کے محرم میں واضح ہو گیا تھا، مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ محمد خان صاحب (اکتوبر 1955ء تا مارچ 1957ء) نے نومبر 1956ء میں ایک شیعہ سنی" مفاہمتی بورڈ" تشکیل دیا۔ یہ مجلس اتحاد اسلامی (MII) جس کی صدارت صوفی محمد حسین کر رہے تھے، تمام بڑی سنی تنظیموں کے رہنماؤں کے ساتھ ساتھ نو ممتاز شیعہ شخصیات بھی شامل تھیں[351]۔ اگلے چند ماہ میں MII کے تین اجلاس ہوئے جس میں دونوں فریقوں کو تکلیف دہ اور اشتعال انگیز تقاریر سے بچنے کے لیے ایک قرارداد پر اتفاق کیا گیا، لیکن مسئلہ یہ تھا کہ "تکلیف دہ" (دل آزار) اور" اشتعال انگیز" کی تعریف کیسے کی جائے[352]؟ جب مولانا محمد اسماعیل نے اپنے لیے یہ حق محفوظ رکھا کہ وہ اسلامی تاریخ کی کتب میں لکھے ہوئے کسی بھی مواد پر بات کر سکتے ہیں تو سنی مولانا علاؤالدین صدیقی نے جواب دیا کہ ایسی تمام تاریخیں، جو صحابہ کے لیے ناگوار ہوں، جلا دی جائیں[353]۔ 11 فروری 1957ء کو TAS کے جریدے 'دعوت' نے رپورٹ کیا کہ MII کے تمام ممبران نے اعتراف کیا کہ شیعہ مجالس کے دوران صحابہ پر لعنت بھیجنا واقعی ہو رہا ہے۔ جب کہ یہ بات مولانا محمد اسماعیل کے جریدے 'صداقت' میں بغیر کسی تبصرے کے دہرائی گئی تو اس نے شیعہ عوام میں شدید غصے اور ہنگامے کو جنم دیا، جس کی وجہ سے APSC کے ممبران نے عارضی طور پر MII سے استعفیٰ دے دیا[354]۔

جون 1957ء میں مجلس اتحاد اسلامی (MII) کے سنی اراکین نے ایک قرارداد پیش کی، جسے رضا کار کے ایڈیٹر نے اپنے اِس دعوے کے ثبوت کے طور پر لیا کہ یہ مسئلہ دراصل" گالم گلوچ اور توہین" کا نہیں بلکہ محض صحابہ کی جانے والی" تنقید" کا ہے، جس پر بعض سنی سخت گیر حلقے پاکستان میں پابندی عائد کروانا چاہتے تھے[355]۔ اس مجوزہ قرارداد کا متن یوں تھا:

شیعہ سُنی اتحاد کے اعلیٰ مقاصد، ہر مسلک کے مذہبی حقوق کے تحفظ اور پاکستان کی سالمیت کے لیے... شیعہ اور سنیوں کے ذمہ دار نمائندے ذیل امور پر مُتفق ہیں:

1) شیعہ ----- اس بات کا واضح اعلان کر رہے ہیں کہ مستقبل میں صحابہ کی سیرت و کردار (ذات اور سِیرت) پر پریس، منبر سے، مجالس اور جلوسوں میں کسی بھی طرح سے تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا اور یہ کہ تحریر یا تقریر میں خلفائے راشدین کی خلافت اور سیاست پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ اگر کہیں بھی ایسا فعل سرزد ہوتا ہے تو شیعہ اِس کی سختی سے مُذمّت کریں گے اور ذمہ داروں سے دُوری اختیار کریں گے۔ شیعہ اور سُنی رہنماؤں کی اِس قرارداد کا اعلان حکومت اور پریس کے نمائندوں کی موجودگی میں ایک عظیم جلسۂ عام میں کیا جائے گا۔

2) ایک بار جب یہ قرارداد مکمل طور پر نافذ ہو جائے اور صحابۂ کرامؓ کے خلاف دل‌آزار اور اشتعال انگیز پروپیگنڈا کا سلسلہ ختم ہو جائے، تو اہلِ سنت شیعہ حضرات کی مذہبی رسومات پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کے عزاداری کے جلوسوں میں کسی قسم کی خلل اندازی کریں گے۔[356]

تعجب کی بات نہیں، ITHS ورکنگ کمیٹی کے اجلاس (لاہور، 14 جون) کے دوران اس طرح کے "ادلے کا بدلہ" کو شیعوں کے لیے ناقابل قبول قرار دے کر مسترد کر دیا گیا[357]۔ اِس دوران TAS اور شیعہ تنظیموں، دونوں نے بڑے عوامی اجتماعات میں اپنے اپنے موقف کی توثیق کی۔ فروری 1957ء میں ملتان میں TAS کی ایک "تبلیغی کانفرنس" میں کئی قراردادیں منظور کی گئیں، رضاکار کے تبصرے کے مطابق جن کا مقصد، عزاداری کے جلوسوں کو مقامی سنیوں کے معاہدے سے مشروط کر کے "پاکستان میں تمام شیعہ تبلیغ پر پابندی" لگانا تھا[358]۔ اس کانفرنس کی قرارداد نمبر 1 میں شکایت کی گئی کہ حکام "غیر ذمہ دار افراد" کو جلوسوں کے لائسنس جاری کر دیتے ہیں اور سنیوں کو اُن کے بارے میں بہت دیر سے اطلاع دی جاتی ہے، جس سے تصادم کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر مقام پر مقامی سنیوں کی نمائندہ کمیٹیاں بنانے کی تاکید کی گئی، جن سے پہلے مشاورت کرنی ہوگی[359]۔ ایک اور قرارداد میں شیعوں پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے متعدد جلوس بغیر لائسنس کے یا طے شدہ روٹس کے علاوہ نکالے اور جس کے نتیجے میں تصادم کو ہوا ملی[360]۔ TAS کانفرنس کے ایک مقرر تاج محمد خان درانی نے اس تبصرہ کے ساتھ شیعوں کو مشتعل کر دیا کہ وہ اپنے امام بارگاہوں میں سال بھر اپنے "خچروں کے جلوس" نکال سکتے ہیں لیکن بازاروں میں اس طرح کی "خچر ڈرائیونگ" کرنا سنیوں کے لیے ناقابل برداشت ہے[361]۔

شیعہ تنظیموں نے اپنی جانب سے 17-19 مئی 1957ء کو احمد پور ایسٹ میں پہلی "آل پاکستان عزاداری کانفرنس" منعقد کی۔ اس کانفرنس کی قرارداد نمبر 1 میں عزاداری کو "شیعہ قوم کی شہ رگ" قرار دیتے ہوئے اسے ایک محبوب اور مخصوص مذہبی فریضہ بتایا گیا[362]، جو اُن کے تمام عقائد اور قبول شدہ سچائیوں (مسلمات) کی عکاسی کرتا ہے، تاہم اِس کے باوجود اسے "مسلم اتحاد کی علامت" بھی کہا گیا۔ اِس امر پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا گیا کہ مسلمانوں کے اتحاد کے مخالف عناصر عزاداری کے خلاف محاذ قائم کر کے قومی یکجہتی کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور جبکہ حکومت اُن کی شرارتوں پر خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے[363]۔ دیگر قراردادوں میں بنیادی طور پر شیعہ فریق کی جانب سے خود احتسابی پر زور دیا گیا: محرم کے دوران مسلمانوں میں رواداری اور اتحاد کو برقرار رکھنے کی تلقین کی گئی، ہر مقام پر صرف ایک جلوس نکالنے کا مشورہ دیا گیا، اور اس بات پر زور دیا گیا کہ جلوسوں کے دوران فرض نمازیں ترک نہ کی جائیں۔ ذاکرین اور علماء سے درخواست کی گئی کہ وہ مجالس کے بانیان کی معاشی صورتحال کو دیکھتے ہوئے تھوڑا سا قربانی کے جذبے کا مظاہرہ کریں، جبکہ بعد میں منتظمین مجالس کو تلقین کی گئی کہ وہ واعظین سے کیے گئے ادائیگی کے وعدوں کی پوری دیانت داری کے ساتھ پابندی کریں۔ خطباء سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ محرم کے تاریخی واقعات پر گفتگو "صرف معتبر روایات کی بنیاد پر" کریں۔ اسی موقع پر محمد اسماعیل کی سربراہی میں چوبیس رکنی "عزاداری کونسل" تشکیل دی گئی جس میں ITHS اور APSC کو مساوی نمائندگی دی گئی[365]۔ اس کونسل کا مقصد آنے والے محرم (29 جولائی تا 27 اگست 1957ء) سے پہلے عزاداری کے جلوسوں کے خلاف بڑھتی ہوئی مزاحمت کا "کوئی حل تلاش کرنا" تھا، تاہم اُس سال جون کے وسط تک یہ کونسل اپنا کام شروع بھی

نہ کرسکی[366]۔

اسی دوران TAS نے شیعہ فریق کی "شہہ رگ" سمجھی جانے والی عزاداری کے خلاف ایک نئی نوعیت کا اعتراض پیش کیا۔ 17 مئی 1957ء کو جریدہ 'دعوت' میں شائع ہونے والے اداریے بعنوان "مسئلہ عزاداری کا واحد حل" میں یہ مؤقف اختیار کیا گیا کہ:

... اسلام میں ماتم کی کوئی جگہ نہیں ہے، یہاں تک کہ ایک عام مسلمان کی موت پر، زندہ شہداء کے لیے منظّم عزاداری منعقد کرنے کی تو بات ہی چھوڑ دیں۔ شریعتِ اسلامی مردوں کے لیے انفرادی بلند آواز اور ظاہری ماتم (سوگ سیاپا) کی سختی سے ممانعت کرتی ہے۔ عزاداری پر سنیوں کے دو قسم کے اعتراضات ہیں: اصولی اور نظریاتی طور پر، یہ اُن کے عقائد کے خلاف ہے، اور عملی طور پر، یہ اُن کے مذہبی حق کو غصب کرتا ہے۔ سُنی، گلیوں اور بازاروں میں منظم ماتم کو، ہمارے آقا حُسین کی مقدس ذات کے خلاف سب سے بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔

جس طرح تم شیعہ ابنِ زیاد اور شِمر کے ہاتھوں امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کے قتل کو گناہِ کبیرہ سمجھتے ہو، اسی طرح ہم اہلِ سنت اُن کے لیے گلی کوچوں اور بازاروں میں اونچی آواز اور ظاہری ماتم کا باقاعدہ مظاہرہ کرنے کو گناہِ کبیرہ، مقامِ حُسین کی توہین اور شہادت کے مرتبہ کی توہین سمجھتے ہیں[367]۔

شیعہ حضرات نے شکایت کی کہ جب بھی وہ اہل سنت کے عقائد پر تنقید کرتے ہیں تو فوراً اُن پر" گالی اور توہین" کا الزام لگایا جاتا ہے، جب کہ TAS کے مبلغین، جو اپنے آپ کو" اکثریتی نمائندگان" کے طور پر دیکھتے ہوئے، کسی بھی وقت شیعوں کے خلاف سخت اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے اور ان کے مقدسات کا مذاق اڑانے میں خود کو آزاد پاتے تھے[368]۔ محرم 1377 ہجری (1957ء) کے پہلے دس دنوں میں، TAS کی جانب سے تقاریر اور پوسٹرز کے ذریعہ پروپیگنڈہ ایک نئے عروج پر پہنچ گیا۔ جیسا کہ شیعہ تنظیموں کی طرف سے پیش گوئی کی گئی تھی، اسی سال عاشورہ (7 اگست) کو پنجاب میں مختلف مقامات پر عزاداری کے جلوسوں پر پرتشدد حملے ہوئے[369]۔ چھوٹے سے قصبے سیت پور (ضلع مظفر گڑھ) میں اُن کے جلوس پر مسلح حملے کے دوران تین شیعہ مارے گئے[370]۔ احمد پور شرقیہ میں جہاں تاج محمد خان درانی، نور الحسن بخاری اور خالد محمود کی تقاریر سے زمین ہموار کی گئی تھی، شیعہ جلوس پر پتھراؤ سے ایک جاں بحق اور تین شدید زخمی ہو گئے۔ اور شیعوں نے اُن زنجیروں سے جوابی حملہ کیا جو اُنہوں نے خود کو مارنے کے لیے اُٹھائی ہوئی تھیں[371]۔ حکومت نے ان دونوں مقامات پر عدالتی تحقیقات کا حکم دیا، جس کی وجہ سے دسمبر 1958ء میں سیت پور کیس کے پانچ ملزمان کو سزائے موت سنائی گئی[372]۔ ITHS اور APSC نے 18 اگست کو کربلائے گامے شاہ (لاہور) میں ایک مشترکہ احتجاجی اجلاس میں TAS کو ذمہ دار ٹھہرایا لیکن ساتھ ہی حکومت کو ہر فرقے کے آئینی عطا کردہ مذہبی حقوق کے تحفظ میں ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا[373]۔ سید محمد علی شمسی نے جو ابھی احمد پور شرقی کے سفر سے واپس آئے تھے، یہاں تک پیشین گوئی کی کہ اگر اکثریت اُن پر اس حد تک دباؤ ڈالتی رہے گی تو شیعہ "شیعستان" کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیں گے[374]۔

مذکورہ دونوں عدالتی تحقیقات کے علاوہ، مغربی پاکستان کی حکومت (جس کی صدارت وزیر اعلیٰ عبدالرشید کی جولائی 1957ء سے مارچ 1958ء تک کر رہے تھے) نے خود کو "اتحاد مسلمانان"[375] کے لیے عمومی اصلاحی اپیلوں تک محدود رکھا۔ اس عمل نے TAS کو ایک قدم آگے بڑھنے اور درج ذیل "حکومتِ مغربی پاکستان سے سوادِ اعظم[376] پاکستان کا متفقہ مطالبہ" شائع کرنے کی ترغیب دی۔

محرم کے دردناک اور خون آلود واقعات اور موجودہ سنگین حالات نے اہل سنت کے اس دعوے کی تصدیق کر دی ہے کہ ماتمی جلوس فساد، بدامنی، لوٹ مار اور خونریزی کا سبب، فرقہ وارانہ کشیدگی اور تلخی کا سبب اور شیعہ سنی تصادم کی بنیاد ہیں۔وہ ملک کے امن کو مخدوش کر رہے ہیں اور قومی یکجہتی کو تباہ کر رہے ہیں۔ وطن عزیز کی سالمیت اور اتحاد اُمّت کو لاحق اس دائمی خطرے کے پیش نظر، سواد اعظم اپنی حکومت سے وطن عزیز کے بہترین مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے متفقہ طور پر تمام عوامی مقامات پر ان ماتمی جلوسوں پر سخت پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے[377]۔

یہ نقطہ نظر صرف انتہاپسندوں تک محدود نہیں تھا۔ سنی پریس کو عام طور پر اکثریت کے جذبات سے قطع نظر شیعوں کے عزاداری کے جلوس نکالنے کے اصرار پر بہت کم ہمدردی تھی۔ عاشورہ کے فسادات پر تبصرہ کرتے ہوئے چند دن بعد روزنامہ ہلالِ پاکستان (لاہور) نے 13 اگست 1957ء کو لکھا:

... اگر معاملہ صرف چند شرپسند عناصر سے نمٹنے کا ہے تو پھر پولیس کی گولیاں اور عدالتوں کی طرف سے عبرتناک سزائیں کافی ہیں۔ لیکن اصل سوال اس صورت حال اور پس منظر سے متعلق ہے جو شرپسندوں کے لیے ایک دروازہ کھولتا ہے۔

ایک عمومی رائے کے مطابق، شیعہ حضرات کے ماتمی جلوس ایک مشرکانہ ذہنیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ سینہ کوبی، چھریوں اور زنجیروں سے خود کو زخمی کرنا اور سجے ہوئے جلوسوں کے ساتھ گھروں کے سامنے سے گزرنا اسلامی معاشرے کے لیے نمونہ پیش نہی کر سکتا۔ یہ [دینی] بزرگان کی عزت کی بجائے تضحِیک ہے۔۔۔[378]

ہم نہیں جانتے کہ شیعہ مذہب اس طرح کی تقریبات کی گنجائش دیتا ہے یا نہیں۔ یقیناً شیعہ مجتہد ایسے توہمات کی مخالفت کریں گے[379]۔لیکن اگر وہ انہیں اپنے مذہب کا جوہر سمجھتے ہیں تو امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لیے حکومت کو عوامی مقامات پر اُن پر سخت پابندی عائد کرنی چاہیے۔ مذہبی عقائد پر عمل کرنے کے لیے کیا انہیں سڑکوں پر آویزاں کرنا ضروری ہے یا یہ سب کچھ شیعہ عبادت گاہوں میں نہیں کیا جا سکتا؟ اور اگر باثر شیعہ اِن بدعتی جلوسوں کو اپنے مذہب کا

نچوڑ سمجھتے ہیں تو حکومت دورانِ محرم تمام مسلمانوں کو گھروں سے نکلنے سے کیوں روکے۔۔۔؟[380]

عزاداری کی رسومات پر اس یک طرفہ جارحانہ حملوں کے جواب میں شیعہ حلقوں کی طرف سے سخت ردعمل سامنے آیا، جن میں سے بہت سے افراد ان رسومات کو اپنی اجتماعی شناخت کو محفوظ رکھنے اور مضبوط کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس طرح، ITHS اور APSC نے کچھ عرصے کے لیے اپنی صفوں کو متحد کرتے ہوئے، ایک "شیعہ ڈیفنس کمیٹی" تشکیل دی اور دسمبر 1957ء میں لاہور میں مشترکہ طور پر ایک آل پاکستان شیعہ کنونشن کا انعقاد کیا[381]۔ بہت سے شیعہ 'علماء' اور دانشوروں کی کوششوں سے ایک زیادہ دیرپا اثر یہ ثابت ہوا کہ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ 'شیعہ ڈیفنس کمیٹی' ایک اعلیٰ درجے کی روایات میں موجود تھی۔ اور اسے کسی بھی طرح سے "غیر اسلامی بدعت" نہیں کہا جا سکتا۔ پاکستانی اور ہندوستانی شیعہ مصنفین نے اگلے سالوں میں عزاداری کی تاریخ پر متعدد کتابیں اور مضامین لکھے[382]۔ شیعہ میڈیا - بظاہر بہت زیادہ جواز کے ساتھ - یہ بحث کرے گا کہ کئی دہائیوں، یا صدیوں سے بھی، ان کے عزاداری کے جلوسوں کو اکثر جگہوں پر سنیوں نے جارحانہ نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ سنی محرم کی رسومات میں اس وقت تک جوش وخروش سے حصہ لیتے رہے جب تک TAS کے مبلغین اُن کے درمیان شیعہ مخالف جذبات کو بھڑکا نہ دیتے تھے[383]۔

اس طرح کے دلائل طویل مدتی اعتبار کسی حد تک نتیجہ خیز ثابت ہوئے، لیکن فوری طور پر ان کا خاص اثر نہ ہوا۔ ستمبر 1957ء میں، نور الحسن بخاری نے خلیفہ عمر کی یوم پیدائش 9 ربیع الاول (4 اکتوبر) کا اعلان کر کے ایک نئی چال چلی[384]۔ اس سے مسائل پیدا ہوئے کیونکہ شیعہ اسی دن اپنے امام حسین کے قاتل عمر ابن سعد اور شمر کی موت کی یاد منا رہے تھے۔ ضلع جھنگ کے ایک گاؤں حویلیاں میں 9 ربیع الاول کو اِن دو تاریخی بدکاروں کے پتلے جلانے کی روایت تھی، فوری طور پر یہ افواہ پھیلائی گئی کہ شیعوں نے حویلیاں میں خلیفہ عمر کا پتلا جلایا ہے، اور TAS نے لاہور اور پنجاب کے دیگر قصبوں میں احتجاجی مظاہرے منعقد کئے[385]۔ 1958ء میں ہونے والے عام انتخابات میں شیعہ امیدواروں کی امیدوں کو ناکام بنایا جائے[386]۔ اسی سلسلے میں، سیال شریف (ضلع جھنگ) کے سجادہ نشین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی اور دسمبر میں جمعیت علماء اسلام[387] کے ایک مؤثر ممبر نے شیعوں کے خلاف دسمبر 1957ء درج ذیل فتویٰ جاری کیا:

آپ کو معلوم ہوگا کہ شیعہ فرقہ قرآن، حدیث اور اجماع اُمت کو نہیں مانتا۔ اُن کے ساتھ مل بیٹھنا یا کھانا پینا قطعی حرام ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے اِس بدکار فرقہ کو اپنے شہروں اور علاقوں میں آنے سے روکو ورنہ تم خدا کے غضب کو دعوت دو گے۔ میری نصیحت کو ذہن نشین کر لیں[388]۔

ایک ممتاز بریلوی مذہبی رہنما کی جانب سے شیعہ پر تکفیر کا اِس قدر کھلا فتویٰ نہایت غیر معمولی تھا لیکن اِس کے مصنف پر کوئی قانونی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ دریں اثنا، بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان فرقہ وارانہ کشیدگی بھی 58-1957ء میں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی، جس کے نتیجے میں اِن دو سنی گروہوں کے درمیان تشدد اور بعض اوقات قتل تک کے واقعات رونما ہوئے[389]۔ 1958ء میں جب "خلیفہ عمر کے یوم پیدائش" کی مبینہ تاریخ قریب آئی تو بریلوی علماء اپنے دیوبند ہمکاروں سے سوال کیا کہ وہ اس طرح کے یادگاری دن کی حمایت کیوں

کر رہے ہیں جبکہ وہ خود اُس وقت پیغمبر محمد کے یومِ ولادت (میلاد النبی) کے تہوار اور مسلم اولیاء کی یاد میں منائے جانے والے عرس کی سخت مخالفت کرتے ہیں[390]۔

مارچ 1958ء میں APSC کے صدر نواب مظفر علی خان قزلباش مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ بن گئے[391]۔ جب کہ اُس نے شیعہ مفادات کو فروغ دیتے ہوئے ہمیشہ سنیوں کے ساتھ اعتدال اور اتفاق کی کوشش کی تھی، قزلباش اپنے خاندان کی سو سال پرانی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے پاکستان کے سب سے بڑے عزاداری جلوس' کا سپانسر بھی تھا[392]۔ لیکن انتہا پسند سنی رہنماؤں کی جانب اُن کے ہر اقدام کی باریکی سے نگرانی کی جا رہی تھی، لہٰذا وہ عزاداری کے حوالے سے موجودہ صورتحال میں کوئی تبدیلی کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ اپریل 1958ء میں ڈپٹی کمشنرز اور اعلیٰ درجے کے پولیس افسران سے میٹنگ کے دوران اُنہوں نے اعلان کیا کہ اِس سال محرم کے جلوسوں کے لیے کوئی نیا لائسنس جاری نہیں کیا جائے گا[393]۔ TAS نے اِسے "عزاداری جلوسوں کو فسادات کی وجہ قرار دینے کا اعتراف" قرار دیا اور اُن پر مکمل پابندی کا مطالبہ دہرایا[394]۔ قزلباش نے اسی اپریل کی میٹنگ میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے والے لوگوں کے خلاف "سخت اقدامات" کا اعلان بھی کیا اور اِس کے فوراً بعد شیعہ واعظ خادم حسین (گوجرہ، ضلع فیصل آباد) کو پہلے خلیفہ کے خلاف "توہین آمیز" بیانات دینے کے الزام میں گرفتار کرنے کا حکم دیا[395]۔ لیکن TAS کے عوامی جذابت بھڑکانے والوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ مثال کے طور پر، خالد محمود نے 29 اپریل کو لاہور میں دیوبندی جامعہ اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں بلا کسی روک ٹوک کے شیعہ حضرات کو چیلنج کیا کہ یا تو اپنا مذہب ترک کر دیں یا ملک چھوڑ کر ایران چلے جائیں[396]۔ 23-25 مئی کو بھکر میں ایک TAS کنونشن کے دوران، نور الحسن بخاری نے سامعین کو سنی مقدسات کے دفاع میں غازی اور مجاہد بننے کی ترغیب دی۔ کچھ ہی عرصے بعد اسی قصبے میں ایک شیعہ واعظ (سید آغا محسن) کو ایک سنی متعصب نے راستے میں چاقو کے وار کر کے قتل کر دیا کیونکہ انہوں نے صحابہ کے درمیان علی ابن ابی طالب کے رتبے کو بلند کرنے والی ایک حدیث نقل کی تھی۔ قاتل نے بعد ازاں خود کو پولیس کے حوالے کر دیا اور شکرانے کے نوافل ادا کیے[397]۔ تاہم، قزلباش حکومت نے محرم 1378 ہجری (18 جولائی تا 16 اگست 1958ء) کے دوران تشدد کی ایک نئی لہر کے خلاف کافی احتیاطی تدابیر اختیار کیں۔ 16 مئی کو سول سیکرٹریٹ لاہور میں شیعہ اور سنی 'علماء' اور رہنماؤں کی ایک میٹنگ طلب کی گئی، جس میں اہم متنازعہ اُمور بشمول صحابہ کے بارے میں شیعہ حضرات کی جانب سے مبینہ بدسلوکی اور توہین پر تبادلہ خیال کیا گیا[398]۔ 9 اور 16 جولائی[399] کو خود قزلباش کی زیر صدارت اضافی سیشن ہوئے اور محرم کا مہینہ بغیر کسی بڑے واقعات کے گزر گیا[400]۔ اس نسبتاً کامیابی کے بعد، قزلباش نے ایک نیا "مسلم یونٹی بورڈ" تشکیل دیا، جس نے اپنا پہلا اجلاس 18 اگست کو منعقد کیا اور تین ذیلی کمیٹیاں تشکیل دیں[401]۔ اس سے پہلے کہ 9 اکتوبر کو طے شدہ ایک اور اجلاس منعقد ہو، 7 اکتوبر 1958ء کو مارشل لاء کے اعلان نے ایک بالکل نئی صورتحال پیدا کر دی، جس میں کچھ عرصے کے لیے فرقہ وارانہ پروپیگنڈے پر مؤثر پابندی بھی شامل تھی[402]۔ پانچ سال بعد، عزاداری پر شیعہ سنی جھگڑا پہلے کی نسبت مزید شدت سے اُبھر کر سامنے آیا[403]۔

"مخصوص نشستوں" کا مطالبہ

محرم 1377ھ (اگست 1957ء) میں عزاداری کے خلاف مہم کے عروج نے فرقہ وارانہ مسئلے کی طرف حکومتی توجہ کو کسی حد تک مبذول کرایا، تاہم یہ شیعہ تنظیموں کے بیشتر کارکنوں کو خوفزدہ نہ کرسکی۔ ITHS کے رہنماؤں نے اس چیلنج کا جواب اپنے مواقف کو مزید سخت کرنے اور نئے سیاسی مطالبات کے ساتھ دیا، جس میں APSC کے متعدد انفرادی اراکین بھی شامل ہوئے۔ اس طرح 1952ء میں آل پاکستان شیعہ بورڈ کی ناکامی کے بعد پہلی بار دو بڑی شیعہ تنظیمیں 1957ء-58ء کے موسم سرما میں مشترکہ محاذ بنانے یا ایک دوسرے میں ضم ہونے کے قریب پہنچ گئیں۔

شیعہ گروہی تحریک کے نئی لہر کو پاکستان میں پہلے ملک گیر پارلیمانی انتخابات (1956 کے آئین کے تحت) ہونے کی تیاریوں سے تقویت ملی جو 1958ء میں ہونے والے تھے[404]۔ جیسا کہ مارچ 1951ء کے پنجاب کے صوبائی انتخابات کے دوران ہوا تھا، سرکاری پابندی کے باوجود 1957ء کے موسم خزاں میں شیعہ امیدواروں کے خلاف کھلم کھلا فرقہ وارانہ پروپیگنڈا شروع ہوگیا تھا[405]۔ اس طرح، نہ صرف شیعہ مذہبی تقریبات کو سخت دباؤ کا سامنا تھا، بلکہ پاکستان میں شیعہ سیاسی نمائندگی بھی داؤ پر لگنے لگی تھی۔ ان حالات میں 14-15 دسمبر 1957ء کو لاہور میں ایک "آل پارٹیز شیعہ کنونشن" منعقد ہوا اور اُس میں ITHS اور APSC دونوں کے بہت سے سرکردہ اراکین نے شرکت کی[406]۔

کنونشن کے پہلے دن کے دو سیشنز کے دوران، ITHS اور APSC کو ضم کرنے کے منصوبوں کو تمام مقررین نے سپورٹ کیا، بشمول APSC کی اہم شخصیات جیسے شائق امبالوی اور صادق علی عرفانی، اور اس مقصد کے لیے ایک 20 رکنی کمیشن تشکیل دیا گیا جس کی صدارت ملک فتح شیر آف جھمٹ کر رہے تھے[407]۔

عرفانی نے پچھلے دس سالوں کے دوران "سینکڑوں قراردادوں کے پاس ہونے والی بہت سی غیر مفید میٹنگز" کے بارے میں افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ شیعہ وزراء اور اراکین اسمبلی نے کبھی بھی اپنی قوم کی صحیح نمائندگی نہیں کی؛ انہوں نے زور دے کر کہا کہ "شیعہ کے حقیقی ترجمانوں" کی ضرورت ہے[408]۔ کنونشن کے دوسرے دن (15 دسمبر)، سید محمد علی شمسی (ITHS) اور سید نادر علی رضوی (APSC) دونوں نے پارلیمانی انتخابات میں شیعوں کے لیے "مخصوص نشستوں" کا مطالبہ کرنے والی قراردادیں پیش کیں۔ اگرچہ متعدد مندوبین نے اس مطالبے کے خلاف آواز اُٹھائی[409] لیکن حامیوں کو قرارداد کے حق میں ایک بڑی اکثریت کے جذبات کو اُبھارنے میں کوئی دِقت پیش نہیں ہوئی۔ میجر (ریٹائرڈ) سید مبارک علی شاہ - جو چار سال بعد ITHS کے چیئرمین منتخب ہوئے - نے اس معاملے پر فیصلہ ملتوی کرنے کی درخواست کی کیونکہ قزلباش، راجہ غضنفر علی خان اور کرنل (ر) سید عابد حسین جیسے رہنما موجود نہ تھے۔ انہیں سید نادر علی نے یاد دلایا کہ تمام شیعہ حضرات کو کنونشن میں مدعو کیا گیا ہے، لیکن ہمارے معزز اور طاقتور لوگوں کو قوم کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہ کسی شیعہ اجلاس کو ضروری نہیں سمجھتے"۔ جب ملک فتح شیر نے متنبہ کیا کہ اگر ایسی قرارداد منظور کی گئی تو بہت ہی کم شیعہ پارلیمنٹ تک پہنچ پائیں گے، تو شائق امبالوی نے دلیل دی کہ شیعہ نظریاتی طور پر قومی اسمبلی میں 20 سے 22 نشستیں جیت سکتے ہیں، لیکن چونکہ انہیں ملک بھر میں زہریلے فرقہ

وارانہ پروپیگنڈے کا سامنا کرنے کے باعث مشکل سے دو سے چار شیعہ امیدواروں کو منتخب ہونے کا امکان ہے[410]۔ آخر میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں شیعوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں اور اُن کی حالت زار سے حکومت کی بے حسی کا طویل حال بیان کرنے کے بعد یہ کہا گیا:

---- حکومت کی جانب سے فرائض میں غفلت نے شیعہ فرقے کو اپنی جان و مال کے تحفظ اور مذہبی نعروں کی خاطر اپنا موقف واضح کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ مزید برآں شرپسند عناصر نے ہمارے مذہبی نعروں کو دبانے اور آئندہ انتخابات میں شیعہ امیدواروں کو مکمل شکست دینے کی تمام تر تیاریاں کر لی ہیں۔ اس لیے شیعہ کے مذہبی اور سیاسی تحفظ کے مطالبے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں رہا[411]۔

اس نئے مطالبے کے ساتھ، مذکورہ شیعہ رہنماؤں نے پاکستان کے قیام سے جاری ایک پالیسی سے انحراف کر دیا تھا۔ ITHS اور APSC کی تمام سابقہ میٹنگوں میں، صرف پارلیمنٹ اور ریاستی اداروں میں شیعہ کی "مناسب" اور "موثر" نمائندگی کا مطالبہ کیا جاتا رہا تھا[412]۔ پاکستانی شیعہ کارکنوں کی لبنانی ماڈل پر" سیاسی فرقہ واریت" کی کسی بھی شکل کے لیے جدوجہد کرنے میں ہچکچاہٹ کی جزوی طور پر یہ وضاحت کی جاسکتی ہے کہ 1945ء میں حسین بھائی لال جی کی طرف سے پیش کردہ "علیحدہ نمائندگی" کے مطالبے پر سنی اکثریت کی شدید منفی ردعمل سامنے آیا تھا[413]۔ ایک اور اہم وجہ شیعہ سیاسی اشرافیہ (خاص طور پر جاگیرداروں) کا ایسے مطالبے کے تئیں منفی رویہ تھا۔

تقسیم ہند سے قبل کے سالوں میں ہی، شیعہ معززین - جو اس وقت پنجاب کی پارلیمنٹ میں کافی اچھی نمائندگی رکھتے تھے - پر شیعہ حقوق کے تحفظ میں عدم دلچسپی اور ہمیشہ اپنے سنی ووٹرز کو خوش کرنے کی کوشش کرنے کا الزام لگایا جاتا رہا تھا[414]۔ 1947ء کے بعد بھی یہ صورت حال کم وبیش اسی طرح برقرار رہی، جب شیعہ امیدواروں کا منتخب ہونا مزید مشکل ہوگیا۔ دسمبر 1951ء کے شمال مغربی سرحدی صوبہ کے صوبائی انتخابات میں 85 نشستوں میں سے صرف چند، اور مئی 1953ء میں سندھ کی 111 نشستوں میں سے بہت کم نشستیں شیعہ امیدوار جیت سکے[415]۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی (جو 1954ء میں تحلیل ہوئی)[416] میں ان کے صرف 3 نمائندے تھے، اور 25 رکنی "بنیادی اصول کمیٹی" میں صرف ایک نمائندہ[417]۔ 1951ء میں پنجاب کی 197 صوبائی نشستوں میں سے شیعہ اب بھی 22 نشستیں جیتنے میں کامیاب ہوئے تھے[418]، لیکن جب جنوری 1956ء میں موجودہ صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے انتخاب کے ذریعے مغربی پاکستان اسمبلی تشکیل دی گئی، تو اس کے 227 اراکین میں سے صرف 20 شیعہ تھے[419]۔

"مخصوص نشستوں" کا مطالبہ شیعہ برادری کی اپنے فرقے کی روایتی سیاسی قیادت کے ساتھ ساتھ، حکومتوں کے فرقہ وارانہ مسئلے کے تئیں رویے سے ہوئی بے صبری کی عکاسی کرتا تھا۔ "موقع پرست شیعہ رہنماؤں" پر تنقید 1940ء کی دہائی سے ہی رضا کار میں کافی عام تھی، لیکن اب حتیٰ کہ قدامت پسند آل پاکستان شیعہ کانفرنس کا ترجمان رسالہ اسد بھی ایسی شکایات میں شامل ہوگیا۔ 18 جنوری 1958ء کے اس ہفتہ وار کے اداریے، جس کا عنوان تھا "ہماری دس سالہ ناکامیاں اور اُن کی وجہ"، میں لکھا گیا:

پاکستان کے 10ساله دَور میں TAS اور اِس کے اتحادی گروہوں نے شیعوں کے خلاف ماحول کو اِتنا زہر آلُود کر دیا ہے کہ آج اُن کی جان، مال اور عزت محفوظ نہیں رہی۔ شیعہ جرائد اور غریب شیعہ کارکنان[420] نے کئی بار اِن شرپسند عناصر کی تخریبی سرگرمیوں کی جانب اہلِ اقتدار شیعہ حضرات کی توجہ دلائی، لیکن ہماری تنبیہات کو سیاسی مفادات پر قربان کر دیا گیا ... اگر کوئی شیعہ کارکن کسی بااثر شیعہ شخص کی قیادت (مطابق متن) کے دروازے پر کوئی شیعہ مسئلہ پیش کرنے کے لیے آئے، تو اُسے تین گھنٹے انتظار کرنے کے بعد باریابی کی اجازت دی جاتی ہے۔ پھر اسے ایک منٹ کے بعد اِس وعدے کے ساتھ رخصت کر دیا جاتا ہے: "بہت اچھا، ہم اِس بارے میں بات کریں گے" یا "ہم اِس کا جائزہ لیں گے"۔ لیکن اگر کوئی تیسرے درجے کا سیاسی کارکن یا کوئی جو کچھ ووٹ لے کر آتا ہے تو ہمارے شیعہ رہنما اُس کا دہلیز پر استقبال کریں گے اور گھنٹوں اس کے ساتھ بیٹھ کر ہنسی مذاق کریں گے۔ اکثر مواقع پر ایک شیعہ وزیر جو کسی شیعہ کارکن کو دور سے اپنے قریب آتے ہوئے دیکھے تو کہے گا: "یہ مصیبت آ رہی ہے"، یا اگر وہ خراب موڈ میں ہے: "میں شیعہ ووٹوں سے نہیں جیتا، اس لیے میں شیعہ وزیر نہیں ہوں"...[421]

1957ء کے اواخر تک ITHS اور APSC دونوں کے بہت سے کارکن اس نتیجے پر پہنچے کہ اسمبلیوں میں صرف شیعوں کے لیے مخصوص نشستیں ہی حقیقی شیعہ نمائندے لاسکتی ہیں جو ضرورت پڑنے پر شیعہ حقوق کے دفاع کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ 1957ء کے لاہور کنونشن کی قرارداد نمبر 1 میں پورے ملک میں شیعوں کے لیے "علیحدہ نمائندگی" کا مطالبہ نہیں کیا گیا تھا (جیسا کہ حسین بھائی لال جی نے 1945ء میں کیا تھا)، لیکن بعض حلقوں کا عہدہ جہاں صرف شیعہ امیدواروں کو انتخاب لڑنے کی اجازت ہوگی۔ یہی اجازت 1951ء اور 1953ء میں پنجاب اور سندھ کے صوبائی انتخابات کے دوران مہاجروں کو دی گئی تھی۔ مطالبے میں ابھی تک ایسے "شیعہ حلقوں" کی تعداد اور مقام کی کوئی وضاحت شامل نہیں تھی"۔

اِس کے باوجود، لاہور کنونشن میں موجود ITHS کے بعض ارکان نے اسے قبل از وقت اور نامناسب سمجھا۔ اگلے ہفتوں میں، "مخصوص نشستوں" کے مطالبے کے خلاف ممتاز شیعوں کے مزید بیانات سامنے آئے، جن میں سے اکثر سنی پریس میں شائع ہوئے۔ مخالفین میں جسٹس سید جمیل حسین رضوی، جو 1956ء سے ITHS کے سیکرٹری جنرل[422] اور سید ہادی علی شاہ بخاری APSC کے وائس چیئرمین شامل تھے[423]۔ خود شیعوں کی طرف سے اس مطالبے کے خلاف پیش کیے جانے والے دلائل کا خلاصہ رضا کار میں اس طرح کیا گیا ہے:

1) یہ شیعوں کے لیے "موت کا زہر" ہوگا؛

2) یہ غیر آئینی اور قومی مفاد کے خلاف ہے؛

3) یہ فرقہ وارانہ نفرت کو ہوا دے گا؛

4) یہ تمام مسلمانوں کے لیے ناانصافی اور نقصان دہ ہے؛

5) اگرشیعوں کایہ مطالبہ مان لیاگیا تودوسرے مُسلم فرقے بھی اِسی طرح کے مطالبات کرینگے؛

6) APSC اِس کی منظوری نہیں دے گی[424]۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسمبلیوں میں شیعوں کے لیے مخصوص نشستوں کے حق میں کسی سنی حکومتی عہدیدار یا سیاسی رہنما کی طرف سے کوئی آواز نہیں سنی گئی۔ TAS نے اپنی طرف سے، 1958ء کے اوائل تک ایک نئی انتخابی حکمت عملی ایجاد کی تھی جس میں سنیوں کو تاکید کی گئی کہ وہ کسی بھی شیعہ امیدوار کو ووٹ نہ دیں جب تک کہ وہ پارلیمنٹ میں "صحابہ کی عزت کے تحفظ" کے بل کی حمایت کا تحریری وعدہ نہ کریں[425]۔ یہاں تک کہ مخصوص نشستوں کے شیعہ حامیوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کسی بھی حکومت کی طرف سے اس طرح کا مطالبہ ماننے کے لیے "اتحاد، تنظیم، محنت اور قربانیاں" درکار ہوں گی[426]۔ لیکن چھ سالوں میں پہلی بار شیعہ تنظیموں کے ضروری اتحاد کے لیے سنجیدہ کوششیں کی گئیں۔

16 مارچ 1958ء کو لاہور میں ITHS اور APSC کی ورکنگ کمیٹیوں کے بیک وقت اجلاس ہوئے۔ حافظ کفایت حسین کی زیرصدارت اور سید جمیل حسین رضوی کے گھر منعقد ہونے والا سابقہ اجلاس، دسمبر 1957ء کے آل پاکستان شیعہ کنونشن کی دونوں اہم قراردادوں یعنی ITHS اور APSC کے انضمام کی حمایت اور مخصوص نشستوں کے مطالبے کے اکثریتی فیصلے پر پہنچا۔ اس کے بعد وہاں موجود 50 مندوبین APSC کے نمائندوں کے ساتھ طے شدہ مشترکہ میٹنگ کے لیے کربلا گامے شاہ روانہ ہوئے، لیکن مؤخرالذکر اُس دوپہر کو حاضر نہیں ہوئے[427]۔ اسی دن APSC ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شائق امبالوی نے دسمبر 1957ء کی قراردادوں کے حق میں نہ صرف سختی سے بات کی بلکہ پہلی بار APSC کے صدر قزلباش کے بارے میں اپنی مایوسی کا اظہار بھی کیا، جن پر انہوں نے کچھ عرصہ سے شیعہ گروہی معاملات میں دلچسپی ختم کرنے کا الزام لگایا تھا[428]۔ قزلباش، جو کچھ ماہ قبل وفاقی حکومت میں وزیر بنے تھے، نے اپنی متعدد دیگر ذمہ داریوں سے معذرت کرتے ہوئے، جزوی طور پر اس الزام کو تسلیم کیا[429]۔ انہوں نے یہ بھی اعتراف کیا کہ پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی اس سطح پر پہنچ گئی ہے، جو شیعہ امیدواروں کے لیے الیکشن جیتنا مشکل بنادے گی اور اِس امکان کو مسترد نہیں کیا کہ انہیں خود بھی مخصوص نشستوں کے مطالبے کی حمایت کرنی پڑے گی۔ تاہم، فی الحال، وہ اس معاملے پر کوئی فیصلہ نہیں لینا چاہتے تھے، کیونکہ "اس کے پاس ابھی تک دونوں قراردادوں کا مطالعہ کرنے کا وقت نہیں تھا"[430]۔ چونکہ APSC ورکنگ کمیٹی کے اندر آراء بھی مخصوص نشستوں کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان تقریباً یکساں طور پر تقسیم تھیں، اس لیے اُس دن کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اور ITHS کے ساتھ مشترکہ اجلاس منسوخ کر دیا گیا[431]۔

قزلباش نے اگلے دنوں میں APSC کونسل کے ارکان کے ساتھ اس سوال پر بات کرنے کی پیشکش کی تھی، لیکن دو دن بعد (18 مارچ 1958ء) مغربی پاکستان کے وزیراعلیٰ کے عہدے پر اُن کی تقرری نے صورتحال بدل دی۔ فطری طور پر، اُن سے مزید توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ خصوصی شیعہ مطالبات کے ترجمان کے طور پر کام کریں گے[432]۔ مظفر علی شمسی، اُس وقت کے ITHS کے قائم مقام سیکرٹری جنرل، نے یہاں تک کہ شیعوں کے لیے اُن کے ایک فرقے کے وزیراعلیٰ کے طور پر خدمات انجام دینے سے زیادہ خطرات دیکھے، کیونکہ

جنوبی ملا پاکستان میں ایک ”شیعہ ریاست“ کا تصور پیش کریں گے[433]۔ اکتوبر 1958ء میں پاکستان کا سیاسی منظر مکمل طور پر تبدیل ہونے سے بہت پہلے، کسی بھی طرح ITHS اور APSC کے انضمام کا مطالبہ اور مخصوص نشستوں کا منصوبہ دونوں اگلے مہینوں میں دم توڑ گئے۔

مارشل لا اور ایوب خان کی ”گائیڈڈ ڈیموکریسی“ کی اگلی دہائی میں شیعہ تنظیموں نے ”مناسب نمائندگی“ کے سابق نعرے کے حق میں مخصوص نشستوں کے مطالبے کو یکسر مسترد کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ مؤخر الذکر مطالبہ 1964ء سے 1968ء تک سید محمد دہلوی کی نئی شیعہ تحریک کے ذریعہ شاذ و نادر ہی بیان کیا گیا، جس نے شیعہ مطالبات کو ”مکمل طور پر مذہبی“ کے طور پر پیش کرنے میں بہت تکلیف اٹھائی تھی[434]۔ پاکستان میں ایک حقیقی شیعہ سیاسی نمائندگی کی کوششیں 1969ء میں دوبارہ شروع کی گئیں۔

ایوب خان کا دَور، 1958ء-1968ء

مارشل لاء اور سیکولرازم کے اثرات

اکتوبر 1958ء کے واقعات کا ایک اثر کچھ شیعہ افراد کو اقتدار کے اعلیٰ عہدوں سے ہٹانا تھا۔ صدر سکندر مرزا، جن کی سیاسی چالوں نے پاکستان کے پہلے آئین[1] کے نفاذ کے بعد کے سالوں میں پارلیمانی جمہوریت کی ناکامی میں بہت زیادہ کردار ادا کیا، نے اس آئین کو منسوخ کر دیا اور 7 اکتوبر کو مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اس سے مظفر علی خان قزلباش کی بطور وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان اور مؤخر الذکر کے اتحادی فیروز خان نون کی وفاقی کابینہ اپنے دو شیعہ وزراء کے ساتھ ختم ہوگئی[2]۔ آئندہ چھ سال تک کسی بھی شیعہ کو وفاقی اور صوبائی کابینہ میں تعینات نہیں کیا گیا[3]۔ 27 اکتوبر 1958ء کو سکندر مرزا کو خود استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا اور جنرل ایوب خان نے اُسے جلاوطن کر دیا[4]۔

بہر حال، ایوب خان کی آمریت کا تختہ الٹنے پر شیعہ برادری نے اپنے بیشتر ہم وطنوں کی طرح عموماً راحت کا سانس لیا۔ نہ صدر اسکندر مرزا، نہ قزلباش اور نہ ہی 1947ء سے کوئی دیگر شیعہ وزیر یا نائب نے عہدے پر رہتے ہوئے شیعہ مفادات کی ترقی کے لیے قابل ذکر اقدامات کیے تھے[5]۔ اس کے برعکس، 1858ء کے اس "انقلاب" کا ایک فوری مثبت اثر - پاکستان کی شدید معاشی بحران سے نکلنے کے علاوہ - شیعہ مخالف انتہا پسندوں کی سرگرمیوں میں عارضی تعطل تھا۔ مارشل لاء کے قوانین کے تحت کسی بھی فرقے کے خلاف پمفلٹ اور پوسٹر تقسیم کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی اور شہریوں کو ایسے واقعات قریبی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ کرنے کا حکم دیا گیا؛ فرقہ وارانہ، صوبائی اور لسانی بنیادوں پر نفرت انگیز پراپیگنڈا کرنے والوں کو 14 سال تک قید کی سزا کا خطرہ تھا، جبکہ ایسا پراپیگنڈا چھاپنے یا تقسیم کرنے والوں کو 10 سال تک کی قید ہو سکتی تھی[6]۔ اگرچہ مارشل لاء، جو جون 1962ء تک نافذ رہا، کٹر لوگوں کو زیادہ دیر تک خوفزدہ نہ کر سکا[7]، لیکن مارچ 1961ء تک فرقہ وارانہ تشدد کے تمام واقعات کو روکنے کے لیے کافی مزاحمت تھی[8]۔ 1961ء اور 1962ء میں بھی محرم کے دوران ایسے چند واقعات ہوئے[9]، لیکن بڑے پیمانے پر فرقہ وارانہ صورتحال 1963ء کے موسم بہار تک قابو میں رہی[10]۔

شیعوں کو متاثر کرنے والی بہت سی دوسری تبدیلیاں تھیں۔ ایوب خان کی حکومت کا ایک ابتدائی اقدام اگست 1959ء سے الیکٹیو باڈیز ڈسکوالیفیکیشن آرڈر (انتخابی اداروں کی نااہلی آرڈر) تھا، جس میں سابق سیاسی رہنماؤں کو "مس کنڈکٹ" کے لیے مقدمہ چلانے یا خود کو سیاسی سرگرمی میں شامل ہونے سے نااہل قرار دینے کا اختیار فراہم کیا گیا تھا[11]۔ مظفر علی قزلباش سب سے نمایاں شیعہ تھے جنہوں نے 31 دسمبر 1966ء تک EBDO کے تحت سیاسی پسپائی اختیار کی۔ تاہم، اُن کے چھوٹے بھائی میجر (ر) ذوالفقار علی قزلباش (1911ء-90ء) قومی اسمبلی کے رکن کے طور پر منتخب ہوئے۔ کنونشن مسلم لیگ نے 1962ء میں ایوب خان کے ساتھ اتحاد کیا[13] اور نواب مظفر علی خان کو شیعہ گروہی اُمور میں مصروف رہنے کے لیے مزید وقت ملا۔ 1964ء تک وہ ایک بار پھر اس میدان میں بہت سرگرم ہو گئے، بظاہر اب بھی حکمران حلقوں تک مراعات یافتہ رسائی حاصل کرتے رہے[14]۔ EBDO کے ذریعے نااہل قرار پانے والوں میں ان کے دور کے رشتہ دار ممتاز حسین قزلباش (1897ء-1964ء) بھی شامل تھے، جو 1948ء سے 1955ء میں اُس کی تحلیل تک ریاست

خیر پور کے وزیر اعلیٰ رہے اور بعد میں مغربی پاکستان حکومت کے وزیر رہے[15]، اور کرنل (ر) سید عابد حسین، جھنگ کے ایک سرکردہ زمیندار شامل تھے[16]۔ ITHS کے سیکرٹری جنرل، مظفر علی شمسی، اپنی طرف سے، ایوب خان کے دورِ حکومت کے شروع سے ہی ایک پرجوش حامی تھے[17]۔ ITHS کے لاہور کنونشن (7-9 اپریل 1961ء) میں پڑھی گئی گزشتہ سالوں کے دوران تنظیم کی سرگرمیوں کے بارے میں اپنی رپورٹ میں، اُنہوں نے دیگر چیزوں کے ساتھ کہا:

مارشل لاء کا دَور ITHS کے لیے ایک نعمت بن گیا ہے اور اِس نے اپنے خلاف سازش کرنے والوں کو سیاست سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے[18]۔ ایوب خان کی حکومت نے اُن کے خواب کو ذِلّت آمیز طریقے سے خاک میں مِلا دیا ہے... اب سازشیوں کا یہ گروہ ریٹائرمنٹ کے دن گزار رہا ہے، جبکہ ITHS خدا کے فضل سے ابھی تک زندہ ہے اور پہلے کی طرح شیعوں کے ترجمان کا فریضہ انجام دے رہا ہے ... الحمدللہ ہمارا موجودہ حکمران مذہبی معاملات میں غیر جانبدارانہ پالیسی پر عمل پیرا ہے اور تمام پاکستانی شہریوں کو مختلف مذاہب کی مکمل آزادی دے رہا ہے... ملک میں فرقہ وارانہ ماحول کافی پُرسکون ہو چکا ہے، اور حالات تیزی سے بہتر ہو رہے ہیں۔ وہ وقت تیزی سے قریب آ رہا ہے جب تمام مذہبی گروہ اپنی مذہبی تقریبات مکمل آزادی کے ساتھ ادا کریں گے[19]...

1959ء سے 1962ء تک کے سالوں میں مارشل لاء حکومت کے بارے میں ایسی تعریفیں رضا کار کے اداریوں میں بھی عام تھیں۔ یہ بات کچھ حد تک موقع پرستی کے عنصر کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کہی جا سکتی ہے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی، بدعنوان سیاستدانوں اور معاشی مشکلات سے نجات کے باعث جو شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوا، وہ حقیقی تھا[20]۔

تاہم، یہ صورت حال کا صرف ایک رُخ تھا۔ دوسری طرف، 1950ء کی دہائی کے اواخر سے شیعہ پریس میں شائع ہونے والے بہت سے مضامین نے اپنے معاشرے میں خاص طور پر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان نسل میں ایک "بڑھتی ہوئی مادیت پرستی" اور مذہب میں تیزی سے کمی کی مذمت کی اور 'علماء' سے اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اُن کا پرانے زمانے کا تبلیغی انداز تبدیل کرنے کی اپیل کی۔ اس بار مذہبی عقیدے کے عام زوال کی وجہ سے، ایک بار پھر پاکستان میں شیعہ اقلیت کا وجود ہی داؤ پر لگ گیا[21]۔ لیکن بعض سنی مذہبی جماعتوں کے برعکس، جنہوں نے ایوب خان کی مبینہ طور پر اسلام مخالف پالیسیوں کی وجہ سے اس کا مقابلہ کیا[22]، شیعہ تنظیموں نے کبھی بھی نئی حکومت پر ایسا کوئی الزام نہیں لگایا۔

ایوب خان نے اپنے اقتدار کے آغاز[23] سے ہی "ملاؤں" کے لیے کسی بھی سیاسی کردار کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کو واضح کر دیا تھا، اور وہ کچھ سیکولر اصلاحات کو نافذ کرنے کے لیے مذہبی لابی کی مخالفت کرنے سے گریز نہیں کیا۔ مذہبی طبقہ کے اثر و رسوخ میں کمی لانے کی اولین تدابیر میں پہلا اقدام اپریل 1959ء سے "وقف املاک آرڈیننس" تھا، جس کے تحت ایک "چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف" کو اُن کے اثاثوں کو رجسٹر کرنے اور کنٹرول کرنے کے لیے ذمہ دار بنایا گیا[24]۔ اگرچہ ریاست نے اوقاف کی آمدنی پر قبضہ نہیں کیا، لیکن 1960ء کے

بعد سے لاگو ہونے والے مزید قوانین کی ایک سیریز نے محکمہ اوقاف کو پاکستان کے سینکڑوں منافع بخش اوقاف کے انتظام کا ذمہ دار بنا دیا، جس کی آمدنی اب بیوروکریٹک ہدایات کے مطابق استعمال کی گئی[25]۔ نئے ضوابط کو اوقاف کی مبینہ بدانتظامی اور سجادہ نشینوں اور متولیوں کی طرف سے ان کے اثاثوں کے غلط استعمال کے ساتھ جواز بنایا گیا، جیسا کہ پنجاب حکومت کی جانب سے 1952ء میں پہلے ہی ایسے ہی اقدامات اٹھائے گئے تھے[26]۔ دونوں صورتوں میں ITHS اور اُس کے ترجمان رضا کار نے ریاست کی جانب سے اوقاف کی نگرانی کے اصول کی تعریف کی تھی، لیکن مطالبہ کیا تھا کہ سنی اور شیعہ اوقاف کی انتظامیہ کو الگ کر دیا جائے اور صرف شیعوں کو اوقاف کا انچارج بنایا جائے[27]۔ یہ مطالبہ اپریل 1961ء کے لاہور میں ITHS کنونشن میں دہرایا گیا، اور یہ 1964ء کے بعد سے نئی شیعہ تحریک کے تین مرکزی مطالبات میں سے ایک بن گیا[28]۔ APSC کی پوزیشن مختلف تھی، کیونکہ اِس کے صدر قزلباش خود پاکستان کے سب سے بڑے شیعہ اوقاف میں سے ایک کو کنٹرول کر رہے تھے۔ اگرچہ کھلے عام ریاستی نگرانی کی مخالفت نہیں کی لیکن قزلباش ہمیشہ مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے اوقاف بورڈ میں اپنے خاندانی وقف کے اثاثوں پر کسی بھی طرح سے کنٹرول برقرار رکھنے کے اثر و رسوخ برقرار رکھنے کی کوشش کرتے رہے[29]۔

جب کہ پاکستان میں متعدد مقدس افراد کے مزارات کے سجادہ نشینوں میں کچھ مشہور مذہبی شخصیات شامل تھیں، زیادہ تر حسب معمول بڑے زمینداروں کی طرح بن چکے تھے، جو کسی نہ کسی دور کے اجداد کے مذہبی وقار سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ اُن میں پنجاب میں خاص طور پر سرگودھا، جھنگ اور ملتان کے اضلاع کے متعدد شیعہ قابل ذکر تھے[30]۔ ایوب خان کی حکومت نے 1961ء میں شروع ہونے والی زمینی اصلاحات کی تکمیل کے طور پر اوقاف سے متعلق اپنے نئے قوانین پیش کیے، حالانکہ بعد میں یہ زیادہ مؤثر نہیں رہے[31]۔ اُن کا ایک اور ضمنی اثر بہت سے دینی مدارس کو حکومت کے کنٹرول میں لانا تھا، لیکن بظاہر چند شیعہ مکاتب میں سے کوئی بھی شامل نہیں تھا[32]۔ سنی اور شیعہ مدارس دونوں نے ملک گیر تنظیموں کی تشکیل کے ساتھ اِس چیلنج کا جواب دیا[33]۔

مارشل لاء دور میں سب سے زیادہ متنازعہ مسئلہ مسلم فیملی لاء آرڈیننس تھا جسے 1961ء میں نافذ کیا گیا تھا۔ شادی کے قرآنی اصولوں کی مبینہ خلاف ورزی کرنے پر سنی مذہبی جماعتوں کے ساتھ ساتھ بعض شیعہ 'علماء' نے بھی اِس کی شدید مخالفت کی تھی[34]۔ اس فیلڈ میں نئی قانون سازی کے خلاف شیعہ مظاہرے جولائی 1964ء میں اُس وقت زیادہ پھیل گئے جب مغربی پاکستان کی اسمبلی نے بیواؤں کے وراثت کے حقوق کے حوالے سے کچھ ضوابط میں تبدیلی کا بل منظور کیا[35]۔ اس کی مذمت "مذہب میں مداخلت" (مُداخلت فی الدّین) کے طور پر کی گئی کیونکہ یہ فقہ جعفریہ سے متصادم ہے، اور شیعہ ایم پی ایز پر غفلت کا الزام لگایا گیا[36]۔

فروری 1960ء میں 80 ہزار نام نہاد "بنیادی جمہوریت دانوں" کے لیے انتخابات ہوئے، جن میں سے ہر ایک نے 800 سے 1500 شہریوں کی نمائندگی کی، جس کے بعد ایوب خان کو پانچ سالہ مدت کے لیے پاکستان کا صدر منتخب کیا گیا[37]۔ اس کے فوراً بعد صدر نے ایک کمیشن مقرر کیا جو ایک رپورٹ کی صورت میں آئینی تجاویز پیش کرے[38]۔ اپریل 1960ء میں اپنا کام شروع کرتے ہوئے، اس نے انگریزی، اردو اور بنگالی زبان میں ایک تفصیلی سوالنامے کی تقریباً 28 ہزار کاپیاں "مختلف تنظیموں اور عوام کے سرکردہ اراکین" میں تقسیم کیں، جس پر پاکستان بھر میں کمیشن کے ممبران کے ذاتی انٹرویوز کے علاوہ مجموعی طور پر 6,269 جوابات موصول ہوئے اور اِس کا مطالعہ کیا گیا[39]۔ 5-6 مئی 1960ء کو جامعہ اشرفیہ لاہور میں چالیس سنی علماء کے اجلاس میں سوالنامے پر بحث ہوئی اور اُس کے جوابات مرتب

کیے گئے[40]۔ اگرچہ واضح طور پر شیعہ مخالف تعصب پر مشتمل اِن سفارشات نے بعد کے آئین کو کسی بھی طرح سے متاثر نہیں کیا،لیکن وہ اِس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سے کتنے کم رویوں میں تبدیلی آئی تھی (اقتباسات):

2) اہل سنت والجماعت کے طریقے کے مطابق پاکستان کا سرکاری ریاستی مذہب اسلام ہے، اور اُس کے سربراہ کا ایک راسخ العقیدہ(صحیح العقیدہ) مسلمان ہونا ضروری ہے۔ یہی بات تمام وزراء اورسرکاری عہدیداران پر لاگو ہوتی ہے۔

23) سابقہ آئین [41]کا آرٹیکل 129 جو ہر شہری کو کسی بھی مذہب کی پیروی اور اُس کی تبلیغ کا حق دیتا ہے مکمل طور پر غیر اسلامی ہے۔ اسلام میں اِرتداد سے بڑا کوئی جرم نہیں ہے اور اسلامی حکومت نہ تو کفر کی تبلیغ کی اجازت دے سکتی ہے اور نہ ہی اسلام سے اِرتداد کی۔ لہٰذا اِسے مذکورہ آرٹیکل میں شامل کرنا ضروری ہے: "... لیکن پاکستان میں تبلیغ کی اجازت صرف اسلام کے لیے ہوگی جس کی بنیاد 'ما انا علیه و اصحابی' ہے[42]، اور کسی بھی مسلمان کو 'ما انا علیه و اصحابی ' کا اسلام چھوڑنے کی اجازت نہیں ہوگی[43]۔

40) پاکستان کی تاریخ کے دوران چھوٹے فرقوں نے ہمیشہ تنگ نظری اور جنونیت کا مظاہرہ کیا ہے اور بڑی اکثریت کے لیے تکلیف کا باعث بنے ہیں... اس لیے عوام کے خدشات اور حکومت پر اُن کے عدم اعتماد کو دُور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے افراد کو وزارتوں اور دیگر ذمہ دار عہدوں پر نہ رکھا جائے...[44]

شیعہ تنظیموں نے اپنی طرف سے اُن آئینی مطالبات کو دہرایا جو پہلے ہی 1953ء میں کیے جا چکے تھے[45]۔ ITHS نے 15 اور 29 مئی 1960ء کو لاہور میں ایڈوکیٹ سید محمد علی زیدی کے گھر میٹنگ میں سوالنامے پر بحث کی[46]۔

کمیشن نے اپنی رپورٹ اپریل 1961ء میں مکمل کی،لیکن نئے آئین کو نافذ ہونے میں یکم مارچ 1962ء تک کا وقت لگا۔ اُس میں ایوب خان کے "بنیادی جمہوریت دانوں" کو شامل کیا گیا۔ جنہوں نے اپریل 1962ء میں ایک نئی قومی اسمبلی کا انتخاب کیا اور ایک صدارتی نظام متعارف کرایا،لیکن 1956ء کے آئین میں شامل اقلیتوں کے لیے تمام تحفظات کو تقریباً ایک جیسے الفاظ میں برقرار رکھا[47]۔ اس کے نئے عناصر میں سے ایک اسلامک ایڈوائزری کونسل (مجلس مشاورتِ اسلامی) کی تشکیل تھی، جسے بعد میں ایڈوائزری کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی (CII) کا نام دیا گیا[48]۔ کونسل نے بنیادی طور پر سیکولر اور قوم پرست پالیسیوں کو اسلامی جواز فراہم کرنے کے لیے مذہبی اشرافیہ کے اصلاحی ذہن رکھنے والے عناصر کو یکجا کرنے کی ایک کوشش کی نمائندگی کی[49]۔ ایک نئے قائم کردہ "اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ"[50] کی مدد سے، قانون سازی اور عمومی پالیسیوں میں اسلام کے احکام کے مناسب اطلاق کے لیے سفارشات پر کام کرنا تھا،لیکن اسے کوئی ویٹو پاور نہیں دیا گیا[51]۔ اگست 1962ء میں مقرر کیے گئے اِس کے 8 ارکان میں حافظ کفایت حسین بھی تھے[52]، جو مارچ 1964ء

تک اس کی کارروائی میں حصہ ڈال سکے جب اُنہیں فالج کا دورہ پڑا[53]۔ نومبر 1965ء میں آخر کار اُن کی جگہ مفتی جعفر حسین نے لے لی[54]۔ یہ صرف بعد کے دَور میں ہی تھا کہ CII کی سفارشات شیعوں کے لیے کچھ اہمیت کی حامل تھیں[55]۔

1959ء اور 1962ء کے درمیان کے سالوں میں بحران کا دَور اور شیعہ گروہی سرگرمیوں کی بتدریج از سرِ نو تشکیل ہوئی۔ 1958ء کے اوائل میں ITHS اور APSC کے انضمام کی کوششیں ناکام ہونے[56] اور فرقہ وارانہ تنازعہ ٹھنڈا ہونے کے بعد، اِن دونوں تنظیموں کے لیے کام کرنے میں شیعوں کی دلچسپی کم پڑ گئی۔ ملتان میں خمس[57] کے تنازعات یا نمازِ جمعہ کے تنازعات[58] جیسے چھوٹے چھوٹے اندرونی جھگڑے ضدی پن سے لڑے گئے جس سے دانشوروں کے درمیان شیعہ علماء کی ساکھ کو مزید نقصان پہنچا۔ ان سالوں میں شیعہ پریس کی طرف سے اٹھائے جانے والے دیگر مسائل میں مقامی انجمنوں کی نئی تنقید بھی شامل تھی، جن پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ اپنی اپنی برادریوں کی فلاح و بہبود کے لیے تعمیری کام کرنے کے بجائے،[59] اور عطیات (چندہ) جمع کرنے کی ضرورت سے زیادہ عادت جس نے "چندہ کھانے والوں کا ایک طبقہ" پیدا کر دیا ہے[60]۔ 7-9 اپریل 1961ء کو ITHS نے 1956ء کے بعد اپنا پہلا "سالانہ اجلاس" منعقد کیا جب حافظ کفایت حسین چیئرمین منتخب ہوئے تھے[61]۔ مؤخر الذکر ایک سال بعد ہی قائم مقام سیکرٹری جنرل مظفر علی شمسی[62] کے ساتھ ذاتی جھگڑے کے بعد تقریباً اپنے قائدانہ فرائض سے دستبردار ہو چکے تھے لیکن 1961ء کے اوائل میں ہی اُن کی جگہ لے لی گئی[63]۔ اُن کے جانشین میجر (ر) سید مبارک علی شاہ (ر) (1900ء-75ء)، ایک زمیندار اور شاہ جیونہ (ضلع جھنگ) کی اولاد، اُن چند سابق شیعہ نائبین اور وزراء میں سے ایک تھے جنہوں نے اکثر شیعہ مفادات اور مطالبات پر بات کی تھی[64]۔ بعد میں وہ سید محمد دہلوی کے وفادار حامی بن گئے[65]، جبکہ شمسی، جو اپریل 1961ء کے کنونشن میں ITHS کے باضابطہ سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے تھے[66]، نے پہلے ہی اُسی سال ITHS اور APSC دونوں کو تبدیل کرنے کے لیے ایک نئی تنظیم کے قیام کے اقدامات پر تنقید کی تھی[67]۔ اکتوبر 1962ء میں ITHS کونسل کے ایک اجلاس میں انہوں نے "دیرینہ بیماری اور بہت زیادہ نجی مصروفیت کی وجہ سے" اپنا استعفیٰ پیش کیا لیکن کونسل کے تمام ممبران نے اُن پر زور دیا کہ وہ اپنے عہدے پر رہیں[68]۔ بظاہر وہ شروع سے ہی 1964ء کے کراچی "علماء" کنونشن اور سید محمد دہلوی کے نئے قائدانہ کردار کے خلاف تھے، حالانکہ اس کے بعد صرف دو سال بعد وہ کھل کر ان کی مخالفت میں سامنے آئے[69]۔

کسی بھی صورت میں، ITHS نہ تو APSC کے ساتھ اپنی دشمنی پر قابو پانے میں کامیاب رہا، اور نہ ہی فرقہ وارانہ اہداف کے لیے شیعہ جوش و جذبے کو بحال کرنے میں۔ اپریل 1961ء کے کنونشن کی دو اہم قراردادوں میں ایک شیعہ روزنامہ اور نوجوانوں کو زیادہ مستند روزگار فراہم کرنے کیلئے صنعتی سرگرمیوں میں مصروف ایک "شیعہ لمیٹڈ کمپنی" کی بنیاد رکھنے کا اعلان کیا گیا تھا، لیکن یہ منصوبے کبھی شروع نہیں ہوئے[70]۔ تیسری اہم قرارداد لاہور میں ایک نیا شیعہ ہاسٹل بنانے کا فیصلہ تھا، جس پر عمل درآمد میں مزید گیارہ سال لگے[71]۔ اگلے دو سالوں میں ITHS کی طرف سے شروع کیا جانے والا واحد قابل ذکر اقدام 20 جنوری 1963ء کو مفتی جعفر حسین کے زیرِ اہتمام ایک کنونشن تھا، جو دینیات کے لیے علیحدہ شیعہ نصاب کے مسئلے کے لیے وقف تھا[72]۔ اس نے وہی مطالبات بحال کیے جو 1950ء کی دہائی کے اوائل میں بہت کم کامیابی کے ساتھ کیے جا چکے تھے، لیکن تین ماہ بعد بھی رقابتوں کی وجہ سے APSC کی جانب سے ایک متوقع ورکنگ کمیٹی کا انتخاب نہیں کیا جا سکا[73]۔ اس کے فوراً بعد، 1963ء کے محرم کے تشدد اور اِس کے متواتر نتائج شیعہ تنظیموں کے لیے ہر چیز پر چھائے رہے۔

1963ء کے فسادات اور اُن کے نتائج

1959ء سے 1962ء کے سالوں میں فرقہ وارانہ محاذ نسبتاً پرسکون رہنے کے ساتھ ساتھ شیعہ مذہبی زندگی میں بھی کچھ کمی آئی ۔ 1959ء کے بعد سے محرم میں صرف ایک سرکاری تعطیل رہ گئی ، جسے عام طور پر روایتی طریقے سے عزاداری کے لیے ناکافی سمجھا جاتا تھا[74] ۔لاہور میں، جہاں ملک کے سب سے بڑے عزاداری کے جلوس روایتی طور پر نکالے جاتے تھے، اُن پر 1961ء میں پابندی عائد کر دی گئی اور اگلے سال کچھ نئی پابندیاں لگانے کے بعد ہی اُن کی اجازت دی گئی[75] ۔ نارووال میں اگست 1961ء میں چہلم کے جلوسوں پر پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر متعدد شیعوں کو گرفتار کیا گیا[76] ۔اس کے باوجود شیعہ گروہی مسئلہ کے حوالے سے مارشل لاء حکومت کی پالیسی سے کافی حد تک مطمئن تھے ۔

لیکن جون 1962ء میں مارشل لاء کے خاتمے کے بعد، اس میں زیادہ دیر نہیں لگی کہ شیعہ مخالف پروپیگنڈا لفظی اور تحریری طور پر دوبارہ زور و شور سے شروع ہو گیا۔ اِس لحاظ سے" بانی" ہفتہ وار تنظیم اہل حدیث (لاہور) تھی، جس نے پہلے بھی 1961ء میں محرم کے دوران شیعوں کی مرثیہ گوئی (مراثی اور نوحات) کو"کتوں کی دردناک چیخوں" سے تشبیہ دی تھی[77] ۔لیکن اس جریدے کا ایڈیٹر اپنے سنی ہم وطنوں کی" پیر پوجا" اور" قبر پوجا" کی بالکل اسی طرح مذمت کر رہا تھا جیسے اُس نے شیعوں پر" تعزیہ کی پوجا پاٹ" کا الزام لگایا[78]،اس طرح خود کو اکثریتی فرقے میں بھی الگ تھلگ کر دیا۔شیعوں کے لیے سب سے سنگین چیلنج، جیسا کہ 1950ء کی دہائی کے اواخر میں، TAS اور اس کے کئی مبلغین کی طرف سے آیا جو سنی عوام کے جذبات کو بھڑکانے کے قابل تھے ۔

اُن کی مخالفانہ تنقید کا اصل مقصد عزاداری کے جلوس رہے ۔ اِس طرح 1963ء کے اوائل میں TAS کے رہنما نورالحسن بخاری نے لاہور میں ایک ITHS کنونشن منعقد کیا جس میں شیعہ عزاداری روایات پر نئے سرے سے حملے کے نقطہ آغاز کے طور پر علیحدہ دینیات کے مطالبے کے لیے وقف کیا گیا[79] ۔ یکم فروری 1963ء کو TAS کے جریدے دعوت کے اداریے میں شیعہ طرزِ عمل کے خلاف ایک دلچسپ نئی دلیل پیش کی گئی ہے (اقتباسات):

TAS ... 12 سالوں سے جدوجہد کر رہی ہے کہ آبادی کے کسی حصے کی بستی میں کوئی فرقہ وارانہ مجلس، میٹنگ(جلسہ) یا جلوس نہیں نکالا جا سکتا اگر وہ اُس کے عقائد سے متصادم ہو۔ اگر ہر فرقہ کی مخصوص رسومات اپنی مخصوص عبادت گاہوں یا اُس کے پیروکاروں کے ذاتی گھروں تک محدود رہیں تو دو فرقوں کے درمیان جو جھگڑے ہم ہر سال مختلف شکلوں میں دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے---

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے علاقوں اور حلقوں میں اور ہمارے نوجوانوں کے سامنے شیعہ تعزیہ داری اور اُن کے خاص فرقہ پرست ماتمی جلوس غیر شعوری طور پر اپنے عقائد پر اثر انداز ہو

رہے ہیں اور ہمارے وہ لوگ اور سکول کے بچے جو اپنے مذہب سے ناواقف ہیں اسے اپنے عقیدے کے حصے کے طور پر قبول کر رہے ہیں۔ اگر وہ مکمل طور پر شیعہ نہ بھی ہو جائیں، یقیناً وہ آہستہ آہستہ آدھے شیعہ بن رہے ہیں۔ یہ ہمارے لیے خاصی تکلیف کا باعث ہے، کیونکہ ہم اپنی قوم کا مستقبل سیاہ رنگوں میں دیکھ رہے ہیں[80]۔

اوپر کا حوالہ دیا گیا متن شاید سب سے زیادہ ایماندارانہ وضاحت پر مشتمل ہے جو TAS کی طرف سے شیعہ عوامی مذہبی تقریبات کے خلاف اپنی شدید مخالفت کے لیے دی گئی ہے۔سنی" بستیوں" یا" کوارٹرز" (آبادی) کے حوالے سے، یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پاکستان کے زیادہ تر شیعہ سنی اکثریتی علاقوں میں بکھرے ہوئے تھے[81]۔ یہ اعتراف کہ بہت سے" جاہل" سنیوں کو شیعہ تقریبات کی عادت ہوگئی تھی-- جو کہ چند دہائیوں پہلے تک محرم کے جلوسوں میں متعدد سنیوں کی فعال شرکت سے واضح تھا[82]-- یہ بھی ظاہر کر رہا تھا: مختصراً یہ کہ شیعوں کے ساتھ مذہبی روایات کو شیئر کرنے میں بالکل وہی معمول تھا جسے بعض سنی متعصب ہر قیمت پر تباہ کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ اپنے عقیدے کی پاکیزگی کو بحال کر سکیں۔

اپریل 1963ء میں، محرم 1383ھ (25 مئی تا 23 جون) سے کچھ ہفتے پہلے، لاہور میں فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھ رہی تھی، جس کا آغاز روزنامہ کوہستان کے ایک مضمون کے خلاف شیعہ مظاہروں سے ہوا جس میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ امام علی نے کسی موقع پر شراب نوشی کی تھی[83]۔ 12 اپریل کو کرشن نگر کوارٹر میں TAS ایک نئی چال کے ساتھ سامنے آئی، جس میں معاویہ (جس نے علی کی خلافت کا مقابلہ کیا تھا) کے لیے ایک یادگاری دن قرآن کی تلاوت کے ساتھ منانے کا اعلان کیا[84]۔ اشتعال انگیز پوسٹرز تقسیم کیے گئے، جن میں خلیفہ معاویہ کی تمام معزز ناموں اور تحسین کے ساتھ تعریف تھی جو شیعہ عام طور پر اپنے امام علی کے لیے مخصوص رکھتے ہیں[85]۔ حکام نے" یوم معاویہ" پر کسی قسم کی تقریبات پر پابندی لگا کر ردعمل کا اظہار کیا، اور سنی پریس اتنا ہی تنقیدی تھا جتنا کہ 1957ء-58ء میں" یوم عمر" کے لیے TAS کی مہم کے حوالے سے تھا[86]۔ انتظامیہ نے محرم کے دوران تشدد کو روکنے کے لیے لاہور میں سنی اور شیعہ معززین کی ایک مصالحتی کمیٹی بھی بلائی۔ طے پانے والے معاہدوں کو بظاہر سنی مبلغین اور شیعہ دونوں نے توڑا جنہوں نے 9 محرم کو بغیر لائسنس کے اضافی جلوس نکالنے کی کوشش کی[87]۔ 10 محرم (3 جون) کو قدیم شہر کے بھاٹی گیٹ کے قریب واقع اونچی مسجد کے سامنے سے گزرتے ہوئے مرکزی عزاداری کے جلوس پر پتھروں، لاٹھیوں اور چھریوں سے حملہ کیا گیا۔ ہر طرف سے حملے کم از کم نصف گھنٹہ تک جاری رہے جس میں دو افراد ہلاک اور 100 سے زائد زخمی ہوئے[88]۔ پولیس نے گولیاں چلائیں، لیکن روکنے میں ناکام رہی یہاں تک کہ جلوس کربلا گامے شاہ پہنچ گیا[89]۔

اُسی دن، پاکستان کے کئی دیگر قصبوں اور دیہاتوں میں فرقہ وارانہ جھڑپیں ہوئیں[90]۔ سب سے زیادہ متاثر ضلع خیرپور میں ٹھیڑی تھا جہاں ایک امام بارگاہ کو آگ لگا دی گئی جس سے درجنوں شیعہ نمازی ہلاک ہو گئے[91]۔ سرکاری اطلاعات کے مطابق 10 محرم کو مجموعی طور پر مرنے والوں کی تعداد 120 تک پہنچ گئی[92]۔ تشدد کی نئی لہر بہت سے شیعوں کے لیے صدمے کے طور پر سامنے آئی جن کا ماننا تھا کہ 1958ء میں مذہبی رواداری اور امن وامان کا دور شروع ہوا تھا۔ نواب قزلباش جیسے کچھ شیعہ رہنماؤں نے اس خطرے کو پہلے ہی سمجھ لیا تھا اور حکام کو خبردار کیا تھا، لیکن فسادات کے بعد اُن میں سے کسی نے بھی حکومت پر الزام نہیں لگایا۔ شیعہ پریس نے اپنی طرف سے مطالبہ کیا کہ

حکومت اِس کی گہرائی سے تحقیقات کرے جس سے واضح طور پر TAS اور دیگر شیعہ مخالف جنونیوں کی ذمہ داری ثابت ہو۔اس کے رویے کی عکاسی کچھ ہفتوں بعد راجہ لہراسب علی خان کے رضاکار میں لکھے گئے ایک آرٹیکل میں ہوئی (اقتباسات):

مسلمانوں کا ایک فرقہ دوسرے فرقے کی مذہبی تقریبات یعنی شیعوں کے ماتمی جلوس کے روایتی مشاہدات کو روکنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے تشدد کا طریقہ اختیار کیا۔ اس کا واضح مقصد شیعوں کو خوفزدہ کرنا تھا تاکہ وہ اِن تقاریب کو انجام دینے سے باز رہیں۔ پس [لاہور میں] جلوس پر اُن لوگوں نے حملہ کر دیا جو اِس نیت سے جمع ہوئے تھے، اور جن میں فسادات سے متاثر ہونے والوں کے علاوہ دوسرے حلقوں کے درجنوں لوگ شامل تھے۔ انہوں نے بغیر کسی روک ٹوک کے پتھروں، بوتلوں اور بغیر لائسنس کے ہتھیاروں کا استعمال کیا اور آتش زنی سے پیچھے نہیں ہٹے۔ اس طرح کے واقعات صرف لاہور، خیرپور اور نارووال میں ہی نہیں بلکہ بعض دیگر مقامات پر بھی ہوئے، خواہ پریس میں اس کا ذکر نہ ہو۔ اگر شیعوں کی امن پسندی اور دوسرے محب وطنوں کی دور اندیشی نہ ہوتی تو نقصان بہت زیادہ ہوتا۔۔۔

اگر کوئی دوسرے شخص یا گروہ کے عقائد سے اتفاق نہیں کرتا اور ان کی تقریبات کو غلط سمجھتا ہے تو اُسے اُن میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اُسے کوئی حق نہیں کہ وہ خود کو قانون سے بالاتر رکھے اور طاقت کے ذریعے اُن کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اِس کے علاوہ، حالیہ فسادات میں ملوث مولویوں کو دوسروں کے عقائد کا فیصلہ کرنے کا کیا معیار ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ خود غلط ہوں؟ ...

پاکستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں تمام شہریوں کے حقوق مساوی ہیں اور جہاں عوامی مقامات کو اجتماعات وغیرہ کے لیے استعمال کرنا بنیادی حق ہے۔شیعوں کے ساتھ پہلا ظلم یہ ہے کہ انہیں عوامی مقامات پر جلوس نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک کہ انہوں نے پہلے سے لائسنس حاصل نہ کر لیا ہو، جبکہ دیگر تمام مسلم فرقے بغیر کسی لائسنس کے مکمل آزادی کے ساتھ جہاں چاہیں جلوس نکال سکتے ہیں...[96]

صدر ایوب خان نے فسادات کے ایک دن بعد ایک اعلان میں انہیں پاکستان اور تمام مسلمانوں کے لیے باعثِ شرم قرار دیا اور خبردار کیا تھا کہ کوئی بھی فرقہ اپنے عقائد کو دوسرے فرقوں پر نافذ نہیں کر سکتا[97]۔اس کے باوجود بعض سنی مذہبی جماعتوں کے قائدین، جنہوں نے ایک ہی وقت میں نئے مسلم عائلی قانون کے خلاف اور آئین میں بعض اسلامی دفعات کی بحالی کے لیے مہم چلائی[98]، سرکش موڈ میں تھے۔ اِن الزامات کے علاوہ کہ مسلح شیعوں نے خود لاہور میں جھڑپوں کو اُکسایا تھا[99]، 16 جون کو لاہور میں چھ سنی گروپوں کے اجلاس

میں تمام شیعہ عزاداری کے جلوسوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ پُر زور انداز میں دہرایا گیا[100]۔ جے یو آئی کے رہنما مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی کے علاوہ شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری اور شورش کشمیری پر مشتمل مشترکہ بورڈ تشکیل دیا گیا[101]۔ ہزاروی نے محرم میں تشدد کی ذمہ داری جنونی شیعہ پولیس افسران اور دیگر سرکاری ملازمین پر عائد کی[102]۔ تین ہفتے بعد، لاہور کے قدیمی شہر کے موچی گیٹ کے قریب ایک جلسہ عام میں جس کی صدارت ڈی سی نے کی اور مقصد مقامی سنیوں اور شیعوں کے درمیان مفاہمت تھا، حافظ کفایت حسین اور مظفر علی شمسی نے اس دعویٰ کو دہرایا کہ کسی بھی مذہبی شخصیت کو گالی دینا اور اُن کی توہین کرنا شیعوں کے لیے قطعی طور پر حرام ہے۔ انہیں کوثر نیازی نے چیلنج کیا، (جو کہ اس وقت بھی جماعت اسلامی کے رکن ہیں)، وہاں خلفائے راشدین کی تعریف اور پھر سامعین میں موجود سنیوں کو اُن کی نیک نیتی پر قائل کرنے کے لیے کلمات کہے[103]۔

جولائی کے وسط میں مغربی پاکستان کی حکومت کی جانب سے لاہور کے فسادات کی ذمہ داریوں کی انکوائری کے لیے مقرر کردہ ایک کمیشن نے اپنی تفتیش شروع کی، جس کی کارروائی جزوی طور پر پریس میں شائع ہوئی[104]۔ پہلے گواہوں میں سے ایک میاں غلام قادر تھے، جو جے یو پی کے ایک ریٹائرڈ افسر اور سرپرست تھے جن کا انٹرویو سب سے پہلے کیا گیا[105]۔ یہاں تک کہ اِس نسبتاً اعتدال پسند جماعت کے نمائندے نے شیعوں کے حق میں حکومت پر صریح تعصب کا الزام لگایا۔ اُس نے دوسری چیزوں کے ساتھ، محرم کے جلوسوں کے دوران سنیوں کو اپنی دکانیں کھلی رکھنے کی ذمہ داری کے بارے میں شکایت کی، اور 1947ء کے بعد سے اُن کی تعداد میں بہت زیادہ اضافے کے بارے میں شکایت کی[106]، اور یہ کہ شیعہ مبینہ طور پر" سال بھر" اپنی مجالس میں سزا سے استثنیٰ کے ساتھ صحابہ کو گالیں دیتے ہیں [107]۔ شیعہ ایڈووکیٹ خاقان بابر کے کچھ سوالات کے جواب میں غلام قادر نے کہا:

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل ہوا۔ [مسلم لیگ کی] قراردادوں میں شیعہ اور سنی کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ نہ ہی اس بات کا ذکر کیا گیا کہ شیعوں کو اپنے جلوس نکالنے کا حق حاصل ہو گا خواہ یہ سنیوں کے جذبات کی خلاف ورزی کیوں نہ کریں۔...

[مذہبی] آزادی کچھ ممنوعات کو خارج نہیں کرتی ہے۔ اگر کچھ لوگ یزید کے حامی ہوں اور جلوس نکالنا چاہیں تو کیا وہ ایسا کرنے میں آزاد ہوں گے؟[108]

ITHS کے سیکرٹری جنرل مظفر علی شمسی سے 27 جولائی اور 16 اگست 1963ء کو کمیشن نے تفتیش کی تھی[109]۔ وہ اور دیگر شیعہ گواہوں کو اُن کے عقیدے کی تفصیلات کے بارے میں پوچھ گچھ سے مشروط کیا گیا[110]۔ اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں اُس نے پہلے تین خلفاء کو غاصب قرار دیا جبکہ ایک بار پھر اِس بات کی تردید کی کہ شیعہ کبھی ان کو یا دوسرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ یہ پوچھے جانے پر کہ آیا پہلے تین خلفاء کو مومن یا مسلمان کہا جا سکتا ہے، شمسی نے دلیل دی کہ اِس معاملے پر علماء کی طرف سے طویل بحث کی ضرورت ہے[111]۔ اُس نے لاہور میں مرکزی عزاداری کے جلوس کے روایتی روٹ میں کسی تبدیلی کو بھی" مذہب میں مداخلت" (مُداخله فی الدّین) کے طور پر مسترد کر دیا اور کہا کہ اس کے شرکاء کی پولیس کی طرف سے اسلحہ جانچ پڑتال ناقابل قبول اور" سنگین توہین" ہوگی[112]۔

اُس وقت سنی جماعتوں کی طرف سے بار بار سامنے آنے والا ایک مطالبہ حکومت کی طرف سے" قابل اعتراض لٹریچر" کو ضبط کرنا تھا[113]۔ یکم ستمبر 1963ء کو رضا کار کے ایک اداریے میں شیعہ اور سنی دونوں مصنفین کی جانب سے بہت زیادہ اِشتعال انگیز مناظرہ لٹریچر صدی کی پہلی دہائیوں سے موجود ہونے کا اعتراف کیا گیا لیکن فرقہ وارانہ جذبات کو اُبھارنے کے لیے اس کا پتہ لگانے اور دوبارہ پرنٹ کرنے کے لیے" تباہ کن عناصر" کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔ اس کے علاوہ، شیعہ جرائد اُس وقت کے سنی پمفلٹس سے اپنے ائمہ اور 'علماء' کے خلاف بہت سے توہین آمیز تبصروں کا حوالہ دے سکیں گے، لیکن جلتی آگ میں تیل ڈالنے سے گریز کریں گے[114]۔ "مسلم اتحاد کے خود ساختہ پرچم بردار" کہ شیعوں کو پہلے تین خلفاء کے بارے میں درج ذیل غیر مبہم دلائل کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرنی چاہئے:

... وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ افراد (پہلے تین خلفاء) سنیوں اور شیعوں کے درمیان مُتنازع ہیں۔ شیعوں کے لیے تولّا اور تبرّا دونوں اُن کے ایمان کا حصہ ہیں۔ تولّا کا مطلب ہے محمد اور ان کی آل کے دوستوں سے دوستی، جب کہ تبرّا کا مطلب یہ ظاہر کرنا ہے کہ محمد اور ان کی آل کے دشمنوں سے کسی کا کوئی تعلق نہیں ہے...

سُنیوں کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ عظیم مذہبی شخصیات کی ''باہمی رقابتوں'' میں دخل اندازی کریں، بلکہ اُن کے بارے میں خاموشی اختیار کریں ... اس کے بالکل برعکس، شیعوں کا طریقہ یہ ہے کہ ان افراد یا جماعتوں کو زیرغور نہیں لاتے جنہوں نے محمد اور اُن کی آل کی حق پر ہوتے ہوئے مخالفت کی ہو اور اس لیے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اُن کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے...

تاریخی حقائق کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ تاریخ اسلام ہمیں بتا رہی ہے کہ پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد مسلمانوں میں خلافت کے سوال پر مقابلہ لڑا گیا... اور علی اور اُن کے پیروکاروں (شیعوں) نے "مخالف فریق" بننے کا انتخاب کیا۔ سنی بھائیوں کا دعویٰ ہے کہ اسلام ایک جمہوری نظام کی حمایت کر رہا ہے، اور یہ کہ پیغمبر کی وفات کے بعد مسلمانوں کی اکثریت نے ابوبکر کو خلیفہ منتخب کیا ہے... اس لیے انہیں... شیعوں کو حزب اختلاف کی جماعت کے طور پر قبول کرنا چاہیے...

شیعہ قبول کرتے ہیں کہ پیغمبر کی وفات کے بعد پہلے تین خلفاء، اسلامی مملکت کے کمانڈر تھے اور اُنہیں پیغمبر کا جانشین کہا جاتا ہے۔ لیکن سنیوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ شیعوں کو پہلے تین خلفاء کے بارے میں وہی عقیدہ رکھنے کا پابند کریں جیسا کہ خود سنیوں کا ہے ... جس طرح شیعوں کو اہل بیت کے اماموں کومعصوم اور اپنامذہبی لیڈر تسلیم کرنے کا سنیوں سے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے...[115]

ITHS کو لاہور (کربلائے گامے شاہ) میں صرف چار ماہ بعد (18 اکتوبر 1963ء) محرم کے واقعات کے خلاف احتجاج کرنے کیلئے تقریری میٹنگ کی اجازت دی گئی[116]۔ اُس وقت تک کراچی میں شیعہ حقوق کے دفاع کے لیے متبادل پلیٹ فارم تشکیل دینے کی تیاریاں آخری مرحلے میں پہنچ چکی تھیں[117]۔ دسمبر 1963ء میں انکوائری کمیٹی نے لاہور پر اپنی رپورٹ کے اقتباسات شائع کیے۔ (دیگر حصوں کو" مفاہمت کی جاری کوششوں میں رکاوٹ نہ ڈالنے کے لیے" روک دیا گیا)[118]۔ اس میں" پروپیگنڈے اور جوابی پروپیگنڈے" کا ذکر کیا گیا جس نے گزشتہ برسوں کے دوران فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دی لیکن اس کا الزام TAS یا کسی مخصوص افراد پر ڈالنے سے گریز کیا۔ اِس کی بجائے، پرانے شہر کی تنگ گلیوں میں طویل عزاداری کے جلوسوں کی وجہ سے مقامی سنیوں کو جو تکلیف ہوئی، اُس پر کچھ تفصیل سے روشنی ڈالی گئی[119]۔ بظاہر فرقہ وارانہ تشدد کو بھڑکانے والوں کی شناخت سے زیادہ اہم یہ سوالات تھے کہ آیا مقامی انتظامیہ کی طرف سے اٹھائی گئی حفاظتی احتیاطیں کافی تھیں، اور کیا فسادات شروع ہونے کے بعد پولیس کی تعیناتی مناسب تھی[120]۔

انکوائری کمیٹی کے چیئر مین کی دس سفارشات کے ساتھ رپورٹ بند ہوئی جنہیں حکومت نے اصولی طور پر قبول کر لیا تھا:

1) مصالحتی کمیٹی کا قیام؛

2) جلوسوں کے لیے کوئی نیا لائسنس نہیں اور اُن لوگوں کے لائسنس کی منسوخی جنہوں نے شرائط کی پابندی نہیں کی ؛

3) جلوس کے روایتی راستوں میں کوئی تبدیلی نہ ہو سوائے سیکورٹی خطرات کی صورت میں یا منتظمین کے ساتھ خوشگوار معاہدے کے؛

4) لائسنس ہولڈرز کے لیے جلوسوں کی سیکیورٹی کے حوالے سے اضافی شرائط؛

5) اگر ممکن ہو تو مرکزی ذوالجناح کے جلوس کا دورانیہ کم کیا جائے؛ اور نماز یا اذان کے وقت مساجد کے سامنے ماتم نہ ہو؛

6) دوسرے فرقے کے رہنماؤں کے لیے توہین آمیز حوالوں کی سخت سزا؛

7) محرم میں اسلحہ لے جانے پر پابندی؛

8) نجی رضاکاروں کو ٹریفک ڈیوٹی یا پولیس کی طرف سے عام طور پر انجام دی جانے والی دیگر ڈیوٹی پر کام نہیں کرناچاہیے؛

9) افواہیں پھیلانے کی سزا؛

10) لاہور پولیس فورس کی مضبوطی121-

جیسا کہ ہوا، 1963ء کے فرقہ وارانہ تشدد کے کسی بھی مجرم کو کبھی سزا نہیں دی گئی، چاہے وہ لاہور میں ہو یا ٹھیری میں[122]۔ پاکستان میں کسی بھی حکومت کا بنیادی المیہ یعنی شیعہ اقلیت کے حق میں جانبدار نہ سمجھے جانے کی ضرورت، کی وجہ سے 1963ء کے واقعات کے

باوجود ایوب خان کے دَور کے دوسرے نصف میں سنی انتہا پسندوں کے ساتھ نسبتاً نرمی برتی گئی۔
اگلے سالوں میں محرم میں سخت حفاظتی اقدامات کے ذریعے اسی قسم کے تشدد کے پھوٹ پڑنے کو روکا تو گیا،لیکن" توازن" کے نام پر شیعہ برادری کو پہلے سے زیادہ پابندیوں کے ساتھ زندگی گزارنی پڑی[123]۔

سید محمد دہلوی اور اُن کی نئی شیعہ تحریک

1963ء کے واقعات نے شیعہ گروہی تنظیم میں ایک نئی شروعات کے لیے ایک عمل انگیز کے طور پر کام کیا، جو کچھ سالوں سے ہوا میں تھی۔ 1958ء کے اوائل میں ITHS اور APSC دونوں کے ساتھ عدم اطمینان بڑھ گیا تھا جب اُن کو ضم کرنے کی ایک امید افزا کوشش ناکام ہوگئی تھی[124]۔ اگلے سالوں میں نئی کوششیں اور اقدامات دوبارہ شروع کیے گئے[125]، لیکن یہ واضح ہوگیا کہ دونوں تنظیموں کے سرکردہ اراکین "شیعوں کے ترجمان" کے طور پر اپنی حیثیت سے کسی بھی چیز کو ترک کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اِس کا اطلاق خاص طور پر APSC کے صدر نواب مظفر علی خان قزلباش پر ہوا، جو ایگزیکٹو پاور سے محروم ہونے کے بعد شیعہ اُمور میں زیادہ دلچسپی لینے لگے[126]، اور مظفر علی شمسی کو، جو 1961ء میں نئے چیئرمین کے انتخاب اور 1962ء میں اپنے مستعفی ہونے کے بعد بھی ITHS کے حقیقی مضبوط آدمی رہے[127]۔ لیکن دونوں تنظیموں میں بہت سے دوسرے عہدے دار تھے جنہیں اُن کے تحلیل یا اِنضمام میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اِن حالات میں، اِس بات کی امید کم تھی کہ منظم شیعوں کی دو کیمپوں میں تقسیم، جس نے حکومت یا مقامی حکام کے ساتھ اُٹھائے جانے والے تمام مسائل پر اُن کے سودے بازی کی طاقت کو کمزور کر دیا، پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ 1959ء کے بعد سے 'علماء' کی سربراہی میں ایک نئی تنظیم کے لیے تجاویز پیش کی گئی تھیں[128]، اور بظاہر 1961ء تک انھیں کچھ قبولیت مل گئی تھی[129]۔ 'علماء' کو اب بھی شیعہ عوام میں عزت اور مقبولیت حاصل تھی، لیکن کچھ شیعہ دانشوروں نے طویل عرصے سے اپنے 'علماء' پر شدید تنقید کو شائع کیا تھا[130]۔ کریم بخش حیدری نے اپنے معمول کے اکھڑ پن کے ساتھ فروری 1961ء میں حافظ کفایت حسین کی جگہ ITHS کے نئے چیئرمین کے انتخاب کے موقع پر لکھا:

"عبا و قبا"[131] کی ہاتھ چُمائی اور صلوٰۃ و سلام کے شور شرابے کے باوجود ہم نے بارہا یہ تجربہ کیا ہے کہ ایک عالمِ دین کی قیادت سے شیعہ (قومی) تنظیموں کو بہت کم فائدہ پہنچا ہے... تاجروں اور معززین کے ساتھ اسے جو ذاتی اثر و رسوخ اور احترام حاصل ہے وہ شیعوں کی بھلائی کے لیے بہت کم اور ہمیشہ اپنے پیشہ ورانہ مفادات کے فروغ کے لیے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ ایک عالمِ دین کبھی بھی انقلابی کوششیں نہیں کرتا... خواہ وہ مُجتہد ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے لیے بہتر یہی سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ کوشش اور محنت (جدوجہد) سے دُور رہے اور اپنی قیادت کو بعض فِقہی سوالات کے حوالے سے رہنمائی تک محدود رکھے۔ اُن کے نزدیک زندگی کا مطلب جدوجہد اور کوشش نہیں ہے بلکہ بے عملی، آرام، تحفظ، سکون، ذاتی مفاد، وقار اور عزت ہے۔

وہ نائب امام[132]، آیت اللہ فی العالمین[133]، حجۃ الاسلام والمسلمین[134]، خطیب یا مُبلغ (واعظ) جیسے القابات قبول کرنے کو قیادت کی ایک شاندار نشانی سمجھتا ہے۔ اُن کی قوم و ملت کی خدمت اور اُس کی ترقی کے لیے کوششیں کرنا اُن کے دائرۂ اِجتہاد سے باہر ہیں ... ITHS[135] کے قائد کی حیثیت

سے ایک ’’عالمِ دین‘‘ کے ساتھ ہمارے تلخ تجربات ہمارے لیے عِبرت کی مثال ہیں...[136]۔

تین سال بعد، کچھ دنوں کے اندر کراچی میں ہونے والے ’’علماء‘‘ کنونشن پر تبصرہ کرتے ہوئے (نیچے ملاحظہ کریں) وہی مصنف شیعہ ’’علماء‘‘ پر اور بھی زیادہ تنقیدی ہو گئے تھے۔ ایک مضمون میں، جس کا آغاز پاکستانی معاشرے میں علماء کے احترام اور ان کی اصل میں قابل انجام خدمتوں کے ذکر سے ہوتا ہے، وہ اچانک ایک بالکل مختلف لہجے میں لکھتے ہیں:

لیکن افسوس! پاکستان میں ہمارے ’علماء‘ پیشه ور ذاکر بن چکے ہیں۔ انہوں نے [شیعه] لوگوں کے اتحاد اور ایمان کو الوداع کهه دیا ہے۔

اُن میں سے اکثر، نامور اور طاقتور لوگوں کے قصیده خوان[137] بن چکے ہیں۔ ITHS اور APSC نے اُن پر ترس کھایا ہے ... لیکن دونوں تنظیموں میں اُن کی موجودگی سٹیج کی سجاوٹ یا اُلجھی ہوئی تقریریں کرنے تک ہی محدود رہی ہے۔ اُن کے پاس نه تو اپنا کوئی عهده ہے اور نه ہی کوئی ضابطه اخلاق اور نه ہی احترام اور وه صرف ’’لاؤڈ سپیکر‘‘ کے طور پر خدمت کرنے پر راضی ہیں، اپنے ذاکری کاروبار سےخود کو مخمور کرتے ہیں۔ (اُن کی)قوم کی قیادت: کالعدم۔ قوم کی نمائندگی: غیر موجود؛ مذہبی علم کی ترقی: ختم؛ تبلیغ کے ساتھ اصلاح اور تنظیمی کام : صفر؛ [وه] شیعه مطالبات کی کوششوں سے دُور رہتے ہیں۔ آج اجتهاد کا مطلب 'عباوقبا ' ہے۔ مجتهد کا مطلب پیر و مرشد ہے[138]۔ عالم کا مطلب خطیب(مقرر) ،اور مبلغ (واعظ و مبلغ) کا مطلب ہے ذاکر۔

اِس کے ساتھ ہی ہمارے معاشرے میں [عورتوں کی] نقاب کشائی(بے پردگی) کی مغربی عادت ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے۔ مذہب کا احترام ختم ہو رہا ہے۔ مجلس نمود و نمائش اور معاوضے (نذر و نیاز) کیلئے عزاداری عام ہو گئی ہیں۔ غُلّو اور خود نمائی نے ہمارے ایمان اور [مذہبی] اعمال کو کھوکھلا کر دیا ہے[139]۔ نماز جمعه کی بجائے فلمی ذاکری ہے؛ ہمارے ہاں [مذہبی] مدارس کی ترقی کی بجائے خوبصورت امام بارگاہیں ہیں، اور ہماری مساجد قرآن پاک کے دروس اور باجماعت نمازوں سے محروم ہیں۔

الگ دینیات کا اِیشو عُلما کے سپرد کیا گیا ہے، اور اِس کا نتیجه ہم دیکھ چکے ہیں[140]۔ عزاداری کے تحفظ کا تعلق علمائے کرام کے پیشه ورانه مفاد سے ہے، لیکن عزاداری کے تحفظ کی کوششیں اُن کے ورکنگ ایجنڈے پر شاید ہی نظر آئیں؛ وه اُنہیں ITHS اور APSC پر چھوڑ دیتے ہیں ... حجاج کے پاسپورٹ[141] کی دیکھ بھال کرنا ’علماء‘ کے اعلیٰ مرتبے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ چار(مذہبی) کتابوں کے مطابق اوقاف میں شیعه فقه اور حقوق کے تحفظ کے لیے ملک گیر مُہم اُن کی دسترس سے باہر

ہے[142]۔ وہ دینی مدارس کی تنظیم پر ایک دوسرے سے متفق نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ان کے ذاکری کاروبار کے لیے نقصان دہ ہو گا... وہ ایک مجلس کی 100 روپے فیس لیتے ہیں اور اپنے آپ کو مہنگے اور قیمتی 'عبا و قبا' شاندار منبراور فن خطابت سے گفتار کا غازی بناتے ہیں لیکن کام اور کوششیں لوگوں کی لیے چھوڑتے ہیں اور اپنے لیے سکون کو ترجیح دیتے ہیں ---[143]

یہ خاص طور پر ایک ایسے شخص کے خیالات تھے جسے کچھ سال پہلے راسخ العقیدہ علماء کے ترجمان اخبار المبلغ کے مدیر نے" ہماری قوم کا سب سے مخلص شخص" کہا تھا[144]۔ درحقیقت بعد میں آنے والے بہت سے لوگوں نے ذاکرین کے بارے میں اپنے شکوک وشبہات کو مکمل طور پر شیئر کیا[145]، حالانکہ وہ شاید اِس بات سے متفق نہیں ہوں گے جس طرح وہ ''علماء'' اور ذاکرین کو ایک ٹوکری میں ڈال رہا تھا۔ کریم بخش حیدری یقیناً 'علماء' کی مبینہ بے حسی اور سستی کے خلاف اپنی باتوں کو حد سے زیادہ بڑھا رہے تھے، لیکن اُن کی تنقید کا عمومی سلسلہ ان برسوں میں بہت سے دوسرے شیعہ دانشوروں نے بھی سنایا[146]۔

اِس طرح بہت سے مبصرین کے لیے یہ اتنا بڑا اور خوشگوار حیرت کا باعث تھا کہ 1964ء کے اوائل میں پاکستان کے شیعہ 'علماء' نے ملک کی بنیاد رکھنے کے بعد پہلی بار اچانک شیعہ گروہی تحریک کی قیادت کی۔ کراچی میں 5 سے 7 جنوری 1964ء تک سید محمد دہلوی کی صدارت میں ہونے والا" آل پاکستان شیعہ علماء کنونشن" دونوں لحاظ سے کافی کامیاب ثابت ہوا، ایک تو اِس میں تقریباً 200-250 'علماء' کی کثیر تعداد میں شرکت[147] اور دوسرا اتحاد کا ایک شاندار مظاہرہ۔

مرزا یوسف حسین کے مطابق، جو اگلے سات سالوں میں سید محمد دہلوی کے دست راست بننے والے تھے[148]، کنونشن کے انعقاد کا خیال ابتدا میں حیدر آباد کے کچھ 'علماء' سے آیا تھا[149]۔ وہ خود اور شیخ جواد حسین (ہنگو)، سید صفدر حسین مشہدی (پشاور) اور حبیب الحسن (حیدر آباد) کو دہلوی کے ساتھ مل کر کنونشن کی تیاری کے لیے کراچی بلایا گیا تھا جنہوں (دہلوی) نے اِس کے اخراجات خود ادا کیے تھے[150]۔ مرزا یوسف حسین نے دعوت نامے کے خط کی تصنیف کا دعویٰ بھی کیا، جو دسمبر 1963ء میں شیعہ پریس میں شائع ہوا تھا۔ اِس نے 'عالمی سطح پر مادیت کی لہر کو روکنے کے لیے' قائدانہ کردار ادا کرنے کے لیے 'علماء' کو اُن کا فرض یاد دلایا اور شیعوں کو متحد اور منظم کرنے اور" انہیں اخلاقی اور مذہبی زوال سے بچانے" کے لیے ایک مؤثر پروگرام کا مطالبہ کیا۔ ساتھ ہی پاکستان کے مسلم عوام کے اتحاد کو مضبوط کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا[151]۔

یہ کنونشن ناظم آباد (کراچی) کی رضویہ کالونی کے امام بارگاہ شاہ کربلا میں منعقد ہوا[152]۔ سید ابن حسن نجفی[153] کی ایک افتتاحی تقریر نے 1857ء سے تحریک آزادی میں شیعہ علماء کے کردار اور 1897ء سے برطانوی ہندوستان میں شیعہ گروہی تنظیموں کے بانیوں کے طور پر کردار کو یاد کیا[154]۔ سید محمد دہلوی نے اپنی تقریر میں 1947ء سے تحریک پاکستان اور نئی ریاست کے استحکام کیلئے شیعوں کی خدمات پر زور دیا اور پھر اپنے حل طلب مسائل کا دوبارہ آغاز کیا، جس میں علیحدہ دینیات، شیعہ اوقاف پر خصوصی شیعہ کنٹرول، اور عزاداری کی آزادی اور تحفظ کے دیرینہ مطالبات پر توجہ دی گئی[155]۔ اِن تینوں اُمور کو کنونشن میں اعلان کردہ پانچ نکاتی" پروگرام آف ایکشن" کا بنیادی مرکز بنایا گیا تھا، جس میں" مسلمانوں کے اتحاد کے ذریعے پاکستان کا دفاع اور استحکام" (نقطہ 1) اور" کشمیر پالیسی میں حکومت کے ساتھ یکجہتی" (نقطہ 5) بھی شامل

تھے[156]۔کنونشن کے اختتامی دن" ایکشن کمیٹی" (مجلس عمل علماءِ شیعہ پاکستان، MAUSP) تشکیل دی گئی تھی تاکہ "عملی پروگرام کو عملی جامہ پہنایا جاسکے" ،اور سید محمد دہلوی متفقہ طور پر اِس کے چیئرمین منتخب ہوئے[157]۔اس کے بعد اُن کے حامیوں نے اُنہیں قائدِ ملت جعفریہ کے نام سے منسوب کر دیا[158]۔

دہلوی، واضح طور پر کراچی کنونشن کے پیچھے محرّک تھے، اور اگرچہ اُنہوں نے اِس کے افتتاح کے موقع پر اپنے لیے کوئی قائدانہ کردار تلاش نہ کرنے کا بہانہ کیا لیکن اُنہوں نے اس طرح کا کردار نہایت مؤثر طریقے سے اور پوری اِستقامت اور خلوص کے ساتھ اپنی زندگی کے بقیہ ساڑھے سات سال میں ادا کرنا تھا۔1899ء میں پیتن ہیرھی (ضلع بجنور، یوپی) میں پیدا ہوئے، انہوں نے قیام پاکستان سے بہت پہلے ہندوستانی شیعوں میں بطور خطیب اِعظم ("سب سے بڑے مبلغ") شہرت حاصل کی تھی[159]۔اپنے والد کی طرح وہ 1920ء کی دہائی کے اوائل سے دہلی عربی اسکول میں پڑھاتے تھے۔اسی دوران انہوں نے مجالس میں تبلیغ کرنا شروع کر دی تھی اور رام پور کے نواب رضا علی خان اور بمبئی کی خوجہ شیعہ اثنا عشری برادری کے ایک سرکردہ رکن حاجی داؤد ناصر جیسے دولت مند سپانسرز کی توجہ مبذول کرائی تھی[160]۔1937ء میں دہلی کے کچھ دشمنوں نے اُن پر ریپ کا الزام لگا کر اُن کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن ایک مقدمہ کے بعد وہ تمام الزامات سے بری ہو گئے جس میں لکھنؤ کے سید وزیر حسن نے اُن کا دفاع کیا اور حیدر آباد (دکن) کے نظام نے اخراجات کی ادائیگی کی[161]۔1939ء میں انہوں نے لکھنؤ میں تبرّا مہم کی حمایت کو متحرک کرنے کے لیے پنجاب اور سرحد (کے پی) کا دورہ کیا[162]۔جب اگست 1947ء میں اُن کی پاکستان سے ہمدردی کی وجہ سے رام پور میں اُن کی بہت بڑی ذاتی لائبریری کے کچھ حصے جل گئے تو وہ بمبئی (ممبئی) چلے گئے اور اپنی لائبریری کی باقیات کو کراچی منتقل کرنا شروع کر دیا جہاں سے بالآخر 1952ء میں وہ ہجرت کر گئے[163]۔انہوں نے حاجی داؤد ناصر اور ابراہیم پیر بھائی جیسے خوجہ تاجروں کی سرپرستی کو انجوائے کرنا جاری رکھا اور مشرقی افریقہ[164]، برما، اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں متعدد تبلیغی دَوروں کے لیے اُنہیں مدعو کیا گیا[165]۔دہلوی نے ITHS کے کچھ اور کنونشنز میں بھی شرکت کی لیکن بظاہر کبھی بھی لیڈنگ پوزیشن میں نہیں[166]، اپنا زیادہ تر فارغ وقت مطالعہ اور لکھنے میں صَرف کرتے تھے[167]۔

تاہم، 1960ء کی دہائی کے اوائل میں، دہلوی نے پاکستان کے بہت سے دوسرے شیعہ افراد کے جذبات کا اشتراک کیا کہ اپنی برادری کے جمود اور احساس کمتری پر قابو پانے کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے، جو اُس وقت مذہبی معاملات میں دلچسپی کھو رہی تھی۔اگرچہ اُن کی فکری صلاحیت اور مذہبی عقیدت کو بہت زیادہ عزت دی جاتی تھی لیکن ITHS میں اُن کا کم پروفائل شیعہ اجتماعی معاملات میں یکجہتی کا کردار ادا کرنے کے لیے موزوں تھا۔ITHS اور APSC دونوں نے کراچی کنونشن میں اپنے نمائندے بھیجے جنہوں نے دہلوی کے ساتھ مکمل یکجہتی کا اعلان کیا[168]۔محمد بشیر انصاری کے مطابق، جنہوں نے خود بھی شرکت کی، طویل بحث ہوئی کہ آیا ITHS اور APSC کو ایک نئی تنظیم کے حق میں تحلیل کر دینا چاہیے، لیکن آخر میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ انہیں اپنی جگہ رہنا چاہیے۔نئی تشکیل شدہ "ایکشن کمیٹی" (MAUSP) پر صرف حکومت کو مذکورہ بالا "تین مطالبات" ماننے پر مجبور کرنے کا الزام عائد کیا گیا[169]۔

پاکستان میں نئے اعلان کردہ "تمام شیعوں کے رہنما"، اگرچہ اپنی 66ویں سالگرہ کے قریب پہنچ چکے تھے، کامیاب کراچی کنونشن کی وجہ سے پیدا ہونے والی رفتار کو برقرار رکھنے اور بڑھانے میں کامیاب رہے۔حمایت کو متحرک کرنے کا اُن کا سب سے مؤثر طریقہ پورے

پاکستان میں شیعہ مراکز کے اکثر دَورہ جات تھے، جسے اُنہوں نے تقریباً 1971ء میں اپنی موت تک جاری رکھا۔ 20 فروری سے یکم مارچ 1964ء تک اُنہوں نے لاہور کا دَورہ کیا، مقامی شیعہ علما، وکلا اور معززین، اور مغربی پاکستان کے گورنر جنرل امیر محمد خان کے ساتھ ملاقات کی۔ اُن کا کربلاء گامے شاہ میں قیام ایک بڑے عوامی اجتماع کے ساتھ اختتام کو پہنچا[170]۔

29 فروری کو ایک پریس کانفرنس میں، سید محمد دہلوی نے "تین مطالبات" اور اُن کے مضمرات (اقتباسات) پر ایک جامع بیان دیا:

قیامِ پاکستان کے بعد مسلمانوں نے محض یہ سمجھ لیا تھا کہ اُن کا مقصد حاصل ہو گیا ہے اور وہ جو چاہیں کرنے میں آزاد ہیں۔ مسلمان دِین سے دُور ہوگئےہیں، مادیت پرستی تیزی سے پھیلی اور اخلاق زوال پذیر ہو گئے ہیں۔ ہمارے نوجوان اپنی اسلامی ثقافت (تہذیب) سے بہت دُور ہو گئے ہیں۔ اِن تمام چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری تھا کہ تمام مسالک کے ''علماء'' اسلامی ملک میں اسلام کے تحفظ کے لیے متحد ہوتے۔ کراچی میں شیعہ علماء کنونشن کا ایک اہم مقصد فرقہ واریت کی لعنت پر قابو پانے اور مسلمانوں کے درمیان ایک اچھا ماحول پیدا کرنے کے لیے ملک کے تمام 'علماء' کو متحد کرنے کے طریقے تلاش کرنا تھا۔

پاکستان کسی ایک قوم یا ایک مذہب کا ملک نہیں ہے، بلکہ تمام مسلم فرقوں نے متحد ہو کر اس کی تخلیق میں مدد کی ہے... شیعہ یہ سوچ کر مُسلم لیگ کے رُکن بنے کہ... پاکستان میں اپنے مذہبی حقوق کی مکمل آزادی ہو گی۔ کہ انتخابات میں تمام مکاتبِ فکر کو موقع ملے گا، اور یہ کہ سرکاری اداروں میں کوئی فرقہ وارانہ تفریق نہیں ہوگی... لیکن اب ہمارے ملک کو فرقہ واریت کے طوفان کا سامنا ہے...

پہلا مسئلہ مشترکہ مذہبی تعلیم کا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں ہمارے بچوں کو اس طرح کی دینی تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ اپنے ہی مسلک کو بالکل نہیں سمجھتے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ شیعہ اور سُنی دونوں بچے اپنی اپنی مذہبی تعلیم حاصل کریں ... تاکہ شاگرد اپنے مذہب اور اس کے تقاضوں سے پوری طرح واقف ہوں[171] اور اِس طریقے سے سچے مسلمان بن سکیں ... مثال کے طور پر علی گڑھ یونیورسٹی میں شیعہ اور سُنی دینیات کے لئے الگ الگ شاخیں ہیں اور دونوں فرقوں کے لیے الگ الگ باجماعت نماز[170]...

دوسرا مسئلہ شیعہ اوقاف سے متعلق ہے... حکومت نے متولیوں اور منتظمین کے ذریعے ان کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے قوانین بنائے ہیں۔ ہم مبارکباد پیش کرتے ہیں ... اِس نیک اقدام کے لیے؛ لیکن ساتھ ہی ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ محکمہ اوقاف خود متولّی بننے کے بجائے قانون کے مطابق اُن کو سُپروائز کرے۔ وقف کی آمدنی صرف اُس کے مقصد کے مطابق استعمال کی جا سکتی ہے[173] ... اِسے

کیسے حاصل کیا جائے؟ ... انڈیا میں انگریزوں کے دَور حکومت میں اور اب ہندو راج میں شیعہ اور سُنی دونوں ہی محکمہ اوقاف کے اندر اپنے اپنے اوقاف کی نگرانی کر رہے ہیں ... ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اسی طرح شیعہ اوقاف کو بھی شیعہ کنٹرول میں رکھا جائے ...

تیسرا مطالبہ عزاداری سے متعلق ہے۔ فرقہ پرست عناصر شیعہ اور سُنی کے درمیان اتنی زیادہ دُشمنی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے گلے تک پہنچ جائیں اور اس سے پاکستان ختم ہو جائے گا... وہ انگریزوں اور ہندوؤں کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ پاکستان کے یہ دشمن، عوام میں عزاداری کے بارے میں غلط خبریں پھیلا رہے ہیں، مثلاً شیعہ مجالس اور جلوسوں میں پیغمبر کے صحابہ کو گالیاں دی جاتی ہیں، کہ شیعہ مسلمان نہیں ہیں، کہ شیعہ پانی میں تھوکتے ہیں اور دوسروں کو پینے کے لیے دیتے ہیں۔ شیعہ بُت پرست ہیں، اور کون جانے کہ وہ کیا ہیں ... دوسرے فرقوں کی نظر میں شیعہ ایک ناپاک اقلیّت بن چکے ہیں۔

وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اب اِس ملک میں اُن کے جان و مال اور مذہبی نعرے اور تقریبات محفوظ نہیں رہے...

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ اقلیتی فرقہ اکثریتی فرقے کے حکم پر اپنے قدیمی مذہبی عقائد اور رسومات کو ترک کر دے۔ تیرہ صدیوں کی یاد کو مٹایا نہیں جا سکتا۔ عزاداری شیعوں کے ایمان کا حصہ ہے، اور ایک ایسا حق ہے جس کے لیے ہر شیعہ کسی بھی وقت قربانی دینے کے لیے تیار ہے۔ پاکستان کے دشمن سامنے آئیں اور بتائیں کہ شیعوں نے کب اور کہاں صحابہ کو گالی دی؟ انہوں نے سنیوں سے کب نفرت کی ہے؟ یہ سب فرقہ پرست عناصر کی سازشیں (ریشہ دوانیاں) ہیں... مَیں شیعہ علماء کے نام پر سُنی 'علماء' سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ متحد ہو جائیں اور ایسے دشمن عناصر سے نجات حاصل کریں اور حکومت کا ساتھ دیں۔ ہم شیعہ علماء نے پاکستان کے شیعوں کو متحد کرنے اور پاکستان کو مضبوط اور مُستحکم رکھنے کے لیے حکومت کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا ہے...

سید محمد دہلوی اور اُن کے حامیوں کے حکومت و ملک کے ساتھ وفاداری کے وعدے جیسا کہ اوپر بیان کیے گئے آنے والے سالوں میں باقاعدگی سے شیعہ مطالبات کے ساتھ دہرائے جاتے رہے۔ مارچ 1964ء میں صدر ایوب خان نے پہلی بار دہلوی کی قیادت میں ایک وفد کا استقبال کیا اور کچھ مبہم وعدے کئے[175]۔ دوسری میٹنگ 14 مئی کو ہوئی، جس میں دینیات کے مسئلے پر توجہ دی گئی[176]۔ صدر نے اس کے بعد سیکرٹری تعلیم سید محمد شریف کو حکم دیا کہ وہ اس معاملے پر شیعہ وفد سے بات کریں۔ 13 اگست کو آٹھ تعلیمی ماہرین کی موجودگی میں ہونے والی اس میٹنگ کا واحد نتیجہ یہ تھا کہ سکول کی کتابوں سے قابل اعتراض اقتباسات کو ختم کرنے اور تاریخ کی نئی نصابی کتب تیار کرنے کے لیے شیعہ اور سنی 'علماء' کا ایک کمیشن بنانے کا وعدہ کیا گیا[177]۔ یہ علیحدہ مذہبی تعلیمات کے مطالبے سے کم تھا۔ چونکہ سات مہینوں کے اندر

ریاست کے نمائندوں کے ساتھ تمام ملاقاتوں کے ذریعے کوئی اہم پیش رفت نہیں ہو سکی تھی، اِس لیے مزید اقدامات پر تبادلہ خیال کے لیے 28-30 اگست 1964ء کو راولپنڈی میں ایک آل پاکستان شیعہ کنونشن بلایا گیا۔

تقریباً 250 'علماء اور دیگر شیعہ مندوبین لیاقت باغ میں جمع ہوئے جس کی صدارت سید محمد دہلوی کر رہے تھے، جن کی قیادت کو اس تقریب سے مدد ملی [178]۔ اِس میٹنگ کا اہتمام ڈاکٹر سید اجمل حسین رضوی (متوفی 1997ء) نے کیا تھا، جو کہ ایک مخیّر شخصیت تھے جو راولپنڈی میں نئی تحریک کے اہم سپورٹر بننے والے تھے [179]۔ آٹھ مکمل اجلاسوں کی صدارت معروف شخصیات نے کی [180]، اور وکلاء اور دیگر فقہا کے ایک الگ اجلاس نے دہلوی کو MAUSP کا ایک مشاورتی بورڈ بنانے کا اختیار دیا [181]۔ مفتی جعفر حسین کی طرف سے پیش کردہ ایک قرارداد نے مغربی پاکستان اسمبلی کے ایک حالیہ قانون ساز بل کو مسترد کر دیا جس میں بیواؤں کی وراثت سے متعلق شیعہ پرسنل لاء میں مداخلت ہے، اِس طرح 1962ء کے آئین کے آرٹیکل 10 سے متصادم ہے [182]؛ دیگر نے کراچی کنونشن کے مطالبات کو دہرایا [183]۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ سید محمد دہلوی ایک بار پھر صدر سے ITHS اور APSC کے چیئرمینوں کے ساتھ باریابی کریں گے اور ایک میمورنڈم پیش کریں گے، تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ یہ پاکستان کے تمام شیعوں کے مطالبات ہیں [184]۔

اُس وقت تک، نواب قزلباش اور مظفر علی شمسی نے ابھی تک کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھایا تھا جو نئے اُبھرنے والے قائد ملت سے اپنی حسد کو ظاہر کرے۔ دہلوی نے "قدیمی گارڈ" کی لیڈر شپ کو چیلنج نہ کرنے کی اپنی پوری کوشش کی - اور آنے والے سالوں کے دوران بھی کرتے رہے، - بلکہ اُنہیں ایک مشترکہ کوشش کے لئے آن بورڈ لینے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ ITHS اور APSC کو وفود اور کمیشنوں میں مناسب نمائندگی دینے کے لیے بے چین رہتے تھے اور اُن کے قائدین کا پورا احترام کرتے تھے [185]۔ مثال کے طور پر، راولپنڈی کنونشن کے موقع پر انہوں نے ITHS کونسل کے اجلاس کے دوران مداخلت کی اور مظفر علی شمسی کو سیکرٹری جنرل کے عہدے سے ایک بار پھر استعفیٰ واپس لینے کا "حکم دیا" [186]۔

تاہم، اکتوبر 1964ء میں، دوسرے شیعہ رہنماؤں کے تعاون کی مماثلت کو پہلا دھچکا لگا۔ سید محمد دہلوی، جنہوں نے راولپنڈی کنونشن کے بعد پاکستان کے کچھ اضلاع کا دَورہ کیا تھا، نے 25 اکتوبر کو ہونے والے حکومتی تاخیری حربوں کے خلاف پرامن یوم احتجاج منانے کی کال دی [187]۔ اسی روز اخبارات میں یہ خبریں آرہی تھیں کہ قزلباش نے 19 اکتوبر کو صدر ایوب خان اور گورنر امیر محمد خان سے ملاقات کی تھی اور کچھ شیعہ مطالبات پیش کیے تھے۔ صدر نے اصولی طور پر اتفاق کیا تھا اور نصاب پر نظر ثانی کرنے اور ایسے مواد کو ہٹانے کیلئے جو شیعوں کے لیے قابل اعتراض ہو، سفارشات تیار کرنے کے لیے مناسب شیعہ نمائندگی کے ساتھ ایک مخلوط بورڈ بنانے کے لیے اپنی تیاری کا اعلان کیا۔ انہوں نے مزید وعدہ کیا کہ عزاداری کے جلوسوں پر کوئی عام پابندی نہیں لگائی جائے، لیکن یہ مقامی حکام پر منحصر ہو کہ جہاں بھی لائسنس کے لیے درخواست دی جائے، وہ عوامی تحفظ کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کریں [188]۔

دہلوی کے سپورٹرز کی جانب سے فوری طور پر شور مچایا گیا کہ قزلباش نے "فرقہ وارانہ نظم وضبط کی خلاف ورزی کی ہے" اور یہ کہ صدر یا گورنر کے ساتھ شیعہ مطالبات پر بات کرنے کا حق صرف قائد ملت کو ہے [189] خود دہلوی نے 28 اکتوبر کو ایک بیان میں واضح کیا کہ تین اہم شیعہ مطالبات کو ابھی تک تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ محض چند نصابی کتب کو درست کرنا علیحدہ دینیات کا متبادل نہیں ہوگا، اور

عزاداری سے نہ صرف مقامی حکام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ حکومت کو آئین کی ضمانت کے مطابق مذہبی عمل کی آزادی کے حق میں واضح بیان دینا ہوگا۔ دہلوی نے گورنر کے اِس اعلان کو بھی ناکافی قرار دیا کہ ایک شیعہ نمائندہ کو وقف انتظامیہ بورڈ میں جلد ہی شامل کیا جائے گا[190]۔ مظفر علی شمسی نے اپنی طرف سے اِس اعلان کو سراہا اور 12 نومبر کو اُن کی باری تھی کہ ایوب خان "شیعہ رہنماؤں" کے ایک وفد کے ساتھ اُن کا استقبال کرے[191]۔

یہ قزلباش اور شمسی دونوں کی طرف سے اُبھرتی ہوئی نئی شیعہ قیادت کو روکنے اور حکومت کی طرف سے پیش کی جانے والی کسی بھی رعایت کا کریڈٹ لینے کی کوششوں کے سلسلے میں صرف پہلی کوشش تھیں۔ اِس طرح کے ہتھکنڈوں کو اگلے سالوں میں جاری رکھنا تھا اور مزید ضدی بننا تھا۔

30 نومبر 1964ء کو ایوب خان نے ایک بار پھر دہلوی کا پچاس رکنی وفد کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں علما، وکلاء اور معززین کے ساتھ استقبال کیا۔ انہوں نے ایک تحریری یادداشت پیش کی، جس میں صدر کو کراچی کنونشن کے "انتہائی معقول" مطالبات اور شیعہ نمائندوں کی اپنے ساتھ، مغربی پاکستان کے گورنر اور سیکرٹری تعلیم سے سابق ملاقاتوں کی یاددہانی کرائی۔ چونکہ شیعوں کی درخواستوں اور احتجاج پر اب تک توجہ نہیں دی گئی تھی، اس لیے انہوں نے یومِ احتجاج کا سہارا لیا، جسے "مثالی طور پر پرامن" منایا گیا۔ یادداشت میں درج ذیل اِنتباہ تھے:

یہ وقت کی ضرورت ہے کہ آپ ذاتی طور پر مُداخلت کریں اور مزید تاخیر کے بغیر تصدیق کریں کہ ہم اِس آئین کے مطابق اپنی ضمانت شدہ مذہبی آزادی اور بنیادی شہری حقوق کے حقدار ہیں جو آپ نے خود جاری کیا ہے، اور جس کے نفاذکی ذمہ داری بطور ہیڈ آف سٹیٹ آپ کی ہے[193]۔

ایوب خان، جو اُس وقت فاطمہ جناح کے خلاف صدر کے طور پر دوبارہ انتخاب کے لیے اپنے مقابلے کے آخری مرحلے کے قریب پہنچ رہے تھے، 194 نے مفاہمت آمیز لہجے میں جواب دیا: چونکہ اُن کی حکومت بلاتفریق تمام لوگوں کی بھلائی چاہتی تھی اور مذہبی آزادی کی مکمل حمایت کرتی تھی۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ شیعوں کی طرف سے کچھ شکایات باقی ہیں۔ انہوں نے شیعہ مطالبات سے ہمدردی اور ان کے مسائل کے حل کے لیے اپنی تیاری کا دعویٰ کیا لیکن کہا کہ کوئی حکم نامہ جاری کرنے کے بجائے یہ بہتر ہوگا کہ متفقہ حل کی تلاش کے لیے حکومت کے کچھ اراکین اور دہلوی کی جانب سے دیئے گئے ناموں والے نمائندوں کا ایک مشترکہ کمیشن بنایا جائے 195۔

اگلے دن نوائے وقت اور کچھ دوسرے اخبارات نے خبر دی کہ شیعوں کے رہنما نے ایوب خان کی سیاسی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔ مرزا یوسف حسین اور خود سید محمد دہلوی نے اِس خبر کی پرزور تردید کی[196]، جنہوں نے شیعہ پریس میں فوری وضاحت جاری کی: سب سے پہلے، صدارتی انتخابات ایک سیاسی سوال تھا، اور اُن پر فتویٰ کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ ہر شیعہ کو اس معاملہ میں مکمل آزادی تھی۔ دوسرا یہ کہ نہ تو وہ خود کو مجتہد سمجھتا تھا کہ اپنے آپ کو فتویٰ دینے کا حقدار سمجھے اور نہ ہی اُن کا سیاست سے کوئی تعلق تھا، بلکہ صرف اپنی قوم کے مذہبی مطالبات سے سروکار تھا۔ پھر بھی اس سلسلہ میں، انہوں نے تمام شیعہ تنظیموں اور انجمنوں کی حمایت حاصل کرنے کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے خود کو اُن

شیعہ وفود سے بھی دُور کر لیا جو اُن سے پہلے صدر سے ملے تھے [197]۔

شیعہ گروہی قائدین کی صفوں میں نئی تقسیم اب ظاہر ہو چکی تھی۔ 1964ء کے موسم خزاں کے بعد سے، دہلوی کے کچھ حامیوں نے اُن لوگوں کو جنہوں نے اُن کی اعلیٰ قیادت کو تسلیم نہ کیا اُنہیں "قوم کے غدار" قرار دینا شروع کر دیا اور اُن کے ساتھ "حساب کتاب" کے مطالبات میں زیادہ جارحانہ ہوتے گئے۔ ایسے غصیلے لوگوں میں سب سے اوپر سید مشتاق حسین نقوی (1913ء-2000ء) تھے، جو دہلی کے قریب ضلع گڑ گاؤں سے تعلق رکھنے والے ایک مہاجر تھے جو 1947ء کے بعد ملتان میں آباد ہوئے اور ایک مقبول مقرّر کے طور پر شہرت حاصل کی، جن کی انتخابات کے دوران امیدواروں سے حمایت طلب کی گئی [198]۔ مشتاق حسین 1964ء کے بعد کے سالوں میں سید محمد دہلوی کی تحریک اور نام نہاد "لاہور کے غدار" خاص طور پر قزلباش، APSC کے سیکرٹری جنرل شائق امبالوی، اور مظفر علی شمسی کے خلاف ایک کٹر مہم جُو بن گئے۔ کراچی میں بھی اُن کے خلاف ناراضی بہت زیادہ تھی، جہاں ITHS کے مقامی عہدیداران جلد ہی شمسی سے خود کو دُور کر لیتے [199]۔ لیکن دہلوی بذاتِ خود اب بھی "تین مطالبات" کی منظوری کے اعلیٰ مقصد کے لیے دوسرے شیعہ رہنماؤں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعاون کرنے کے لیے تیار تھے۔ بنیاد پرستوں کے دباؤ کی مزاحمت کرتے ہوئے، اُنہوں نے ایوب خان کے تجویز کردہ مشترکہ کمیشن کے لیے پانچ شیعہ مندوبین میں قزلباش کو نامزد کر دیا، باقی ITHS کے چیئرمین سید مبارک علی شاہ، مفتی جعفر حسین، علی احمد خان جعفری [200] اور خود دہلوی تھے [201]۔

گورنر امیر محمد خان، جنہوں نے مذکورہ کمیشن کی سربراہی کرنی تھی، فروری 1965ء میں چار دیگر اعلیٰ عہدے داروں کا تقرر کیا [202]۔ تاہم یہ معلوم ہوا کہ اگلے سات ماہ کے دوران کمیشن کا ایک بھی اجلاس نہیں بلایا گیا، مبینہ طور پر مظفر علی شمسی کی وجہ سے جو شیعہ رہنماؤں میں سے گورنر کے "پسندیدہ" کو شامل نہیں کیا گیا [203]۔ اِس کی بجائے، مارچ 1965ء میں "لاؤڈ اسپیکر آرڈیننس" کی شکل میں مذہبی تقریبات پر نئی پابندیاں لگائی گئیں۔ اگرچہ اِس آرڈیننس نے سنیوں کے ساتھ ساتھ شیعوں کو بھی متاثر کیا، لیکن مؤخر الذکر نے اِسے اپنے عزاداری کے جلوسوں کے لیے ایک نئی رکاوٹ کے طور پر دیکھا، کیونکہ اِس کے بعد سے اگر "علاقے کے لوگوں کو پریشان کیا گیا" اور متعدد دیگر حالات کے تناظر میں لاؤڈ سپیکر پر پابندی عائد کر دی گئی [204]۔

حکومت نے مشترکہ کمیشن کے اندر شیعہ مطالبات پر بات کرنے کی بجائے، جوائنٹ وقف ایڈمنسٹریشن بورڈ کے لیے دو شیعوں کی تقرری کے اپنے منصوبے کو آگے بڑھایا۔ شیعہ مطالبات کمیٹی (SMC) کا اجلاس یعنی دہلوی نے جن پانچ نمائندوں کو جنوری میں نامزد کیا تھا [205]، 24 جولائی 1965ء کو کراچی میں انہوں نے شیعہ اوقاف کے لیے علیحدہ بورڈ کے مطالبے پر اصرار کرتے ہوئے اِس تجویز کو مسترد کر دیا [206]۔ اِس کے باوجود اِس معاملے پر SMC کی قرارداد میں ایک شق شامل کی گئی، بظاہر قزلباش کے کہنے پر، جس میں کہا گیا کہ "اگر حکومت انفرادی طور پر کسی اہل شیعہ کو بورڈ میں تعینات کرتی ہے اور وہ شیعہ مفادات کے خلاف کام نہیں کرتا ہے، تو SMC کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا [207]"۔ 24 اگست کو چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف نے SMC ممبران کو مجوزہ تقرریوں پر مشاورت کے لیے مدعو کیا۔ اگرچہ اُس وقت کوئی معاہدہ نہیں ہو سکا تھا، لیکن APSC سے سید ہادی علی شاہ اور ITHS سے فیاض حسین ہمدانی نے مشترکہ بورڈ میں شیعہ نمائندوں کے طور پر اپنی نامزدگی کو قبول کر لیا [208]۔ بعد میں دونوں پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے اپنی مدت کے دوران متعدد شیعہ اوقاف کو سنی اوقاف میں

تبدیل کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی[209]۔

1965ء کے اوائل میں تشکیل پانے والے شیعہ اور حکومتی نمائندوں کے جوائنٹ کمیشن کو ہوم سیکرٹری کی جانب سے 7 ستمبر 1965ء کو پہلے اجلاس کے لیے بلایا گیا تھا-- اتفاق سے اِس سال کی ہندوستان کے ساتھ جنگ کے آغاز کے ساتھ[210]۔ لیکن کوئی وجہ بتائے بغیر، مظفر علی شمسی کو مبارک علی شاہ کی بجائے پانچ مدعو کیے گئے شیعہ افراد میں شامل کر لیا گیا، باقی چار افراد نے اجلاس کے بائیکاٹ پر اُکسایا[211]۔ 1965ء کے آخری مہینوں میں سید محمد دہلوی کی تحریک نہ صرف جنگ اور اِس کے بعد کی وجہ سے بلکہ بڑھتی ہوئی شیعہ کشمکش کی وجہ سے بھی پستی پر پہنچ گئی۔ دہلوی لاہور میں اپنے حریفوں کے ساتھ صبر کھو دینے اور اِس مرحلے پر اپنی مہم کی قیادت چھوڑنے پر مائل تھے۔ لیکن پاکستان کے دیگر شیعہ مراکز، خاص طور پر ملتان سے اُنہیں جو مضبوط حمایت ملی، اس نے اُنہیں ITHS اور APSC دونوں سے آزاد کرنے اور اگلے سال ایک نئی ملک گیر تنظیم قائم کرنے کی ترغیب دی[213]۔

راسخ العقیدہ 'علماء' اور مقبول مبلغین کے درمیان تنازعات

سید محمد دہلوی کی قیادت میں چلنے والی تحریک، جس نے 1965ء کے بعد تین سالوں میں حکومت اور سنی اکثریت کے سامنے شیعہ مطالبات کو کامیابی کے ساتھ منوایا، پاکستان کی شیعہ برادری کے اندر ایک خالصتاً داخلی اختلاف کے پہلے عروج کے دَور سے ہمزمان تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ انہی سالوں میں جب تقریباً تمام شیعہ علماء" تین مطالبات" کی خاطر دہلوی کے پیچھے متحد ہو گئے تھے، یہی 'علماء' دو ایسے کیمپوں میں بٹ گئے جو مختلف مذہبی عقائد و رسومات کو بڑھتی ہوئی ہٹ دھرمی کے ساتھ پھیلانے لگے۔ اِس بتدریج فروغ کی محرک قوت سرگودھا سے تعلق رکھنے والے مولانا محمد حسین ڈھکو کی تصانیف تھیں، جنہوں نے دینی مدارس کی رسمی شیعت، پیشہ ور واعظین وذاکرین کی مقبول شیعت کے درمیان شدید قطبی تقسیم پیدا کرنے میں کسی بھی دوسرے فرد سے زیادہ کردار ادا کیا۔

پاکستان میں اِس طرح کا تنازعہ 1950ء کی دہائی میں منظر عام پر آچکا تھا، جس میں دینی مدارس کے کچھ علماء نے شکایت کی تھی کہ کس طرح ذاکر اور مبلغین شیعہ عوام کو" گمراہ" کریں گے اور اُن کی مذہبی ذمہ داریوں سے توجہ ہٹائیں گے[215]۔ 1959ء میں سب سے کامیاب مبلغین اور مناظروں میں سے ایک، مولانا محمد اسماعیل (1901ء-76ء) نے جوابی حملہ کیا[216]۔ اُسی سال اکتوبر میں، اُس نے اپنے جریدے صداقت میں مضامین کا ایک سلسلہ شائع کیا جس میں اُس نے دینی مدارس کو چلانے والے اُن علماء پر سخت اور توہین آمیز الفاظ کے ساتھ الزام لگایا کہ وہ خمس کے طور پر دیے گئے فنڈز کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ اُس نے دلیل دی کہ یہ مذہبی ٹیکس-نظریاتی طور پر شیعہ مومنین کی خالص سالانہ بچت کا پانچواں حصہ[217] - صرف ضرورت مند سیدوں کی مدد کے لیے خرچ کیا جا سکتا ہے[218]۔ لیکن شیعہ مذہبی پریکٹس میں کہیں بھی ایسا نہیں تھا۔ امام کا حصہ (سہم امام) یعنی خمس کا نصف حصہ، ایران، عراق اور شمالی ہندوستان میں صدیوں سے شیعہ علما مختلف مذہبی اور رفاہی مقاصد کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں[219]۔ یہی کچھ پاکستان میں تھا، لیکن وہاں بہت کم شیعہ 1950 کی دہائی کے آخر تک 'علماء' کو خمس دیتے رہے تھے[220]۔ اِس کا کم از کم نصف دیگر عطیات کے ساتھ مساجد، امام بارگاہوں اور دینی مدارس کی تعمیر و دیکھ بھال، طلباء کے وظیفے اور اساتذہ کی تنخواہوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

محمد اسماعیل کی متنازع فیہ دلیل کہ خمس کے لحاظ سے بالکل غلط تھی جو ابھی تک دینی مدارس کے اختیار میں رکھا گیا تھا، لیکن یہ منطق کے بغیر نہیں تھی۔ چونکہ بہت سے 'علماء' نے شیعوں کو اُن کے" مذہبی واجبات" کی ادائیگی کے لیے آمادہ کرنے کی بھرپور کوششیں کیں اور ساتھ ہی ساتھ مجالس ومحافل کے لئے فضول خرچی کی مذمت کی، جس میں ایسے مواقع پر مبلغین کی فیس بھی شامل تھی، اس لیے مؤخر الذکر جلد یا بدیر جوابی حملہ کرنے کے پابند تھے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سے شیعہ سنی مسئلہ میں تعطل اور عوامی مناظرات پر پابندی کی وجہ سے، جنگجو مولانا بظاہر ایک نیا محاذ کھولنے کے لیے بے چین تھے۔ انہوں نے جامعۃ المنتظر لاہور اور مدرسۃ مخزن العلوم ملتان میں ہونے والے اجلاسوں سے فوری طور پر ناراض ردعمل کا اظہار کیا۔ مؤخر الذکر کے بانی ڈائریکٹر، سید گلاب علی شاہ نقوی نے محمد اسماعیل کو اُسی انداز میں جواب دینے میں سبقت لی۔ انہوں نے اور دینی مدارس کے دیگر نمائندوں نے اِستدلال کیا کہ اُن کے پاس عراق کے اعلیٰ ترین شیعہ معززین کی طرف سے اجازت ہے جس نے انہیں مذہبی ٹیکسوں کو اُس طرح استعمال کرنے کی اجازت دی ہے جس طرح وہ کرتے تھے[221]۔ اگرچہ

پاکستان میں شیعہ 'علماء' کے درمیان تنازعات اور کیچڑ اُچھالنا کسی بھی طرح سے غیر معمولی نہیں تھا، لیکن یہ ایک خالص مذہبی معاملے کے بارے میں پہلا بڑا تنازعہ تھا جو مکمل طور پر عوام کے سامنے پیش کیا گیا تھا، جس کے بارے میں اگلی دو دہائیوں میں اِس سے بھی بدتر ہونے کی پیشین گوئی تھی۔

شیعوں کے اتحاد اور علمائے کرام کی ساکھ کی فکر کرنے والوں نے اِس معاملے کو روکنے کی پوری کوشش کی۔ جریدے المبلغ نے اِس پر تبصرہ کرنے سے تقریباً اِجتناب کیا، بس خمس کی ضرورت پر ایک چھوٹا سا آرٹیکل شائع کیا[222]۔ اِس میں دعویٰ کیا گیا کہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا نے اب تک اپنے طلباء میں صرف سادات کے لیے خمس استعمال کیا ہے[223]۔ رضا کار کے مدیر نے علمائے کرام کی الگ ملاقات یا اِس تنازعہ کو نجف میں مرجع تقلید سے رجوع کرنے کی اپیل کی[224]۔ محمد اسماعیل نے دعویٰ کیا کہ اُنہوں نے پہلے اِس معاملے پر خفیہ طور پر دیگر "علماء" سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اُنہوں نے اِس تنازعہ کو نجف لے جانا ضروری نہیں سمجھا[225]۔

درحقیقت مارچ 1961ء میں وفات پانے والے آیت اللہ سید محمد حسین بروجردی اور اُن کے جانشین سید محسن الحکیم دونوں کی پوزیشن غیر یقینی رہی۔ ایک طرف، دینی مدارس اور امامیہ مشن پاکستان جیسی تنظیمیں باقاعدگی سے اپنے اخراجات کے لیے خمس کے استعمال کے نقل بہ مطابق اصل اجازت نامے شائع کرتی تھے۔ دوسری طرف اکتوبر 1961ء میں ایک سید حسن علی شاہ کاظمی نے دونوں قابل احترام آیت اللہ کے فتاوے نقل کیے جو کہ متضاد معلوم ہوتے ہیں: بروجردی نے غریب سادات کے لیے اگر اُن کے خمس کا حصہ کافی نہ ہو تو سہم امام کو بھی استعمال کرنا زیادہ محفوظ (احوط) سمجھا ہے۔ محسن الحکیم نے مساجد، امام بارگاہوں یا دینی مدارس کے لیے سہم امام کے استعمال کی اجازت دی تھی لیکن "صرف اس صورت میں جب چندہ اور زکوٰۃ کافی نہ ہو"[226]۔ کاظمی نے تبصرہ کیا کہ پاکستان میں شیعہ مجالس وغیرہ کے لیے سالانہ درجنوں لاکھوں روپے خرچ کرتے ہیں اور خمس کے بغیر آسانی سے دینی مدارس چلا سکتے ہیں[227] اِس کی وجہ سے محسن الحکیم نے رضا کار کے ایڈیٹر کو خط لکھا، اُن سے کہا کہ وہ " ایسے مضامین پر آرٹیکلز شائع نہ کریں جو شیعوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرتے ہوں"، جیسے مذہبی واجبات (حقوق شریعہ)[228]۔ بظاہر یہ تنازعہ 1961ء کے اواخر تک ختم نہیں ہوا۔ محمد اسماعیل نے اپنی طرف سے، اپنی زندگی کے آخر تک "خمس خور" علماء کے خلاف اپنے سخت گیر موقف پر ڈٹے رہے، جب کہ آخر الذکر نے اپنے موقف کے دفاع میں کئی کتب لکھیں[230]۔

اگر خمس کا تنازعہ پاکستان کے شیعوں میں فقہ جعفریہ کے دستور العمل کو بڑھانے کے لیے راسخ العقیدہ 'علماء' کی کوششوں کے لیے ایک دھچکا تھا، تو 1959ء کے بعد کے سالوں میں دینی مدارس کی تنظیم کے حوالے سے کچھ پیش رفت ہوئی۔ جامعۃ المنتظر میں مئی 1958ء کے کنونشن کی پیروی میں[231]، 1-3 اپریل 1960ء کو دارالعلوم سرگودھا کے 12ویں سالانہ اجلاس کے دوران بیشتر شیعہ مدارس کے ڈائریکٹرز کا بظاہر متفقہ نصاب کے لیے پیش رفت حاصل کرنے کے بارے میں اجلاس ہوا[232]۔ اِس نوعیت کا تیسرا اجلاس 5 جنوری 1962ء کو جامعۃ المنتظر میں منعقد ہوا، جس میں بنیادی طور پر محکمہ اوقاف کی ذیلی کمیٹی میں شیعوں کو شامل نہ کیے جانے کے خلاف احتجاج کیا گیا، جس کی ذمہ داری دینی مدارس کے نصاب کی اِصلاح کی ذمہ داری تھی[233]۔ جمعیت امامیہ لاہور میں 1962ء کے ایک اور اجلاس میں ایک مرکزی نگران ادارہ (مجلس نظارتِ شیعہ مدارسِ عربیہ) تشکیل دیا گیا، لیکن 1979ء میں وفاق المدارس الشیعہ کی تشکیل کے بعد ہی اطمینان بخش نتائج حاصل ہوئے[234]۔

اُس وقت ایوب خان کی حکومت نے سیکولر نصاب کو ترجیح دینے کی کوشش کی، جو 1950ء کی دہائی میں پہلے سے دینی نصاب کے ساتھ پڑھایا جا چکا تھا، دینی مدارس پر نافذ کیا گیا اور اپنے تدریسی عملے کو ریاستی نگرانی میں لایا گیا۔ اِن دونوں مقاصد میں سے کوئی بھی حاصل نہ ہوا۔ حکومت کے اقدام کا اثر تمام مسلم تعبیروں بشمول شیعہ دینی مدارس کی خود ساختہ تنظیم کو تیز کرنا تھا[235]۔

صرف سرٹیفکیٹ میں دلچسپی رکھنے والے طلباء[236] کے ساتھ برے تجربات کے بعد دار العلوم سرگودھا اور کچھ دوسرے شیعہ دینی مدارس نے 1959ء میں اُن تمام طلباء کے لیے جو سیکنڈری سکولز بورڈ کے امتحانات پاس کرنا چاہتے تھے پہلے دینی تعلیم مکمل کرنا لازمی قرار دیا[237]۔ تین سال کے وقفے کے بعد، جب دینی مدارس کو "مولوی فاضل" (بی اے کے مساوی) کے سرٹیفکیٹ، جاری کرنے سے روک دیا[238] تو وہ 1962ء سے شروع ہونے والے ثانوی بورڈ کو مکمل طور پر چھوڑ کر ہر قسم کے امتحانات خود منعقد کرنے کے قابل ہو گئے[239]۔

اگرچہ شیعہ دینی مدارس نئے 'علماء' کی تیاری میں سنی مدارس سے ابھی بہت پیچھے تھے، لیکن اُنہوں نے 1958ء اور 1962ء کے درمیانی سالوں میں اپنے انتہائی ضروری مسائل حل کر لیے تھے۔ وہ شیعہ علما جو 1949ء سے مدارس قائم کرنے میں پیش پیش تھے اب زیادہ پر اعتماد اور بلند حوصلہ ہو چکے تھے۔ سید صفدر حسین نجفی (1933ء-89ء)[240]، جو 1956ء سے جامعۃ المنتظر میں پڑھاتے تھے اور 1965ء میں اِس کے پرنسپل بنے[241]، جلد ہی لاہور کے چند مالدار تاجروں کی حمایت سے ایک ٹرسٹ قائم کیا، جس نے اپنا مقصد اُس مدرسے کو نجف اور قم کے عظیم شیعہ مراکز کے برابر حوزۂ علمیہ کے مرتبے تک لانا[242]۔ اگرچہ اس طرح کا بلند مقصد کئی دہائیوں بعد بھی حاصل نہ کیا جا سکا، جامعۃ المنتظر نے تیزی سے توسیع کی، اور 1971ء میں لاہور کے ماڈل ٹاؤن میں ایک بہت بڑی نئی عمارت میں منتقل ہوا[243]۔

1960ء میں دیگر مقامات بشمول راولپنڈی[244]، جھنگ[245]، لائل پور[246]، احمد پور سیال (جامعۃ الغدیر)، حیدر (مشاری العلوم) اور بہاولپور میں کئی چھوٹے شیعہ مدارس کی بنیاد رکھی گئی۔

جبکہ جامعۃ المنتظر 1971ء میں پاکستان کے شیعہ مدارس میں پہلے نمبر پر آ گئی، دار العلوم محمدیہ سرگودھا نے کم از کم 1960ء کی دہائی کے وسط تک اپنی صف اوّل کی پوزیشن برقرار رکھی۔ 1961ء سے 1971ء تک کچھ لوگ اِس کے پرنسپل محمد حسین ڈھکو (پیدائش 1932ء-2023ء)[247] کو زیادہ دانا مقامی پاکستانی شیعہ مجتہد کے طور پر شمار کرتے تھے، یہاں تک کہ مفتی جعفر حسین سے بھی برتر[248]۔ اُن کے حامیوں کے اِس طرح کے بیانات کی قدر و قیمت کچھ بھی ہو، ڈھکو کے بہت سے ہم خیال 'علماء' میں سے کوئی بھی اپنے شیعہ ہم وطنوں میں پائے جانے والے غلط عقائد اور مذہبی طریقوں میں انحرافات کا مقابلہ کرنے میں ڈھکو کے مبلغانہ جذبے کے برابر نہیں تھا۔

ذاکروں کی لالچ پرستی اور مجالس کے بارے میں اُن کی غلط روش کے خلاف بہت سے مباحثے شیعہ پریس میں 1950ء کی دہائی کے وسط سے خاص طور پر المبلغ میں شائع ہو چکے تھے[249]۔ ستمبر 1961ء کے اِس جریدے کا اداریہ خاص طور پر بے باکانہ تھا (اقتباسات):

کیا حسین کو صرف اس لیے شہید کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ مل بیٹھیں اور اُن پر گریہ و زاری کریں؟ ہر گز نہیں!

سید الشہداء نے جو کچھ بھی برداشت کیا وہ صرف اور صرف اسلام کو زندہ کرنے کے لیے تھا۔ پس اگر ہمارا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اگر ہم خدا کے حکم پر عمل کرنے سے بھاگتے ہیں تو یقیناً ہم اہدافِ حسین کے دشمن اور یزید کے افعال سے محبت کرنے والے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں اپنے آپ کو حسینی کہنے کا کوئی حق نہیں ہے......

اکثر واعظ اور ذاکرین نے مجلس خوانی کو محض ایک پیشہ بنالیا ہے اور وہ بڑی بے شرمی سے کہتے ہیں (میں نے خود سنا ہے): ”میں نہ امام ہوں، نہ نبی، نہ مبلغ، اور نہ ہی وہ ہوں جو مجلس پر ایمان رکھتے ہیں۔ میرا کام تو قصے کہانیاں اور من گھڑت بکواس سنانا محض سامعین کو خوش کرنا ہے۔“ اس طرح مبلغ شروع سے ہی مجلس کو بے معنی بنا دیتا ہے۔ کہانیوں کے بعد مصائب بیان کرنے کا فن آتا ہے[250] (جہاں پانچ منٹ کے معاملات کو پندرہ منٹ تک بڑھا دیا جاتا ہے) اور لوگوں کو خوب رُلایا جاتا ہے (یوں)؛ پھر مجلس کے بانی کو کھلے عام معاوضہ ادا کرنے کے لیے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اور اُس کے سامنے پیسے گنے جاتے ہیں...... اِسے کارِ خیر نہیں بلکہ دو گھنٹے کی محنت کی اُجرت کہا جاتا ہے۔

یہ افسوسناک اور غیر انسانی بھی ہے کہ ایسے لوگوں کو حق ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذاکر اہل بیت کہلائیں۔ کیا شہادت حسین کا مقصد یہ تھا کہ مجلس خوانی تجارت بن جائے؟...... بعض ذاکر بڑی ڈھٹائی سے جھوٹی روایات[251] بیان کرتے ہیں۔ وہ اپنے اور سامعین کے عقائد کو غلو[252] اور تفویض سے بھری روایات[253] کے ذریعے خراب کرتے ہیں۔...... ایسے لوگوں نے سامعین کا ذوق اِس حد تک بگاڑ دیا ہے۔...... کہ اگر کوئی واعظ یا عالم دین نماز، روزہ یا دیگر فرائض کی بات کرتا ہے تو وہ کھڑے ہو کر مجلس چھوڑنے لگتے ہیں...... آج کل کسی مبلغ کی کامیابی یا مقبولیت کی بنیاد علم، راستبازی، زُہد اور پرہیزگاری نہیں بلکہ مصائب کے بارے میں خود من گھڑت روایات سنا کر سامعین کو قصیدے سے ہنسانے اور حتی الامکان رُلانے کی صلاحیت پر منحصر ہے......[254]

مذکورہ بالا متن میں پیشہ ور واعظین پر تنقید کا ایک نیا پہلو شامل تھا، یعنی یہ الزام کہ وہ شیعہ عقائد کو غلو اور تفویض سے مسخ کر رہے ہیں۔ راسخ العقیدہ شیعہ علماء کے لیے اب مسئلہ مجالس کے ذریعے صرف توانائیوں اور پیسوں کا ضیاع اور بنیادی مذہبی فرائض سے غفلت کا نہیں تھا، بلکہ عقائد کی دخل اندازی سے شیعہ مذہب کے بگاڑ کا تھا، جسے مرکزی دھارے شیعہ اثنا عشری نے بطور ”انتہا پسند“ اور طویل عرصے سے توہم پرست کے مسترد کر دیا تھا۔ اس طرح کے عقائد اہل بیت سے منسوب متعدد مافوق الفطرت خصوصیات کے گرد مرکوز ہیں، جیسا کہ مٹی کی بجائے نور سے اُن کی تخلیق، اُن کی ہر جگہ موجودگی اور علم لدنی اور اُنہیں خدا کی بعض صفات کی عطائیگی (تفویض) نیز مذہبی عمل میں اُن کے لیے عزت و احترام کی کچھ صورتیں، جیسا کہ اذان میں علی ولی اللہ کا اضافہ، سلام میں یا علی مدد کا اظہار کرنا اور دعاؤں میں ائمہ سے اِستمداد[255]۔ پیشہ ور واعظین پر الزام لگا کہ وہ مقبولیت کی خاطر شیعہ عوام میں اِس طرح کے عقائد پھیلا رہے ہیں، کیونکہ یہ چیز عام شیعہ مومنین کی عزتِ نفس کو خوش آئند خیالات کے ساتھ خوش کرتی ہے کہ وہ اپنے ائمہ کے اختیارات کے بارے میں ممکنہ طور پر بلند ترین عقیدہ رکھیں۔

اِس کے برعکس جو لوگ عراق اور ایران کے دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہوئے تھے، بنیادی طور پر فقہ کے سوالات اور اُن مدارس میں پڑھائے جانے والے دینی فرائض کے درست دستور العمل میں دلچسپی رکھتے تھے۔ 1950ء کی دہائی کے اوائل سے شیعہ حدیث، فقہ اور عقائد کی قدیم کتب کا اردو میں ترجمہ کرنے اور انہیں پاکستان میں شائع کرانے کے عزائم موجود تھے[256]۔ یہ ضرورت اس لئے بھی زیادہ محسوس کی گئی کیونکہ ذاکرین اور پیشہ ور واعظین کے ذریعے شیعہ عقائد کی غلط تفہیم پھیلتی نظر آ رہی تھی۔ اس سلسلے میں ایک اہم سنگ میل شیخ ابن بابویہ الصدوق کی کتاب ”عقائد مذہب الشیعہ“ کا ترجمہ تھا جسے سید منظور حسین بخاری (سرگودھا) نے محمد حسین ڈھکو کی مفصل شرح کے ساتھ 1964ء میں ”احسن الفوائد فی شرح العقائد“ کے عنوان سے شائع کروایا[257]۔ اس کتاب کے ذریعے ڈھکو نے ایک ایسے بحث کی بنیاد ڈال دی جو تین دہائیوں سے زائد عرصے بعد بھی جاری رہی۔ انہوں نے شیعہ ائمہ اور دیگر موضوعات پر ”صحیح عقائد“ کے بارے میں اپنے

خیالات کو واضح انداز میں پیش کیا، جبکہ اِس کے ساتھ ہی اُس وقت پاکستان میں اکثر مبلغین کی طرف سے پھیلائے جانے والے غلو اور تفویض کے بارے میں اپنی تردید میں کوئی نرمی نہ برتی[258]۔

ڈھکو کی کتاب کو بہت سے راسخ العقیدہ 'علماء' اور دینی مدارس کے اساتذہ کی جانب سے خوب پذیرائی حاصل ہوئی لیکن قدرتی طور پر اُن لوگوں نے اِسے مسترد کر دیا جو اُن کی تنقید کا نشانہ تھے۔ اس کے خلاف کئی ردعمل میں جوابات لکھے گئے، جن میں جھنگ کے دوسر کردہ علماء، سید ضمیر الحسن نجفی[259] اور سید محمد عارف نقوی[260] کی طرف سے خاص طور پر ردعمل لکھا گیا۔ ڈھکو پر جو بنیادی الزام لگایا گیا وہ یہ تھا کہ وہ ائمہ کی حیثیت کو کمتر کر رہا ہے، اور ڈھکو اور اُن کے حامیوں کے لیے مقصر[261] اور قشری علماء[262] جیسے تحقیر آمیز القابات ایجاد کیے گئے۔ جلد ہی اُن پر "وہابی" عقائد کی تبلیغ کا الزام بھی لگایا جانے لگا۔ علماء کے نام نہاد "ڈھکو گروپ" کے لیے "وہابی شیعہ" کی مضحکہ خیز اصطلاح اگلی کئی دہائیوں میں استعمال ہوتی رہی، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی شیعوں کے ایک طبقے کے درمیان اندرونی تنازعہ کس حد تک نچلی سطح تک پہنچ چکا تھا[263]۔

اکتوبر 1965ء سے شروع ہو کر، ڈھکو کا اگلا اقدام ذاکروں اور اُن 'علماء' کے خلاف منظم طریقے سے ہمہ جہت حملہ کرنا تھا جنہوں نے تبلیغ کا اپنا انداز اپنایا تھا۔ المبلغ میں ایک سال سے زائد عرصے میں اصلاح المجالس والمحافل کے عنوان سے شائع ہونے والے مضامین کے سلسلے میں انہوں نے مجالس کے فوائد کی وضاحت کی جو صحیح طریقے سے منعقد کی گئی تھیں، لیکن شیعہ برادری کی جانب سے پاکستان بھر میں کسی بھی مذہبی عبادت کی حیثیت سے باقاعدہ منعقد ہونے والی اکثر مجالس کی تردید کی[264]۔ اُن کا بنیادی استدلال یہ تھا کہ......

کسی بھی عمل کو----عبادت نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ اُسےخلوص نیت کے ساتھ انجام نہ دیا جائے، یعنی عبادت کا عمل ہر فاسد دنیاوی مقاصد سے پاک ہونا چاہیے... اخلاص (خلوص) عبادت کی وہ روح ہے جس کی موجودگی میں کوئی عمل اتنا قیمتی ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی پیمانہ نہیں، اور جس کی عدم موجودگی میں عمل اس قدر کمتر ہو جاتا ہے کہ وہ بالکل بے کار ہو جاتا ہے...

لہٰذا مجالس و محافل میں رونے اور دوسروں کو رُلانے کا ثواب اور آخرت میں اُن کو مال خرچ کرنے کا ثواب صرف اُسی صورت ملے گا جب ایسا عمل ہر ناپاک ذاتی غرض کی آلودگی سے پاک ہو اور صرف خدا، رسول اور پاکیزہ ائمہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا گیا ہو۔ ورنہ یہ عمل بے خوشبو کاغذی پھول، روح کے بغیر جسم اور بے جان ڈھانچے کی مانند ہوگا ----

مَیں دِلّی دُکھ کے ساتھ یہ تلخ حقیقت بیان کرنے کا پابند ہوں کہ موجودہ دَور میں ... مجالس میں بولنے اور سننے والوں (بانیان سمیت) میں سے اکثر میں اِس ا س اخلاص سے محروم ہیں۔ اس تلخ سچائی کو ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل یا ثبوت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بالکل واضح ہے، لیکن چونکہ بعض ہٹ دھرم لوگ بغیر دلیل اور ثبوت کے ایک صریح سچ کو بھی تسلیم نہیں کرتے، اس لیے میں کچھ وضاحتیں پیش کروں گا تاکہ اُن کو تسلی ہو جائے----۔[266]

پاکستان میں زیادہ تر مذکورہ مذہبی تقریبات کے لیے خلوص (اِخلاص) کی شرط کو مسترد کرنے کے لیے ڈھکو کے دلائل درج ذیل تھے:

1) یہ حقیقت کہ مجلس خوانی کے لیے ادائیگیاں قبول کی جاتی تھیں؛ اُن کا خیال تھا کہ جو شخص ادائیگی کے لیے مجلس منعقد کرتا ہے اس کے پاس "کچھ بھی ہو سکتا ہے، لیکن اخلاص نہیں"؛ یہاں تک کہ اگر ایسی ادائیگیاں جائز ہوں، جیسا کہ بعض 'علماء ' نے دعویٰ کیا ہے، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وصول شدہ فیس کے علاوہ کوئی ثواب ہوگا [267]۔

2) مجالس میں فلمی انداز کے گانے بجانے کا رواج [268]۔

3) مقامی انجمنوں کے درمیان سب سے پرتکلف مجالس کی دوڑ؛ نتیجتاً ایک ہی جگہ بہت زیادہ مجالس کا انعقاد، جس سے وسائل کا ضیاع اور دیگرمذہبی فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ [269]۔

4) مجالس کا نمائش اوردوسروں کو ذلیل کرنے کے لیے انعقاد؛ سٹیج کی مبالغہ آمیز سجاوٹ اور ذاکروں کی شاندار پوشاک مجالس کو محافل کی شکل دیتی ہے اور عزاداری کے اصل مفہوم کو مجروح کرتی ہے [270]۔

5) مجالس کے بانی مخلص واعظین اور اسلامی احکامات پر عمل نہ کرنے والے میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ ذاکروں نے،اپنی طرف سے، اپنےخطبات میں بانی کی نمائشی تعریف شامل کرتے ہیں [271]۔

6) ایسےواعظ اور ذاکر جو سچی مگر سادہ کہانیاں سناتے ہیں،انہیں مجلس خوانی میں مدعو نہیں کیا جاتا ۔ سامعین ہمیشہ دلچسپ بیان اور مبالغہ آرائی کے طلبگاررہتے ہیں [272]۔

7) واعظ و ذاکر مناسب مذہبی شرائط کے بغیر "جنت کے ٹکٹ" کا وعدہ کرتے ہیں [273]۔

حیرت کی بات نہیں، کہ ڈھکو کی سخت تنقید سے متاثرہ حلقوں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلے ہی مارچ 1966ء میں اُنہوں نے اپنی سیریز" اصلاح المجالس والمحافل" کے ردعمل کا حوالہ اِن الفاظ کے ساتھ دیا:

کچھ لوگ حقیقت کے سامنے آنکھیں بند کر چکے ہیں اور میرے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہے؛ کچھ لوگ خوفِ خدا کے بغیر مجھ پر بے بنیاد اِلزامات لگا رہے ہیں؛ دیگر لوگ جواب الجوابات کی تیاری میں مصروف ہیں... کچھ دوست مجھے مضامین کا سلسلہ بند کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں... اگر یہ لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ مَیں اُن کی احمقانہ چالوں سے ڈر کر اپنا اِصلاحی مشن چھوڑ دوں گا اور اُن کے جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنا مقصد ترک کر دوں گا؛ تو پھر اُنہوں نے مجھے غلط سمجھا ہے۔ یہ چیزیں میرے لیے غیر متوقع نہیں ہیں؛ بلکہ مَیں نے یہ کام ایسی مشکلات

اور مصائب کی توقع کرتے ہوئے شروع کیا تھا... [274]

دوسری طرف، ڈھکو نے ایک بار پھر اِس بات کی تردید کی کہ وہ معمولاً ذاکروں کے خلاف ہیں، اس بات پر اصرار کرتے ہوئے کہ وہ اُن کے خیر خواہ ہیں اور صرف اُن کی کچھ موجودہ خرابیوں کو دور کرنا چاہتے ہیں[275]۔ تاہم، اس سے پاکستان میں مجالس کی صورتحال اور" ذاکری کاروبار" پر اُن کے حملوں کو اُن کے مخالفین کی نظر میں کم قابل اعتراض نہیں بنایا جا سکا۔ اُن کے خلاف مہم کی قیادت محمد بشیر انصاری، محمد اسماعیل، مرزا یوسف حسین اور ضمیر الحسن نجفی کر رہے تھے[276]۔ ڈھکو اُن 'علماء' اور دیگر لوگوں پر الزام لگاتے تھے جو 1947ء کے بعد ہندوستان سے پاکستان ہجرت کر آئے تھے اُنھوں نے ہمیشہ ملک میں دینی مدارس کے قیام کی مخالفت کی کیونکہ وہ مذہبی تعلیم پر اپنی اجارہ داری کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اُن کے مطابق، وہ پاکستان کے شیعوں کو" سونے کی کان سمجھتے تھے، جس سے وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ بھرتے تھے" لیکن اُنھوں نے بہت ضروری پیش نمازوں اور علمائے کرام کی تربیت کے فروغ کے لیے دوسرے مذہبی افعال کی تشکیل کیلئے کچھ نہیں کیا[277]۔ اس طرح کا دعویٰ یقیناً مبالغہ آرائی پر مبنی ہے، کیونکہ مذکورہ "علماء" اور ڈھکو کے بعض دیگر مخالفین نے خود دینی مدارس کی بنیاد رکھنے میں حصہ ڈالا تھا لیکن یہ بالکل غلط بھی نہیں تھا[278]۔ درحقیقت، وہ لوگ جنہوں نے غلو کے خلاف ڈھکو کی مذہبی جنگ کی مخالفت کی تھی وہ" اساتذہ" (معلمین) کا تحقیر آمیز انداز میں حوالہ دیتے تھے[279]۔

1967ء کے اوائل میں ڈھکو نے اپنی سب سے اہم کتاب" اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" کی اشاعت کے ساتھ ایک قدم آگے بڑھایا۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کے احسن الفوائد (اوپر ملاحظہ کریں) کی مخالفت کرنے والوں کے لیے جواب الجواب تھی، بلکہ ائمہ وانبیاء، اُن کے معجزات اور اُن کی خاص صفات کے بارے میں راسخ العقیدہ شیعہ اثنا عشری مذہب کے عقائد کا مجموعہ تھی، جو سرکردہ شخصیات نے ایک ہزار سال پہلے بیان کیے تھے[280]۔ اِس کا تیسرا باب تفویض کے رَد سے متعلق ہے[281]، جب کہ اِس کا نواں باب خاص طور پر اُن پر اور اُن کے حامیوں پر لگائے جانے والے" وہابیت" کے الزام کی تردید کے لیے مختص کیا گیا ہے، جس میں وہابیت اور شیعیت کے درمیان فرق کو واضح کیا گیا تھا[282]۔ لیکن سب سے زیادہ متنازعہ کتاب کا آخری باب تھا، جس کا آغاز درج ذیل بیان (اقتباسات) سے ہوا:

تردید کرنے کے بعد ... بعض شیعہ علماء پر وہابیت کا الزام ... اب مناسب ہے کہ انکشاف کر دیا جائے ... ایک تلخ اور چُھپی ہوئی حقیقت یعنی وہ پیشہ ور خطیب جو شیعہ علماء اور مُحقّقین[283] کو مُقصّر یا "وہابی" قرار دے رہے ہیں، اور وہ (ظاہری) مومنین جو اُن کے جھوٹ کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں، وہ مفاوضہ[284] اور شیخیہ[285] کے باطل عقائد کو تھامے ہوئے ہیں اور اُن کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ کے ساتھ، وہ لوگ جن کے نظریات اور عقائد کو آج کل شیعہ مذہب کے طور پر سمجھا اور قبول کیا جاتا ہے وہ اہل بیت کے مذہب کی پیروی نہیں کر رہے ہیں بلکہ مفاوضہ کی پیروی کر رہے ہیں جس کی قیادت شیخ احمد احسائی کر رہے تھے[286]۔ متعدد عظیم شیعہ علماء نے شیخیہ پر کفر کا الزام لگاتے ہوئے اُن کے خلاف فتوے صادر کیے ہیں۔

یہ بگڑے ہوئے عقائد ہمارے ملک تک کیسے پہنچے، اور انہوں نے ہمارے سادہ لوح عوام کو کیسے متاثر کیا؟ ... یہ ایک طویل اور دردناک کہانی ہے ... تقریباً 50-60 سال پہلے کچھ مشہور واعظین نے منبر سے یہ عقائد پھیلائے تھے[287]، اگرچہ لاہور اور لکھنؤ کے کچھ مشہور ذمہ داران نے ... ان کی جتنی مرضی مزاحمت کی کوشش کی ... لیکن اکثر 'عوام ' نے ان 'علماء ' کی بروقت آواز پر توجہ نہیں دی... پھر اُن واعظین کی زندگی میں یا اُن کی وفات کے بعد اُن کے بعض ہونہار شاگردوں نے طویل عرصے تک تقاریر اور آرٹیکلز کے ذریعے اُن کے عقائد کو پھیلایا۔ اُن عقائد کی جانبدارنہ کچھ مشہور کتب بھی شائع ہوئیں اور اُنہیں واعظین اور ذاکروں اور عوام نے بآسانی قبول کیا[288] اور عوام کو خوش کرنے کی کوشش کی، زیادہ تر نام نہاد واعظین نے ایسے عقائد کو مزید رنگ دیا (مطابق متن)۔ اِس طرح یہ نظریات اور عقائد رفتہ رفتہ قبول ہوتے گئے اور شیعہ مذہب کے حقیقی عقائد نظروں سے اوجھل ہوتے گئے ...[289]

کتاب کا اختتام شیخیہ فرقے کے عقائد- جیسے تفویض، ہمہ جائی (ہر جگہ موجودگی) اور ہمہ گیریت (ہر چیز کا علم) کے ایک مختصر جائزے پر ہوا[283] ۔ اپنے اِس نئے الزام کے ساتھ، ڈھکو نے خود راستی کے ضدی پن کے ساتھ اپنے مشن کے تعاقب میں ایک بار پھر پاکستان میں شیعہ راسخ الاعتقادی اور عام لوگوں کے درمیان تنازعہ کھڑا کر دیا[291] ۔ اصول الشریعہ کے 1972ء کے دوسرے ایڈیشن کے وقت تک، محمد حسنین سابقی[292]، محمد بشیر انصاری[293]، مرزا یوسف حسین[294]، سید محمد عارف نقوی[295]، اور بعض دیگر 'علماء'[296] نے اس کتاب کے جواب الجوابات لکھے۔ ڈھکو کے نظریات کے ردّ میں سب سے شدید ردِ عمل مولانا انصاری کا تھا۔ اپنی کتاب " حقائق الوسائل " میں اتنی دُور چلے گئے کہ انہوں نے ڈھکو اور اُن کے پیروکاروں کو نواصب[297] اور اہل بیت کا دشمن قرار دیتے ہوئے اُن کی شہادتوں کو قبول کرنے، اُن کے پیچھے نماز پڑھنے اور اُن کے تصرف کیلئے زکوٰۃ ادا کرنے یا اُن کے ذبح کردہ جانوروں کا گوشت کھانے کو حرام قرار دیا[298]۔

ڈھکو کا یہ عقیدہ کہ پاکستان میں شیعہ مذہب کو بدعتی اور توہم پرستی کے عناصر سے پاک کرنے کی ضرورت ہے، 1960ء کی دہائی میں بہت سے علماء میں مقبول تھا، جن میں مفتی جعفر حسین اور زیادہ تر شیعہ دینی مدارس کے منتظمین شامل تھے[299]۔ اگرچہ ان میں سے کچھ نے بعد میں راسخ العقیدہ شیعہ عقائد کے دفاع میں کتابیں بھی لکھیں، لیکن تقابلی موقف کا کوئی بھی عالم' ڈھکو' جتنا پرجوش نہیں تھا اور نہ ہی طاقتور واعظین سے براہ راست ٹکر لینے کو تیار تھا۔ تنازعہ کسی بھی طرح فقط علمی نہیں تھا، بلکہ " ڈھکو گروپ " کے 'علماء' کو مساجد سے نکالے جانے اور اُن کے خطبات کا بائیکاٹ کرنے یا اُن پر جسمانی طور پر حملہ کرنے کا خطرہ تھا۔ 1970ء کی دہائی کے اوائل میں یہ اپنے عروج کو پہنچ گیا، جب کچھ ممتاز 'علماء' کم و بیش کھل کر شیخیہ مکتبہ فکر سے وابستہ ہو گئے[300]۔ اگرچہ بعد میں یہ رجحان شیعہ عوام میں غیر مقبول ہو گیا، لیکن راسخ العقیدہ علماء موجودہ دَور تک ذاکروں اور مقبول واعظین کی بالادستی ختم نہیں کر سکے۔ ڈھکو بنیادی طور پر تنہا مذہبی جنگجو رہے، جنہوں نے بعد کے سالوں میں حتیٰ کہ اپنے بہت سے سابق حامیوں کو بھی خود سے دلبرداشتہ کر دیا[301]۔

حیران کن بات یہ ہے کہ پاکستان کے شیعوں کے درمیان مذہبی عقائد و رسومات کے سوالات پر تلخ اختلافات، جو 1965ء سے

1968ء کے سالوں میں منظر عام پر آئے، انہی سالوں کے دوران شیعہ گروہی مطالبات کی تحریک کو زیادہ متاثر نہیں کیا۔ سید محمد دہلوی بظاہر اس تنازعہ میں کبھی فریق نہیں بنے[302]۔ ایک طرف، وہ مرزا یوسف حسین کے ساتھ قریبی تعلق رکھتے تھے، جو ڈھکو کے اہم مخالفوں میں سے ایک تھے، اور یہاں تک کہ ڈھکو کے ایسے سخت گیر مخالفین جیسے محمد بشیر انصاری اور محمد اسماعیل وقت کے ساتھ ساتھ دہلوی کی تحریک کا حصہ بن گئے[303]۔ دوسری طرف، ڈھکو نے خود بھی تحریک مطالبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا[304]، اور دہلوی کے کچھ قریبی ساتھی جیسے سید مشتاق حسین نقوی اور سید جمیل حسین رضوی ڈھکو کے حامی تھے[305]۔ دارالعلوم سرگودھا، اپنی طرف سے، ابھی تک نواب قزلباش کی حمایت کر رہا تھا جب کہ اُنہوں نے دہلوی سے تقریباً مکمل طور پر علیحدگی اختیار کر لی تھی[306]۔

بظاہر وہ واعظین اور ذاکرین جنہوں نے اہل بیت کے بارے میں مبالغہ آمیز خیالات کا پرچار کیا، اُن کا بھی پاکستان میں شیعہ اور سنی کے درمیان خلیج کو وسیع کرنے میں بڑا حصہ تھا۔ اگرچہ یہ کوئی نئی پیشرفت نہیں تھی، لیکن اِس نے 1960ء کی دہائی کے وسط سے ڈھکو اور دوسرے راسخ العقیدہ شیعہ 'علماء' کے چیلنج کے جواب میں لکھی جانے والی متعدد کتابوں اور پمفلٹس کے ساتھ تقویت ملی۔ ڈھکو اور اُن کے حامیوں کو "وہابی شیعہ" کہنا ایک سخت زیادتی تھی، لیکن یہ پاکستان میں شیعہ مذہبی شناخت کی ہر قیمت پر حفاظت کی دیگر کوششوں کے ہم آہنگ تھا۔

شیعہ مطالبات کی باضابطہ منظوری کی جانب

1966ء سے 1968ء تک کے سالوں میں پاکستان میں شیعہ گروہی تحریک عروج پر پہنچ گئی، جس کی مثال 1979ء کے ایرانی انقلاب کے بعد کے عشرے تک نہیں ملتی۔ یہ تحریک مکمل طور پر مقامی تھی اور پاکستان کی چھ دہائیوں کی تاریخ میں شیعہ حقوق مساوات کے لیے چلائی گئی پہلے یا بعد کی تمام مہمات سے زیادہ کامیاب رہی، اگرچہ 1968ء کے آخر میں حاصل ہونے والی مراعات کو نافذ ہونے میں کچھ مزید سال لگ گئے اور بعد میں بتدریج اِنہیں واپس لے لیا گیا۔ 196ء-68ء کی شیعہ تحریک ایوب خان کی حکومت کے آخری سالوں کے دوران شدید سیاسی ہلچل کے پس منظر میں رونما ہوئی لیکن وہ خالصتاً مذہبی اور گروہی مسائل تک محدود رہی۔

پہلے ہی 1965ء کے دوسرے نصف میں، سید محمد دہلوی کے حامیوں نے متعدد قصبوں اور اضلاع میں شیعہ مطالبات کمیٹیاں (SMCs) قائم کر لی تھیں[307]۔ APSC اور ITHS کے درمیان مستقل رقابت، اور اُن رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہوئے جو دونوں تنظیموں کی کچھ سرکردہ شخصیات نے سراسر حسد کی بنا پر اُن کی تحریک کے راستے میں ڈالی تھیں، دہلوی نے 1966ء کے اوائل میں مکمل طور پر APSC اور ITHS کو سائیڈ لائن کرتے ہوئے SMC کو ایک نئی ملک گیر تنظیم میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جنوری 1966ء کے بعد سے شیعہ جرائد میں متعدد اپیلیں شائع ہوئیں جس میں ہر شہر، ضلع اور گاؤں میں قابل ذکر شیعہ موجودگی کے ساتھ SMC کی تشکیل اور کراچی میں سید محمد دہلوی سے رابطہ قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا[308]۔ خاص طور پر ایک جذباتی اپیل SMC لاہور نے رضا کار میں شائع کی۔ پاکستان کے لیے شیعوں کی خدمات اور مسلمانوں کے اتحاد کے ساتھ ساتھ "تین مطالبات" کی وضاحت کے بعد، یہ کہا گیا (اقتباسات):

اے عظیم [شیعہ] قوم! یہ مطالبات ہمارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں۔ اگر آج ہم نے ذرہ بھر بھی غفلت کا مظاہرہ کیا تو ہم خدا اور اس کے پیغمبر اور ائمہ اور آنے والی نسلوں کی لعنتوں کے مستحق ٹھہریں گے---

کرخ کا محلہ[309]، بغداد کی دیواریں، کوفہ کا بازار اور دمشق کا دربار اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم حق کی آواز بلند کرتے ہوئے کسی طاقت سے خوف نہیں کھایا۔ نجف، کاظمین، سامرہ، مشہد اور کربلا اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم مارے جا سکتے ہیں لیکن مِٹائے نہیں جا سکتے۔ دنیا میں کسی قوم نے بھی اپنے عقائد کی حفاظت کے لیے اتنی قربانیاں نہیں دی ہیں جتنی ملت جعفریہ نے دی ہیں۔ ہمارے ائمہ کا خون، ہمارے علماء کا خون، ہماری قوم کا خون کس لیے بہایا گیا؟ صرف اس لئے کہ ہمیں اپنے عقائد و نظریات کے مطابق جینے کی آزادی ملے۔

آج بھی ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ ہمیں مکمل مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ ہمیں اپنی نوجوان نسل کو اپنے عقائد کے مطابق دینی تعلیم دینی ہے۔ ہم نے اپنے قانونی (شرعی) اور مذہبی معاملات کا فیصلہ فقہ جعفریہ کے مطابق کرنا ہے۔ سید الشہداء کی عزاداری پر کوئی پابندی نہیں

ہونی چاہیے۔

اے عظیم [شیعہ] قوم! اِس وقت ہماری قوم کو اتحاد، تنظیم اور مرکزیت کی اشد ضرورت ہے۔ تفرقہ اور انتشار ہمارے مطالبات کے لیے ایک مہلک زہر ہے اور ناقابل معافی جرم ہے۔ پوری قوم کو مضبوط بنیادوں کے ساتھ ایک غیر متزلزل چٹان کی طرح حمایت میں کھڑا ہونا چاہیے، تمام اختلاف اور تفرقہ کو کُچل دینا چاہیے اور کسی بھی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔۔۔۔[310]

بظاہر اس طرح کی اپیلوں کو قابل ذکر فوری کامیابی ملی، جو کہ 194ء-49ء میں ITHS کی ابتدائی کامیابی کے مترادف ہے[311]۔

جب کہ پرانی تنظیموں کے متعدد کارکن اب بھی APSC کو ITHS کے ساتھ ضم کرنے کے طریقوں اور ذرائع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے، ITHS کے زیادہ تر ارکان نے صرف سید محمد دہلوی سے اپنی وفاداری تبدیل کی اور اپنے آبائی شہروں میں SMC کی شاخیں قائم کر دیں۔ ITHS کے چیئرمین سید مبارک علی شاہ نے خود 10 مارچ 1966ء کو اعلان کیا کہ وہ دہلوی کی نئی تنظیم کے ساتھ APSC اور ITHS دونوں کو منسوخ سمجھتے ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ وہ "سب سے ادنیٰ رضا کار کے طور پر اپنی قوم کی خدمت کرنے" پر فخر محسوس کریں گے[312]۔

ITHS کے سیکرٹری جنرل شمسی کا رویہ کافی مختلف تھا۔ 1966ء کے وسط تک وہ SMCs کے یکسر مخالف ہو گئے تھے کیونکہ وہ اُن کے خود ساختہ قائدانہ کردار کے لیے خطرہ بن گئی تھیں[313]۔ APSC کے صدر قزلباش، جو خود اب بھی مرکزی SMC کے رکن تھے، نے دہلوی کو براہ راست چیلنج کرنے سے گریز کیا لیکن ایک شیعہ گروہی رہنما کے طور پر اپنے کردار کو تقویت دیتے رہے، جس کی مدد اُن کے سیکرٹری جنرل شائق امبالوی اور اُن کے جریدے اسد نے کی[314]۔

مئی 1966ء میں المبلغ نے SMCs کے فرائض و ذمہ داریوں کی ایک ابتدائی فہرست شائع کی، جس پر باقاعدہ قوانین کی منظوری تک عمل کیا جانا تھا۔ SMCs کو مرکز کے فیصلوں اور اپیلوں کی تشہیر کرنی چاہیے تھی، بلکہ مقامی سطح پر اپنے طور پر اقدامات بھی کرنے تھے، مثال کے طور پر عزاداریٔ میں کسی بھی رکاوٹ کے خلاف اقدام کرنا تھے۔ اُن سے یہ بھی ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی جگہ پر شیعہ طلباء کے لیے ہفتہ وار کم از کم ایک گھنٹہ مذہبی تعلیم کا اہتمام کریں، اگر ممکن ہو تو دینی مدارس قائم کریں، اور چھوٹے بچوں کو اپنے گھروں میں روزانہ کم از کم دس منٹ دین کی تعلیم دیں۔ SMCs کے لیے رکنیت فیس مقامی طور پر مقرر کی جانی چاہیے جس میں جمع کیے گئے دو تہائی فنڈز کو مقامی ضروریات اور ملک گیر میٹنگز کے سفری اخراجات کے لیے استعمال کیا جائے۔ ایک تہائی لاہور میں ایک اکاؤنٹ میں بھیجا جائے جو رضا کار اور شیعہ کے مدیران اور علی احمد خان جعفری کے زیر انتظام تھا[315]۔

اس دوران شیعہ مذہبی زندگی کے لیے کچھ نئی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ محرم 1386ھ (22 اپریل تا 21 مئی 1966ء) سے پہلے، انتظامیہ کی جانب سے محرم کے دوران مغربی پاکستان کے بعض اضلاع میں متعدد شیعہ اور سنی علماء کے داخلے پر پابندی کا اعلان کیا گیا۔ یہ نیا طریقہ کار، جس کا اِطلاق تب سے پاکستان میں ہوتا رہا ہے[316] ظاہری طور پر فرقہ وارانہ کشیدگی کے خلاف ایک متوازن احتیاطی اقدام تھا لیکن شیعہ خود کو زیادہ نقصان اُٹھانے والے محسوس کرتے تھے، کیونکہ اُن کی مجالس کی منصوبہ بندی بہت پہلے ہوتی تھی اور ان تقریبات میں معروف

مقررین کا متبادل تلاش کرنا عموماً مشکل تھا۔ بہت سے کیسز میں ممتاز مقررین پر پابندی لگ جاتی تو مجالس کو منسوخ کرنا پڑتا۔ اس کے علاوہ، بعض اضلاع میں بعض 'علماء' کو بولنے سے منع کرنے کی منطق مبینہ" جنونیت" یا "علمی کمزوری" کی بنا پر مخصوص اضلاع میں خطاب سے روکنے کی مطنق پر حق بجانب سوال اٹھایا گیا، جب کہ ملک کے دیگر حصوں میں اُنہی افراد کو قابل اعتراض نہیں سمجھا گیا[317]۔ ایک اور شکایت شیعہ مساجد کی تعمیر میں بڑھتی ہوئی رکاوٹوں سے متعلق ہے۔ 1966ء تک یہ عادت بن چکی تھی کہ جہاں بھی شیعہ اپنی مساجد بنانا شروع کرتے، وہاں کچھ مقامی سنی ایسے منصوبوں کے خلاف "تحریک شروع" کر دیتے تھے، اور بہت سے کیسز میں انتظامیہ نے" امن عامہ کی حفاظت" کے لیے تعمیراتی اجازت نامے روک لیے تھے[318]۔

27-28 اگست 1966ء کو ملتان میں منعقدہ" آل پاکستان شیعہ مطالبات کنونشن" SMC تحریک کے لیے ایک اہم سنگ میل ثابت ہوا۔ اس موقع پر اب تک قائم کردہ SMCs کے تقریباً ایک ہزار مندوبین نئی تنظیم کو باضابطہ شکل دینے اور مستقبل کے عمل پروگرام کے بارے میں مشاورت کے لیے جمع ہوئے[319]۔ افتتاحی خطاب سید عبدالجلیل شاہ گردیزی نے کیا، جس میں گردیزی خاندان کے بیشتر افراد کی طرف سے SMC تحریک کو دی گئی مکمل حمایت کی تصدیق کی گئی[320]۔ سید محمد دہلوی، جنہوں نے چھ ہفتے قبل اپنے خلاف اُٹھائے جانے والے اَن گنت اعتراضات سے اپنی" ذہنی کرب" کا اعتراف کیا تھا[321]، ایک بار پھر اپنے کلیدی خطاب میں اپنی تحریک کے مقاصد کو یاد دلایا۔ الگ دینیات کے حق میں اُن کے دلائل قابل ذکر تھے:

ہمارے تین مطالبات --- اتنے بےضرر ہیں کہ کوئی متوازن اور حساس فرد اُن کی معقولیت پر شک نہیں کر سکتا اور اگر کوئی اختلاف کرتا ہے تو صرف اِس وجہ سے کہ وہ پوری طرح باخبر نہیں ہے۔ اِن مطالبات کا ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے درمیان تصادم کا کوئی خطرہ ہے۔ کبھی کبھی مَیں یہ دلیل سنتا ہوں کہ اگر الگ الگ دینیات متعارف کرائی گئی تو دونوں مسالک [سنی اور شیعہ] کے درمیان زیادہ رکاوٹ پیدا ہو گی اور اس کا بچوں کی ذہن سازی پر منفی اثر پڑے گا۔ یہ تجربے سے متصادم ہے اور سچائی سے بہت دور ہے... جب بچوں کو اُن کے گھروں میں ایک چیز اور اسکولوں میں کچھ اور سکھایا جاتا ہے تو عقائد کا جھگڑا اور تصادم پیدا ہوتا ہے... کیونکہ ہر شخص اپنے مذہب سے بہت لگاؤ رکھتا ہے اور اپنے عقیدے کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس کی زندہ مثال وہ احتجاج تھے، جو عیسائی مشنری سکولوں کے خلاف اُس وقت کیے گئے جب وہ ابھی بائبل پر سبق دے رہے تھے... یقیناً پاکستانی مسلمانوں نے یہ قبول نہ کیا کہ اُن کے بچے عیسائی عقائد سیکھیں... چونکہ عقیدے کے سوالات بہت حساس ہوتے ہیں، اس لیے آپ خود فیصلہ کریں کہ ایک فرقہ کب تک یہ برداشت کر سکتا ہے کہ اُس کے بچوں کو وہ کچھ پڑھایا جائے جو اُس کے عقائد کے خلاف ہو، اور اُن کے ذہن جو کاغذ کی سفید شِیٹ کی طرح ہیں، دوسروں کے عقائد اور تعلیمات کے ساتھ مُنقّش ہوں۔ اس لیے تنازعہ ہمیشہ مخلوط دینیات سے آتا

ہے نہ کہ علیحدہ تعلیم سے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر شیعوں کو خلوص اور عقیدت کے ساتھ علیحدہ علیحدہ دینیات سیکھنے کا موقع دیا جائے تو دین و ملت کی بہت بڑی خدمت ہو گی جس کے لیے پاکستان کے عوام ہمیشہ اُن کے شکرگزار رہیں گے۔ اِس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ سُنی اور شیعہ کے درمیان مزید فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا نہیں دی جا سکے گی، کیونکہ ہر پاکستانی یہ سمجھے گا کہ ہمارا ایک خدا، ایک نبی اور ایک قرآن ہے۔۔۔[322]

اُن کی دلیل کا آخری حصہ شاید پوری طرح سے قابل یقین نہ ہو، لیکن دینیات کے بارے میں دہلوی کے خیالات سے دیوبندی عالم مفتی محمد شفیع بھی اصولی طور پر متفق تھے (نیچے ملاحظہ کریں)۔
اپنے خطاب کے اختتام پر دہلوی نے ایوب خان کو یاد دلایا کہ اُنھوں نے خود شیعہ مطالبات کو "معقول" قرار دیا تھا، اور انہوں نے شیعوں کو یہ تاثر دینے سے خبردار کیا کہ پاکستان اُن سے" صرف قربانیاں اور ٹیکس وصول کرتا ہے" اور بدلے میں کچھ نہیں دیتا۔[323]
سید ابن حسن جارچوی کی جانب سے ملتان کو ایک نادر سپاس نامہ بھیجا گیا جو علالت کی وجہ سے کنونشن میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ SMCs کے ذریعے شیعوں کی بیداری کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

معصوم اور سادہ لوح (شیعہ) لوگ عرصہ دراز سے پیروں، فقیروں، وزیروں(منسٹرز)، امیروں(سرداروں)، عُلماء اور ذاکروں کا شکار رہے ہیں اور اب اِس قدر مغلوب(مظلوم) ہیں کہ پورا ملک ایک عظیم امام بارگاہ کی مانند دکھائی دیتا ہے جہاں ہم سب اپنے مصائب کی خاطر ماتم کر رہے ہیں[324]۔

رحیم یار خان سے ایڈووکیٹ شیخ محمد عبدالعزیز اختر نے تمام SMCs کے لیے مسودۂ قانون تیار کیا تھا، اور اُن پر نظرثانی کے لیے سید علی حسین شاہ گردیزی کی سربراہی میں 24 رکنی کمیشن تشکیل دیا گیا تھا[325]۔ نجم الحسن کراروی (دینیات)، سید اسرار حسین (اوقاف) اور سید علی شاہ بخاری (عزاداری) کی سربراہی میں" تین مطالبات" کے لئے تین ذیلی کمیٹیاں بھی بنائی گئیں[326]۔ سید محمد دہلوی نے سرکاری افسران سے رابطے کیلئے خود ایک چودہ رکنی" رابطہ کمیٹی" کی سربراہی کی جس میں خاص طور پر نواب قزلباش کو شامل نہیں کیا گیا۔ مرکزی SMC کے مالی معاملات کے انتظام کے لیے ایک پانچ رکنی کمیشن بھی تشکیل دیا گیا[328]۔ ملتان کنونشن میں 12 قراردادیں منظور کی گئیں؛ جس میں قرارداد نمبر-1 یوں تھی:

...سید محمد دہلوی کو 'عُلماء' کی جانب سے قائد منتخب کیا گیا ہے، اور تمام شیعہ تنظیموں اور افراد نے اُنھیں اپنا رہنما تسلیم کر لیا ہے؛ اِسی طرح شیعہ کیمونٹی کی اس واحد نمائندہ کانفرنس نے بھی یہی موقف اپنایا ہے ... یہ اجلاس اُن چند افراد سے، جو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ایسے مضبوط(مسلّم) رہنما کی نفرت کے ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ تنقید کر رہے ہیں اور اُن جرائد سے

جو ابھی تک پرانی روش پر گامزن ہیں[329]، سخت نفرت اور بیزاوری کا اظہار کرتا ہے بلکہ انہیں نہ صرف شیعہ مطالبات بلکہ (پوری) شیعہ قوم کا دشمن اور غدار قرار دیتا ہے۔ یہ اجلاس حکومت کو یقین دلاتا ہے کہ اُن کے ایسے بیانات صرف ذاتی آرا ہیں، اور یہ کہ وہ شیعہ کیمونٹی کی نمائندگی نہیں کرتے[330]۔

قرارداد نمبر 3 اور 4 پڑھی گئیں:

......یہ میٹنگ پاکستان کے شیعوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ایسے مذہبی جرائد کا مکمل بائیکاٹ کریں جو قائد مِلت پر تنقید کرتے ہیں اور تحریک مطالبات کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس تحریک سے منحرف ہونے والے ایسے ذاکرین کو شیعہ پلیٹ فارم یعنی مجالس اور مذہبی اجتماعات میں خطاب کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیے، تاکہ عُلماء اور ذاکرین عوام کے جذبات کو سمجھ سکیں۔
... شیعوں کو چاہیے کہ ایسے عُلماء اور ذاکروں کو اپنی مجالس و محافل میں نہ بلائیں جو [تین] مطالبات کی مخالفت کریں یا اُن کی حمایت نہ کریں یا اپنی غیر جانبداری کا اعلان کریں۔۔۔[331]

دیگر قراردادوں کا تعلق حکام کی جانب سے کچھ مخصوص مطالبات اور شکایات سے تھا[332]۔ ہمیشہ کی طرح "تین مطالبات" (قرارداد نمبر 6) کی "فوری منظوری" کے مطالبے نے حکومت کو زیادہ متاثر نہیں کیا۔ تاہم، دو ماہ بعد، اسلامی نظریاتی کونسل (CII)[333] نے دینیات کے نصاب کے حوالے سے کچھ سفارشات پیش کیں جنہیں اخبار نوائے وقت نے شیعوں کے لیے ایک بڑی مرعت کے طور پر پیش کیا: قرآن کریم کے مضامین کے لیے ایک مشترکہ نصاب ہونا چاہیے۔ پیغمبر کی سیرت اور اخلاقیات میٹرک تک، لیکن اخلاقیات پر سنیوں اور شیعوں کے مختلف نقطہ نظر کو ایک مشترکہ نصابی کتاب کے پانچ میں سے آخری دو ابواب میں شامل کیا جانا چاہیے۔ اس طرح کی نصابی کتب پنجاب میں 1954ء سے 1958ء تک پہلے ہی استعمال ہو رہی تھیں[334]۔ 6 نومبر 1966ء کو جھنگ میں SMC کونسل کے خصوصی اجلاس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز پر بحث کی گئی اور اُنہیں ناکافی قرار دے کر مسترد کر دیا گیا[335]۔ اس موقع پر کونسل کے اراکین نے مفتی جعفر حسین کی بھی مذمت کی، جو اسلامی نظریاتی کونسل کے واحد شیعہ رکن تھے[336]، جو اِس کے بعد APSC کے زیادہ قریب آ گئے۔ مؤخر الذکر نے، 17 فروری 1967ء کو لاہور میں اپنی کونسل کے اجلاس کے دوران، اسلامی نظریاتی کونسل کی تجاویز کو سراہا کیونکہ انہوں نے علیحدہ دینیات کو "اصولی طور پر" قبول کیا تھا، اور حکومت سے اُن پر عمل درآمد کی اپیل کی تھی[337]۔ وزارتِ تعلیم نے کچھ ہی دیر بعد اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق کام کرنا شروع کر دیا[338]۔

جب کہ APSC کے صدر قزلباش اگلے چند سالوں تک سید محمد دہلوی کے خاموش حریف کے طور پر اپنا موقف برقرار رکھا- جس میں 31 دسمبر 1966ء کو کے تحت EBDO ان کی سیاسی نااہلی کی مدت ختم ہونے نے معاونت کی[339]- وہیں شیعہ مطالبات کمیٹی کے ملتان کنونشن کے بعد ITHS مزید بکھر گئی۔ مظفر علی شمسی نے اپنے ہفتہ وار 'شاہد' میں اس کنونشن کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کر کے اپنے آپ کو

اور زیادہ تنہا کرلیا[340]۔ اس کے بعد ITHS کے چیئرمین مبارک علی شاہ ITHS کونسل کے اجلاس میں اپنے سیکرٹری جنرل کے بیانات پر تبادلہ خیال کرنا چاہتے تھے۔ شمسی نے اس کے جواب میں خود 23 اکتوبر کو لاہور میں سید محمد علی زیدی کے گھر میں کونسل کا اجلاس بلانے کا اعلان کردیا اور چیئرمین کو بتائے بغیر کونسل کے اراکین کو دعوت نامے بھیج دیئے۔ اِس کے بعد کراچی سے ITHS کے کچھ سرکردہ عہدیداروں نے شمسی کے خلاف ہلچل مچادینے والے جارحانہ بیانات شائع کیے[341]، جب کہ رضا کار کے ایڈیٹر، جو 1964ء کے اوائل تک عام طور پر ITHS کی حمایت کی تھی، اب کہنے لگے کہ یہ تنظیم" سات سال سے ختم ہو چکی ہے"[342]۔ لاہور میں بھی، ITHS شمسی کے حامیوں اور مخالفین میں تقسیم ہوگئی جن کا شیعوں میں اثر ورسوخ آنے والے سالوں میں انتہائی کم ہوکر رہ گیا[343]۔

11-12 فروری 1967ء کو رضویہ کالونی (کراچی) کے امام بارگاہِ شاہِ کربلا کے گرد 6 ہزار سے زیادہ شیعہ ایک" آل پاکستان شیعہ مطالبات ورکرز کنونشن" کے لیے جمع ہوئے[344]۔ اُس وقت تک، پورے پاکستان میں مختلف سائز کی 200 سے زیادہ SMC قائم ہو چکی تھیں[345]۔ سید مشتاق حسین نقوی، جو 1966ء کے ملتان کنونشن سے SMC کے مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری بن چکے تھے[346]، نے درج ذیل الٹی میٹم پر مشتمل قرارداد کی حمایت حاصل کی:

--- پچھلے تین سالوں کے دوران پاکستان کے شیعوں نے ہر طرح کے آئینی، پرامن اور قانونی طریقوں سے حکومت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کیے لیکن اُن پر کوئی توجہ نہ دی گئی اور [نئی] رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ لہٰذا ہم حکومت سے آخری بار درخواست کرتے ہیں کہ تین ماہ کے اندر اندر ہمارے غیر سیاسی، مذہبی اور آئینی مطالبات کو تسلیم کیا جائے۔ بصورتِ دیگر تین ماہ کے بعد پاکستان کے شیعہ اپنے مطالبات کی منظوری کے لیے کوئی بھی مناسب قدم اُٹھانے کے لیے آزاد ہوں گے اور اِس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی[347]۔

قرارداد نمبر 1، جو نجم الحسن کراروی نے پیش کی تھی، تمام شیعہ علماء سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ کسی ایسے نصاب کی تیاری میں حصہ نہ لیں جو شیعہ طلباء کے لیے الگ دینیات کا اہتمام نہ کرے۔ کراچی کے اخبارات کو بائیکاٹ کی دھمکی دینے والی ایک قرارداد بھی قابل ذکر تھی، کیونکہ انہوں نے کبھی بھی شیعہ مطالبات کمیٹی تحریک کو مناسب کوریج نہیں دی تھی[348]۔

APSC کے کچھ مندوبین نے بھی فروری 1967ء کے کنونشن میں شرکت کی۔ اُن میں سے ایک لاہور کے ایڈوکیٹ خاقان بابر نے یہاں تک کہ "غداروں" کے خلاف تقریر کی اور سامعین کے دباؤ پر مظفر علی شمسی کا نام لیا[349]۔ لیکن APSC اپنے وائس چیئرمین سید ہادی علی شاہ کو مخلوط وقف بورڈ سے واپس لینے کے لیے تیار نہ تھی، چہ جائیکہ SMC کے مطالبے کے مطابق انہیں تنظیم سے خارج کردے[350]۔ اسی مہینے میں APSC کی طرف سے نصاب کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی منظوری (او پر دیکھیں) نے اسے SMC سے مزید الگ کردیا۔

اِس کے باوجود، APSC کے صدر 1967ء کے وسط میں دہلوی کی تحریک سے سیاسی فائدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو

گئے، جس کی انہوں نے دل سے کبھی حمایت نہیں کی تھی۔ 11 مئی کو تین ماہ کا الٹی میٹم حکومت کی طرف سے کسی تسلی بخش جواب کے بغیر ختم ہو گیا، اور SMC کو اُس المیے کا سامنا کرنا پڑا کہ اس کے خطرے سے کیسے نمٹا جائے۔ متعدد مقامات پر احتجاج شروع ہوا، اور مزید اقدامات پر غور کرنے کے لیے 3-4 جون کو لاہور میں SMC کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس طے ہوا[351]۔ اس مرحلے پر نواب قزلباش، دہلوی سے مشورہ کرنے کے لیے کہ حالات کو کیسے ختم کیا جائے کراچی روانہ ہوئے۔ SMC کے اجتماع کے موقع پر قزلباش نے مغربی پاکستان کے گورنر جنرل محمد موسیٰ سے ملاقات کی جو کوئٹہ سے تعلق رکھنے والے شیعہ ہزارہ اور پاکستانی فوج کے سابق کمانڈر انچیف تھے جنہوں نے ستمبر 1966ء میں امیر محمد خان کی جگہ لی تھی[352]۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت نے پانچ شیعہ اور پانچ سنی ماہرین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دینے کی پیشکش، جو شیعہ مطالبات کا جائزہ لے گی اور اپنی سفارشات حکومت کو پیش کرے گی۔ دہلوی، جنہیں خدشہ تھا کہ لاہور اور دیگر جگہوں پر ہونے والی تحریک پُرتشدد ہوسکتی ہے اور شیعہ گروہی تحریک کی تین سالہ کامیابیوں کو خطرے میں ڈال سکتی ہے، نے اِن شرائط سے اتفاق کیا اور لاہور کنونشن کو منسوخ کر دیا[353]۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے قزلباش کو اپنے آپ کو شیعہ مطالبات کی مہم کی "کمان سنبھالنے" کے طور پر پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ معاہدے کے بعد قزلباش کے پہلے اقدامات میں سے ایک کربلا گامے شاہ میں ایک جلسہ عام بلانا تھا جس میں دس رکنی بورڈ کی تقرری پر گورنر کا شکریہ ادا کرنے، اِس کے ارکان پر اعتماد کا اعلان کرنے اور قزلباش کی خدمات پر شکریہ ادا کرنے کی قراردادیں منظور کی گئیں[354]۔

قزلباش اور دہلوی دونوں جوائنٹ بورڈ کے شیعہ ممبران میں شامل تھے، دوسرے مفتی جعفر حسین، سید مرید حسین شاہ[355] اور راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد[356] تھے۔ اس بورڈ کے سنی ارکان تمام مذہبی سکالر تھے، یعنی مفتی محمد شفیع[357]، علاؤ الدین صدیقی[358]، عبد الحامد بدایونی[359]، کوثر نیازی[360]، اور ڈاکٹر فضل الرحمان[361]۔ بورڈ نے 29 جون 1967ء کو لاہور کے سول سیکرٹریٹ میں ایک ہی اجلاس منعقد کیا جس کی صدارت ملک عبد الطیف سیکرٹری وزارت تعلیم نے کی[362]۔ اِس کے باوجود یہ بورڈ متفقہ فیصلوں پر پہنچا جو حیرت انگیز طور پر شیعہ مطالبات کے حق میں تھے۔ دہلوی کے مطابق بورڈ کی سفارشات درج ذیل تھیں:

1) دینیات کے لیے تین حصوں پر مشتمل ایک درسی کتاب ہوگی:

الف) اخلاقیات، جسے شیعہ اور سنی 'علماء' مشترکہ طور پر تیار کریں گے اور جسے دونوں فرقوں کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔

ب) سنی دینیات

ج) شیعہ دینیات۔

2) تاریخ اور اسلامیات پر نصابی کتب کے قابل اعتراض مواد کو شیعہ اور سنی 'علماء' پر مُشتمل بورڈ ہٹا دے گا۔ مذکورہ بورڈ کی منظوری کے بغیر اِن مضامین پر کوئی نصابی کتاب سکولوں میں استعمال نہیں کی جائے گی۔

3) پولیس اور متعلقہ حکام امن و امان کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عزاداری کے لیے ہر

ممکن سہولیات فراہم کریں گے؛شیعہ اور سنی 'علماء ' پر پابندیاں نامناسب ہیں۔

4) محکمہ اوقاف میں شیعہ اور سنی اوقاف کے لیے الگ الگ حصے بنائے جائیں گے جو ایک دوسرے کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے[363]۔

تاہم، نہ تو دہلوی اور نہ ہی بورڈ کے کسی دوسرے رُکن نے اب تک اِن سفارشات کو عام کیا۔ انہیں مزید" مطالعہ" کے لیے حکومت کے پاس جمع کرایا گیا، اور دہلوی نے اگست کے آخر میں ایک پیغام میں خود کو یہ یقین دلانے تک محدود رکھا کہ بورڈ کی میٹنگ اچھے ماحول میں ہوئی ہے اور حکومت کی طرف سے منظوری کے بعد اس کی سفارشات کے بارے میں تفصیلات شائع کی جائیں گی۔ اِس دوران شیعوں کو چاہیے کہ وہ مزید SMCs بنائیں، زیادہ ممبران اور رضا کار بھرتی کریں، اور چندہ اکٹھا کریں[364]۔ تکلیف ختم ہونے سے کوسوں دور تھی، جیسا کہ مشتاق حسین نقوی کی قزلباش اور شائق امبالوی کے خلاف 24 جولائی اور 1 اگست کو شائع ہونے والی ایک طویل اور انتھک بحث سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اِس نے واضح کیا کہ SMC کے مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری نے کبھی بھی APSC کے ساتھ تعاون پر رضامندی ظاہر نہیں کی[365]۔

دس رکنی بورڈ کے اجلاس سے پہلے شیعہ کمیونٹی کے نام ایک پیغام میں، دہلوی نے اِس بورڈ میں پانچ سنیوں کی قبولیت کو خیر سگالی کی علامت کے طور پر پیش کیا تھا، کیونکہ اُن کے الفاظ میں" نہ تو ہمارا سنیوں سے کوئی تصادم ہے، اور نہ ہی ہمارے مطالبات سے اُن کو کوئی سروکار ہے[366]"۔ یہ زیادہ تر خوش فہمی کے سوا کچھ نہ تھا۔ انتہا پسند سنی گروہ، جنہوں نے اب تک دہلوی کی تحریک کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا تھا، بورڈ کی سفارشات کے لیک ہونے سے گھبرا گئے اور حکومت کو الگ دینیات متعارف کرانے یا محکمہ اوقاف کو تقسیم کرنے سے خبردار کیا[367]۔ 6 اگست 1967ء کو ملتان میں ایک "سنی کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا جس میں اِس بات پر تبادلہ خیال کیا گیا کہ" نزاع انگیز" شیعہ مطالبات کا مقابلہ کیسے کیا جائے[368]۔ اگرچہ کوئی 400 مدعو کیے گئے سنی علماء میں سے چند درجن ہی حاضر ہوئے (جن میں معروف درجے کا کا کوئی بریلوی عالم شامل نہیں تھا)[369] لیکن مقررین میں مولانا مفتی محمود[370] اور حتیٰ کہ کوثر نیازی[371] بھی شامل تھے۔ شیعوں کے تینوں مطالبات کے خلاف قراردادیں منظور کی گئیں۔ ایک قرارداد میں عزاداری کے خلاف معروف سخت گیر موقف دہرایا گیا[372]، جبکہ دوسری میں دینیات کے نصاب میں صحابہ کی زندگی کو شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا، اگرچہ شیعوں کے لیے اس میں شرکت کو غیر لازمی قرار دینے کے امکان کی طرف اشارہ کیا گیا۔ شیعہ اوقاف کی علیحدہ انتظامیہ کو اِس بنیاد پر مسترد کر دیا گیا کہ اُن کے لیے ہر قسم کے الگ انتظامات" ملک کی سالمیت کے لیے سنگین خطرہ" ہوں گے[373]۔

تاہم اُسی مہینے مفتی محمد شفیع الگ دینیات کے حق میں عوامی بیان کے ساتھ سامنے آئے، جس کے بعد شیعہ پریس میں اُن کا کثرت سے حوالہ دیا گیا۔ اُن کی رائے یہ تھی:

چونکہ شیعہ اور سنی حدیث اور فقہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں، دونوں فرقوں کے

طلبہ اِس کے ایک بڑے حصے سے محروم رہیں گے اور اُن کی [مذہبی] تعلیم اُدھوری رہے گی اگر صرف اُن حصوں کو پڑھایا جائے جس پر سنی اور شیعہ دونوں متفق ہیں۔ اور اگر متنازعہ معاملات کو ان کی حیثیت سے پڑھایا جائے تو طلباء آپس میں اُلجھ جائیں گے اور آپس میں بٹ جائیں گے ... شیعہ حدیث اور فقہ کو الگ الگ پڑھایا جائے اور امتحانات بھی الگ ہوں۔ جامعہ کراچی کی سلیبس کمیٹی کے رُکن کی حیثیت سے مَیں یہ بات کئی بار کہہ چکا ہوں اور اب اِس یونیورسٹی میں دونوں سلیبس بھی الگ الگ ہوچکے ہیں۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ اس طریقے سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان نہیں پہنچا بلکہ اِس کے لیے مفید ثابت ہوا ہے۔ نہ ہی اِس طرح کی علیحدگی کی وجہ سے اتنے اضافی اخراجات ہوئے ہیں اور نہ ہی کام کہ یہ ناقابلِ عمل ہوتا[374]۔

جنرل محمد موسیٰ کے مطابق ایوب خان خود بھی اسی طرح کے خیالات رکھتے تھے اور اُنہیں ہدایت کی تھی کہ اِس مسئلے کو جلد از جلد حل کیا جائے[375]۔ تاہم، اُس سال حزب اختلاف کی جماعتوں کے بڑھتے ہوئے دباؤ کا سامنا کرتے ہوئے[376]، حکومت انتہا پسند سنیوں کو خود پر حملوں کے لیے ایک اور اِیشو دینے کے لیے تیار نہیں تھی، اور یہ ٹال مٹول جاری رہی۔ SMC کی ورکنگ کمیٹی نے 5 نومبر کو ملتان میں میٹنگ کی اور فیصلہ کیا کہ ایک اور ملک گیر کنونشن فروری 1968ء میں حیدر آباد میں منعقد کیا جائے جس میں چار سال کے اندر تحریک کی کامیابیوں کی رپورٹ پیش کی جائے اور مزید اقدامات کی منظوری دی جائے۔ اس دوران، SMC کا ایک وفد دوبارہ صدر اور گورنر سے ملاقات کرے اور حیدر آباد میں نتائج کے بارے رپورٹ کرے[377]۔

اُس سنگم پر، حکومت نے پہلی بار شیعہ تحریک کے خلاف جابرانہ اقدامات کا سہارا لیا۔ 14 دسمبر 1967ء کو دہلوی اور مشتاق حسین نقوی پر عوامی خطاب پر تین ماہ کی پابندی لگا دی گئی[378]۔ 4 فروری 1968ء کو حیدر آباد میں اجتماعات پر پابندی (دفعہ 144 پی پی سی) لگا دی گئی۔ اُس وقت تک، پاکستان کے دوسرے حصوں سے ہزاروں شیعہ پہلے ہی 10-11 فروری کو ہونے والے کنونشن کے لیے شہر میں پہنچ چکے تھے۔ جب 70 شیعہ علماء کرام اور قائدین کے داخلے پر نافذ العمل بہ ماضی اثر کے ساتھ پابندی کا حکم دیا گیا تو پہلے سے موجود لوگوں میں سے کسی نے بھی اِس کی تعمیل نہ کی۔ 10 فروری کو مغربی پاکستان کے وزیر داخلہ قاضی فضل اللہ کو SMC ورکنگ کمیٹی کے ساتھ بات چیت کے لیے حیدر آباد روانہ کیا گیا۔ ایک بار پھر "تھوڑے ہی عرصے میں" شیعہ مطالبات کی منظوری کا وعدہ کیا گیا، اور ایک بار پھر دہلوی نے ہر قیمت پر تشدد سے بچنے کی اپنی خواہش کو ثابت کیا۔ ہزاروں غیض و غضب میں بھرے شیعوں کے شدید دباؤ کے باوجود- جنہیں مشتاق حسین اور دیگران نے بھڑکایا تھا- انہوں نے کانفرنس منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا[379]۔ بعد ازاں اُنہوں نے دلیل دی کہ وہ اُن لوگوں کو معتبریت نہیں دینا چاہتے تھے جنہوں نے حکومت کو بتایا تھا کہ اس کانفرنس کا مقصد سول نافرمانی مہم کے ذریعے حکومت کے خلاف مشکلات پیدا کرنا تھا[380]۔

ایک ہفتہ بعد APSC کے جریدے 'اسد' نے رپورٹ دی کہ قزلباش کو باضابطہ طور پر شیعوں کے "تین مطالبات" کی منظوری کے بارے میں مطلع کر دیا گیا تھا[381]۔ یہ بات بے بنیاد نکلی اور دہلوی اور قزلباش کے درمیان علیحدگی اب مکمل ہو چکی تھی۔ نومبر 1967ء ہی میں

دہلوی یہ شکوہ کر چکے تھے کہ کس طرح قزلباش نے اُنہیں تین بار دھوکہ دیا ہے[382]۔ 10 مئی کو 'اسد' نے ایک بار پھر اطلاع دی کہ مطالبات تسلیم کر لیے گئے ہیں، لیکن دو ہفتے بعد پارلیمنٹ میں وفاقی وزیر تعلیم نے اِس کی تردید کر دی: حکومت اب بھی مشترکہ بورڈ کی سفارشات کا ''مطالعہ'' کر رہی ہے[383]۔ جولائی کے اوائل میں ہفتہ وار جریدے نے تیسری بار اپنا یہ دعویٰ دہرایا، اب یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ حکومت کے مفاد میں ہے کہ منظوری کو عوامی نہ کیا جائے، شاید انتخابات قریب آنے کی وجہ سے[384]۔

سید محمد دہلوی، جنہوں نے مئی 1968ء میں مشرقی پاکستان کا سفر کیا تھا[385]، نے 6-7 جولائی کو حیدرآباد میں SMC کونسل کا اجلاس بلایا۔ اس موقع پر، مشتاق حسین نے تحریک کے مقاصد کے حصول کے لیے مزید انقلابی اقدامات کے لیے پرجوش دباؤ ڈالا، اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت یکم اکتوبر تک شیعہ مطالبات جس میں ضروری کمیشنوں کی تقرری پر عملدرآمد بھی شامل تھا، یکم نومبر سے ملک گیر احتجاج شروع کیا جائے گا[386]۔

اگلے چار مہینوں میں SMCs کی طرف سے ایک زبردست پروپیگنڈہ مہم چلائی گئی، جو حکومت کی ٹال مٹول کے ساتھ ساتھ ''لاہور کے غداروں'' کے خلاف بھی مرکوز تھی۔ 19-28 ستمبر تک دہلوی کے لاہور قیام اور اِس کے بعد کئی عوامی اجتماعات منعقد ہوئے، جبکہ قزلباش اور شمسی نے پس پردہ رہنے کو ترجیح دی[387]۔ انہوں نے کچھ مذہبی شخصیات کے ساتھ مل کر SMC کی تحریک کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی[388]، لیکن اِس دوران تقریباً تمام ممتاز شیعہ 'علماء' سید محمد دہلوی کے پیچھے متحد ہو چکے تھے[389]۔ دہلوی اور اُن کے رفقا نے لاہور میں اپنے قیام کے بعد راولپنڈی، پشاور، کوہاٹ، ہنگو اور کرم ایجنسی (29 ستمبر تا 7 اکتوبر) کا دورہ کیا، یعنی وہ علاقے جو بیس سال سے شیعہ گروہی تحریکوں کے لیے انتہائی محنتی اور پرجوش رضا کاروں کی فراہمی کرتے رہے تھے[390]۔ اسی دوران حکومت کے لیے دیئے گئے الٹی میٹم کی میعاد بغیر کسی پیشرفت کے ختم ہوگئی۔ راولپنڈی میں سول نافرمانی کی مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا، جہاں 2-3 نومبر 1968ء کو ایک اور SMC کنونشن منعقد ہونا تھا[391]۔

راولپنڈی میں حسینی محاز کی تیاریوں میں 25 اکتوبر کو ملک گیر یوم احتجاج منایا گیا۔ لاہور کے موچی گیٹ کے قریب آزاد جموں وکشمیر کے سابق صدر کرنل (ریٹائرڈ) سید احمد علی شاہ کی زیر صدارت ایک بہت بڑے اجتماع میں قزلباش اور شمسی کے خلاف پرجوش تقریریں عروج پر پہنچ گئیں۔ دونوں رہنماؤں کے خلاف پہلی بار مردہ باد کے نعرے لاہور کے قلب میں لگائے گئے جو کئی دہائیوں سے اُن کا گڑھ تھا[392]۔ اُن پر الزام لگایا گیا کہ وہ صرف اپنے قائدانہ مقام کی فکر کرتے ہیں، شیعوں کو ''بکریوں اور بھیڑوں کی طرح'' جاہل رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں۔ قزلباش اور شمسی دونوں نے بارہا شیعہ احتجاجی تحریک کو سیاسی اپوزیشن کے محض ایک آلے کے طور پر پیش کیا تھا اور مبینہ طور پر حکومت کو اُسے کچلنے کا مشورہ بھی دیا تھا[393]۔ اکتوبر کے آخری ہفتے میں بہت سے قصبوں اور اضلاع میں شیعہ معززین سے مقامی حکام سے رابطہ کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ شیعہ رضا کاروں کو راولپنڈی کا سفر کرنے سے روکیں[394]۔ 29 اکتوبر کو وزیر قاضی فضل اللہ نے SMC کنونشن کو ناکام بنانے کی آخری کوشش میں اپنے گھر میں شیعہ رہنماؤں کا اجلاس بلایا۔ سید محمد دہلوی اور مشتاق حسین نے آنے سے انکار کر دیا، اس کی بجائے سابق وزیر سید عابد حسین آف جھنگ اور محمد بشیر انصاری کو بھیجا۔ قزلباش، جو ابھی تک وزیر داخلہ سے ناراض تھا کیونکہ وہ وہی تھا جس نے اس سال کے شروع میں شیعہ مطالبات کی منظوری کے بارے میں ان کے

اعلانات سے انکار کیا تھا، سید ہادی علی شاہ کو بھیجا۔ سید مرید حسین شاہ جبکہ شمسی خود آئے۔ مؤخر الذکر تین حکومت کی حمایت کے اعلان پر دستخط کرنے کے لیے تیار تھے لیکن انہیں SMC کے مندوبین نے ایسا کرنے سے روک دیا[395]۔ جب تمام پیشگی اقدامات ناکام ہو چکے اور پاکستان کے کئی حصوں سے تقریباً 15 ہزار شیعہ تحریک شروع کرنے کے لیے راولپنڈی میں جمع ہو گئے تو آخر کار حکومت نے ہار ماننے کا فیصلہ کر لیا۔ یکم نومبر 1968ء کی شام درج ذیل سرکاری بیان جاری کیا گیا، جو اگلی صبح تمام روزناموں میں بھی شائع ہوا:

مرکزی حکومت کی منظوری سے مغربی پاکستان کی حکومت نے شیعہ اور سنی علماء کے مشترکہ بورڈ کی سفارشات کے مطابق اسلامیات کے نصاب پر نظر ثانی کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو کہ کچھ عرصہ قبل مرکزی حکومت کی طرف سے تشکیل دیا گیا تھا۔ مزید یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم اسلامیات کا مضمون نہیں لینا چاہتا تو اُسے یہ اختیار ہوگا کہ وہ ایسا نہ کرے۔ جہاں تک عزاداری کی غیر محدود آزادی کے مطالبے کا تعلق ہے، حکومت یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ اس طرح کی ہر درخواست پر اُس علاقے کی امن و امان کی صورت حال کی روشنی میں غور کیا جانا چاہیے جس سے اس کا تعلق ہے۔ صوبائی حکومت نے علماء بورڈ کی اُس سفارش کو بھی قبول کر لیا ہے کہ اوقاف بورڈ کے تحت شیعہ اور سُنی اوقاف کے لیے دو الگ الگ شعبے ہونے چاہئیں[396]۔

اس طرح راولپنڈی کنونشن، جس میں ہزاروں رضا کار اپنے آپ کو گرفتار کروانے یا کسی بھی دباؤ کا سامنا کرنے کی پختہ نیت کے ساتھ آئے تھے، ایک جشن میں بدل گئی[397]۔ چونکہ حکام نے لیاقت باغ میں عوامی اجتماع کی اجازت نہیں دی تھی، لہٰذا سب نے 2-3 نومبر کو مری روڈ پر واقع ڈاکٹر سید اجمل حسین رضوی کے گھر اور باغ میں اجتماع کیا۔ سید محمد دہلوی نے اپنے خطاب میں کہا کہ منظم اور مستقل پانچ سالہ کوششوں نے وہ حاصل کر لیا ہے جو ”شیعہ عوام کے نامسلم غداروں“ نے حکومت کے اعلیٰ حلقوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے باوجود 20 سال میں حاصل نہیں کیا تھا۔ SMC نے حکومتی بیان کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اُسے قابل اعتماد پایا تھا لیکن مزید وضاحتیں مانگ رہی تھی، جو 4 نومبر کو گورنر محمد موسیٰ کے ساتھ ملاقات میں طلب کی جائیں گی۔ اگر دس رکنی بورڈ کی سفارشات کو مکمل طور پر منظور نہیں پایا گیا تو وہ پھر سے شیعہ برادری کو کنونشن کے لیے بلائیں گے[398]۔

اِن دو دنوں کی تقریری نشستوں میں جو جذباتی فضا قائم تھی وہ انتہائی جوش اور ان لوگوں کے خلاف انتقامی رویے پر مبنی تھی، جیسا کہ چند واقعات سے ظاہر ہوتا ہے: محمد بشیر انصاری نے بتایا کہ مظفر علی شمسی نے وزیر داخلہ کو یقین دلایا تھا کہ راولپنڈی میں کوئی سول نافرمانی کی تحریک نہیں ہوگی، انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ 1950ء کے نارووال احتجاج کے دوران جن لوگوں نے گرفتاریاں دی تھیں انہیں بیس بیس روپے میں خریدا گیا تھا[399]۔ جب انہوں نے بتایا کہ سید مبارک علی شاہ کی جگہ 1967ء میں ITHS کے چیئرمین بننے والے سید اظہر حسن زیدی نے اِس ”بکواس“ کی تصدیق کی تھی، تو اس ایک زمانے میں انتہائی معزز سمجھے جانے والے واعظ کے خلاف لعن طعن کے نعرے لگے[400]۔ اسی طرح جب ڈیرہ غازی خان سے مولانا مزمل حسین، مفتی جعفر حسین کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے تھے، تو اُنہیں چیخ کر چپ

کرادیا گیا: بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ، ہم وہ نام سننا نہیں چاہتے[401]۔ جب مولانا محمد اسماعیل نے اپنی تقریر کے دوران "شمسی صاحب" کا لفظ استعمال کیا تو اُنہیں لفظ "صاحب" کو واپس لینے پر مجبور کیا گیا اور لاہور کے تقریباً 300 ہنگامہ بازوں کے دباؤ میں اُنہوں نے دہلوی کے پاؤں سے جوتا اُتارا، اور چلا کر کہا کہ وہ" قائد ملت کے اِس ایک جوتے کے بدلے ایک ہزار مظفر علی شمسیوں کی قربانی دیں گے"[402]۔

دہلوی نے کچھ دنوں بعد کراچی میں فاتحانہ واپسی کی، جس میں لاہور میں موچی گیٹ پر ایک اور اجتماع کے ساتھ مختصر قیام بھی شامل تھا[403]۔ 4 نومبر کو مشتاق حسین کی راولپنڈی میں گرفتاری کے بعد اُن کے حامیوں کا حوصلہ کچھ دیر کے لیے ماند پڑا تھا[404]۔ اب واقعات سے نتائج اخذ کرنے کا وقت تھا۔ شائق امبالوی نے 8 نومبر کو قزلباش کے استقبالیہ کے دوران اِس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکومت نے اپنے اعلانات چند ماہ پہلے کیوں نہیں کیے، جس سے APSC کے رہنماؤں کو بہت سی پریشانی سے بچایا جاسکتا تھا۔ انہوں نے شکوہ کیا کہ انہیں تعاون کے لیے تیار رہنے اور ہمیشہ متفقہ حل تلاش کرنے کے اصول پر سزا دی گئی ہے، جبکہ SMC نے کسی بھی قیمت پر پُرشدت ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کی[405]۔ دوسری طرف مشتاق حسین نے SMC کی تین اہم خوبیوں کی طرف اشارہ کیا جو گذشتہ بیس سالوں میں ITHS اور APSC دونوں میں موجود نہیں تھیں: قوم کی طاقت کو منظم کرنے کی صلاحیت، عوام میں بیداری پیدا کرنا، اور عوام میں قربانی کا جذبہ پیدا کرنا۔ اس طرح دہلوی، جن کا حکومتی حلقوں سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ وہ ان کے لیے ناپسندیدہ شخص تھے، وہ کامیاب ہوئے جہاں دوسرے ناکام رہے[406]۔

دسمبر 1968ء کے اوائل میں اپنے تابعین کے نام ایک پیغام میں دہلوی نے حکم دیا کہ حکومت کے وعدوں کے مکمل نفاذ تک تمام SMCs کو اپنی جگہ پر آرام کرنا چاہیے اور یہ کہ جہاں وہ ابھی تک موجود نہیں ہیں مزید SMCs تشکیل دی جائیں۔ انہوں نے فنڈز کی وصولی پر خصوصی زور دیا، جسے مقامی طور پر ذخیرہ کیا جاسکتا ہے لیکن اس وقت تک خرچ نہیں کیا جانا چاہیے جب تک کہ شیعہ مسلک کے لیے مزید مسائل کا اندیشہ نہ ہو۔ تمام SMCs کو ملک گیر کونسل بنانے کے لیے اپنے سب سے زیادہ فعال اراکین کی فہرست تیار کرنی چاہیے جن کی سالانہ میٹنگ ہونی چاہیے[407]۔

تقریباً پانچ سال کی ٹال مٹول کے بعد اہم شیعہ مطالبات کی اچانک قبولیت شاید سب سے زیادہ اُس سیاسی تعطل کا نتیجہ تھی جو ایوب خان کی حکومت 1968ء کے اواخر تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ یہ محض اتفاق نہیں تھا کہ راولپنڈی میں شیعہ کنونشن کے تقریباً فوراً بعد اُسی قصبے میں طلباء کے فسادات پھوٹ پڑے جو تیزی سے پاکستان کے دیگر حصوں میں پھیل گئے اور مختلف اپوزیشن جماعتی پُرتشدد مظاہروں میں شامل ہوگئیں[408]۔ 25 مارچ 1969ء کو ایوب خان کے استعفیٰ تک کے آخری چار مہینوں میں امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے نمٹنے میں حکومت کی تمام توانائیاں جھونک دی گئیں۔ قدرتی طور پر، اِن مہینوں میں شیعوں سے کیے گئے وعدوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کچھ نہیں کیا گیا۔

5

یحییٰ خان اور بھٹو دَور، 1969ء-1977ء

عبوری دَور میں نئے مسائل اور جزوی کامیابیاں

نومبر 1968ء کے بعد سے احتجاجی تحریک میں کسی بھی شیعہ تنظیم کا کوئی حصہ نہیں تھا، جس نے مارچ 1969ء میں ایوب خان کا خاتمہ کیا۔ SMC نے ہمیشہ اپنے مطالبات کی خالصتاً مذہبی نوعیت پر زور دیا تھا، اور اِس کے رہنما بنیادی طور پر حکومت کی اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی اہلیت کے بارے میں فکرمند تھے۔ اس طرح 26 مارچ 1969ء کو جنرل یحییٰ خان کی طرف سے مارشل لاء کے اعلان کا SMC نے خیر مقدم کیا کیونکہ اس نے لا اینڈ آرڈر کو دوبارہ قائم کیا[1]۔ محمد یحییٰ خان، جنہوں نے ریاست کی صدارت بھی سنبھالی، خود پشاور سے تعلق رکھنے والے قزلباش شیعہ تھے، لاہور کے مظفر علی خان قزلباش[2] کے ساتھ اچھے ذاتی تعلقات تھے، جنہیں انہوں نے اپنی کابینہ میں وزیر خزانہ بنایا تھا۔ اگرچہ یحییٰ خان نے کبھی بھی شیعہ گروہی مطالبات پر کوئی خاص تشویش ظاہر نہیں کی لیکن وہ پچھلی حکومت کی طرف سے کیے گئے وعدوں سے پیچھے نہیں ہٹے، اور اُن کے نفاذ کے لیے کچھ اقدامات اُن کے دَورِ حکومت میں کیے گئے۔

یحییٰ خان کے سال پاکستان کی تاریخ کے سب سے اہم ترین سال تھے جن میں پہلے ملک گیر اور آزاد پارلیمانی انتخابات ہوئے (دسمبر 1970ء) اور اس کے نتیجے میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے درمیان تنازعہ کا عروج دسمبر 1971ء کی جنگ میں مؤخر الذکر کی علیحدگی پر منتج ہوا۔ چونکہ مشرقی بنگال کی دو فیصد سے بھی کم آبادی شیعہ تھی، اس لیے بنگال بحران کا پاکستان کی شیعہ تحریک پر زیادہ اثر نہیں ہوا۔ اس کے برعکس، انتخابات اور اُن کے آغاز نے نئے نظریاتی چیلنجز اور سیاسی ایشوز کو متعارف کرایا اور شیعہ برادری کے اندرنئی داخلی تقسیم اور تازہ صف بندی کو جنم دیا۔ اِن سالوں کے دوران، SMC نے اپنے تحرک کو برقرار رکھا اور پرانی شیعہ تنظیموں پر اپنا تسلط قائم کیا، سید محمد دہلوی کی گرتی ہوئی صحت کے باوجود جو اگست 1971ء میں انتقال کر گئے تھے۔ SMC کی زیادہ تر قیادت پہلے ہی 1970ء-71ء میں اس کے سینئر وائس چیئرمین اور دہلوی کے بعد کے جانشین جسٹس (ریٹائرڈ) سید جمیل حسین رضوی کے ذریعے فراہم کر دی گئی تھی۔

حکومت اور" تین مطالبات"، 1969ء-1970ء

ایوب خان کی حکومت کے آخری مہینوں میں تین منظورشدہ شیعہ مطالبات میں سے ایک پر عمل درآمد کے لیے کچھ عملی اقدامات کیے گئے، یعنی عزاداری کی آزادی اور تحفظ۔ محرم 1389ھ (20 مارچ تا 18 اپریل 1969ء) سے پہلے تمام ڈویژنل کمشنرز کو، ڈپٹی کمشنرز اور پولیٹیکل ایجنٹوں کو شیعہ جلوسوں کے لیے سہولیات اور سیکورٹی فراہم کرنے اور اُن کے لیے متعدد نئے لائسنس جاری کرنے کے سرکلر بھیجے گئے۔ محرم کے دوران مخصوص اضلاع میں شیعہ مقررین کے داخلے پر پابندی بھی اٹھالی گئی، سوائے سید محمد دہلوی اور مشتاق حسین نقوی پر کچھ پابندیوں کے [3]۔ اُس سال 'عاشورہ' پر جھنگ میں ایک فرقہ وارانہ تصادم کے نتیجے میں پولیس کی گولیوں سے سات افراد مارے گئے [4]، لیکن نومبر 1968ء کے حکومتی اعلان کے بعد پہلے محرم کے دوران بڑی تعداد میں شیعہ پولیس اور انتظامیہ کی کارکردگی سے مطمئن تھے۔ تاہم، 1970ء کے محرم سے "متعصب اہلکاروں" کے خلاف شکایات دوبارہ شروع ہوگئیں [5]۔

اوقاف بورڈ اور دینیات کے نصاب سے متعلق وعدوں پر عمل درآمد زیادہ مشکل ثابت ہوا۔ 9 جولائی 1969ء کو SMC کے ایک وفد نے مارشل لاء حکام کو اِس مسئلے کی یاد دہانی کرانے کے لیے لاہور میں سویلین اُمور کے انچارج بریگیڈیئر سے ملاقات کی اور ایک یادداشت پیش کی [6]۔ صدر یحییٰ خان نے بالترتیب یکم اور 13 ستمبر کو سید محمد دہلوی اور جمیل حسین رضوی کی قیادت میں SMC کے وفود سے ملاقات کی۔ بعد کی ملاقات میں انہوں نے شیعہ مطالبات سے ہمدردی کا اظہار کیا اور معاملہ وزیر قزلباش کو سونپنے کا فیصلہ کیا [7]۔ 1965ء کے بعد سے قزلباش کے ساتھ کئی مایوس کن تجربات کے بعد SMC کے رہنما شاید ہی مطمئن ہو سکے۔ لیکن اُن کے پاس صورت حال کو برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا، جیسا کہ مولانا حشمت علی حیدرآبادی کے اپنے جریدے معارف میں قزلباش کے نام ایک کھلے خط سے ظاہر ہوتا ہے:

گورنر جنرل موسیٰ سے ملاقات (جون 1967ء میں) کے بعد آپ نے اعلان کیا تھا کہ شیعہ مطالبات تسلیم کر لیے گئے ہیں، اگرچہ نومبر 1968ء سے پہلے کبھی سرکاری تصدیق نہیں ہوئی۔ لیکن پھر بھی ہمیں آپ کی (نیک) ارادوں پر کوئی شک نہیں ہے؛ یقیناً آپ کے جذبات شیعوں کے ساتھ ہیں۔ پہلے آپ نے بالواسطہ کوششیں کی ہیں ... لیکن اب آپ مکمل اختیارات کے ساتھ حکومت کے ممبر بن گئے ہیں ... شاید قدرتِ الٰہی نے آپ کو یہ موقع دیا ہے کہ آپ اپنی آخری ذمہ داری کے دوران اور اپنی زندگی کے آخری حصے میں قوم کے ساتھ اپنی ہمدردی اور اپنے دینی اخلاص کا ثبوت دیں... اِس وزارت کے بعد آپ کو دوسرا وزارتی عہدہ نہیں ملے گا کیونکہ موجودہ کابینہ کے ارکان الیکشن نہیں لڑ سکتے ... اب آپ اُن لوگوں کو غلط ثابت کرسکتے ہیں جو اب تک یہ سمجھتے رہے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ سیاست اور وزارتی عہدوں کو مذہب اور قوم پر ترجیح دی ہے ...[8]

تاہم، قزلباش، بطور وزیر اپنی مدت کے دوران، اور اگلے سالوں میں 1982ء میں اپنی موت تک شیعہ مطالبات پر دباؤ ڈالنے سے ہمیشہ کی طرح ہچکچاتے رہے۔ SMC کونسل کا ایک غیر معمولی اجلاس حکومتی ٹال مٹول سے نمٹنے کے بارے میں بات کرنے کے لئے 31 جنوری سے یکم فروری 1970ء تک حیدر آباد میں بلانا پڑا۔ حکومت نے 30 جنوری کو فوری طور پر دینیات سلیبس پر بحث کے لیے ایک نئے کمیشن کی تشکیل کا اعلان کر دیا۔ اِس وعدے پر عدم اعتماد کیا گیا، اور دہلوی نے اِسے دو ماہ کے اندر لاگو نہ کرنے پر سول نافرمانی کی تحریک کی دھمکی دے دی[9]۔ پھر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین علاؤ الدین صدیقی کی سربراہی میں ایک تیرہ رکنی بورڈ جلد ہی تشکیل دیا گیا جس میں مفتی جعفر حسین، مرزا یوسف حسین، ناصر حسین[10]، سید فقیر حسین بخاری[11]، مولانا گلشن علی[12] اور سید نصیر الدین حیدر رضوی[13] بطور شیعہ ممبران[14] شامل تھے۔ اِس کا پہلا اجلاس 30 مارچ 1970ء کو اسلام آباد میں ہوا، جس کا آغاز وزیر تعلیم شمس الحق کی تقریر سے ہوا۔ انہوں نے شیعہ اور سنی دینیات کے لیے الگ الگ نصابی کتب کے اعلان سے شرکاء کو حیران کر دیا، جو کہ دیرینہ شیعہ مطالبہ تھا، جسے جون 1967ء میں دس رکنی بورڈ نے منظور نہیں کیا تھا[15]۔ لیکن اجلاس میں کچھ اور فیصلہ کیا گیا۔ نئی نصابی کتابوں سے قابل اعتراض حصوں کو ہٹانے کا وعدہ کیا گیا، جو محکمہ تعلیم تیار کرے گا، لیکن اِس بات کی اُمید کم تھی کہ کسی منتخب حکومت کے آنے سے پہلے اِن کو متعارف کرایا جائے گا اور ممکنہ طور پر اِن کے بارے میں اپنی سوچ بدلی جائے گی۔ کالجوں میں میٹرک گریڈ اور یونیورسٹیوں میں اورینٹل سٹڈیز کے لیے شیعہ دینیات کو ابھی تک سلجھایا نہیں گیا تھا[16]۔

دینیات کمیشن کے مقرر کردہ شیعہ افراد میں بھی تقسیم تھی۔ APSC کے نمائندے مفتی جعفر حسین اور مولانا ناصر حسین 30 مارچ کے اجلاس سے پہلے سید جمیل حسین رضوی کی طرف سے کمیشن کے تمام شیعہ اراکین کے لیے منعقد کیے گئے استقبالیہ میں نہیں آئے۔ سیشن کے بعد قزلباش نے ایک اور استقبالیہ کا اہتمام کیا، جہاں مفتی جعفر حسین نے دینیات کے سوال کے حوالے سے SMC کی بے صبری پر تنقید کی۔ اس کے علاوہ، انہوں نے اُس دن کے فیصلوں اور 1966ء کے اسلامی نظریاتی کونسل کے فیصلوں میں زیادہ فرق نہیں دیکھا۔ مرزا یوسف حسین نے اِس کی تردید کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ دینیات ایشو کو بزدلانہ طریقے سے سنبھالنے سے "شیعہ طلباء کی ایک پوری نسل ختم ہو گئی ہے"[17]۔ SMC دینیات کمیشن کی کامیابیوں سے مطمئن نہیں تھی اور نہ ہی اوقاف بورڈ کے حوالے سے اب تک کوئی اقدام کیا گیا۔ 11 اپریل 1970ء کو لاہور میں SMC کی ایک "ایکشن کمیٹی" نے حکومت کو دو دن کے بعد "براہ راست ایکشن" کی دھمکی دی۔ اگلی صبح، جب SMC کے تقریباً 400 کونسلرز منصوبہ بند احتجاج کی تفصیلات پر بحث کر رہے تھے، دہلوی کی سربراہی میں ایک وفد کو گورنر عتیق الرحمان، چیف سیکرٹری افضل آغا اور اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سے گورنر کی رہائش گاہ پر بات چیت کے لیے مدعو کیا گیا۔ گورنر نے وفد کی موجودگی میں اوقاف بورڈ کے شیعہ سیکشن کی تشکیل کے حکم نامے پر دستخط کیے اور علیحدہ شیعہ دینیات کے فوری نفاذ کے حوالے سے نئے وعدے بھی کئے۔ اس کے بعد احتجاج ختم کر دیا گیا[18]۔

چیف سیکرٹری نے پہلے دعویٰ کیا تھا کہ مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے اوقاف بورڈ کے شیعہ سیکشن میں صرف تین افراد کو تعینات کیا جا سکتا ہے، جس میں APSC کے دو نمائندوں (مولانا حسین بخش، سید ہادی علی شاہ بخاری) اور SMC سے شیخ عبدالعزیز اختر۔ SMC کے اصرار پر سید جمیل حسین رضوی کو بغیر تنخواہ کے ایڈیشنل ممبر کے طور پر قبول کر لیا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد، APSC اپنے سکریٹری

جنرل شائق امبالوی کو بھی شامل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ یہ بڑے قزلباش وقف کو محکمہ اوقاف کی پہنچ سے دور رکھنے کی ایک اور چال تھی[19]۔جیسا کہ اگلے سالوں میں یہ پتہ چلا کہ شیعہ اوقاف بورڈ کے قیام کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، کیونکہ صرف چند چھوٹے اوقاف ہی جن کی مجموعی سالانہ آمدنی 10 ہزار روپے سے کم تھی اس کی نگرانی میں آئے، جب کہ بڑے شیعہ اوقاف اپنے متوالوں کے من مانی کنٹرول میں رہے یا سنیوں کو دے دیئے گئے[20]۔

مغربی پاکستان کے لیے شیعہ اوقاف بورڈ کا پہلا اور آخری اجلاس 26 جون 1970ء کو ہوا۔(کچھ دنوں بعد "ون یونٹ" کی تحلیل کے بعد مذکورہ پانچوں افراد کو پنجاب شیعہ اوقاف بورڈ کا ممبر بنا دیا گیا)۔ اِس سیشن کے دوران سید ہادی علی شاہ نے، قزلباش وقف کو متاثر کرنے والے کسی بھی قبل از وقت فیصلے دینے کے لیے اور ساتھ ہی ساتھ سنی ووٹروں کو خوش کرنے کے لیے[21]، اوقاف بورڈ کو شیعہ اور سنی حصوں میں تقسیم کرنے کے خلاف سختی سے بحث کی۔"مسلمانوں کے اتحاد" کے حق میں اُن کی تاخیر سے کی گئی درخواست کو محکمہ اوقاف کے چیف ایڈمنسٹریٹر نے بھی نامناسب قرار دیا تھا[22]۔اسی نشست کے دوران جمیل حسین رضوی نے اُن شیعہ اوقاف کا مسئلہ اٹھایا جو سنی اوقاف میں تبدیل ہو چکے تھے۔اُن کے مطالبے پر اگلے مہینوں میں تمام اوقاف کا ایک رجسٹر تیار کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ تصرف کہاں کہاں ہوا ہے۔ شیعہ دعوؤں کے مطابق لعل شہباز قلندر (سیہون شریف)، شاہ شمس تبریزی (ملتان)، شاہ چون چراغ (راولپنڈی) اور بری شاہ لطیف (نور پور شاہاں) کا بڑا اوقاف متاثر ہونے والوں میں شامل تھا[23]۔محکمہ اوقاف کی جانب سے شیعوں کو عدالتوں میں ایسے مقدمات نمٹانے کی ہدایت کی گئی، لیکن انھوں نے کبھی بھی عدالتی فیصلہ اپنے حق میں نہیں لیا[24]۔سرکاری وعدوں کی ایک اور خلاف ورزی میں، اوقاف بورڈ کے الگ الگ شیعہ سیکشن صرف پنجاب اور سندھ صوبوں میں متعارف کرائے گئے، لیکن مشرقی پاکستان، صوبہ سرحد (کے پی) اور بلوچستان میں نہیں۔

دینیات اِیشو کے حوالے سے 30 اپریل کو اسلام آباد اور 25 سے 27 جون کو لاہور میں متعلقہ کمیشن کے اجلاسوں کے دوران ایک واضح پیش رفت حاصل ہوئی۔ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے نئے سلیبس کی تیاری تک شیعہ نصابی کتب جواب تک صرف نجی گھروں میں استعمال ہوتی تھیں پبلک سکولوں میں متعارف کرائی جانی چاہئیں۔ اِس طرح کی نصابی کتب کے سات مجموعوں میں سے، فرزند رضا[25] اور ذاکر حسین فاروقی[26] کی تیار کردہ کتابوں کو بالترتیب 1970ء کی گرمیوں کی تعطیلات کے بعد کلاس 3-5 اور 6-10 میں متعارف کروانے کے لیے متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا[27]۔تاہم، وہ فیصلہ یکم جولائی کو مغربی پاکستان "ون یونٹ" کی تحلیل کا شکار رہا۔اس کے بعد شیعوں کو کچھ یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز اور ایجوکیشن منسٹری کے عہدیداروں کے اجلاس کے وعدوں کے ساتھ ملتوی کر دیا گیا تا کہ شیعہ دینیات کو متعارف کرانے کے بارے میں فیصلہ کیا جا سکے" ایک بار جب نئی صوبائی انتظامیہ صحیح طریقے سے کام کرلے"[28]۔دسمبر 1970ء کے انتخابات کے بعد یہ تیزی سے واضح ہو گیا، کہ اِس معاملے کا فیصلہ منتخب حکومت ہی کرے گی، ایک بار جب یہ ہو جائے گا (نیچے ملاحظہ کریں)۔

1970ء کے انتخابات تک نظریاتی جدوجہد

1950ء اور 1960ء کی دہائیوں کے دوران، پاکستان کی شیعہ تنظیموں کے درمیان تنازعات گروہی قیادت کی دشمنیوں اور حکومت اور سنی اکثریت کے ساتھ مختلف رویوں کی وجہ سے شروع ہوئے۔ 1969ء-70ء میں، ذوالفقار علی بھٹو اور اُن کی پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے "سوشلسٹ" پروپیگنڈے کے چیلنج سے یہ جزوی طور پر دَب گئے۔ اُن سالوں کے دوران، SMC کے ساتھ ساتھ APSC اور ITHS کے زیادہ تر سرکردہ اراکین نے "سوشلسٹ کیمپ" کے خلاف کم وبیش سختی سے مخالفت کی، جب کہ اِن تنظیموں کے کچھ انفرادی اراکین نے پی پی پی کا ساتھ دیا۔ مزید برآں، کچھ نوجوان شیعہ کارکنوں نے ایک "شیعہ پولیٹیکل پارٹی" کی بنیاد رکھی، جس کی بعد میں "سوشلسٹ" کے طور پر بھی مذمت کی گئی۔

سوشلزم کے خلاف بعض شیعہ جرائد میں مہم جولائی 1969ء میں شروع ہوئی، جب نجف اور عراق کے دیگر قصبوں میں شیعہ علماء کے خلاف بعث رجیم کی جابرانہ کارروائیوں کی خبریں پاکستان پہنچیں اور شیعہ احتجاجی اجلاسوں کا سلسلہ شروع کیا[29]۔ اِن میں سے سب سے بڑی میٹنگ 12 ستمبر 1969ء کو راولپنڈی میں ہوئی۔ اِس کا انعقاد مشتاق حسین نقوی نے "اسلامک فرنٹ آف ویسٹ پاکستان" کے نام سے کیا تھا، جس میں کچھ سنی جماعتیں بطور "مسجد الاقصیٰ[30] اور عراق پر کنونشن" بھی شامل تھیں۔ جے یو آئی کے رہنما احتشام الحق تھانوی اور جماعت اسلامی (جے آئی) کے دو اراکین کی جانب سے، دوسروں کے درمیان، سوشلزم کے خلاف شعلہ انگیز تقریریں کی گئیں۔ جمیل حسین رضوی نے خبردار کیا کہ اگر پاکستان کے لوگ اسلام کو چھوڑ کر سوشلسٹ کو اقتدار میں لائے تو پاکستان میں عراق جیسی صورتحال پیدا ہو جائے گی[31]۔

پاکستانی شیعوں کے زیادہ مذہبی سوچ رکھنے والے طبقات کے لیے عراق میں ہونے والے واقعات کی اہمیت کچھ بھی ہو، اس میں کچھ شک ہے کہ عوام اپنے سماجی مسائل سے زیادہ فکرمند تھے اور 1968ء کے اواخر سے ملک میں پھیلی ہوئی عوامی بیان بازی کے لیے انتہائی ردعمل کا اظہار کرتے تھے۔ مروّجہ بائیں بازو کا مزاج زیادہ تر شہری متوسط طبقے کے دانشوروں کو بھی ساتھ لے کر چل رہا تھا، لیکن ان میں سے کچھ اب بھی ایک مضبوط شیعہ گروہی شناخت محسوس کرتے تھے۔ مؤخر الذکر میں سے ایک ایڈووکیٹ سید شاہد علی نقوی نے یکم اگست 1969ء کے رضا کار میں اپنے ایک آرٹیکل میں اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا (اقتباسات):

شیعوں کی نام نہاد قیادت ہمیشہ بااثر، دولت مند اور معززین کے ہاتھ میں رہی ہے جنہوں نے کبھی شیعہ عوام کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش تک نہیں کی۔ انہوں نے ہمیشہ ذاتی فائدے کو عوام کے مفادات پر ترجیح دی ہے۔

آج کل ہمارے ہر گاؤں میں سینکڑوں اور ہزاروں مذہبی تنظیمیں ہیں۔ اِن میں سے کچھ ملک گیر اہمیت کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اُن کی سرگرمیاں ہمیشہ مذہبی معاملات تک محدود رہتی ہیں۔ شیعوں نے ہمیشہ سیاست کو شجرِ ممنوعہ سمجھا ہے اور سیاسی جماعتوں میں اجتماعی

شرکت کو گناہ قرار دیا ہے۔ اِس غلطی کی وجہ سے بہت سے مصائب اور آفات وجہ بنے...... پاکستان کے قیام کے بعد سیاست سے ہماری لاتعلقی ایک مہلک زہر ثابت ہوئی...... پچھلی دہائی کی تاریخ ہماری سیاسی موت کی رہی ہے۔ اس دور میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور اہم ریاستی تقرریوں میں ہمارا تناسب صفر تھا...... حکمرانوں نے شیعوں کو اُن کے عوامی تناسب کے مطابق نمائندگی سے محروم کر رکھا ہے۔ شیعہ عموماً اِس ڈرامے کے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

سیاسی قیادت کے فقدان کی وجہ سے مطالبات تحریک کو بہت سے عملی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ مذہبی انجمنیں اُن بنیادی مسائل کو حل نہیں کر سکتیں جن کا پاکستان کے شیعوں کو سامنا ہے......[32]

کچھ ہفتوں کے بعد، شاہد علی اور لاہور کے چار دیگر وکلاء نے پندرہ روزہ المنتظر میں درج ذیل اپیل کے ساتھ" شیعہ سیاسی پارٹی" (SSP) کی بنیاد رکھنے کا اعلان کر دیا (اقتباسات):

ملت جعفریہ کو بہت سے مذہبی، معاشی اور سماجی مسائل کا سامنا ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر اب تک زیادہ تر مذہبی تنظیموں نے اپنے مخصوص دائرہ کار میں اُن کے حل کے لیے کام کیا ہے۔ چونکہ اُن کے عمل کا دائرہ صرف مذہبی دائرے تک ہی محدود ہے، اِس لیے وہ سماجی بہبود کے منصوبوں میں زیادہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے... یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ شیعہ قوم کو اب تک سماجی طور پر مضبوط بنیادوں پر منظم نہیں کیا گیا...

یہ اب بھی ایک کھلا سوال ہے کہ کیا ہم نے قیام پاکستان کے بعد سے کوئی گروہی درجہ حاصل کیا؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ سیاست کو شجر ممنوعہ سمجھا ہے۔ ہم نے بحیثیت قوم کبھی قومی معاملات میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی ہم نے اپنی صفوں میں سیاسی بیداری پیدا کرنے کا اپنا فرض ادا کیا...... بڑے شیعہ اوقاف کو دوسروں نے ہتھیا لیا کیونکہ ہماری سیاسی غفلت اِس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہم اپنے حقوق قانون ساز اداروں کے بجائے حکمرانوں کے دستخطوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں...... آئینی ضمانتوں کے باوجود پولیس تبلیغ سمیت آپ کی بنیادی مذہبی آزادیوں پر ڈاکہ ڈال رہی ہے اور ہم صرف احتجاج کرتے ہیں...... جہاں قومی دولت مذہبی اُمور پر خرچ ہوتی ہے وہاں شیعوں کو بھلا دیا جاتا ہے۔

ہم سب کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے وابستہ رہے ہیں یا اِنفرادی طور پر، لیکن کیا ہم اِس طرح شیعہ سماجی زندگی کے لیے کچھ حاصل کر پائے ہیں؟...... شیعوں کو اب اپنے وسائل اور اپنی ہمت اور صبر کا سہارا لینا چاہیے...... ہماری راہ میں بہت سی مشکلات ہوں گی۔ عام آدمی ہونے کے ناطے ہمیں مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا...... لیکن اگر ہم شیعوں کے وقار اور نظم وضبط کو بلند کر سکتے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارا کاروان کامیاب ہو سکتا ہے...... ایک شیعہ سیاسی جماعت وجود میں آ چکی ہے، اور ہمیں آپ کے تعاون کی فوری ضرورت ہے......[33]

SPP کے بانی ارکان کا ابتدائی نقطہ نظر بہت زیادہ شیعہ فرقہ پرست تھا۔ مسودہ قانون میں انہوں نے اپنے مقاصد کو" شیعوں کے مذہبی، سماجی، ثقافتی، اقتصادی، تعلیمی، سیاسی اور دیگر حقوق کی حفاظت" کے طور پر اعلان کیا[34]، اور انہوں نے موجودہ شیعہ تنظیموں خصوصاً

SMC سے حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جہاں APSC اور ITHS کے سیکرٹری جنرل نے 12 اکتوبر کو SPP کے تاسیسی کنونشن میں شرکت کی دعوتوں کو مسترد کر دیا، SMC کے شیخ عبدالعزیز اختر اور کچھ شیعہ جرائد کے مدیران نے شرکت کی[35]۔ یہاں تک کہ سید محمد دہلوی، اپنی سیاست سے پرہیز کے باوجود، ابتدائی طور پر SPP پروجیکٹ سے ہمدردی رکھتے تھے اور SMC کے حامیوں میں کچھ قبولیت حاصل کرنے میں گروپ کی مدد کرتے تھے[36]۔ لیکن نومبر 1969ء کے اوائل میں ہی شاہد علی نقوی کو اِن الزامات کی تردید کرنی پڑی کہ SPP "سوشلزم" کی حمایت کرے گی[37]۔

بہر حال، SPP نے ایک پارٹی کے طور پر کبھی آغاز نہیں کیا اور انتخابات سے قبل بانی کنونشن کے علاوہ ایک باقاعدہ کنونشن منعقد کرنے کے قابل بھی نہیں تھی جس میں بمشکل سو افراد نے شرکت کی تھی[38]۔ بانیوں میں سے کسی کا اب تک کوئی سیاسی قد کاٹھ نہیں تھا[39]۔ وہ شیعہ قائدین جنہوں نے ہمیشہ ایک غیر فرقہ وارانہ پلیٹ فارم پر الیکشن لڑا تھا، جو کہ بکھرے ہوئے شیعہ ووٹر اور اکثریتی ووٹ کے نظام کی وجہ سے آزادی سے پہلے سے ہی ایک ضرورت تھی[40]۔ اِس طرح SPP کے بانیوں میں سے کچھ کی مطالبات تحریک کے سیاسی بازو کی طرح بننے کی امیدیں، اُن کی پارٹی اور SMC کے درمیان ٹوٹنے سے پہلے ہی دَم توڑ گئیں۔

ایسا وقفہ 5 جون 1970ء کو SPP کے ہفتہ وار ندائے قوم میں غلام ربانی مرزا کے اداریے کے بعد تیزی سے آیا۔ دو روز قبل شیعہ عالم کے مرجع تقلید سید محسن الحکیم کی وفات کے موقع پر ربانی مرزا نے رضا کار کے ایڈیٹر پر الزام لگایا کہ انہوں نے حقائق کو مسخ کیا اور ریکم اگست 1969ء کو کمیونزم کے خلاف اُن کا 1960ء کا فتویٰ دوبارہ پرنٹ کرتے وقت محسن الحکیم کے لیے مشکلات پیدا کیں۔ ربانی مرزا کے مطابق مذکورہ فتویٰ سوشلزم پر لاگو نہیں ہوسکتا جو کہ کمیونزم سے بالکل مختلف اور اسلام سے مطابقت رکھتا ہو[41]۔ محمد صدیق نے اپنی طرف سے، اِس فتوے کو اب بھی درست اور سوشلزم پر مکمل طور پر قابلِ اطلاق سمجھا، اِس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے کہ محسن الحکیم نے اپنی زندگی کے دوران اِس سے کبھی انکار نہیں کیا[42]۔ 15 جون کو، سید محمد دہلوی نے ایک اعلان کیا کہ اُنہیں پہلے اُمید تھی کہ SPP شیعوں کے لیے کچھ مفید کام کر سکتی ہے، لیکن اب یہ واضح ہوگیا ہے کہ یہ گروپ "سوشلزم کے لیے وقف" ہے۔ اِس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہ وہ خود کسی پارٹی کا رکن نہیں تھا اور اُن کا SPP سے کوئی تعلق نہیں تھا، دہلوی نے اُن تمام شیعوں سے جو اُن پر بھروسہ کرتے ہیں کہا کہ خود کو SPP سے بھی دور رکھیں[43]۔ چار دن بعد SPP کی حیدرآباد برانچ کو اُس کے چیئرمین سید نجف علی شاہ نے باضابطہ طور پر تحلیل کر دیا[44]، جس کے بعد دیگر شہروں میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔ SPP اور سوشلزم کے محافظین اور مخالفین کے درمیان بحث و تکرار کا ایک سلسلہ شروع ہوا، جس میں زیادہ تر شیعہ 'علماء'، چاہے SMC، APSC یا ITHS کے حامی ہوں، SPP کے نقطہ نظر کی مخالفت کر رہے تھے۔ ممتاز 'علماء' میں سے صرف نجم الحسن کراروی نے واضح طور پر SPP کا ساتھ دیا[45]۔ انہوں نے محسن الحکیم کے فتوے کے بارے میں وہی شکوک و شبہات کا اظہار کیا تھا جیسا کہ ربانی مرزا پہلے ہی اکتوبر 1969ء میں کر چکے تھے[46] اور جولائی 1970ء سے انہوں نے بھٹو کی "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح کو اپنایا تھا[47]۔ اگرچہ کراروی آنے والے سالوں کے دوران SPP سے قریبی وابستہ رہے، لیکن اُن کا بنیادی مقصد شاید PPP کو خوش کرنا تھا، جسے وہ اقتدار کی راہ پر گامزن محسوس کرتے تھے[48]۔

جبکہ SPP کے بانی نے ایک مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم پر شیعوں کی کسی قابلِ ذکر تعداد کو جمع کرنے کے لیے کچھ حاصل نہیں کیا تھا،

بہت سے لوگ سنّی مذہبی جماعتوں کی پرزور مہم کے بارے میں فکرمند تھے جو 1970ء کے اوائل میں شروع ہوئی تھی۔شیعہ خاص طور پر اُن کے انتخابی منشور سے ناراض تھے۔ جے یو آئی کا دھڑا جس کی قیادت احتشام الحق تھانوی کر رہے تھے، جس کا کہنا تھا کہ سربراہ مملکت کو ''پاکستان کے 98 فیصد مسلمانوں کی طرح'' سنی ہونا چاہیے[49]۔ 30 ستمبر کو ریڈیو پاکستان میں اُسی منشور کی وضاحت کرتے ہوئے، تھانوی نے کھلے عام کہا کہ شیعہ رسومات جیسے عزاداری اور ماتم کو اسلامی آئین کے دائرہ کار میں جائز اعمال (مباہات) میں شمار نہیں کرتی۔ جے یو آئی سنی اکثریت کی تشریح کے مطابق اسلامی قوانین وضع کرنے کے لیے 'علماء' کا ایک بورڈ تشکیل دے گی[50]۔اس طرح کے بیانات کو تھانوی نے 1951ء کی ''علما کانفرنس'' جس نے ''22 اصول'' منظور کیے تھے کے موقع پر اپنے عہدوں سے الگ ہونے کے طور پر دیکھا تھا[51]۔

جماعت اسلامی کے چیئرمین مودودی نے بھی جنوری 1970ء میں کہا کہ اُن کی جماعت ایک سنی سربراہ مملکت کو لازمی قرار دے گی، اگرچہ انہوں نے بعد میں اِس کی تردید کی[52]۔ چھ ماہ بعد، جب جماعت اسلامی کی مہم زور وشور سے شروع ہوئی، مودودی نے اس تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کی کہ ان کی جماعت شیعوں کے خلاف ہے، اور دعویٰ کیا کہ شیعہ جماعت اسلامی کے ساتھ ''مکمل تعاون'' کریں گے اور جماعت اسلامی کے مکمل ممبرز (ارکان) بھی بن سکتے ہیں[53]۔ 24 جون کو رضا کار کے ایک اداریے میں اِس کی سرزنش کی گئی تھی جس کا عنوان تھا ''کوئی بھی شیعہ جماعت اسلامی کا ورکر (کارکن) نہیں بن سکتا''[54]۔ کچھ ہی عرصے بعد جماعت اسلامی نے دیگر مذہبی جماعتوں کا یہ نعرہ بھی اپنا لیا کہ وہ خلفائے راشدین کی مثال پر ڈھال کر اسلامی نظام کے لیے جدوجہد کر رہی ہے، جو شیعوں کے لیے باعث نفرین تھا[55]۔ اُن کی تنقید پر مودودی کا جواب ''پبلک لا'' کے درمیان فرق تھا، جسے وہ حنفی سنی اکثریت کی طرف سے تشریح کردہ شریعت کے مطابق ہونا چاہتے تھے اور ''پرسنل لا''، جو اقلیتوں کو ذاتی معاملات ان کی اپنی فقہ کے مطابق اپنے قوانین کو منظم کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتا ہے[56]۔اگرچہ اس طرح کے خیالات 1951ء میں ''22 اصولوں'' کے فریم ورک میں شیعہ علماء کی طرف سے متفق ہونے سے کافی ملتے جلتے تھے[57]، مودودی کے بیانات کو اب ''فرقہ وارانہ'' اور شیعہ پریس میں مکمل طور پر ناقابل قبول سمجھا جاتا تھا[58]۔ان کے خلافت راشدین کے نعرے کو اپنانے کا ایک واضح جواب مرزا یوسف حسین کی طرف سے آیا، جس نے مودودی کو یاد دلایا کہ اُنہوں نے حال ہی میں اپنی کتاب 'خلافت سے ملوکیت تک' میں تیسرے خلیفہ پر تنقید کی تھی[59]۔شیعہ رہنماؤں میں سے، صرف ITHS کے سیکرٹری جنرل مظفر علی شمسی نے 1970ء کی مہم کے دوران مودودی کے بارے میں کچھ مثبت کہا، مبینہ طور پر جماعت اسلامی کے ساتھ خفیہ انتخابی اتحاد کی وجہ سے[60]۔

غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمود کی قیادت میں جے یو آئی کا اکثریتی دھڑا، جس نے اُس وقت بھٹو کے ''سامراج مخالف'' ایجنڈے کے ساتھ مشترکہ بنیاد پائی[61]، اپنی انتخابی مہم کے دوران اکثر شیعوں کے خلاف کھلے عام پروپیگنڈے میں ملوث رہا، جیسا کہ اُس وقت کے جے یو پی کے چیئرمین پیر قمر الدین سیالوی کے ساتھ ہوا تھا[62]۔ پوری انتخابی مہم کے دوران مخصوص شیعہ فرقہ پرستوں نے خود کو نقصان میں پایا کہ وہ شیعہ ووٹرز کو کیا سفارشات دیں۔ 1970ء کے وسط سے مختلف تنظیموں کے شیعہ رہنماؤں اور دانشوروں کا کنونشن بلانے کے لیے متعدد اپیلیں کی گئیں تاکہ کسی ''اجتماعی'' فیصلے پر پہنچا جا سکے۔مقامی SMC کے سابق چیئرمین پرنس عباس مرزا[63] کی سربراہی میں کراچی کی ''مرکزی شیعہ فیڈریشن'' نے آخرکار 25 اکتوبر کو ایک ''آل پاکستان شیعہ کنونشن'' کا انعقاد کیا، لیکن اس میں تقریباً خصوصی طور پر SMC کے اراکین نے شرکت کی۔ یہاں تک کہ یہ پیپلز پارٹی کے حامیوں اور مخالفین میں تقسیم ہو گئے اور کوئی متفقہ فیصلہ نہ ہو سکا[64]۔جمیل حسین رضوی، جو

بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے، اپنے پیغام میں صرف یہ سفارش کر سکے کہ شیعوں کو ہر حلقے میں فیصلہ کرنا چاہیے کہ کون سے امیدوار" متقی اور کھرے عزم مصمم کے ساتھ" ہیں اور "شیعوں یا کسی دوسرے فرقے سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے" لیکن انتخابی مہم کے دوران شیعوں کے خلاف فرقہ وارانہ پروپیگنڈے پر غور کرتے ہوئے، یہاں تک کہ رضوی نے سوچا کہ انتخابات کے بعد شیعوں کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ انہیں" اپنی مذہبی خصوصیات اور اپنی بقا کے تحفظ کے لیے" الگ انتخابی حلقوں کی ضرورت ہے[65]۔ سید محمد دہلوی نے جلد ہی شیعہ مطالبات اور" متناسب شیعہ نمائندگی" کے بارے میں ہر امیدوار کے رویے کو دیکھنے کی سفارش کی[66]۔

اِس دوران، SPP میڈیا میں تھوڑی سی موجودگی کے علاوہ تقریباً غائب ہو چکی تھی؛ یہ الیکشن لڑنے کے قابل بھی نہیں تھی[67]۔ لیکن غلام ربانی مرزا، جنہوں نے اس دوران خود کو SPP کا چیئرمین قرار دیا تھا، نے 23 نومبر کو ایک پریس کانفرنس میں کچھ ہنگامہ برپا کر دیا جہاں انہوں نے پاکستان میں پیپلز پارٹی اور سیکولر نظام کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے ایک بار پھر محسن الحکیم کے فتوے کو غیر متعلقہ قرار دیا اور کہا کہ وہ شیعیت کو" روحانی تحریک سمجھتے ہیں، نہ کہ ایک مذہب"۔ ان کے بیانات نے 26 نومبر کو لاہور میں ایک پریس کانفرنس کے دوران مشتاق حسین نقوی کے ایک طویل جواب الجواب کو اُکسایا[68]۔

انتخابات سے لے کر 1971ء کی جنگ تک

7 دسمبر 1970ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے، مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے 138 میں سے 81 نشستوں پر کامیابی حاصل کی جب کہ جماعت اسلامی، جے یو آئی اور جے یو پی نے مل کر صرف 18 نشستیں حاصل کیں[69]۔ دس دن بعد میں ہونے والے صوبائی الیکشن میں سنی مذہبی جماعتوں کی کارکردگی بھی کچھ اچھی نہ رہی، پنجاب اسمبلی کی 180 میں سے صرف سات، سندھ میں ساٹھ میں سے آٹھ، سرحد (کے پی) میں چالیس میں سے پانچ اور بلوچستان میں بیس میں سے تین نشستیں حاصل کی[70]۔ مشرقی پاکستان میں تمام جماعتوں کو قومی اور صوبائی دونوں انتخابات میں بنگال کی قوم پرست 'عوامی لیگ' نے شکست دی تھی۔ اس طرح ایک "سنی حنفی ریاست" کا تصور فی الحال بالکل غائب ہوگیا تھا۔ یہ بڑے پیمانے پر سمجھا جاتا تھا کہ مغربی پاکستان میں زیادہ تر شیعوں نے مذہبی جنونیت کے خلاف بہترین تحفظ کے طور پر سیکولر PPP کو ووٹ دیا تھا[71]۔ ہفتہ وار چٹان نے "اسلامی نظام سے نفرت کی وجہ سے" اجتماعی طور پر پی پی پی کی حمایت کرنے کی شیعہ "سازش" کے بارے میں لکھا[72]، اور SPP کے جریدوں نے بھٹو کی فتح کو ان کی اپنی چھوٹی پارٹی کی طرف سے دی گئی حمایت کو بھی قرار دیا۔ یکم جنوری 1971 کو ندائے قوم کا ایک اداریہ، جسے شہابِ ثاقب میں نجم الحسن کراروی کے تبصروں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا تھا، جس میں مودودی اور احتشام الحق تھانوی سے متاثر ہو کر سوشلزم کو کفر قرار دینے والے "فتویٰ پھیلانے والے ملاؤں" کے خلاف دھمکی آمیز ریمارکس کیے گئے تھے۔[73]"

مشتاق حسین نقوی کے ذریعہ 1970ء میں شیعہ ووٹنگ کے نمونوں کا تجزیہ ایک مختلف تصویر کھینچنے کی کوشش کرتا ہے[74]۔ انہوں نے اس تبصرے سے آغاز کیا کہ سنی، جو پاکستان کی 80 سے 85 فیصد آبادی پر مشتمل ہیں، سب سے پہلے PPP کی جیت کے ذمہ دار تھے۔ وہ حلقے جو شیعوں کا گڑھ تھے، ملے جلے نتائج دیئے۔ دریائے سندھ کے مشرقی کنارے کے ساتھ بھکر، لیہ اور علی پور کی تحصیلوں میں، جہاں وہ شیعہ ووٹ کو فیصلہ کن سمجھتے تھے، پیپلز پارٹی کے شیعہ امیدواروں کو دوسری جماعتوں کے امیدواروں کے مقابلے میں شکست ہوئی، خواہ وہ شیعہ ہوں یا سنی۔ ایسا ہی صوبہ سرحد (کے پی) کی کرم ایجنسی میں ہوا تھا، جہاں زیادہ تر شیعوں نے اس کی بجائے بنگش قبیلے کے ایک سنی رکن کو ووٹ دیتے تھے۔ لاہور میں میجر ذوالفقار قزلباش، (نواب مظفر علی خان کے چھوٹے بھائی)، جو 1964ء میں آزاد امیدوار کے طور پر قومی اسمبلی سے منتخب ہوئے تھے، 1970ء میں PPP کے ٹکٹ پر ہار گئے۔ راولپنڈی میں زیادہ تر شیعوں نے ایئر مارشل (ر) اصغر خان (تحریک استقلال) کو ووٹ دیا۔ پنجاب اسمبلی کے لیے منتخب ہونے والے تیرہ شیعہ اراکین میں سے صرف تین نے PPP کے ٹکٹ پر کامیابی حاصل کی تھی، یہ تمام ضلع ملتان سے تھے[75]۔ تاہم، 313 رکنی قومی اسمبلی کے لیے منتخب ہونے والے صرف پانچ شیعہ امیدواروں میں سے چار نے پیپلز پارٹی کے لیے انتخاب لڑا تھا[76]۔ سندھ میں، جہاں سنی مذہبی جماعتوں نے بھٹو کو شیعہ کے طور پر پیش کیا تھا، وہاں ایک بھی شیعہ کو قومی یا صوبائی اسمبلی میں ووٹ نہیں دیا گیا۔ یہی حال مشرقی پاکستان، بلوچستان اور صوبہ سرحد (کے پی) میں، ایک صوبائی اسمبلی کی نشست کو چھوڑ کر تھا[77]۔ مجموعی طور پر شیعوں نے بالکل معمولی نتائج حاصل کیے، جو کہ اُن کے عام طور پر بکھرے ہوئے انتخاب کنندگان کی عکاسی کرتا ہے --- یہاں تک کہ شیعہ گڑھ جیسے کراچی اور لاہور میں --- اور اُن کے ووٹوں کی متعدد مختلف جماعتوں میں تقسیم۔

بھٹو اور بنگال کے رہنما مجیب الرحمان کے درمیان اقتدار کی کشمکش کی وجہ سے، جن کی پارٹی نے قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل کی، مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد تک کبھی بھی اس کا انعقاد نہیں کیا گیا[78]۔ مشرقی پاکستان میں مارچ 1971ء سے اس سال دسمبر تک پر تشدد تصادم نے 1968ء اور 1970ء کے درمیان حکومت کی طرف سے شیعوں سے کیے گئے وعدوں پر عمل درآمد تقریباً مکمل طور پر منجمد کر دیا (اوپر دیکھیں)۔ اِس سے SMC کی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں۔

اِس کے باوجود 1971ء میں پاکستان کے شیعوں کے درمیان کچھ اہم داخلی پیش رفت ہوئی۔ اُن میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ محسن الحکیم کی رحلت کے بعد ایک نئے مرجع تقلید کی تلاش کے سوال کو کئی پاکستانی 'علماء' نے 1970ء کے وسط اور اگلے اٹھارہ مہینوں میں اُس وقت کیسے نمٹا[79]۔ ایک اور APSC اور ITHS کے رہنماؤں کی کوششیں تھیں، جنہوں نے گزشتہ برسوں کے دوران SMC کی راہ میں شیعہ تنظیموں کا "اتحاد قائم" کرنے کے لیے متعدد رکاوٹیں کھڑی کی تھیں۔ اس کی ظاہری وجہ یہ تھی کہ مظفر علی شمسی اور نواب قزلباش کے حواریوں کو انتخابات کے دوران کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی، اور یہ کہ اب انہیں شیعہ برادری میں اپنی پوزیشن کو بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی۔

APSC کے سکریٹری جنرل شائق امبالوی نے فروری 1971ء میں جمیل حسین رضوی کی غیر موجودگی میں شیعہ اوقاف بورڈ کے اجلاس کے موقع سے فائدہ اٹھا کر SMC کے اپنے ہم منصب عبدالعزیز اختر کو مظفر علی شمسی کے ساتھ ایک ساتھ غیر رسمی بات کرنے پر آمادہ کیا۔ انہوں نے اسے ایک مشترکہ اعلامیہ پر دستخط کرنے پر آمادہ کیا اور اس موقع پر لی گئی پریس تصاویر بھی تھیں[80]۔ اس غیر مجاز اقدام نے SMC کے اراکین کی طرف سے کافی تنقید کی گئی، لیکن اس کے بعد امبالوی اور شمسی دونوں کی طرف سے اتحاد کے لیے متعدد ڈرامائی اپیلیں کی گئیں۔ اتفاق سے اب انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ان کی دونوں تنظیموں کے درمیان دشمنی نے شیعہ مقاصد کو کتنا نقصان پہنچایا ہے۔ جمیل حسین رضوی نے سید محمد دہلوی سے مشاورت کے بعد تینوں شیعہ تنظیموں کو اکٹھا کرنے کے خیال کو اصولی طور پر منظور کیا، لیکن یہ شرط رکھی کہ امبالوی اور شمسی واضح طور پر APSC اور ITHS کو تحلیل کرنے اور اپنے کاموں سے مستعفی ہونے کے لیے اپنی تیاری کا اظہار کریں گے؛ اس معاملے کا فیصلہ SMC کونسل کر سکتی ہے[81]۔

سید محمد دہلوی، جو ایک سال سے بیمار تھے اور آخری مہینوں کا بیشتر حصہ ہسپتال میں گزار چکے تھے، 20 اگست کو 73 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ 25-27 ستمبر 1971ء کو لاہور میں ہونے والے اجلاس میں اُن کی جانشینی اور دیگر تنظیمی اُمور کا فیصلہ ہوا۔ جسٹس (ریٹائرڈ) سید جمیل حسین رضوی (1905ء-81ء)، جو 1966ء میں SMC کے قیام کے بعد سے اِس کے سینئر وائس چیئرمین تھے اور خود دہلوی کے پسندیدہ امیدوار تھے، متفقہ نعرۂ تحسین سے چیئرمین منتخب ہوئے[82]۔ انتخاب اِس سے بہتر نہیں ہو سکتا تھا۔ جمیل حسین رضوی 1950ء کی دہائی کے اوائل سے متعدد شیعہ گروہی تنظیموں اور اُمور کے لیے ایک پرعزم اور موثر کارکن تھے اور سیاست اور عدلیہ میں ایک ممتاز کیریئر کے حامل شخص تھے[83]۔ انہوں نے 1970ء کی دہائی میں SMC کو کہیں زیادہ قابل اور توانا قیادت فراہم کی شاید ہی کسی اور شخص نے کی ہو، اگرچہ وہ 1975ء کے بعد SMC کو زوال پذیر ہونے سے نہ بچا سکے[84]۔

اِس کے باوجود SMC کے حامیوں کی نئی داخلی تقسیم کا بیج اِسی SMC اجلاس میں ڈالا گیا۔ مرزا یوسف حسین، لکھنؤ سے تعلق رکھنے

والے پرجوش عالم جو 1964ء کے کراچی کنونشن سے شیعہ علماء (MAUSP) کی " ایکشن کمیٹی" کے نائب چیئرمین تھے، نے اس ادارے کو برقرار رکھنے پر اصرار کیا اور اُنہیں اِس کا باضابطہ چیئرمین منتخب کیا گیا۔ اس طرح مطالبات تحریک کی قیادت SMC اور MAUSP کے درمیان تقسیم ہوگئی، اور لامحالہ ذاتی رقابتیں اگلے برسوں میں باہمی علیحدگی کا باعث بنیں یہاں تک کہ MAUSP، 1974ء میں SMC سے مکمل طور پر الگ ہوگئی[85]۔ نئے چیئرمین کی دلی تائید کے بعد، مغربی پاکستان میں " ون یونٹ" کی تحلیل کو مدنظر رکھتے ہوئے SMC کے سرکردہ عہدیداروں کی ایک نئی ٹیم کا انتخاب کیا گیا۔

کراچی سے تعلق رکھنے والے مہاجر زمیندار نواب افتخار حسین خان سینئر وائس چیئرمین بن گئے، جب کہ عبدالعزیز اختر کی جگہ ایڈووکیٹ راجہ لہراسب علی خان سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ مؤخر الذکر نے SMC کو APSC اور ITHS کے ساتھ ضم کرنے کی اپنی تجاویز کے لیے کوئی حمایت نہ ملنے کے بعد استعفیٰ دے دیا[86]۔ مشتاق حسین نقوی کو چیف آرگنائزنگ سیکرٹری کے طور پر رکھا گیا اور وہ اگلے سالوں کے دوران SMC کے سب سے زیادہ فعال خطیب اور ٹربل شوٹر رہے[87]۔ SMC کے مرکزی وائس چیئرمین بھی مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں اور مشرقی پاکستان سے منتخب ہوئے[88]۔ مشرقی پاکستان کے حالات کے پیش نظر SMC کونسل کے اجلاس کی ایک قابل ذکر خصوصیت یہ تھی کہ اِس کے پہلے دو اجلاسوں کی صدارت چٹاگانگ سے مولانا سید محمد احمد عابدی نے کی، جنہوں نے نماز کی ضرورت کے بارے میں ایک خطبہ سے حاضرین کو متاثر کیا[89]۔

اجلاس کا ایک فیصلہ AWSM کے فریم ورک کے اندر، ملتان سے منتخب ایم این اے سید عباس حسین گردیزی کی سربراہی میں قائد ملت میموریل فنڈز کا قیام تھا۔ اِس کے لیے چندہ اگلے مہینوں کے دوران جمع کیا گیا[90]۔ سیشن کے درمیان، گردیزی اور جمیل حسین رضوی نے بھی چیف سیکرٹری افضل آغا سے ملاقات بھی کی تاکہ اُنہیں شیعہ دینیات کے الگ نصاب پر عمل درآمد نہ ہونے کی یاد دہانی کرائی جائے اور ایک ہفتے میں اُن سے جواب طلب کیا[91]۔ حیرت کی بات نہیں، اِس سلسلے میں کچھ حاصل نہیں ہوا۔ نئے چیئرمین نے اکتوبر میں SMC کی اہم شاخوں کا پہلا دورہ ملتان، کراچی اور حیدرآباد میں بڑے عوامی اجلاسوں کے ساتھ کیا[92]۔ آنے والے سالوں میں اس طرح کے کئی دورے زیادہ تر مشتاق حسین کی صحبت میں ہوئے، اور جمیل حسین رضوی نے 1970ء کی دہائی کے اوائل میں ایک شیعہ رہنما کے طور پر اُتنا ہی احترام حاصل کیا جتنا دہلوی نے 1960ء کی دہائی میں حاصل کیا تھا۔

1971ء کے آخری مہینوں میں مشرقی پاکستان کے بحران اور اس کے بعد ہونے والی جنگ نے ہر چیز کو گرہن لگا دیا۔ مشرقی پاکستان کا نقصان، جیسا کہ یہ مغربی پاکستان کے زیادہ تر مسلمانوں کے لیے تکلیف دہ تھا، اِس کے فوری طور پر شیعہ مطالبات تحریک کے لیے زیادہ اثرات نہیں ہوئے، جو بہرحال مغربی پاکستان میں بہت زیادہ غالب تھی۔ اِس کے ضمنی اثرات میں سے ایک پاکستان کی مجموعی آبادی میں شیعوں کی فیصد میں اضافہ تھا، لیکن اُس نے حکومت اور سنی جماعتوں کو اگلے برسوں میں " قومی اتحاد کے لیے خطرات" کے لیے زیادہ حساس بنا دیا۔

بھٹو حکومت اور شیعہ مطالبات، 1972ء-1974ء

20 دسمبر 1971ء کو مشرقی بنگال میں پاکستانی مسلح افواج کی آخری شکست اور مغربی محاذوں پر جنگ بندی کے بعد بھٹو نے یحییٰ خان سے صدارت سنبھال لی۔ اُنہوں نے اگست 1973ء تک اِس منصب میں حکومت کی قیادت کی، جب وہ ایک نئے آئین کے اطلاق میں وزیرِ اعظم منتخب ہوئے، جس کی اُسی سال اپریل میں قومی اسمبلی نے منظوری دی تھی[93]۔ آئین کا مسودہ تیار کرنے والے کمیشن کے پچیس اراکین میں سے صرف ایک شیعہ وزیرِ خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن تھا[94]۔ لیکن اقلیتوں کے لیے زیادہ تر بنیادی تحفظات، جو پہلے ہی 1956ء اور 1962ء کے آئین میں شامل تھے، بغیر کسی اہم ترامیم کے برقرار رہے[95]۔ 1973ء کے آئین کے آرٹیکل 21 اور 22 میں درج ذیل نئے تحفظات شامل ہیں:

21. کسی بھی شخص کو کوئی خاص ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جس سے حاصل ہونے والی آمدنی اُس کے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی تبلیغ یا دیکھ بھال پر خرچ کی جائے۔

22. (1) کسی بھی تعلیمی ادارے میں شرکت کرنے والے کسی فرد کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے، یا کسی مذہبی تقریب میں حصہ لینے، یا مذہبی عبادت میں شرکت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اگر ایسی ہدایات، تقریب یا عبادت کا تعلق اُس کے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو۔[96]

دُوراندیشی کے ساتھ بھٹو حکومت کے ساڑھے پانچ سال، یحییٰ خان کے عبوری دَور کے ساتھ، پاکستان کی تاریخ میں شیعوں کے لیے سب سے زیادہ سازگار دَور تصور کیا جا سکتا ہے۔ بھٹو کا واضح سیکولرازم اور سنی مذہبی لابی کی نسبتاً کمزوری نے اُس سمت سے شیعوں پر زیادہ دباؤ ڈالنے کی گنجائش نہیں دی[97]۔ اگرچہ اِن سالوں میں فرقہ وارانہ محاذ مکمل طور پر پُرسکون نہیں تھا[98] لیکن اِس طرح کی جھڑپیں جو 1970ء کی دہائی میں ہوئی تھیں، اُن کا 1980ء کی دہائی کے بعد ہونے والی جھڑپوں سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھٹو کی حکومت تھی جس نے آخرکار الگ دینیات سے متعلق وعدوں پر عمل درآمد شروع کیا (نیچے ملاحظہ کریں) اور جس نے 1972ء میں گلگت ایجنسی اور بلتستان میں کچھ اصلاحات متعارف کرائیں، جس سے پاکستان کے اس حصے کی زیادہ تر شیعہ آبادی کو سیاسی آواز ملی۔ بھٹو شمالی علاقہ جات میں اِس قدر مقبول ہوئے کہ اُن کے سب سے بڑے شیعہ مذہبی رہنما شیخ غلام محمد آف سکردو نے PPP کی علاقائی شاخ کی چیئرمین شپ قبول کر لی۔ اگر ہم فرض کریں کہ مغربی پاکستان میں شیعہ اور سنی دونوں کی اکثریت نے 1970ء میں بھٹو کو ووٹ دیا تھا، تو بظاہر شیعوں کے ایک بڑے حصے نے بھٹو کے خاتمے کے بعد اور موجودہ دَور تک PPP کے ساتھ اپنی وفاداری برقرار رکھی[100]۔

بہر حال، شیعہ مطالبات تحریک کو بھٹو حکومت کے عارضی قیام اور خصوصی شیعہ مسائل میں عدم دلچسپی کے ساتھ اتنے ہی مسائل درپیش

تھے جیسے ایوب خان اور یحییٰ خان کے دَور میں تھے۔ اسی طرح، SMC کے شیعہ حریفوں نے 1971ء میں APSC اور ITHS کی SMC میں دراندازی کرنے میں ناکامی کے بعد پہلے سے کہیں زیادہ ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنی رکاوٹیں دوبارہ شروع کیں۔ اس طرح بھٹو کے سالِ حکومت اور مرکزی شیعہ تنظیم کے درمیان کسی بھی ہنی مون نہیں تھے، جن کے حامی 1972ء سے 1974ء تک بے چین ہوتے چلے گئے۔

اِن سالوں کے دوران، SMC کی زیادہ تر توانائیاں دینیات ایشو پر مرکوز تھیں۔ سنیوں کو دیے گئے شیعہ اوقاف کا مسئلہ بھی حل طلب رہا[101] لیکن اس پر اتنا دباؤ نہیں سمجھا گیا کہ اس کی جانب سے کوئی نئی احتجاجی تحریک شروع کی جائے۔ کسی بھی چیز سے بڑھ کر، اوقاف کے مسئلے نے اندرونی شیعہ تنازعات کو ہوا دی جس کے نتیجے میں SMC نے مطالبہ کیا کہ محکمہ اوقاف کو قزلباش وقف کا کنٹرول سنبھالنا چاہیے[102]۔ ان تنازعات کے نتیجے میں، علیحدہ دینیات کے حوالے سے پیش رفت میں تاخیر ہوئی۔

SMC کے کئی سرکردہ ارکان نے 1970ء کی انتخابی مہم کے دوران سوشلزم کے بارے میں بھٹو کے بیانات پر سخت الفاظ میں تنقید کی۔ اُن میں سے ایک راجہ لہراسب علی خان تھے، جو بعد میں SMC کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے[103]۔ لیکن جنوری 1972ء میں، اُس نے بھٹو سے مندرجہ ذیل کھلے خط کے ساتھ اپیل کی (اقتباسات):

محترم صدر! بحیثیت صدر آپ کی پہلی تقریر مایوسی کے اندھیروں میں اُمید کی کِرن ثابت ہوئی ہے اور مظلوموں کو اُمید پیدا ہوئی ہے کہ اب اُن پر ہونے والے ظلم ختم ہو جائیں گے۔۔۔

کیا مَیں آپ کی توجہ اِس مظلومیت اور مصائب کی طرف مبذول کروا سکتا ہوں جو پاکستان میں لاکھوں شیعوں کو متاثر کرتی ہے جو غلامی کی بدقسمتی میں گرفتار ہیں اور ایک فرقے کے طور پر اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے قانون کی بالادستی اور بنیادی حقوق کا احترام کرنے کے اپنے عزم کا اظہار کیا ہے، ہمیں اُمید ہے کہ آپ شیعوں کو انصاف دیں گے۔۔۔

ہم صرف اِس سرزمین پر شیعہ مسلمانوں کی حیثیت سے جینے کا حق مانگتے ہیں جو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کی ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ جو ادارے حکومتی فنڈز یا مالی مدد سے چلائے جاتے ہیں اور جہاں سنیوں کے لیے اُن کے عقیدے کے مطابق دینیات دی جاتی ہے، وہی شیعوں کے لیے بھی فراہم کی جائے، کیونکہ سرکاری بجٹ میں بطور پاکستانی اور ٹیکس ادا کرنے والے کے ہمارا حصہ ہے۔۔۔

ہم یقیناً ملک کے مشکل حالات اور آپ کی بے شمار مصروفیات سے باخبر ہیں... پھر بھی ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر ہمارے حالات ایسے ہی رہے تو مستقبل قریب میں ہم ایک فرقے کی حیثیت سے ختم ہو جائیں گے... ایک بار شیعوں پر ظلم اُٹھا لیا گیا تو پورے پاکستان کے عوام کی ذہنی قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گا۔۔۔[104]

اُس سال 16 مئی تک SMC کے ایک وفد جس کی سربراہی جمیل حسین رضوی کر رہے تھے، وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ کی طرف سے کا استقبال کیا گیا۔ وزیر نے "جلد از جلد" شیعہ دینیات کو متعارف کرانے کا وعدہ کیا[105]۔ چونکہ اگلے ماہ تک کچھ بھی واضح نہ ہوا تو SMC نے ایک اور شیعہ قوت کا مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

راولپنڈی میں 6 اگست 1972ء سے ایک کنونشن بلایا گیا جس کا اُسی مقام پر نومبر 1968ء کے کنونشن سے بھی زیادہ سخت ردعمل سامنے آیا۔ SMC ذرائع کے مطابق، پاکستان بھر سے 25 ہزار سے زیادہ شیعہ رضا کار، جن کی قیادت اُن کے متعلقہ معززین اور 'علماء' کر رہے تھے، 6 اگست تک جمع ہو چکے تھے، اور اگلے دنوں میں مزید آنے کے لیے تیار تھے[106]۔ حسب معمول SMC کے مخالفین نے کنونشن کو ناکام بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ قزلباش نے یکم اگست کو بھٹو سے ملاقات کی اور اُن سے بڑھتی ہوئی شیعہ بدامنی کو ختم کرنے کے لیے کچھ کرنے کو کہا۔ اِس کے بعد بھٹو نے ایک سرکاری اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ علیحدہ دینیات سے متعلق شیعہ مطالبات کو تسلیم کر لیا گیا ہے اور جلد ہی اُن پر عمل درآمد کیا جائے گا[107]۔ جعلی اعلانات شائع کیے گئے کہ کنونشن منسوخ کر دیا گیا ہے، اور اس لحاظ سے پوسٹر راولپنڈی میں تقسیم کیے گئے جب کہ یہ پہلے ہی شروع ہو چکا تھا[108]۔ اس سے SMC کے مجتمع کارکنوں اور ان کے قائدین کے عزم میں اضافہ ہوا۔ لیاقت باغ میں ابتدائی تقریری اجلاس کے بعد ایک جلوس ایوان صدر اسلام آباد پہنچا جہاں اڑتالیس گھنٹے تک دھرنا دیا گیا[109]۔

SMU کا بھی ایک وفد یکم اگست کو بھٹو اور اُن کے وزیر برائے مذہبی اُمور کوثر نیازی سے ملاقات کر چکا تھا لیکن اُن کے وعدوں سے وہ مطمئن نہیں تھا[110]۔ 7 اگست کو پیرزادہ نے SMC کے ایک اور وفد کو بتایا کہ پنجاب اور سندھ کی صوبائی حکومتوں نے الگ الگ شیعہ دینیات کو قبول کیا تھا لیکن صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور بلوچستان کی حکومتوں نے اُن پر عمل درآمد کرنے سے انکار کر دیا[111]۔ یہ ایک اعتراف سمجھا گیا کہ بھٹو کا "اعلامیہ" بے سود تھا۔ مشتاق حسین نقوی نے مطالبہ کیا کہ وفاقی حکومت علیحدہ دینیات کے احکامات دے اور SMC ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرنے والی صوبائی حکومتوں کے خلاف احتجاج شروع کرے۔ اِس کے بعد پیرزادہ نے دعویٰ کیا کہ وہ شیعہ مطالبات کے پس منظر کے بارے میں کافی زیادہ مطلع نہیں ہیں اور وفد کو کوثر نیازی سے بات چیت کرنے کی ہدایت کی۔ ایک معاہدہ طے پا گیا لیکن نیازی اپنے اِس وعدے کو پورا کرنے میں ناکام رہے کہ وہ اسے منظوری کے لیے کابینہ میں پیش کرتے اور اُسی شام ریڈیو پاکستان پر فیصلے کا اعلان کرتے۔ اِس کے بعد ایک بڑی احتجاجی تحریک کی تیاری کے لیے مزید رضا کاروں کو اسلام آباد کی طرف روانہ ہونے کا مطالبہ کیا گیا[112]۔ اگلی صبح (8 اگست) کو SMC کے مندوبین اور پیرزادہ، کوثر نیازی اور پنجاب کے گورنر مصطفیٰ کھر کے درمیان مذاکرات کے دوران ایک پیش رفت ہوئی[113]۔ پیرزادہ کے تحریری بیان کے بعد کہ یکم جنوری 1973ء کو تمام سرکاری سکولوں میں علیحدہ شیعہ دینیات متعارف کرائی جائے گی، احتجاجی دھرنا ختم کر دیا گیا۔ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ 16 اگست کو اسلام آباد میں شیعہ علماء اور معززین کے اجلاس میں عبوری شیعہ سلیبس کا فیصلہ کیا جائے گا[114]۔

جمیل حسین رضوی نے قبول کیا کہ دیگر شیعہ تنظیموں کے اراکین 16 اگست کی کانفرنس میں شرکت کریں بشرطیکہ مندوبین کی اکثریت SMC سے ہو۔ اِس طرح SMC (بشمول MAUSP) کے 20 ممبران، سات آزاد، APSC کے پانچ اور ITHS، SPP اور شیعہ یوتھ لیگ سے تین تین کو دعوت نامے بھیجے گئے[115]۔ تاہم، ITHS، APSC اور SPP نے اجلاس کا بائیکاٹ کرنے کا

فیصلہ کیا اور اِس طرح اِسے منسوخ کر دیا گیا[116]۔ APSC نے بعد میں دلیل دی کہ شیعہ دینیات کے سلیبس پر جون 1970ء میں پہلے ہی اتفاق ہو چکا تھا اور اِس پر دوبارہ بحث شروع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے[117]۔لیکن SMC کے ورژن کے مطابق، پیرزادہ اور کوثر نیازی دونوں نے اصرار کیا تھا کہ PPP کی "عوامی حکومت" یحییٰ خان حکومت کے فیصلوں پر عمل درآمد کرنے کے بجائے اپنا دینیات کا سلیبس مرتب کرے گی، جس میں شیعوں کے لیے علیحدہ دفعات شامل ہوں گی[118]۔ نیازی، جس نے 16 اگست کی کانفرنس کی صدارت کی تھی، ایک عبوری مدت کے لیے 1970ء میں طے شدہ دینیات کی نصابی کتب کے سیٹ کو متعارف کرانے کو بھی تیار نہیں تھے، جبکہ پیرزادہ نے ایک بار پھر شیعہ اور سنیوں کے لیے مشترکہ نصاب کی درخواست کی[119]۔ جب اُسے موجود شیعوں نے متفقہ طور پر مسترد کر دیا تو اُنہوں نے اعلان کیا کہ یکم اکتوبر کو ایک الگ نصاب پہلے متعارف کرایا جائے گا اور اس کے لیے کسی عبوری انتظام کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اِس کی بجائے، کوثر نیازی کی سربراہی میں پانچ شیعہ اور پانچ سنی 'علماء' پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا گیا جو مستقبل کے سلیبس کی عمومیات کے بارے میں فیصلہ کرے گا[120]۔

اِس کمیشن کے پہلے دو اجلاس 24-24 ستمبر 1972 کو اسلام آباد میں ہوئے۔قزلباش نے اس دوران دو اور شیعہ علماء، مفتی جعفر حسین اور صفدر حسین مشہدی کو APSC کی نمائندگی کے لیے شامل کرنے کا انتظام کیا[121]۔ SMC اور MAUSP کی نمائندگی مرزا یوسف حسین، سید مرتضیٰ حسین، محمد بشیر انصاری، ابن حسن جارچوی اور ابن حسن نجفی نے کی۔ اِن پانچوں کو SMC کے چیئرمین نے حلف پر دستخط کرنے کے لیے بنایا تھا کہ اگر کمیشن الگ دینیات کے اصول سے پیچھے ہٹ جائے تو وہ واک آؤٹ کر دیں[122]۔کمیشن کے سنی ارکان میں پروفیسر غفور احمد (جے آئی)، مولانا عبدالحکیم (جے یو آئی)، مولانا عبدالاحد غزنوی (جے یو آئی)، مولانا نورالحسن بخاری (ٹی اے ایس/ جے یو آئی)، مولانا صاحبزادہ فیض الحسن (جے یو پی)، مولانا محمد حنیف ندوی (جے اے ایچ)، اور اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین علاؤ الدین صدیقی شامل تھے[123]۔ پہلے سیشن کے دوران فیض الحسن، محمد حنیف ندوی، عبدالحکیم اور نورالحسن بخاری نے ایک بار پھر علیحدہ دینیات کے خطرات کے خلاف آگاہ کیا، لیکن دیگر سنی اراکین اور چیئرمین کوثر نیازی نے شیعہ دلائل کے لیے سمجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا۔ آخر کار تمام چودہ علماء الگ دینیات کے اصول پر متفق ہو گئے۔ اگلے دن اِس بات پر بحث ہوئی کہ آیا سنی اور شیعہ نصاب کو مشترکہ نصابی کتاب میں شامل کیا جائے یا نہیں[124]۔معاملہ طے کرنے میں ایک اور سیشن (کراچی، 30 ستمبر) لگا۔ نیازی اور کمیشن کے کچھ سنی اراکین نے شیعوں پر زور دیا کہ وہ ایک مشترکہ درسی کتاب کو قبول کریں۔ انہیں مشرقی پاکستان کے نقصان اور دوسرے صوبوں میں علیحدگی پسند رجحانات کی یاد دلاتے ہوئے، انہوں نے اُن سے اپیل کی کہ وہ پاکستان کے شہریوں کے درمیان مزید علیحدگی سے حتی الامکان گریز کریں[125]۔ اس کے بعد اِس بات پر اتفاق کیا گیا کہ ایک مشترکہ نصابی کتاب میں درج ذیل ابواب ہوں گے:

1)۔ قرآن پاک کی ایسی آیات جن کو سنی اور شیعہ دونوں بچے نماز اور دیگر مذہبی فرائض کے دوران پڑھیں گے؛

2)۔ سیرت محمد ، ایسے عناصر کے بغیر جو کسی مسلم فرقے یا فرقے کے لیے قابل اعتراض ہو؛

3)۔ سنی مسلمانوں کے عقیدہ اور عمل کے اہم اصول؛ خلفائے راشدین اور اہم صحابہ کی زندگیاں؛

4)۔ شیعہ کلمہ اور اصول دین بشمول امامہ؛ شیعہ مذہبی رسومات اور اہل بیت کی زندگی[126]۔

نئے نصاب کی تشکیل کے لیے چار سنی اور چار شیعہ علماء کے ساتھ ساتھ ہر صوبائی حکومت کے ایک ایک نمائندے اور وفاقی حکومت کے دو افراد پر مشتمل ایک ورکنگ گروپ تشکیل دیا گیا[127]۔ تاریخ اور ادب کے نصاب پر نظر ثانی کرنے اور اُن سے قابل اعتراض مواد ہٹانے کا بھی فیصلہ کیا گیا[128]۔ اگرچہ SMC نے اپنے مطالبات پر مکمل اطمینان حاصل نہیں کیا تھا، اِس کے قائدین نتیجہ سے کافی مطمئن تھے۔ جمیل حسین رضوی نے مجوزہ مشترکہ نصابی کتاب کے کچھ مثبت پہلوؤں کو پایا: کتابوں کی ایک بڑی تعداد کو چھاپا جائے گا اور شیعہ عقائد کو سنی طلباء کے لیے آسانی سے قابل رسائی بنایا جائے گا، اُنہیں "موازنہ" کرنے کے قابل بنایا جائے گا اور شیعہ عقائد کے بارے میں کچھ غلط فہمیوں کو دور کرنے میں بھی مدد ملے گی[129]۔ یہ سوال کہ 20 ہزار سے زیادہ سرکاری سکولوں میں شیعہ دینیات کون پڑھائے گا، جن میں سے زیادہ تر شیعہ طلباء کا ایک چھوٹا سا تناسب ہے، ایک" ثانوی تنظیمی سوال" سمجھا جاتا تھا۔ SMC کے لیے اہم معاملہ یہ تھا کہ سرکاری نصاب میں شیعہ عقائد کو شامل کرنے کے لیے اہم ترین قبولیت حاصل کی جائے[130]۔

لیکن دیگر شیعہ تنظیمیں حکومت سے SMC کی جانب سے جو بھی رعایتیں حاصل کر سکتی تھی اُس میں خامی تلاش کرنے کے لیے پرعزم تھیں۔ پہلے یہ افواہ پھیلائی گئی کہ کوثر نیازی کی سربراہی میں کمیشن نے دینیات سلیبس کو یکجا رکھنے کا فیصلہ کیا ہے[131]۔ بعد میں یہ دلیل دی گئی کہ تمام مہنگے کنونشنوں نے اکتوبر 1966ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے اور جون 1967ء میں دس رکنی بورڈ کی جانب سے سفارش کردہ کنونشنوں سے کم کامیابی حاصل کی تھی[132]۔ آخر کار، غلط معلومات پھیلانے کی تمام کوششیں ناکام ہونے کے بعد، APSC، ITHS اور SPP نے 30 ستمبر کے فیصلوں پر اِس دلیل کے ساتھ مشترکہ حملہ کیا کہ وہ "مسلمانوں کے اتحاد کے لیے نقصان دہ" اور "نظریہ پاکستان کے متصادم" تھے۔

APSC، ITHS اور SPP کا عجیب" سہ فریقی اتحاد" (اتحاد ثلاثہ) سب سے پہلے 16 اگست کی کانفرنس کے مشترکہ بائیکاٹ کے دوران ظاہر ہوا (اوپر دیکھیں)۔ ITHS نے 1950ء کی دہائی میں علیحدہ دینیات کی تحریک کی سربراہی کرنے سے لے کر 1972ء میں سنی مخالفوں کے دیرینہ دلائل کو اپنانے تک تقریباً مکمل دائرہ میں آچکا تھا لیکن مظفر علی شمسی کے کچھ قریبی ساتھیوں اور اِس کے چیئرمین اظہر حسن زیدی کے علاوہ یہ تنظیم تقریباً ختم ہو چکی تھی[133]۔ SPP کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے، جو اگست 1972ء میں مزید تقسیم ہو گئی تھی[134]۔ اس کے نئے رہنما، سید عباس حیدر عابدی[135] نے اپنے آپ کو شیعوں کے درمیان تقریباً مکمل طور پر اِس بیان کے ساتھ الگ تھلگ کر دیا کہ صحابہ اور اہل بیت" تمام مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ" ہیں[136]۔ قزلباش کی دولت اور شیعہ 'علماء' کے ایک طبقے پر اُن کے اثر و رسوخ کی وجہ سے SMC کا واحد باقیماندہ سنجیدہ دعویدار APSC تھا، جو آنے والے سالوں میں مضبوط ہوتا گیا۔

اگرچہ APSC کی نمائندگی کرنے والے دو علماء نے چودہ رکنی کمیشن کے فیصلوں کی مکمل تائید کی تھی، APSC کے وائس چیئرمین سید ہادی علی شاہ نے نومبر 1972ء میں لاہور کے ایک اخبار میں ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا کہ" تمام شیعوں نے موجودہ دینیات سلیبس کو مسترد کر دیا ہے"[137]۔ الگ نصاب کے خلاف ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ اہل بیت کے بارے میں علم صرف شیعہ بچوں تک ہی محدود ہو گا جو" صحابہ کے بارے میں علم سے محروم" بھی رہ جائیں گے، اس طرح بعض سنیوں کے اس الزام کو معتبر بنایا گیا کہ

شیعہ صحابہ کے بارے میں جاہل ہیں[138] حتیٰ کہ صفدر حسین مشہدی نے واضح طور پر ایسے خدشات کو رد کرتے ہوئے کہا کہ شیعوں کو بھی صحابہ بشمول ابوسفیان، معاویہ اور حتیٰ کہ یزید کے بارے میں ضرور سیکھنا چاہیے، لیکن صرف تاریخ کے اسباق کے دائرے میں اور بغیر کسی شیعہ مخالف شیعہ تعصب کے۔ اپنے جریدے الحجت کے اداریے میں انہوں نے SMC کے ناقدین کو درج ذیل نکاتی جواب دیا (اقتباسات):

اب وہ شور مچا رہے ہیں کہ اہل بیت اور صحابہ کے درمیان تفریق پیدا ہو جائے گی... جو آنے والی نسلوں کے درمیان نفرت اور دشمنی پیدا کرے گی، یعنی شیعہ اور سنی... جو آپس میں لڑیں گے۔ آخر کار سنی اہل بیت سےاجنبی ہو جائیں گے اور شیعہ صحابہ سے محروم ہو جائیں گے، اور یہ نفرت اور اجنبیت پاکستان کے لیے نقصان دہ ہو گی۔ اِس قسم کے دُور افتادہ تصورات کا سرچشمہ حکمت نہیں ہے بلکہ ہمارے شیعہ گروہوں کی باہمی رقابت ہے جو محض مخالفت کی خاطر خالص ضد کے تحت ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔

میں تمام جماعتوں اور گروہوں اور افراد کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آپسی رقابت، دشمنی اور انتقام میں شامل ہوں جتنا وہ چاہتے ہیں ... انہیں مضبوط حریف بننے دیں اور پورا انتقام لینے دیں۔ میری ان سے ایک ہی گزارش ہے: برائے مہربانی اپنی جبلتوں، اپنی شرارت اور اِنتقام کی خواہش کے لیے دین، مذہب، قوم، ملّت، عقیدہ، (مذہبی)اعمال، سچائی، عدل، عقل و دانش کو قربان نہ کریں۔ قبول شدہ کو مُنتخب نہ کریں ... علیحدہ دینیات نصاب کو اپنے مقصد کے طور پر ... شیعوں پر رحم کریں ... دوسرے طریقوں سے بدلہ لیں ...[139]

اگرچہ بھٹو نے پیشگی اعلان کر دیا تھا کہ وہ کوثر نیازی کی سربراہی میں کمیشن کی تمام سفارشات کو منظور کریں گے[140] لیکن بعد میں اُن کی کابینہ نے مسترد کر دیا، بظاہر وزیر پیرزادہ کی مخالفت کی وجہ سے۔ لیکن یہ صرف دو سال بعد ہی منظر عام پر آیا[141]۔ 1973ء مکمل اور 1974ء کے بیشتر عرصے میں حکومت نے شیعہ تنظیموں کے درمیان دینیات کے مسئلے پر اختلاف کو تاخیر کے لیے ایک آسان بہانہ پایا۔ جب کہ مؤخرالذکر ایک دوسرے سے جھگڑ رہے تھے، ستمبر 1972ء میں مقرر کردہ ورکنگ گروپ کو کبھی بھی جمع ہونے کیلئے طلب نہیں کیا گیا۔

بظاہر APSC کی طرف سے دینیات کے سمجھوتے کے خلاف مخالفت سب سے زیادہ متبادل راستے کا حربہ تھا، جس کا مقصد SMC کو قزلباش وقف پر اُس کے موقف کی وجہ سے کمزور کرنا تھا (اوپر دیکھیں)۔ 1973ء کے بعد سے، قزلباش نے آہستہ آہستہ MAUSP کے کچھ سرکردہ 'علماء' کی اپنی طرف ہمدردی حاصل کرلی، جو ستمبر 1971ء میں SMC سے جزوی طور پر الگ ہو گئے تھے۔ اپنا بڑا وقف محکمہ اوقاف کے کنٹرول میں دینے کی بجائے، انہوں نے 1973ء کے اوائل میں اس کے مالیات کا آڈٹ کرنے کے لیے شیعہ علماء کا ایک بورڈ قائم کرنے کا مشورہ دیا[142]۔ انہوں نے اس اعلان کے ساتھ 'علماء' کو بھی راغب کیا کہ لاہور میں جمعیت امامیہ، جسے انہوں نے دوہائی اسکولوں کے ساتھ قائم کیا تھا اور 1959ء کے وقف ایکٹ کی دھمکی کے بعد اپنے وقف کے فنڈز سے چلایا تھا، جلد ہی لکھنؤ کے

مدرستہ الواعظین کے معیار تک پہنچا دیا جائے گا[143]۔ 23 فروری کو انہوں نے مرزا یوسف حسین اور دیگر 'علماء' سے غیر رسمی ملاقات کی اور کہا کہ وہ دینیات کے سمجھوتے سے متفق ہیں۔ لیکن جب SMC کے حامی پریس میں یہ اطلاع دی گئی تو ITHS، APSC اور SPP کے جریدوں نے اس کی سختی سے تردید کی جبکہ قزلباش نے خاموشی اختیار کی[144]۔ اسی طرح، جب مرزا یوسف حسین نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں تمام شیعہ تنظیموں کے ستمبر 1972ء کے دینیات پر فیصلوں کے ساتھ معاہدہ کیا گیا[145]، تو صرف SMC کے حامی جرائد نے موخرالذکر کو دوبارہ شائع کیا اور ITHS، APSC اور SPP کے بیانات کی تردید کی[146]۔ ملتان میں SMC کونسل کے اجلاس (15-16 جولائی 1973) سے خطاب کرتے ہوئے، مرزا یوسف حسین نے کہا کہ انہیں "منافقوں" نے بے وقوف بنایا ہے، انہوں نے مزید کہا کہ انہوں نے ماضی میں اُن پر بھروسہ نہیں کیا تھا اور نہ حال میں کیا اور نہ آئندہ ایسا کریں گے[147]۔ لیکن ایک سال سے بھی کم عرصے میں انہوں نے خود کو نواب قزلباش کی خدمت میں پایا[148]۔

SMC کونسل کے اِس اجلاس کے دوران، جمیل حسین رضوی نے قزلباش پر سخت تنقید کی، اور اُن پر الزام لگایا کہ انہوں نے یحییٰ خان کے ماتحت اس معاملے کی ذمہ داری سونپتے وقت شیعہ دینیات کا موقع ضائع کیا[149]۔ حکومت کو شیعہ دینیات کے نصاب پر عملدرآمد کے لیے مزید دو ماہ کی مہلت دینے کی قرارداد منظور کی گئی، بصورت دیگر راولپنڈی میں احتجاج شروع کیا جائے گا[150]۔ اجلاس کا ایک اور اہم فیصلہ SMC کے قوانین کو تبدیل کرنا تھا۔ MAUSP کے فیصلوں کو ویٹو کرنے کا حق ختم کر دیا گیا اور کونسلرز کی تعداد 300 سے بڑھا کر 400 کر دی گئی، جن میں سے 100 کو 'علماء' ہونا چاہیے۔ ورکنگ کمیٹی کو 20 سے بڑھا کر 24 افراد کر دیا گیا، جن میں سے آدھے 'علماء' ہونے چاہئیں۔ ووٹوں کی برابری کی صورت میں 'علماء' کا ووٹ اب بھی فیصلہ کن ہوگا۔ SMC کے کسی رکن کو ملک گیر شیعہ تنظیم سے تعلق رکھنے کی اجازت نہیں[151]۔ اس کے علاوہ، کچھ تقاریر جو 'علماء' کے بارے میں بہت زیادہ تنقیدی تھیں، خاص طور پر سید عبدالجلیل شاہ گردیزی کی، جو انہیں آسانی سے خراب اور حکومت کے ساتھ شیعوں کے کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کی ذمہ داری سونپے جانے کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کسی معاملے میں علمائے کرام کی مدد درکار ہو تو بہتر ہوگا کہ نجف والوں سے رجوع کیا جائے۔ بہت سے شرکاء پریشان تھے، اور جمیل حسین رضوی کو عذر کے لیے موجود 'علماء' سے پوچھنا پڑا[152]۔

حکومت کا الٹی میٹم 20 ستمبر کو ختم ہو رہا تھا لیکن اِس دوران پنجاب اور سندھ صوبوں میں شدید سیلاب آیا جس نے حکومت کو اپنے وعدوں پر عمل درآمد میں تاخیر کا ایک اور بہانہ فراہم کیا۔ جمیل حسین رضوی نے 7 اگست کو گورنر مصطفیٰ کھر سے ملاقات کی، اور 16 اگست کو بلوچستان کے SMC کے چیئرمین سینیٹر سید حسین نقوی، نے بھٹو سے بات کی۔ وزیر اعظم نے کہا کہ انہوں نے شیعہ مطالبات کو جائز سمجھا اور ستمبر میں امریکہ کے دورے سے واپسی کے بعد دینیات کے مسئلے کا حتمی حل تلاش کرنے کے لیے ایک اعلیٰ سطحی کانفرنس بلانے کا وعدہ کیا۔ 24 اگست کو SMC کی ورکنگ کمیٹی نے راولپنڈی میں 21 ستمبر کو ہونے والا احتجاجی کنونشن منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا[153]۔

آخری وعدے پر عمل درآمد کے لیے 11 دسمبر 1973ء تک کا وقت لگا۔ اُس دن جمیل حسین رضوی، مرزا یوسف حسین، سید عباس حسین گردیزی اور سینیٹر سید حسین نقوی نے جوائنٹ سیکرٹری ڈبلیو ایم ذکی کی سربراہی میں محکمہ تعلیم کے حکام کے اجلاس میں شرکت کی۔ رضوی نے قبول کیا کہ وہی اساتذہ سنی اور شیعہ شاگردوں کو دینیات پڑھائیں گے، لیکن اِس بات پر کوئی معاہدہ نہیں ہوا کہ آیا پرائمری کلاسوں میں

مشترکہ دینیات کا نصاب ہوسکتا ہے۔معاملہ نئے سلیبس کی تیاری کے ساتھ ورکنگ گروپ کے پاس جانا تھا جس کا وعدہ 1972ء میں کیا گیا تھا[154]۔

ایک بار پھر ورکنگ گروپ کا اجلاس نہیں بلایا گیا اور معاملہ منجمد کر دیا گیا[155]۔ 7 مئی 1974 کو، جمیل حسین رضوی کا بھٹو نے استقبال کیا اور بہت زیادہ شکایت کی۔بھٹو نے پیرزادہ کی موجودگی میں چین سے واپسی کے بعد ایک اور ملاقات کا وعدہ کیا اور رضوی سے پیرزادہ سے ملاقات کرنے کو کہا۔وہ میٹنگ 28 مئی کو ہوئی تھی، پیرزادہ نے اب یہ تجویز پیش کی ہے کہ کلاس 1-8 کے دینیات سلیبس کو قرآنی آیات، سیرتِ رسول، اخلاقیات اور توحید تک محدود رکھا جاسکتا ہے، جب کہ شیعہ طلباء کے پاس یہ اختیار ہوگا کہ وہ کلاس 9-10 میں دینیات میں شرکت نہ کریں۔اگرچہ اِس کا مطلب سابقہ وعدوں سے پیچھے ہٹنا تھا، رضوی نے SMC ورکنگ کمیٹی کو پیشکش کے بارے میں فیصلہ کرنے دینے پر اتفاق کیا۔9 جون کو مؤخر الذکر کی جانب سے مسترد ہونے کے بعد، رضوی نے بھٹو کو پیرزادہ کے ساتھ اپنی بات چیت کی ناکامی سے آگاہ کیا[156]۔

اِس کے ساتھ ہی حکومت احمدیہ فرقہ کے خلاف مذہبی جماعتوں کی ایک تازہ مہم پر بہت زیادہ مصروف تھی، جو 29 مئی کو ربوہ میں پیش آنے والے ایک واقعے سے شروع ہوئی تھی[157]۔جیسا کہ 1953 میں ہوا تھا، اِس مہم سے بہت سے شیعہ 'علماء' نے چشم پوشی کی، جنھوں نے قومی اسمبلی کے ذریعہ (7 ستمبر 1974ء) "90 سالہ پرانے مسئلے کے حل" کے فیصلے، پاکستان کے آئین کی متعلقہ آرٹیکلز میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیتوں میں شامل کرنا، کو بھی سراہا[158]۔اِس بات کو آسانی سے نظرانداز کر دیا گیا کہ شیعوں کو غیر مسلم قرار دینے کے اسی طرح کے مطالبات جلد یا بدیر کیے جائیں گے[159]۔

بہرصورت، پیرزادہ اور بھٹو کے تاخیری حربوں سے SMC کے رہنماؤں کا صبر کا پیمانہ چھلک چکا تھا۔29 اگست کو راولپنڈی میں SMC کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ، جس میں تقریباً 100 کونسلرز نے بطور مبصر بھی شرکت کی، نے فیصلہ کیا کہ 27 اکتوبر کو راولپنڈی میں سول نافرمانی کی تحریک (حسینی محاذ) شروع کی جائے گی[160]۔اِس تقریب کی تیاریوں نے اکتوبر کے اوائل میں زور پکڑا، جمیل حسین رضوی نے پنجاب کے مختلف اضلاع کا دورہ کیا تاکہ شیعہ رضا کاروں کی زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنایا جاسکے[161]۔ 11 اکتوبر کو، جب رضوی صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) کے شیعہ گڑھوں میں اپنا دورہ جاری رکھنے کے لیے پشاور پہنچے، تو اُنہیں اور SMC کے دیگر رہنماؤں کو لاہور میں پیرزادہ اور دیگر وزراء کے ساتھ فوری مذاکرات کے لیے دعوت نامے موصول ہوئے۔ یہ میٹنگ 13 اکتوبر کو ہوئی اور اُس میں APSC اور ITHS کے اعلیٰ مندوبین نے بھی شرکت کی[162]۔اگرچہ اس کے فیصلے ستمبر 1972ء میں لیے گئے فیصلوں سے کچھ پیچھے رہ گئے، لیکن اُس نے بھٹو دور میں SMC کی طرف سے حاصل کی گئی حتمی پیش رفت کی نشاندہی کی۔

پیرزادہ نے اِس میٹنگ کے دوران بھی الگ شیعہ دینیات کو متعارف کرانے کے خلاف اپنے بنیادی اعتراضات کا دفاع کیا۔ انہوں نے ایک بار پھر خطرناک نتائج سے خبردار کیا اگر پاکستان میں مسلمانوں کی آنے والی نسلیں اِس شعور کے ساتھ پروان چڑھیں کہ وہ دو حصوں میں بٹ چکے ہیں۔انہوں نے یہ بھی خدشہ ظاہر کیا کہ اسماعیلیوں اور اہل حدیث جیسے دوسرے فرقے بھی اِسی طرح کے مطالبات کے ساتھ آگے آئیں گے۔مزید برآں، پاکستان میں 21 ہزار سرکاری اسکولوں میں پرائمری سطح تک علیحدہ دینیات کی تعلیم فراہم کرنے پر خزانے

پر تقریباً 86 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ جس میں سیکنڈری سطح تک 72 لاکھ روپے اور کالج گریڈز تک ایک کروڑ 56 لاکھ روپے کا اضافہ کرنا پڑے گا[163]۔ اُنہوں نے اِس سال مئی میں رضوی کی طرف سے اُنہیں لکھے گئے خط کا حوالہ دے کر بھی رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی جس میں اُنہوں نے مبینہ طور پر مشترکہ دینیات کا نصاب قبول کیا تھا[164]۔ بہر حال، آخر میں درج ذیل فیصلے کیے گئے اور سیشن کے تمام شرکاء نے دستخط کیے:

1) جماعت 1-8 کے لیے دینیات (اسلامیات) کا ایک مشترکہ نصاب ہوگا، جس میں قرآنی آیات، نماز (سنی اور شیعہ بچوں کو الگ الگ اُن کی اپنی رسومات کے مطابق پڑھائی جاتی ہیں)[165]، سیرت رسول اور اخلاقیات شامل ہیں۔

2) کلاس 9-10 کے لیے علیحدہ نصاب شیعہ سنی فقه کے مطابق مذہبی فرائض اوربالترتیب خلفائے راشدین یا اہل بیت کی سوانح پر مشتمل ہوگا۔

3) کلاس 9-10 کے طلباء کوانتخاب کاحق ہوگا که کون سے کورسز میں شرکت کرنا ہے۔

4) شیعه اور سنی 'علماء ' کا ایک ورکنگ گروپ اسلامیات کے لیے ایک سلیبس تیار کرے گا جو دونوں فریقوں کے لیے قابل قبول ہو۔

5) فرزند رضااور ذاکر حسین فاروقی [166]کی نصابی کتب کو فوری طور پر شیعه طلباء کے لیے کلاس 9-10 میں متعارف کرایا جائے گا؛ یه ابھی تک جاری تعلیمی سال میں نہیں پڑھائے جا سکتے ، لیکن شیعه طلباء اِن کتابوں کی بنیاد پر اپنے امتحانات لکھ سکتے ہیں۔

6) نیا نصاب ستمبر 1975ء میں متعارف کرایا جائے گا۔ اگر اُس وقت تک کوئی نیا نصاب تیار نه ہوا تو فرزند رضا اور فاروقی کی کتابیں شیعه طلباءاِستعمال کر سکتے ہیں[167]۔

تحریک ختم کردی گئی، اور بھٹو نے خود کو ''عوامی حکومت کی ایک اور بڑی کامیابی، ماضی کی بری وراثت کو صاف کرنے اور قومی اتحاد کو فروغ دینے'' کے لیے مبارکباد دی[168]۔ شیعوں میں یہ تاثر عام تھا کہ اِس بار حکومت سنجیدہ ہے۔ 19-21 اکتوبر تک، رضوی نے تقریبات کے درمیان پشاور، ہنگو اور پاراچنار کے اپنے روکے ہوئے دورے کا اختتام کیا۔ تاہم، اِس دورے کے دوران اُن کے ساتھیوں کی تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ SMC اور اِس کے حریفوں، خاص طور پر APSC کے درمیان تنازعہ ختم نہیں ہوا[169]۔ قزلباش وقف کے بارے میں نئے تنازعہ کی وجہ سے اگست 1974ء کے بعد سے یہ مزید تیز ہوگیا تھا۔ حکومت نے اِس پر اپنی اراضی اصلاحات کی سکیم کا اطلاق کیا اور اُس مہینے علی رضا آباد کے ارد گرد اپنی 90 فیصد زمینیں مزارعین میں تقسیم کردی تھیں[170]۔ رضا کار اور APSC کے جریدے اسد کے درمیان بحث چھڑ گئی، سابق کے ایڈیٹر نے شکوک کا اظہار کیا کہ آیا تقسیم کی گئی زمین قزلباش کی نجی ملکیت نہیں تھی اور اس کے وقف کی

حیثیت کے بارے میں وضاحت کا مطالبہ کیا[171]۔ 21 ستمبر کو نوائے وقت نے مرزا یوسف حسین، شبیہہ الحسنین محمدی، محمد بشیر انصاری اور نجم الحسن کراروی کا درج ذیل مشترکہ بیان رپورٹ کیا:

قزلباش وقف کی اراضی کو حکومت کے قبضے میں کرنے کا مطالبہ وہ لوگ کرتے ہیں جو شریعت سے ناواقف ہیں، کیونکہ شریعت کے مطابق وقف کو نہ تو تبدیل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُس کے اثاثوں کو فروخت یا تقسیم کیا جا سکتا ہے۔۔۔ حکومت کا یہ اِقدام اسلام کے خلاف ہے۔
اگر حکومت کوئی ایسا اِقدام کر رہی ہے جو شریعت کے خلاف ہو تو ہم کسی بھی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹیں گے ... ہم وزیراعظم بھٹو سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اسلامی قوانین سے متعلق معاملات میں کوئی بھی فیصلہ علمائے کرام سے مشورہ کیے بغیر نہ لیں۔ کسی خود ساختہ لیڈر کے مطالبات کا نوٹس نہ لیں[172]۔

چار دستخط کنندگان بالترتیب MAUSP اور SMUP جو پاکستان میں شیعہ علماء کی دو بڑی تنظیمیں ہیں کے صدر اور سیکرٹری جنرل تھے[173]۔ یہ چاروں 1973ء کے موسم خزاں سے ایمپریس روڈ (لاہور) میں واقع قزلباش پیلس میں باقاعدگی سے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے[175]۔ اِن 'علماء'، جو سب کے سب اب بھی SMC کے برائے نام ممبر تھے، کی قزلباش سے قربت نے شائق امبالوی اور APSC کی کے پرانے گارڈ کی ناراضگی کو جنم دیا اور APSC کے پرانے گارڈ کے دیگر ارکان، جنہوں نے 2 جون 1974ء کو خاقان بابر کے گھر میں ہونے والی میٹنگ میں اپنی مایوسی کا اظہار کیا تھا175۔ جب کہ امبالوی نے اُن 'علماء' کے بارے میں افسوس کا اظہار کیا جنہوں نے "دو بحری جہازوں پر سفر کیا"، محمد بشیر انصاری، جو SMC چھوڑنے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے، نے دیگر شیعہ تنظیموں میں رکنیت پر پابندی کے SMC قوانین کے نئے آرٹیکل کے خلاف احتجاج کیا تھا[176]۔
مذکورہ بالا چاروں 'علماء' کے مطابق "شریعت سے ناواقف خود ساختہ رہنماؤں" میں سب سے اوپر کوئی اور نہیں جمیل حسین رضوی تھے، جن کی قزلباش وقف کو محکمہ اوقاف کے کنٹرول میں لانے کی لابنگ ناراضگی کا شکار تھی[177]۔ طویل عرصے سے اِس طرح مذکورہ "علماء" نے یہاں تک کہ 13 اکتوبر کو پیرزادہ سے ملاقات کے لیے رضوی کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور اِس اجلاس کے دوران انہوں نے SMC کے مندوبین سے فاصلہ برقرار رکھا[178]۔ کچھ ہی دیر بعد، اور 13 اکتوبر کے معاہدے پر دستخط کرنے کے باوجود بھی، چاروں علماء نے رضوی کے خلاف ایک پمفلٹ شائع کیا، جس میں اُن پر الزام لگایا گیا کہ وہ دین کے معاملے میں "گڑبڑ" کر رہے ہیں[179]۔ اِسی دوران رضا کار کے ایڈیٹر کے سوال کے جواب میں محمد بشیر انصاری نے 21 ستمبر کو چاروں علماء کے بیان کی مزید وضاحت کی:

اگر کسی وقف کو اولاد کی کسی مخصوص نسل کی تحویل میں رکھا گیا ہو تو اُس امانت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی جائز متولی ہے تو اُس کی امانت اُس سے چھِین کر کسی بورڈ یا تنظیم کو مُنتقل نہیں کی جا سکتی۔ وقف کی امانت کو اُس کے جائز متولی سے چھیننے کا مطالبہ غیر

شرعی ہے[180]۔

اِس کے بعد محمد صدیق نے انصاری اور اُن کے ساتھیوں کو یاد دلایا کہ اُن سب نے جنوری 1964ء کے کراچی میں ہونے والے 'علماء' کنونشن میں شرکت کی تھی، جہاں اوقاف بورڈ کے شیعہ سیکشن کا مطالبہ متفقہ طور پر کیا گیا تھا۔ اِس لیے اب ایسے بورڈ کو مسترد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ APSC کے ممبران نے بھی اوقاف بورڈ میں شرکت کی تھی اور کچھ شیعہ اوقاف کو سنی اوقاف میں تبدیل کرنے کے بارے میں خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ صرف اِس لیے کہ قزلباش وقف کو اُن کے ذاتی فائدے سے جوڑ دیا گیا تھا، اس لیے اب کچھ 'علماء' شریعت کا پرچم بلند کریں گے[181]۔

28 اکتوبر 1974ء کو MAUSP کے ایک اجلاس میں، MAUSP اور SMC کے درمیان تمام روابط منقطع کرنے کا فیصلہ کیا گیا[182]۔ 1964ء میں سید محمد دہلوی کی قائم کردہ 'علماء' کی ''ایکشن کمیٹی'' اب اپنے بعد کی نسل سے بالکل دور ہوگئی تھی۔ جب 14-15 دسمبر کو لاہور میں SMC کونسل کا اجلاس بلایا گیا تو نجم الحسن کراروی اور مرزا یوسف حسین نے جمیل حسین رضوی کو خط لکھ کر اُن سے اِس اجلاس کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا اور بعد میں اُنہوں نے MAUSP کے تمام اراکین کو شرکت سے متنبہ کر دیا[183]۔ صرف 150 کے قریب کونسلرز نے اپنی شکل دکھائی اور رضوی کو مزید تین سال کے لیے SMC کا دوبارہ چیئرمین منتخب کیا۔ مولانا حشمت علی نے MAUSP اور اس کے قائدین کے خلاف تقریر کی۔ ایک قرارداد میں علی رضا آباد میں قزلباش وقف سے تقسیم شدہ اراضی کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا، لیکن ایک اور نے قزلباش پر زور دیا کہ وہ اپنے وقف کا آڈٹ کرنے کے لیے تمام شیعہ تنظیموں سے 'علماء' کا ایک بورڈ تشکیل دیں[184]۔

تاہم، شیعہ تنظیموں کے درمیان بگڑتی ہوئی تقسیم کے باوجود، حکومت کی طرف سے 13 اکتوبر 1974ء کو کیے گئے وعدوں کو 1972ء کے فیصلوں کی قسمت سے بچا لیا گیا۔ شیعہ اور سنی 'علماء' کے ورکنگ گروپ نے دینیات کے نصاب کی تشکیل کے لیے اپنا کام نومبر 1974ء میں اسلام آباد میں شروع کیا، اور کچھ مہینوں بعد کلاس 3-8 کا نیا سلیبس تیار ہوا[185]۔ بعد کے بقیہ سالوں میں شیعہ تنظیموں اور بھٹو حکومت کے درمیان تعلقات کے ساتھ ساتھ اِن تنظیموں کی مزید داخلی ترقی کو ایک اور سیکشن میں دیکھا جائے گا[186]۔

شیعہ 'علماء' کے درمیان اِختلافات اپنے عروج پر

1960ء کی دہائی میں محمد حسین ڈھکو کی تحریروں سے پاکستان میں شیعہ عقائد اور مذہبی طریقہ کار کے بارے میں تنازعہ 1969ء-77ء کے عرصے میں بلا روک ٹوک جاری رہا[187]۔ یہ شیخیہ کے خلاف 1974ء-76ء کی مہم کے ساتھ اپنے عروج پر پہنچ گیا، جس کا مقابلہ نام نہاد" خالصی گروپ" کے خلاف بحث و مباحثہ کے ذریعے کیا گیا[188]۔ ڈھکو کی قیادت میں راسخ العقیدہ رجحان تلخ جدو جہد سے جزوی طور پر فتح یاب ہوا، جو کہ پیسے اور اثر و رسوخ کے بارے میں اتنا ہی تھا جتنا کہ مذہبی معاملات میں شیعوں کی صحیح راہنمائی کے اس کے عوامی طور پر بیان کردہ اہداف کے بارے میں۔ اِس کے باوجود، ذاکرین کے عوامی مقبولیت پسند دھڑے اور اُن علماء نے جنہوں نے ذاکرانہ اندازِ خطابت اپنا لیا تھا، شیعہ عوام پر اپنا اثر و رسوخ برقرار رکھا۔ اِس کام میں اُنہیں ڈھکو اور اُن کے بعض حامیوں کی ان ضرورت سے زیادہ جوش ریلی کوششوں سے مدد ملی، جو وہ قدیم اور مقبول عوامی عقائد و رسومات کو ختم کرنے کے لیے کر رہے تھے۔ بہت سے علماء نے کسی ایک فریق کی واضح حمایت کرنے سے گریز کیا اور صلح صفائی کرانے کی کوشش کی لیکن یہ بنیادی تنازعات کبھی حل نہ ہو سکے"۔

اپنے سنی ساتھیوں کی طرح، شیعہ علماء کو بھٹو کے عروج اور مغربی پاکستان میں اُن کی انتخابی فتح کے ساتھ اپنے اثر و رسوخ کو مزید دھچکا لگا تھا۔ بھٹو کے دورِ حکومت کے ابتدائی سالوں کے دوران، سیکولر نظریات اور مغربی طرزِ زندگی نے شیعہ برادری کو اُتنا ہی اپنی لپیٹ میں لیا جتنا کہ اُن کے سنی مسلمان ہم وطنوں کو، جب کہ 'علماء' کو مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں تک پہنچنے میں ناکام سمجھا جاتا تھا[189]۔ اُس وقت کے مسائل کا جواب دینے کی بجائے وہ بڑھتی ہوئی ضد کے ساتھ اپنی باہمی رقابتوں میں ملوث رہے، اِس طرح شیعہ مومنین میں اُن کے سابقہ وقار کو مزید نقصان پہنچا۔ یہ دشمنیاں صرف راسخ العقیدہ اور مقبول یا مقامی 'علماء' اور مہاجروں کے درمیان تقسیم تک محدود نہیں تھیں بلکہ جون 1970ء میں محسن الحکیم کی وفات کے بعد مرجع التقلید کی جانشینی کے بارے میں ایک طویل جھگڑے میں بھی ظاہر ہوئیں۔

قم میں آیت اللہ سید کاظم شریعت مداری کے حامی سب سے پہلے اپنے" امیدوار" کے حق میں بیانات جمع اور شائع کرنے والے تھے[190]۔ لاہور کے کچھ 'علماء' آیت اللہ خمینی کی حمایت میں ایک ابتدائی عوامی اعلان کے ساتھ سامنے آئے[191]، جس کی تائید ستمبر 1970ء میں پندرہ روزہ الارشاد (کراچی) کے ایڈیٹر سید جواد اصغر نقوی نے کی[192]۔ سید ابوالقاسم الخوئی، سید محمد شیرازی، سید محمد رضا گلپایگانی اور محمد کاظم قمی کے حق میں پوسٹر، پمفلٹ اور آرٹیکلز شائع کیے گئے[193]۔ اِس طرح پہلی بار شیعہ دنیا کے مرجع تقلید کے انتخاب کا خالصتاً مذہبی سوال پاکستان میں ایک طرح کی" سیاسی مہم" میں تبدیل ہو گیا، جس میں بعض" امیدواروں" کے خلاف منفی پروپیگنڈہ بھی شامل ہے[194]۔ شریعت مداری اور دیگر ایرانی عظیم آیات اللہ نے دینی مدارس کا جائزہ لینے کے بہانے وفود پاکستان بھیجے جن کی بہت پذیرائی ہوئی۔ خمس، زکوٰۃ اور سہم اماموں کو جمع کرنے کے لیے اجازے کے وعدے اور دینی مدارس کے لیے مالی امداد دی گئی اور انفرادی مدد کرنے والوں کو ایئر لائن کے ٹکٹ، وظیفہ اور وکالت ناموں کا لالچ دیا گیا[195]۔ اس معاملے کو پرسکون ہونے میں اکتوبر 1971ء تک کا وقت لگا، زیادہ تر پاکستانی شیعوں نے غالباً آیت اللہ الخوئی کو اپنا مرجع منتخب کیا[196]۔

1970ء-71ء کی مرجع مہم جامعۃ المنتظر کی توسیع کے ساتھ ہوئی، جو اُس وقت پاکستان کا سب سے بڑا شیعہ مدرسہ بن گیا۔

1969ء میں لاہور کے پوش مضافاتی علاقے ماڈل ٹاؤن میں 21 کنال (10500 مربع گز) کا پلاٹ تین لاکھ روپے میں خریدا گیا، اور مزید تقریباً 6 لاکھ روپے کے عطیات تعمیراتی اخراجات کیلئے اکٹھے کیے گئے197۔ 1977ء کے اوائل تک، جب جامعۃ المنتظر کو مزید اپ گریڈ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تو اِس مدرسہ میں 125 طلبہ کا داخل ہوئے جنہیں آٹھ 'علماء' نے سید صفدر حسین نجفی جو 1989ء میں اپنی وفات تک اِس کے پرنسپل رہے، کی نگرانی میں پڑھایا[198]۔ اُن کے پیشرو مولانا اختر عباس، جنہوں نے 1964ء سے 1972ء تک نجف اور قم میں اپنی تعلیم جاری رکھی تھی، نے 1973ء میں اپنے آبائی شہر کوٹ ادو میں آیت اللہ شریعت مداری کی دار التبلیغ الاسلامی کی ایک برانچ کی بنیاد رکھی[199]۔ 1970ء کی دہائی کے اوائل میں قائم ہونے والے مدارس میں راولپنڈی میں مدرسہ آیت اللہ الحکیم[200]، لاہور میں مدرسۃ الواعظین[201] اور اسلام آباد میں جامعۃ الاہلبیت[202] شامل تھے۔

1971ء کے آخر میں محمد حسین ڈھکو نے تحقیق اور تصنیف پر توجہ دینے کے لیے دار العلوم محمدیہ سرگودھا کے پرنسپل کی ذمہ داریوں سے خود کو فارغ کر لیا[203]۔ پیشہ ور مبلغین پر اُن کی شدید تنقید کی بازگشت دھیرے دھیرے چھوٹے 'علماء' اور دیگر شیعہ دانشوروں کی طرف سے سنائی دینے لگی تھی[204]۔ اِس کے باوجود مجالس میں شیعہ شرکاء کی بڑی تعداد کے لیے مقبول مبلغین کی کشش برقرار تھی، اور شیعہ نامور افراد کے ذریعہ اُنہیں مؤثر طریقے سے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ جیسا کہ جولائی 1972ء کے رضا کار کے اداریے میں بیان کیا گیا ہے (اقتباسات):

بہت سے نام نہاد شیعہ لیڈروں نے اپنے مفاد اور اپنے شوق کے مطابق اپنی پارٹیاں اور تنظیمیں قائم کی ہیں... ہمارے ہوشیار رہنما جانتے ہیں کہ وہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں شیعہ عوام کو یاد اور خِراج (ذکرِ حُسین) کے بہانے جمع کر سکتے ہیں، اور یہ کہ وہ ایسے اجتماعات کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اِس لیے وہ اِس ہتھیار کو کسی بھی ضرورت کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ وہ مشہور 'علماء' و ذاکرین کے ناموں سے مُزیّن بڑے بڑے پوسٹر تقسیم کرتے ہیں اور شیعہ عوام کو ذکرِ حُسین سننے کی دعوت دیتے ہیں۔ ''عوام'' علمائے کرام اور ذاکرین کے نام بڑے اعزازی القابات کے ساتھ پڑھ کر بڑی تعداد میں شرکت کے لیے آتے ہیں۔ ہمارا ہوشیار رہنما [205] عُلماء و ذاکرین سے کہتا ہے کہ اتنے بڑے سامعین کی پیشکش پر آپ شکر گزار ہوں، اور وہ اتنی شاندار مجلس عزا منعقد کرنے پر اُس کا شکریہ ادا کریں اور اِس موقع پر چندہ بھی جمع کریں۔ حکومت کو یہ تاثر ملتا ہے کہ اگر اتنے زیادہ شیعہ اُس کی دعوت پر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ ضرور اپنی قوم کا محبوب رہنما ہے۔ اور وہ خود اِس پر قناعت نہیں کرتا، بلکہ اپنی تقریر کے دوران لی گئی تصویروں کو استعمال کرتا ہے جو اخبارات میں شائع ہوتی ہیں---

ذاکروں اور مولویوں کی مدد کے بغیر اور حُسین کے پُرجوش عاشقوں کو اُن کا "پیغام" سننے کی دعوتوں کے بغیر کوئی بھی حُسین کا عاشق اِن "عظیم رہنماؤں" کی میٹنگوں میں جانا پسند نہیں کرے گا، سوائے اُن کے کچھ منسلک حاشیہ نشینوں کے جو کہ ایسے موقعوں پر اُن کے لیے زندہ باد کے

نعرے لگاتے ہیں۔۔۔[206]

مذکورہ بالا اداریہ متعدد دولت مند شیعہ افراد کے خلاف تھا جنہوں نے بنیادی طور پر اپنے ذاتی مفادات کے لیے تنظیمیں بنائی تھیں[207] لیکن شاید خاص طور پر نواب قزلباش کے خلاف۔ مؤخرالذکر نے اُن 'علماء' کی ایک بڑی تعداد کو اپنے کیمپ کی طرف متوجہ کیا جو مجلس خوانی میں مہارت رکھتے تھے اور 1973ء سے SMC سے دور تھے[208]، جب کہ SMC کے چیئرمین جمیل حسین رضوی اور ان کے دستِ راست مشتاق حسین نقوی "ڈھکو گروپ" کے قریب آ گئے[209]۔ ہفت روزہ رضا کار بھی، جس نے 1960ء کی دہائی میں ڈھکو کی کتابوں سے مشتعل 'علماء' کے درمیان تنازعہ کو تقریباً کوئی کوریج نہیں دی تھی، وہ 1974ء سے اپنے سرکردہ مخالفین کے خلاف زیادہ سے زیادہ کھل کر بولنے لگے، باوجودیکہ ڈھکو کے نظریات کو مکمل طور پر اپنائے بغیر۔

دسمبر 1973ء میں محمد صدیق نے اجتہاد کے فوائد کے بارے میں ایک مختصر اداریہ لکھا، جس میں پیغمبر محمد سے منسوب بہت سی احادیث کی مشتبہ صداقت پر ایک اشارہ شامل تھا[210]۔ اس کی وجہ سے MAUSP کے چیئرمین مرزا یوسف حسین نے جنہیں کئی سالوں سے جریدے کی طرف سے وسیع پیمانے پر مثبت کوریج حاصل تھی" رضا کار کے ایڈیٹر کے بے بنیاد عقائد" کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا[211]۔ اس طرح کے ردعمل پر اور زیادہ غصہ آیا کیونکہ صدیق نے صرف معروف عراقی عالم کی کتاب کے اردو ترجمے سے نقل کیا تھا[212]۔ مشتاق حسین نقوی نے اِسے کچھ عرصہ پہلے رضا کار میں چھپنے والی ائمہ کی احادیث سیریز پر پاکستان کے شیعوں کے غصے سے منسوب کیا جس نے " اُن 'علماء' کو بے نقاب کیا تھا جنہوں نے مومنین کا اِستحصال کیا تھا"[213]۔

1974ء تک متعدد شیعہ جرائد بشمول رضا کار، ایک دہائی قبل المبلغ کی طرف سے" لالچی" ذاکروں اور مولویوں کے خلاف شروع کی گئی مہم میں شامل ہو چکے تھے[214]۔ مؤخرالذکر نے اِن الزامات کے ساتھ جواب دیا کہ جن لوگوں نے اُن پر تنقید کی وہ 'عزاداری کے دشمن' تھے۔ مئی 1974ء میں رضا کار کے ایک اداریے کا جواب درج ذیل ہے (اقتباسات):

ظاہر ہے کہ کوئی شیعہ سید الشہداء کی عزاداری کے مخالف ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن میں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ کچھ لالچی نام نہاد 'عُلماء' نے دیانت کے تمام تقاضوں کو خیرباد کہہ دیا ہے اور اُن شیعوں کو عزاداری کا دشمن قرار دینے کی کوشش کی ہے جنہوں نے ہمیشہ اِس کے تحفظ کے لیے قربانیاں پیش کی ہیں۔۔۔

"جب عزاداری برپا کرنے والے (عزادار) مذکورہ مولویوں سے مجالس کے معاوضے (فیس) میں اضافہ نہ کرنے اور لالچ میں آ کر اپنے وعدے نہ توڑنے کا مطالبہ کرتے ہیں، تو یہ مولوی خود کو ہر قسم کی تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ وہ اس مطالبے کو اپنی توہین قرار دیتے ہیں اور اپنے ناقدین کو 'عزاداری کا دشمن' کا نام دے دیتے ہیں۔ ایسے مطالبات کا کوئی معقول جواب دینے کے بجائے، وہ اس تنازع کو غیر متعلقہ معاملات میں اُلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ عزاداری کے فضائل و برکات کا ذکر چھیڑ دیتے ہیں (جن سے کوئی بھی شیعہ انکار نہیں کرتا) تاکہ شیعہ عوام کی توجہ اصل مسئلے سے

ہٹائی جا سکے، اور وہ ذاکری کو لوٹ مار کے بازار کے طور پر اسی طرح چمکاتے رہیں۔"

آج کل ایسے مولویوں اور ذاکروں کے بارے میں شکایات ہر شیعہ کی زبان پر ہے اور یہ ایک اجتماعی مسئلہ بن چکا ہے، جس سے کسی بھی شیعہ فرد کو نمٹنا ضروری ہے... مَیں مذکورہ 'علماء' پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ روشن خیالی اور آگاہی کے دَور میں وہ شیعہ عوام کو مزید بے وقوف نہیں بنا سکتے کیونکہ عوام صالح اور سُوء عُلما میں فرق جانتے ہیں[216] اور وہ اُن علماء سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں جو دِین، عقیدہ اور مذہب کی آڑ میں دنیاوی دولت جمع کر رہے ہیں اور دین کو ذریعہ معاش بنایا ہوا ہے۔۔۔[217]

اسی اداریہ میں صدیق نے اپنے خیالات کی تائید کے لیے سید ظفر حسن امروہوی جو کہ ڈھکو کے مشہور شیعہ عالم ناقد ہیں[218]، سے نقل کیا ہے:

آج کل شیعہ اُن مولویوں سے سب سے زیادہ ناراض ہیں جو مجالس خوانی کے لیے اپنا نذرانہ سخت اور بے رحم طریقے سے نافذ کرتے ہیں اور اپنا وعظ سب سے زیادہ بولی لگانے والے کو بیچ دیتے ہیں ... نذرانہ لینا کوئی گناہ نہیں ہے اور روزی روٹی (مبلغ کیلئے)مہیا کرنا ضروری ہے، لیکن اِسے ایڈوکیٹ یا بیرسٹر کی فیس کی طرح نہیں بنانا چاہئے ... ساتھ ہی ایک شاخ سے دوسری شاخ نہیں اُڑنا چاہئے کیونکہ اِس میں زیادہ پھول ہیں...

میری رائے میں پاکستان میں صرف 20-30 مولوی ہیں جنہیں اہلِ علم کہا جاسکتا ہے۔ اِن میں سے اکثر اپنی عمر کی حد کو پہنچ چکے ہیں اور آہستہ آہستہ ختم ہوجائیں گے۔ جو لوگ اُن کی جگہ لیں گے وہ تمام سیاسی مولوی ہوں گے، شیعہ مسلک کے مذہبی رہنما نہیں[219]۔

جبکہ پیشہ ور مبلغین کے لیے چیلنج 1974ء میں زور پکڑ چکا تھا، اُن کے جوابی مباحثے بھی زیادہ جارحانہ ہو گئے تھے۔ وہی شیعہ جرائد، جنہوں نے ہمیشہ اِس بات کی تردید کی تھی کہ سنی مسلمانوں کی جانب سے محترم صحابہ کرام پر لعنت اُن کی مجالس میں ہوئی ہے، اب اکثر اُس گالم گلوچ اور توہین آمیز کی مذمت کرتے تھے اور شیعہ علماء کے باہمی مخالف گروہوں کے حامیوں کے درمیان نازیبا زبان کا استعمال اُسی مجلس کے تقدّس کو پامال کر رہا تھا[220]۔

اگرچہ تقسیم ہمیشہ واضح نہیں تھی، لیکن 1960ء کی دہائی سے محمد بشیر انصاری کی قیادت میں SMUP ڈھکو کے مخالف 'علماء' کا گڑھ تھا۔ یہی کچھ مرزا یوسف حسین کی قیادت میں MAUSP کے بارے میں کہا جاسکتا ہے جب اِس گروپ نے 1974ء میں SMC سے خود کو الگ کر لیا تھا[221]۔ ڈھکو کے مخالف شیعہ علماء کی ایک تیسری تنظیم محمد اسماعیل نے اکتوبر 1973ء میں قائم کی تھی[222]۔ ڈھکو نے اپنی طرف سے جولائی 1974ء میں معتمر علمائے شیعہ پاکستان کی بنیاد رکھی جس کے صدر وہ خود اور مفتی جعفر حسین بطور" سرپرست" تھے[223]۔ اُن کے حامیوں میں زیادہ تر 'علماء' اپنے دینی مدارس چلا رہے تھے، اگرچہ اُن سب نے ڈھکو کا ساتھ نہیں دیا تھا[224]۔

1974ء کے اواخر سے شیخیہ مکتبہ فکر کی دو شاخوں کے قائدین آیت اللہ عبدالرضا ابراہیمی کرمانی (متوفی 1979ء)[225] اور آیت

اللہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی (1900ء-2000ء)[226] مذہبی اداروں کی مالی مدد اور لٹریچر کی تقسیم کے ساتھ پاکستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی وجہ سے تنازعہ تیز تر ہوگیا۔ اُس وقت تک SMC کی کراچی شاخ کے طویل عرصے سے سرگرم رکن ڈاکٹر کاظم علی رسا، آیت اللہ کرمانی کے نمائندے بن چکے تھے، جب کہ مولانا محمد حسنین سابقی (1945ء-99ء) جو اُس وقت مدرسہ باب العلوم کے پرنسپل[228] تھے کو کچھ عرصہ بعد پاکستان میں آیت اللہ احقاقی کا نمائندہ مقرر کیا گیا۔ اکتوبر 1974 میں رضا کار نے کراچی میں آیت اللہ ابراہیمی کرمانی کی لائبریری کی نئی کھلنے والی شاخ کا ایک اشتہار شائع کیا جو ڈاکٹر رسا کی جانب سے بھیجا گیا تھا اور ساتھ ہی اسی آیت اللہ کی طرف سے دینیات سے متعلق شیعہ مطالبات کی منظوری پر مبارکباد کی ایک تحریر بھی شائع کی گئی[229]۔ اِس کے بعد ایڈیٹر کو متعدد قارئین نے آگاہ کیا کہ کرمانی شیخوں کے "گمراہ فرقے" کی نمائندگی کرتا ہے اور اُن سے درخواست کی گئی کہ وہ مستقبل میں اس سہ ماہی سے کوئی اور چیز شائع نہ کریں[230]۔ یکم نومبر 1974ء کو رضا کار میں چنیوٹ سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر برساتی کے ایک طویل مضمون میں شیخ احمد احسائی سے لے کر آیت اللہ ابراہیمی کرمانی تک شیخیہ اور اس کے قائدین کے بارے میں بنیادی حقائق کی وضاحت کی گئی اور پاکستان میں "شیعوں کی آڑ میں" شیخیہ کو پھیلانے کی کوششوں کے خلاف خبردار کیا گیا[231]۔ اِس کے بعد ڈاکٹر رسا نے کراچی کی ایک عدالت میں محمد صدیق اور ڈاکٹر برساتی دونوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا[232]۔

پہلے ہی 1967ء میں ڈھکو نے الزام لگایا تھا کہ پنجاب میں زیادہ تر شیعہ مبلغین نے بیسویں صدی کے اوائل سے شیخیہ عقائد کا پرچار کیا ہے[233]۔ 1974ء کے بعد اُن کے دعووں کی توثیق کسی حد تک بہت سے شیعہ علما کی سرگرمیوں سے ہوئی جو شیخ احمد احسائی کے کھلے دفاع میں سامنے آئے، جب کہ ڈھکو اور اُن کے پیروکاروں پر محمد الخالصی کے نام نہاد "وہابی عقائد" کا پرچار کرنے کا الزام لگایا[234]۔ اِس لحاظ سے سب سے زیادہ کھری سنانے والے محمد بشیر انصاری اور محمد اسماعیل تھے، لیکن اُن کے ساتھ بہت سے دوسرے لوگ بھی شامل ہو گئے جنہوں نے ڈھکو اور مبلغین کے دوسرے ناقدین پر اثر انداز ہونے کے لیے" خالصیت" کے عفریت کو لڑائی کے لیے ایک آسان گاڑی سمجھا۔

شیخیہ تنازعہ مکمل طور پر مذہبی عقائد کے سوالات سے متعلق تھا، یعنی شیعہ عقائد میں غلو کے عناصر کا (دوبارہ) تعارف۔ لیکن یہ" لالچی مبلغین" کی تنقید کے ساتھ گھل مل گیا جن پر ایسے" انتہا پسند" عقائد اور توہمات کو پھیلانے کا الزام بھی لگایا گیا، جو شیخیہ کی خصوصیت تھے[235]۔ 1968ء کے اواخر سے مخالف کیمپوں کے مرکزی کرداروں کو اکٹھا کر کے تنازعہ کو حل کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں، جب سرگودھا کے سید بشیر حسین بخاری نے ڈھکو، سید گلاب علی شاہ، محمد اسماعیل، محمد بشیر انصاری اور مرزا یوسف حسین کے درمیان ملاقات کرانے کی کوشش کی[236]۔ 1974ء سے شیعہ پریس میں مرکزی شیعہ عقائد پر اپنے موقف کو دوبارہ متحد کرنے کے مقصد کے ساتھ "علماء" کانفرنس منعقد کرنے کی اپیلیں بڑھ گئیں۔ متنازعہ سوالات کو عراق اور ایران کے اعلیٰ ترین شیعہ مذہبی حکام کے سامنے پیش کرنے کی بھی سختی سے سفارش کی گئی، لیکن اِسے محمد بشیر انصاری، محمد اسماعیل اور دیگر نے اِس دلیل کے ساتھ مسترد کر دیا کہ مذہب کے بنیادی اصولوں (اصول الدین) میں تقلید کی اجازت نہیں ہے[237]۔ "عوامیت پسند" 'علماء'، جہاں تمام فنِ مناظرہ سے بخوبی واقف ہیں، نے ایک بڑے جلسہ عام کا مطالبہ کیا جہاں دونوں کیمپوں کے 'علماء' اپنے اسباب کے لیے بحث کریں گے، جبکہ ڈھکو کے حامیوں نے مطالبہ کیا کہ بحث کو بند دروازوں کے پیچھے کسی ایک

ماہر تک محدود رکھا جائے۔ اُن کے نزدیک یہ حماقت ہوگی اور علمائے کرام کے وقار کو مزید مجروح کرنا ہوگا اگر مذہبی عقائد کے معاملات میں صحیح یا غلط کا فیصلہ جاہل عوام پر چھوڑ دیا جائے[238]۔

اپریل 1975ء میں عوامی مناظرہ کے انعقاد کی ایک کوشش ناکام ہوئی جب محمد اسماعیل، مرزا یوسف حسین، سید محمد عارف نقوی، سید ضمیر الحسن نجفی اور غلام حیدر کلو، مہر احمد نواز خان سیال کی دعوت پر احمد پور سیال (ضلع جھنگ) میں جمع ہوئے تھے۔ ڈھکو کیمپ کے مولانا حسین بخش، اعجاز حسین اور اختر عباس تنازعہ کی شرائط پر گفت وشنید کی غرض سے صرف 15 میل دور ایک مقام تک کا سفر کیا تھا، جب کہ ڈھکو خود سرگودھا میں گھر پر ہی ٹھہرے ہوئے تھے[239]۔ کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا، اور احمد پور سیال میں جمع ہونے والے ہجوم کی طرف سے "بھگوڑے" علماء کے خلاف قرار دادیں منظور کی گئیں۔ حسین بخش نے کچھ عرصہ بعد خود کو ڈھکو سے الگ کر لیا اور اُن پر تکبر اور تفرقہ پھیلانے کا الزام لگایا۔ وہ دارالعلوم سرگودھا چھوڑ کر جھنگ چلے گئے۔

اِس اخلاقی فتح سے حوصلہ افزائی پاتے ہوئے، محمد اسماعیل نے فیصل آباد (30-31 اگست 1975ء) میں اپنے درسِ آلِ محمد کے 12 ویں سالانہ اجلاس کا اعلان ایک بہت بڑے پوسٹر کے ساتھ کیا، جس میں شیخ احمد احسائی اور اُن کے جانشین سید کاظم راشتی کے لیے تعریفی کلمات بھی تھے[241]۔ جب اِس کے مضمرات کے بارے میں سوال کیا گیا تو شیخیہ کے بانیوں سے عقیدت کے متعدد اعلانات کے ساتھ محمد اسماعیل سامنے آئے۔ اُن میں سے ایک اکتوبر 1975ء کا پڑھا گیا (اقتباسات):

مَیں اُن کی فلسفیانہ، روحانی اور باطنی[242] تعلیمات کو تیرھویں صدی [ہجری] میں وہابیت اور تقصیر کے فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے شیعہ مذاہب کے لیے بہت اہم سمجھتا ہوں[243]- مَیں مولوی محمد حُسین [ڈھکو] کی کتاب اصول الشریعہ کے دسویں باب کے اِس بیان سے بھی اتفاق کرتا ہوں کہ پنجاب کے اکثر شیعہ 50-60 سالوں سے شیخ احمد احسائی (اللہ اُن کے مرتبہ کو بلند کرے) کے عقائد کو شیعہ مذہب کے مطابق سمجھتے ہیں اور اُن کو اپنایا ہوا ہے۔ اِس لیے مَیں شیخ مرحوم کو شیعہ مسلک کا بہت بڑا روحانی محقّق اور عالم مانتا ہوں اور اُن کے عقائد شیئر ہوں۔... لیکن مَیں اُن وہابی سوچ رکھنے والے مُقصر عُلماء کو مُسترَد کرتا ہوں اور نہ اُنہیں سچا شیعہ مانتا ہوں اور نہ ہی اُن کے عقائد شیئر کرتا ہوں جو کہ کچھ عرصہ سے وہابیت اور تقصِیر کا پرچار کر رہے ہیں۔ ان کو روکنے کے لیے آج کل شیخ مرحوم کی حکمت اور علم کو تفصیل کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے، ورنہ آلِ محمد پر شیعوں کا عقیدہ خطرے میں پڑ جائے گا[244]۔

اُسی دوران عراق اور ایران کے آیات عظام کے فتوے، جس میں شیخیہ کو ایک بدعتی فرقہ قرار دیا گیا تھا شیعہ پریس میں شائع ہوا۔ اِس کی وجہ سے ڈھکو کے کچھ مضبوط مخالفین نے بھی محمد اسماعیل سے دوری اختیار کر لی، لیکن انھوں نے شیخیہ اور "خالصیت" کو یکساں طور پر شیعہ مذہب کے لیے خطرناک سمجھا[246]۔ اِس لحاظ سے ایک 'علماء' کنونشن 24-25 اکتوبر 1975ء کو جھنگ میں منعقد ہوا، جہاں محمد

اسماعیل نے بظاہر اپنے کچھ بیانات واپس لے لیے[247]۔ جب انہوں نے خود 1-2 نومبر کو درس آلِ محمد میں "مقصرین کی تردید" کے لیے ایک اجلاس بلایا، جس کا بیشتر 'علماء' نے بائیکاٹ کیا[248]۔ 11 نومبر کو اُنہوں نے اعلان کیا کہ وہ "شیخی نہیں، بلکہ شیعہ ہیں"، اور یہ کہ انہوں نے شیخ خالصی کے نظریے کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف شیخ احمد احسائی کا نام استعمال کیا۔ اگر ڈھکو" خالصی کے لیے پروپیگنڈہ بند کرنے" کے لیے تیار ہو جائے تو وہ خود احسائی کے بارے میں بات کرنا چھوڑ دے گا[249]۔ کچھ عرصے بعد اُنہوں نے اُن "خمس خور مولویوں"[250] کے خلاف فتوے کے ساتھ ایک پمفلٹ شائع کیا جن پر اُنہوں نے شیعوں کے صالح عقائد کو مجروح کرنے کا الزام لگایا (اقتباسات):

مُقصّر مولوی محمد حسین [ڈھکو] اور گلاب شاہ کی جماعت اب خالصی کے مشن کی تکمیل، تمام پاکستانی شیعوں کو وہابی بنانے، خمس اور زکوٰۃ کھانے، اور شہید حسین کی عزاداری کو کمزور کرنا چاہتی ہے... میرا اپنا مقصد شیعہ مذہب کی مکمل تبلیغ ہے۔ عزاداری کی حفاظت اور آلِ محمد کے فضائل کی اشاعت اور تبلیغ ہے کیونکہ یہی شیعہ مذہب کی دلیل ہے۔ جہاں تک نماز اور روزے کے ظاہری احکام (احکام ظاہرہ) کا تعلق ہے، وہ خوارج اور وہابیوں سمیت ہر مذہب کے ساتھ پائے جا سکتے ہیں۔ یہ جھگڑا اور تنازعہ پنجاب کے چند وہابی خمس خور مولوی ہی کرتے ہیں، جب کہ کراچی، لاہور، ایران، عراق اور لکھنؤ کے صالح اور عقلمند ''علماء'' کا کوئی سروکار نہیں۔

"مقصرین" کے عقائد کو بیان کرنے کے بعد "محققین" کے عقائد سے اُن کا موازنہ کرتے ہوئے آپ نے کہا:

پاکستان میں شیعہ مذہب کے لیے ایک مضبوط تبلیغ چل رہی تھی اور عزاداری ہر گھر بلکہ ہر دل پر اثر انداز ہو رہی تھی، جب کچھ پُر جوش 'علماءسُو ' نے اپنے دنیاوی مقاصد یعنی خمس کھانے کے لیے فتنۂ تقصیر شروع کر دیا۔۔ اُنہوں نے زکوٰۃ اور خمس کے بہانے ذاکری اور تبلیغ کے لیے خرچ کیے جانے والے فنڈز پر قبضہ جمانے کے لیے ذاکری کو حرام قرار دیا؛ انہوں نے [شیعہ] مومنین کے درمیان اتحاد، اُخوّت اور محبت کو ختم کرنے کے لیے بیرونی محاذ کی بجائے اندرونی محاذ کھول دیا اور ایک خاص جماعت کو چھوڑ دیا، جو اُن کے لیے خمس اور زکوٰۃ ادا کر رہی ہے۔ ان کے اعمال اور تبلیغ میں (مذہبی) حقائق، حِکمت کے آداب، اخلاقیات، مذہبی فرائض کا فلسفہ، آل محمد یا اتفاق سے محبت یا اتحاد کے بارے میں کچھ نہیں ہے، لیکن صرف ایک مسئلہ ہے: "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو" اور "جان لو کہ تم جو مالِ غنیمت لیتے ہو اُس میں سے پانچواں حصہ خدا اور اس کے رسول اور رشتہ داروں کے لیے ہے[252]"... وہ یتیموں، مسکینوں اور سیّدوں کا مال کھا رہے ہیں اور جاگیردار اور سرمایہ دار بن رہے ہیں، لیکن دین کی کوئی خدمت نہیں کر رہے۔ وہ نہ کوئی اچھی مجلس [خطبہ] کا انعقاد کر سکتے ہیں، نہ کوئی مناظرہ اور نہ ہی دلائل و شواہد کے ساتھ کوئی

کتاب لکھ سکتے ہیں، بلکہ صرف خمس اور زکوٰۃ کی جمع آوری کے لیے زمین تیار کرنے کے لیے اندرونی تفرقہ پھیلاتے ہیں---

پھر بھی یہ خُمس کھانے والے، جو [ذاتی] مال و زر اکٹھا کر رہے ہیں، یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ذاکرین اور مبلغین فیس لیتے ہیں، وہ خود مفت میں مجالس منعقد کرنے کے لیے تیار ہیں... اُن سے پوچھیں کہ اُن کی جاگیریں اور مال و زر کہاں سے آئے ہیں---؟[254]

29 دسمبر 1975ء کے اُسی پمفلٹ میں محمد اسماعیل نے ایک بار پھر شیخ احمد احسائی کے لیے اپنے احترام کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مخالفین کو چیلنج کیا کہ وہ احسائی سے کوئی اقتباس تلاش کریں جو شیعہ اسلام کے بنیادی فرائض کو رَد کرتا ہو[255]۔ اُنہوں نے ”مقصرین“ پر ”دوسروں“ (یعنی بے نام سنی تنظیموں یا ممالک) کے اُجرتی ایجنٹ ہونے کا الزام بھی لگایا، یا اُن کی کوئی ”اپنی قوم سے دشمنی“ کی وضاحت نہیں کی جا سکتی[256]۔ اُن کا یہ یقین کہ ڈھکو اور اُن کے حامی محمد الخالصی کے شاگرد تھے، جو ”عراق میں شیعہ کی تباہی کے لیے کام کرنیوالا ایک غیر ملکی ایجنٹ“ ہے، اِس حقیقت پر مبنی تھا کہ ڈھکو نے اپنی کتاب اصول الشریعہ کے کچھ صفحات پر خالصی کے خیالات کی وضاحت کی تھی[257]۔ ڈھکو نے بعد میں کہا کہ 1950ء کی دہائی میں عراق میں اپنے قیام کے دوران اُن کی ملاقات خالصی سے صرف کاظمین کے کچھ مختصر دوروں کے دوران ہوئی تھی[258] لیکن وہ خالصی کے اصلاحی نظریات سے واضح طور پر متاثر تھے اور اُن کے بہت سے مخالفوں کے خلاف اُن کا دفاع کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے[259]۔ بہر حال، پاکستانی 'علماء' جن کی خالصی کے خلاف قبیح تنقید جو 1980 کی دہائی میں جاری تھی، اُس شخص اور اُس کی تحریروں سے انتہائی سطحی واقفیت پر مبنی تھی[260]، اور اُنہوں نے جان بوجھ کر شیخ احمد احسائی کے برابر ایک عفریت پیدا کر کے شیعیت کے اندر ایک ”فرقہ“ کے بانی کے طور پر اُن کی اہمیت کو بڑھا وا دیا۔ بلکہ یہ شیعہ مقبول مذہبی رسومات اور غلو عقائد کی بہت سی شکلوں پر خالصی کے حملے تھے---جس کی بازگشت ڈھکو کی تحریروں میں ملتی ہے---جس نے پاکستان میں ”مبلغین کی لابی“ کو ناراض کر دیا۔

مجالس کے غلط استعمال پر ڈھکو کے حملے کے علاوہ[261]، اُن کی جانب سے اہل بیت کی ”تخلیق کی خصوصی فطرت“[262]، سلام و آداب کا ضابطہ یا علی مدد کے استعمال سے انکار[263]، اور اذان میں علی ولی اللہ شامل کرنے کا عمل سب سے زیادہ متنازعہ تھا[264]۔ مقبول عقیدہ اور عمل کے ایسے اچھی طرح سے جڑے ہوئے عناصر پر تنقید پر اُن کا اصرار بعد میں ڈھکو کے اُن بہت سے شیعوں کو دُور کر رہا تھا جنہوں نے ذاکروں اور مجالس سے نمٹنے کے طریقے کے بارے میں اُن کی بدگمانیوں کو پوری طرح سے شیئر کیا تھا[265]۔

1976ء کے اوائل تک سب سے زیادہ جنگجو 'علماء' بھی اِس حقیقت سے واقف ہو چکے تھے کہ شیعہ مذہبی اجتماعات کا باہمی جھگڑوں کے میدان میں تبدیل ہونا اُن سب کے لیے نقصان دہ ہے۔ چنانچہ 25 مئی 1976ء کو صفدر حسین نجفی اور شبیہہ الحسنین محمدی دونوں کیمپوں کے سولہ سرکردہ علماء کو جمعیت حسینیہ جھنگ میں اکٹھا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تقریر و تحریر میں ایک دوسرے کے خلاف مخالفانہ پروپیگنڈے کو روکنے، مذہبی اختلافات کو علمی اور شائستہ طریقے سے حل کرنے اور شیعہ مفادات سے متعلق معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کے معاہدے پر دستخط کیے گئے[266]۔ 12-13 جون کو جامعۃ المنتظر لاہور میں ایک فالو اپ میٹنگ منعقد ہوئی[267]۔ محمد

اسماعیل، جنہوں نے دونوں ملاقاتوں میں شرکت کی تھی اور بظاہر مزید مفاہمت کے لیے تیار تھے[268]، ایک دن بعد ایک سڑک حادثے میں انتقال کر گئے۔

شیخیہ رجحان کو ایک اور دھچکا ڈاکٹر کاظم علی رسا کے ایک کتابچے کی اشاعت کے بعد لگا جس میں گزشتہ برسوں کے دوران اُن کو لکھے گئے بعض 'علماء' کے نقلی خطوط دوبارہ پیش کیے گئے۔ یہ بات خاص طور پر محمد بشیر انصاری کے حوالے سے آشکار تھی، جنہوں نے کبھی بھی شیخیہ عقائد کی طرف اپنے مضبوط رجحان کا کھلے عام اعتراف نہیں کیا تھا[269]۔ اب یہ بات دوسری چیزوں کے ساتھ بے نقاب ہوگئی کہ وہ پاکستان کے اکثر شیعہ علما کو" شیخ احمد احسائی کی تحریروں کے گہرے احساس کو سمجھنے سے قاصر تھے" اور اُنہوں نے ڈاکٹر رسا کو" دشمن اہل بیت" محمد صدیق کے خلاف مقدمہ میں ہر قسم کی مدد کی پیشکش کی تھی[270]۔ اور اگرچہ وہ جھنگ میں" امن معاہدے" پر دستخط کرنے والوں میں سے ایک تھے، اِس کے فوراً بعد انہوں نے لکھا:

عقائد میں قطعاً کوئی سمجھوتہ (صُلح) نہیں ہو سکتا۔ مُحقِّق مُحقِّق رہتا ہے اور مُقصِّر مُقصِّر رہتا ہے۔ شیعہ اجلاسوں میں صرف چند قراردادوں پر اتفاق ہوتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ قرآن میں اہل کتاب کے ساتھ مشترکہ فائدے کے لیے امن معاہدوں (صلح) کے جواز کے ثبوت مل سکتے ہیں، لیکن عقائد الگ الگ رہتے ہیں۔۔۔ کسی بھی طرح سے مُقصِّر لعنت سے نہیں بچ سکتا۔ جھنگ معاہدے سے کوئی ناجائز فائدہ نہیں اُٹھایا جائے گا، ورنہ مُقصّرین کو بے نقاب کرنے کا دروازہ دوبارہ کھل جائے گا۔[271]

انصاری، جو 1975ء-76ء میں اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ شیعہ دینیات سلیبس میں اپنا حصہ ڈالنے کی غلطیوں کی وجہ سے پریشانی کا سامنا کر رہے تھے[272]، اِس کے باوجود اپنے شیخیہ جھکاؤ کو ذہن سے محو کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اور یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ شیخیہ عقائد کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کیلئے اُن کے پاس کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے[273]۔ جنوری 1977 میں اُنہوں نے ایک عوامی اعلان میں اپنی غلطی کا باضابطہ طور پر اعتراف کیا لیکن شیخیہ عقائد کے اپنے نئے پائے جانے والے رد کو" خالصیت" کے مساوی پختہ رد کے ساتھ جوڑے بغیر نہیں[274]۔ اسی طرح، مرزا یوسف حسین، جو ڈاکٹر رسا کی کتاب میں انصاری اور اپنے خطوط کے ذریعے بے نقاب ہوئے تھے، نے دعویٰ کیا کہ ڈاکٹر رسا کے ساتھ اُن کی خط وکتابت شیخیہ تنازع سے پہلے ہوئی تھی اور انہوں نے شیخیہ اور" خالصیت" دونوں سے انکار کا اعلان کیا تھا[275]۔

1977ء کے اوائل تک پاکستانی شیعہ مذہبی حلقوں میں شیخیہ سوال ایک بڑا مسئلہ بن کر رہ گیا تھا، حالانکہ کویت سے مالی مدد سے مستفید ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد نے شیخیہ لٹریچر کی اشاعت اور شیخی عقائد کا پرچار جاری رکھا[276]۔ تاہم، 'علماء' کے حریف کیمپوں کے درمیان حقیقی مفاہمت کبھی نہیں ہوئی، اور" جماعتیں" اور" گروہ" جو کہ ڈھکو کی تحریروں کے جواب میں اُبھرے تھے، 1978ء-79ء کے ایرانی انقلاب کے بعد بننے والی نئی شیعہ تنظیموں میں زندہ رہے[277]۔ ڈھکو خود 1984ء تک[278] شیعہ گروہی اُمور میں کافی سرگرم تھے لیکن بعد

میں انہوں نے اپنی کتاب اصلاح الرّسوم سے بہت سے سابق حامیوں کو الگ کر دیا[279]۔ذاکروں اور دیگر پیشہ ور مبلغین کی حیثیت متنازع رہی ،لیکن انہوں نے شیعہ عوام کی اکثریت میں اپنی مقبولیت میں کبھی کمی نہیں ہونے دی [280]۔اسی طرح ،اہل بیت کے بارے میں مؤخر الذکر کے زیادہ تر مقبول مذہبی اطوار اور روایتی عقائد اب تک سنجیدگی سے نہیں ٹوٹے ہیں ۔

فرقہ وارانہ مسئلے کی دوبارہ اُٹھان

1963ء کے فرقہ وارانہ فسادات سے سبق حاصل کرتے ہوئے [281]، حکومت اور انتظامیہ ایوب خان کے دَور کے بقیہ سالوں میں کسی بھی بڑے فرقہ وارانہ تصادم کو ہونے سے روکنے میں کامیاب رہی۔ بظاہر شیعوں کو اپنی مذہبی تقریبات اور جلوسوں کے لیے کئی گنا پابندیوں کی صورت میں سیکورٹی کے اُس دور کے لیے سنیوں سے زیادہ قیمت ادا کرنی پڑی، جس میں ضلعی حکام کی جانب سے جاری کردہ متعدد مبلغین کے لیے لائسنسوں کی منسوخی یا تجدید نہ کرنا اور" داخلے پر پابندی" شامل ہے [282]۔ لیکن جب کہ عزاداری کی غیر محدود آزادی اور تحفظ کا مطالبہ "تحریک مطالبات" کے تین اہم مسائل میں سے ایک تھا، اِس میں کوئی شک نہیں کہ تمام پابندیوں کے باوجود پاکستان میں عزاداری کے جلوس عروج پر تھے۔ اِس کی تصدیق، مثال کے طور پر، حتی کہ پُرجوش شیعہ مبلغ اعظم ("عظیم مبلغ")، مولانا محمد اسماعیل کی جانب سے، اپنے ہی فرقے کے حریفوں کے خلاف اپنے ایک مناظرے میں کی گئی [283]۔

نومبر 1968ء میں شیعہ" تین مطالبات" کی منظوری کے بعد، شیعہ 'علماء' پر سے زیادہ تر پابندیاں ہٹادی گئیں، اور 'عزاداری' کے لیے متعدد نئے لائسنس جاری کیے گئے [284]۔ یہ سازگار صورت حال کچھ سالوں تک جاری رہنے والی تھی لیکن مقامی سنی تنظیموں کے ذمہ داران اور کارکنان نے بتدریج کئی مقام پر عزاداری کے لیے نئی رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔

محرم 1389ھ (20 مارچ تا 18 اپریل 1969ء) کے دوران فرقہ وارانہ تشدد کا واحد سنگین واقعہ جھنگ میں پیش آیا۔ شہر کے مرکزی تجارتی دَور کے کھیوا گیٹ پر نامعلوم سنیوں کی طرف سے "عمر گیٹ" کی تحریر سے کشیدگی کو ہوا دی گئی، جو تمام شیعہ جلوسوں کے لیے ایک روایتی گزرگاہ تھا۔ جب 1947ء سے شیعہ مہاجروں کے زیرا ہتمام منعقد ہونے والا ایک جلوس 7 محرم (27 مارچ) کو دروازے سے گزرا تو اُس کے شرکاء نے مبینہ طور پر خلیفہ عمر پر لعنت بھیجی اور سنی تماشائیوں نے ان پر پتھروں، تیزاب اور ہتھیاروں سے حملہ کیا۔ پولیس نے فائرنگ کی اور ایک سنی مولوی سمیت سات افراد مارے گئے [285]۔ متعدد سنی اور شیعہ گرفتار کیے گئے، لیکن ڈویژنل کمشنر اور ڈی آئی جی کو جنوری 1970ء تک کا وقت لگا۔ سرگودھا ڈویژن کی پولیس اس سال محرم کی تیاریوں کے سلسلے میں صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے آئے۔ جبکہ مقامی سنیوں کے ترجمانوں نے متنازعہ تحریر کو ہٹانے سے انکار کر دیا [286]، شیعہ کسی بھی صورت میں جھنگ میں عزاداری کے جلوسوں کا روٹ تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ کمشنر کے پاس شیعہ وفد کی قیادت کرنے والے مشتاق حسین نقوی نے اِستدلال کیا کہ اگر" شرپسند عناصر" کو حسب سابق حالت کی تبدیلی سے نوازا گیا تو وہ بہت سی دوسری جگہوں پر بھی تناؤ پیدا کریں گے، اور پولیس کو جلد ہی بہت سے مزید مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا [287]۔ مشتاق حسین نے لاہور کی سبقت کی بھی یاد دلائی جہاں 1963ء کے فسادات کے بعد سخت سنی مطالبات کے باوجود جلوسوں کے روٹس کو تبدیل نہیں کیا گیا تھا۔

محرم 1390ھ (9 مارچ تا 7 اپریل 1970ء) بغیر کسی بڑے واقعے کے گزر گیا۔ اس سال کے دوران واحد قابل ذکر فتنے کا مقام ڈیرہ غازی خان تھا، جہاں مقامی شیعوں نے ضلعی انتظامیہ کے متعصبانہ رویے کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے عاشورہ کے جلوسوں کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مؤخر الذکر نے مرکزی جلوس کے راستے پر واقع سنی مسجدِ اعوان میں میٹنگز کی اجازت دی تھی جہاں سے 8 محرم کو

پولیس اہلکاروں کے بالکل سامنے لاؤڈ سپیکر پر شیعوں کے خلاف تقاریر کی گئی تھیں[288]۔ پھر شیعوں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا، چہلم تک اپنی امام بارگاہوں کے سامنے روزانہ ماتم داری؛ آخر کار انہوں نے 17 مئی کو نئے روٹ کے بارے میں مارشل لاء کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے منسوخ شدہ عاشورہ کا جلوس نکالا[289]۔ تاہم، 1970ء میں بنیادی ”فرقہ وارانہ“ مسئلہ' عزاداری' نہیں تھا بلکہ بعض سنی مذہبی جماعتوں کی انتخابی مہم تھی، جس سے شیعوں میں تشویش پائی جاتی تھی۔ دسمبر 1970ء کے انتخابات میں اُن جماعتوں کی زبردست شکست کے بعد فرقہ وارانہ مسئلہ اُتنا ہی قابو میں نظر آیا جتنا ایوب خان کی حکومت کے پہلے سالوں میں تھا[290]۔

1971ء میں کراچی میں 10 محرم (8 مارچ) کو جھڑپیں ہوئیں[291] لیکن بظاہر کوئی اور بڑے واقعات نہیں ہوئے[292]۔ اُس سال کے مشرقی پاکستان کے بحران اور اُس کے نتیجے میں انڈیا کے ساتھ جنگ نے فرقہ وارانہ تنازعات کو پرسکون کرنے میں مزید کردار ادا کیا۔ منتخب مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے قیام کے ساتھ اور مشرقی پاکستان کے نقصان کے بعد حالات کچھ معمول پر رہے اِس کے بعد شیعہ سنی سوال آہستہ آہستہ دوبارہ سر اُٹھانے لگا۔

محرم 1392ھ (16 فروری تا 16 مارچ 1972ء) کے دوران ڈیرہ غازی خان میں اُسی مسجد اعوان کے گرد جھڑپیں ہوئیں جو 1970ء میں پہلے ہی بدامنی کا باعث بنی تھیں۔ اس بار 8 محرم کو اِس مسجد کے قریب سے گزرنے والے جلوس پر پتھراؤ کیا گیا مگر کوئی خاطر خواہ اقدامات نہ کیے گئے۔ ڈی سی صرف مقامی سنیوں سے یہ وعدہ کرنے کے لیے موقع پر آئے کہ اگلے سال جلوس کا رُوٹ تبدیل کر دیا جائے گا۔ عاشورہ (26 فروری) کو پولیس کے ناکافی دستے کی وجہ سے اُسی جگہ پر دوبارہ شیعوں پر حملہ کیا گیا[293]۔ اگلے مہینے میں TAS نے ملتان میں خلفائے راشدین پر ایک کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں عوامی عزاداری کے جلوسوں پر پابندی کے اپنے قدیمی مطالبے کو زندہ کیا۔ کانفرنس میں جے یو آئی کے رہنما اور بعد میں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مفتی محمود نے بھی شرکت کی[294]۔

اپریل کے اوائل میں جب SMC کے رہنماؤں نے ڈیرہ غازی خان اور آس پاس کے اضلاع کا دورہ کیا تو قصبے میں شیعہ سنی مفاہمت نے پہلے ہی کچھ پیش رفت کر لی تھی[295]۔ لیکن شیعہ ہمیشہ کی طرح اِس بات پر ڈٹے رہے کہ پاکستان کے کسی بھی قصبے یا گاؤں میں عزاداری کی موجودہ صورتحال میں تبدیلی کو جوان کیلئے نقصان دہ ہو کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔ جلوس کے نئے لائسنس۔ جو طویل مشکلات کے بعد حاصل ہوتے تھے، اُن کا اُسی جوش و جذبے سے دفاع کیا گیا۔ ایک مثال 1973ء میں ملتان کے مضافاتی علاقے ممتاز آباد میں دی گئی تھی، جہاں فرقہ وارانہ تصادم کے خطرے کے بارے میں بہت زیادہ اطلاعات ملنے پر ڈی سی نے نیا جاری کردہ لائسنس واپس لے لیا تھا۔ جب ایک مقامی جج نے لائسنس کو برقرار رکھنے کا حکم نامہ جاری کیا تو انتظامیہ اُس پر عمل درآمد کرنے کو تیار نہیں تھی اور 9 محرم (13 فروری) کو جلوس کو روکنے کے لیے پولیس تعینات کر دی۔ اُس دن ملتان کے تمام علاقوں سے تقریباً 10 ہزار شیعہ پابندی کا مقابلہ کرنے کے لیے ممتاز آباد میں جمع ہوئے، جس کی دوبارہ قیادت لڑاکو مشتاق حسین کر رہے تھے[296]۔

مئی 1973ء میں سکھوں کی سابقہ بستی گوبند گڑھ (ضلع شیخوپورہ) میں شیعہ مہاجروں کے علاقے کو مسلح مقامی لوگوں نے گھیر لیا اور حملہ کر دیا۔ کافی عرصے سے مقامی سنی مولویوں کی طرف سے تصادم کے لیے بنیادیں تیار کی جا رہی تھیں، لیکن حکام نے کوئی ردّ عمل ظاہر نہیں کیا تھا[297]۔ 1970ء سے پاراچنار میں بار بار جھڑپیں بھی ہوئیں[298]۔ 1971ء کے بعد سے کُرم ملیشیا جو 1892ء میں قائم ہوئی اور جس

میں مقامی لوگ بھرتی کیئے گئے، کے کچھ حصوں کو پاکستان کے دیگر علاقوں میں تعینات کرنے کے بعد وہاں کی صورتحال شیعوں کے لیے بدتر ہوگئی۔ اِس کے بعد ایجنسی (سنی) افغان لشکروں کے گاہے بگاہے حملوں کی زَد میں گئی[299]۔ ایک سنی" قبائلی فوج" بھی 1974ء کے اوائل میں TAS کے شمالی علاقہ جات کے لیڈر کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے گلگت کے قریب جمع ہوئی اور کچھ شیعہ دیہاتوں پر حملہ کیا، جو 1980ء کی دہائی میں اُس جگہ پر آنے والے زیادہ نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہوا[300]۔

کچھ مصنفین نے یہ دلیل دی ہے کہ بھٹو، اپنے جانشین ضیاء الحق کی بجائے، وہ پہلے حکمران تھے جنہوں نے پاکستان میں مذہبی جنون کو نمایاں مراعات دیں۔ اگرچہ بھٹو ہمیشہ اسلامی اصولوں کی پاسداری میں سستی کا مظاہرہ کرتے تھے، انہوں نے سیاسی مقاصد کے لیے اسلامی بیان بازی کا وسیع استعمال کیا[301]۔ پس اُن کا" سامراج مخالف" پروپیگنڈہ جو اسلامی طرز کلام میں ڈھل گیا تھا، اُنہوں نے کچھ مذہبی جماعتوں کے ساتھ مشترکہ بنیاد تلاش کی، خاص طور پر جے یو آئی کے اکثریتی دھڑے جس کی قیادت مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی کر رہے تھے[302]۔ چاہے بھٹو کی انتخابی مہم سے مدد ملی ہو یا اپنے طور پر، JUI نے 1970ء کے صوبائی انتخابات میں اتنی نشتیں حاصل کیں کہ وہ صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور بلوچستان میں پشتون قوم پرست نیشنل' عوامی پارٹی' (NAP) کے ساتھ مخلوط حکومتیں تشکیل دے سکے۔ اُنہوں نے مئی 1972ء میں پی پی پی، جے یو آئی اور این اے پی کے درمیان سہ فریقی مذاکرات اور موخرالذکر دو جماعتوں کی جانب سے قومی سطح پر بھٹو کے ایجنڈے کی حمایت کرنے کے عوض کے بعد منصب سنبھالا[303]۔ مفتی محمود کی سربراہی میں صوبہ سرحد کی حکومت نے نہ صرف شیعہ دینیات کے نفاذ کو روکا بلکہ صوبے میں اسلامی قوانین متعارف کرانے کی بھی کوشش کی، جو کہ صرف حنفی فقہ پر مبنی ہوں گے[304][305]۔ منصوبہ بہت دُور تک نہ پہنچ سکا کیونکہ مفتی محمود نے فروری 1973ء میں بلوچستان میں صدارتی راج کے نفاذ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے استعفیٰ دے دیا[306] لیکن یہ اِس بات کی یاد دہانی تھی کہ بھٹو کو اقلیتوں کی قسمت کے بارے کتنی فکر تھی، جب تک سیاسی مصلحت کی خدمت کی جاتی رہی۔

بھٹو کے اِس رویے کی سب سے واضح مثال 1974ء میں دی گئی، جب اُنہوں نے احمدی فرقے کے خلاف ایک تحریک کے سامنے جلدی سے ہتھیار ڈال دیے، حالانکہ احمدیوں نے اُن کی اپنی انتخابی مہم میں اہم کردار ادا کیا تھا[307]۔ ستمبر 1974ء میں احمدیوں کی "تکفیر" اگرچہ شیعہ مذہبی حلقوں کی مکمل حمایت سے ہوئی تھی- یہ سب سے پہلی جگہ پر سنی مذہبی جماعتوں کی نئی طاقت کا اشارہ تھا۔ اُس وقت بہت سے احمدیوں نے بھی شیعہ مذہب اختیار کر لیا[308] اور حتیٰ' کہ یہ افواہیں بھی تھیں کہ سابقہ احمدی فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دینے کے لیے شیعہ اور سنی تنظیموں میں گھسنے کی کوشش کریں گے۔ اِس طرح کے تناؤ میں 1974ء کے اواخر سے اضافہ ہوا، لیکن اِس کی بنیادی وجہ بھٹو کی حکومت کی کمزور ہوتی ہوئی طاقت اور دینیات کے نصاب کے حوالے سے شیعوں کو دی جانے والی مراعات ہیں[310]۔

15 دسمبر 1974ء کو، SMC کونسل کے اجلاس کی ایک قرارداد نے حکومت کو نومبر 1968ء کے 'عزاداری' کے حوالے سے کیے گئے وعدوں کی یاد دہانی کرائی، جس میں شکایت کی گئی کہ اِس دوران حکام کی جانب سے جلوس کے نئے لائسنسوں کے لیے زیادہ تر درخواستیں مسترد کر دی گئیں[311]۔ کچھ ہفتوں بعد، محرم 1395ھ (14 جنوری-12 فروری 1975ء) کی تقریبات نے کراچی، گلگت، لاہور، چکوال اور پنجاب کے کچھ دوسرے مقامات پر فرقہ وارانہ تصادم کو جنم دیا[312]۔ لاہور کے قریب گاؤں بابو صابو میں بھی بند دروازوں کے پیچھے منعقد ہونے والی شیعہ مجلس پر حملہ کیا گیا جس میں تین افراد جاں بحق اور متعدد زخمی ہوئے[313]۔ اُس سال چہلم (5 مارچ) کو کچھ واقعات

پیش آئے [314]۔ وفاقی وزیر مذہبی اُمور کوثر نیازی نے پنجاب میں مختلف واقعات کی جوڈیشل انکوائری کا وعدہ کیا لیکن بعد میں وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اِس کے بجائے، لاہور اور کراچی میں "ہم آہنگی" کے معمول کے اصول کو لاگو کرنے کے لیے صرف "مفاہمتی کمیٹیاں" قائم کی گئیں، بہت سے شیعوں کے مطابق جس کا مطلب "جارح اور مجروح کو ایک ہی بنیاد پر کھڑا کرنا" تھا[315]۔ 18 مارچ کو لاہور کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ بند دروازوں کے پیچھے مجالس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس طرح کی مجالس کے دوران لاؤڈ سپیکر کے ذریعے "تضحیک آمیز" (دل آزار) تقاریر پھیلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اِس کا اطلاق لائسنس یافتہ عوامی جلوسوں پر ہوگا۔ جہاں کہیں بھی اب تک کوئی سرکاری لائسنس حاصل نہیں کیا گیا وہاں مقامی شیعہ اور سنی کے باہمی اتفاق کے بعد جلوس نکالے جا سکتے ہیں[316]۔

حکومت کی طرف سے بنائی گئی علماء کی سب سے بڑی "اتحاد کمیٹی" کا پہلا اجلاس 30 اپریل کو کراچی میں ہوا۔ ایک ذیلی کمیٹی جس میں سنی مولانا احتشام الحق تھانوی، عبد الغفار سلفی، سعادت علی قادری اور شیعہ مبلغ سید نصیر الاجتہادی شامل تھے کو ایک "ضابطہ اخلاق" تیار کرنے کے لیے مقرر کیا گیا[317]۔ مؤخر الذکر کو کوثر نیازی کی زیر صدارت 15 مئی 1975ء کو کراچی میں "اتحاد کمیٹی" کے ایک اور اجلاس کے دوران منظور کیا گیا[318]۔ اِس میں فرقہ واریت کی آفت کو روکنے کے لیے درج ذیل 12 تجاویز دی گئیں۔

1) حکومت کو اُن عناصر پر کڑی نظر رکھنی چاہیے جو بُنیادی طور پر نظریہ پاکستان کے مخالف ہیں اور فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دے کر قومی یکجہتی اور سالمیت کو تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں... اُنہیں ریاست کا دشمن تصور کیا جائے۔۔۔

2) کمیٹی کو اُن سرکاری ملازمین پر کڑی نظر رکھنی چاہیے جو اپنے ہی فرقے کے ارکان کو ناجائز فائدہ پہنچانے کے لیے اپنے سرکاری عہدے کا غلط استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔

3) ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر مذہبی پروگراموں پر نظر رکھنے کے لیے ''علماء'' کی ایک خصوصی کمیٹی قائم کی جائے ۔۔۔ تاکہ کسی مسلمان فرقے کے مذہبی جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔۔۔

4) مُبلغین اور مُصنفین کو مثبت انداز میں بولنا اور لکھنا چاہیے، یعنی وہ دوسروں کے عقائد کو اشتعال انگیز انداز میں پیش کیے بغیر اپنے عقائد کی وضاحت کریں۔ اُنہیں اپنے مذہبی حکام کی خوبیوں کو اِس طرح بیان کرنا چاہیے، جو کسی دوسرے مسلم فرقے کی تنقید یا تضحِیک کا باعث نہ ہو۔

5) حکومت اور عوام کو ایسے مقررین کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے جن پر فرقہ واریت کی حوصلہ افزائی کا شُبّہ ہو یا وہ کسی فرقے کے لیے پریشان کُن (دل آزار) ہوں۔

6) تمام مسالک کے عُلماء کو اپنے اپنے فرقے کے عوام کو اپنے خُطبات بالخصوص جمعہ کے خُطبات میں نیک اعمال کی تلقین کرنے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

7) اگر [سُنی] مساجد اور [قریبی] امام بارگاہوں میں بیک وقت نماز، مجالس یا محفل ہو تو

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ایک دوسرے کو پریشان کیے بغیر کیا جانا چاہیے ... [سُنی] تقریبات (محافل) جان بوجھ کر (شیعہ) مجالس کے وقت میں مُنعقد نہ کی جائیں۔

8) اگر اتفاقاً اُسی علاقے میں کسی شیعہ مجلس کے وقت سُنی محفل طے ہو گئی ہو تو مُنتظمین کو چاہیے کہ وہ باہمی مشاورت یا قرعہ اندازی کے بعد فرقہ وارانہ تصادم سے بچنے کے لیے اُن میں سے ایک کو ری شیڈول کریں۔

9) مقامی انتظامیہ کو لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو مضبوطی اور منصفانہ طریقے سے کنٹرول کرنے والے قانون کو نافذ کرنا چاہیے۔ مساجد اور امام بارگاہوں کے علاوہ اُن کے استعمال کی اجازت صرف اُسی صورت میں دی جائے جب اُن کی واقعی ضرورت ہو... اور رات کے ایک بجے کے بعد نہیں۔

10) مُستقبل میں [سُنّی] مساجد اور امام بارگاہوں کو آمنے سامنے یا ایک دوسرے کے قریب بنانے سے گریز کیا جائے۔ ان کا ایک دوسرے سے کم از کم اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ عبادت کے وقت استعمال ہونے والے لاؤڈ سپیکر ڈِسٹرب نہ کریں۔ ایسی جگہوں پر جہاں وہ ایک دوسرے کے بہت قریب ہوں اُن کے ذمہ دار افراد کو باہمی اِشتعال انگیزی سے بچنے کے لیے ہر قدم اُٹھانا چاہیے۔

11) پورے ملک میں صرف دو قسم کے مذہبی جلوس نکالے جائیں:

(الف) 10 محرم کو عاشورہ کے جلوس، جو شیعہ حضرات منعقد کرتے ہیں، اور

ب) مِیلاد النبیؐ کے جلوس 12 ربیع الاوّل کو، جو سُنیوں کی طرف سے مُنظّم کیے جاتے ہیں.

(ترمیم): عاشورہ، چھلم وغیرہ کے تمام جلوس، جنہیں پولیس نے پہلے ہی لائسنس دیا ہوا ہے، برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ دیگر جلوسوں کی اجازت دونوں فرقوں کے درمیان معاہدے کی بنیاد پر دی جائے گی[319]۔

12) مذہبی جلوسوں کے مُنتظمین کو چاہیے کہ وہ شرکاء کو ایسی تمام حرکتوں سے منع کریں جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوں۔ مثال کے طور پر عاشورہ کے جلوسوں میں [سُنّی] مساجد کے سامنے ڈھول پیٹنے یا ماتم کرنے سے گُریز کیا جائے اور میلاد النبیؐ کے جلوس میں شرکاء امام بارگاہوں کے سامنے رُک کر نعرے بازی نہ کریں۔ اُنہیں کسی بھی ایسی حرکت سے گُریز کرنا چاہیے، جس سے ایک دوسرے کی عبادت گاہوں کا تقدس پامال ہو[320]۔

کوثر نیازی نے 21 مئی کو پشاور میں صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے ''علماء'' کے ایسے ہی اجلاس کی صدارت کی[321]۔ اُسی دن

پنجاب حکومت نے فرقہ وارانہ مخالفت کو ہوا دینے والے کسی بھی معاملے کی اشاعت پر پابندی کا حکم جاری کیا[322]۔ دریں اثناء کراچی میں دو شیعہ دستخط کنندگان، عباس کمیلی اور سید احمد جوہر نے پہلے ہی "ضابطہ اخلاق" سے یہ کہتے ہوئے خود کو دُور کر لیا تھا کہ یہ آئین اور انسانی حقوق سے متصادم ہے[323]۔ یکم جون کو لاہور میں SMC کونسل کے اجلاس کے دوران سخت الفاظ پر مشتمل قرارداد میں اِس کی مذمت کی گئی (اقتباسات):

... حکومت ''مسلمانوں کے اتحاد'' کے بہانے ''ضابطہ اخلاق'' کو ایک ہتھیار کے طور پر ''عزاداری'' کو جکڑنا چاہتی ہے۔ SMC کبھی بھی "اتحاد کمیٹی" کے اُن شیعہ شرکاء کو اپنے نمائندے یا قائدین کے طور پر تسلیم نہیں کرے گی جنہوں نے شیعہ قوم سے غداری کی ہے اور مجالس میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندی اور جلوسوں کے لیے پابندیاں قبول کی ہیں، صرف حکومت کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ... شیعہ عزاداری پر کوئی پابندی قبول نہیں کرتے۔ غم حُسینؑ پہلے کی طرح تحریر، تقریر اور عمل سے ہو گا...[324]

اس کے بجائے، SMC کونسل نے پنجاب اور سندھ کی حکومتوں سے حالیہ فرقہ وارانہ واقعات کی عدالتی تحقیقات اور غفلت برتنے والے اہلکاروں کے خلاف تادیبی کارروائی کا مطالبہ کیا[325]۔ 12 جون کو کراچی میں زیادہ تر شیعہ انجمنوں کے نمائندوں کا ایک اجلاس جس کی صدارت سید ابن حسن نجفی نے کی، "ضابطہ اخلاق" کو مسترد کرتے ہوئے، خاص طور پر "پیغمبر اور امام حسین کو سنیوں اور شیعوں کے درمیان تقسیم کرنے کی کوششوں" پر تنقید کرنے میں یکساں طور پر واضح تھا[326]۔ حکومت کو یاد دلایا گیا کہ، مذہبی مسائل سے نمٹنے کے لیے کمیشن بناتے وقت، شیعوں کی "علامتی نمائندگی" سے زیادہ نمائندگی دینا ہوگی[327]۔ کراچی کا ایک شیعہ عالم سنی مساجد اور شیعہ امام بارگاہوں کی مجوزہ علیحدگی کے خلاف بحث کر رہا تھا، کیونکہ دونوں میں ادا کی جانے والی عبادات میں کوئی تضاد نہیں تھا، اور سنی اور شیعہ صدیوں سے مخلوط محلوں میں ساتھ رہنے کے قابل تھے[328]۔

"اتحاد کمیٹی" میں صحیح معنوں میں شیعہ نمائندگی کا فقدان تھا[329]، اور حکومت کا اقدام تیزی سے ڈگمگا گیا۔ دریں اثناء محمد بشیر انصاری کی جانب سے جماعت 3-8 کے نئی دینیات کے سلیبس کے مقالے میں غلطی سے ایک نیا تنازعہ کھڑا ہو گیا تھا، جو مئی 1975ء میں تیار ہوا تھا[330]۔ شیعہ دینیات کے اساتذہ کے لیے گائیڈ بک میں لکھا تھا کہ اگر کوئی غیر مسلم جو مسلمان بننا چاہتا ہے اُسے 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل' کا کلمہ پڑھنا ہوگا[331]۔ اِس سے سنی شدت پسندوں کی طرف سے شور مچایا گیا جنہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شیعہ اُنہیں مسلمان نہیں مان رہے کیونکہ وہ علی ابن ابی طالب کی ولایت کو نہیں مانتے۔ اِس طرح سنیوں کو بھی شیعوں کو غیر مسلم سمجھنے کا پورا حق حاصل ہوگا۔ 1976ء کے اوائل میں پیر سید ابرار محمد کی طرف سے لاہور ہائی کورٹ میں شیعہ کلمہ کے خلاف ایک رِٹ پٹیشن دائر کی گئی اور ملک بھر میں تقاریر اور پمفلٹ کے ساتھ ایک نئی شیعہ مخالف مہم شروع کی گئی[333]۔ مفتی محمود نے اِسے شیعہ علیحدہ دینیات کے بارے میں بحث کو دوبارہ کھولنے کے بہانے کے طور پر لیا، جسے وہ اب بھی پاکستان کے اتحاد کے لیے انتہائی خطرناک سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر اہل حدیث

یا دیگر فرقے اِسی طرح کے مطالبات کے ساتھ آگے آئے تو اِس کی ذمہ داری شیعوں پر ہو گی[334]۔ 26 اپریل 1976ء کو MAUSP کی میٹنگ کے دوران، شیعہ کلمہ کا ایک درست تعارف تیار کیا گیا اور اِسے وزارت تعلیم تک پہنچایا گیا، یعنی تمام مسلمان 'لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ' کہہ کر اپنے عقیدے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن شیعہ اِس میں اپنے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرنے کے لیے 'علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلا فصل' کا اضافہ کریں گے[335]۔ اساتذہ کے لیے گائیڈ بک کا ایک نیا ایڈیشن چھاپا گیا، جس نے 9 جون کو لاہور ہائی کورٹ میں کیس بند کرنے میں مدد کی[336]۔

حکومت کی بہتر حفاظتی تدابیر نے محرم 1396 ہجری (3 جنوری تا یکم فروری 1976ء) کے دوران بڑے واقعات کو روکا، لیکن عمومی فرقہ وارانہ صورتحال مزید بگڑ گئی۔ مارچ 1976ء میں سرگودھا میں چہلم کے جلوس پر حکام کی جانب سے پابندی کے بعد شیعوں نے احتجاج شروع کر دیا۔ بعد میں اُنہیں اطمینان حاصل ہوا لیکن خود شیعہ رہنماؤں کے درمیان تلخ جھگڑے کے بعد[337]۔ بھٹو کے دَورِ حکومت کے آخری محرم میں (1397ھ، 23 دسمبر 1976ء- 21 جنوری 1977ء)، شیعوں نے قائداعظم کی 100 ویں سالگرہ کی تقریب کے خلاف احتجاج کیا، جو 25 دسمبر کو ہوا۔ اِس کے علاوہ، محرم بے سکونی کے ساتھ گزرا۔ 7 جنوری 1977ء کو بھٹو نے حیرت انگیز طور پر اعلان کیا کہ عام انتخابات 2 ماہ میں ہوں گے۔ انہیں فوری طور پر 9 اپوزیشن جماعتوں کے اتحاد کا سامنا کرنا پڑا، جس نے نظام مصطفیٰ ("آرڈر آف دی پرافٹ") کے نعرے کو اپنا مشترکہ پلیٹ فارم بنایا۔ اگرچہ" پاکستان نیشنل الائنس (PNA)" سیکولر پارٹیوں اور گروپوں پر مشتمل تھا، اُس کی "سٹریٹ پاور" سنی مذہبی جماعتوں جیسے جے آئی، جے یو پی اور جے یو آئی نے فراہم کی تھی، اور مفتی محمود کو اُس کا چیئرمین منتخب کیا گیا تھا[339]۔ اپنے سابقہ سالوں میں اور پھر 1978ء کے بعد سے لیے گئے اپنے موقف کے برخلاف، اِس کے بعد اُنہوں نے 21 فروری 1977ء کو شائع ہونے والے درج ذیل وعدے کے ساتھ شیعوں کو ترغیب دی:

پی پی پی PNA کے خلاف افواہیں پھیلا رہی ہے اور شیعوں میں بد اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن پی این اے یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ ہمیشہ کی طرح امام حُسین کی عزاداری ہوگی اور کسی بھی فرقے کا کوئی مسلمان اپنے حقوق سے محرُوم نہیں ہوگا۔ پی این اے اِس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ تمام فرقے اپنی فقہ اور عقائد کے مطابق آزادی سے لطف اندوز ہوں گے۔ وہ اپنی فقہ کے مطابق اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکیں گے، اور اُن کے معاملات اُن کے فقہی اصولوں کے مطابق چلائے جائیں گے[341]۔

پی این اے کے ارکان میں سے کسی نے بھی اِس بیان کی تردید نہیں کی، اور جے آئی کے رہنما میاں طفیل اور غفور احمد نے بھی شیعہ سیاست دانوں کی ہمدردی اور رضامندی پی این اے کیلئے حاصل کرنے کی کوشش کی[342]۔ اِس کے باوجود PNA اُس وقت کسی بڑی شیعہ تنظیم کی حمایت حاصل نہیں کر سکی۔[343] رضاکار کے ایڈیٹر کے مطابق، جو ہمیشہ پی پی پی پر تنقید کرتے تھے، شیعوں کی اکثریت نے ایک بار پھر 1977ء میں اُس پارٹی کو ووٹ دیا کیونکہ وہ پی این اے میں موجود "تنگ ذہن جنونی ملاؤں" پر بھروسہ نہیں کرتے تھے[344]۔

جب مارچ 1977ء کے انتخابات میں بھٹو مخالف اتحاد کے ہارنے کے بعد پر تشدد تحریک شروع ہوئی، جس میں مبینہ طور پر بڑے پیمانے پر دھاندلی کی گئی تھی، تو اُس میں شیعوں کا حصہ بہت کم تھا[345]۔ کچھ قدامت پسند شیعہ علماء کے علاوہ[346]، 1977ء کے پہلے نصف میں PNA کی حمایت میں واحد قابل ذکر شیعہ اقدام آغا مرتضیٰ پویا کی طرف سے آیا جنہوں نے اُسی سال یکم مارچ کو مرکز المسلمین کی بنیاد رکھی[347]۔ اُن کے اپنے الفاظ کے مطابق "شیعوں کے لیے اسلامی تحریک کا حصہ بننا ایک زبردست رخصتی تھی" لیکن یہ صرف ایک آغاز تھا[348]۔ نام نہاد "نظام مصطفیٰ موومنٹ" کی سربراہی مذکورہ سنی جماعتوں کے حامیوں نے کی تھی[349]، جو اپنے سیکولر اتحادیوں کے ساتھ اِس کا ثمر حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اِس نے 1970ء کے بعد سے پاکستانی معاشرے میں طاقت کی ایک مکمل تبدیلی کی عکاسی کی اور 5 جولائی 1977ء کو ضیاء الحق کی بغاوت اور اِس کے بعد سنی اسلامسٹ لابی کی زیادہ تر بیان بازی کو قبول کرنے کے لیے راہ ہموار کی[350]۔

شیعہ مطالبات تحریک کا زوال

اکتوبر 1974ء میں بھٹو کی حکومت کی طرف سے دینیات کے نصاب کے حوالے سے مراعات نومبر 1968ء کے بعد سے SMC کی سب سے بڑی کامیابی تھی، لیکن اِس واقعے نے دس سال پہلے سید محمد دہلوی کی طرف سے قائم کی گئی تحریک کے بتدریج زوال کا آغاز بھی کیا۔ MAUSP علماء کی تنظیم جس نے 1966ء میں SMC کو "اولاد" سے "والد" بنایا تھا، کی مکمل علیحدگی کچھ ہی دیر بعد ہوئی[351]، جس نے SMC کی زیادہ تر سرگرمیاں چلانے والے عام آدمیوں اور نواب قزلباش کی مدد سے اپنے لیے کچھ قائدانہ کردار کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنے والے 'علما' کے ایک حصے کے درمیان دشمنیوں کو بے نقاب کیا۔ اگرچہ بہت سے دوسرے 'علماء' جمیل حسین رضوی اور SMC کے وفادار رہے، تقسیم نے لازمی طور پر SMC کو کمزور کر دیا، MAUSP کی حیثیت کو بڑھانے کے لیے کچھ حاصل کیے بغیر۔

جبکہ پورے پاکستان میں SMC کے رہنماؤں اور ہزاروں SMC کارکنوں کا شیعہ دینیات کے حوالے سے پیش رفت میں سب سے بڑا حصہ تھا، یہ 'علماء' پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ حکومت کی مراعات کا ایک ٹھوس نصاب میں ترجمہ کریں۔ وزارتِ تعلیم نے نومبر 1974ء میں سنی 'علماء' کے ساتھ مل کر نیا نصاب تیار کرنے کے لیے جن پانچ شیعہ 'علماء' کا تقرر کیا، اِن میں صرف سید مرتضیٰ حسین ابھی تک SMC کے رکن تھے[352]۔ تین دیگر MAUSP کے سرکردہ ارکان تھے (مرزا یوسف حسین، شبیہہ الحسنین محمدی اور محمد بشیر انصاری) جبکہ مہدی حسن علوی ITHS سے وابستہ تھے۔ 'علماء' کمیشن نے سب سے پہلے کلاس 3-8 کے لیے مشترکہ دینیات کے نصاب کو نمٹایا، جس میں شیعوں کے لیے نماز کے حوالے سے کچھ الگ الگ دفعات شامل تھیں۔ چونکہ مؤخر الذکر میں کلمہ شامل تھا - جو نماز اور اذان دونوں میں پڑھا جاتا تھا - شیعہ اور سنی کمیشن کے اراکین کے درمیان قابل غور بحث تھی کہ آیا مکمل شیعہ کلمہ درسی کتاب میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ سنیوں کی اکثریت یہ تسلیم کرانا چاہتی تھی کہ سنی مسلمانوں کے معروف کلمے میں 'علی ولی اللہ' کا اضافہ کیا جائے، لیکن مرزا یوسف حسین نے دلیل دی کہ اگر پورے شیعہ کلمہ کو اب تسلیم نہ کیا گیا تو بعد میں شیعوں کے خلاف مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے جو اذان میں مکمل پڑھتے ہیں۔ آخر کار نصابی کتاب میں کلمہ کو چھوڑ کر صرف اساتذہ کے لیے گائیڈ بک میں درج کرنے کا فیصلہ کیا گیا[353]۔ اِس کے بعد محمد بشیر انصاری نے شیعہ کلمہ پر مشتمل گائیڈ بک کا حصہ تیار کیا، لیکن ایک گمراہ کن تعارف کے ساتھ، جس کی وجہ سے سنیوں کو مزید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[354]۔

کلاس 3-8 کے لیے نئی نصابی کتاب مئی 1975ء کے اوائل میں تیار ہو گئی تھی، لیکن اِس میں اب بھی اتنی غلطیاں تھیں کہ اس کی وجہ سے شیعوں کی طرف سے بڑے پیمانے پر احتجاج کیا گیا۔ یکم جون 1975ء کو لاہور میں SMC کونسل کے اجلاس کے دوران اس کا جائزہ لیا گیا اور تصحیح کا مطالبہ کیا گیا[355]۔ مشتاق حسین نقوی کے مطابق، نصاب کمیشن کے شیعہ 'علماء'، جو اپنے سنی ساتھیوں کے ساتھ پوری نصابی کتاب کی اسکریننگ کے ذمہ دار تھے، نے چھ ماہ تک اپنے خلاف ہونے والے طعنوں کا عوامی سطح پر کوئی جواب نہ دیا۔ مرتضیٰ حسین نے صرف نجی طور پر اعتراف کیا کہ سنیوں نے اُنہیں اُن کی توثیق کے خلاف کسی موضوع کو قبول کرنے کا پابند کیا تھا[356]۔ تاہم، 15-16 نومبر 1975ء کو راولپنڈی میں MAUSP کے ایک اجلاس کے دوران اُنہوں نے تمام الزام جمیل حسین رضوی اور محکمہ تعلیم پر ڈال دیا، اور الزام لگایا کہ بعد میں کمیشن کی منظوری کے بعد متن میں تبدیلی کی گئی[357]۔ MAUSP کے سیکرٹری جنرل کے ایک پمفلٹ میں کلاس 9-10 کی نصابی

کتاب اور اساتذہ کی گائیڈ بک میں اِس طرح کی من مانی تبدیلیوں کو درج کیا گیا ہے، اور یہ تنقید بھی کی گئی ہے کہ محکمہ تعلیم نے شیعہ اور سنی دینیات کو ایک کتاب میں شامل نہیں کیا جیسا کہ پہلے اتفاق کیا گیا تھا[358]۔ یہ تنازعہ 1977ء میں بھٹو حکومت کے خاتمے کے بعد بھی جاری تھا (نیچے ملاحظہ کریں)۔

SMC، اپنی طرف سے، 1974ء کے بعد شیعہ دینیات کے نفاذ پر زیادہ اثر ورسوخ کا حامل نہیں تھی۔ اگرچہ حکومت نے ہائر کلاسز کے لیے ذاکر حسین فاروقی کی نصابی کتاب متعارف کرانے کا اپنا وعدہ پورا کیا[359]، جلد ہی یہ واضح ہوگیا کہ سرکاری سکولوں کے بہت سے اساتذہ شیعہ کو الگ دینیات پڑھانے کے اہل (اور آمادہ) نہیں تھے، جو زیادہ تر جگہوں پر طلباء کے صرف ایک چھوٹے سے تناسب پر مشتمل تھے۔ اِس طرح یہ مسئلہ، جو کہ 1970ء سے تحریک مطالبات کا مرکزی اِرتکازی نقطہ تھا، اپنے "تقاضا" سے محروم ہوگیا جب ایک بار حکومت نے شیعہ مطالبات سے اصولی طور پر اتفاق کرلیا تھا۔ SMC شیعہ اوقاف کی بحالی یا قزلباش وقف کو شیعہ وقف بورڈ کے کنٹرول میں دینے کے حوالے سے مزید کوئی پیش رفت نہ کرسکی[360]۔ جہاں تک SMC کے مرکزی مطالبات میں سے تیسرے کا تعلق ہے، عزاداری کی آزادی اور تحفظ، 1968ء کے حکومتی وعدوں پر عمل درآمد 1974ء کے اواخر سے زیادہ سے زیادہ کمی کا شکار تھی[361]۔ جون 1975ء کے SMC کونسل کے اجلاس میں پہلے ہی SMC کی قیادت کو اس سال محرم کے دوران شیعوں پر ہونے والے متعدد حملوں کے پیش نظر انتہائی غیر فعال رویہ پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا[362]۔ کسی بھی ایشو پر شیعوں کی بڑی تعداد کو منظم اور تیار کیے بغیر اگلے سالوں میں SMC صرف واقعات اور چیلنجز پر ردعمل ظاہر کررہی تھی۔

1975ء-76ء میں اپنے عروج پر پہنچنے والی شیعہ علماء کے مختلف کیمپوں کے درمیان کشمکش کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوگئے[363]۔ 1975ء کے اواخر میں مفتی محمود دیکھ سکتے تھے کہ اُن کی اندرونی تقسیم کی وجہ سے "شیعوں سے اب کوئی خطرہ نہیں"[364]۔ اس کے ساتھ ساتھ کلمہ کے تنازعہ کی وجہ سے شیعہ مخالف پروپیگنڈہ بھی عروج پر تھا۔ صورتحال کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے، جمیل حسین رضوی اور SMC کے دیگر رہنماؤں نے اپنا غرور دبا دیا اور 1976ء کے اوائل میں APSC، ITHS اور SPP کے نمائندوں کے ساتھ "اتحاد بورڈ" تشکیل دیا، جس نے شیعہ علماء کے متحارب دھڑوں کے درمیان ثالثی کی کوشش کی[365]۔

SMC کی ہمیشہ مخالفت کرنے والے گروپوں کے ساتھ یہ اتحاد تھوڑے ہی عرصے میں نتیجہ خیز ثابت ہوا، جس کی وجہ سے کچھ شیعہ رہنماؤں نے جمیل حسین رضوی پر سخت تنقید کی جو اب تک اُن کے سب سے پرجوش حامی رہے تھے۔ اِس کی وجہ مارچ 1976ء میں سرگودھا میں چہلم کے جلوسوں پر پابندی کے خلاف ایک مہم کے دوران APSC، ITHS اور SPP کے رہنماؤں کے ساتھ مل کر اُن کے بیان کے ذریعے فراہم کی گئی۔ 10 مارچ کو قصبے میں ایک نام نہاد حسینی محاذ شروع ہوا، تقریباً 800 شیعوں کو پانچ دنوں کے اندر عوامی جلسوں پر پابندی کی خلاف ورزی کرنے اور پنجاب کے دوسرے قصبوں سے سرگودھا آنے اور خود کو ایجی ٹیشن میں شمولیت کے لیے تیار کرنے پر گرفتار کیا گیا[366]۔ چاروں مذکورہ تنظیموں کے رہنما 14 مارچ کو موقع پر پہنچے اور مقامی حکام اور صوبائی وزیر عبدالحفیظ چیمہ سے مذاکرات کیے، جنہوں نے ذوالجناح کے جلوس کی خاطر رچائے گئے "ڈرامے" کا مذاق اڑایا۔ چیمہ نے اُن کی اِن الفاظ کے ساتھ تذلیل کی کہ "اگر آپ گدھے پر چادر ڈالیں تو وہ ذوالجناح بن جاتی ہے"[367]۔ اگلی صبح جب پولیس نے مبینہ طور پر سینکڑوں مقامی شیعوں کو اُن کے

گھروں، مساجد اور امام بارگاہوں میں لاٹھیوں سے مارا تو رضوی، قزلباش اور دیگر قائدین نے اُسی وزیر کی جانب سے لاہور میں پرسکون ماحول میں مذاکرات کی کال پر رضامندی ظاہر کی اور احتجاج ختم کر دیا۔

بعد میں بہت ناراضگی ہوئی کہ انہوں نے زخمیوں کی عیادت تک نہیں کی، گرفتار ہونے کے لیے چھوڑ دیا[368]۔ وزیر اعلیٰ پنجاب صادق حسین قریشی (19 مارچ) کو ایک شیعہ وفد کا استقبال کرنے میں مزید چار دن لگے۔ اُنہوں نے پولیس کی کارکردگی پر معذرت کی اور ذمہ دار افسران کو سزا دینے، تمام گرفتار شیعوں کو رہا کرنے اور سرگودھا میں عزاداری کے جلوسوں کے لیے نئے لائسنس فراہم کرنے کے مطالبات تسلیم کر لیے۔ صوبائی وزیر اوقاف اقبال احمد خان کو کربلا گامے شاہ میں جمع ہونے والے شیعہ ہجوم سے معاہدے کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا گیا[369]۔

ایجی ٹیشن کی حتمی کامیابی کے باوجود، مشتاق حسین، محمد صدیق اور صادق علی عرفانی جیسے "تخلیص پسند" نے سرگودھا میں لاہور کے رہنماؤں کے "کمزور رویے" کا سخت نوٹس لیا۔ 16 اپریل کو انہوں نے جمیل حسین رضوی سے SMC کونسل کا ہنگامی اجلاس بلانے کی اپیل شائع کی لیکن اُن کے لاہور گھر میں نہیں، کیونکہ اِس صورت میں بہت سے کونسلرز اِس کا بائیکاٹ کریں گے[370]۔ اسی دوران مظفر علی شمسی نے رضوی کے ساتھ بدزبانی کرنے کے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے جریدے شاہد میں کہا تھا کہ رضوی نے مبہم وعدوں کے بدلے چیمہ کے تیار کردہ کاغذ پر دستخط کیے تھے لیکن اُس نے خود چیمہ سے کہا تھا کہ وہ دستخط کرنے کے بجائے خود کو گولی مار کر ہلاک ہونے دیں گے[371]۔ (تین ماہ سے بھی کم عرصے بعد، شمسی کی قدرتی موت ہوگئی، اور سید اظہر حسن زیدی نے اپنے بھائی محبوب علی شمسی کو ITHS کا نیا سیکرٹری جنرل نامزد کر دیا)[372]۔

SMC کونسل کا اجلاس 16 مئی 1976ء کو ملتان میں منعقد ہوا۔ شمسی کی کوششوں کے باوجود مقامی ڈی سی کی جانب سے اس پر پہلے سے پابندی عائد کر دی گئی کہ وہاں مزید ایجی ٹیشن کے منصوبوں پر تبادلہ خیال کیا جائے گا[373]۔ 236 کونسلرز اور 121 مبصرین نے شرکت کی، جس سے ثابت ہوا کہ SMC اب بھی سب سے مضبوط شیعہ گروہی تنظیم ہے۔ لیکن جمیل حسین رضوی کا تعاون پر مبنی رویہ، جنہوں نے گزشتہ مہینوں کے دوران صبر کے ساتھ اپنے اقدامات کی وضاحت کی، وہ اُس دھچکے کو ختم نہیں کر سکا جو اُن کی قیادت کو پہنچا تھا۔ جب اُس نے امامیہ مشن پاکستان کی طرف سے SMC کو دیگر شیعہ تنظیموں کے ساتھ متحد کرنے کی تجویز کی حمایت کی تو اسے عام ناپسندیدگی کا سامنا کرنا پڑا۔ زیادہ تر کونسلرز نے مشتاق حسین سے اتفاق کیا کہ SMC کی غلطی تھی کہ وہ "موقع پرست گروہوں جو صرف کاغذوں پر موجود ہیں" کے ساتھ اتحاد کر لیں[375]۔

کراچی کے نواب افتخار حسین خان، جو 1971ء سے SMC کے سینئر وائس چیئرمین ہیں، نے دو قرار دادیں پیش کیں:

1) SMC کے کسی بھی عہدے دار کو مسلسل تین سال سے زیادہ اپنے عہدے پر رہنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے؛ اور

2) SMC کے چیئرمین کو کسی بھی تنخواہ دار عوامی عہدے کو قبول کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تاکہ وہ "حکومت کا آلہ کار" نہ بن سکے۔ کئی کونسلرز نے اُن تجاویز کے خلاف آواز

اُٹھائی اور قراردادیں واپس لے لی گئیں، لیکن پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ رضوی جنوری 1974ءسے CII کے رکن کے طور اعزازی تنخواہ لے رہے ہیں۔کئی جوانب سے تنقید سے متاثر ہوکر، رضوی نے یہ اشارہ بھی دیا کہ وہ SMC کی صدارت چھوڑ سکتے ہیں[376]۔

سرگودھا میں حسینی محاذ پر آخری بحث ہوئی۔زیادہ تر مقررین نے بھٹو حکومت کے خلاف-بشمول وزیر کوثر نیازی کے استعفیٰ کے مطالبات-اور پنجاب کی صوبائی حکومت کے خلاف اُن کے مبینہ طور پر شیعہ مخالف پروپیگنڈے میں ملوث ہونے کی وجہ سے صوبائی حکومت کے خلاف سخت الفاظ استعمال کیے۔صرف پی پی پی کے ایم این اے سید عباس حسین گردیزی نے بھٹو کی تعریف میں تقریر کی جسے بری طرح سے پذیرائی ملی۔پنجاب حکومت کو 27 جون تک سرگودھا کے حوالے سے تمام وعدوں پر عمل درآمد کرنے کا الٹی میٹم دیا گیا[377]۔
SMC نے ایک بار پھر صحت مندانہ خود پر تنقید اور کھلے مباحثے کی صلاحیت کا مظاہرہ کیا تھا لیکن اب وہ شیعوں کو ایک متاثر کن مشترکہ مقصد پیش کرنے کے قابل نہیں رہی۔یہاں تک کہ اگر یہ شیعہ گروہی تنظیموں کے درمیان اب بھی بے مثال تھا، تو بعد میں اب اس طرح بڑھ گیا ہے جو کسی بھی شیعہ کاز کے لیے نقصان دہ تھا۔ستمبر 1976ء میں محمد صدیق نے "شیعوں کی افسردہ صورت حال" کے لیے درج ذیل وضاحت پیش کی (اقتباسات):

اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ ایک مخلص، شریف اور دیانت دار شیعہ فرد گروہی امور (قومیات) میں مزید حصہ نہیں لے سکتا کیونکہ "پیشہ ور قومی رہنما" پہلے ہی اس میدان میں اپنے جھنڈے گاڑ چکے ہیں اور شیعہ کے لیے حقیقی ہمدردی کے ساتھ قومی کارکنوں کی موجودگی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے مخلص اور دیانتدار قومی کارکنان قومیات سے پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہیں... پیشہ ور شیعہ قائدین، مذہب اور ملت کی مدد سے اپنا بسیرا بنا رہے ہیں... آج کل درجنوں "آل پاکستان" تنظیمیں وجود میں آ چکی ہیں اور ان کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے... تنظیموں کا قیام کاروبار بن گیا ہے۔

یہ "آل پاکستان" تنظیمیں اس طرح بنتی ہیں: اگر کوئی نام نہاد شیعہ رہنما اپنی قیادت کی دکان کو پھلنے پھولنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو وہ کچھ ساتھیوں کی تلاش کرتا ہے، اور وہ مل کر نام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ایک خوبصورت سائن بورڈ لکھا جاتا ہے اور اُس کے گھر یا کسی دوست کے گھر پر لگایا جاتا ہے، اور تنظیم کا دفتر تیار ہے۔ پھر اُس کے پاس پُرکشش لیٹر ہیڈز پرنٹ کیے گئے ہیں اور ربڑ سٹیمپ تیار کیے گئے ہیں، اور "قومی کاروبار" شروع ہو سکتا ہے۔کچھ صحافیوں اور ایڈیٹروں کے ساتھ روابط قائم کیے جاتے ہیں اور اخبارات میں فرضی سیشن کی کارروائیاں شائع کی جاتی ہیں۔ حکومت کی حمایت حاصل کرنے کے لیے گاہے بگاہے بیانات لیڈر کی تصویر کے ساتھ چھاپے جاتے ہیں۔

ایک بار جب "آل پاکستان" تنظیم میڈیا میں مشہور ہو جاتی ہے، تو اس کا آغاز وزراء اور دیگر اعلیٰ افسران کو خط لکھنے اور مجالس و جلوس کے پروگرام سے ہوتا ہے۔

پیشہ ور رہنما ... مجلس کے لیے شیعوں سے چندا جمع کرتا ہے اور اس کا زیادہ تر حصہ اپنے لیے لیتا ہے۔ آدمی جتنے لمبے پوسٹر تقسیم کیے جاتے ہیں جن پر نامور 'علماء ' اور ذاکروں کے نام بڑے اعزازی القابات سے لکھے ہوتے ہیں، جس میں عوام کی بڑی تعداد کو اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔۔۔وزیر کا نام مجلس کے چیئرمین کے طور پر لکھا جاتا ہے اور کسی مشہور شخصیت کو بطور خاص مہمان شامل کیا جاتا ہے۔

صدارتی وزیر کو یقین دلایا جاتا ہے کہ مجلس کے تمام شرکاء مذکورہ لیڈر کی بات پر عمل کر رہے ہیں ... اسی طرح وہ وزراء اور اعلیٰ افسران سے تعلقات اُستوار کرتا ہے ... اور اُن سے ذاتی فائدہ اُٹھا سکتا ہے ... نام نہاد لیڈر قوم کا خون چوس کر فربہ اور موٹا ہو جاتا ہے اور غریب قوم روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے۔۔۔

اگر آپ مُلک بھر میں پھیلی ہوئی "آل پاکستان" تنظیموں پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو اُن میں سے اکثر ویسی نظر آئیں گے جیسا کہ اوُپر بیان کیا گیا ہے ... اُن کی نہ کوئی ممبرشِپ ہے، نہ برانچز ہیں، نہ سالانہ اجلاس ہیں اور نہ ہی کوئی قوانین و ضوابط، اور اُن کا دفتری اہلکار کبھی مُنتخب نہیں ہوتے...[378]

اِسی اداریے میں، SMC کو" پاکستان کے شیعوں کی واحد نمائندہ تنظیم" قرار دیتے ہوئے، شکایت کی گئی کہ یہ سید محمد دہلوی کی موت کے بعد سے زوال کا شکار ہے[379]۔ صدیق کی مذکورہ بالا تشخیص یقیناً مبالغہ آرائی پر مبنی تھی، لیکن شیعہ" کاغذی تنظیموں" کی تعداد میں 1970ء کی دہائی کے وسط سے نمایاں طور پر اضافہ ہوا، جو اُن لوگوں کے درمیان سمت اور اتحاد کے عمومی نقصان کی عکاسی کرتا ہے جو خود کو شیعہ مفادات کے ترجمان کے طور پر کہلواتے ہیں۔ مثال کے طور پر، سید ناصر الاجتہادی نے مئی 1975ء میں کراچی میں ایک مرکزی تنظیمِ ایمانیٔ پاکستان کی بنیاد رکھی[380]۔ سید ناصر علی گردیزی، جنہوں نے 27 سال APSC کے سیکرٹری رہنے کے بعد قزلباش سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اکتوبر 1975ء میں بڑی دھوم دھام سے لاہور میں" آل پاکستان شیعہ انقلابی محاذ" کی بنیاد رکھنے کا اعلان کیا[381]۔ بھٹو کے سالوں کے دوران قائم ہونے والے بہت سے شیعہ گروہوں میں سے، صرف امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ISO) ہی بعد میں ایک مؤثر تنظیم بن کر ملک بھر میں پیروکاروں کو متحرک کرنے کے قابل ہو سکی۔ آئی ایس او کی بنیاد لاہور انجینئرنگ یونیورسٹی اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے طلباء اور اساتذہ نے مئی 1972ء میں 'علماء' سید مرتضیٰ حسین، سید صفدر حسین نجفی، سید ریاض حسین نقوی اور سید علی الموسوی کے تعاون سے رکھی تھی[382]۔ اِس نے اپنا پہلا باقاعدہ کنونشن جنوری 1974ء میں میو ہسپتال لاہور میں منعقد کیا اور رفتہ رفتہ پاکستان کے دیگر قصبوں میں برانچز قائم کیں[383]۔ 1979ء کے بعد آئی ایس او TNFJ کے ساتھ قریبی اتحاد میں کام کرنے والے ایرانی انقلاب کے نظریے سے سخت

متاثر سیاسی سرگرم شیعہ نوجوانوں کا ایک منہ بولتا ثبوت بن جائے گا[384]۔

جب کہ SMC نے اگست 1977ء تک اپنی کونسل کا ایک اور اجلاس منعقد نہیں کیا تھا (نیچے ملاحظہ کریں)، MAUSP بھی سہارا کھو رہا تھا۔ اُس کے قائدین مرزا یوسف حسین اور شبیہ الحسنین محمدی نے 1974ء سے اپنے آپ کو نواب قزلباش کے "عدالتی علماء" کے طور پر بدنام کیا، اور 1975ء کے وسط سے نئی دینیات میں شراکت کے دوران مبینہ طور پر غفلت برتنے کی وجہ سے اُنہیں نئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا[385]۔ نومبر 1976ء میں محمد بشیر انصاری نے MAUSP کی رکنیت سے استعفیٰ دینے کا اعلان کرتے ہوئے اُس کے رہنماؤں پر الزام لگایا کہ اُنہوں نے اساتذہ کے لیے گائیڈ بک میں شیعہ کلمہ کی ترمیم کو قبول کرلیا ہے[386]۔ بظاہر اُن کا الزام جھوٹا تھا، کیونکہ صرف تعارفی متن کو درست کیا گیا تھا، لیکن انصاری نے مجروح خود پسندی سے اپنے سابق اتحادیوں کے خلاف کیچڑ اُچھالنا جاری رکھا[387]۔ مرزا یوسف حسین، اپنی طرف سے، وزارت تعلیم کے حکام پر الزام لگاتے رہے کہ اُنہوں نے "شیعہ علماء کو بدنام کرنے کے لیے" شیعہ نصاب میں من مانی تبدیلیاں کیں، یہاں تک کہ اپریل 1976ء میں نصاب کو درست کیا گیا[388]۔

1968ء سے قبول کیے گئے "تین مطالبات" پر عمل درآمد پر عدم اطمینان کے علاوہ، SMC اور دیگر شیعہ تنظیموں نے ایران اور عراق میں شیعہ مقدس مقامات کے زائرین کے لیے مشکلات میں اضافے کا الزام بھی بھٹو حکومت کو ٹھہرایا، حالانکہ یہ تمام مسائل پاکستانی حکومت کی جانب سے پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ اِس طرح ایران نے 1973ء میں کئی بیوروکریٹک رکاوٹیں متعارف کروائیں، جن میں زائرین کے انفرادی سفر پر پابندی، اور ٹرانسپورٹ گاڑیوں کے استعمال اور سامان کی درآمد اور برآمد کے پیچیدہ قوانین شامل تھے[389]۔ 1974ء میں ایران نے ٹرانزٹ ویزا کا اجراء روک دیا اور اور غیر ایرانی زائرین کیلئے عراقی بارڈر بند کر دیا۔ لیکن پاکستانی حکام کی جانب سے پاسپورٹ کی فیس میں اضافہ اور پاسپورٹ کے حصول کے لیے ایک مشکل طریقہ کار نے کافی زیادہ ناراض کر دیا[390]۔

جب بھٹو نے جنوری 1977ء میں نئے عام انتخابات کا اعلان کیا تو شیعہ تنظیمیں 1970ء کے مقابلے میں اور بھی زیادہ منقسم تھیں کہ کیا سفارشات پیش کی جائیں۔ چھوٹی SPP کے علاوہ، ITHS، APSC، اور شیعہ یوتھ لیگ PPP کے حق میں بیانات کے ساتھ آگے آئیں جبکہ مفتی جعفر حسین سمیت متعدد شیعہ علماء نے PNA کی حمایت کی[391]۔ بھٹو کو انتخابات سے قبل SMC کے وفد کا استقبال کرنے کا وقت نہیں ملا[392]، اور اپنے اقتدار کے آخری ہفتوں کے دوران اُنہوں نے SMC کے لیے کم قدری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کی دوبارہ ترتیبی تبدیلی میں بطور شیعہ نمائندے سید نصیر الاجتہادی اور سید اظہر حسن زیدی کو نامزد کر دیا[393]۔ لیکن SMC PNA کے رہنماؤں کے فروری 1977ء کے زبانی وعدوں سے بھی مطمئن نہیں تھی۔ یہ اگست 1977ء میں ہوا، کہ SMC اور PNA کے درمیان ایک سنجیدہ تال میل شروع ہوگیا، جب فوج نے بھٹو کو پہلے ہی معزول کر دیا لیکن 90 دنوں کے اندر نئے انتخابات کا اعلان کر دیا گیا۔ مرتضیٰ پویا نے 10 اگست کو لاہور میں PNA کے رہنماؤں کے لیے ایک استقبالیہ کی میزبانی کی جہاں تحفظات کے لیے شیعہ مطالبات کی وضاحت کی گئی، اور اُسی دن مفتی محمود نے ایک پریس کانفرنس میں اُن کی قبولیت کا اعلان کیا[394]۔ 11-12 اگست کو SMC کونسل کی میٹنگ کے دوران PNA کی پیشکش پر تبادلہ خیال کیا گیا اور کونسلرز کی اکثریت نے PNA کی حمایت کا انتخاب کیا، لیکن اختلاف کرنے والوں نے "مشترکہ فیصلے" کی پابندی نہ کی[395]۔ دوسری طرف، مفتی محمود اور PNA کے سیکرٹری جنرل پروفیسر غفور احمد کی طرف سے کیے گئے

زبانی وعدوں کی تحریری ضمانتوں سے تصدیق نہ ہوسکی، اور PNA کی کچھ رکن تنظیمیں ستمبر 1977ء میں شیعہ مخالف پروپیگنڈہ کرتی رہیں، بالآخر انتخابات سے کچھ دیر پہلے ضیاء الحق نے منسوخ کر دیا[396]۔ اِس طرح SMC ایک سیاسی تنازعہ میں پھنس گئی تھی جس نے بدلے میں کچھ حاصل کیے بغیر اپنی صفوں کو مزید تقسیم کر دیا تھا۔

اگر SMC نے 1977ء کے اواخر تک "پاکستان کے شیعوں کی واحد نمائندہ تنظیم" کے طور پر اپنے کام کو بڑی حد تک ختم کر دیا تھا، تو SMC کے انفرادی اراکین نے اگلے سالوں کے دوران شیعہ گروہی اُمور میں فعال اور مفید کردار ادا کیا۔ یہ خاص طور پر جمیل حسین رضوی کے بارے میں سچ تھا، جو 1981ء میں اپنی وفات تک SMC کے سربراہ رہے۔ تاہم، اپریل 1979ء میں TNFJ کی بنیاد رکھنے کے ساتھ، SMC بالکل غیر مروّج ہوگئی[398]۔

ضیاءالحق کا دَور، 1977ء–1988ء

ضیاء کی اِسلامائزیشن پالیسی اور ایرانی انقلاب کے اثرات

1978ء–79ء کے سالوں نے پاکستان میں شیعہ گروہی فرقہ بندی کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ضیاء الحق کی قانونی نظام کو ”اسلامائز“ کرنے کی کوششیں، جو سنی مذہبی لابی کے کچھ حصوں کے ساتھ اُن کے سیاسی اتحاد سے سخت متاثر تھیں، ملک کے قیام کے بعد سے شیعوں کی قانونی حیثیت کے لیے سب سے اہم چیلنج بن کر سامنے آئیں۔اس کے نتیجے میں شیعہ گروہی تحریک میں نئے سرے سے اضافہ ہوا، جسے 1978ء کے اواخر سے ایران میں ہونے والے واقعات نے کافی تقویت بخشی۔فروری 1979ء میں ”اسلامی انقلاب“ کی فتح نے خاص طور پر شیعہ 'علماء' اور مذہبی سوچ رکھنے والے نوجوانوں کو حوصلہ دیا، بلکہ یہ ملک کی تقریباً پوری شیعہ برادری بشمول بہت سے مغربی دانشوروں کے لیے باعث فخر تھا[1]۔اگرچہ شیعہ متعدد تنظیموں اور حریف 'علماء' کے حامی گروپوں میں بٹے رہے، نئی مرکزی دھارے کی تنظیم TNFJ، جو کہ ایرانی انقلاب کے فوراً بعد اُبھری، بالآخر ایک مضبوط پریشر گروپ بن گئی۔1980ء کی دہائی میں اپنے عروج کے زمانے میں TNFJ اپنے کسی بھی پیشرو کے مقابلے میں زیادہ شیعوں کو مشترکہ مقاصد کے لیے متحرک کرنے میں کامیاب رہی، اور ان تمام قانون سازیوں کو روکنے میں کامیاب رہی جس سے شیعہ حقوق کو مستقل طور پر کم کیا جاسکتا تھا۔

پاکستان میں 1977ء سے سیکولرازم سے اسلامزم کی طرف تبدیلی 1979ء سے ایران کے مقابلے میں بہت کم انقلابی تھی اور اِس نے کبھی بھی مجموعی طور پر پاکستان کے معاشرے کو متاثر نہیں کیا تھا لیکن دونوں واقعات کسی حد تک ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ اِس حقیقت کے علاوہ کہ خمینی اور ایرانی انقلاب کے دیگر رہنما طویل عرصے سے ہند مسلم (سنی) مذہبی سیاسی مفکرین جیسے محمد اقبال اور مودودی سے متاثر تھے[2]، 1977ء کے اواخر میں شاہ حکومت کے خلاف خمینی کا تحریک شروع کرنے کے فیصلے کا عین وقت پر ہونا پڑوسی ملک پاکستان میں ہونے والی پیش رفت سے متاثر ہوسکتا ہے[3]۔ضیاء الحق کی جولائی 1977ء کی بغاوت، جسے بھٹو نے اُن کی بظاہر ”بے ضراریت“ کی وجہ سے فوج کا کمانڈر ان چیف منتخب کیا تھا، وہ نام نہاد نظام مصطفیٰ کی تحریک کے بغیر قابل فہم نہیں تھا، جس نے بھٹو کی پوزیشن کو پہلے ہی کمزور کر دیا تھا۔خود ایک دیندار مسلمان ہونے کے ناطے ضیاء نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے پہلے دنوں سے ہی مذہبی بیان بازی کا استعمال کیا۔اُسے خود کو ”اسلام کا نجات دہندہ“ سمجھنے میں صرف چند ماہ لگے، جسے تقدیر نے ”اِس مشن کو مکمل کرنے کے لیے منتخب کیا جس کے لیے پاکستان تخلیق ہوا تھا“[4]۔پس ایک ”اسلامی نظریہ“ کے مطابق سماجی، سیاسی اور قانونی نظام کی تشکیل نو کی کوششیں پاکستان اور ایران میں تقریباً یکساں تھیں۔ اِس کے باوجود اگر ضیاء الحق بعد میں ایک مسلم رہنما کے طور پر خمینی کے قد کاٹھ کو پذیرائی دینے کیلئے آئے، تو وہ کسی بھی طرح سے ”مذہبی طبقے کی حکمرانی“ کے حامی نہیں تھے، اور وہ خارجہ پالیسی کی ایک ایسی لکیر پر قائم رہے جو کہ کسی نہ کسی لحاظ سے اسلامی جمہوریہ ایران کے لیے ناگوار تھی۔

بھٹو نے پہلے ہی ”اسلامائزیشن“ کے کچھ اقدامات کا سہارا لیا تھا، جیسے جوا اور شراب پر پابندی اور اپنے اقتدار کے آخری ہفتوں

میں جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل کے طور پر متعارف کرانا[7]۔ اُن کے وزیر کوثر نیازی نے بھی ایک توسیع شدہ اسلامی نظریاتی کونسل کے زیادہ فعال کردار کے لیے منصوبے بنائے تھے، جو بھٹو کے معزول ہونے سے پہلے نافذ نہ ہو سکے[8]۔ اِس کے بجائے اُس وقت کے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر (سی ایم ایل اے) ضیاء الحق ہی تھے جنہوں نے 29 ستمبر 1977ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نو کی اور ہدایت کی کہ" ملک کے سماجی و اقتصادی ڈھانچے کو اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیل کرنے کے لیے ٹھوس اور مضبوط اقدامات کی سفارش کی جائے"[9]۔ دو دن بعد ضیاء نے وعدے کے مطابق قبل از وقت انتخابات منسوخ کر دیے، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ ان کے التوا سے دستیاب وقت کو دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ استعمال کیا جائے گا" اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تمام بنیادی اقدامات کا آغاز"۔ اِسی دوران ایک مارشل لاء آرڈر نے تمام سیاسی سرگرمیوں پر ایک غیر معینہ مدت کے لیے پابندی لگا دی[10]۔

یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کے شیعوں کی اکثریت شروع سے ہی اسلامائزیشن کے بہانے سیاسی عمل کو روکنے کی مخالفت کرتی رہی ہے۔ تاہم، زیادہ تر شیعہ 'علماء' کے ساتھ ساتھ SMC اور کچھ دیگر شیعہ تنظیموں کے رہنماؤں نے، ابتدا میں ضیاء الحق کی تعریف کرنے کے لیے سنی مذہبی جماعتوں میں شمولیت اختیار کی۔ جبکہ مؤخر الذکر نے آنے والے" اسلامی نظام" کے حوالے سے اپنے بیانات میں کئی گنا اضافہ کیا، نئی اسلامی نظریاتی کونسل نے تیزی سے اپنی بات چیت شروع کی۔ یہ 2 اکتوبر کو پہلے سے ہی متعدد سفارشات کے ساتھ سامنے آیا[11]، اِس کے بعد 13 نومبر کو زکوٰۃ سے متعلق قانون سازی کے لیے پہلی تجاویز اور 27 نومبر کو پاکستان پینل کوڈ (PPC) میں ترمیم کے لیے[12]۔ 28 نومبر کو اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامی معاشی اور مالیاتی نظام وضع کرنے کے لیے ماہرین کے ایک بورڈ کو نامزد کیا[13]۔

10 دسمبر 1977ء کو ضیاء سے شیعہ رہنماؤں کا پہلا وفد ملا جس میں نواب قزلباش، جمیل حسین رضوی اور مرزا یوسف حسین شامل تھے۔ APSC کے وائس چیئرمین سید ہادی علی شاہ نے CMLA کو" اُن کی مخلصانہ کوششوں کے لیے پاکستان کے شیعوں کی حمایت" کا یقین دلایا اور آٹھ درخواستوں کی ایک لسٹ کی وضاحت کی، جو نظام مصطفیٰ کے نافذ ہونے کے بعد شیعوں کے تمام قانونی معاملات کو فقہ جعفریہ کے زیرِ انتظام رکھنے کے مطالبے کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ یہ نیا مقصد ضیاء الحق کے دَور میں شیعہ مطالبات کا مرکز بنے گا، اور اپنے پہلے سالوں میں شیعہ گروہی تحریک کے لیے سب سے اہم ایشو۔ CMLA کا شرعی قوانین کے نفاذ کا اعلان کردہ ہدف ایسا لگتا ہے کہ شیعہ علماء کو اپنی پوزیشن کو بڑھانے کا موقع فراہم کرتا ہے، جب کہ شیعہ تنظیموں کی قیادت کرنے والے زیادہ تر عام لوگ بھی اسلامائزیشن کے لیے ہمدردی رکھتے تھے۔ دوسری طرف، دونوں سنی مذہبی جماعتوں جیسے جے یو آئی، جے یو پی اور جے آئی کی نئی ملی طاقت اور ان کے ارادوں کے بارے میں بہت خوفزدہ تھے۔

اگرچہ PNA کے تمام ممبر گروپوں نے اگست 1977ء کے آخر تک شیعوں کو اُن کے حقوق کے مکمل تحفظ کی یقین دہانی کرائی تھی[16]، لیکن اُن میں سے کچھ اِس سال اکتوبر کے بعد اپنے وعدوں کو جلد ہی بھول گئے۔ جے یو آئی کے چیئرمین مفتی محمود سب سے پہلے تھے جنہوں نے عوام میں حنفی فقہ پر مبنی قانون سازی کے مطالبے کو زندہ کیا[17]، جلد ہی جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اسلامی کے ترجمانوں کی طرف سے اِس کی بازگشت سنائی دے گی[18]۔ 25-26 مارچ 1978ء کو، مفتی محمود نے اپنے آبائی شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک" خلافت راشدہ کانفرنس" کی صدارت کی، جو کہ بنیادی طور پر شیعوں کے خلاف مذاہب کے لیے وقف تھی[19]۔ اِس کی پہلی قرارداد

میں بھٹو کی حکومت پر الزام لگایا گیا تھا- جسے اُس وقت پہلے ہی موت کی سزا سنائی جا چکی تھی[19] -اس نے" ایک نہ ہونے کے برابر (حقیقی) اقلیت کو برابری کی بنیاد پر علیحدہ دینیات کا نصاب دے کر عظیم اکثریت کے حقوق کو پامال کیا" اور مطالبہ کیا کہ اس کی فوری منسوخی. دیگر قراردادوں نے شیعہ کی تقریبات کو ان کی مساجد اور امام بارگاہوں تک محدود رکھنے اور صحابہ کی توہین کرنے پر سزا دینے کے پرانے مطالبے کو زندہ کیا[20]۔حکام نے اس کانفرنس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا لیکن ساتھ ہی مارشل لاء کا بہانہ بنا کر 16-17 مارچ کو سرگودھا میں منعقد ہونے والی" فقہ جعفریہ کانفرنس" پر پابندی لگا دی تھی[21]۔

30 اپریل 1978 کو" مشاورتی کونسل" جسے CMLA نے باقاعدہ کابینہ سے پہلے تشکیل دیا تھا، نے فیصلہ کیا کہ شیعوں کے لیے علیحدہ دینیات نصاب کے نظام کو اِس بنیاد پر ختم کیا جائے کہ یہ" قومی اتحاد کے لیے نقصان دہ" ہے[22]۔اُس وقت کے مذہبی اُمور کے مشیر A.K بروہی کو ایک نئی مشترکہ درسی کتاب مرتب کرنے کے لیے سنی اور شیعہ علما کا بورڈ بنانے کی ہدایت کی گئی[23]۔ یہ فیصلہ اگلے دو سالوں میں بتدریج نافذ کیا گیا[24] لیکن یہ مارشل لاء حکومت کا پہلا ٹھوس قدم تھا جو شیعہ مفادات کے خلاف تھا۔ 19 مئی کو SMC کونسل کے اجلاس میں کہا گیا کہ شیعہ، دینیات کی بند فائل کو دوبارہ کھولنے کو کبھی قبول نہیں کریں گے، اور ضیاء الحق سے کہا گیا کہ وہ جماعت اسلامی کے رہنما مودودی سے مشورہ کریں کہ علیحدہ نصاب قومی اتحاد کے لیے نقصان دہ ہے یا نہیں[25]۔اِس کے باوجود دینیات کا مسئلہ، جو 1964ء اور 1974ء کے درمیان اتنا اہم رہا تھا، پھر کبھی بھی زیادہ جوش و جذبے کے ساتھ نہیں چلایا گیا[26]۔ اِس کے بجائے، پیش کردہ" اسلامی نظام" کے اندر فقہ جعفریہ کے نفاذ کی گنجائش کے سوال کو ترجیح حاصل ہو گئی تھی۔

دریں اثناء اسلامی نظریاتی کونسل نے چوری کے لیے اسلامی سزا (حدود) کے مسودے کو حتمی شکل دی تھی، اور ماہرین اقتصادیات کے ایک پینل نے زکوٰۃ پر اپنی تجاویز پیش کی تھیں[27]۔ 15 مارچ کو ضیاء الحق نے تجرباتی بنیادوں پر ہر صوبے کے ایک یا دو شہروں میں زکوٰۃ وصولی کا نظام متعارف کرانے کی تجویز پیش کی تھی[28]۔اسلامی نظریاتی کونسل کے واحد شیعہ رکن مفتی جعفر حسین نے ریکارڈ کے لیے حدود اور زکوٰۃ دونوں پر اپنی اختلافی رائے دی تھی، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا[29]۔ اگرچہ اپنی ذمہ داریاں بخوبی انجام دینے پر اُن کی تعریف کی گئی، تاہم اسلامی نظریاتی کونسل میں شیعہ نمائندگی کو عام طور پر ناکافی سمجھا جاتا تھا۔ ابھی تک شیعہ پرسنل لا کے لیے فقہ جعفریہ کے جائز ہونے پر سوال نہیں اٹھایا گیا تھا لیکن حدود اور زکوٰۃ دونوں عوامی قانون کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اِس لیے فقہ جعفریہ کو عوامی قانون کے دائرے میں نافذ کرنے کا مطالبہ بھی اب شیعہ گروہی سرگرمی کا مرکزی مقام بنا۔

پابندی کی منسوخی کے بعد (اوپر ملاحظہ کریں)، سرگودھا میں 27-28 مئی 1978 کو" آل پاکستان فقہ جعفریہ کانفرنس" منعقد ہوئی۔ اِس اجتماع کا اہتمام سید بشیر حسین بخاری اور ایڈووکیٹ امداد حسین ہمدانی نے کیا جن کو مختلف دینی مدارس[30] کی بھرپور حمایت حاصل تھی[30]۔شیعہ اتحاد کے حوالے سے ایک بڑی کامیابی تھی۔تمام اہم شیعہ تنظیموں کے 500 سے زائد علماء، وکلاء اور دیگر نمائندوں نے شرکت کی اور مرکزی مسائل پر مکمل اتفاق کیا، جو کہ ایک قرارداد میں درج ذیل ہیں[31]:

یہ کانفرنس جہاں موجودہ حکومت کی طرف سے نظام مصطفیٰ کے (قرآن و اللہ کے رسولؐ کی سنت کی روشنی میں) نفاذ کی کوششوں کا خیرمقدم کرتی ہے وہیں اِس سلسلے میں حکومت سے درج

ذیل مطالبات ہیں:

الف) حکومت نے اصولی طور پر منظوری دے دی ہے، اور اِسے آئین کا اٹوٹ حصہ بنایا گیا ہے کہ ہر مسلمان فرقے پر قرآن و سنت کی تشریح کے مطابق قانون لاگو کیا جائے گا جیسے اُس فرقے نے تسلیم کیا ہے۔۔۔یہ 1956ء اور 1962ء کے آئین میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے[32]۔

ب) اسلامی قانون کے نفاذ کے فریم ورک میں اسلام کے دو تسلیم شدہ فرقوں شیعوں اور سنیوں کے پبلک اور پرسنل لا کے اِطلاق کے حوالے سے آئینی تحفظات دیے جائیں گے،مساوات کی بنیاد پر۔

ج) اسلامی نظریاتی کونسل میں شیعوں کی موجودہ نمائندگی ناکافی ہے۔ شیعوں کو معقول اور مُنصفانہ نمائندگی اِس بنیاد پر دی جائے کہ شیعہ اور سنی عقائد کا یکساں احترام کیا جائے[33]۔

تمام شرکاء کے پیشگی اتفاق کے ساتھ، کانفرنس کی صدارت مفتی جعفر حسین نے کی۔ اگرچہ وہ 1960ء کی دہائی کے اواخر سے نواب قزلباش اور APSC کے قریب تھے، SMC کے ساتھ اُن کے اختلافات تھے، جو کہ 1978ء میں ابھی تک سب سے مضبوط شیعہ تنظیم تھی، گزشتہ سالوں کے دوران اپنی اہمیت کھو چکے تھے (نیچے ملاحظہ کریں)۔ اِس مرحلے پر اسلامی نظریاتی کونسل میں اُن کی آواز کی بہت ضرورت تھی لیکن انہوں نے یہ بھی اعلان کیا کہ اگر شیعوں پر کوئی ایسا قانون نافذ کیا گیا جو اُن کے مذہب سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو وہ فوراً اسلامی نظریاتی کونسل سے مستعفی ہو جائیں گے[34]۔

1978ء کے وسط میں واحد مشہور لیکن بدنام اختلافی آواز محمد بشیر انصاری کی تھی، جنہوں نے سرگودھا کانفرنس کی دعوت مسترد کر دی اور بعد میں نظام مصطفیٰ متعارف کرانے کے حکومتی منصوبے کے لیے شیعہ 'علماء' کی حمایت پر تنقید کی، کیونکہ "صرف مہدی یا اُن کے نمائندے کی حکومت کو اسلامی سمجھا جا سکتا ہے"۔ اِس کے علاوہ، اُنہوں نے دلیل دی کہ 1973ء کے آئین میں شیعوں کے لیے کافی ضمانتیں تھیں، جنہیں حکومت نے ابھی تک کالعدم نہیں کیا ہے[35]۔ 6-7 جولائی کو ٹیکسلا مجلس میں، انصاری نے خود کو سینکڑوں نامعلوم افراد کے ذریعہ قائد ملت کا اعلان کیا اور ایک "شیعہ اسلامی جماعت" کی بنیاد رکھی[36]۔ اِس طرح کی مضحکہ خیز کوششوں کا مقصد انصاری کے لیے حکومتی عہدیداروں کی طرف سے کچھ دعوتیں حاصل کرنے کے سوا کوئی نہ تھا، جو منظم شیعوں کے درمیان اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیشہ بے چین رہتے تھے[37]۔

ضیاء الحق کی طرف سے سرگودھا کانفرنس کا واحد معقول ردعمل 1978ء میں سید محمد رضی کی اسلامی نظریاتی کونسل کے دوسرے شیعہ ممبر کے طور پر تقرری تھا۔ CMLA، جس نے 14 اگست 1978ء کو صدر چوہدری فضل الٰہی کی مدت ختم ہونے کے بعد سربراہ مملکت کے فرائض بھی سنبھالے[38]، اِس کے فوراً بعد ایک کابینہ تشکیل دی جس میں دو تہائی قلمدان PNA کی رکن جماعتوں کو دیے گئے، اُن میں سے چار صرف جماعت اسلامی کو دیے گئے[39]۔ اُس حکومت کی نگرانی میں، اسلامی قوانین کے پہلے پیچ کو حتمی شکل دی گئی اور فروری 1979ء میں ضیاء الحق نے اُسے نافذ کر دیا (نیچے ملاحظہ کریں)۔

دریں اثناء شاہ ایران کے خلاف مہم، جو جنوری میں قم میں پر تشدد مظاہروں سے شروع ہوئی تھی، ستمبر 1978ء میں مارشل لا کے اعلان اور تہران کے جالح اسکوائر پر قتل عام کے ساتھ سنگین رُخ اختیار کر گئی۔ صرف ایک دن بعد (9 ستمبر) ضیاء الحق، شاہ کی درخواست پر تہران اور مشہد کے سرکاری دورے پر پہنچے، واضح طور پر کسی کی طرفداری کیے بغیر[40]۔ اگست 1978ء تک، ایران میں ہونے والے واقعات نے مذہبی حلقوں کے علاوہ پاکستان کے شیعوں میں بہت زیادہ اثرات مرتب نہیں کیے تھے، یہاں تک کہ کچھ ممتاز 'علماء' نے شاہ کے حق میں عوامی بیانات بھی دیے تھے[41]۔ لیکن جالح قتل عام کے اہم موڑ کے بعد پاکستان میں بھی خمینی کے حامی کافی سرگرم ہو گئے۔ ان میں سب سے آگے سینکڑوں نوجوان شیعہ علماء تھے جنہوں نے 1960ء کی دہائی کے وسط سے نجف اور قم میں تعلیم حاصل کی تھی، جن میں سے اکثر کی خمینی سے ذاتی واقفیت تھی۔ ولایت فقیہ کے نظریے کی وضاحت کرنے والے اُن کے لیکچرز کے اقتباسات، یعنی حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے لیے 'علماء' کا حق، اردو میں ترجمہ کیا جا چکا تھا اور 1972 کے اوائل میں جریدے المبلغ میں شائع ہو چکا تھا[42]۔ خمینی کے اولین مؤثر حامی سید صفدر حسین نجفی تھے جو جامعۃ المنتظر کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے محسن الحکیم کی وفات (1970ء) کے فوراً بعد خمینی کی توضیح المسائل کا اُردو میں ترجمہ کیا تھا تاکہ مرجع التقلید کے درجے کے خمینی کے دعوے کو مزید قبولیت حاصل ہو[43]۔ پہلے ہی 1975ء میں اُنہوں نے خمینی کو عراق چھوڑ کر پاکستان آنے پر راضی کرنے کی کوشش کی تھی اور جنوری 1979ء میں پیرس کے دورہ کے دوران خمینی سے اُنہوں نے اِس دعوت کو دہرایا تھا[44]۔ لیکن صفدر حسین، جنہوں نے طویل عرصے سے جامعۃ المنتظر کو عراق اور ایران کے عظیم شیعہ مذہبی مراکز کی شکل میں حوزہ علمیہ میں تبدیل کرنے کے اپنے خواب کا تعاقب کیا تھا، بعد ازاں خمینی کے ذریعے ایک درمیانے درجے کے آیت اللہ کو ایران سے لاہور روانہ کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا[45]۔

راسخ العقیدہ شیعہ 'علماء' کے علاوہ، جن کے لیے ایک عشرت سے زائد عرصے تک عوامی مبلغین کے ساتھ اذیت ناک کشمکش کے بعد ایرانی انقلاب ایک حقیقی خدا کے بھیجے ہوئے کے طور پر آیا، شیعہ علمی نوجوانوں کے کچھ حصے بھی انقلاب اور اس کے نظریے کی حمایت میں پرجوش تھے۔ اِس سلسلے میں ایک کلیدی کردار ISO نے ادا کیا، جو پاکستان میں شاہ کے خلاف مظاہرے کرنے والے اولین گروہوں میں شامل تھا، اور ایران میں خمینی کی فتح کے نتیجے میں جس نے تیزی سے ترقی کی۔ بہت سے مذہبی طور پر پرعزم "انقلابیوں" کی قیادت میں، اُن میں سب سے اہم ڈاکٹر محمد علی نقوی تھے[46]، ISO نے TNFJ سے بہت پہلے ایرانی انقلاب کے پورے سیاسی ایجنڈے کو اپنایا، اور اُس نے مؤخر الذکر تنظیم کی ترقی میں فیصلہ کن کردار ادا کیا[47]۔

ایرانی انقلاب کا ایک ابتدائی ضمنی اثر 7 نومبر 1978ء کو لاہور میں وفاق علماء شیعہ پاکستان کی بنیاد رکھنا تھا، جس کی قُم میں پاکستانی طلباء اور اساتذہ نے پرزور خواہش کی تھی[48]۔ 1990ء تک حافظ سید ریاض حسین نقوی[49] کی زیر قیادت وفاق علماء تیزی سے بڑھی، اور شیعہ 'علماء' کی تمام قدیم تنظیموں جیسے SMUP، MAUSP اور دیگر کو تیزی سے گرہن لگ گیا[50]۔ 7 فروری 1979ء کو لاہور میں اپنے پہلے باقاعدہ اجلاس کے بعد شائع ہونے والے اِس کے مقاصد یہ تھے:

1) 'علماء' کے درمیان اتحاد، بھائی چارہ، ہم آہنگی اور تنظیم کا قیام

2) 'علماء' کے حقوق اور مفادات کا تحفظ اور ان کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

5) اہل بیت کے احکامات کی روشنی میں پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے کوششیں۔

8) مجالس عزا کی ترویج اور اُن کے حقیقی مقصد یعنی محمد و آل محمد کی تعلیمات کو [پھیلانا] حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

9) دینی مدارس کے معیار کو بلند کرنا اور اُن کی تنظیم اور ترقی کے لیے ٹھوس اور تعمیری اقدامات کرنا؛ ایک عظیم حوزہ علمیہ کا قیام۔

10) پاکستان میں [شیعہ] مساجد کی صورتحال کو بہتر بنانا؛ مساجد سے متعلق اُمور کی نگرانی اور مناسب خطباءکی تقرری؛ [شیعہ] مساجد کی تعمیر کے لیے کوششیں کرناجہاں ایسی نہ ہوں۔

11) جدید معیارات کے مطابق سائنسی جریدے کی اشاعت، جو 'عُلماء 'ور مدارس کا منہ بولتا ثبوت ہو[51]۔

جب کہ ایران میں ہونے والے واقعات نے 1978ء کے موسم خزاں سے پاکستان میں شیعہ گروہی اُمور پر فیصلہ کن اثر ڈالا، ایران کی مذہبی قیادت اورشہدائے انقلاب کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے متعدد اجلاس منعقد کیے گئے، وہیں ملک بھر میں موجودہ شیعہ تنظیموں کو متحد کرنے کی آخری کوشش بھی کی گئی۔ تنظیمیں جیسا کہ 1971 میں، یہ پہل کم وبیش ناپید ITHS کی طرف سے ہوئی، جس کے بقیہ آفس ہولڈرز کے ساتھ اتحاد کے ذریعے اپنے لیے کچھ" قیادت کی حیثیت" کومحفوظ رکھنے کی اُمید رکھتے تھے۔سید مہدی حسن علوی اور کرنل (ر) سید فدا حسین نے جمیل حسین رضوی سے رابطہ کیا، اور اکتوبر میں ITHS، SMC، APSC، SPP کے نمائندوں کی دو میٹنگز اور ایک "شیعہ پولیٹیکل کانفرنس" لاہور میں منعقد ہوئی[52]۔ SMC کونسل کے اجلاس (2-3 نومبر 1978ء) میں محرم کے فوراً بعد (اُس سال دسمبر) میں ایک کنونشن کے دوران تمام موجودہ تنظیموں کو تحلیل کرنے اور"تنظیمِ شیعان پاکستان" کے قیام کا مطالبہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ پہلے سال کے لیے نئی تنظیم کے چیئرمین اور سیکریٹری جنرل کا انتخاب ایسے افراد میں سے ہونا چاہیے جو پرانے عہدوں پر کوئی عہدہ نہ رکھتے ہوں۔ 7 نومبر کو ایڈوکیٹ سید محمد علی زیدی (ITHS) کے گھر میں ہونے والی ایک اور مشترکہ میٹنگ کے دوران SMC کی تجویز کو دیگر تنظیموں کی طرف سے بہت کم حمایت حاصل ہوئی، اور انضمام کا منصوبہ تمام سابقہ کی طرح ناکام ہوگیا۔لیکن بہر حال، SMC سمیت سابقہ دہائیوں میں قائم ہونے والی تمام شیعہ تنظیموں کا وقت ختم ہورہا تھا[53]۔

11 فروری 1979ء کو، خمینی کی تہران میں فاتحانہ واپسی کے دس دن بعد، بالآخر شاہ کی حکومت گرگئی۔ یہ تقریباً ضیاء الحق کی طرف سے 10 فروری کو عید میلاد النبی کے موقع پر حدود آرڈیننس کے نفاذ کے ساتھ موافق تھا[54]۔جس کا فوری اثر شیعوں کے متحرک ہونے پر اُتنا ہی پڑا جتنا کہ ایرانی انقلاب کی فتح پر۔ اگر چہ فقہ جعفریہ کا اِن احکام میں وضع کردہ اسلامی سزاؤں کے سلسلے میں صرف ایک بڑا فرق چوری کی سزا سے متعلق تھا[55]لیکن اِس کی صریح بے توقیری تشویشناک تھی۔خاص طور پر اِس لیے کہ ضیاء الحق نے بیک وقت اعلان کیا تھا کہ وہ 30 اپریل تک زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا نظام بھی جاری کرے گا[56]۔اُسی دن (10 فروری) کو کراچی میں جماعت اہلسنّت (جے یو پی سے وابستہ) کے ایک بڑے اجتماع نے''حنفی فقہ کے فوری نفاذ'' اورشریعت بینچز میں سنی 'علماء' کی خصوصی تقرری کا مطالبہ کر دیا، جوحکومت نے

دسمبر 1978ء میں چاروں صوبوں کی ہائی کورٹس میں قائم کیے تھے [57]۔ 13 فروری کو مفتی جعفرحسین نے لاہور میں ایک پریس کانفرنس کی جہاں اُنھوں نے ضیاء کے یک طرفہ اقدام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے صدر کو یاد دلایا کہ اُن کے حدود اور زکوٰۃ پر اسلامی نظریاتی کونسل میں اپنا اختلافی نقطۂ نظر تحریری طور پر پیش کیا تھا اور جسے کابینہ کے گزشتہ اجلاس میں پڑھا گیا تھا۔ اُنھوں نے 30 اپریل تک شیعہ نقطہ نظر پر غور نہ کرنے کی صورت میں اسلامی نظریاتی کونسل سے استعفیٰ دینے کا بھی اعلان کیا [58]۔ شیعوں کی جانب سے ملک بھر میں متعدد احتجاجی میٹنگز کی گئیں۔

25 فروری کو اُنہیں مولانا احتشام الحق تھانوی کی طرف سے کچھ قابلِ ذکر حمایت حاصل ہوئی، جو بظاہر 1970ء میں لیے گئے اپنے سخت موقف سے نیچے آ گئے تھے، انہوں نے اب دلیل دی - بالکل شیعوں کی طرح - کہ اکثریت اور اقلیت" خالص طور پر سیاسی اصطلاحات" ہیں؛ اگر اسلامی فرقوں کے مذہبی حقوق سے متعلق معاملات میں اِن کا اطلاق ایک پیمانہ کے طور پر کیا گیا تو فساد کا شدید خطرہ ہو گا۔ تھانوی نے 1951ء کی 'علماء' کانفرنس کے فیصلے کی یاد دلائی کہ ہر فرقہ قرآن وسنت کی اپنی تشریح کے مطابق قوانین کا حقدار ہے [60]۔ انہوں نے یہاں تک الزام لگایا کہ" وہ لوگ جو غیر علمی اور تباہ کن بیانات سے فرقہ وارانہ خلیج کو وسیع کر رہے ہیں" وہ نہ صرف" پاکستان کی تقدیر سے کھیل رہے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو یہ تاثر بھی دے رہے ہیں کہ اسلامی نظام کے نفاذ کا تجربہ ناکام ہو گیا ہے [61]۔ اِس کے برعکس، مولانا مودودی نے اِستدلال کیا کہ نئے اسلامی قوانین کو تمام فرقوں کی حمایت حاصل ہے کیونکہ ان کے نفاذ سے قبل انہیں اسلامی نظریاتی کونسل نے منظور کیا تھا [62]۔

5 مارچ کو ضیاء الحق نے 12 شیعہ افراد کے ایک وفد سے ملاقات کی اور اُن کی شکایات سنیں [63]۔ اُنہوں نے وعدہ کیا کہ ہر مکتب کا پرسنل لاء پہلے کی طرح نافذ رہے گا، جبکہ پبلک لاء کو" اسلامائز" کرتے وقت ہر مسلم فرقے کے عقائد کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس مقصد کے لیے وہ وزارت مذہبی امور کی نگرانی میں" علماء" اور فقہاء کی ایک قائمہ کمیٹی مقرر کریں گے جو ضرورت پڑنے پر فیصلے کرے گی [64]۔ 20 مارچ کو کراچی میں فقہ جعفریہ رابطہ کمیٹی کی ایک کانفرنس میں مطالبہ کیا گیا کہ ضیاء اپنے وعدے کی تصدیق آرڈیننس کی صورت میں کریں [65]۔ اگلے دن ایک پریس کانفرنس میں مفتی جعفرحسین نے اپنا 30 اپریل کا الٹی میٹم دہرایا [66]۔

اِس دوران، 12-13 اپریل 1979ء کو چھوٹے سے قصبے بھکر میں منعقد ہونے والے پاکستان میں اب تک کے سب سے بڑے شیعہ کنونشن کی تیاریاں جاری تھیں [67]۔ اِس تاریخی واقعہ کے پیچھے محرک ایڈووکیٹ وزارت حسین نقوی تھے، [68] جنہوں نے ایک مقامی تنظیم (مجلس نفاذ فقہ جعفریہ بھکر) اور زیادہ ISO کی مدد سے پہل شروع کی تھی، جبکہ ایک منظم" تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" کی جس نے تشکیل کی تھی وہ صفدر حسین نجفی کی ذہنی تخلیق تھی [69]۔ اگرچہ غیر شیعہ پریس میں کنونشن کے لیے ایڈورٹائز کرنا بھی مشکل تھا لیکن پاکستان بھر سے دسیوں ہزار شیعوں کا ہجوم اِس لیے بھکر آیا کہ اِسے پہلا شیعہ" عوامی کنونشن" کہا گیا۔ اپنے افتتاحی خطاب میں سید وزارت حسین نقوی نے کنونشن کا دوسرا اہم مقصد اِس طرح بیان کیا: [70]

پاکستان کی 31 سالہ تاریخ میں شیعہ قوم آف مطالبات بن چکے ہیں۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ہم اپنے مطالبات کے دانوں کی گِنتی کرتے رہے ہیں، لیکن نتیجہ آپ دیکھ سکتے ہیں: عزاداری

اور علمائے کرام کے داخلے پر پابندی؛ ذوالجناح کے جلوسوں کے لائسنس کی منسوخی؛ امام بارگاہوں اور مساجد کی تعمیر کے مسائل اور مُقدمات؛ یہاں [شیعوں کے] مقدس مقامات کی زیارت کے لیے مشکلات اور وہاں دینیات اور اوقاف کی اُلجھن۔ ایسا کیوں ہے؟ ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟ اِس کا ایک ہی جواب ہے، وہ ہے ہمارے اتحاد اور تنظیم کا فُقدان۔

ہماری آنکھوں کے سامنے کربلا کا عظیم درس ہے۔ ہر سال ہم اِس عظیم واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے بازاروں، گلیوں اور عزاخانوں میں اپنا لہو پیش کرتے ہیں لیکن بدقسمتی سے کربلا کے درس کے عملی مقاصد کو فراموش کر رہے ہیں۔ ہم مُنتشر ہیں۔ ہمارے اکابرین، علماء، ذاکر اور تنظیمیں دھڑے بندی کا شکار ہیں ... ہم مخلص اور بے عیب قیادت سے عاری ہیں، اور ہماری کوئی متحد آواز اور کوئی مرکز نہیں ہے...

اِس اہم موقع پر ہم، شیعہ عوام، عُلماء، اہلِ علم، ذاکرین اور معززین سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ شیعوں کی افسوسناک حالت پر غور کریں اور اپنے تمام اِختلافات ختم کر کے ایک جگہ اکٹھے بیٹھیں - شیعہ وقار کو دوبارہ قائم کریں ... جب تک وہ اکٹھے بیٹھیں اور ایک بے عیب قیادت تلاش نہ کر لیں ہمارا نعرہ "کیا چاہیں شیعہ عوام - اِک مرکز، اِک پیام"[71] اُن کو ستائے گا ...اس کنونشن کی تاریخ کا اعلان کرنے کے بعد، ہمیں ملک بھر سے بہت مضبوط اور مَثبت ردّ عمل سامنے آیا... ایک مرکز، ایک آواز اور مخلص قیادت کا مطالبہ اور فیصلہ اب اتنا زور پکڑ چکا ہے کہ ہمارے معززین اپنی سابقہ روش ترک کرنے پر مجبور ہو جائیں گے... وگرنہ ہم اِس قسم کے کنونشن کا پاکستان کے کونے کونے میں اِنعقاد کریں گے...[72]

درحقیقت کنونشن میں ایک قابل ذکر حد تک اتحاد حاصل ہوا۔ اِس کے چار اجلاسوں کی صدارت مفتی جعفر حسین، جمیل حسین رضوی، مرزا یوسف حسین اور محمد بشیر انصاری نے کی جس میں درجنوں مقررین نے فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبے اور ایک متحد تنظیم اور قیادت کی ضرورت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اِس دوران سرکردہ شیعہ علماء، وکلاء اور معززین نے ایک ساتھ بیٹھ کر پندرہ قراردادوں پر اتفاق کیا، جنہیں سید محسن نقوی نے منظوری کے لیے مجمع کو پڑھ کر سنایا[73]۔ سب سے اہم قرارداد نمبر 1 پڑھی گئی:

آل پاکستان شیعہ کنونشن --- کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے --- مُفتی جعفر حسین نفاذ فقہ جعفریہ کی تحریک کے حوالے سے ---- اگر 30 اپریل 1979ء تک نفاذ فقہ جعفریہ کا اعلان نہ کیا گیا تو شیعہ قوم فقہ جعفریہ کے لیے اُن کے حکم پر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی[74]۔

مفتی جعفر حسین کو ITHS کا سربراہ منتخب کیے جانے کے اکتیس سال بعد[75]، اِسی دوران 65 سالہ مفتی جعفر حسین کو تقریباً اُن کی مرضی کے خلاف ایک بار پھر شیعہ تحریک میں سرفہرست رکھا گیا۔ جب کہ سید محمد دہلوی کی تحریک کے عروج کے زمانے میں اُن کی مقبولیت میں کمی آئی تھی[76]، انہوں نے 1972ء میں اپنے تعاون پر مبنی رویے کے باعث SMC کا احترام دوبارہ حاصل کرلیا، جب APSC کے رہنماؤں اور دیگر حریفوں نے دینیات کے معاملے پر SMC کی لائن کی مخالفت کی تھی[77]۔ چند دشمنوں کے ساتھ سب سے ممتاز مقامی شیعہ 'علماء' میں سے ایک ہونے کے ناطے، اُنہیں ضیاء الحق کے ذریعہ اسلامی نظریاتی کونسل میں تعینات ہونے کا اضافی فائدہ حاصل ہوا۔ مفتی جعفر حسین کو بنیادی طور پر صفدر حسین نجفی کے اثر و رسوخ کی وجہ سے بظاہر ترقی دی گئی، جنہوں نے SMC، MAUSP، اور SMUP کے رہنماؤں کو اپنی پسند کے لیے راضی کیا، حالانکہ جلد ہی وہ مفتی کی قیادت سے غیر مطمئن ہو گئے تھے[78]۔ جب کچھ ذاکرین نے بھکر کنونشن میں مفتی جعفر حسین کے خلاف بولنے کی کوشش کی تو آئی ایس او کے کارکنان کی طرف سے اُن کی حمایت میں نعرے لگائے گئے اور ہجوم نے اُنہیں دہرایا[79]۔

قرارداد نمبر 2 نے مفتی جعفر حسین کو اختیار دیا کہ وہ جلد از جلد ضیاء الحق سے ملاقات کے لیے ایک وفد تشکیل دیں۔ ایک قرارداد میں اسلامی نظریاتی کونسل میں شیعہ علماء اور سکالرز کی "برابر" (مساوی)[80] نمائندگی کا مطالبہ کیا گیا، ایک اور قرارداد میں ریڈیو پاکستان اور پی ٹی وی کی روزانہ نشریات میں شیعہ اذان پر غور کرنے کا مطالبہ کیا گیا[81]۔ قرارداد نمبر 15، جسے بعد میں اکثر "بھکر میں منظور کی گئی دوسری اہم ترین قرارداد" کہا جاتا ہے، نے شیعہ رہنماؤں سے مطالبہ کیا کہ وہ ایک شیعہ روزنامہ شروع کریں۔ اِس مقصد کے حصول کے لیے ایک پانچ رکنی کمیٹی بنائی گئی اور اِسی قرارداد میں اُن کو نامزد کیا گیا، جس میں مفتی جعفر حسین، صفدر حسین نجفی، ڈاکٹر محمد علی نقوی، سید محسن نقوی اور محمد بشیر انصاری شامل تھے۔ کچھ 40 ہزار روپے کا چندہ پراجیکٹ شروع کرنے کے لیے مجمع سے جمع کیا گیا اور سید وزارت حسین نقوی کی جانب سے بنک میں جمع کرادیا گیا[82]۔

پہلے ہی 20 اپریل کو، گوجرانوالہ میں ایک اجلاس کے دوران، مفتی جعفر حسین نے TNFJ کی 24 رکنی سپریم کونسل مقرر کی[83]۔ ایک چھ رکنی کمیشن جس کی سربراہی سید وزارت حسین نے کی تھی نے نئی تنظیم[84] کے قوانین کا مسودہ تیار کیا جو 1980ء کے وسط میں منظور کیا گیا[85]۔ انہوں نے TNFJ کے بنیادی نعرہ (نصب العین) کی تعریف "پاکستان میں شیعہ کمیونٹی کے تمام حقوق کے تحفظ کے لیے ایک کوالیفائیڈ (فقیہہ)، انصاف پسند اور متقی عالم دین کی قیادت" کے طور پر کی[86]۔ TNFJ کے دیگر مقاصد میں سے جو اِس کے اصل قوانین میں لکھے گئے تھے:

1) پاکستان کے تمام موجودہ اور مستقبل کے قوانین میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کے لیے کوششیں خواہ وہ پبلک لاء یا پرسنل لاء ہوں، اور مرکزی، صوبائی اور مقامی سطح پر قانون بنانے والے تمام اداروں میں شیعہ نقطۂ نظر کی مناسب نمائندگی کے لیے۔

5) شیعہ مذہبی، تعلیمی اور تبلیغی تنظیموں کا قیام اور ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا۔ اِس کام کی تکمیل کے لیے حوزہ علمیہ کا قیام۔

7) شیعوں اور مسلمانوں [عام طور پر] کے درمیان ہم آہنگی کی کوششیں[87] ۔

TNFJ کے اہداف سے اتفاق کرنے والا پاکستان کا ہر بالغ شیعہ 5 روپے کی سالانہ ادائیگی پر ممبر بن سکتا ہے (آرٹیکل 5 اور 9)۔ صوبائی، ضلعی اور مقامی سطح پر برانچز قائم کرنے کے لیے ایک وسیع نظام وضع کیا گیا، لیکن TNFJ لیڈر کو دیے گئے وسیع اختیارات بعد میں ناراضگی اور حرکت ناپذیری کا باعث بنے[88]۔ TNFJ سب سے پہلے شیعہ علماء کیلئے اپنے مفادات کو فروغ دینے کا ایک آلہ تھی، لیکن ضیاء الحق کی پالیسی اور ہمسایہ ملک ایران میں انقلابی ماڈل کی کشش نے اِسے 1980ء کی دہائی میں تیزی سے بڑھنے میں مدد دی۔ پاکستان میں شیعہ گروہی سرگرمیوں کو ایک نیا مرکز ملا، چاہے بھکر میں ظاہر ہونے والا اتحاد قلیل المدت کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

مفتی جعفر حسین کے تحت تحریک نفاذ فقہ جعفریہ 1979ء-1983ء

سپریم کونسل کے قیام کے بعد، مفتی جعفر حسین نے وفود کی قیادت میں بالترتیب 26 اور 27 اپریل کو وزیرِ مذہبی اُمور محمود اے ہارون اور پنجاب کے گورنر جنرل سوار خان سے ملاقات کی لیکن مطالبات کا کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا بھکر کنونشن میں دوبارہ تصدیق کی گئی[89]۔ 30 اپریل 1979ء کو جب شیعہ الٹی میٹم ختم ہوا تو مفتی جعفر حسین نے راولپنڈی میں ایک پریس کانفرنس میں اِسلامی نظریاتی کونسل سے مستعفی ہونے کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ اُسی دن ضیاء الحق نے 5 مئی کو شیعہ رہنماؤں کو مذاکرات کی دعوت دے دی۔ مفتی جعفر حسین نے مرزا یوسف حسین، حسین بخش، محمد حسین ڈھکو، ملک اعجاز حسین اور سید ولایت حسین کو اپنے ساتھ لیا جبکہ حکومت نے ITHS، SMC، APS کے رہنماؤں اور اُن کے دیگر اراکین کو جو "شیعہ گُڈ لسٹ" میں شامل تھے، کو بھی مدعو کیا[90]۔ ضیاء الحق نے اپنی سابقہ یقین دہانی کو دہرایا کہ ایک فرقے کی فقہ کو دوسرے فرقے پر مسلط نہیں کیا جائے گا، اِس بات کی نشاندہی کرتے ہوئے کہ اُنہوں نے اِس مقصد کے لیے 5 مارچ کو قائمہ کمیٹی کا وعدہ کیا۔ وہ چند دنوں میں شیعوں کو عوامی یقین دہانیاں کرائیں گے۔ اِس طرح اُنہوں نے 9 مئی کو کراچی میں ایک پریس کانفرنس میں کیا، لیکن انتہائی مبہم الفاظ میں اور عوامی قانون کے حوالے سے کسی وعدے کے بغیر۔ مفتی جعفر حسین، اپنی طرف سے، ضیاء کی درخواست کے جواب میں مبہم رہے کہ اُنہیں اِسلامی نظریاتی کونسل سے استعفیٰ واپس لینا چاہیے، لیکن وہ اِس مطالبے پر ڈٹے رہے کہ صدر کو پہلے فقہ کے نفاذ کے بارے میں ایک آرڈیننس جاری کرنا چاہیے- فقہ جعفریہ پرسنل لاء اور کسی بھی اسلامی عوامی قانون میں شیعوں کے حوالے سے[94]۔ اسلامی نظریاتی کونسل سے سید محمد رضی کا استعفیٰ، جس کا 4 مئی کو اعلان کیا گیا، مزید اِبہام کا شکار رہا[95]۔ 31 مئی کو سٹینڈنگ کمیٹی کا پہلا اِجلاس زکوٰۃ اور حدود سے متعلق قوانین کے مسودے کی چھان بین کے لیے ہوا جس میں 'علماء' سید محمد رضی، مرزا یوسف حسین، ناصر حسین اور حسین بخش کے ساتھ ساتھ نواب قزلباش، سید ہادی علی شاہ اور جمیل حسین رضوی نے شرکت کی[96]۔ اُس میں کوئی فیصلہ نہ کیا گیا اور جون میں کچھ فالو اپ سیشنز ہوئے[97]، جبکہ حکومت زکوٰۃ کے نظام کو نافذ کرنے کی تیاریوں کے ساتھ آگے بڑھی۔ شیعہ اعتراضات کی وجہ سے "زکوٰۃ و عشر آرڈیننس" کے اجراء کو فی الوقت روک دیا گیا تھا[98] لیکن 24 جون کو زکوٰۃ کے انتظام کے لیے ایک باضابطہ پانچ سطحی ڈھانچے کا اعلان کیا گیا اور اِس کے فوراً بعد تمام ضروری ادارے بنائے گئے[99]۔ مفتی جعفر حسین، جنہوں نے TNFJ کو مقبول بنانے کے لیے 1979ء کے موسم گرما کے مہینوں میں پورے پاکستان میں شیعہ اکثریتی علاقوں کا دورہ کیا، انہوں نے تمام شیعوں سے مطالبہ کیا کہ وہ بینکوں سے اپنی رقم نکال لیں اور نئے ٹیکسوں کی ادائیگی سے بچنے کے لیے دیگر تیاری کریں۔ اُنہوں نے 2 جولائی کو اپنی کال واپس لے لی جب حکومت نے بینک کھاتوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کے اپنے پروگرام کو منسوخ کر دیا[100] لیکن تمام زکوٰۃ کمیٹیوں، اسلامی نظریاتی کونسل اور یہاں تک کہ سٹینڈنگ کمیٹی کا بائیکاٹ کرنے کے "حکم" کو برقرار رکھا[101]۔ 6 جولائی کو اُنہوں نے فقہ جعفریہ کے نفاذ کے مطالبے پر زور دینے کے لیے 11 جولائی کو یوم احتجاج کا اعلان کیا[102]۔

TNFJ لیڈر کی جانب سے سٹینڈنگ کمیٹی کے بائیکاٹ کی کال، جو شیعہ کی درخواست کے جواب میں بنائی گئی تھی، کافی غیر معقول معلوم ہوئی اور اُسے جمیل حسین رضوی سمیت متعدد 'علماء' اور فقہاء نے نظر انداز کر دیا۔ مؤخر الذکر نے اگست میں سٹینڈنگ کمیٹی کو متعدد تجاویز

پیش کیں جو اُن کی رائے میں فقہ جعفریہ کے بارے میں ایک آرڈیننس کو قابل عمل بنائیں گی۔ رضوی نے حدود قوانین میں ٹھوس ترامیم کی تجویز پیش کی، جو اِس بات کی ضمانت دے گی کہ شیعہ مجرموں کو صرف فقہ جعفریہ کے مطابق سزائیں دی جائیں گی، اور اس معنی میں آئین کے آرٹیکل (b)203 کے علاوہ ہیں[103]۔ بعض شیعوں نے بائیکاٹ کی کال کی مخالفت کرتے ہوئے مرکزی زکوٰۃ کونسل کے اجلاسوں میں بھی شرکت کی[104]۔ ذاتی دشمنی اور موقع پرستی کے علاوہ، مفتی جعفر حسین کی قیادت کے پہلے ہی مہینوں کے دوران اُن کے طرز قیادت پر بھی شدید تنقید کی گئی (نیچے ملاحظہ کریں)۔

اِس دوران، ضیاء کے سابق اتحادیوں کے بیانات سے ضیاء کی یقین دہانیوں کا اعتماد بھی ٹوٹ گیا۔ ان میں سرفہرست مفتی محمود تھے جنہوں نے 8 جون کو کراچی کے ناظم آباد میں خلیفہ عمر (یوم فاروق اعظم) کے یادگار دن کے موقع پر اشتعال انگیز تقریر کی۔ اُس نے نہ صرف اِس مطالبے کا اعادہ کیا کہ حنفی فقہ کو پاکستان میں عوامی قانون کی واحد بنیاد کے طور پر لیا جانا چاہیے، کیونکہ قوانین ہر ملک میں اکثریت کی طرف سے وضع کیے جائیں گے، بلکہ اُنہوں نے اِس بات کی بھی تردید کی کہ ایک منظم اور مرتب شدہ فقہ جعفریہ بالکل موجود تھی۔ مفتی محمود نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ شیعہ کے چھٹے امام جعفر الصادق نے ماتم، آہ و بکا اور ماتمی جلوسوں سے منع کیا تھا، اِس لیے فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کرنے سے پہلے اس طرح کے طریقوں پر پابندی لگائی جانی چاہیے۔ اِس کے علاوہ، اکثریت کے مطابق پبلک لاء کا سوال 1951ء کے "علماء" کنونشن میں طے پا گیا تھا اور بند فائل کو دوبارہ کھولنے سے فساد برپا ہوگا۔ ملک میں دو مختلف قوانین کا اطلاق نہیں ہوسکتا[105]۔ مفتی محمود کی تقریر 1977ء کے اُن کے بعض بیانات کے صریح تضاد میں تھی[106]، اور اُن پر 1951ء کے فقہ جعفریہ اور سنی اور شیعہ علماء کے معاہدے کے بارے میں صریح جھوٹ بولنے کا الزام لگایا گیا تھا[107]۔ اُن کی آخری دلیل کا جواب دیتے ہوئے، شیعوں نے یاد دلایا کہ اُس وقت بھی پاکستان میں تین یا چار مختلف قوانین نافذ تھے[108]۔

TNFJ کے مرکزی نعرے کے جواب میں ایک سنجیدہ دلیل یہ تھی کہ جو لوگ پاکستان میں پبلک لاء کے دائرے میں فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کرتے تھے وہ ایران میں سنی اقلیت کو یکساں حقوق دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ جون 1979ء میں مفتی جعفر حسین نے پھر بھی اِس بات کی تردید کی کہ اسلامی جمہوریہ ایران میں سنیوں کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا[109]۔ تین ماہ بعد مرزا یوسف حسین نے جے یو پی کے رہنما احمد شاہ نورانی کے اِس طرح کے الزام کا جواب دیتے ہوئے دلیل دی کہ ایران کا پاکستان سے موازنہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ پاکستان "شیعوں اور سنیوں کی مشترکہ کوششوں سے بنایا گیا"۔ بلکہ ایران کا موازنہ سعودی عرب سے کیا جانا چاہیے جو کہ سنی ریاست کے برابر ہے[110]۔ یہی بہانہ بعد میں مفتی جعفر حسین اور اُن کے جانشین سید عارف حسین دونوں نے اپنایا[111]۔

اکتوبر 1979ء کے اوائل تک، یہ اب بھی فرض کیا گیا تھا کہ پارلیمانی انتخابات سے قبل زکوٰۃ سے متعلق کوئی قانون لاگو نہیں کیا جائے گا، جسے ضیاء الحق نے 17 نومبر کو منعقد کرنے کا بار بار وعدہ کیا تھا۔ لیکن 16 اکتوبر کو اُنہوں نے ایک بار پھر انتخابات ملتوی کرنے کا اعلان کیا، تمام سیاسی جماعتوں اور جلسوں پر پابندی عائد کر دی اور سخت پریس سنسر شپ نافذ کر دی[112]۔ اِس سے کچھ عرصہ قبل اُنہوں نے اسلام آباد کے نیشنل اسمبلی ہال میں (9-11 اکتوبر)[113] "شریعت کے گہرے مطالعے پر بین الاقوامی سیمینار" کا انعقاد کیا تھا، جس میں خمینی کے ایک سفیر، آیت اللہ یحییٰ نوری نے بھی شرکت کی تھی[114]۔ اِس کے نتیجے میں ضیاء الحق کی طرف سے شیعہ نمائندوں کو 14 اکتوبر کو زکوٰۃ کے مسئلے پر

بحث کے لیے ایک اور دعوت دی گئی[115]۔ضیاء نے اِس کی وجوہات پوچھیں کہ شیعوں نے بینک کھاتوں سے زکوٰۃ کی کٹوتی کی مخالفت کیوں کی، اور اُس نے اصرار کیا کہ اب سے سٹینڈنگ کمیٹی کے اجلاس میں مفتی جعفر حسین شرکت کریں گے۔جیسا کہ اِس بات پر اختلاف تھا کہ آیا پاکستان میں زکوٰۃ کے بارے میں مستند بیان دینے کے شیعہ علماء اہل ہیں[116]، یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک شیعہ وفد ایران اور عراق بھیجا جائے تاکہ وہاں کے سرکردہ مذہبی حکام کے فتاویٰ حاصل کیے جائیں۔مفتی جعفر حسین کو وہ آئیڈیا پسند نہ آیا لیکن بظاہر اپنی مخالفت کو بھی واضح طور پر بیان نہ کیا[117]۔اِس طرح دسمبر 1979ء میں اُن کا نام اُس وفد کے چار اراکین میں سے ایک کے طور پر لیا گیا، لیکن اُنہوں نے جواب دینے سے صاف اِنکار کر دیا۔19 جنوری 1980ء کو سٹینڈنگ کمیٹی کے آخری اجلاس کے دوران اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین محمد افضل چیمہ نے اصرار کیا کہ ایران اور عراق کے دورے میں مزید تاخیر نہیں کی جا سکتی، کیونکہ زکوٰۃ کے تمام قوانین تیار تھے اور صرف شیعہ مسئلہ اُن کے نفاذ میں رکاوٹ تھا۔اِس کے بعد مرزا یوسف حسین، سید محمد رضی اور جمیل حسین رضوی نے TNFJ لیڈر کے بغیر سفر کیا[118]۔

ایران میں قیام کے دوران (15-27 فروری 1980ء) وہ خمینی سے باریابی حاصل نہ کر سکے، لیکن اُنہوں نے آیات اللہ شریعت مداری، گلپائیگانی، مرعشی، صادق روحانی اور سید محمد شیرازی سے تحریری جوابات حاصل کیے۔عراق میں (4-11 مارچ) اُنہوں نے آیت اللہ ابو القاسم الخوئی سے ملاقات کی۔تمام فتاویٰ جلد ہی حکومت کو سید محمد رضی نے جمع کرا دیئے گئے[119]۔قم اور نجف کے حکام سے درج ذیل سوالات کیے گئے:

1) کیا "چار فصلوں" یعنی گندم، جو، کھجور اور کشمش کے علاوہ دیگر زرعی پیداوارپر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

2) کیا بینک نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

3) کیایہ ضروری ہے یانہیں کہ شیعہ زکوٰۃ کی وصولی اوراُس کی وصولی کےحقداروں (مُستحقین) میں تقسیم کی ہر مرحلے پر خود نگرانی کریں؟

4) کیا یہ ضروری ہے یا نہیں کہ احکامات فقہ جعفریہ کے مطابق شیعوں پر پرسنل اور پبلک (قانون) معاملات میں لاگو ہوں[120]؟

اُن کے متفقہ جوابات سوالات نمبر 1) اور 2) کے لیے ''نہیں'' اور سوالات نمبر 3) اور 4 کے لیے ''ہاں'' تھے)، اِس طرح TNFJ کے موقف کی مکمل توثیق کی۔اِس کے باوجود وفد کے تینوں ارکان کو سرکاری خرچ پر اور مفتی جعفر حسین کی اجازت کے بغیر سفر کرنے پر ''حکومت کی کوتاہیاں'' قرار دیا گیا[121]۔مؤخر الذکر 16-17 اپریل 1980ء کو لاہور میں TNFJ سپریم کونسل کے اجلاس میں قائدِ ملت جعفریہ کو'' دوبارہ منتخب'' کیا گیا[122]، لیکن اپریل 1979ء کے بعد سے اُن کی قائدانہ خصوصیات پر اعتماد کو کافی نقصان پہنچا تھا۔مفتی جعفر حسین نے بھکر میں اپنے انتخاب کے بعد کے مہینوں میں کراچی سے شمالی علاقہ جات کے دَورہ جات کے دوران بہت زیادہ ہجوم اکٹھا کیا تھا، لیکن یہ بنیادی طور پر ISO اور مقامی شیعہ تنظیموں کی کوششوں کی وجہ سے تھا، جنہوں نے اِن دورہ جات کے لیے میدان تیار کیا تھا[123]۔شیعوں کو

درپیش نئے مسائل کے بارے میں اُن کے تنگ قانونی نقطہ نظر اور اپنی سرگرمیوں اور منصوبوں کو شیعہ عوام تک پہنچانے میں اُن کی ناکامی نے اُن کے بہت سے حامیوں کو مایوس کیا تھا۔ سید محمد دہلوی کے ساتھ موازنہ کیا جائے، جنہوں نے اِسی بڑھاپے میں قائدانہ کردار ادا کیا تھا[124]، مفتی جعفر حسین نے بہت کم فعالیت اور تنظیمی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ اُن کا بس یہ خیال تھا کہ جب تک حکومت حنفی فقہ پر مبنی" اسلامی نظام" کے نفاذ کے لیے عملی اقدامات سے باز رہے گی، احتجاجی مظاہروں اور دیگر قسم کے" براہ راست اقدام" سے بدامنی پیدا کرنے اور شیعوں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے[125]۔ 1980ء کے موسم بہار میں، ایرانی انقلاب کے متحرک اثر اور 1979ء کے بھکر کنونشن کی زبردست کامیابی کے باوجود، TNFJ نے ابھی تک دہلوی اور رضوی کی قیادت میں 1964ء سے 1974ء تک کی مطالبات تحریک کے مقابلے کا معیار حرکت پیدا نہیں کیا تھا۔ یکم جون 1980ء کو رضا کار میں شائع ہونے والا ایک خط پچھلے مہینوں کے بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح نچلی سطح پر TNFJ کے بارے میں مایوسی کی عکاسی کرتا ہے (اقتباسات):

فقه جعفریه کی تحریک کو شروع ہوئے تقریباً ایک سال کا عرصه گزر چکا ہے ... میرے خیال میں یه تحریک مکمل طور پر فلاپ رہی ہے۔ اُس کا نتیجه یه نکلا ہے که ملک بھر میں زکوٰۃ کمیٹیاں قائم ہو گئی ہیں اور سرکاری ذرائع سے زکوٰۃ و عُشر کی وصولی جلد شروع ہو جائے گی، لیکن اِن کمیٹیوں میں شیعوں کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ یہی بات دوسرے معاملات پر بھی لاگو ہوتی ہے...

ہماری تحریک اپنا مقصد حاصل نه کرسکی... اب ہمارے باشعور عوام کو اندازہ ہوگیا ہے که ایک سال قبل قائدین کا انتخاب[126] غلطی نکلا ہے۔ لیکن یه شیعه عوام کی غلطی نہیں تھی کیونکه عوام ہمیشه اپنے قائدین کی مثال کی پیروی کرتے ہیں۔ اُنہوں نے ہمیشه اپنی نظر قائدین پر جمائی ہوئی ہے، چاہے وہ سید محمد دہلوی ہوں، جمیل حسین رضوی ہوں یا مفتی جعفر حسین۔ واضح رہے که مفتی جعفر حسین کو 12 اپریل 1979ء سے پہلے ہمارے 75 فیصد لوگ جانتے بھی نہیں تھے لیکن وہ جہاں بھی گئے اُن کا پُرجوش اِستقبال کیا گیا۔ یه کسی بھی طرح سے اُن کی ذاتی کاوشوں کی وجه سے نہیں تھا بلکه مذہبی جذبات کی وجه سے تھا...

ایک سال پہلے کا انقلابی مزاج اور مذہبی جوش کامیابی کے لیے کافی ہوتا، لیکن بدقسمتی سے اِس سے کوئی فائدہ نه ہوا... انقلابی جذبے کو عمل کے بغیر زیادہ دیر تک عوام میں زندہ نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لیے عوام اور قائدین کی سوچ اب مختلف ہو چکی ہے اور اُن کے درمیان اب کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ مُفتی جعفر حسین تقریباً خانه نشین ہو چکے ہیں اور عوام اندھیروں میں چھوڑ دیئے گئے ہیں---[127]

محمد صدیق بھی رضا کار کے کئی اداریوں میں مفتی جعفر حسین کی تنقید میں شامل ہوئے، خطوط کا جواب نہ دینے اور شیعہ پریس سے رابطہ

رکھنے میں ناکامی پر اُن کی تنقید کی۔ جون 1980ء میں جب اُن سے پوچھا گیا کہ بھکر میں ایک سال قبل منظور ہونے والے ایک شیعہ روزنامے کے پروجیکٹ سے کچھ کیوں نہیں نکلا، تو مفتی جعفر حسین نے خود کو مشوش نہ سمجھا، یہ بھول گئے کہ اُنہیں اِس مقصد کے لیے بنائے گئے کمیشن کی سربراہی کرنی تھی[128]۔ پروپیگنڈہ سرگرمیوں سے اُن کی نظر اندازی بظاہر اُن کی ذاتی شائستگی اور کسی بھی معاملے کو اُس کے تناسب سے زیادہ اُڑا دینے کے لیے ناپسندیدگی کا نتیجہ ہے۔ وہ اپنی توہین محسوس کیے بغیر تنقید سننے کے لیے بھی تیار تھے[129]، لیکن اِس موقع پر TNFJ کے رہنما سے مزید مطالبہ کیا گیا۔ اپریل 1980ء تک بہت سے دوسرے ممتاز شیعہ افراد نے پہلے ہی مفتی جعفر حسین سے اپنے منصب سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کر دیا تھا[130]۔ اگرچہ شیعہ رہنماؤں کے ”قدیم گارڈ“ نے کبھی بھی اُن کے قائدانہ کردار کو دِل سے قبول نہیں کیا تھا، مفتی جعفر حسین، ایرانی انقلاب کے بعد سے نوجوان نسل کی طرف سے اختیار کردہ ”سیاسی شیعہ ازم“ کی بڑھتی ہوئی لہر سے بھی بڑے پیمانے پر رابطے سے باہر تھے[131]۔

شیعہ کی اندرونی کشمکش کے اِسی پس منظر میں بالآخر ضیاء الحق نے 20 جون 1980ء کو زکوٰۃ و عشر آرڈیننس جاری کیا، جس میں بینکوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پاکستانی مسلمانوں کے تمام ذاتی اور کارپوریٹ بچتوں اور فکسڈ ڈپازٹ اکاؤنٹس میں سے 2.5 فیصد ہولڈنگز آج ہی کاٹ لیں[132]۔ TNFJ کی قیادت کو حیرانگی کا سامنا کرنا پڑا، بالکل اُسی طرح جیسے زیادہ تر بینک اکاؤنٹ ہولڈرز، چاہے وہ سنی ہوں یا شیعہ، جو بعد کے سالوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے مقررہ سالانہ تاریخ سے کچھ دیر پہلے باقاعدگی سے اپنے کھاتوں سے بڑے حصے نکال لیتے ہیں[133]۔ بظاہر ضیاء الحق، جن کی ملکی اور بین الاقوامی پوزیشن میں سوویت یونین کے افغانستان پر حملے (دسمبر 1979ء) کے بعد اضافہ ہوا تھا، اِس دوران اُنہوں نے شیعہ اعتراضات کی پرواہ کیے بغیر ایک سال کی تاخیر کے بعد اپنے زکوٰۃ کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کافی مضبوط محسوس کیا۔ بہرحال، شیعہ ردِّعمل کی شدّت اُن کی حکومت کے لیے بھی حیران کن تھی۔

20 جون سے پہلے ہی، صفدر حسین نجفی اور راولپنڈی سے اُن کے کچھ ساتھیوں نے عراقی حکومت کی طرف سے سید محمد باقر الصدر کی پھانسی کی وجہ سے 4 جولائی کو اسلام آباد میں ایک احتجاجی اجلاس منعقد کرنے کا منصوبہ بنایا تھا[134]۔ زکوٰۃ سے متعلق فقہ جعفریہ کی بے توقیری کے خلاف احتجاج کے لیے اب اس اجلاس کو TNFJ کے ایک بڑے کنونشن تک بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان بھر کے شیعوں کو مجالس میں بتایا گیا کہ ضیاء اُن کے ساتھ وہی کرنا چاہتا ہے جو بھٹو نے احمدیوں کے ساتھ کیا تھا[135]۔ ایک بار پھر یہ آئی ایس او ہی تھی جس نے 3 جون کی شام تک پنجاب، سرحد اور شمالی علاقہ جات کے مختلف علاقوں سے ایک لاکھ سے زائد شیعوں کو اسلام آباد آنے کے لیے متحرک کرنے میں سب سے بڑا کردار ادا کیا[136]۔ حکومت کی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے پیش گوئی کی تھی کہ صرف دس پندرہ ہزار مظاہرین ہی دکھائی دیں گے اور اس کے نتیجے میں، دارالحکومت کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے جیسی کوئی خاص حفاظتی تدابیر اختیار کرنے میں ناکام رہے تھے[137]۔ ضیاء الحق نے 2 جولائی کو مفتی جعفر حسین کا استقبال کیا تاکہ کنونشن کو منسوخ کر دیا جائے یا راولپنڈی کے لیاقت باغ کی طرف موڑ دیا جائے، اور یہ افواہیں پھیلائی گئیں کہ حکومت نے شیعہ مطالبات کو تسلیم کر لیا ہے[138]۔ اُسی دن ضیاء نے MAUSP اور TNFJ کی دیگر حریف تنظیموں کے رہنماؤں کو بات چیت کے لیے مدعو کیا۔ اُنہوں نے مثبت جواب دیا، مرزا یوسف حسین کی قیادت میں 3 جولائی کو صدر کے پاس دس رکنی وفد نے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس کے خلاف ایک میمورنڈم پیش کیا[139]۔ اُنہوں نے TNFJ کی طرح اِسی طرح کے اعتراضات اُٹھائے اور بعد

میں دعویٰ کیا کہ ضیاء الحق نے اُنہیں قبول کرلیا ہے[140] لیکن موقع پرست رہنماؤں کا شیعہ صفوں کو ایک نازک موڑ پر تقسیم کرنے کا انداز اُن کے دلائل کو سنجیدگی سے لینے کے لیے بہت زیادہ جانا پہچانا تھا۔

اسلام آباد میں سرکاری کوارٹرز کے قریب ہاکی گراؤنڈ کے ارد گرد جمع ہونے والا ہجوم پہلے دن (4 جولائی) کے دوران خاموش رہا، لیکن اُسے کئی دنوں کے قیام کے لیے تیار کیا گیا۔ شام کے اجلاس میں TNFJ کی قیادت نے نتیجہ حاصل ہونے تک ہر قیمت پر اسلام آباد میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔ 5 جولائی کو مفتی جعفر حسین نے سب سے پہلے 500 'علماء' کے ایک مظاہرے کی قیادت وزارت مذہبی امور کی طرف کی لیکن صرف وزیر محمود اے ہارون رُک گئے۔ اِس کے بعد مفتی جعفر حسین اِس ہجوم کو قابو کرنے کے قابل نہ رہے، جس نے آئی ایس او کے مشتعل افراد اور زیادہ بنیاد پرست 'علماء' کی قیادت میں وفاقی سیکرٹریٹ کی طرف مارچ کیا۔ پولیس کی طرف سے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا مقابلہ کرتے ہوئے، ایک مظاہرہ کرنے والے کی لاش چھوڑ کر[141]، ایک لاکھ سے زیادہ شیعوں نے سیکرٹریٹ کا محاصرہ کرلیا، جو پاکستان کی تاریخ کا ایک منفرد واقعہ ہے[142]۔ وہ نہ تو رات کو طوفانی بارش سے حوصلہ ہارے اور نہ ہی فوج کو بلانے کی دھمکیوں سے۔ متعدد سرگذشتوں کے مطابق، اگر ضیاء الحق فوج کو شیعہ ہجوم کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم دیتے تو وہ فوج کے اندر شدید تقسیم کا خطرہ مول لیتے[143]۔

6 جولائی کو مفتی جعفر حسین کی سربراہی میں ایک وفد کو ایوان صدر میں مدعو کیا گیا جہاں تقریباً 12 گھنٹے مذاکرات ہوئے[144]۔ ان کا نتیجہ ایک تاریخی پروٹوکول کی صورت میں نکلا، جسے اب 'معاہدہ اسلام آباد' کہا جاتا ہے، جس پر اُنہوں نے اور محمود اے ہارون نے دستخط کیے تھے۔ اِس کا اہم حصہ پڑھیں:

شیعہ وفد کا نقطۂ نظر سُننے کے بعد صدر نے اپنی پہلے والی یقین دہانی کا اعادہ کیا کہ پاکستان کے ہر شہری کے مذہبی عقیدے کا مکمل احترام کیا جائے گا اور ایک فرقے کی فقہ کو دوسرے فرقے پر مُسلط نہیں کیا جائے گا۔ شیعہ رہنماؤں کے خدشات کو دُور کرتے ہوئے صدر نے کہا کہ وہ شیعہ برادری کے ساتھ اپنے پہلے سے کیے گئے وعدے پر قائم ہیں اور اُس کے احترام کے لیے ضروری اقدامات کریں گے۔

صدر نے مزید کہا کہ اگر اُن کی یقین دہانی کی روح کے خلاف کوئی قانون، آرڈیننس یا ایکٹ نافذ کیا گیا ہے تو اُسے شیعہ کے لیے فقہ جعفریہ کے نقطۂ نظر کے مطابق لانے کے لیے ضروری ترامیم کی جائیں گی۔ اُنہوں نے یہ بھی یقین دلایا کہ مستقبل میں قانون سازی کرتے ہوئے شیعوں کے لیے فقہ جعفریہ کے لیے مناسب خیال رکھا جائے گا۔ اِس سلسلے میں ضروری قانون سازی 15 ستمبر 1980ء تک کی جائے گی۔ مفتی جعفر حسین نے اپنے مؤقف کو دُہرانے پر صدر کا شکریہ ادا کیا اور اسلام آباد میں جمع ہونے والے شیعوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کا مشورہ دینے کا وعدہ کیا[145]۔

دستاویز کے الفاظ اِس حقیقت کو چھپا نہیں سکتے تھے کہ ضیاء الحق کو یوٹرن لینے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مشاہد حسین (1991ء) کے مطابق، شیعہ اِشتعال کے سامنے اُن کا پیچھے ہٹنا" سرکاری اسلامائزیشن پالیسی میں ایک سنگین دھچکا تھا جسے کامیاب ہونے کے لیے، لوگوں کے تمام طبقات کی اتفاق رائے سے حمایت حاصل کرنا ضروری تھا"[146]۔ 1997ء میں لکھے گئے ایک تجزیے میں پاکستان میں" فرقہ وارانہ جنگ کا آغاز" 4-6 جولائی 1980 کے واقعات سے ملتا ہے[147]۔

تاہم، سب سے پہلے ضیاء نے TNFJ سے زکوٰۃ کے حوالے سے اپنا وعدہ پورا کیا۔ 15 ستمبر کو حکومت نے زکوٰۃ و عشر آرڈیننس میں درج ذیل ترمیم کا اعلان کیا[148]:

کوئی زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی... اثاثوں کے سلسلے میں ضروری بنیادوں پر... کسی ایسے شخص سے جو، قیمت کی تاریخ سے پہلے تین ماہ کی مدت کے اندر، کٹوتی کرنے والی ایجنسی کے پاس فائل کرتا ہے... مجسٹریٹ یا ... حلف لینے کے لیے مجاز کسی دوسرے شخص کے سامنے اُس کی طرف سے حلف لیے گئے مقرّرہ فارم میں ایک اعلامیہ ... ... کوئی دوسرا شخص حلف اٹھانے کا مجاز ہے ... اِس اثر سے کہ وہ مسلمان ہے اور تسلیم شدہ فقہ میں سے کسی ایک کا پیروکار ہے، جس کی وہ اعلان میں وضاحت کرے گا، اور اُس کا ایمان اور مذکورہ فقہ اُس پر زکوٰۃ کا پورا یا کوئی حصہ ادا کرنے کا پابند نہیں ہے۔

دو دن بعد ضیاء الحق نے آئین کے آرٹیکل 227 میں ترمیم کا حکم جاری کیا (" تمام موجودہ قوانین اسلام کے احکام کے مطابق لائے جائیں گے جیسا کہ قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے...") جس میں کہا گیا[149]:

کسی بھی مسلم فرقے کے پرسنل لاء پر اِس شق کے اِطلاق میں، "قرآن و سنت" کے اظہار کا مطلب قرآن و سنت ہو گا جس طرح اُس فرقے کی جانب سے تشریح کی گئی ہے[150]۔

اِس طرح ایک اہم شق، جو 1956ء اور 1962ء کے آئینوں میں شامل کی گئی تھی[151]، آخر کار 1973ء کے آئین میں شامل کر دی گئی، لیکن اِس سے وہ شیعہ مطمئن نہیں ہوئے جو 1977ء کے اواخر سے پبلک لاء کے دائرے کے لیے اِسی قسم کے تحفظ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ TNFJ نے اُس دن جاری ہونے والے آرڈیننس کی بھی مخالفت کی، جس میں پاکستان پینل کوڈ میں درج ذیل نئی دفعہ 298-A شامل کی گئی تھی:

جو بھی الفاظ کے ذریعے، بولے یا لکھے، یا ظاہری نمائندگی کے ذریعے، یا کسی قِسم کی تاویل، طعن یا تاکید کے ذریعے، بالواسطہ یا بلا واسطہ، کسی بیوی (ام المومنین) یا خاندان کے افراد (اہل بیت) کے مقدس نام کی توہین کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ... یا کسی راشد خلیفہ ... یا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی (صحابہ) ... کو قید کی سزا دی جائے گی ... جس کی مدت تین سال تک ہوسکتی ہے، یا جرمانہ، یا دونوں۔[152]

یہ نیا قانون، جس نے صحابہ کو اہل بیت کے ساتھ ایک بنیاد پر کھڑا کیا، واضح طور پر اُس وقت سنی مذہبی لابی کو خوش کرنا تھا جب شیعوں کو مراعات دی گئی تھیں۔ مزید برآں، اِسے یک طرفہ طور پر شیعوں کے خلاف 1980ء میں نافذ کیا گیا تھا، جب کہ سنی انتہا پسند، شیعوں کے عقائد اور رسومات کی توہین کرنے کے لیے کم و بیش آزاد رہے۔ فروری 1981ء میں سرگودھا میں TNFJ کونسل کے اجلاس میں حکومت سے کہا گیا کہ وہ " فوری طور پر اِس غیر ضروری اور ناقابل عمل آرڈیننس کو واپس لے"[153]۔

اسی TNFJ اجلاس نے ترمیم شدہ زکوٰۃ و عشر آرڈیننس پر بڑے پیمانے پر اطمینان کا اظہار کیا لیکن مطالبہ کیا گیا کہ شیعہ علماء اور شیعہ تنظیموں کے ذمہ داران کو بھی زکوٰۃ سے اِستثنیٰ کے ڈیکلیریشن فارم کی تصدیق کرنے کا اختیار دیا جائے[154]۔ شیعہ بینک کھاتوں سے کٹوتی زکوٰۃ کی واپسی کے لیے مرکزی زکوٰۃ کونسل کے قوانین TNFJ کے الٹی میٹم کے ختم ہونے کے بعد اپریل 1981ء میں جاری کیے گئے تھے[155]۔ شکایات کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ شیعوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ زکوٰۃ سے اِستثنیٰ حاصل کرنے کے لیے ہر سال دوبارہ اپنے ڈیکلریشن فارم جمع کرائیں[156]۔ جب 1983ء میں زرعی مصنوعات پر عشر کی وصولی شروع ہوئی تو شیعوں کو بھی اِس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا[157] لیکن اِس کے بجائے شیعہ زمینداروں سے ایک خصوصی زرعی ٹیکس لگایا گیا جو کہ سنیوں کے ادا کردہ عشر سے زیادہ تھا[158]۔

شیعوں کے لیے نظام زکوٰۃ کے دیگر نقصانات مکمل طور پر اُن کے اپنے بنائے ہوئے تھے۔ پہلے ہی اُس کے نفاذ کے پہلے سال میں، شیعہ علماء اور گروہ پرست کارکنوں نے سنی دینی مدارس اور فلاحی منصوبوں کے لیے ریاست کے زیر اہتمام زکوٰۃ کے نظام سے پیدا ہونے والی بھاری رقم کو رشک کی نگاہ سے دیکھا[159]۔ مفتی جعفر حسین نے ستمبر 1980ء میں اعلان کیا تھا کہ شیعہ رضا کارانہ بنیادوں پر اپنی زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کریں گے، لیکن یہ منصوبہ کبھی شروع نہیں ہوا۔ مارچ 1981ء کے آخر تک اُنہیں اِس طرح کی کمیٹیوں کے کنوینرز کا نام دینے میں لگا اور پھر اُن کے فیصلوں کا اُن کے حریفوں نے مقابلہ کیا[160]۔ مارچ 1984ء تک صرف سرگودھا ضلع میں متعدد شیعہ زکوٰۃ کمیٹیاں کام کر رہی تھیں[161]۔ علمائے کرام کی یہ اپیلیں کہ زکوٰۃ شیعوں پر اُتنی ہی واجب ہے جتنی سنیوں پر اور جو بھی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ گنہگار (فاسق) ہے، پر کسی نے کان نہ دھرے[162]۔ اِس کے بالکل برعکس، اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے زکوٰۃ سے اِستثنیٰ حاصل کرنے کے امکانات نے شیعہ مذہب میں جعلی " تبدیلیوں" کی ایک لہر کو جنم دیا[163]، جس نے تمام شیعوں کے خلاف متعصب سنیوں کے تعصبات کو بڑھاوا دیا۔

زکوٰۃ و عشر آرڈیننس، ضیاء الحق کی سنی مذہبی جماعتوں اور تنظیموں کے درمیان کلائنٹ گروپس بنانے کی پالیسی کا ایک عنصر تھا جو اُن کے گھریلو مخالفین کے خلاف، دوسرا دینی مدارس کی اپ گریڈیشن کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ جنوری 1979ء میں " اُن کے دائرہ کار کو پاکستان کے تعلیمی نظام کا ایک لازمی حصہ بنانے کی " تجاویز پر کام کرنے کے لیے ایک " قومی کمیٹی برائے دینی مدارس" تشکیل دی گئی[164]۔ اس کی پہلی رپورٹ اُسی سال دسمبر میں جمع کرائی گئی[165]۔ دینی مدارس کے نصاب میں متعدد اِصلاحات تجویز کی گئیں اور اگلے سالوں میں جزوی طور پر نافذ کی گئیں۔ تاہم، سب سے اہم اصلاح دینی مدارس کے بعض زُمروں کے سرٹیفکیٹس کو 16 اپریل 1981ء سے نافذ العمل کالجوں اور یونیورسٹیوں سے اسلامیات یا عربی میں بی اے یا ایم اے کی سندوں کے مساوی تسلیم کرانا تھا[166]۔ زکوٰۃ سے ملنے والے فنڈز کے ساتھ

ساتھ اور متعدد عرب ممالک سے جنہوں نے ایرانی انقلاب [167] کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے پاکستان میں سنی دینی مدارس کو آگے بڑھایا، جس کی وجہ سے 1980ء کی دہائی میں اُن کا " وسیع پیمانے پر پھیلاؤ" ہوا[168]۔

وفاق المدارس الشیعہ [169] کے 1982ء کے اواخر کے سرٹیفکیٹس کو اُسی طرح تسلیم کر لیا گیا[170] لیکن چونکہ شیعوں نے خود کو سرکاری زکوٰۃ کے نظام سے الگ کر لیا تھا، اُن کے مذہبی ادارے قدرتی طور پر بڑی حد تک ریاستی سرپرستی سے باہر رہے ۔نہ ہی اُن کو اسلامی جمہوریہ ایران سے زیادہ مدد ملی۔ جب کہ 1980ء کی دہائی میں بڑے پیمانے پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ایران پاکستان میں اپنے شیعہ کلائنٹ گروپوں کو ہر قسم کی مدد فراہم کرے گا، لیکن اُس ملک نے صرف مذہبی لٹریچر اور سیاسی پروپیگنڈہ ہی بہت اچھے طریقے سے فراہم کیا[171]۔ پاکستان میں ایران کے سات ثقافتی مراکز (خانہ فرہنگ)، جو پہلے ہی شاہ کے دَور میں قائم کیے گئے تھے، لیکن 1979ء کے بعد" سیاسی تعلیم" [172] کو شامل کرنے کے لیے اپنی سرگرمیوں میں توسیع کرتے ہوئے، اِس مقصد کے لیے ایک آسان گاڑی کے طور پر کام کیا۔قم اور مشہد کے مختلف دینی مدارس میں داخلہ لینے والے پاکستانی طلباء کی تعداد میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا[173]۔لیکن صفدر حسین نجفی اور دیگر کی جانب سے لاہور میں جامعۃ المنتظر کو ایرانی مدد سے اپ گریڈ کرنے کی کوششوں کو تقریباً ناکامی کا سامنا کرنا پڑا[174]۔ایک آیت اللہ سید حسن طاہری خرم آبادی کو اِس مدرسہ میں پڑھانے کی دعوت قبول کرنے میں 1981ء تک کا عرصہ لگا، اور تین سال بعد اُن کے ویزا میں توسیع نہ کی گئی[175]۔

1981ء اور 1983ء کے درمیان TNFJ کی ایک بار پھر تنزلی ہوئی۔اسلام آباد کنونشن کی کامیابی سے مفتی جعفر حسین کے وقار کو تھوڑا سا فروغ ملا تھا لیکن اِس کے فوراً بعد اُن کی کوتاہیوں پر تنقید کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا[176]۔MAUSP کے سیکرٹری جنرل اُن کی بے توقیری تک چلا گیا" ایک سادہ مولوی، صرف اِس لیے لیڈر بنایا گیا کہ اُن کی اپنی کوئی رائے نہیں اور نہ ہی کوئی قائدانہ خصوصیات ہیں" [177]۔مفتی جعفر حسین کے سوانح نگار نے بھی اِس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہ اسلام آباد کنونشن کے بعد عوام کتنی جلدی اپنے جوش و جذبے سے محروم ہو گئی، اعتراف کیا کہ" دوسری بات یہ ہے کہ قیادت عوام کے جذبات اور احساسات کو زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھ سکی" [178]۔ صفدر حسین نجفی، جن کے پس پردہ معاملات نے بھکر میں مفتی جعفر حسین کے انتخاب پر فیصلہ کن اثر ڈالا تھا، اُن سے اِتنے غیر مطمئن ہو گئے کہ اُنھوں نے 1980ء کے آخر سے TNFJ سپریم کونسل کے اجلاسوں کا بائیکاٹ کیا[179]۔جب مفتی جعفر حسین نے اپنی گرتی ہوئی صحت کو دیکھتے ہوئے اور دوسرے 'علماء' کے مشورے سنتے ہوئے، صفدر حسین کو وفاق علمائے شیعہ کے دوسرے سالانہ اجلاس (22-23 مارچ 1982) میں TNFJ کا وائس چیئرمین نامزد کیا، تو مؤخر الذکر نے پیشکش کو مسترد کر دیا[180]۔انہوں نے دینی مدارس کے فرائض کی وجہ سے معذرت کر لی لیکن یہ بھی کہا کہ" حالات نے اُنہیں ذمہ داری اُٹھانے کی اجازت نہیں دی" اور یہ کہ" کوئی بھی تحریک سرمائے کے بغیر نہیں چل سکتی" [181]۔شیعوں کے لیے زکوٰۃ کا نظام ترتیب دینے میں مفتی جعفر حسین کی ناکامی کا حوالہ مؤخر الذکر تھا۔

31 مئی 1981ء کو ضیاء الحق نے ایک نئی 20 رکنی اسلامی نظریاتی کونسل مقرر کی، تو اُس میں جمیل حسین رضوی (اُس وقت 76 سال) اور علی غضنفر کراروی کو بطور شیعہ نمائندے تھے[182]۔کراروی نے اِس کے فوراً بعد استعفیٰ دے دیا اور اُن کی جگہ کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک قدامت پسند، طالب جوہری نے لے لی[183]۔اُسی سال 24 اگست کو جمیل حسین رضوی کا انتقال ہو گیا لیکن اُن کی جگہ کسی شیعہ

نے نہیں لی۔ اِس سے تمام عملی مقاصد کے لیے SMC کے خاتمے کا نشان بھی بن گیا[184]۔ایک سال بعد APSC بھی نواب مظفر علی خان قزلباش کی موت کے ساتھ تقریباً جامد گئی[185]۔ دیگر ملک گیر شیعہ تنظیمیں جیسے ITHS اور SPP طویل عرصے سے اپنی اہمیت کھو چکی تھیں۔اِس کے باوجود، TNFJ ابھی تک 1984ء سے پہلے کے سالوں میں اِس خلا کو پُر کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی۔ پرانی شیعہ تنظیموں کے برعکس اِس کی قیادت تقریباً خصوصی طور پر 'علماء' کر رہی تھے، جس میں دینی مدارس کے ڈائریکٹرز کو نمائندگی کا بڑا حصہ دیا گیا تھا[186]۔لیکن جب کہ 'علماء' کا وہ دھڑا، جس طرح شیعہ نوجوانوں کے ایک بڑے حصے نے تیزی سے ایران کے نئے حکمرانوں کی ''سامراج مخالف'' گفتگو کی بازگشت سنائی[187]،مفتی جعفر حسین غیر سیاسی رہے اور ہمیشہ ضیاء حکومت کے ساتھ مصالحت کی طرف مائل رہے۔انقلاب کے بعد جون 1981ء میں جب اُنہوں نے ایران کا واحد دورہ کیا تو بارڈر پولیس نے وعدہ پورا کیا کہ وہ ایران میں قیام کے دوران پاکستانی حکومت کے خلاف کچھ نہیں بولیں گے، جو بظاہر اُس نے نبھایا[188]۔کچھ ہی دیر بعد اُن کی ضیاء الحق سے ملاقات ہوئی تو اُنہوں نے اُن سے اسلامی نظریاتی کونسل، فیڈرل شریعت کورٹ اور اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لیے شیعہ علماء کے نام تجویز کرنے کا کہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا[189]۔علاوہ بریں، اُنہوں نے 40 شیعوں کی فہرست پیش کی تھی جنہیں اُنہوں نے 24 دسمبر 1981ء کو ضیا الحق کی طرف سے نامزد کردہ 350 رکنی نام نہاد مجلس شوریٰ میں شامل کرنے کی تجویز دی تھی[190]۔

اُس وقت تک، TNFJ کی سرگرمیاں اتنی کم ہو چکی تھیں کہ شیعوں کو متحد کرنے کے لیے ایک نئی تنظیم کے مطالبات ایک بار پھر شروع ہو گئے[191]۔سیاسی طور پر پرجوش شیعوں کی ایک بڑی تعداد نے 25 فروری 1982ء کو لاہور میں امامیہ کونسل پاکستان کے قیام کے موقع پر فائدہ اُٹھایا192۔ اِس کے ایک سرکردہ ممبر، عرفان حیدر عابدی 193 نے ''پاکستان کے کم از کم 85 لاکھ شیعہ ووٹرز کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے'' کا خواب دیکھا194، لیکن امامیہ کونسل بعد کے سالوں میں حکومتی سرپرستی کے باوجود SPP کی طرح غیر اہم رہی[196]۔ 1981ء-83ء کے سالوں کے دوران تیزی سے پھیلنے والی شیعہ تنظیمیں صرف آئی ایس او اور وفاق العلماء تھیں۔مؤخرالذکر نے 1982ء میں سرکاری اسکولوں میں علیحدہ دینیات کے خاتمے کی تلافی کے لیے پورے ملک میں ''دینیات مراکز'' قائم کرنے کا پروگرام شروع کیا[197]۔ 1985ء تک اُن کی کل تعداد پہلے ہی 1051 تک پہنچ چکی تھی، جن میں سے زیادہ تر پنجاب کے دیہی اضلاع میں تھے[198]۔ وفاق کا ایک واضح مقصد شیعہ علماء کی تعداد کو بڑھانا تھا، جیسا کہ صفدر حسین نجفی نے مارچ 1984 میں جامعۃ المنتظر میں اپنے تیسرے سالانہ اجلاس سے خطاب کے دوران واضح طور پر کہا تھا (اقتباسات):

پچھلے دو سالوں میں حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر کے خلاف جتنی زیادہ مخالفت کی گئی، اُتنا ہی زیادہ چندہ ہم نے اکٹھا کیا... اِس لیے دین مین مخالفت کو محسوس نہ کریں... اگر کوئی آپ کی بات نہ سنے تو رنجیدہ نہ ہوں۔ اہل بیت کی بات کس نے سنی؟ اکثریت یا اقلیت کی پروا کیے بغیر تبلیغ کریں، پہلے اپنے اندر انقلاب برپا کریں۔

جب شیخ اختر عباس نے اپنا کام [1955ء میں] شروع کیا تھا تو لاہور میں ایک بھی شیعہ مسجد استعمال میں نہیں تھی اور اب خدا کے فضل سے ہم درجنوں مساجد سے علی ولی اللہ سُنتے

ہیں۔ جب جامعة المنتظر کی بنیاد رکھی گئی تو صرف 10 طُلاب تھے، اب اُن کی تعداد 300 ہوگئی ہے۔ اب مَیں اپنے سامنے ایک ہزار کے قریب علماء دیکھ رہا ہوں۔ میرے الفاظ نشان زد کر لیں: مَیں ایک لاکھ عمامے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایک بار جب آپ کے درمیان بہت سارے 'علماء ' ہوجائیں گے تو پھر کوئی بھی آپ کے حقوق غصب نہیں کرے گا... حکومتیں صرف طاقت کا احترام کرتی ہیں[199]۔

اگرچہ اِس طرح کی شرح نمو خواہش مند سوچ رہی، وفاق، شیعہ علماء کے مخصوص مفادات کو فروغ دینے میں کافی حد تک کامیاب رہا، اور اِس نے چند سالوں میں اُن کی اکثریت کو اپنی صفوں میں کھینچ لیا[200]۔ اِس کے برعکس، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ 1983ء تک زکوٰۃ کے مسئلے کے علاوہ شیعہ مطالبات کے حوالے سے کوئی پیش رفت نہ کرسکی۔ اِس کی بجائے اُسے 1980ء سے بڑھتے ہوئے فرقہ وارانہ تشدد کے مسئلے کا سامنا تھا۔ اُسی سال 10 محرم (19 نومبر) کو افغان مہاجرین، جو جان بوجھ کر کرم ایجنسی میں شیعہ گاؤں کے قریب آباد ہوئے تھے، نے TNFJ کے بعد کے رہنما سید عارف حسین الحسینی کے آبائی گاؤں پر بظاہر حکومت کی ملی بھگت سے حملہ کیا[201]۔ اگلے سالوں میں بھی پاراچنار کے آس پاس ایسے ہی واقعات بار بار پیش آئے[202]۔ مذہبی انتہا پسندوں کی طرف سے شیعہ مخالف پروپیگنڈے کو ایک بار پھر تقریباً آزاد لگام دی گئی، جبکہ شیعہ مبلغین بھی زیادہ عسکریت پسند بن چکے ہیں[203]۔ 1983ء کے موسم بہار میں کراچی نے طویل فرقہ وارانہ تشدد کی اپنی پہلی لہر کا تجربہ کیا، جس کا آغاز 19 جنوری عید میلاد النبی کے موقع پر ہونے والے تصادم سے ہوا، جس میں کم از کم 30 افراد زخمی اور ہلاک ہوئے[204]۔ 18 مارچ کو ہونے والا اِس واقعے کے متاثرین کا چہلم پانچ دن تک مسلسل ہنگامہ آرائی کا باعث بنا رہا۔ مفتی جعفر حسین، جو ستمبر 1982ء،[206] میں بیمار ہونے کے بعد کبھی صحت یاب نہ ہوئے تھے، نے اگست 1983ء میں ضیاء الحق کے خلاف بڑے پیمانے پر مظاہروں کی مہم شروع کرنے سے کچھ دیر قبل "تحریک برائے بحالی جمہوریت" کی حمایت کا اعلان کر دیا[207]۔ 26 جولائی کو علاج کے لیے لندن روانہ ہو گئے لیکن ایک ہفتہ بعد پاکستان واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ 29 اگست 1983ء کو لاہور میں وفات پا گئے۔

سید عارف حسین الحسینی اور TNFJ کی بنیاد پرستی

فتح یاب اسلام آباد کنونشن کے تین سال بعد، TNFJ بدنظمی کا شکار تھی۔ مفتی جعفر حسین کی وفات کے بعد، ایگزیکٹو کمیٹی کو سرگودھا میں جمع ہونے (18 نومبر 1983ء) اور اُن کے جانشین کے انتخاب کے طریقہ کار پر بحث کرنے میں تقریباً تین ماہ کا عرصہ لگا[208]۔ TNFJ کے دستوری قوانین کے مطابق، رہنما کا انتخاب 50 ارکان پر مشتمل ایگزیکٹو کمیٹی اور 125 ارکان پر مشتمل مرکزی کونسل کے مشترکہ اجلاس میں کیا جانا تھا[209]۔ چونکہ مؤخر الذکر ابھی تک نامکمل تھی، اِس لیے تمام صوبوں کا دورہ کرنے اور رہ جانے والے اراکین کے انتخاب کے عمل کو تیز کرنے کے لیے ایک "لیڈرشپ کونسل" تشکیل دی گئی۔ لیکن اِس کمیشن کے پانچ میں سے دو ارکان (مولانا حسین بخش اور سید امداد حسین ہمدانی) کچھ ہی دیر بعد چھوڑ گئے، اِس کے بعد حافظ ریاض حسین سندھ اور بلوچستان کے دورے کی تکمیل کے بعد۔ اس کے بعد، صرف سید وزارت حسین اور محمد حسین ڈھکو پنجاب اور کے پی میں مشاورت کیلئے رہ گئے تھے[210]۔

دریں اثناء چند علماء اور شیعہ تنظیموں کے رہنما، جنہوں نے سرگودھا اجلاس میں شرکت نہیں کی تھی، 21 دسمبر کو راولپنڈی میں اپنے طور پر قیادت کے سوال پر بات کرنے کے لیے جمع ہوئے[211]۔ آخر کار وہ مقامی علی مسجد میں ایک 44 سالہ مبلغ سید حامد علی الموسوی کی حمایت کرنے پر راضی ہوگئے جو TNFJ کی ایگزیکٹو کمیٹی کے رکن رہ چکے تھے، لیکن اب تک ایک الگ تھلگ زندگی گزار رہے تھے، اور 1980ء کے اسلام آباد کنونشن میں بھی شرکت نہیں کی تھی[212]۔

اُن کے مخالفین کے مطابق، موسوی کی نامزدگی اور اِس کے بعد دینہ میں ایک بڑے کنونشن میں انتخاب (نیچے ملاحظہ کریں) ضیاء الحق کے مبینہ منصوبے کے تحت کچھ فوجی افسران اور حکومت کی خفیہ ایجنسیوں نے 1980ء کی اپنی شکست کا بدلہ لینے اور جہاں تک ممکن ہو منظم شیعوں کے چیلنج کو بے اثر کرنے کے لیے کرایا گیا تھا[213]۔ اِس کے باوجود، موسوی اور اُن کے حامیوں نے کبھی بھی حکومت کی محض کٹھ پتلیوں کے طور پر کام نہیں کیا، بلکہ اُنہی مطالبات پر ڈٹے رہے جنہیں مرکزی شیعہ تنظیمیں کئی دہائیوں سے دُہراتی رہی ہیں[214]۔ تاہم، وہ خمینی کے انقلابی اور "سامراج مخالف" نظریے کے ماڈل پر شیعوں کی سیاست کرنے کے مخالف تھے، جس کی بازگشت پاکستان کے نوجوان شیعہ 'علماء' اور مذہبی طلباء، اور یہاں تک کہ ذاکروں کے ایک حصے کی طرف سے زیادہ سے زیادہ سنائی دیتی تھی۔ شیعہ مذہبی عقائد کے بارے میں دیرینہ تنازعہ میں موسوی شیخیہ رجحان کی طرف مائل تھے[215]، اور اُن کے انتخاب کو فوراً افرودگاہ سے سراہا گیا[216]۔ ضیاء حکومت، جس نے 1983ء کے دوسرے نصف میں ایم آر ڈی کے مظاہروں کی لہر کو بے رحمی سے روکا تھا[217]، وہ محض شیعہ علماء اور گروہی فرقہ بند رہنماؤں کے درمیان پرانی تقسیم کا فائدہ اُٹھا رہی تھی، جسے 1979ء سے TNFJ کے ذریعے سطحی طور پر چھپا دیا گیا تھا۔ تاہم، اگلے برسوں میں منظم شیعوں کا "خمینی" گروہ اعتدال پسند کیمپ سے زیادہ مضبوط ثابت ہوا اور حکومت کے لیے ایک حقیقی کانٹا بن گیا۔

19 جنوری 1984 کو، TNFJ کی مرکزی کونسل کی تشکیل مکمل ہونے کے بعد سید وزارت حسین نے اعلان کیا کہ 10 فروری کو بھکر میں ایگزیکٹو کمیٹی کے ساتھ مل کر ایک نئے لیڈر کا انتخاب ہوگا[218]۔ اُسی دن دینہ (ضلع جہلم) کے قریب ایک بڑے کنونشن کی تیاریاں کی گئی تھیں جس کا مقصد موسوی کی قیادت کو باضابطہ بنانا تھا[219]۔ حکومت اور راولپنڈی انتظامیہ کی مدد کی بدولت، کثیر تعداد میں شیعوں نے دینہ کا

رُخ کیا اور موسوی کی حمایت کا اعلان کیا جو واحد امیدوار تھے[220]۔ اِس کے برعکس، بھکر میں میٹنگ کا کوئی پہلے سے منصوبہ بند نتیجہ نہیں تھا، اور اِس کے شرکاء بجا طور پر دعویٰ کر سکتے تھے کہ یہ TNFJ کے دستوری قوانین کے مطابق ہوا تھا۔

اُس میٹنگ کے موقع پر، TNFJ کی سپریم کونسل کے اراکین نے ملتان کی شاہ گردیزی مسجد[221] کے 82 سالہ خطیب مفتی سید عنایت علی شاہ کو نیا رہنما تجویز کرنے پر اتفاق کیا تھا لیکن 10 فروری کے بھرپور اجلاس میں، شائق امبالوی، جو اُس وقت بھی TNFJ کے سیکرٹری جنرل تھے، نے سید عنایت علی کے انتخاب کے خلاف بات کی، اُنہیں "بزدل" قرار دیا اور مفتی جعفر حسین کی مخالفت کو یاد کیا[222]۔ تب لاہور کے خلیفہ نذیر حسین نے صفدر حسین نجفی کا نام تجویز کیا، لیکن اُنہوں نے اپنے بہت سے فرائض اور سرگرمیوں کی وجہ سے معذرت کر لی[223]۔ اِس کے بعد ہی وزارت حسین نے پاراچنار سے تعلق رکھنے والے سید عارف حسین الحسینی کی سفارش کی، جس کی عمر صرف 37 سال تھی، صفدر حسین کے بعد پاکستان کے شیعوں کے سب سے موزوں رہنما کے طور پر، اُن کی توانائی، ہمت، سیاسی ذہانت اور مذہبی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے سفارش کی گئی۔ اس تجویز کو ابتدا میں ایک جھٹکے کی طرح موصول لیا گیا لیکن چھوٹے چھوٹے حلقوں میں 90 منٹ کی مشاورت کے بعد حسینی کے حامیوں کی اکثریت سامنے آ گئی۔ وہ خود حیران رہ گئے اور پہلے اِس پیشکش کو ٹھکرانے کی کوشش کی لیکن اُنہوں نے اپنے ساتھ تعاون جاری رکھنے کے لیے موجود "علماء" سے وعدہ پورا کرنے کے بعد قیادت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں[224]۔

حسینی کے انتخاب کے ساتھ، TNFJ کو نئی طاقت اور سمت کی گہری تبدیلی دونوں ملیں۔ حسینی شاید اپنی جنریشن اور سٹیٹس کے لحاظ سے پاکستان کے شیعہ 'علماء' میں سے خمینی کے سب سے زیادہ سرگرم مداح تھے[225]۔ وہ 1946ء میں پاراچنار کے قریب گاؤں پیواڑ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی غیر معمولی متقی اور مذہبی تعلیم کی طرف راغب ہوئے، حالانکہ اُن کے والدین اُنہیں کالج بھیجنا چاہتے تھے[226]۔ مختصر مدت کے لیے اُنہوں نے فیصل آباد میں محمد اسماعیل کے درسِ الٰہی میں داخلہ لیا لیکن وہ زیادہ تر پاراچنار کے مقامی 'علماء' کے پاس رہے یہاں تک کہ اُن میں سے ایک اُنھیں 1967ء میں نجف لے آئے۔ خمینی کے اسباق اور دعاؤں میں باقاعدگی سے شرکت کرنے والے پہلے پاکستانی طلباء میں سے ایک تھے۔ اُنہوں نے اپنے ساتھی طلباء جو اُس وقت متنازعہ آیت اللہ کے ساتھ رابطے سے گریز کر رہے تھے، اُن پر بھی زور دیا کہ وہ خمینی کے سیاسی موقف کی حمایت کریں[227]۔ 1973ء میں پہلی بار پاراچنار واپس آنے کے بعد، حسینی کو عراق کا دوسرا اینٹری ویزا نہیں دیا گیا اور اُنہوں نے 1974ء سے 1977ء تک قم میں اپنی تعلیم حاصل کی۔ وہاں بھی، وہ خمینی کے حامیوں کی سیاسی سرگرمیوں میں شامل ہو گئے اور شاہ کی خفیہ پولیس، ساواک کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی[228]۔ 1977ء میں وہ مقامی مدرسہ جعفریہ میں پڑھانے کے لیے پاراچنار واپس آئے اور پشاور میں بھی باقاعدگی سے مجالس منعقد کرتے رہے۔ 1978ء میں وہ پاکستان میں پہلے عالم تھے جنہوں نے شاہ کے خلاف مظاہرے منظم کیے تھے[229]۔

ایرانی انقلاب کی فتح کے بعد، کرم ایجنسی کے شیعہ نوجوان جو پاکستان میں شیعہ گروہی تحریکوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے، نئی سیاسی انقلاب پسندی سے پوری طرح متاثر ہو گئے۔ حسینی کی قیادت میں، پاراچنار کے ہزاروں رضا کاروں نے اسلام آباد کنونشن کی کامیابی میں بھرپور تعاون کیا[230]۔ حکومت نے کچھ مہینوں بعد حسینی کے آبائی گاؤں پر افغان پناہ گزینوں کے حملے کیلئے بھڑکا کر جوابی کارروائی کی[231]۔ اِس موقع پر وہ پشاور سے واپس چلے گئے اور اپنے مسلح دفاع کا انتظام کیا، لیکن ساتھ ہی یہ درخواست بھی کی کہ وہ تمام افغان مہاجرین کو کچھ گمراہ

عناصر کی کارروائیوں کا ذمہ دار نہ ٹھہرائیں جو" بین الاقوامی سازش کو انجام دے رہے تھے"[232]۔ اُنھوں نے مقامی نوجوانوں کو منظم کرنے کے لیے اپنی کوششیں تیز کر دیں، اور 1983ء تک کرم ایجنسی میں ترقیاتی فنڈز کی تقسیم کے معاملے پر پولیٹیکل ایجنٹ اور قبائلی سرداروں کو چیلنج کرنے کے لیے کافی مضبوط محسوس کیا[233]۔ لیکن اُن کے آبائی علاقے میں فرقہ وارانہ کشیدگی 1980ء کے بعد سے بڑھ رہی تھی، جس کی وجہ سے حسینی شروع میں ملک گیر ذمہ داریاں قبول کرنے سے گریزاں تھے۔

TNFJ کی مسند حکومت پر اپنے پہلے سال کے دوران اُنہیں اپنی قیادت کو منوانے کے لیے بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ حسینی کے انتخاب کے فوراً بعد لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں بڑے بڑے اِستقبالیہ کا اہتمام کیا گیا لیکن 1984ء میں" موسوی گروپ" ذاکرین اور روایتی 'علماء' کی کافی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب رہا[234]۔ اُنھوں نے حسینی کو" ڈھکو گروپ" کے پشتون کے طور پر پیش کیا جن کا عزاداری اور دیگر شیعہ مذہبی روایات پر مخلصانہ اعتقادات مشکوک تھے[235]۔ اپریل 1984ء سے شروع کرتے ہوئے، اُنھوں نے پاکستان کے تمام صوبوں میں شیعہ مراکز کا دورہ کیا، جب کہ آئی ایس او خاص طور پر اُن کی قیادت کو مقبول بنانے کے لیے سرگرم تھی[236]۔ قم کے بعض طبقوں نے حسینی کو پاکستان میں اپنا وکیل مقرر کرنے کے لیے خمینی کی تحریری سند کا بھی انتظام کیا[237]۔ لیکن دسمبر 1984ء کے آخر تک اُنہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ موسوی کو اب تک خود اُن سے زیادہ شیعہ اجتماعات کی حمایت حاصل تھی، یہ دلیل دیتے ہوئے کہ تعداد فیصلہ کن نہیں تھی، کیونکہ اُن کا انتخاب TNFJ کے دستوری قوانین کے مطابق ہوا تھا، جب کہ اُن کے مخالفین ناواقف لوگوں کا غلط استعمال کر رہے تھے[238]۔ حسینی نے 'علماء' اور دیگر شیعہ شخصیات کی جانب سے قیادت کے تنازع کو حل کرنے کے لیے اپنے اور موسوی کے درمیان ملاقات کا اہتمام کرنے کے لیے کیے گئے متعدد اقدامات کا بھی مثبت جواب دیا[239]۔ اپنے انتخاب کے ایک سال بعد حسینی نے لاہور میں 100 'علماء' کے ایک اجتماع سے کہا کہ وہ اُن کا استعفیٰ قبول کر لیں، کیونکہ اُنہیں وہ حمایت نہیں ملی جس کا اُن کے انتخاب کے وقت وعدہ کیا گیا تھا: اِس لیے وہ افغانستان میں جہاد میں شامل ہونے اور شہید ہونے کو ترجیح دیں گے[240]۔ پھر بھی اپنی حمایت کی بنیاد کے بارے میں اِس طرح کے شکوک وشبہات کے باوجود، حسینی نے شروع سے ہی اپنے سیاسی ایجنڈے پر زور دیا۔ اُنھوں نے پشاور میں TNFJ کا ایک مرکزی دفتر کھولا اور اس کے سرکردہ عہدیداروں کو تبدیل کر کے، وزارت حسین کو اپنا سیکرٹری جنرل نامزد کیا اور ڈاکٹر محمد علی نقوی کو تعلقاتِ عامہ کی ذمہ داری سونپ دی[241]۔ دونوں حسینی کی پولیٹیکل لائن کے زبردست حامی اور انتھک اور قابل منتظم تھے۔ خاص طور پر، آئی ایس او کے سابق چیئرمین ڈاکٹر نقوی، پاکستان میں" مغربی سامراج" کا مقابلہ کرنے کے لیے خود حسینی کی طرح اڑیل تھے[242]، جو TNFJ کی سربراہی میں حسینی کی اِصطلاح کی پہچان بن گئی تھی۔ حسینی نے 5 مئی 1984ء کو امام حسین کے 1400ویں (ہجری) یوم ولادت کے موقع پر شیعوں کے نام ایک پیغام میں ایک ٹون سیٹ کی (اقتباسات):

اگر آپ عزت اور شان چاہتے ہیں تو آپ کو اسلام اور قرآن کی طرف لَوٹنا ہے۔ سامراج سے ماخوذ ذہنیت کے ساتھ سامراج کا مقابلہ کرنا شکست اور رُسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ کئی سالوں سے اسرائیل ہمارے قبلۂ اوّل [یروشلم] پر قبضہ کر کے مسلمانوں کی تذلیل کر رہا ہے اور ہمارے عرب بھائی متعدد جنگوں میں اُس کے خلاف کوئی فتح حاصل نہیں کر سکے کیونکہ

اُنہوں نے اسلامی اور قرآنی سوچ کو پس پشت ڈال کر مغربی یا مشرقی نظریات کے ساتھ اسرائیل کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی ہے ...

آج مسلمانوں کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے خصوصاً پاکستان میں۔ مسلمانوں کا اتحاد ظالم طاقتوں کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔ ایرانی شیعہ اور سنی مسلمانوں نے متحد ہو کر ظالم طاقتوں کو قابو میں رکھا ہے۔ لبنانی مسلمانوں نے متحد ہو کر امریکہ اور فرانس کو عبرتناک شکست دی ہے، اُنہیں بیروت چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ افغان مسلمان متحد ہو چکے ہیں اور روسیوں کو خوفزدہ کر سکتے ہیں۔ تو ہم کیوں متحد ہو کر حقیقی آزادی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا خواب پورا نہیں کر سکتے؟

اگر ہم واقعی پاکستان کو اسلامی سٹیٹ بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں اِسے بیرونی دشمنوں اور اُن کے ایجنٹوں سے آزاد کرنا ہو گا اور اِس کے حصول کا واحد راستہ ہمارا مکمل اتحاد ہے۔اتحاد کا مطلب ہے کہ پاکستان میں سنی سنی کی طرح اور شیعہ شیعہ کی طرح رہیں؛ کہ کسی کو بھی اُس کے قانونی اور فطری حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا اور ہر کوئی دوسرے کی حُرمت کا احترام کرے گا۔ ہم پاکستان کے تمام مسلمانوں سے اور خاص طور پر 'علماء ' اور ذمہ دار افراد سے اسلام اور قرآن کی حفاظت کے لیے متحد ہو کر اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائیں کی توقع رکھتے ہیں[243]۔

اِس طرح شیعہ سنی اتحاد کے حق میں اپیلوں کو ہندوستان کی دھمکیوں کا جواز نہیں رہا، جیسا کہ پاکستان میں کئی دہائیوں سے عام تھا، بلکہ "مغربی سامراج" اور اسرائیل سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ خمینی کی مثال (اور ہدایات) کی پیروی کرتے ہوئے، حسینی نے 1984ء میں پاکستان میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو "یروشلم ڈے" کے طور پر منانے کا آغاز کیا، بعد میں "یومِ موت امریکہ" کا اضافہ کیا[244]۔ اِسی سلسلے میں، ضیاء الحق کی حکومت کو حسینی اور بہت سے دوسرے پاکستانی شیعوں نے زیادہ تر اُن کی "سامراجی طاقتوں سے انحصار" کے حوالے سے دیکھا۔ یہ "ایرانی" نقطۂ نظر کچھ سنی دانشوروں نے شیئر کیا تھا، لیکن اِن سنی مذہبی عناصر کی اکثریت نے نہیں جو 1980ء کی دہائی میں فرقہ واریت کے عروج کے ذمہ دار تھے[245]۔ حتیٰ کہ جماعت اسلامی، جو 1979ء میں خمینی کی بھرپور حمایت کرتی رہی تھی، اِس کے بعد کے سالوں میں اسلامی جمہوریہ ایران میں سنیوں کے ساتھ امتیازی سلوک سے مایوس ہو چکی تھی[246]۔ اِس کے باوجود، حسینی پاکستان میں زیادہ تر شیعہ سنی مسائل کا اصل منبع "سامراج" کے قائل تھے اور اپنے مقصد کے لیے سنی مذہبی رہنماؤں کو جیتنے کی مسلسل کوشش کرتے تھے۔ اِسی طرح، اور مکمل طور پر ایرانی حکومت کے مقاصد کے مطابق[247]، وہ ہر سال TNFJ کو شیعہ تحریک کے بجائے ایک "وحدت اسلامی" کے طور پر پیش کرنے کے لیے زیادہ اَڑیل ہوتے گئے (نیچے ملاحظہ کریں)۔

حسینی کے انتخاب کے وقت تک، حکومت کے خلاف شیعہ شکایات – فرقہ وارانہ تشدد کی واپسی کے علاوہ – دینیات اور اوقاف کے حل

نہ ہونے والے مسائل، زکوٰۃ وعشر کے علاوہ دیگر اسلامی قوانین میں فقہ جعفریہ کی بے توقیری، وفاقی شرعی عدالت اور دیگر اداروں میں شیعوں کی عدم نمائندگی، اور سرکاری میڈیا کے مذہبی پروگراموں کے حوالے سے کچھ نامکمل مطالبات شامل تھے[248]۔ 6 جولائی 1984ء کو، اسلام آباد معاہدے کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر، حسینی نے اِس کے مکمل نفاذ کے مطالبے پر زور دینے کے لیے ایک اور شیعہ کنونشن کا اعلان کیا[249]۔ موسوی نے 6 جولائی کو دھمکی دی کہ وہ 90 دن کے بعد سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دیں گے اگر راولپنڈی میں عزاداری کے جلوسوں پر سے کچھ پابندیاں ختم نہ کی گئیں۔ اُن کا الٹی میٹم ختم ہونے سے کچھ دیر قبل اُنھوں نے ایک وفد حسینی کے پاس بھیجا تاکہ اِس کی حمایت کی درخواست کی جائے، لیکن اِس کی اِس بنیاد پر سرزنش کی گئی کہ اُنھوں نے اپنے طور پر کام کیا ہے اور یہ کہ اسلام آباد معاہدے پر عمل درآمد پر توجہ دینے کی بجائے نئے مسائل کو اُٹھانا نامناسب ہے[250]۔ اُس وقت (یکم اکتوبر 1984ء) حکومتِ پنجاب کی طرف سے پولیس ایکٹ (سیکشن 30) میں ترمیم کے ساتھ ایک نئی شیعہ شکایت کا اضافہ کیا گیا، جس نے ڈی ایس پیز کو عزاداری کی اجازتیں منسوخ کرنے کا اختیار دیا[251]۔ اُس سال کے محرم (27 ستمبر تا 26 اکتوبر) میں کراچی میں ایک بار پھر شیعوں پر حملے ہوئے، جن میں لیاقت آباد کے نواح میں ایک مسجد اور درجنوں مکانات کو نذرِ آتش کرنا بھی شامل ہے[252]۔ جبکہ موسوی کے حامیوں نے پولیس ایکٹ میں ترمیم اور عزاداری سے متعلق دیگر مطالبات کی منسوخی کے لیے 11 محرم (7 اکتوبر) سے راولپنڈی میں حسینی محاذ کا آغاز کیا، جو مئی 1985ء تک جاری رہا[253]۔ حسینی نے 2 نومبر کو "یومِ سیاہ" منانے کا اعلان کیا۔ اُس روز راولپنڈی کے مرکزی امام بارگاہ میں خطاب کے دوران اُنھوں نے حکومت پر اِن الفاظ میں الزام لگایا:

ہم جانتے ہیں کہ محرم میں حالیہ جھڑپوں کا حکومت نے انتظام اور کنٹرول کیا ہے جو اِس سازش کے ذریعے ہمیں اپنے مطالبات سے دستبردار کر کے اپنے نجدی[254] اور یہودی آقاؤں کو خوش کرنا چاہتی ہے۔ دنیا کے تمام باشعور مسلمان فلسطین، صابرہ اور شتیلا[255]، افغانستان، کشمیر، انڈیا، اریٹیریا، ایتھوپیا اور فلپائن کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم سے بہت فکرمند ہیں۔ لیکن حیرت انگیز طور پر ہمارے پیارے وطن پاکستان میں نجدی دہشت گرد حکومت کی رہنمائی میں تشدد، تباہی اور فساد برپا کر رہے ہیں جو اُن کی اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حکومت کی طرف سے اِن نجدی عناصر کی حوصلہ افزائی سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری حکومت اور نجدیات میں کچھ مشترک ہے ...سب سے پہلے، ہماری حکومت اور نجدیت دونوں ایک ہی طاقت [امریکہ] سے منسلک ہیں؛ دوم، اُن کے ایک جیسے مقاصد ہیں؛ تیسرا یہ کہ حکومت نجدیت کی کارروائیوں سے فائدہ اُٹھا کر اپنی حکمرانی کو طول دینا چاہتی ہے۔ مزید برآں، عزاداری اور شیعوں کے خلاف حکومت اور نجدیت کی یہ جارحیتیں ایک بڑے منصوبے کا نقطۂ آغاز ہیں، یعنی عالمی سامراجی طاقتوں سے انقلاب اسلامی ایران کے ہاتھوں اپنی شکست اور ذِلت کا بدلہ[256]---

حسینی کی جانب سے ایسے توہین آمیز کلمات کے باوجود، وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق نے اُنہیں 3 دسمبر 1984ء کو شیعہ مطالبات پر مذاکرات کے لیے مدعو کیا۔ حسینی ایک وفد بھیجنے کے لیے تیار تھے، لیکن یکم دسمبر کو اپنا ارادہ بدل لیا جب ضیاء الحق نے اسلامائزیشن کے بارے میں ریفرنڈم کرانے اور بطور صدر اپنی مدتِ ملازمت میں توسیع کے اپنے منصوبے کا اعلان کیا۔ اِس کے بعد حسینی نے دلیل دی کہ اسلام آباد معاہدے کے ساتھ تمام اہم بنیادی سوالات طے پا چکے تھے اور مزید بات چیت یا کمیشن کا قیام محض وقت کا ضیاع ہوگا[257]۔ اِس لیے ضیاء اور اُن کی حکومت نے سمجھ لیا کہ حسینی کے ساتھ کوئی معاہدہ ممکن نہیں، لیکن شاید ایران کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھنے کے لیے، اُس کے خلاف بھی کوئی واضح کارروائی نہ کی[258]۔ اِس کی بجائے، شیعہ انقلاب پسندی کے چیلنج سے نمٹنے کے لیے، تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی، سنی انتہاپسندوں کی حوصلہ افزائی اور دیگر خفیہ آلات استعمال کیے گئے۔ ایک قابل ذکر چال پاکستان پریس ایجنسی کی غلط رپورٹ تھی کہ حسینی نے ضیاء کے صدارتی ریفرنڈم کی حمایت کی، حالانکہ TNFJ(H) نے 2 دسمبر کو پہلے ہی اِس کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا تھا[259]۔ جب کہ TNFJ(H) اور MRD دونوں کی طرف سے پورے پاکستان میں ریفرنڈم کے بائیکاٹ کی کالیں شروع کی گئیں، کچھ قدامت پسند شیعہ رہنماؤں اور 'علماء' نے قومی ٹیلی ویژن پر ضیاء الحق کے حق میں بات کی[260]۔ تاہم، یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ شیعوں کی اکثریت نے 19 دسمبر کے ریفرنڈم میں حصہ لینے سے گریز کیا[261]۔

اِس کے باوجود جب ضیاء نے 18 جنوری 1985ء کو اقتدار سنبھالنے کے بعد پہلے عام انتخابات کا اعلان کیا، حسینی نے ایم آر ڈی کے رہنماؤں کے برعکس، سیاسی نمائندگی صرف سنیوں کی خاطر نہ چھوڑنے کے لیے شرکت کی درخواست کی[262]۔ 25 فروری کو (پارٹی کے بغیر) انتخابات کے انعقاد اور محمد خان جونیجو کی قیادت میں سویلین حکومت کے قیام (10 اپریل) کے بعد، مؤخرالذکر نے TNFJ(M) کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس سے راولپنڈی میں احتجاج ختم ہوا۔ 21 مئی 1985ء کے نام نہاد موسوی-جونیجو معاہدے میں روایتی عزاداری جلوسوں کے روٹس کے تحفظات شامل تھے اور 1980ء کے اسلام آباد معاہدے پر عمل درآمد کے لیے تجاویز پیش کرنے کے لیے سولہ رکنی کمیشن فراہم کیا گیا تھا، یعنی اسلامائزیشن سے متعلق فقہ جعفریہ کے تضاد میں مزید کوئی قوانین اِس میں شامل نہیں ہوں گے[263]۔ لیکن حسینی اور اُن کے پیروکار، موسوی کو شیعوں کی خاطر بات کرنے کے لیے کوئی جواز فراہم کرنے پر تیار نہیں تھے، اُنھوں نے اِسے مسترد کرنے کے بہانے تلاش کیے[264]۔ اِس کی بجائے، حسینی نے کراچی کے علاوہ تمام صوبائی دارالحکومتوں میں اسلام آباد معاہدے کی پانچویں سالگرہ پر زبردست احتجاجی مظاہروں کی کال دے دی[265]۔ پابندی کے باوجود جب 6 جولائی کو کوئٹہ میں امام بارگاہ قندھاری سے ایسا مظاہرہ کیا گیا تو پولیس نے فائرنگ کر دی جس سے 17 افراد ہلاک اور درجنوں زخمی ہو گئے۔ اِس واقعے کے بعد، شیعہ گھروں پر چھاپے مارے گئے اور 128 شیعوں کو مارشل لاء کورٹ میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا[266]۔ سنی مذہبی جرائد نے رپورٹیں شائع کیں کہ مظاہرین مسلح تھے، وہ سنی مساجد کو تباہ کرنا چاہتے تھے، اور کوئٹہ کے تصادم میں ایرانی ملوث تھے[267]۔ لیکن بظاہر اِن الزامات میں کوئی صداقت نہیں تھی۔ ڈی سی کی طرف سے دس دن پہلے مظاہرے کو لائسنس دیا گیا اور پابندی کا اعلان بالکل 5 جولائی کو کیا گیا۔ غالباً، ایسا واقعہ جان بوجھ کر TNFJ(H) کی ساکھ خراب کرنے کے لیے مشتعل کیا گیا، اور کوئٹہ کا انتخاب ایرانی سرحد کے قریب ہونے اور افغان شیعہ (ہزارہ) کی بڑی آبادی کی وجہ سے کیا گیا[268]۔

حسینی، جنہوں نے 6 جولائی کو پشاور میں اِسی طرح کے ایک مظاہرے کی قیادت کی تھی، کو کوئٹہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا، لیکن انہوں نے لاہور اور اسلام آباد میں فوری احتجاج کا اہتمام کیا۔ اُنہیں گرفتار کر کے پاراچنار بھیج دیا گیا لیکن وہ پشاور فرار ہو گئے، وہاں خفیہ پریس کانفرنس کی[269]۔ حسینی کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کے بجائے، کوئٹہ میں پولیس کی بربریت نے اُن کی قیادت کو بڑھا وا دیا، ضیاء الحق کی شیعوں سے دشمنی کے اُن کے مبالغہ آمیز تصورات کو معتبریت حاصل ہوئی۔ 20 جولائی کو، TNFJ(H) کی مرکزی کونسل کے اراکین نے راولپنڈی میں جمع ہونے پر پابندی کی خلاف ورزی کی، جس کے بعد ایک ہزار سے زائد شیعہ 'علماء' اور طلاب' نے مدرسہ آیت اللہ الحکیم سے وزارت مذہبی امور اسلام آباد کے سامنے مظاہرہ کیا[270]۔ اگلے نو مہینوں کے دوران، کوئٹہ کے تمام شیعہ قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ TNFJ(H) کے لیے اپنے کارکنان کو متحرک کرنے کے لیے موزوں اِیشو تھا، اور کوئٹہ کی جانب" لانگ مارچ" کی کامیاب دھمکی کے ساتھ انجام کو پہنچا[271]۔

کوئٹہ واقعے کے صرف گیارہ دن بعد، موسوی - وہ کمیشن جس کا جونیجو معاہدے میں وعدہ کیا گیا تھا درست طریقے سے تشکیل دیا گیا[272]، لیکن حکومت کی طرف سے حسینی سے اپیل کی گئی کہ وہ بھی اِس کے لیے اپنے نمائندے نامزد کریں، لیکن اُنہوں نے اِس کا کوئی جواب نہ دیا[273]۔ کمیشن کو (حنفی) سنی تفسیر کے مطابق قوانین کی اسلامائزیشن کو تیز کرنے کے ایک نئے اقدام کی وجہ سے بھی رکاوٹ پیدا ہوئی: 13 جولائی 1985ء کو سینیٹرز قاضی عبد اللطیف اور مولانا سمیع الحق (دونوں جے یو آئی سے) نے ایک تجویز پیش کی جسے" نفاذِ شریعت ایکٹ" کہا جاتا ہے جو کہ اگلے تین سالوں تک بہت زیادہ تنازعات کا موضوع بنتا تھا۔ جیسا کہ یہ معلوم ہوا یہ" پرائیویٹ شریعت بل"، دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ بشرطیکہ" ملک کی تمام عدالتیں شریعت کے مطابق ہر قسم کے مقدمات بشمول مالی کا فیصلہ کرنے کی پابند ہوں گی"، جس کی تعریف اِس طرح کی گئی" قرآن وسنت اور علماء کا اِجماع"[274]۔ اِسے نہ صرف TNFJ کے (دونوں گروہوں) نے مسترد کیا بلکہ اکثر بریلویوں اور اہل حدیث کے پیروکاروں نے بھی اسلامی دائرہ اختیار کے دیوبندی ورژن کو نافذ کرنے کی کوشش کے طور پر مسترد کر دیا[275]۔ شریعت بل پر ایک بڑا شیعہ اعتراض - جس میں ایک متبادل ورژن بھی شامل ہے، جو جنوری 1986ء میں وزارت قانون کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا - وہ یہ تھا کہ اِس میں ایک طرف اجماع اور قیاس اور دوسری طرف قرآن وسنت کو برابر وزن دیا گیا تھا[276]۔

1986ء کے اوائل میں جب ایران کے صدر سید علی خامنہ ای نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا تو ضیاء الحق نے حسینی سے کہا کہ وہ اسلام آباد ایئرپورٹ پر خامنہ ای کے استقبال کے لیے اُن کے ساتھ شامل ہوں، لیکن اُنہوں نے صاف انکار کر دیا[277]۔ جبکہ خامنہ ای کو اسلام آباد اور لاہور (13-15 جنوری) میں کسی غیر ملکی معزز کے استقبال کے لیے اب تک کے سب سے بڑے ہجوم نے تحسین و مرحبا کے نعرے لگائے، ضیاء نے صبر کے ساتھ اپنے خلاف اور اپنے اتحادی امریکہ اور سعودیہ کے خلاف شیعہ عوام کے نعروں کو سنا[278]۔ اس مرحلے پر، حسینی اور اُن کے پیروکار واضح طور پر اپنے ایرانی سرپرستوں کی نظروں میں بھی اپنے" سامراج مخالف" جوش کو حد سے زیادہ بڑھا رہے تھے، جو پاکستان کے ساتھ اچھے تعلقات برقرار رکھنے کے خواہشمند تھے[279]۔ اِس کے باوجود حکومت نے تین ماہ بعد کوئٹہ میں تمام شیعہ قیدیوں کو رہا کر کے TNFJ(H) خیر سگالی اور مفاہمت کا پیغام دیا[280]۔ دوسری طرف، عسکریت پسند سنی انتہا پسندی کے تیزی سے بڑھنے سے شیعوں پر دباؤ میں اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے ستمبر 1986ء میں فرقہ وارانہ تشدد کی نئی لہر شروع ہوئی[281]۔ حسینی، ہمیشہ کی طرح، سارا الزام

ضیاء الحق کی حکومت اور" سامراجی سازشوں" پر ڈالتے ہوئے، جہاں بھی ممکن ہو سنی 'علماء' کے ساتھ مشترکہ بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے [282]۔ اِس نقطۂ نظر کو اسلام آباد معاہدے (6 جولائی 1987ء) کی ساتویں سالگرہ کے موقع پر لاہور میں" قرآن وسنت کانفرنس" کے ساتھ منطقی انجام تک پہنچایا گیا۔ 1980ء کے بعد سے TNFJ کے اِس سب سے بڑے کنونشن کا منصوبہ اِسے ایک مکمل سیاسی جماعت میں تبدیل کرنے اور اِس کے" گروہی" تشخص پر قابو پانے کے دوہرے مقصد کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ خود کو اسلامائزیشن کی لہر کے خلاف کھڑا کرنے کی بجائے، جو پاکستان میں فطری طور پر سنی اکثریت کے عقائد کی عکاسی کرتی ہے، حسینی چاہتے تھے کہ TNFJ "حقیقی اسلامائزیشن" میں قیادت کرے، جیسا کہ وہ اِسے سمجھتے تھے۔ جولائی 1986ء سے ملک گیر کنونشن کے منصوبے بنائے گئے تھے اور مارچ 1987ء میں اِسے" قرآن وسنت کانفرنس" کا نام دینے کا فیصلہ کیا گیا [283]۔ 23 اپریل کو ایک منشور تیار کرنے کے لیے ایک کمیشن تشکیل دیا گیا، جسے لاہور میں TNFJ کے" آئین" (منشور) کے طور پر اپنایا گیا [284]۔ اِس نے پاکستان کے انتظامی ڈھانچے، مقننہ، عدلیہ، معاشیات، خارجہ پالیسی اور تعلیمی نظام کی اسلامائزیشن کے لیے تجاویز پیش کیں، یہاں تک کہ" شیعہ" اور" سنی" کی اصطلاحات استعمال کیے بغیر [285]۔ کنونشن کا انعقاد لاہور کے پرانے شہر موچی گیٹ کے قریب تجویز کیا گیا تھا، لیکن یہ واضح ہونے کے بعد کہ ایک لاکھ سے زائد شیعہ شرکت کریں گے، تو کنونشن کو مینارِ پاکستان میں تبدیل کر دیا گیا۔ اُس اجتماع سے اپنی تقریر میں، جس نے ایک شیعہ رہنما کے طور پر اُن کے کیریئر کے عروج کو نشان زد کیا، حسینی نے سنی سامعین کو بھی خوش کرنے کی پوری کوشش کی، (اقتباسات):

اے قرآن و سنت کے قابل فخر فرزندو! قرآن و سنت کے نام پر جمع ہو کر آپ نے ہمارے مخالفین کے الزامات کی تردید کر دی اور ثابت کر دیا کہ آپ کبھی بھی قرآن و سنت کا انکار نہیں کرتے [286]۔--- سابقہ ہندوستان میں آپ نے قیام پاکستان اور اِس ملک میں اسلام کے نفاذ کے لیے بے شمار قربانیاں دی ہیں... دوسرا مقصد ابھی تک ادھورا ہے... ہماری موجودہ حکومت... جانتی تھی کہ پاکستان کے عوام سچے مسلمان ہیں اور اسلام سے محبت کرتے ہیں۔ اِس لیے اُس نے ہمارے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے اور اپنے مفاد کے لیے اسلامی نظام کا نعرہ لگایا ہے۔ ہم نے پہلے دن سے واضح کر دیا ہے کہ مارشل لاء حکومت یقیناً نفاذ اسلام میں مُخلص نہیں ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے کچھ مسلمان بھائیوں نے اِس کے وعدوں پر یقین کیا اور اِس کی حمایت کی لیکن 10 سال گزرنے کے بعد وہ بھی حکومت کو غدار قرار دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے حقوق کی جدوجہد اُس وقت تک جاری رکھی جب تک حکومت نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ وہ اسلام کے نفاذ میں ناکام رہی ہے ... اب جبکہ حکومت نے اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیا ہے تو کیا ہمیں اپنے مطالبات سے دستبردار ہونا چاہیے؟ کبھی نہیں! ... اب ہماری ذمہ داری بڑھ گئی ہے۔ اب جبکہ حکومت نفاذِ اسلام کی راہ سے بھاگ گئی ہے، ہم تمام مسلمانوں کے نام پر اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایک اسلامی نظام جہاں تمام فرقے آزادی سے رہ سکیں... ہم مسلمانوں کے اتحاد کا جھنڈا اُٹھائے میدان میں اُتر رہے ہیں اور اسلامی

نظام کے نفاذ کے مطالبے کے ساتھ عالمی سامراج کے خلاف اعلانِ جنگ کر رہے ہیں...

ہم نے اِس مسئلے کا مطالعہ کیا ہے اور اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہم اپنے طور پر جتنی بھی کوشش کریں گے، ہم نظام کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہوں گے ... ہماری سپریم کونسل اور مرکزی کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اِس ملک کے مسلمانوں کے لیے ایک اسلامی نظام تجویز کریں گے۔ اور پھر تمام مسلمان مِل کر اپنے مشترکہ مقصد کے لیے جدوجہد کریں گے۔۔۔

آپ کا مذہب اسِلام بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ ہمیں غیر مسلم بھائی چارے کا درس دینا چاہیے لیکن بدقسمتی سے مسلمان دوسروں کے اُکسانے پر ایک دوسرے کے دشمن بن گئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر آج مسلمان متحد ہوتے تو کشمیر اور فلسطین آزاد ہوتے؛ افغانستان میں اسلامی حکومت ہوتی اور ہندوستان میں مسلمانوں کا قتلِ عام نہ ہوتا۔ اسلامی ایران سامراج کی طرف سے اُکسائی گئی جنگ کی گرفت میں نہ آتا۔ ترکی اور انڈونیشیا میں اسلامی تعلیمات ممنوع نہ ہوتیں۔ مصر، تیونس اور دیگر اسلامی ممالک میں مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچتی۔۔۔[287]

جبکہ اِس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ حسینی اپنے دعویٰ کردہ مقاصد میں مخلص تھے،لیکن شیعہ عوام سے کنونشن میں شرکت کی اپیلیں مکمل طور پر"غیر گروہی" نہیں تھیں۔ اِس طرح کچھ ہفتے قبل تقسیم کیے گئے TNFJ(H) کے ایک پمفلٹ میں لکھا گیا تھا(اقتباسات):

کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ۔۔۔ پورے پاکستان میں شیعوں کے خلاف شدید زہریلا پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے... مختلف علاقوں اور قصبوں میں کچھ سالوں سے محرم کے دوران شیعہ ظلم اور جارحیت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور یہ جارحیت گزشتہ سال لاہور میں اپنی اِنتہا کو پہنچ چکی ہے؟ اور بہت سے دوسرے شعبوں ... کہ حکومتی اہلکار اِن واقعات میں ملوّث ہیں، اور یہ کہ حکام شیعوں کی جان و مال، عزت اور مذہب کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔... کہ فوجی حکمران شریعت بل کے ذریعے اپنی طاقت کا دعویٰ کرنا چاہتے ہیں اور ایک محدود مذہبی جماعت کا نظریہ پورے پاکستان کے عوام پر نافذ کرنا چاہتے ہیں؟ ایسی صورت حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ خاموش رہیں یا اپنے حقوق اور اپنے عقیدے کے دفاع کے لیے جدوجہد کریں؟

ہم جانتے ہیں کہ ... جب تک پاکستان میں موجودہ نظام رائج ہے ... جب تک عوام کی اپنی نمائندہ حکومت نہیں ہے ... جب تک امریکہ پاکستان میں مداخلت کرتا ہے ... جب تک ہمارے پاس نجدی مفادات کی نمائندگی کرنے والا حکمران موجود ہے ... عوام اِسی طرح محروم رہیں گے جیسے اب، جنون بڑھتا رہے گا اور تقسیم کرو اور حکومت کرو کا طریقہ غالب رہے گا۔ اِس ملک میں

نظریۂ پاکستان کے مطابق اور صحیح معنوں میں قرآن و سنت کی پیروی کا نظام رائج ہونا ضروری ہے...شیعوں کو محدود مطالبات سے اُوپر اٹھنا ہو گا کیونکہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ موجودہ حکومت ہمارے مطالبات تسلیم نہیں کرے گی۔ اور جب تک یہ نظام قائم رہے گا شیعوں اور دیگر عوام کی محرومیوں میں اضافہ ہوتا رہے گا۔۔۔[288]

شیعہ مطالبات کی بجائے اسلام پسند نظریہ پر زور دینے نے زیادہ اعتدال پسند سنی مذہبی تنظیموں کے ساتھ پل بنانے میں مدد کی، لیکن اِس کا مطلب TNFJ کی حمایت کی بنیاد کو کم کرنا بھی تھا۔ جبکہ TNFJ کے ایک ”سیاسی جماعت“ کے طور پر نئے اعلان کردہ کردار کو نومبر 1988ء کے انتخابات[289] سے پہلے آزمایا نہیں جا سکتا تھا1988ء، لیکن عوام کے ساتھ اِس کی کشش کا انحصار بڑی حد تک اسلامی جمہوریہ ایران کی ایک بہادرانہ تصویر پر تھا، جسے ”عالمی سامراج“ اور اُس کے علاقائی ”آلۂ کاروں“ کے حملے کا تنہا سامنا کرنا پڑا۔ اِس طرح ایران عراق جنگ کے آخری سالوں کے دوران، ہزاروں پاکستانی شیعوں نے رضاکارانہ طور پر ایران کے جنگی محاذوں پر خدمات انجام دیں[290]۔ ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف تحریک نے TNFJ(H) کو مقبول بنانے میں بھی مدد کی، ضیاء الحق کی حکومت کے خلاف تحریک نے TNFJ(H) کو مقبول بنانے میں بھی مدد کی، خاص طور پر نوجوان شیعہ دانشوروں میں لیکن مؤخر الذکر درحقیقت آئی ایس او کی طرف زیادہ متوجہ تھے، جس نے TNFJ(H) کے لیے زیادہ تر تنظیمی بنیادوں کا کام کیا۔ تاہم، عوامیت پسند احتجاج کے دُھواں دھار پردے کے پیچھے، 1980ء کی دہائی کی سب سے بڑی شیعہ گروہی تنظیم، سابقہ دہائیوں کے اپنے پیشروؤں کے برعکس، سب سے پہلے ”علماء“ اور مذہبی طلباء کا منہ بولتا ثبوت بنی رہی۔

مفتی جعفر حسین کی قیادت کے سالوں میں بھی ایسا ہی ہو چکا تھا، جب TNFJ کے زیادہ تر عہدیداروں کا تقرر ”علماء“ میں سے ہوتا تھا۔ حسینی کے انتخاب کے چھ ماہ بعد، 31 اگست 1984ء کو، پاراچنار میں مرکزی کابینہ کے اجلاس میں TNFJ(H) کے قوانین پر بحث ہوئی۔ اُس وقت سید وزارت حسین نے TNFJ اور وفاق علماء شیعہ کے درمیان اہلِ محنت کی تقسیم کی تجویز دی تھی، لیکن 'علماء'، اپنی تنظیم وفاق چلانے پر راضی نہیں تھے، اُنھوں نے TNFJ پر اپنا تسلط برقرار رکھنے پر بھی اصرار کیا تھا[291]۔ اِس سے آنے والے سالوں میں TNFJ(H) اور وفاق کے درمیان رقابتوں کو نہ روکا گیا، کیونکہ آنے والے تمام ممبران، حسینی کے سیاسی اور مذہبی خیالات سے متفق نہیں تھے[292] لیکن یہ TNFJ کو باصلاحیت غیر علماء اراکین سے محروم کرتا تھا، جیسے ہی ایران میں انقلابی جوش و ولولے کا دور ختم ہوا، اور ضیاء الحق کی ہلاکت نے پاکستان میں شیعہ برادری کے سیاسی منظر نامے اور ترجیحات کو بدل کر رکھ دیا[293]۔

”قرآن وسنت کانفرنس“ کے چند ہفتوں بعد کرم ایجنسی میں شدید لڑائی شروع ہوگئی۔ 1986ء میں افغان مہاجرین کی تازہ آمد اور اُن میں سے کچھ کو غیر مسلح کرنے کے لیے شیعہ طوریوں کی کوششوں کے بعد وہاں ایک بار پھر کشیدگی بڑھ گئی تھی۔ سنی گاؤں بُشارہ میں ہونے والے واقعات کے بعد، اِن افغانوں نے 24 جولائی 1987ء کو طوری دیہاتوں کے خلاف ایک ہمہ گیر حملے کی قیادت کی، مبینہ طور پر حکومت کی مکمل ملی بھگت سے، جس نے مقامی شیعوں کی قربانی پر کرم ایجنسی کو افغان مجاہدین کے مستقل ٹھکانے میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا[294]۔ لڑائی 3 اگست تک جاری رہی، جس میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 52 شیعہ اور 120 سنی مارے گئے (غیر سرکاری طور

پر بہت زیادہ) اور چودہ گاؤں جزوی یا مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ پہلی بار کچھ طوریوں نے، اُن کو دیوار کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، حتیٰ کہ سوویت حمایت یافتہ افغان حکومت سے بھی مدد کی اپیل کی[295]۔ جب وہ تنازعہ ابھی جاری تھا، مکہ میں 31 جولائی کو خونریز جھڑپیں ہوئیں، جس میں 400 سے زیادہ شیعہ (زیادہ تر ایرانی) زائرین مارے گئے، سعودی ایران تنازعہ کا پہلا عروج تھا جو ہر گزرتے سال کے ساتھ مضبوط تر ہوتا چلا گیا[296]۔ ایرانی انقلاب کے بعد سے اِس واقعے نے پاکستان میں شیعہ سنی تعلقات کو مزید کشیدہ کر دیا، لیکن ضیاء الحق نے ایران کے ساتھ دوطرفہ تعلقات منقطع کرنے کے لیے امریکہ اور سعودی عرب کے دباؤ کی مزاحمت کی[297]۔ 23-27 نومبر 1987ء تک حسینی نے تہران میں ''حرم مقدس کی حرمت اور سلامتی کی حفاظت پر بین الاقوامی کانگریس'' میں شرکت کی، جس میں اسلام کے مقدس مقامات کو بین الاقوامی مسلمانوں کی نگرانی میں رکھنے کا مطالبہ کیا گیا[298]۔ اسی طرح کی کانفرنسز TNFJ(H) اور ISO نے پاکستان میں 1988ء کے بعد سے منعقد کیں[299]، ساتھ ہی ساتھ صوبائی شہروں میں تین دیگر '' قرآن وسنت کانفرنسز'' بھی منعقد کیں[300]۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ضیاء الحق کی حکومت نے، تقریباً کبھی بھی اُن کی آزادیِ عمل اور تقریر پر کوئی قدغن نہیں لگائی، جبکہ وادیٔ کرم میں حسینی کی پاور بیس پر بے رحمی سے حملہ کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن حسینی اور اُن کے قریبی ساتھیوں کو پاکستانی اور غیر ملکی دونوں خفیہ اداروں کی طرف سے مسلسل نظر میں رکھا گیا، اور خیر خواہوں کی طرف سے انتباہ دیا گیا کہ اگر وہ مئی 1988ء سے کئی گنا بڑھتے ہوئے اپنے تنازعات کو کم نہیں کرتے تو اُن کی جان خطرے میں ہے[301]۔

اُنہیں 5 اگست 1988ء کو پشاور میں اُن کے مدرسے میں قتل کر دیا گیا، ضیاء الحق کے سیکیورٹی گارڈ کے ایک رکن نے صوبہ سرحد کے گورنر جنرل (ر) فضل حق کی ملی بھگت سے قاتلوں کو کرایہ پر لیا، جو ضیا دور کی سرکردہ شخصیات میں سے ایک تھے[302] لیکن خود ضیاء کی اِس قتل کے منصوبے میں شمولیت کبھی ثابت نہیں ہوئی۔ اگرچہ حسینی کے بہت سے حامیوں نے صریحاً ضیاء کو اِس جرم کا ذمہ دار ٹھہرایا، اور کچھ نے انتقامی کارروائی میں اُسے قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا، لیکن اُنہوں نے 6 اگست کو پشاور میں حسینی کی نماز جنازہ میں شرکت کی[303]۔ ایک ابتدائی شبہ یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ 17 اگست کو بہاولپور طیارہ حادثہ، جس میں ضیاء الحق ہلاک ہوئے، ایک شیعہ پائلٹ کے خودکش مشن کا نتیجہ تھا[304]۔ اس کے فوراً بعد کرم کے قریب اور کزئی قبائلی ایجنسی میں ضیاء کی موت کا جشن منانے والے شیعہ اور مقامی سنی اکثریت کے درمیان مسلح تصادم کے نتیجے میں 30 سے زائد جانیں چلی گئیں[305]۔

حسینی اور ضیاء الحق دونوں کے قتل کا قریبی اتفاق، ساتھ ہی 20 اگست 1988ء کو ایران عراق جنگ کے خاتمے نے، پاکستان میں شیعوں کے درمیان سیاسی انقلابیت کے مختصر دور کے اختتام کو نشان زد کر دیا۔ تاہم، شیعہ نوجوانوں کے ایک بڑے حصے اور زیادہ تر شیعہ علماء کے لیے، سخت گیر اور متقی حسینی ایک بت بنے ہوئے ہیں، جو آج تک انتہائی عزت و احترام میں رکھے گئے ہیں۔ ISO نے 1989ء سے اپنے ماہانہ جریدے کا نام تبدیل کر کے اُن کے نام (العارف) پر رکھ دیا اور کبھی بھی اپنے افکار کی تشہیر سے باز نہیں آئے، جبکہ متعدد شیعہ جرائد اب بھی باقاعدگی سے اپنے صفحۂ اوّل پر حسینی کے اقوال شائع کرتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں، اُن کی مضبوط امریکہ مخالف بیان بازی اور سیاسی سازشی تھیوریوں کو مجلس وحدتِ مسلمین نے دوبارہ زندہ اور اپ ڈیٹ کیا، اِسی عرصے میں پاکستان کی سب سے بڑی شیعہ تنظیم، جس کے رہنماؤں نے بھی حسینی کے مسلک کو نئی بلندیوں تک پہنچایا ہے[306]۔

1980ء کی دہائی میں سنی اِنتہا پسندی کا چیلنج

اگر 1979ء سے 1988ء کی دہائی کے دوران پاکستان میں شیعہ گروہی تحریک اوجِ کمال پر پہنچی تو اُسی عرصہ کے دوران شیعہ مخالف عسکریت پسندی بھی تیزی سے پھیلی اور ایک نیا معیار اختیار کیا۔ درحقیقت دونوں پیشرفتیں ایک ہی عوامل کی وجہ سے ہوئیں اور ایک دوسرے کو تقویت ملی۔ اِس طرح ضیاء کی اسلامائزیشن پالیسی نے شیعوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بجائی اور سنی مذہبی لابی کے ساتھ ساتھ انتہا پسند عناصر کو بھی تقویت دی۔ ایرانی انقلاب نے ایک نئی قسم کی شیعہ ادعایت اور سیاسی انقلابیت کو ہوا دی جسے بہت سے سنیوں نے ناگوار سمجھا، خاص طور پر جب سعودی عرب کو نشانہ بنایا گیا، وہ ملک جو پاکستان میں سنی دینی مدارس، مساجد اور دیگر اداروں کو بے دریغ فنڈز فراہم کرتا ہے، اِس کے علاوہ اِس کے لاکھوں شہریوں کو روزگار فراہم کرتا ہے[307]۔ ایران سے پروپیگنڈہ لٹریچر کا سیلاب، پاکستان میں ایرانی سفارت کاروں اور سفراء کی اعلیٰ سطحی سرگرمیاں، TNFJ اور آئی ایس او کے کارکنوں یا حتیٰ کہ ذاکروں کی طرف سے خمینی کو امام الامہ کے طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کیا جانا[308]، اور بڑے بڑے شیعہ کنونشنز اور جارحانہ سیاسی نعروں کے ساتھ مظاہرے کسی نہ کسی طرح سنی جوابی ردِّعمل پیدا کرنے کے باعث تھے۔ جیسا کہ نتیجہ نکلا، سنی عسکریت پسندوں نے سماجی شکایات سے بھی فائدہ اٹھایا اور حکومتی اہلکاروں کی طرف سے خاموش تحفظ اور ایران کے نظریاتی اثر و رسوخ کا مقابلہ کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ممالک کی حمایت دونوں سے لطف اندوز ہوئے۔ ساتھ ہی، 1980ء کی دہائی میں پاکستان کی سنی مذہبی جماعتوں نے افغان جنگ سے فائدہ اُٹھایا، افغان مجاہدین اور پناہ گزینوں کے لیے بین الاقوامی مسلم امداد کے کچھ حصوں کو اپنے دینی مدارس تک پہنچایا اور اپنے اراکین کو اسلحہ اور فوجی تربیت فراہم کی، جن میں سے اکثر نے خرچ کیا، کچھ عرصہ افغانستان میں جہاد کے لیے رضاکارانہ خدمات انجام دیں[309]۔

جیسا کہ اس کتاب کے پچھلے ابواب میں دستاویز کیا گیا ہے کہ شیعہ مخالف انتہا پسندی ہمیشہ پاکستان میں موجود تھی اور یہاں تک کہ تقسیم ہند سے پہلے کے ہندوستان میں بھی[310] لیکن اِس نے امن عامہ کے لیے ایک سنگین خطرہ کا تناسب شاذ و نادر ہی سمجھا تھا۔ تاہم، 1980ء کی دہائی کے اواخر سے، فرقہ واریت نہ صرف اپنے براہِ راست متاثرین کے لیے، بلکہ تمام آنے والی حکومتوں اور متعلقہ انتظامیہ کے لیے ایک مستقل مصیبت بن گئی ہے، اور ایک سنی فرقہ وارانہ گروہ، سپاہِ صحابہ (نیچے ملاحظہ کریں)، یہ بعض علاقوں میں ایک حقیقی عوامی تحریک کے طور پر اُبھر کر سامنے آئی ہے[311]۔ کچھ مطالعات کے ذریعہ اِس ترقی کو بنیادی طور پر سماجی عوامل سے منسوب کیا گیا ہے، لیکن سیاسی تناظر بھی شاید اتنا ہی اہم رہا ہے۔ جہاں تک ”مذہبی عنصر“ کا تعلق ہے، 1980ء کی دہائی سے سپاہ صحابہ اور ہم خیال تنظیموں کی طرف سے شیعہ (اور اِس کے برعکس) کے خلاف سنیوں کی صدیوں پرانی شکایات اور الزامات میں تھوڑا سا نیا اضافہ کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ مذہبی تنازعات کو دی جانے والی اہمیت اور سیاسی مقاصد کے لیے اُن کے غلط استعمال کی ایک خاص مقدار تھی، جس نے فرق پیدا کیا۔ حیرت کی بات نہیں، 1980ء کی دہائی میں شیعہ کے خلاف فرقہ وارانہ پروپیگنڈے اور تشدد میں اضافے نے بعد کے لوگوں میں فرقہ وارانہ یکجہتی کے اِضطراب کو بھی تقویت دی۔

بالکل اِسی طرح جیسے گزشتہ دہائیوں میں، دیوبندی مکتبۂ فکر کے پیروکار شیعہ مخالف نئی لہر کی قیادت کر رہے تھے۔ مارچ 1978ء اور جون 1979ء میں جے یو آئی کے رہنما مفتی محمود نے پہلے ہی پیش گوئی کی تھی[312]۔ اکتوبر 1980ء میں اُن کی موت کے بعد، جے یو آئی

ایک دھڑے میں تقسیم ہوگئی جس کی قیادت اُن کے بیٹے مولانا فضل الرحمٰن نے کی جس نے ایم آر ڈی کے فریم ورک میں خود کا پی پی پی کے ساتھ اتحاد کیا، اور ضیاء کے حامی دھڑے کی قیادت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، اور اُن کی وفات (1994ء) کے بعد مولانا سمیع الحق نے کی [314]۔ اِس کے بعد سے JUI-S اپنے متقابل JUI-F کے مقابلے میں شیعوں کے خلاف عام طور پر زیادہ حریف رہی ہے [315]۔ 1981ء میں کراچی میں کچھ دیوبندی علماء نے ایک نئی تنظیم سوادِ اعظم اہلسنت (''عظیم اکثریت'') کی بنیاد رکھی، ایک نام جو اب تک بریلویوں کے ذریعہ دوبارہ دعوی کیا گیا ہے [316]۔ سوادِ اعظم نے لوکل مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے تعاون سے کئی کانفرنسیں منعقد کیں جو شیعوں اور ایران کے خلاف پروپیگنڈے کے لیے وقف تھیں اور بنیادی طور پر کراچی میں 1982ء اور 1983ء میں فرقہ وارانہ جھڑپوں کا ذمہ دار تھا [317]۔ لیکن پنجاب میں اِس تنظیم کا سیکرٹری جنرل مولانا حق نواز جھنگوی تھا جس نے سب سے مضبوط اثر ڈالا۔ اُس کے انتھک جوش نے، اپنے آبائی علاقے کی خصوصی صورتحال اور 1980ء کی دہائی کے حالات کے ساتھ مل کر، اُسے پاکستان میں ایک بنیاد پرست مخالف شیعہ ایجنڈے کے تحت بڑے پیمانے پر عوامی تحریک کا علمبردار بنا دیا۔

حق نواز 1952ء میں چیلہ (ضلع جھنگ) کے گاؤں میں ایک غریب کسان گھرانے میں پیدا ہوئے [318]۔ صرف دو سال کے اندر قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد، اُس نے کبیر والا اور ملتان کے دینی مدارس میں داخلہ لیا اور 1973ء میں جھنگ ٹاؤن کی پپلیاں والی مسجد میں مبلغ مقرر ہوا [319]۔ 1974ء میں اُس کے مرکز کے ساتھ قریبی ربوہ میں احمدیوں کے خلاف ہونے والی مہم نے اُسے ایک شعلہ بیان مقرر کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کا پہلا موقع فراہم کیا۔ اِس کے بعد اُس نے کچھ عرصے کے لیے بریلویوں کو اپنا پسندیدہ ہدف بنایا [320] لیکن ایرانی انقلاب کے بعد اُس نے اپنے خطبات کو تقریباً خصوصی طور پر شیعہ عقائد اور مذہبی رسومات کے خلاف بحث کرنے کے لیے وقف کر دیا، اور ''صحابہ کی عزت [321]'' پر شیعہ حملوں کا الزام لگاتے تھے۔ اِس سلسلے میں، وہ کئی دہائیوں سے ضلع جھنگ اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں TAS کے بہت سے مبلغین کی پیروی کر رہے تھے، لیکن 1980ء کی دہائی کے اوائل میں اُن کی شہرت اور اثر و رسوخ اُن کے آبائی شہر کے سامعین سے کہیں زیادہ پھیل گیا تھا۔ ایک طرف، وہ بڑے بڑے شیعہ زمیندار خاندانوں کے خلاف مخالفانہ تنقید کرنے کے لیے کافی جرأت مند ہو گیا، جس کے ضلع میں سیاسی غلبہ کو مقامی سنی کسانوں اور سنی مہاجروں کی ایک بڑی برادری جو 1947ء کے بعد جھنگ کے شہری علاقے میں آباد ہوئی تھی دونوں نے ناراضگی ظاہر کی [322]۔ حق نواز اور اُس کے ساتھیوں کی طرف پھیلائے گئے پروپیگنڈہ کے مطابق، یہ شیعہ'' جاگیردار'' خاندان، جو ضلع جھنگ [323] میں تقریباً 65 فیصد زرعی زمینوں کے مالک تھے، اپنے سنی کرایہ داروں کا نہ صرف معاشی طور پر اِستحصال کر رہے تھے بلکہ اُن کی مذہبی آزادی کو بھی دبا رہے تھے [324]۔ اُس پر شیعہ کی'' جاہلانہ رسومات'' کے ذریعے جاہل کسانوں کے عقائد کو خراب کرنے کا بھی الزام لگایا گیا تھا [325]۔ دوسری طرف، حق نواز کے شیعہ مذہب پر عمومی حملے بھی دیگر فرقہ پرستوں کے حملوں سے زیادہ شدت پسند تھے۔ 1980ء کی دہائی کے اوائل میں اُس کی پہلی قابل ذکر کامیابی یہ تھی کہ صدیوں سے برصغیر کے متعدد 'علماء' کے فتووں کے نتائج کو مقبول نعرے'' کافر، کافر، شیعہ کافر'' میں تبدیل کیا، جو اَن گنت دیواروں پر لکھا ہوا تھا اور جلسوں میں باقاعدگی سے لگایا جاتا تھا [326]۔ اپنی تقاریر میں، حق نواز نے اپنے سامعین کے سروں میں شیعوں کو'' خارج کرنے'' کے لیے درج ذیل دلائل پیش کیے:

1) - وہ موجودہ قرآن کو قبول نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جعل شدہ ہے؛

2) - وہ توحیدپرایمان نہیں رکھتے؛

3) - وہ اپنے ائمہ اور پیغمبر محمدکو عصمت کا مساوی درجہ دیتے ہیں؛

4) - وہ اپنے لٹریچر میں پیغمبر اور آپ کےاہل بیت[327] کی توہین اِس طرح کر رہے ہیںکہ اُن کا اسلام سے دُور کا واسطہ بھی نہیں ہے؛

5)- وہ صحابہ کو مسلمان نہیں مانتے؛

6) - وہ صحابہ کو گالی دیتے ہیں؛

7) - وہ نہ صرف صحابہ کو کافر کہتے ہیں بلکہ وہ تمام مسلمان جو اِس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ علی، رسول اللہ کے براہ راست جانشین تھے؛

8-11)- اُن کا کلمہ، اُن کی اذان، اُن کی نماز پڑھنے کا طریقہ اور اُن کی فقہ پوری اُمتِ مسلمہ سے مختلف ہے؛

12) - وہ خمینی کو گناہوں سے پاک (معصوم) امام مانتے ہیں؛

13) - خمینی بذاتِ خود ایرانی شیعوں کو پیغمبر کے صحابہ سے زیادہ نیک سمجھتے ہیں[328]۔

درج بالاتمام الزامات سوائے 3،6، اور 8سے 11 کم سے کم کہا جائے تو مجموعی طور پر متورّم تھے۔ خمینی کا حوالہ اہم تھا، کیونکہ سنی سخت گیر اِس بات سے خاص طور پر ناراض تھے کہ وہ الواحد الاسلامیہ پروپیگنڈے کی آڑ میں" شیعہ مذہب اختیار کرنے" کی کوششوں کو سمجھتے تھے، جو انقلاب کے بعد سے ایران سے بڑے پیمانے پر پھیل رہا تھا۔ اِس کا مقابلہ تقاریر اور پمفلٹس کے ذریعے کیا گیا جس میں خمینی کو متعصب شیعہ اور صحابہ کا دشمن دکھایا گیا تھا[329]۔ پاکستان میں بڑے پیمانے پر خمینی کی تقاریر اور تحریروں کے اردو تراجم اور ہر قسم کے سیاسی پروپیگنڈے کو تقسیم کرنے کے علاوہ ایرانی حکومت پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ اُس نے سنی مخالف سیاسی لٹریچر کی بے مثال پیداوار کی مالی معاونت کی[330]۔ ایسے لٹریچر کا کم از کم کچھ حصہ، خاص طور پر پرانی مناظرہ کتابوں اور پمفلٹس کو دوبارہ پرنٹ کیا جاتا تھا اور خود سنی انتہا پسندوں کے ذریعہ عام طور پر شیعوں کو بدنام کرنے کے لیے مواد فراہم کیا،[331] لیکن اُس کی جارحانہ بحثوں کا بھرپور جواب شیعہ مصنفین کی نئی تحریروں سے بھی دیا گیا[332]۔

چند سالوں میں ہی حق نواز فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دینے کے لیے اتنا بدنام ہوگیا تھا، کہ دفعہ 144 پاکستان پینل کوڈ (اجلاس پر پابندی) نافذ کی گئی، جہاں کہیں بھی اُس کا خطاب ہونا ہوتا، اور اُسے معمول کے مطابق جھنگ کے پڑوسی اضلاع میں داخلے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اِس کے باوجود، جنونی نوجوان حامیوں کے مسلسل بڑھتے ہوئے جتھوں کی مدد سے[333]، وہ اکثر اِس طرح کی پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے میں کامیاب ہوجاتے تھے۔ 6 ستمبر 1984ء کو، حق نواز نے جھنگ میں انجمن سپاہ صحابہ پاکستان (" اصحاب رسول کی فوج"؛ SSP) کی بنیاد رکھ کر اپنے پیروکاروں کو باضابطہ طور پر منظم کرنا شروع کیا[334]۔ نئی تنظیم کے ابتدائی بیان کردہ اہداف" حرمت صحابہ کا

تحفظ" ،"شیعہ اشتعال انگیزیوں کی روک تھام" اور" خلافت راشدین کے نظام کی راہ ہموار کرنا" تھے[335]۔لیکن شیعوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے،عزاداری کے جلوسوں پر عام پابندی،اور سنی اسلام کو ریاست کا سرکاری مذہب بنانے کو جلد ہی SSP کے ایجنڈے میں شامل کرلیا گیا[336]۔ SSP کے قیام کا ایک اہم جواز بہت سے پولیس افسران اور بیوروکریٹس کے" اسلام مخالف" رویے میں دیکھا گیا جن پر" مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کے بہانے سنی تبلیغ کو روکنے" کا الزام لگایا گیا[337]۔

SSP کو شروع سے ہی ایک ملک گیر تنظیم بننے کا تصور کیا گیا تھا،لیکن اس کے سپورٹ بیس کی تیزی سے توسیع اِس کے بانیوں کے لیے بھی حیران کن تھی۔1985ءمیں اُس نے" آل پاکستان تحفظ صحابہ کانفرنس" کا جھنگ میں انتظام کیا جس میں سینکڑوں سنی علماء[338] نے شرکت کی،جن میں جے یو آئی (فضل الرحمان)،ٹی اے ایس (عبدالستار تونسوی)[339]،جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ (قاضی احسان الحق)[340]،اور مجلس تحفظ ختم نبوت (مولانا خان محمد)[341] تھے۔اُس کامیابی کے بعد،حق نواز اپنی نقل وحرکت پر پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے کے لیے پہلے سے زیادہ پرعزم تھا اور کئی مواقع پر ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوا،یا تو پولیس کی لاپرواہی یا پھر پرتشدد مظاہروں میں اُس کے خلق اخلاق کی وجہ سے[342]۔ SSP نے تیزی سے پنجاب کے بیشتر اضلاع خصوصاً سرائیکی پٹی میں شاخیں قائم کیں اور"عظمت صحابہ کانفرنسوں" کا ایک سلسلہ منعقد کیا۔اِس طرح کے واقعات نے نہ صرف شیعوں کے خلاف نفرت پھیلانے کے لیے صحابہ کی عظمت کی تصدیق کی تمہید بنے،بلکہ خلفائے راشدین اور دیگر ممتاز صحابہ کے یادگاری ایام کے ساتھ - درحقیقت شیعہ مقبول تحرک کے اہم عناصر کو نقل کرنے کی کوشش کی۔محمد قاسم زمان نے بخوبی مشاہدہ کیا ہے:

اگرچہ شیعوں کے خلاف غیر متزلزل دشمنی سپاہ صحابہ کے موقف کی وضاحت کرتی ہے، لیکن اِس کی اپنی علامت شیعوں کے اثر و رسوخ کی غیرواضح نشانیوں کوظاہر کرتی ہے۔ اصحاب رسول کی پرجوش تعظیم اُن کے ائمہ کی شیعہ تعظیم کے ساتھ واضح مماثلت رکھتی ہے۔ حتی یہاںپر کوئی شعوری کوشش کا پتہ لگا سکتا ہے کہ وہ سنی ازم کے لیے اِس کے "کرشماتی" رہنماؤں کے حصہ کا دعویٰ کرے، جو شدید ذاتی عقیدت کا باعث ہوں گے - ایک رجحان "راسخ العقیدہ" سنی ازم نے روایتی طور پر شیعہ اور صوفیاء دونوں کے خلاف مزاحمت کی ہے۔ . [...]

عام طور پرزیادہ ، سپاہ صحابہ کی علامت کو محرم کی تقریبات کے ردّعمل کے طور پر بھی سمجھا جا سکتا ہے ... [یہ] شیعوں کے لیے یادگاری مواقع کے ایک نئے سیٹ کو بدلنے کی خواہش رکھتا ہے۔ جوابی تقاریب کا مقصد شیعوں کو متوجہ کرنا اتنا نہیں ہے کہ سنیوں کو شیعوں کے اجتماعات کی طرف متوجہ ہونے سے روکا جائے، اور عام طور پر یہ ظاہر کرنا ہے کہ سنی روایت میں یاد منانے کے مواقع کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ثقافتی شیعیت درحقیقت شیعہ عسکریت پسندی سے زیادہ ایک چیلنج ہے، کیونکہ بہت سے (مفہوم) سنی اِس کے غیر مشکوک شکار ہیں یا اس کے لالچ میں آگئے ہیں[343]۔

اِسی مصنف نے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ:

... اِس بات پر یقین کرنے کی بہت کم وجہ معلوم ہوتی ہے کہ جن دیہاتی لوگوںسے اب بنیاد پرست فرقہ پرست تنظیمینرجوع کرتی ہیں، اُن کے پاس سب سے زیادہ سرسری پیشگی واقفیت کےساتھ شہری یا خواندہ اسلامی روایات ہیں۔اس لیے فرقہ وارانہ شناخت فراہم کرنا دیہی کسانوں کو شیعیت سے سنّیت (یا اِس کے برعکس)میں "تبدیل" کرنے کا معاملہ کم ہےاور شہری مذہبی سکالرز اور اداروں کے اسلام کے ساتھ مقامی طرزِ سےمقابلہ کرنے کا معاملہ زیادہ ہے۔ یہی مقامی اسلام ہے، جس میں "شیعہ"، "سنی" اور "صوفی" عناصر کا امتزاج ہے، جسے سپاہ صحابہ کم از کم جزوی طور پر "شیعیت کے طور پر دیکھتی ہے، اور جس کا مقابلہ کرنا چاہتی ہے[344]۔

دیہاتیوں کی" مذہبی جہالت" کے بارے میں شکایات اور اِس طرح کی کمیوں کو دور کرنے کا مبلغ صفت جوش پاکستان میں بھی شیعہ 'علماء' میں عام رہا ہے[345]۔ پھر بھی، جیسا کہ خود حق نواز کا کیس ظاہر کرتا ہے، 1960ء کی دہائی میں بھی دیہی علاقوں سے راسخ العقیدتی مکمل طور پر غائب نہ تھی، اور 1980ء کی دہائی سے اُس نے دینی مدارس کے" تیز پھیلاؤ" کی وجہ سے دیہی علاقوں میں تیزی سے اثر ورسوخ حاصل کیا ہے[346]۔ بہرحال، SSP کے لیے اس کے ابتدائی سالوں میں حمایت بنیادی طور پر پنجاب کے چھوٹے اور درمیانے درجے کے قصبوں سے حاصل ہوئی، جہاں جھنگ اُن کا ہیڈکوارٹر اور اہم گڑھ بنا رہا۔ یہ قابل ذکر ہے کہ اُس نے نہ صرف ناراض طبقوں کے حامیوں کو اپنی طرف متوجہ کیا بلکہ خوشحال تاجروں اور شہری متوسط طبقے کے دیگر ارکان کی طرف سے بھی بڑی مالی امداد حاصل کی[347]۔ پاکستان میں SSP اور ہم خیال سنی تنظیموں کے لیے بیرونی حمایت کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل ہے۔ SSP کے رہنماؤں نے ہمیشہ بیرونی مالی پشت پناہی سے انکار کیا ہے، لیکن سعودی عرب اور دیگر عرب خلیجی ممالک کی جانب سے 1980ء-88ء کی ایران کے خلاف جنگ کے دوران عراق کی حمایت کے لیے خرچ کی گئی رقم کو دیکھتے ہوئے[348]، کوئی محفوظ طریقے سے یہ فرض کرسکتا ہے کہ اسی عرصے کے دوران پاکستان میں " ایرانی انقلاب کو روکنے" پر دسیوں (شاید سینکڑوں) ملین ڈالر بھی خرچ کیے گئے ہیں[349]۔ اِس رقم سے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھانے والے بلاشبہ دیوبندی اور اہل حدیث دونوں فرقوں کے دینی مدارس تھے جو پورے ملک میں نئے سرے سے بنائے گئے یا بڑھائے گئے[350]؛ لیکن یہ فرقہ وارانہ تنظیموں کے کارکنان کی بھرتی کے ایک اہم میدان کے طور پر بھی کام کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ اکثر اپنے طلاب کو فوجی تربیت بھی دیتے ہیں۔

جہاں تک ضیاء حکومت اور اس کی خفیہ ایجنسیوں کی طرف سے عسکریت پسند فرقہ واریت کی مبینہ حمایت کا تعلق ہے[351]، اِس کے بہت کم ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ مرتضیٰ پویا، خمینی کے ایک سخت گیر حامی شیعہ رہنما، نے صریحاً ضیاء الحق کو بری الذمہ قرار دیا ہے، لیکن اِس کے بجائے اُنہوں نے الزام امریکہ اور اسرائیل پر ڈال دیا ہے[352]۔ یہ بات مشہور ہے کہ مارچ 1984ء میں قائم اور عروج پر پہنچنے والی ایم کیو ایم کو حکومت نے سندھ میں پی پی پی کے اثر ورسوخ کو کاؤنٹر کرنے کے لیے سہولت فراہم کی تھی[353] اور تقریباً بیک وقت پنجاب میں SSP

کا عروج TNFJ کو کاؤنٹر کرنے کا ایک ذریعہ آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ دوسری جانب، حق نواز اور دیگر SSP رہنماؤں کو پولیس کی جانب سے اکثر ہراساں کیا جاتا تھا اور اُنہیں قانونی عدالتوں میں متعدد مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا تھا[354]۔ حتیٰ کہ ضیا دور میں بھی انتظامیہ اور پولیس کے کچھ افسران SSP کے خلاف قانون نافذ کرنے پر آمادہ تھے[355]۔ لیکن ان کے بارے میں مروّجہ رویہ۔ انچارج اہلکاروں کے انفرادی خیالات پر انحصار کرتے ہوئے۔ لگتا ہے کہ یہ مداخلت کے بغیر چیزوں کو اپنا راستہ اختیار کرنے کے لیے چھوڑنے کی پالیسی ہے۔ جیسا کہ سابقہ عشروں میں ہوا تھا، صریح فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ، بشمول شیعوں کے خلاف تشدد کے مطالبات، کو ایسے افسران نے محض نظرانداز کیا جو یا تو خود فرقہ وارانہ تعصب کو ہوا دیتے تھے، یا فرقہ پرست جنونیوں کے غضب کا سامنا کرنے سے ڈرتے تھے[356]۔

واضح طور پر ضیاء الحق نے منظم شیعوں کے حوالے سے گاجر اور چھڑی (Carrot and Stick) کی پالیسی پر عمل کیا اور سنی انتہا پسندوں کو ڈھیلی لگام دینا اُن کی "لاٹھیوں" میں سے ایک سمجھا جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ 1985ء میں سمیع الحق کی قیادت میں جے یو آئی کا دھڑا سب سے اہم مذہبی جماعت تھی جو اب بھی اُن کی حکومت کی حمایت کر رہا تھا[357]۔ اِس لیے یہ منطقی بات تھی کہ SSP کی راہ میں بہت زیادہ رکاوٹیں نہ ڈالی جائیں، کیونکہ وہ جے یو آئی۔س سے قریبی طور پر وابستہ ہے۔ اُسی سال (13 جولائی)[358] کو "پرائیویٹ شریعت بل" پیش کرتے ہوئے جے یو آئی۔س نے مزید اسلامائزیشن کے لیے ضیاء پر اپنے وعدے پورے کرنے کے لیے دباؤ بڑھایا اور دس دیگر تنظیموں کے ساتھ مل کر "یونائیٹڈ سنی فرنٹ" (متحدہ سنی محاذ) تشکیل دیا۔ جنہوں نے راولپنڈی میں (4 اگست کو) ایک کنونشن میں پاکستان کو سنی ریاست قرار دینے اور حنفی فقہ کو عوامی قانون کے طور پر اپنانے کا مطالبہ دہرایا[359]۔

شیعہ عزاداری کے جلوسوں پر 1982ء سے شروع ہونے والے محرم اور دیگر مواقع پر حملے ایک بار پھر معمول بن گئے۔ محرم 1407 ہجری (6 ستمبر تا 5 اکتوبر 1986ء) میں سب سے زیادہ متاثر لاہور تھا۔ اُسی سال 9 محرم کو ایک چھوٹی تنظیم اسلامی پارٹی کے چیئرمین ڈاکٹر اسرار احمد نے[360] ایک تقریر سے شیعوں کو مشتعل کیا جس میں اُنہوں نے الزام لگایا کہ امام حسین کی شہادت اقتدار کی ایک جدوجہد کا حصہ تھی[361]۔ اِس کے بعد عاشورہ (15 ستمبر) کو شدید جھڑپیں ہوئیں اور شہر کے کچھ حصوں میں دس دن کے لیے کرفیو لگانا پڑا[362]۔ اُسی مہینے کراچی، راولپنڈی، ملتان اور پنجاب کے دیگر قصبوں میں بھی عزاداروں پر حملے ہوئے۔ سید عارف حسین الحسینی، جنہوں نے تمام متاثرہ مقامات کا دورہ کیا، دھمکی دی کہ "مستقبل میں عباس کا علم لگانے/ اُٹھانے والے اِس کا دفاع کرنے کے قابل ہو جائیں گے"[363]۔ شیعہ سیلف ڈیفنس کے لیے مسلح فورس بنانے کی خفیہ کوششیں 1986ء میں شروع ہوئیں، یہ وہ سال بھی تھا جب بہت سے پاکستانی شیعوں نے عراق کے خلاف ایران کی جنگ میں رضاکارانہ طور پر حصہ لیا[364]۔

شیعوں کے خلاف تمام پرتشدد حملوں میں حکومت کے براہِ راست ملوث ہونے کے بارے میں حسینی کے الزامات یقیناً مبالغہ آمیز تھے، لیکن کم از کم کچھ معاملات میں ایسے حملوں میں مقامی انتظامیہ اور دیگر حکام کی ملی بھگت تھی[365]۔ فرقہ وارانہ سوچ کی "انفیکشن" کی ایک قابل ذکر نمائش میں، پنجاب کے وزیر اعلیٰ نواز شریف نے 1987ء کے اوائل میں تمام ہائی رینکنگ شیعہ سرکاری ملازمین (گریڈ 17 یا اِس سے اوپر) کی تفصیلات جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ اقدام ایم پی اے منظور احمد چنیوٹی (جے یو آئی) کے اِستفسار کے جواب میں اُٹھایا گیا[366]۔ ضیاء الحق خود شیعہ فوجی جرنیلوں اور ججوں پر شک کرنے لگے[367]۔ دوسری طرف، انہوں نے پاکستانی سنیوں، سعودیوں اور امریکیوں

کے تمام دباؤ کے ساتھ ساتھ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، آئی ایس او حتیٰ کہ خود کچھ ایرانیوں کی اِشتعال انگیزیوں کے باوجود ایران کے ساتھ گرم جوش تعلقات برقرار رکھے۔ مثال کے طور پر، جولائی 1987ء میں ایران کے پاسداران انقلاب کے ارکان نے کراچی اور کوئٹہ میں 3 ایرانی جلاوطنوں کو ہلاک اور 18 کو زخمی کر دیا؛ چھ ماہ بعد اِن واقعات میں ملوث 30 ایرانیوں کو خاموشی سے ملک بدر کر دیا گیا[369]۔ SSP نے یہ بھی شکایت کی ہے کہ 1980ء کا وہ آرڈیننس جس میں صحابہ کو گالیاں دینے سے روکا گیا تھا، شاید ہی کبھی شیعہ مصنفین کے خلاف نافذ کیا گیا ہو[370]۔ [368]

24 مارچ 1987ء کو جماعت اہل حدیث کے اُس وقت کے سیکرٹری جنرل اور بریلویوں اور شیعوں کے خلاف سیاسی کتابوں کے مصنف احسان الٰہی ظہیر ایک بم دھماکے میں جان لیوا زخمی ہوئے[371]، جس میں مزید آٹھ افراد ہلاک اور تقریباً 100 زخمی ہوئے[373]۔ اِس خون ریزی کو فوری طور پر بنیاد پرست شیعوں سے منسوب کیا گیا، جب کہ TNFJ کے رہنما نے کسی بھی شیعہ کے ملوث ہونے کی تردید کی اور حکومت پر الزام لگایا کہ اُنہوں نے شریعت بل کے خلاف سخت مخاصمت کرنے پر ظہیر کو قتل کیا ہے[373]۔

حسینی نے اُس سال اسلامائزیشن پر سنیوں کے ساتھ کچھ مشترکہ ایجنڈا تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی[374]، 6 جولائی 1987ء کی TNFJ "قرآن وسنت کانفرنس" نے ملتان میں ایک اور "سنی کنونشن" (11 جولائی) میں اِس کی بازگشت پائی اگرچہ بہت چھوٹے پیمانے پر- جس میں جے یو آئی کے دونوں دھڑوں، SSP، TAS، سوادِ اعظم، اور کچھ چھوٹی دیوبندی تنظیموں نے شرکت کی[375]۔ اِس کا فوری سبب 19 جون کو لیہ ضلع میں حق نواز جھنگوی اور سولہ دیگر SSP ارکان کی گرفتاری تھی۔ 1985ء کے کوئٹہ واقعے پر TNFJ کے استحصال کی طرح[376]، تمام دیوبندی گروہ SSP کی کاز کے لیے فورسز میں شامل ہو گئے، اور چند ہفتوں میں حق نواز اور اُس کے ساتھیوں کی رہائی کو یقینی بنایا[377]۔

کرم ایجنسی میں تصادم (23 جولائی تا 3 اگست) اور 31 جولائی 1987ء کے مکہ قتل عام کے ساتھ فرقہ وارانہ کشیدگی انتہا پر پہنچ گئی[378]۔ اِن واقعات کے بعد حکام نے پچھلے سال کے مقابلے میں محرم 1408 ہجری (26 اگست تا 24 ستمبر 1987ء) میں سخت حفاظتی تدابیر اختیار کیں۔ مثال کے طور پر، کراچی میں سوادِ اعظم کے درجنوں ارکان کو گرفتار کیا گیا جب انہوں نے عاشورہ (4 ستمبر) کو ایک جوابی جلوس نکالنے کی کوشش کی۔ تاہم، 7 اکتوبر کو SSP کو کراچی میں اپنی پہلی "عظمت صحابہ کانفرنس" بلانے کی اجازت دی گئی، جس کے ایک ہفتہ بعد شیعہ چہلم کے جلوس پر حملے ہوئے[379]۔

ضیاء الحق کے دور کا آخری سنگین فرقہ وارانہ تصادم مئی 1988ء میں گلگت کے آس پاس ہوا۔ شمالی علاقہ جات، جس میں شیعہ اِثنا عشری اور اسماعیلی آبادی کی اکثریت ہے، 1980ء کی دہائی کے اوائل میں فرقہ وارانہ تصادم کے حساس مقامات میں سے ایک بن گیا، جہاں اگست 1982ء میں صوبہ سرحد کے قریبی ضلع چترال میں اسماعیلیوں کے خلاف سنیوں کے بڑے پیمانے پر حملے کے ساتھ آغاز ہوا[380]۔ 18-24 مئی 1988ء تک دیامیر ضلع سے کئی ہزار مسلح سنیوں کے لشکر، جن کو مبینہ طور پر صوبہ سرحد (کے پی) کے پناہ گزین کیمپوں میں رہنے والے افغانوں کی جانب سے حمایت تھی، نے گلگت کے قریب شیعہ دیہاتوں کو جلا دیا اور درجنوں دیہاتیوں کو اُس قصبے میں بڑی فوجی چھاؤنیوں کی جانب سے بلا روک ٹوک قتل کر دیا۔ وزیر امور کشمیر و شمالی علاقہ جات سید قاسم شاہ کے ساتھ ساتھ صوبہ سرحد کے سابق صوبائی

وزیر مولانا عبدالباقی بھی اِس شرمناک واقعے میں براہ راست ملوث تھے[381]۔

جھنگ میں SSP اتنی مضبوط ہوئی کہ حق نواز پنجاب میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے والے غریب حسب نسب سے تعلق رکھنے والے پہلے شخص تھے، جو نومبر 1988ء میں سیدہ عابدہ حسین سے محض 7000 ووٹوں کے فرق سے ہار گئے[382]۔ فروری 1990ء میں اُن کے قتل کے بعد جھنگ ایک مستقل تکلیف دہ جگہ بن گیا اور ایک خونی شیعہ سنی انتقام پنجاب کے بیشتر اضلاع اور پاکستان کے دیگر حصوں میں پھیل گیا[383]۔

7

عبوری جمہوری دہائی، 1988ء-1999ء

TNFJ سے TJP تک: عملیت پسندی کی جانب واپسی

6 اگست 1988ء کو سید عارف حسین الحسینی کی نماز جنازہ پشاور میں ادا کی گئی، لیکن کچھ رشتہ داروں نے اُن کی تدفین اُن کی شہادت کی جگہ کے بجائے اُن کے آبائی گاؤں میں کرنے پر اصرار کیا، جس کی TNFJ کے قائدین اور آیت اللہ احمد جنتی[1] کی قیادت میں ایرانی وفد دونوں کی جانب سے حمایت کی گئی۔ صوبہ سرحد (کے پی) کی حکومت اور ضیاء الحق نے، اپنی طرف سے، قصبے میں شیعہ زیارت مقام نہ بنانے پر بضد تھے۔ لیکن ضیاء نے اب حسینی کی تعریف "مسلم اتحاد کے علمبردار" کے طور پر کی اور یہاں تک کہ پشاور میں ہونے والی تقریب میں بھی شرکت کی، بہت سے شرکاء کے غصے کو برداشت کرتے ہوئے جنہوں نے شروع سے ہی اِس قتل میں اُن کے ملوث ہونے کا شبہ ظاہر کیا تھا[2]۔

اُسی دن، TNFJ ورکنگ کونسل نے پشاور میں حسینی کے جانشین کے انتخاب کے لیے اجلاس کیا۔ صفدر حسین نجفی نے سید ساجد علی نقوی کو تجویز کیا، جو 1986ء سے TNFJ کے سینئر نائب صدر تھے، اور پھر متفقہ طور پر خوش آمدید کہا گیا[3]۔ وہ 1999ء تک مرکزی دھارے کی شیعہ تحریک کے بلا مقابلہ رہنما رہے جب اُن کے مخالفین نے تنظیم میں ایک اور تقسیم کو اُبھارا[4]۔ اگرچہ ساجد علی 1978ء-79ء کے انقلاب کے بعد سے "ایرانی خط" کے قریبی پیروکار تھے، لیکن وہ حسینی کے مقابلے میں کم پرجوش تھے اور یوں سیاست اور سمجھوتہ کے دَور کے لیے زیادہ موزوں تھے، جسے ضیاء الحق اور آیت اللہ خمینی دونوں کی موت کے بعد فالو کرنا تھا۔ وہ پنڈی گھیب تحصیل (ضلع اٹک) کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں 1940ء میں پیدا ہوئے، انہوں نے اپنی دینی تعلیم ملتان میں اپنے چچا سید گلاب علی شاہ کے جامعہ مخزن العلوم میں حاصل کی[5] جہاں وہ 1958ء سے 1970ء تک بطور انسٹرکٹر رہے۔ اِس کے بعد وہ نجف (1970ء-75ء) اور قم (1975ء-78ء) چلے گئے اور واپسی پر راولپنڈی میں مدرسہ آیت اللہ الحکیم کے پرنسپل بن گئے[6]۔ وہ مفتی جعفر حسین کی قیادت میں TNFJ سپریم کونسل کے رکن رہ چکے تھے اور 1980ء کے اسلام آباد کنونشن کی تیاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا لیکن دوسرے پہلوؤں سے اُنہوں نے خود کو کم پروفائل میں رکھا ہوا تھا، اِس کے بعد سرگودھا میں ایگزیکٹو کمیٹی کے اجلاس سے بھی وہ غیر حاضر رہے[7]۔ دسمبر 1983ء میں انہوں نے راولپنڈی میں ہونے والے اجلاس میں شرکت کی جس میں سید حامد علی موسوی کو TNFJ کا سربراہ بنانے کی تجویز پیش کی[8]، لیکن بھکر میں حسینی کے انتخاب سے پہلے اُنہوں نے مؤخر الذکر کی حمایت کی تھی۔ 1988ء تک وہ حسینی کے قاتلوں کی مبینہ ہٹ لسٹ میں شامل ہونے کے لیے کافی اہم ہو گئے تھے[9]۔

حسینی کی موت کے بعد پہلے سالوں میں TNFJ کے آفس ہولڈرز کے اوپری ترتیب میں کچھ تبدیلیاں کی گئیں۔ ساجد علی نے 1993ء تک سید وزارت حسین کو اپنا سیکرٹری جنرل بنائے رکھا پھر اُن کی جگہ انور علی اخوندزادہ کو لے لیا گیا[10]، اور وہ ڈاکٹر محمد علی نقوی[11]، سید افتخار حسین نقوی[12] اور یعقوب علی توسلی[13] جیسے تجربہ کار منتظمین پر انحصار کرتے رہے۔ TNFJ کے اندرونی حلقوں میں ایک نیا چہرہ منیر حسین گیلانی تھا، جو 1988ء سے 1993ء تک ساجد علی کے سیاسی مشیر بنے تھے[14]۔ انداز کی ایک اور ابتدائی تبدیلی ضیاء الحق کی موت

کے بعد اُن کا پریس بیان تھا، جسے اُنھوں نے" اپنے ملک اور اُمہ کیلئے ایک بہت بڑا نقصان" قرار دیا[15]۔

1988ء کے موسم خزاں میں TNFJ کے لیے ایک فوری چیلنج 1977ء کے بعد پہلی آزاد پارلیمانی انتخابی مہم تھی۔ نئے انتخابات (16 اور 19 نومبر) کی تاریخیں ضیاء الحق نے 20 جولائی کو پہلے ہی طے کر دی تھیں۔ 2 اکتوبر کو، ضیاء کی موت کے چھ ہفتے بعد، سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ تمام سیاسی جماعتوں کو شرکت کی اجازت ہونی چاہیے۔ اگرچہ TNFJ ابھی تک سیاسی جماعت کے کردار کے لیے تیار نہیں تھی اور پی پی پی کے ساتھ انتخابی اتحاد کرنے میں ناکام رہی[16]، پارٹی نے متعدد حلقوں سے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات لڑنے کا فیصلہ کیا[17]۔ لیکن بالکل اسی طرح جیسے 1970ء میں پاکستان کے شیعوں کی اکثریت نے شاید پی پی پی کو ووٹ دیا تھا، اور شیعہ گڑھ علاقوں میں بھی TNFJ کے امیدواروں نے ایک سیٹ بھی نہیں جیتی تھی[18]۔ TNFJ کے کچھ حامیوں نے اِسے فخر کی بات سمجھا کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایک حقیقی شیعہ تنظیم نے اپنے ایجنڈے کے ساتھ قومی سیاست میں مکمل طور پر حصہ لیا[19]۔ لیکن ساجد علی نے" فرقہ وارانہ مقابلے" کے تاثر سے بچنے کو ترجیح دی[20]۔

اگر TNFJ کی 1988ء کے انتخابات پر کوئی خاص اثر ڈالنے میں ناکامی غیر متوقع نہیں تھی، تو اِن کا ایک اور قسم کا بھیانک اثر بھی تھا: TNFJ، جس کی بنیاد ضیاء الحق کی کچھ کارروائیوں کے ردعمل کے طور پر رکھی گئی تھی اور آمر کے خلاف پروپیگنڈہ اور" سامراج کی کاسہ لیسی" 1984ء سے اِس کی سیاسی گفتگو کا جوہر کزتھی، اب اِسے بے نظیر بھٹو کی جمہوری طور پر منتخب حکومت کا سامنا کرنا پڑا جو سنی اسلامائزیشن کی بجائے سیکولرازم کی وکالت کر رہی تھی[21]۔ ایران عراق جنگ کے خاتمے (20 اگست 1988ء) اور بعد ازاں خمینی کی وفات (3 جون 1989ء)، کے بعد ایران کے حکمرانوں کا مغرب اور اُن کے عرب پڑوسیوں کی طرف زیادہ غیر استدلالی سوچ بھی پاکستان میں شیعوں کو متحرک کرنے کے لیے TNFJ کو انتہائی ڈرامائی بین الاقوامی ایشوز سے بھی محروم کر رہی تھی۔ اگرچہ ساجد علی نقوی کی قیادت میں TNFJ/TJP کافی حد تک فلسطین، لبنان اور دیگر بین الاقوامی ایشوز پر قابض رہی[22]، یہ واضح تھا کہ نئی ترجیحات طے کرنا ہوں گی اور نئے مسائل تلاش کرنا ہوں گے۔

1988ء-93ء کے دوران TNFJ کے لیے سب سے اہم مسائل میں سے ایک حسینی کے قتل کی سازش کا مکمل انکشاف اور تمام مجرموں کو سزا دینے کی جدوجہد تھی۔ لیکن اگرچہ اصل قاتل، تحصیل نوشہرہ (NWFP) کے گاؤں سے تعلق رکھنے والا ایک جمیل اللہ اور اُس کے کئی ساتھیوں کو ستمبر 1988ء میں پہلے ہی پکڑا گیا تھا[23] اور تفصیلی اعترافات ہو گئے تھے، اور TNFJ کے تمام دباؤ کے باوجود متعدد مظاہروں اور پروپیگنڈہ مہموں کے ذریعے کیس، سچ کو چھپانے اور عدل وانصاف سے اِنکار کی شرمناک مشق میں بدل گیا۔ پشاور پولیس کی ایک خصوصی تفتیشی ٹیم نے گینگ کے سرغنہ سراج کے گاؤں ترنگزئی (ضلع چارسدہ) سے ملنے والے اشارے کی بدولت کرائے کے قاتلوں کو تیزی سے گرفتار کرلیا، جو جنرل فضل حق (صوبہ سرحد کے گورنر 1978ء) اور اُن کے بھائی ہاشم خان کا طویل عرصے سے" سیاسی کارکن" رہا تھا[24]۔ دونوں کو بظاہر حسینی (اور اِن کے بعد TNFJ کے تین دیگر سرکردہ ارکان)[25] کو قتل کرنے کی ہدایات کا مکمل علم تھا، جو ضیاء الحق کی سیکیورٹی ٹیم کے رکن کیپٹن ماجد رضا گیلانی نے سراج اور اُس کے ساتھیوں کو پہنچائی تھیں[26]۔ کسی بیرونی ملک کی جانب سے چاہے عراق ہو، سعودی عرب یا امریکہ[27]۔ ہاشم خان، گیلانی اور سراج کو ساتھ لے کر آیا اور دونوں نے قتل کی تیاریوں کے دوران مشترکہ طور پر فضل حق سے

ملاقات بھی کی[28]۔ 8 جون 1989ء کو، جب سراج کی حلفی شہادت پریس میں شائع ہوئی تو تب عوام کو معلوم ہوا[29]۔ ابتدائی نو مہینوں کے دوران پکڑے گئے مجرموں کے اعترافات کو چھپانے کی تمام تر کوششیں کی گئیں اور تفتیشی ٹیم کے ایک مستعد شیعہ رکن عبدالعلی خان بنگش کو قتل کر دیا گیا[30]۔ جونہی اہم حقائق منظر عام پر آئے تو TNFJ نے فضل حق اور ہاشم خان کی گرفتاری کے لیے دباؤ ڈالا۔ مؤخرالذکر کو 24 جون کو جب اُس کی درخواستِ ضمانت مسترد ہوئی تو پشاور کے ایک کمرۂ عدالت سے فرار ہونے کی اجازت دی گئی۔ اِس کے بعد اُس نے سعودی عرب فرار ہونے سے پہلے پنجاب میں چیمہ اور چوہدری زمیندار خاندانوں اور آزاد کشمیر کے وزیر اعلیٰ سردار عبدالقیوم کے ہاں مہمان کی حیثیت سے کچھ وقت گزارا۔ وہاں سے وہ فروری 1991ء میں واپس آیا اور اُسے گرفتار کر لیا گیا لیکن اُسی سال 10 اگست کو اُسی بری کر دیا گیا[31]۔ فضل حق نے بھی صوبہ سرحد (کے پی) کے جسٹس سے پنجاب میں پناہ مانگی، جس پر ضیاء الحق سے متوسّل نواز شریف کی حکومت تھی32۔ امریکہ میں سیاسی پناہ کی درخواست مسترد ہونے کے بعد، وہ لاہور فرار ہو گئے اور 12 جولائی 1989 کو لاہور ہائی کورٹ سے انہیں عارضی ضمانت مل گئی۔ پشاور واپس آ گئے، تاہم، وہ اپنی ضمانت میں توسیع کرانے میں ناکام رہے اور 22 جولائی کو گرفتار کر لیا گیا[33]۔ اِس کے بعد اُن کے وکلاء نے سپریم کورٹ کے لاہور بنچ میں درخواست دائر کی، جب کہ اُن کے اہل خانہ نے سپاہ صحابہ جیسے گروہوں سمیت، اِس مقصد کے لیے سڑکوں پر لانے کے لیے تیار کیا۔ TNFJ کی جانب سے کیے گئے استغاثہ کے وکیل شوکت علی کو پنجاب حکومت نے ہراساں کیا اور 4 اکتوبر کو فضل حق کیس کی سماعت شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی اُن کا تبادلہ کرنا پڑا[34]۔

اُس وقت، بھٹو کے ایک وزیر (مختار احمد اعوان) کو ملتان میں قتل کے ایک ٹرائل[35] اور اُن کی پوری حکومت کو قومی اسمبلی میں تحریک عدم اعتماد سے بچانے کے لیے سیاسی "ہارس ٹریڈنگ" زوروں پر تھی، جو بالآخر یکم نومبر کو ناکام ہو گئی[36]۔ چھ روز قبل سپریم کورٹ کے لاہور بینچ نے فضل حق کو ضمانت دی تھی[37]۔ بظاہر اِس نازک موڑ پر اُن کی رہائی کو یقینی بنانے کے لیے پیپلز پارٹی کے ساتھ کوئی خفیہ معاہدہ ہوا تھا[38]۔ فضل حق کو صدر غلام اسحاق خان سے بھی تحفظ حاصل تھا، جن کے سیاسی کیریئر میں اُنہوں نے پچھلے سالوں میں سہولت فراہم کی تھی[39]۔ اُس کی رہائی کے بعد، اُس نے حسینی کے قتل میں ملوث ہونے کے الزام سے خود کو صاف کرنے کی پوری کوشش کی، یہاں تک کہ کچھ شیعہ مذہبی شخصیات کی خدمات بھی خریدیں[40]۔ نومبر 1990ء میں فضل حق ایک بار پھر صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے لیکن 3 اکتوبر 1991ء کو اُنہیں قتل کر دیا گیا۔ اُن کے بیٹے نے فوری طور پر ساجد علی نقوی، انور علی اخوندزادہ (اس وقت صوبہ سرحد میں TNFJ کے صوبائی سیکرٹری جنرل) اور ایرانی قونصل جنرل حامد رضا شیر خدائی پر قتل کی سازش کا الزام لگایا، لیکن TNFJ کے حامیوں کے علاوہ مشتبہ افراد میں مہمند ٹرائبل ایجنسی کے سیاسی حریف بھی شامل تھے[41]۔

جنوری 1992ء کو جمیل اللہ اور گینگ کے تین دیگر ارکان جنہیں حسینی کے قتل کے لیے اُجرت پر لیا گیا تھا، کا ٹرائل پشاور کی ایک سیشن عدالت میں شروع ہوا۔ اِس کے فوراً بعد کیپٹن ماجد گیلانی، جسے پولیس تین سال سے زائد عرصے سے تلاش کر رہی تھی، کو گرفتار کر لیا گیا اور اِس میں دیگر اعلیٰ شخصیات کے ملوث ہونے کے انکشافات کیے جنہیں عوامی طور پر ظاہر نہ کیا گیا[42]۔ گیلانی کے ذریعے حسینی قتل کی سازش میں ملوث ہونے والوں میں صوبہ سرحد کے سابق وزیر مذہبی اُمور مولانا عبدالباقی (جے یو آئی) بھی شامل تھے43۔ گیلانی، جو ابتدا میں "مکمل سچائی ظاہر کر کے اپنے ضمیر کو صاف کرنے" کا خواہشمند تھا، اُس نے عدالت میں اپنے اعترافی بیانات کے مسخ شدہ ورژن کی تصدیق

کرنے سے انکار کر دیا، وہ اپنی ہوشمندی کے امتحان میں پیش ہونے کے بعد دل کی مکمل تبدیلی سے گزر گئے اور مبینہ طور پر اُس نے کچھ اعلیٰ شخصیات سے ملاقاتیں کیں جن میں صدر غلام اسحاق خان بھی شامل تھے۔

اپریل 1993ء میں اُس نے اپنے سابقہ عتراف جرم کو منسوخ کر دیا، اور اہم گواہ سراج نے اچانک اُسے نہ پہچاننے کا بہانہ کر دیا[44]۔ 31 جولائی 1993ء کو اِس مقدمے کا شرمناک انجام اُس وقت ہوا جب سیشن جج فضل الرحمان نے تمام ملزمان کو بری کر دیا، حتیٰ کہ قتل کا اقرار کرنے والے قاتل جمیل اللہ بھی[45]۔ TNFJ نے اِس فیصلے کے خلاف اپیل کی، لیکن کیس مزید اٹھارہ سال تک چلتا رہا، یہاں تک کہ 2011ء میں پشاور ہائی کورٹ نے اپیل کو بالآخر مسترد کر دیا۔ اُس وقت، سابقہ دس ملزمان میں سے صرف تین زندہ تھے[46]۔

حسینی قتل کیس کو ہینڈل کرنے سے نہ صرف پاکستان مسلم لیگ کی مبینہ طور پر جرم پر اُکسانے والوں کے ساتھ کچھ ملی بھگت ظاہر ہوئی بلکہ پی پی پی کی طرف سے بھی دلچسپی کا کافی فقدان نظر آیا، جس نے اگست 1990ء تک وفاقی اور صوبہ سرحد (کے پی) دونوں کی صوبائی حکومتوں کی سربراہی کی۔ اِس لیے TNFJ کو اِس بات کا خدشہ تھا کہ 1988ء کے انتخابات میں اپنی پہلی ناکام کوشش کے بعد اُسے کن اتحادیوں کے ساتھ سیاسی کھیل میں حصہ لینا چاہیے۔ دسمبر 1989ء میں ساجد علی نقوی نے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے سابق پروفیسر طاہر القادری کی دعوت کے حق میں جواب دیا جنھوں نے اُسی سال مئی میں ایک سہ فریقی سیاسی اتحاد کے بارے میں بات چیت کے لیے پاکستان عوامی تحریک کی بنیاد رکھی تھی[47]، جس میں اصغر خان کی تحریک ستقلال بھی شامل تھی۔ تینوں رہنماؤں کی پہلی ملاقات 29 دسمبر کو ہوئی، اِس کے بعد مشترکہ اعلامیہ 9 جنوری 1990ء کو شائع ہوا (اِقتباسات):

ملک کی موجودہ مخدُوش سیاسی، معاشی اور سماجی صورتحال میں ایک ایسی سیاسی قوت کو لانے کی اشد ضرورت ہے جو ایماندار اور فعال ہو، جس کی فکر اور پروگرام قرآن و سنت پر مبنی ہو، جو انقلابی ہو، فلاح و بہبود پر مبنی ہو اور جمہوری طریقے سے کام کرنے والی ہو؛ جو سیاست کو کاروبار کی بجائے عوام کی خدمت کی ضرورت سمجھتی ہو؛ جس کا آغاز سیاسی انقلاب سے بھرپور جدوجہد سے شروع ہو جو استحصالی اور ناکارہ طبقے کو بااصول، قابل اور مخلص لوگوں تک منتقل کرے، جس سے ایک ایسا انقلاب برپا ہو گا کہ پاکستان کو ایک عظیم اسلامی جمہوری فلاحی ریاست بنا دے گا۔۔۔

ہم پاکستان کے مظلوم اور محروم عوام سے موجودہ جابرانہ، استحصالی اور سامراجی نظام کے خلاف اس عظیم جہاد میں شامل ہونے کی اپیل کرتے ہیں۔ اِس سلسلے میں پہلا تاریخی انقلابی جلسہ 2 مارچ 1990ء کو مینارِ پاکستان لاہور میں منعقد ہو گا۔۔۔[48]

نئے اتحاد کو" برصغیر پاک و ہند میں مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان تعلقات میں ایک سنگ میل" کے طور پر پیش کیا گیا[49]، اس نے 19 نکاتی "پاکستان کو ایک جدید اسلامی جمہوری فلاحی ریاست میں تبدیل کرنے کے لیے انقلابی پروگرام" بھی پیش کیا۔ اِس میں

"قرآن وسنت کی مکمل حکمرانی" (1)، "سامراجی تسلط" کا خاتمہ (2)، تمام شہریوں کے لیے تعلیم اور صحت کی خدمات کی فراہمی (7)، بے روزگاری، لاقانونیت، کرپشن، ناانصافی اور دیگر برائیوں کا خاتمہ شامل تھا۔ فرقہ وارانہ، لسانی اور علاقائی جنونیت (12)، اور "اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ"[50]۔ اِس طرح کی بلند بانگ بیان بازی اُس وقت پاکستان کے سیاسی گروہوں میں تقریباً معیاری تھی، جن میں وہ "ظالم" بھی شامل تھے جن سے دستخط کرنے والے چھٹکارا چاہتے تھے۔ لاہور میں جلسۂ عام کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا اور سہ فریقی اتحاد کو کچھ مہینوں کے بعد تقریباً فراموش کر دیا گیا[51]، حالانکہ اِس کے اراکین 1990ء کی دہائی کے بیشتر عرصے میں ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات پر قائم رہے۔

6 اگست 1990ء کو صدر کی طرف سے بے نظیر بھٹو کی حکومت اور تمام اسمبلیوں کی برطرفی نے TNFJ کو سیاست میں آنے کا ایک بہتر موقع فراہم کیا۔ 1988ء کے برعکس، پی پی پی کو اب اتحادیوں کی ضرورت تھی اور اُس نے بالترتیب 24 اور 27 اکتوبر کو قومی اور صوبائی انتخابات لڑنے کے لیے پاکستان ڈیموکریٹک الائنس (PDA) تشکیل دیا[52]۔ 30 اور 31 اگست کو ساجد علی نقوی نے اسلام آباد میں آصف علی زرداری اور فاروق لغاری سمیت پیپلز پارٹی کے رہنماؤں سے ملاقات کی اور تعاون پر اصولی معاہدہ کیا[53]۔ TNFJ نے PDA کی انتخابی مہم میں بھرپور حصہ لیا اور اِسے کچھ حلقوں میں PDA کے ٹکٹ الاٹ کیے گئے[54] لیکن اس کے اُمیدواران انتخابات میں PDA کی عام شکست کا شکار ہو گئے۔[55] بھٹو کی طرح، ساجد علی نقوی نے بھی فاتح آئی جے آئی کی طرف سے انتخابات میں مبینہ دھاندلی کے خلاف احتجاج کیا، لیکن اُنہوں نے TNFJ کے حامیوں سے پرسکون رہنے اور صبر کرنے کی اپیل کی[56]۔ انتخابات کی تاریخ سے پہلے ڈاکٹر محمد علی نقوی نے پیش گوئی کر دی تھی کہ TNFJ-PPP کا اتحاد قلیل المدت رہے گا، کیونکہ PPP نہ تو امریکہ کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی فرقہ پرست سنی ملاؤں کا؛ پھر بھی یہ اتحاد TNFJ کے لیے فائدہ مند ہو گا، کیونکہ یہ "فرقہ وارانہ اُفق سے اُوپر بلند ہو گا" اور پاکستان میں "سیاسی منظرنامے کا حصہ" بن جائے گا[57]۔

ساجد علی نقوی کے ابتدائی سالوں میں TNFJ کے لیے تیسرا اہم مسئلہ سیاسی عزائم اور حسینی قتل کیس کے علاوہ فرقہ وارانہ تشدد تھا۔ فروری 1990ء میں حق نواز جھنگوی کے قتل کے بعد سے یہ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا اور اِس کے بعد سے پاکستان کے شیعوں کے لیے سب سے بڑا مسئلہ بن گیا تھا[58]۔ فیصل آباد میں TNFJ سپریم کونسل کے اجلاس (11-12 مئی 1990ء) کے دوران جھنگ اور دیگر کئی مقامات پر حالیہ فرقہ وارانہ حملوں کے بارے میں رپورٹس سننے کے بعد، شرکاء اس نتیجے پر پہنچے کہ اِن تمام معاملات میں حکام نے اپنی نااہلی اور شیعوں کے ساتھ تعاون کرنے پر ناخوشی ظاہر کی تھی۔ اس لیے ایک "مرکزی جعفریہ فنڈ" اور "مرکزی دفاعی کونسل" بنانے کا فیصلہ کیا گیا تاکہ غیر متوقع واقعات پر فوری ردعمل کا اظہار کیا جا سکے، پاسبانِ اسلام کو مضبوط کیا جا سکے[59]، TNFJ کے اراکین کے لیے ہتھیاروں کی خریداری اور فوجی تربیت، اور انہیں سیلف ڈیفنس کا جذبہ سکھائیں۔ "وہابیت" کا مقابلہ کرنے کے لیے پروپیگنڈے کے تمام ذرائع استعمال کیے جائیں، جبکہ ساتھ ہی TNFJ کو فرقہ واریت کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے "اتحادِ مسلمانان" کے لیے کام کرنا ہو گا[60]۔ 12 جولائی 1990 کو TNFJ نے 1400 ویں (ہجری) عید الغدیر کے موقع پر راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ایک بڑا جلسہ کرنے کا منصوبہ بنایا گیا[61] لیکن اِس کی اجازت نہ دی گئی۔ اپنی تقریر میں ساجد علی نقوی نے امام بارگاہ یادگارِ حسینی (سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی)، جہاں مرکزی تقریبات منتقل

کی گئی تھیں، میں فرقہ واریت کے مسئلے کو یوں مخاطب کیا (اقتباسات):

ماضی قریب میں ہم نے بہت قربانیاں دی ہیں ... اور بہت زیادہ خاموشی اختیار کی ہے۔ غیرت کا احساس رکھنے والے لوگوں کے لیے خاموش رہنا بہت مشکل ہے۔ ہم نے ہر قسم کی ذاتی توہین برداشت کی ہے لیکن ہم اہل بیت کے خالص شیعہ مذہب کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ اور پھر بھی ہم نے تحمل اور بردباری کے ساتھ ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہمیں توقع تھی کہ یہاں کی حکومتیں اپنی ذمہ داریاں نبھائیں گی اور قانون کا نفاذ ہوگا۔ اب دیکھتےہینکیا ہوتا ہے؟ اِس ملک میں انارکی کا دَوردورہ ہے۔ گیارہ سالہ آمریت میں ہمارے گھر جلائے گئے، ہمارے گاؤں لوٹے گئے، ہماری حرمتیں تباہ ہوئیں اور ہمارے سیکڑوں لوگ شہید ہوئے۔ گزشتہ گیارہ سالوں میں آمریت کے خلاف اتنی قربانیاں اور جدوجہد کسی اور جماعت نے نہیں کی جتنی TNFJ نے کی۔ ہمیں توقع تھی کہ جمہوریت کے آنے سے ملک کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ امن و امان کے مسائل ہیں، معیشت کے، سیاسی بدعنوانی کے، تمام کو حل کرنا ہے۔ اور ہمیں توقع تھی کہ ہمارے بنیادی حقوق، ہمارے مذہبی حقوق، ہمارے آئینی حقوق، ہمارے انسانی حقوق مل جائیں گے۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ جو حکومتیں برسراقتدار آئیں وہ ہماری توقعات پر پورا نہیں اُتریں۔

صوبائی حکومتیں ہوں یا مرکزی حکومت، یہ حکومت ایک ملا پر بھی قانون نافذ نہیں کر سکتی۔۔۔اگر ایک ملا پر قانون نافذ نہیں کر سکتی تو پورے ملک میں قانون کیسے نافذ کرے گی[62]؟

یہ تقریر خاص طور پر TNFJ کے پی پی پی کے ساتھ انتخابی اتحاد میں شامل ہونے سے دو ماہ قبل منعقد ہوئی تھی (اوپر ملاحظہ کریں)۔ 23 اگست 1990ء کو ایک تقریر میں ساجد علی اور زیادہ واضح ہو گئے (اقتباسات):

TNFJ کے پلیٹ فارم سے اب تک کسی بھی فرقے کے مسلمان کو کافر نہیں کہا گیا۔ (اگر کسی شیعہ نے کسی دوسرے کو کافر کہا ہے تو اس نے انفرادی طور پر عمل کیا ہے۔) اگر ہم میں سے کسی نے ایسا کیا ہے تو اُس نے کئی بار سوچا ہوگا۔ عالمی سامراج ہماری تحریک کو اسلامی انقلاب کی راہ سے ہٹانے کے لیے ہمارے خلاف فرقہ واریت کا زہر استعمال کر رہا ہے... ہم نے اِس پرتشدد ماحول اور نازک حالات میں کبھی صبر کا دامن نہیں چھوڑا، لیکن ہم کب تک صبر اور قربانیاں پیش کر سکتے ہیں؟ اس ملک میں قانون کا نفاذ نہیں ہو رہا۔ کچھ چھپے ہاتھ ہیں جو جب چاہیں قتل اور جارحیت کر سکتے ہیں... اِن میں سے کچھ تنظیمیں شہید حسینی کے قتل میں ملوث رہی ہیں۔ پچھلے دو سالوں میں بدلہ لینا آسان ہوتا لیکن ہم نے خود کو ملک کے قانون کے مطابق چلنے دیا ... اب

تک کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلا۔ اگرانتشار کا زہر مزید پھیلا تو دوسرے بھی اِس سے بچ نہیں پائیں گے[63]۔

اگرچہ 1990ء کی دہائی میں شیعوں کے خلاف تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوتا تھا،لیکن ساجد علی عسکریت پسند فرقہ واریت کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے بنیادی طور پر مفاہمت کا رویہ بھی ترک نہیں کیا۔ پہلے ہی جنوری 1990ء میں، سید علی خامنہ ای نے، جب ساجد علی کو پاکستان میں اپنا وکیل مقرر کیا تھا، تو اُنہوں نے بڑی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھنے اور شیعہ سنی اتحاد کے لیے کوشش کرنے کی تلقین کی تھی[64]۔ اگرچہ ISO اور TNFJ کے بہت سے سخت گیر نوجوانوں نے اُن کی معتدل لائن کو سراہا نہیں تھا، جنہوں نے 1993ء میں SSP اور دیگر شدت پسند سنی گروپوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عسکریت پسند تنظیم سپاہِ محمد کی بنیاد رکھی تھی[65]، بلاشبہ یہ ایک ٹھوس حکمت عملی تھی، جس نے پاکستان میں شیعوں کی آبادی کی پریشان کن خطرناک صورتحال کو ظاہر کیا تھا۔ بعض اوقات اِس کے معقول نتائج بھی برآمد ہوئے۔ ایک مثال TNFJ کی کامیابی تھی کہ" شریعت بل" میں اِس طرح ترمیم کی گئی کہ 1991ء میں اِس کے نفاذ کے وقت اِسے شیعوں کی قانونی حیثیت کے لیے خطرہ نہیں سمجھا گیا۔

1985ء سے جے یو آئی کا" پرائیویٹ شریعت بل" اور 1986ء میں حکومت کی طرف سے پیش کردہ متبادل ورژن دونوں کی TNFJ نے حنفی سنی تعصب کی وجہ سے سخت مخالفت کی تھی[66]۔ پھر جون 1988ء میں ضیاء الحق، جنہوں نے جونیجو حکومت کو برطرف کرنے کے لیے" اسلامائزیشن میں تاخیر" کو ایک بہانہ بنایا تھا، نے ایک نام نہاد شریعت آرڈیننس جاری کیا۔ یہ اُن کی موت سے دو دن پہلے نافذ العمل ہوا لیکن فروری 1989ء میں اِس کی میعاد ختم ہوگئی، کیونکہ پیپلز پارٹی کی حکومت اِسے قومی اسمبلی سے منظور کرانے میں دلچسپی نہیں رکھتی تھی۔ 1990ء کی انتخابی مہم کے دوران، IJI نے" اِس ناکامی کا ازالہ" کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اِس طرح نواز شریف نے نومبر 1990ء میں وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد اِس مسئلے کو نمٹا دیا[67]۔ لیکن شریف خود سنی مذہبی جماعتوں کو بھی کوئی اضافی فائدہ نہیں دینا چاہتے تھے، اور اُنہوں نے اِس بات کو یقینی بنایا کہ اصل بل کو تسلیم کرنے سے باہر کر دیا جائے[68]۔ اُنہوں نے ساجد علی نقوی سے اُن کی تجاویز بھی سنیں۔ TNJF کے مطالبے کے جواب میں، تمام تسلیم شدہ مسلم مکاتب فکر کو نام کے ساتھ درج کیا گیا، اور آئین کے آرٹیکل 227- جس میں صرف مختلف فرقوں کے پرسنل لاء کا ذکر تھا- کو 16 مئی 1991ء کو شریعت بل کی منظوری کے ساتھ ہی منسوخ کر دیا گیا[69]۔

اُس کامیابی کے علاوہ، تاہم، نواز شریف بطور وزیر اعظم کی پہلی ٹرم (1990-93) کے دوران TNFJ پر دباؤ بڑھ گیا۔ IJI نے SSP کو سیاسی عزت دلانے میں اپنا حصہ ڈالا، جس نے اکتوبر 1990ء کے انتخابات میں اپنے امیدوار اسرار الحق قاسمی کو جھنگ سے قومی اور صوبائی اسمبلی دونوں نشستیں جیتنے میں مدد فراہم کی[70]۔ قاسمی کے قتل کے بعد جنوری 1991ء میں- انتخابات میں چودہ ماہ کی تاخیر ہوئی لیکن ایک بار پھر SSP کے امیدوار اعظم طارق نے کامیابی حاصل کی[71]۔ اگرچہ اُس وقت تک نواز شریف SSP کی بنیادی تنظیم JUI-S سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے اور مسلم لیگ کے دو امیدوار طارق کے خلاف انتخاب لڑ چکے تھے[73]، شریف حکومت اور اُن کی پارٹی کے آدمی غلام حیدر وائیں (1990ء-93ء) کی پنجاب صوبائی حکومت میں جھنگ اور دیگر جگہوں پر فرقہ وارانہ تشدد کی بڑھتی ہوئی لہر کو روکنے کے لیے سیاسی عزم اور اخلاص کا فقدان تھا۔ ضیاء الحق کی طرز پر، جنہوں نے سنی مذہبی جماعتوں کو پیپلز پارٹی کے خلاف چھڑی کے طور

پر استعمال کیا تھا، شریف اپنے بنیادی سیاسی حریف کو دور رکھنے کے لیے مذہبی لابی کو رجھانے میں مائل رہے۔ تاہم، 1992ء کے موسم خزاں میں، اُن کی وزارتِ داخلہ نے اشارے دیے کہ حکومت ”فرقہ واریت کو فروغ دینے والی تنظیموں“ پر پابندی لگانے پر غور کر رہی ہے جو نہ صرف SSP بلکہ TNFJ اور ISO کو بھی متاثر کرے گی[74]۔ نومبر 1992ء میں TNFJ کے نام سے ”نفاذ فقہ جعفریہ“ کا حوالہ ہٹانے اور تنظیم کا نام تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) رکھنے کے فیصلے کی ایک وجہ یہ تھی۔ ایک اور حقیقت یہ تھی کہ پاکستان میں اقتدار کے لیے مقابلہ کرنے والی دو بڑی جماعتوں میں سے کوئی بھی قانون کی مزید اسلامائزیشن میں دلچسپی نہیں رکھتی تھی، جیسا کہ 1991ء کے شریعت بل کے واقعہ نے دکھایا تھا۔ مرکزی شیعہ تنظیم کو کم ”جارحانہ“ اور زیادہ جدید نام دینے کا خیال ڈاکٹر محمد علی نقوی کی طرف سے آیا ہے[75]۔ اِس کا اعلان 1993ء کے اوائل میں کیا گیا تھا اور 16 اپریل 1993ء کو فیصل آباد میں TJP کے پہلے کنونشن کے دوران مکمل طور پر نافذ کیا گیا تھا، جو تنظیمی اُمور کے لیے وقف تھا[76]۔ اِس کنونشن سے اپنی تقریر میں، ساجد علی نقوی نے TJP کی سرگرمیوں کے بڑھتے ہوئے دائرہ کار کو مالی اعانت فراہم کرنے کے لیے خُمس کی وصولی کو خصوصی اہمیت دی (اقتباسات):

[شیعہ] قوم کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی بھی طرح سُستی یا کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، اور مذہبی واجبات (وجوہاتِ شریعہ) ادا نہ کرنے کے جُرم کی شِدّت سے آگاہ ہونا چاہیے۔ اپنے واجبات خود ادا کریں اور اُن بھائیوں کو اِس کی ضرورت پر توجہ مبذول کرائیں جو ابھی تک اِس فریضہ سے غفلت برتتے ہیں، پنجاب میں ادائیگی نہ کرنے والوں کو اِس سسٹم کے مطابق بنانے کی کوشش شروع ہو گئی ہے۔ آپ نے یقیناً جعفریہ ویلفیئر فنڈ کے بارے میں سنا ہوگا۔ اِس نظام کا قیام ایک دینی فریضہ ہے جسے ہم نے بہت سوچ سمجھ کر شروع کیا ہے۔ ہمارے دینی مدارس اور تمام مذہبی تنظیموں کا اِستحکام اِس نظام کی کامیابی پر منحصر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ [ایران میں] اسلامی انقلاب کامیاب رہا ہے، کیونکہ وہاں مرجعیہ کے ادارے کے پاس کبھی بھی فنڈز کی کمی نہیں رہی، اور خُمس کے نظام کی بدولت ہمیشہ خود کفیل رہی ہے۔ اِس لیے شیعوں کو آگاہ کریں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو ابھی تک خُمس ادا نہیں کرتے ہیں اُن کو چاہیے کہ غفلت کی دنیا سے نکل آئیں اور اپنے دینی، اِلٰہی اور سماجی فریضے کی پابندی کریں اور خدا اور اُس کے بندوں کے واجبات ادا کریں۔۔۔[77]

مذکورہ جعفریہ ویلفیئر فنڈ 1990ء کے اواخر میں قائم کیا گیا تھا۔ اُس وقت TNFJ کے دفاتر سے تقسیم کیے گئے ایک پمفلٹ میں ساجد علی نے اِن الفاظ کے ساتھ ”نئے نظام“ کا پرچار کیا تھا (اقتباسات):

... خُمس دین کی ضروریات میں سے ایک ہے، اِس کی تنسِیخ (انکار) کا مطلب محمد و آلِ محمد سے اِنحراف ہے۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ اہل بیت کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں میں سے ایک اُن کے خمس کے خصوصی حق سے انکار بھی تھا... اس اِنکار کا سب سے اہم مقصد اُن کی معاشی حالت کو

خراب کرنا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ تمام شیعہ خُمس کے واجب ہونے پر یقین رکھتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے اکثر اِس کی عملی تکمیل میں غفلت برتتے ہیں۔ درحقیقت خُمس ایک آفاقی نظام ہے، جس کے مکمل نفاذ کے بعد قوم کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں... مزید کسی خاص چندہ کی ضرورت نہیں رہے گی... خُمس ایک مذہبی فریضہ ہے، جسے اہلِ ایمان کے شعور سے تحریک ملتی ہے۔ لہذا سیاسی اِقتدار کی باگ ڈور جس کے پاس بھی ہو، ہم ... بحیثیت قوم اپنے وقار اور اہل بیت کی عظمت کے لیے اہم کام کر سکیں گے بشرطیکہ ہم اپنے معاشی نظام کی پیروی کریں... تمام شیعوں کو اِس فرض کی پابندی کرنی چاہیے اور تمام بڑے اور چھوٹے قصبوں میں ہماری طرف سے مُقرر کردہ افراد کے ساتھ مکمل تعاون کرنا چاہیے ...[78]

مذکورہ پمفلٹ ایک انتباہ کے ساتھ بند کیا گیا تھا کہ نئے نظام سے دینی مدارس متاثر نہیں ہونے چاہئیں۔ لہٰذا وہ شیعہ جو پہلے ہی اپنے اپنے علاقے کے مدارس یا علماء کے لیے خُمس اور زکوٰۃ ادا کر چکے ہیں، جعفریہ ویلفیئر فنڈ کی ادائیگی کے لیے رابطہ نہ کیا جائے، بلکہ صرف اُن لوگوں سے رابطہ کیا جائے جنہوں نے اب تک کوئی مذہبی واجبات ادا نہیں کیے ہیں[79]۔ TNFJ/TJP کا ملک بھر میں شیعہ مذہبی واجبات کے جمع کرنے والے کا کام سنبھالنے کا مقصد شاید ہی ایک "غیر فرقہ وارانہ" پارٹی بننے کے اپنے اعلان کردہ ہدف کے مطابق تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ اس طرح کی اپیلیں کس حد تک کامیاب ہوئیں، لیکن ساجد علی نے بارہا یہ دعویٰ کیا ہے کہ TJP خُمس کے نظام کے ذریعے مکمل طور پر خود کفیل تھی اور اُسے پاکستان کے باہر سے کبھی کوئی مالی مدد نہیں ملی[80]۔ اس کے آفس کی رپورٹ کے مطابق۔ 1992ء-94ء تک اِن سالوں میں اپنی سرگرمیوں پر TNFJ/TJP نے 22 ملین روپے سے زائد (ممکنہ طور پر جعفریہ ویلفیئر فنڈ سے) امداد اور خیراتی کاموں پر خرچ کیے ہیں جو درج ذیل ہیں[81]:

ٹیبل 2: 1992ء سے 1994 تک خیراتی کاموں پر TNFJ/TJP کے اخراجات

مساجد، دینی مدارس اور امام بارگاہوں کی تعمیر	4,564,326 روپے
سادات	3,353,619 روپے
غیر سادات	1,474,085 روپے
سیلاب زدگان	2,807,677 روپے
اسیران	2,264,686 روپے
شادیاں	1,926,617 روپے
علاج معالجے	1,223,665 روپے

(شیعہ)افغان پناہ گزین	1,078,454روپے
گھروں کی تعمیر	874,822روپے
علماء	868,769روپے
تعلیم	520,622روپے
شمالی علاقہ جات (گلگت بلتستان)	270,358روپے

پاراچنار	180,661روپے
عراقی پناہ گزین	159,220روپے
نوربخشی طلباء	7,540روپے

اِس لسٹ میں TNFJ/TJP کی اُن سالوں کی مزید سرگرمیوں کی لاگت شامل نہیں ہے، جیسے کنونشنز اور کانفرنسز82، اشاعتیں[83]، سفری اخراجات،[84] وکلاء[85]، خط وکتابت[86]، انتخابی مہم کے اخراجات، سیکورٹی اور دیگر۔ اِس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تنظیم کو بہت زیادہ سالانہ بجٹ کی ضرورت تھی، لیکن یہ بھی کہ اِسے بیرون ملک سے ملنے والی مدد سنی مذہبی گروہوں کی کئی تنظیموں سے کم تھی۔ TNFJ کے رہنماؤں کی طرف سے شیعوں کو اپنے" مذہبی واجبات" کی ادائیگی کے لیے تلقین کرنے کی تمام تر کوششوں کے باوجود، پاکستان کے شیعوں نے عزاداری اور مجالس پر بے دریغ خرچ کرنے کی اپنی دہائیوں پرانی عادت کو تبدیل نہ کیا، بلکہ اپنے 'علماء'، مدارس اور گروہی تنظیموں پر، اپنے سنی ہم وطنوں کے مقابلے میں، ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔

1993 میں، TJP نے ایک بار پھر سیاسی طور پر پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کرنے کی کوشش کی۔ اِس کے اراکین کو جولائی میں دارالحکومت تک بے نظیر بھٹو کے ایک منصوبہ بند" لانگ مارچ" میں شامل ہونے کے لیے بلایا گیا[87]، اور جب نگراں حکومت نے جلد نئے انتخابات کی راہ ہموار کی، تو TJP نے چند دنوں کے اندر ایک وفد بھٹو کے پاس بھیجا تاکہ اتحاد کی شرائط پر بات چیت کی جاسکے۔ TJP نے اپنے امیدواروں کے لیے PDA کے تقریباً 6 فیصد ٹکٹوں کا مطالبہ کیا، لیکن PPP صرف کچھ حلقوں میں سیٹ ایڈجسٹمنٹ کرنے کے لیے تیار تھی۔ انتخابی تاریخوں (6 اور 9 اکتوبر) سے کچھ ہفتے پہلے TJP نے اتحاد کو" عملی طور پر مردہ" قرار دیا تھا، تب اپنے امیدواروں سے آزاد طور پر اِنتخاب لڑنے کا مطالبہ کیا[88]۔ اِس کے بعد سے اس کا مقصد" پی پی پی کو اُس کے وعدے کی خلاف ورزی کی سزا دینا" اور اپنا ووٹ بنک بنانے کے ساتھ ساتھ شیعوں کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں منتخب ہونے میں مدد کرنا تھا[89]۔ ایک بار پھر TJP کا ایک بھی اُمیدوار منتخب نہیں ہوا، لیکن TJP نے خود کو مبارکباد دی کہ اُس نے اپنی مدد کے ذریعے بہت سے دوسرے لوگوں کی جیت کو یقینی بنایا[90]۔

1990ء کی دہائی میں فرقہ وارانہ انتقام

اگرچہ ضیاء الحق کی حکمرانی نے شیعہ مخالف انتہا پسندی کو تیزی سے فروغ دینے میں سہولت فراہم کی تھی، لیکن یہ صرف 1990ء کی دہائی میں ہی تھا کہ شیعوں کے خلاف فرقہ وارانہ تشدد روزمرہ کا مسئلہ بن گیا، جس نے ملک کے تقریباً تمام حصوں کو متاثر کیا۔ یہ پیشرفت 1980ء کی دہائی سے پاکستانی معاشرے کی عمومی بربریت کا سب سے نمایاں پہلو رہا ہے جس کا بڑے پیمانے پر ضیاء اور اُس کی باقیات پر الزام لگایا جاتا رہا ہے[91]، خاص طور پر افغان جنگ میں پاکستان کی شمولیت۔ 1990ء کی دہائی کے دوران (اور اِس سے زیادہ 2001ء کے بعد)، سیکورٹی کی جستجو TNFJ/TJP اور دیگر شیعہ تنظیموں کے لیے سب سے اہم مسئلہ بنی ہوئی ہے، جس نے شیعوں کے پرانے مطالبات جیسے الگ دینیات اور اوقاف یا فقہ جعفریہ کے نفاذ کو مکمل طور پر ختم کر دیا۔ دوسری طرف، جب کہ واضح طور پر سنی اکثریت کے اندر جنونی عناصر کے ہاتھوں بڑے پیمانے پر شیعہ سب سے پہلے نشانہ بنے، انتہا پسند شیعہ گروہوں نے بتدریج ردعمل کا اظہار کیا، جس میں بے ترتیب متاثرین کا اندھا دھند قتل بھی شامل ہے۔ اِس طرح اِس دہائی میں شیعہ سنی تنازعہ ایک حقیقی انتقام میں بدل گیا۔

منتخب وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے، اپنی طرف سے، عسکریت پسند فرقہ واریت کو روکنے کے لیے متعدد کوششیں کیں، لیکن اُن میں سے زیادہ تر محض ایڈہاک ایکٹیوزم کا مظاہرہ تھیں جن میں مستقل مزاجی اور اعتماد کا فقدان تھا۔ یہ خاص طور پر مسلم لیگ کی زیر قیادت حکومتوں کے بارے میں سچ تھا، جو ہمیشہ سیاسی مصلحت سے ہٹ کر SSP سمیت سنی مذہبی لابیوں کو ترغیب دینے میں مائل رہتی تھیں۔ لیکن پی پی پی کی قیادت بھی اکثر مواقع پر مذہبی جماعتوں کے ساتھ تنازعات سے گریز کرتی رہی اور اِس نے 1993ء سے 1996ء تک جے یو آئی کے ایک دھڑے کے ساتھ اتحاد بھی کر لیا[92]۔ تاہم، مسلم لیگ اور پی پی پی دونوں کا فرقہ وارانہ انتہا پسندوں کی طرف رویہ گاجر اور چھڑی (Stick and Carrot) کے درمیان ہمیشہ غیر قطعی رہا۔ سیکورٹی فورسز کی طرف سے سخت پابندیوں اور عسکریت پسند فرقہ وارانہ رہنماؤں کی گرفتاریوں کو "امن معاہدوں" کی خاطر اعلیٰ سطحی میٹنگوں میں اُنہیں مدعو کر کے تبدیل کیا گیا، اور حتیٰ کہ کابینہ عہدوں پر اُن کی پروموشن بھی کی گئی۔

1990ء سے 1995ء تک کے سالوں کے دوران، SSP اور TNFJ/TJP کے آفس ہولڈرز فرقہ وارانہ حملوں کا اہم ہدف رہے ہیں۔ تاہم، اگست 1988ء میں TNFJ کے رہنما حسینی کا قتل ابھی تک" فرقہ وارانہ جنگ" کا حصہ نہیں تھا[93]، اور بظاہر SSP کا اِس میں کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ یہ صرف 22 فروری 1990ء کو حق نواز جھنگوی کا قتل تھا جس نے شیعہ اور سنی دونوں کے 'علماء' اور گروہی کارکنوں کے قتل کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا، اِس کے علاوہ شیعوں کے خلاف سڑکوں پر تشدد کی سطح اور تعدّد میں کافی اضافہ ہوا۔ جھنگ سے تعلق رکھنے والے چار شیعوں پر حق نواز کو قتل کرنے کا الزام لگا اور اُنہیں 1991ء میں سزا سنائی گئی[94]، حالانکہ یہ واضح نہیں تھا کہ آیا اُنہوں نے TNFJ، ضلعی شیعہ زمینداروں، یا سنی سیاست دان شیخ محمد اقبال کی طرف سے یہ کام کیا تھا، جنہوں نے SSP کے گڑھ وسطی جھنگ میں بار بار الیکشن لڑا تھا یہاں تک وہ 1995ء میں خود قتل ہو گیا[95]۔ 1991ء میں شیخ اقبال پر یہ بھی شبہ تھا کہ اُس نے SSP کے وائس چیئرمین اسرار الحق قاسمی کے قتل کا حکم دیا تھا جنہوں نے 1990ء کے انتخابات میں دو نشستیں جیتی تھیں[96]، اور اُسے عارضی طور پر گرفتار کیا

گیا[97]۔ اِس کے باوجود جھنگ میں تشدد، جس نے پہلے ہی 1990ء-91ء میں بڑے مادی نقصانات کے علاوہ[98] درجنوں افراد کو ہلاک اور سینکڑوں کو زخمی کر دیا تھا، بنیادی طور پر شیعوں کے خلاف تھا، جس میں متعدد SSP کے حامیوں کی انتقامی ہلاکتیں بھی ہوئی۔ طویل عرصے تک وہاں کرفیو نافذ کرنا پڑا، جب کہ جرائم پیشہ گروہ، جو اپنی سرگرمیوں کو چھپانے کے لیے SSP کے ساتھ شامل ہوئے تھے، نے شیعہ اور سنی دونوں آبادی کو یرغمال بنائے رکھا۔ جب قاسمی کی خالی ہونے والی قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے بالآخر مارچ 1992ء میں ضمنی انتخابات ہوئے تو SSP نے دھمکی دی کہ اُس کے امیدوار اعظم طارق (1991ء سے SSP کے وائس چیئرمین) کی شکست برداشت نہیں کی جائے گی۔ اُنہیں جے یو آئی کے دونوں دھڑوں اور یہاں تک کہ جماعت اسلامی نے بھی سپورٹ کیا اور وہ 1990ء کے قریبی مارجن سے منتخب ہو گئے[99]۔ دو ماہ بعد SSP کے امیدوار میاں عابد حسین، اعظم طارق کی خالی کردہ صوبائی اسمبلی کی نشست پر بلا مقابلہ منتخب ہو گئے[100]۔

محمد اعظم طارق (1961ء-2003ء)، چیچہ وطنی (ضلع ساہیوال) میں پنجابی مہاجر والدین کے ہاں پیدا ہوئے، کراچی کی ایک مسجد کے پیش امام کے طور پر SSP کے اندر نمایاں ہوئے۔ مبینہ طور پر اُس نے اور دیگر SSP رہنماؤں نے ایم کیو ایم کی مثال سے پرتشدد سیاسی بلیک میلنگ کے فن کے بارے میں بہت کچھ سیکھا ہوا تھا[101]۔ جھنگ میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے بعد، اعظم طارق اور ضیاء الرحمان فاروقی، جنہوں نے 1997ء میں حق نواز جھنگوی کی موت سے لے کر اپنے قتل تک SSP کی سربراہی کی[102]، نے اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس کی جہاں انہوں نے ''سنی مسلمانوں کے جائز حقوق کے حصول کے لیے آئینی جدوجہد'' پر یقین رکھنے کا دعویٰ کیا، ساتھ ہی ساتھ اِس بات پر زور دیا کہ ''شیعوں کے بطور شہری حقوق کا تحفظ کیا جانا چاہیے اور اُن کے مسائل کو حل کیا جانا چاہیے''[103]۔ جب مئی 1992ء میں پریس میں یہ خبر شائع ہوئی کہ پنجاب حکومت SSP پر پابندی لگانے پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے تو فاروقی نے جواب دیا کہ وہ اِس صورت میں ایک اور تنظیم کو کھڑا کر دیں گے[104]۔ اُسی سال جون میں، جب SSP کے عسکریت پسندوں نے پولیس کی گاڑی پر طیارہ شکن بندوقوں سے حملہ کیا، تو جھنگ میں SSP اور TNFJ کے اراکین کے خلاف بہت بڑا ''آپریشن کلین اپ'' شروع کیا گیا[105]۔ تاہم، کچھ ہی دیر بعد SSP کے وفود کو اعلیٰ ترین معززین نے دوبارہ استقبال کیا تاکہ محرم 1413 ہجری (3 جولائی - یکم اگست 1992ء) کے دوران تشدد سے بچا جا سکے[106]۔

اُس سال پنجاب میں کافی احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں لیکن 'عاشورہ' (13 جولائی) کو پشاور میں اُس وقت شدید تصادم ہوا جب ایک شیعہ جلوس پرانے شہر کے کوہاٹی گیٹ کے قریب SSP کے زیرکنٹرول ایک مسجد کے سامنے سے گزرا[107]۔ شیعہ اور سنیوں نے حملہ شروع کرنے کا الزام ایک دوسرے پر لگایا، جبکہ عینی شاہدین کی گواہی دینے میں ہچکچاہٹ کی وجہ سے سرکاری تفتیش میں رکاوٹ پیدا ہوئی[108]۔ SSP کے قائدین فاروقی اور ضیا القاسمی جن بڑے احترام سے وزیراعلی سرحد (کے پی) میر افضل خان نے کیا تھا، کچھ دیر بعد پشاور میں اعلان کیا کہ اعظم طارق جلد ہی قومی اسمبلی میں ''ناموس صحابہ بل'' پیش کریں گے، جس میں صحابہ کے مقدس ناموں کی بے حرمتی کے مرتکب پائے جانے والے کسی بھی شخص کے لیے سزائے موت کا بندوبست کیا جائے گا[109]۔ اِس پر بحث میں تاخیر ہوئی کیونکہ اُس وقت PML نے دہشت گردی اور دیگر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے بارے میں تفصیلی پولیس رپورٹس کے بعد SSP کے خلاف نسبتاً سخت موقف

اختیار کیا تھا[110]۔ اگرچہ SSP اور دیگر تنظیموں پر پابندی لگانے کا منصوبہ نومبر 1992ء میں ترک کر دیا گیا تھا لیکن 1993ء کے اوائل میں SSP کے ہزاروں حامیوں کو گرفتار کر لیا گیا[111] جس نے پنجاب کے مختلف اضلاع سے اسلام آباد تک ”لانگ مارچ“ کو اُکسایا۔[112]

اُسی وقت TNFJ کی قیادت نے، جسے اکتوبر 1992ء میں NWFP کے سیکرٹری جنرل کی گرفتاری کے ساتھ ”انتباہی اشارہ“ ملا تھا[113]، نے نیا نام TJP اور ایک زیادہ اعتدال پسند تصویر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اِس اقدام نے ایسے سخت گیر لوگوں کو، جنہوں نے ساجد علی نقوی کے محتاط اندازِ فکر سے کبھی اتفاق نہیں کیا تھا، نئی تنظیم سپاہِ محمد پاکستان (SMP) بنانے پر آمادہ کیا[114]۔ SMP کے بانی، سید غلام رضا نقوی، جو 1960ء میں عباس پور (ضلع خانیوال) میں پیدا ہوئے، نے مشہد کے حوزہ علمیہ میں تین سال تعلیم حاصل کی اور 1987ء میں قریب ہی جھنگ میں ایک مدرسہ قائم کرنے سے پہلے پاسبان کے رکن کے طور پر افغانستان میں عسکری ٹریننگ حاصل کی۔ اُس نے جھنگ میں جرائم اور فرقہ وارانہ تشدد میں ملوث ہونے پر تین سال جیل میں گزارے، اِس کے بعد لاہور کے جنوبی مضافات میں واقع ایک بڑے گاؤں ٹھوکر نیاز بیگ میں خطیب بنے[115]۔ سید غلام رضا، جنہوں نے جارحانہ مردانہ وجاہت اپنا کر، اپنے اردگرد عقیدت مند پیروکاروں کا ایک گروہ بنا لیا، جس نے گاؤں کو کئی سالوں تک قانون نافذ کرنے والے اداروں کی حد سے دور رکھا (نیچے ملاحظہ کریں)۔ اپنے سے زیادہ دانشور مولانا مرید عباس یزدانی[116]، کے ساتھ مل کر جو 1996ء میں اپنے قتل تک SMP کی باضابطہ سربراہی کی، SMP کو ایک مضبوط ملک گیر نیم خفیہ تنظیم بنانے میں کامیاب رہے۔ پھر بھی یہ شبہ ہے کہ 1993ء سے فرقہ وارانہ تنازعہ کے متعدد فلیش پوائنٹس پر SMP کے جھنڈے تلے اُبھرنے والے تمام عسکریت پسند شیعہ گروہ ایک مرکزی کمانڈ کی پیروی کر رہے تھے؛ بلکہ یہ SMP کا نظریہ تھا جس نے شیعہ نوجوانوں کے ایک حصے میں قبولیت حاصل کی۔ ”بنانے کے دعووں کے باوجود، ایک ایسا پلیٹ فارم جس پر سنی اور شیعہ دونوں متحد ہو کر اپنے مشترکہ دشمن یعنی امریکہ، اسرائیل، انڈیا اور اُن کے ”ایجنٹوں“[117] کا مقابلہ کر سکیں، اپنے تحفظ اور انصاف کے لیے ریاست پر انحصار کرنے کی بجائے، SMP کا سب سے اہم ایجنڈا ہر قسم کے تشدد کا جواب دینا تھا۔ یہ ایک ایسے موڈ کی عکاسی کرتا ہے جو ایک دہائی کے دوران نوجوان شیعہ کارکنوں میں عام ہو چکا تھا، اور یہاں تک کہ ساجد علی نقوی نے بھی اکثر خود کو شیعوں کے جارحین کو مطمئن کرنے کے لیے اُن کے خلاف دھمکی آمیز الفاظ استعمال کرنے کا پابند محسوس کیا تھا[118]۔ SMP کی تشکیل کے بعد، اگرچہ TJP نے اس تنظیم سے اپنی دوری برقرار رکھی، حالانکہ اُس پر اکثر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ اُس نے اپنے بہت سے کاموں کی حقیقت میں منظوری دی تھی[119]۔

25 مارچ 1993ء کو بہاولپور کی جامع مسجد میں عید الفطر کی نماز کے اجتماع پر دستی بموں اور خودکار بندوقوں سے حملہ کیا گیا جس میں تین افراد جاں بحق اور سو کے قریب زخمی ہوئے۔ یہ قصبہ اب تک فرقہ واریت سے مشکل سے متاثر ہوا تھا، اب بھی سنیوں نے محرم کے دوران شیعوں کی نسبت زیادہ تعزیہ کے جلوس نکالے۔ TJP نے ژوب (بلوچستان) سے تعلق رکھنے والے مولانا عبداللہ پر الزام لگایا، جو SSP کے مرکزی وائس چیئرمین تھے، جو 1990ء میں بہاولپور چلے گئے تھے، اُنہوں نے اپنے رمضان کے خطبوں میں کھلم کھلا شیعوں کے قتل کا مطالبہ کیا تھا[120]۔ بے جا فرقہ وارانہ دہشت گردی کے اِس انداز کو اگلے برسوں میں کئی بار دہرایا جانا تھا، جس سے شیعوں میں عدم تحفظ کا عمومی احساس پھیلنا اور اُن جگہوں پر بھی جو ہم آہنگی کے ساتھ بقائے باہمی کی ایک طویل تاریخ رکھتی ہیں، بین المسالک تعلقات کو کشیدہ کرنا تھا[121]۔

اِس کے باوجود 1993ء میں پچھلے اور اگلے سالوں کے مقابلے میں فرقہ وارانہ تشدد کم تھا[122]۔ اکتوبر 1993ء کے انتخابات میں، قومی اسمبلی کی 204 مسلم نشستوں میں سے مذہبی جماعتوں کا حصہ 18 سے کم ہو کر 9 رہ گیا لیکن اعظم طارق اپنے جھنگ کے حلقے سے دوبارہ منتخب ہو گئے[123]۔ بے نظیر بھٹو کی دوسری حکومت (1993ء-96ء) نے پی پی پی کے صدر اور پنجاب اور سندھ میں اس کی اتحادی صوبائی حکومتوں[124] کے ہاتھ مضبوط کر کے 1994ء کے اوائل میں توہین رسالت کے قانون (سیکشن 295 پی پی سی) کے طریقہ کار میں اصلاحات لانے کے اپنے ارادے کا اعلان کیا۔ برطانوی دور سے تعلق رکھنے والے اس قانون کو ضیاء الحق کے دور میں بار بار بڑھایا گیا اور سخت کیا گیا اور 1991ء سے پیغمبر اسلام کے نام کی بالواسطہ یا بلاواسطہ توہین کرنے پر سزائے موت لازمی ہو گئی۔ اس کے بعد درجنوں پاکستانیوں، خاص طور پر عیسائیوں پر توہین مذہب کا الزام لگایا گیا، بظاہر صرف ذاتی اسکور طے کرنے کے لیے[125]۔ لیکن جب کہ انسانی حقوق کی تنظیموں اور مغربی ممالک نے پاکستان کی حکومت پر اِس قانون سے جان چھڑانے کے لیے دباؤ ڈالا، یا کم از کم اِسے کم سے کم خطرناک قرار دیا، تمام مذہبی جماعتیں اِسے برقرار رکھنے پر بضد تھیں۔ SSP اپنی طرف سے، ایک ایسی شق شامل کرنا چاہتی تھی جو توہین صحابہ کو بھی سزائے موت دے سکے[126]۔

توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کے بجائے توسیع دینے کی کوشش میں، SSP نے 1994ء کے اوائل میں فرقہ وارانہ کشیدگی میں نیا ایندھن ڈالنے کی کوشش کی، مبینہ طور پر حکومت کو محرم (اُس سال 10 جون سے 9 جولائی) سے پہلے امن کے بدلے رعایت دینے پر مجبور کرنے کے لیے[127]۔ 21 جنوری کو شہر سلطان (ضلع مظفر گڑھ) میں شیعہ مسجد پر دستی بم پھینکا گیا، جس میں چھ افراد ہلاک اور پچیس زخمی ہوئے۔ شیعہ عسکریت پسندوں نے 5 فروری کو کگڑہٹہ (ضلع ملتان) میں ایک سنی مسجد پر اسی طرح کے حملے کا جواب دیا[128]۔ مارچ 1994ء میں اعظم طارق نے جھنگ اور ڈیرہ اسماعیل خان میں عوامی تقریروں میں شیعوں کے 12ویں امام کے بارے میں تبصرہ کیا۔ جو اِس قدر جارحانہ تھے کہ جریدے رضا کار نے شیعہ ردِّعمل کے خوف سے اپنی رپورٹ میں اِسے شائع کرنے سے انکار کر دیا[129]۔ محرم سے کچھ پہلے، طارق نے اپنا "ناموسِ صحابہ بل" قومی اسمبلی میں پیش کیا، جسے تمام سنی مذہبی جماعتوں کی حمایت حاصل تھی۔ حتیٰ کہ وہ اسپیکر کی کرسی پر بھی قابض ہو گئے اور اور اعلان کیا کہ بل "منظور" ہو گیا ہے جب کہ زیادہ تر MNAs اپوزیشن کے MNAs کے نارواروے کی وجہ سے واک آؤٹ کر چکے تھے[130]۔ اگرچہ اِس بل کو قومی اسمبلی اور سینیٹ کی منظوری نہیں ملی، لیکن طارق نے تین ماہ بعد اِس کی حمایت کرنے والے ستر سے زائد MNAs کے دستخطوں کا دعویٰ کیا[131]۔

1994ء کے اوائل سے TJP اور SSP اراکین کے قتل وغارت گری کے ایک نئے سلسلے کے باوجود، دونوں جماعتوں نے محرم کے لیے سرکاری افسران یا بیوروکریٹس کی ثالثی میں متعدد امن معاہدوں پر دستخط کیے[132]۔ منظور وٹو کی حکومت پنجاب SSP اور دونوں کے لیے سینکڑوں اسلحے کے لائسنس دینے کے لیے بھی تیار تھی اِس طرح کے جنگ بندی کے معاہدوں کے بدلے، جو اُن کے اقتدار میں رہنے کے عرصے تک کسی حد تک کام آئے[133]۔ اُس وقت تک SSP لیڈرز یہ وعدہ کرنے کے لیے تیار تھے کہ اُن کی پارٹی پُرتشدد اِشتعال انگیزی میں ملوث نہیں ہو گی، کیونکہ SSP سے کچھ نئے الگ ہونے والے گروپس اُبھرے، جو اُس سے بھی زیادہ بنیاد پرست تھے اور اپنی حیثیت سے یہ "افسوسناک کام" کرتے تھے۔ اِن میں سے کچھ عام مجرموں کے ٹولے تھے جو فرقہ واریت کو بطور بچاؤ استعمال

کرتے تھے[134]۔ 1993ء میں تشکیل پانے والا ایک گروپ حرکت الانصار، افغان جنگ کے عرب اور پاکستانی سابق فوجیوں اور کشمیر میں جہاد کے لیے نئے رضا کاروں بلکہ SSP کے فرقہ وارانہ دہشت گردوں کے ساتھ شامل ہوا[135]۔ ریاض بسرا، SSP کا نشانہ باز اور سزا یافتہ قاتل جو مئی 1994ء میں جیل سے فرار ہو گیا تھا، نے تشکیل دیا تھا[136]۔ چونکہ SSP نے کراچی میں بھی اپنی موجودگی کا احساس دلایا، جہاں ایم کیو ایم اب تک سب سے زیادہ پرتشدد کارروائیوں کی ذمہ دار رہی ہے۔ 23 جولائی کو مجلس سے واپس جانے والی کوچ پر دستی بم پھینکے جانے سے چھ شیعہ ہلاک اور ستائیس زخمی ہوئے۔ دو مہینوں کے اندر TJP نے دعویٰ کیا کہ کراچی میں اُس کے مزید 39 کارکن مارے گئے، جب کہ SSP نے اپنی تعداد پچاس سے زیادہ بتائی[137]۔

8 جون 1994ء کو راولپنڈی میں ایک اجلاس کے دوران، TJP سپریم کونسل نے وٹو حکومت پر فرقہ وارانہ دہشت گردوں کو تحفظ فراہم کرنے کا الزام لگایا[138]۔ اگست میں پنجاب کے گورنر الطاف حسین نے بھی ایسی ہی تنقید کی تھی[139] لیکن اِس دوران یہ واضح ہو گیا تھا کہ حکام کی جانب سے اپنے خلاف قانون کے نفاذ میں ہچکچاہٹ کا فائدہ نہ صرف سنی انتہا پسندوں کو ہوا۔ 15 جولائی کو پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کے نیو کیمپس میں فائرنگ اور ایک مسجد میں بم دھماکے کے بعد مشتبہ افراد کی تلاش میں پولیس کی چھاپہ مار پارٹی کو مسلح مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور SMP کے مضبوط گڑھ ٹھوکر نیاز بیگ میں اسے ذلیل و خوار کیا گیا[140]۔ گاؤں میں دوسرا سرچ آپریشن TJP کے ساتھ ابتدائی معاہدے کے بعد ہی کیا جا سکا اور مقامی امام بارگاہ کو چھوڑنا پڑا[141]۔ اکتوبر 1994ء میں SMP نے لاہور میں آتشیں اسلحے کی بھاری نمائش کے ساتھ ایک ریلی نکالی 142۔ اِس گروپ نے 1994ء کے بعد سے شیعہ مخالف تشدد کے بہت سے واقعات کے بعد نہ صرف اپنی ''آنکھ کے بدلے آنکھ'' کی دھمکیوں کو عملی جامہ پہنایا، بلکہ اخباری ایڈیٹرز کو ڈرانے دھمکانے اور لوٹ مار اور بلیک میل کرنے کی کوشش کی[143]۔

22 جنوری 1995ء کو وفاقی کابینہ نے فرقہ واریت کے مسئلے پر بحث کی اور متعدد انسدادی اقدامات کا اعلان کیا۔ اِس کا مقصد دینی مدارس کی براہ راست غیر ملکی فنڈنگ پر پابندی لگانا، فرقہ واریت کو ہوا دینے والے اداروں کا سراغ لگانا اور قومی اسمبلی میں فرقہ واریت کے خلاف نئی قانون سازی کرنا تھا[144]۔ یہ اقدام ایک ایسے وقت میں سامنے آیا جب تحریک طالبان، جو کہ انہی مدارس کی پیداوار ہے، نے جنوبی افغانستان میں اپنی تیزی سے ابتدائی توسیع کو اِسی پاکستانی وزیر داخلہ، جنرل (ر) نصیر اللہ بابر کی واضح حمایت سے دیکھا، جس نے اُس وقت مدارس کے خلاف ملک میں کریک ڈاؤن کا اعلان کیا تھا[145]۔ اِس منصوبے کی تمام مذہبی جماعتوں نے سخت مزاحمت کی، جو اِسے بھٹو حکومت کا ''اپنے امریکی آقاؤں کو خوش کرنے'' اور دیگر مغربی ممالک کی کوشش کے طور پر دیکھتے تھے۔ جیسا کہ سیکولر ناقدین نے پیش گوئی کی ہے، حکومت نے اپنی دھمکی کو پورا نہیں کیا اور دینی مدارس بڑے پیمانے پر پہنچ سے باہر رہے۔ اس کا واحد اثر SSP، TJP اور SMP کے ارکان کی گرفتاری مہم تھا، جس میں موخرالذکر کے ''کمانڈر انچیف'' مرید عباس یزدانی بھی شامل تھے[146]۔ اعظم طارق روپوش ہو گیا جب پولیس نے 22 فروری کو جھنگ میں اُس کے گھر پر ریڈ کیا تو اُس نے چار ماہ بعد خود کو سرحد پولیس کے حوالے کر دیا اور آنے والے پانچ سالوں میں زیادہ تر گرفتار رہا اور اُسے قتل کے متعدد مقدمات میں ملوث ہونے کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا[147]۔

SSP نے خاص قتل اور دیگر دہشت گردانہ کارروائیوں کے ساتھ فوری ردعمل کا اظہار کیا۔ پہلا شکار شیخ محمد اقبال تھے 148، جو

جھنگ سے تعلق رکھنے والے SSP کے ”انتہائی مطلوب“ حریفوں میں سے ایک تھے، اس کے بعد اتنے ہی اہم ڈاکٹر محمد علی نقوی تھے[149]۔ 25 فروری 1995ء کو کراچی میں دو مساجد پر بیک وقت ہونے والے حملوں میں بائیس شیعہ ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے[150]۔ اگلے دن ایک سنی مسجد پر انتقامی حملے میں سات آدمی جان سے گئے۔ 10 مارچ کو ملیر (کراچی) میں شیعہ مسجد کے باہر ہونے والے بم دھماکے میں مزید دس افراد جاں بحق ہوئے[151]۔ اُس وقت، TJP قیادت نے اعلان کیا کہ وہ فرقہ وارانہ تنظیموں پر پابندی لگانے اور تمام متنازعہ کتابوں کے مصنفین اور ناشرین کی گرفتاری سے اتفاق کرے گی۔ TJP نے JI کے رہنما قاضی حسین احمد کی ثالثی کو بھی قبول کیا جن سے اُس مقصد کے لیے SSP نے رابطہ کیا تھا۔ انہوں نے 24 مارچ کو اسلام آباد میں ہونے والی ایک کانفرنس میں ملی یکجہتی کونسل (MYC ”قومی یکجہتی کونسل“) کی تشکیل کے ساتھ قلیل مدتی کامیابی حاصل کی۔ MYC میں نہ صرف TJP اور SSP، بلکہ پاکستان کی تمام بڑی مذہبی جماعتیں شامل تھیں، جنھوں نے اب مختلف اسلامی مکاتب فکر کے پیروکاروں کے درمیان ”فرقہ وارانہ ہم آہنگی، امن اور ہم آہنگی کو فروغ دینے“ کا عہد کیا ہے[153]۔

MYC کی تشکیل کے ساتھ ہی، مذہبی جماعتوں نے فرقہ وارانہ تشدد کے دوہرے چیلنج پر ردعمل کا اظہار کیا، جو اِن تمام جماعتوں کی ساکھ اور پی پی پی حکومت کے سخت رویے کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا رہا تھا[154]۔ اِس موڑ پر، پی پی پی کی ’بنیاد پرستی کے خلاف‘ مہم کا مقابلہ کرنے اور 1993ء کی انتخابی شکست کے بعد سیاسی قد کاٹھ دوبارہ حاصل کرنے کے لیے ایک خاص حد تک اتحاد ضروری سمجھا جاتا تھا۔ بحران کے ایسے وقت میں، 1951ء کی ’’علماء‘‘ کانفرنس اور اُس کے ’’22 اصولوں‘‘ کو بھی دیر سے پذیرائی ملی، اور تمام فرقہ وارانہ دہشت گردی کا خاتمہ اچانک قابل فہم لگنے لگا[155]۔ 9 اپریل کو MYC نے کراچی میں ایک بڑے کنونشن کے ساتھ اپنی کوششوں کی پیروی کی، جس نے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل دفعات پر مشتمل 17 نکاتی ضابطہ اخلاق کو اپنایا:

ہم مذہب کے نام پر ہونے والی دہشت گردی اور قتل و غارت کی مذمت کرتے ہیں اور اسے اسلام کی تعلیم کے منافی سمجھتے ہیں اور اِس کی مخالفت کرتے ہیں۔

کسی بھی مسلمان فرقے کو کافر قرار دینا یا کسی شخص کو اُس کے مسلک کی بنا پر قتل کرنا غیر اسلامی اور قابل مذمت عمل ہے۔

پاک پیغمبرؐ کی حُرمت، اہل بیت کا احترام، ازواجِ رسول اور صحابۂ کرام ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ مقدس ہستیوں کی تذلیل میں پائے جانے والے کسی بھی شخص کو مذہبی خارجی تصور کیا جائے گا۔ ان کی بے حرمتی اور توہین کو مجرمانہ فعل تصور کیا جائے گا۔

ہر کسی کو ایسی تقریر یا تحریر سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے کسی مکتبۂ فکر کے جذبات مجروح ہوں۔

تخریبی لٹریچر (پمفلٹ، پوسٹرز، کُتب اور آڈیو ویڈیو کیسٹس) کی اشاعت، ریکارڈنگ اور تقسیم پر مکمل پابندی ہوگی۔

مخالفانہ نعرے لگانے پر مکمل پابندی ہو گی اور ملک میں ہر جگہ ریلوے کی بوگیوں، بسوں اور دیواروں پر مخالفانہ نعرے لکھنے پر مکمل پابندی ہوگی۔

جلسوں، جلوسوں، مساجد اور دیگر عبادت گاہوں میں اسلحہ نمائش پر مکمل پابندی ہوگی۔

کثیر مکتبی جلسوں کے انعقاد سے مسلمانوں کے درمیان یکجہتی کو تقویت ملے گی۔

ضابطۂ اخلاق پر عمل درآمد کے لیے ایک اعلیٰ اختیاراتی بورڈ قائم کیا جائے گا۔ چارٹر کی کوئی خلاف ورزی برداشت نہیں کی جائے گی[156]۔

حیرت کی بات نہیں، اِس دستاویز کی تشریحات اِس کے دستخط کنندگان کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصے میں بڑے پیمانے پر مختلف ہوگئیں۔ SSP کا خیال تھا کہ صحابہ کی عظمت کو قبول نہ کرنے والے کسی کو کافر ماننے کا اس کا مطالبہ بالآخر درست ہوگیا ہے[157]۔ اسی وجہ سے، SMP کے رہنما سید غلام رضا نقوی نے ضابطہ اخلاق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، اگرچہ یزدانی نے اِس سے اتفاق کیا تھا[158]۔ احمد شاہ نورانی اور قاضی حسین احمد نے MYC کو اپنے سیاسی عزائم کے لیے ایک نئے پلیٹ فارم کے طور پر دیکھا۔ اُن کے کہنے پر 9 اپریل کے کنونشن میں متعدد خالصتاً سیاسی قراردادیں منظور کی گئیں۔ MYC نے 27 مئی کو حکومت کی طرف سے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی نئی کوششوں کے خلاف ملک گیر ہڑتال کی کال دی، اور MYC نے اگلے مہینوں میں قومی اور بین الاقوامی سیاست کے مزید مسائل اُٹھائے[159]۔ TJP کو، اپنی طرف سے، MYC میں شرکت کرنے اور ضابطہ اخلاق پر دستخط کرنے پر اپنے شیعہ حلقے کی جانب سے کافی تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک پمفلٹ میں اِس نے اپنے موقف کا دفاع اِس طرح کیا (اقتباسات):

TJP نے اپنی مُحتاط حکمت اور اپنے منطقی اور اصولی طریقہ کار سے مذہبی دہشت گردوں کے گروہ کو مکمل طور پر الگ تھلگ کر دیا ہے اور عوام نے اُن کے موقف کو مُسترد کر دیا ہے۔ درحقیقت یہ گروہ جنگ کی ہر لڑائی ہار چکا ہے اور اس کے پاس مذاکرات کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچا تھا۔

MYC کی تشکیل میں TJP کا فیصلہ کُن کردار تھا ... MYC کی کوششوں سے فرقہ وارانہ قتل و غارت کا سِلسلہ رُک گیا ہے اور فرقہ وارانہ کشیدگی اب تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کچھ مایوس، بدمعاش اور [تشدد کے] عادی لوگوں کو یہ پُرسکون اور سلامتی کا ماحول پسند نہیں ہے۔ پہلے اُنھوں نے MYC کی تشکیل کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے کی کوشش کی، اور اب وہ ضابطۂ اخلاق کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلانے میں مصروف ہیں۔

MYC کا ضابطۂ اخلاق درحقیقت اُن مسائل کا مجموعہ ہے جو پاکستان کے ہر مسلمان

مکتبۂ فِکر کے لیے اِنتہائی اہم ہے۔ یہ ایک دستاویز ہے جس میں اُن سب نے اپنی اپنی مقدس ہستیوں کی تعریف کی ہے، تاکہ ہر کوئی اُن کا احترام کرے۔ یہ "حساس عقائد" کا مجموعہ ہے... یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ ہمارے سنی بھائی عصمت اہل بیت کا اقرار کریں گے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ شیعہ خلفائے راشدین کے بارے میں وہی عقائد رکھتے ہوں جو سنی رکھتے ہیں۔ بلکہ ضابطۂ اخلاق نے تاکید کی ہے کہ ایک دوسرے کی قابل احترام شخصیات (بزرگان) کے بارے میں بُری باتوں کو روکا جائے۔ اِس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا...[160]

پمفلٹ میں کوئٹہ میں MYC کے اجلاس (28 جون 1995ء) کی ایک قرارداد کا حوالہ دیا گیا، جہاں اِس بات کی دوبارہ تصدیق کی گئی تھی کہ ضابطہ اخلاق کو ہر قیمت پر لاگو کیا جانا چاہیے، اور یہ کہ یہ نہ تو کسی فرقے کے عقائد سے متصادم ہے اور نہ ہی اسے کسی بھی فریق کی فتح یا شکست سمجھا جائے[161]۔ درحقیقت، MYC کی بدولت محرم 1416 ہجری (31 مئی-29 جون 1995ء) بغیر کسی بڑے واقعے کے MYC کی بدولت گزر گیا۔لیکن دونوں SMP جو صرف دباؤ کے تحت MYC میں شامل ہوئی تھی اور بعد میں ضابطہ اخلاق کے حوالے سے اپنی پوزیشن سے الگ ہوگئی تھی[162] اور SSP نے صرف ایک مختصر مدت کے لیے جنگ بندی کی پابندی کی تھی۔ اکتوبر 1995ء میں لاہور میں باہمی قتل و غارت گری کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا[163]۔ کچھ عرصہ قبل پیپلز پارٹی نے پنجاب کے نئے وزیر اعلیٰ محمد عارف نکئی[164] کے لیے SSP کی حمایت کے عوض اعظم طارق کی جیل سے رہائی کے ساتھ فرقہ واریت کے خلاف اپنے رویے کے حوالے سے اخلاص کے تمام جھوٹے دعوے اُتار پھینکے[165]۔ حتیٰ کہ نکئی نے جب حکومت نے اسلام آباد میں مصری سفارت خانے کے خلاف بم حملے پر ردعمل ظاہر کیا تو طارق اور ضیاالرحمٰن فاروقی کو SSP، TJP، SMP اور جے یو آئی کے 200 دیگر کارکنوں کے ساتھ دوبارہ گرفتار کرلیا گیا[166]۔ MYC اپنی طرف سے، 1995ء کے آخر تک بنیادی طور پر حکومت کے خلاف احتجاج کی آلہ کار بن گئی تھی اور فرقہ پرست جماعتوں پر زیادہ اثر ڈالنا چھوڑ دیا تھا[167]۔ اِس کا مزید مثبت حصہ 1417 ہجری (19 مئی تا 17 جون 1996ء) میں نسبتاً پرسکون محرم تھا۔

بے نظیر بھٹو کی حکومت کے آخری مہینوں میں فرقہ وارانہ تشدد اور دہشت گردی میں اضافہ ہوا۔ 5 اگست 1996ء کو سرگودھا ڈویژن کے کمشنر سید تجمل عباس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اگرچہ سول سروس کے شیعہ ارکان کو پہلے بھی SSP کی جانب سے جان سے مارنے کی دھمکیاں مل چکی تھیں، لیکن ابھی تک اُن کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا گیا تھا[168]۔ 14 اگست کو، پاکستان کے یوم آزادی کے موقع پر کراچی میں SSP کی ریلی پر فائرنگ کی گئی، جس میں بارہ افراد ہلاک ہوئے[169]۔ جوابی کارروائی میلسی (ضلع وہاڑی) میں پاکستان مسلم لیگ کے سابق ایم پی اے ارشاد گھلو کی رہائش گاہ پر ایک مجلس پر حملے کے ساتھ ہوئی، جس میں پندرہ شیعہ اور تین حملہ آور مارے گئے[170]۔ 10 ستمبر کو پاراچنار میں شدید لڑائی شروع ہوئی اور کئی دنوں تک جاری رہی، اس بار بظاہر مقامی شیعوں نے شروع کیا اور 200 سے زیادہ متاثرین کی اکثریت سنی تھی[171]۔ دو دن بعد اسلام آباد میں SMP رہنما یزدانی کے قتل کو بھی ابتدائی طور پر فرقہ وارانہ انتقامی کارروائی کا شبہ ظاہر کیا گیا، لیکن بعد میں SMP کی آپسی لڑائی کا نتیجہ نکلا[172]۔ اِس کے بعد 23 ستمبر کو پاکستان میں شیعوں کی جانب سے اب تک کا بدترین

قتل عام ہوا، جب ممتاز آباد (ملتان) [173] کی مسجد الخیر میں نماز کے دوران اٹھائیس سنی نمازی شہید اور چالیس زخمی ہوئے۔ اِس قتل عام کے بعد، پنجاب حکومت نے اعلان کیا کہ وہ" فرقہ پرست عناصر کو آہنی ہاتھوں سے کچل دے گی" اور دینی مدارس اور عبادت گاہوں میں "آپریشن کلین اپ" شروع کرے گی، جن میں سے اکثر دہشت گردوں اور اسلحہ اور گولہ بارود کے سٹورز کی محفوظ پناہ گاہیں بن چکے ہیں [174]۔ "فرقہ وارانہ جماعتوں" کی ممکنہ پابندی پر ایک بار پھر عوامی سطح پر بحث کی گئی، حتیٰ کہ TJP پر بھی [175]۔

5 نومبر 1996ء تک اِس سلسلے میں کچھ بھی اہم نہ ہوا جب صدر لغاری نے بھٹو کی حکومت اور تمام صوبائی حکومتیں برطرف کر دیں۔ اُس وقت تک، TJP نے پہلے ہی اپنی سیاسی ترجیح کو PPP سے PML میں منتقل کر دیا تھا، حالانکہ یہ کام بھی اِسے اپنے مسائل کے حل کے قریب نہیں لے گیا [176]۔ اگلے انتخابات سے قبل عبوری دور میں دو اہم واقعات رونما ہوئے۔ نومبر 1996ء میں SMP کے اندر سید غلام رضا نقوی کے خلاف بغاوت کی گئی، جب یہ معلوم ہو گیا کہ یزدانی کے قتل کے پیچھے اُن کا ہاتھ ہے۔ وہ روپوش ہو گیا اور بالآخر پولیس ٹھوکر نیاز بیگ کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی [177]۔ 30 دسمبر کو اُسے ملتان میں گرفتار کیا گیا [178]، جبکہ اُس کے جانشین سید جبار حسین آف فیصل آباد نے SMP کے سربراہ کے طور پر، تنظیم کی پہلے سے زیادہ معتدل تصویر پیش کرنے کی کوشش کی [179]۔ 18 جنوری کو، SSP رہنما ضیاء الرحمان فاروقی 22 پولیس اہلکاروں اور تین دیگر راہگیروں کے ساتھ اُس وقت مارے گئے جب لاہور کی سیشن کورٹ کے باہر ایک ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ ہوا، جہاں اُنہیں اور اعظم طارق کو کئی مجرمانہ الزامات کا سامنا تھا [182]۔ طارق اِس حملے میں شدید زخمی ہو کر بچ گئے اور اُنہیں ایک بار پھر جھنگ میں قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے کی اجازت مل گئی [181] لیکن وہ TJP کے حمایت یافتہ مسلم لیگ کے امیدوار کے ہاتھوں شکست کھا گئے [181]۔ بم حملے کے بعد لاہور میں ایرانی ثقافتی مرکز کو SSP کے جنازے کے جلوس کے ارکان نے نذرِ آتش کر دیا [182] اور ایک ماہ بعد ملتان میں ایرانی ثقافتی مرکز پر حملے میں اُس کے ڈائریکٹر محمد علی رحیمی سمیت سات افراد جاں بحق ہو گئے [183]۔

فروری 1997ء کے انتخابات کے نتیجے میں مسلم لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیابی ملی، جس سے نواز شریف کو قیامِ پاکستان کے بعد سے کسی بھی منتخب وزیر اعظم سے زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔ اُن کے بھائی شہباز شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے جہاں پیپلز پارٹی کو بدترین انتخابی شکست کا سامنا کرنا پڑا [184]۔ اتنی مضبوط طاقت کی بنیاد اور فرقہ وارانہ دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے متوازی عدلیہ متعارف کرانے کی بار بار کوششوں کے باوجود نواز شریف کی دوسری حکومت اپنے پیشرو کے مقابلے میں اِسے روکنے میں زیادہ کامیاب نہیں ہوئی۔ صرف پنجاب میں 1997ء میں فرقہ وارانہ واقعات میں 200 افراد مارے گئے، یہ پاکستان میں اب تک فرقہ وارانہ فسادات کا بدترین سال ہے [185]۔ صوبائی حکومت میں اس کی شرکت کے خاتمے اور فاروقی کی موت کے بعد، SSP اور اس کے منقسم گروہوں نے شیعہ برادری کے بااثر افراد کو تیزی سے نشانہ بنایا، چاہے وہ TJP کے رُکن تھے یا نہ تھے [186]۔ ایک شاندار کیس اشرف مارتھ (5 مئی کو مارا گیا) کا تھا، جس کی ملتان میں پولیس چیف کی حیثیت سے کوششوں کے نتیجے میں لشکرِ جھنگوی کے کچھ انتہائی مطلوب دہشت گردوں کو گرفتار کیا گیا [187]۔ اس کے بعد فرقہ وارانہ دہشت گردوں کے سنگین ظلم وستم کے ذریعے اپنی جانیں خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار رہنے والے پولیس افسران کی تعداد میں مزید کمی واقع ہوئی۔ اگرچہ قومی اسمبلی نے 13 اگست 1997ء کو انسداد دہشت گردی ایکٹ منظور کیا [188] جس میں انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتیں متعارف کرائی گئیں اور پولیس کو مزید اختیارات دیے گئے، تاہم اِن عدالتوں کے ذریعے بہت کم

مقدمات نمٹائے گئے[189] ۔ یہاں تک کہ گرفتار فرقہ وارانہ دہشت گردوں کو جیل میں ترجیحی سلوک اور ہر قسم کی سہولیات میسر تھیں۔ یہ بات اُس وقت کھل کر سامنے آئی جب لشکر جھنگوی کے پانچ مبینہ متعدد قاتلوں کو اُن کے ساتھیوں نے 26 دسمبر 1997ء کو ڈیرہ غازی خان میں ایک" ہائی سیکیورٹی جیل" سے آسانی سے رہا کر دیا[190] ۔اس گروپ نے 17 ستمبر کو اسلام آباد میں پانچ ایرانی فضائیہ کے کیڈٹس کے قتل اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کو ریاض بسرا کے ایک خط کے ساتھ حکومت کو للکارا جس میں اُنہوں نے دیگر چیزوں کے ساتھ ساتھ تمام ایرانی ثقافتی مراکز اور قونصل خانے بند کرنے، شیعہ مذہبی جلوسوں اور اذان پر پابندی، اور لشکر جھنگوی کے تمام گرفتار ارکان کے لیے عام معافی کا مطالبہ کیا[191] ۔

ٹیبل:3 پنجاب میں فرقہ وارانہ واقعات، 1987ء-1999ء

زخمی	ہلاک	واقعات	سال
155	11	25	1987ء
16	1	10	1988ء
102	18	67	1989ء
328	32	274	1990ء
263	47	180	1991ء
261	58	135	1992ء
247	39	90	1993ء
386	73	162	1994ء
189	59	88	1995ء
168	86	80	1996ء
219	193	103	1997ء
231	157	188	1998ء
189	86	105	1999ء

ذرائع: ڈان، یکم جنوری 1998ء؛ نیوز لائن 10/ 1999، پی۔ 68

ٹیبل 4:   پنجاب میں فرقہ وارانہ تشدد میں مارے گئے شیعہ 1997ء-1990ء

ڈویژن	1990ء	1991ء	1992ء	1993ء	1994ء	1995ء	1996ء	1997ء
لاہور	1	1	2	3	7	14	11	16
راولپنڈی	-	2	-	-	9	-	-	-
فیصل آباد	9	20	5	5	3	11	11	24
گوجرانوالہ	-	-	-	2	-	-	-	3
بہاولپور	-	-	1	5	10	3	8	11
ملتان	-	3	1	2	1	6	23	31
سرگودھا	1	1	-	-	2	-	3	2
ڈی جی خان	3	2	2	-	7	2	-	-
ٹوٹل	14	29	11	17	39	36	56	87

ذرائع: نیوز لائن 9/ 1997، پی-44

11 جنوری 1998ء کو تین مسلح افراد نے وسطی لاہور میں شیعہ قبرستان مومن پورہ کے 25 زائرین کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ وہ آسانی سے فرار ہو گئے اور وہ مزید چوبیس گھنٹے تک اسی انتہائی نمایاں گاڑی کے ساتھ گھومتے رہے۔ اگلے دن جنازہ کے جلوس کے شیعہ شرکاء نے لاہور میں ڈی سی کی رہائش گاہ سمیت عوامی عمارتوں کو نذرِ آتش کر دیا[193]۔ شہریوں کے تحفظ اور امن و امان کو نافذ کرنے میں حکام کی نااہلی کی ایک اور سخت مثال اُسی سال 21 مارچ کو ہنگو (KP) میں دی گئی۔ اِس قصبے میں کچھ مہینوں سے فرقہ وارانہ تصادم کا اندیشہ تھا کیونکہ ایک مقامی ”سنی سپریم کونسل“ کے چیئرمین اور مسلم لیگ ن کے ایم این اے جاوید ابراہیم پراچہ اُس دن نوروز منانے پر سنیوں کو شیعہ روایت کے خلاف متحرک کرنے میں مصروف تھے[194]۔ 20 مارچ کو ہنگو میں مکمل بندش کے بعد، 21 مارچ کو اردگرد کے ہزاروں قبائلیوں پر مشتمل ایک لشکر نے نوروز کے مرکزی اجتماع پر حملہ کیا۔ جبکہ فوج کی کمک بارہ گھنٹوں کے اندر قصبے میں دوبارہ نظم و نسق بحال کرنے میں کامیاب ہوگئی لیکن قریبی شیعہ دیہاتوں پر مارٹر فائر کے ساتھ حملے مزید دو دن تک جاری رہے[195]۔

ٹیبل 5: پنجاب میں فرقہ وارانہ تشدد میں مارے گئے سنی 1990ء-1997ء

ڈویژن	1990ء	1991ء	1992ء	1993ء	1994ء	1995ء	1996ء	1997ء
لاہور	-	1	-	6	15	11	4	58
راولپنڈی	-	1	1	1	-	-	-	-
فیصل آباد	8	18	2	1	3	-	4	14
گوجرانوالہ	-	-	-	-	-	2	-	-
بہاولپور	-	2	2	-	2	-	1	-
ملتان	-	-	-	-	2	9	23	4
سرگودھا	-	-	-	1	1	-	-	-
ڈی جی خان	5	1	1	2	-	-	2	-
ٹوٹل	13	23	6	11	23	22	34	76

ذرائع: نیوز لائن 9/1997، پی-45- (جدول 4 اور 5، 1997ء کی مکمل ہلاکتوں کی تعداد نہیں بتاتے۔ جدول 3 کے ساتھ دیگر اختلافات کی وضاحت اِس حقیقت سے کی جا سکتی ہے کہ تینوں جدولوں میں صرف سرکاری اعداد ہیں، جو پھر بھی نامکمل ہیں۔)

اگست 1998ء میں افغانستان میں طالبان کے شانہ بشانہ لڑنے والے پاکستانی رضا کار مزارشریف میں شیعہ ہزارہ کے بڑے پیمانے پر قتل عام میں بظاہر ملوث تھے[196]۔ اسی قصبے میں نو ایرانی سفارت کاروں کی ہلاکت کے ساتھ اِس واقعہ نے ایران کو طالبان کے خلاف کھلی فوجی مداخلت کے دہانے پر پہنچا دیا[197]۔ کچھ مہینوں کی کشمکش کے بعد ایران کے تحمل کا مظاہرہ کرنے کے فیصلے کی ایک وجہ بین الاقوامی" فرقہ وارانہ جنگ" کا خطرہ تھا، جس کے پاکستان کے شیعوں پر بھی شدید اثرات مرتب ہو سکتے تھے۔ اگست 1998ء میں بھی، افغانستان میں خوست کے قریب حرکت الانصار کا ایک تربیتی کیمپ، جس میں پاکستان کے فرقہ وارانہ دہشت گردوں کو پناہ دی گئی تھی، کو امریکی کروز میزائلوں نے نشانہ بنایا[198]۔ یہ حقیقت کہ اِن میزائلوں نے پاکستانی فضائی حدود سے کراس کیا تھا، اور پاکستان کی عسکری قیادت کو بظاہر اس سے کچھ دیر پہلے مطلع کیا گیا تھا، جو مذہبی جماعتوں کی طرف سے حکومت کے خلاف احتجاج شروع کرنے کا باعث بنا۔ نواز شریف نے 28 اگست کو قومی اسمبلی میں 15ویں آئینی ترمیم کابل جمع کراتے ہوئے ردعمل دیا، جس میں قرآن وسنت کو ملک کا سپریم قانون قرار دیا گیا۔ حکمران جماعت کو مذہب کی آڑ میں غیر معمولی اختیارات دینے کی کوشش کے طور پر پی پی پی اور دیگر سیکولر جماعتوں کی طرف سے اِس پر شدید تنقید کی گئی، اور سینیٹ نے اِسے روک دیا[199]۔

اکتوبر 1998ء سے شروع ہونے والے نام نہاد مقابلوں میں، پنجاب پولیس نے کئی فرقہ وارانہ دہشت گردوں کو ہلاک کیا، جو بظاہر جان بوجھ کر کیے گئے، یہ طریقہ 1995ء سے کراچی میں ایم کیو ایم کے دہشت گردوں کے خلاف نصیر اللہ بابر کے حکم پر پہلے سے رائج

تھا[200]۔ جواب آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی کہ 3 جنوری 1999ء کو رائیونڈ (لاہور) میں نواز شریف کی رہائش گاہ کے قریب اُن کی جان پر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی[201]۔ 4 جنوری کو کرمداد قریشی (ضلع مظفر گڑھ) گاؤں میں شیعہ مسجد میں ایک اور قتل عام ہوا (سولہ افراد ہلاک)[202]۔ جہاں TJP کے رہنماؤں نے حکومت سے شیعوں کو اپنے دفاع کے لیے نجی ملیشیائیں بنانے کی اجازت دینے کو کہا[203]، نواز شریف نے SSP کو مطمئن کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ 26 مارچ کو وہ اور اُن کے بھائی شہباز نے ڈاکٹر اسرار احمد سے ملاقات کی، جسے فاروقی کی موت کے بعد سے SSP کے چیف سرپرست ضیاء القاسمی نے SSP اور حکومت کے درمیان ثالثی کرنے کے لیے کہا تھا۔ انہوں نے توہین رسالت کے قانون کے دائرہ کار کو بڑھانے، صحابہ کرام، ازواج رسول یا اہل بیت کی توہین کرنے پر زیادہ سے زیادہ چودہ سال قید کی سزا دینے کا ایک اصولی معاہدہ کیا۔ اُس اجلاس میں ایک اور قانون تجویز کیا گیا، جس کے تحت کسی دوسرے شخص پر کافر ہونے کا الزام لگانے والے کو عدالت میں الزام ثابت کرنے یا اُسے سخت سزا دینے کی ضرورت ہوگی[204]۔

یکم اپریل 1999ء کو، ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلام آباد میں وزیر اعظم ہاؤس میں علماء کی دس رکنی کمیٹی کے پہلے اجلاس کی صدارت کی، جس میں SSP اور TJP کے رہنما بھی شامل تھے۔ اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ اگر کمیٹی اتفاق رائے پر پہنچ جائے گی تو حکومت مجوزہ قانون سازی کو آگے بڑھائے گی۔ 7-8 اپریل کو ایک اور میٹنگ میں مسودہ قوانین پر تبادلہ خیال کیا گیا، لیکن TJP کو ان دونوں کے خلاف تحفظات تھے۔ 13 اپریل کو ڈاکٹر اسرار نے اُس وقت کمیٹی کے چیئرمین کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا جب ساجد علی نقوی کی جانب سے قوانین کے مسودے کو عام کرنے پر اُنہیں ملامت کی گئی[205]۔ اس کے بعد شہباز شریف پنجاب سے علماء کی ایک اور کمیٹی کے ساتھ آگے بڑھے جس نے ایسی ہی سفارشات پیش کیں جن پر شریف برادران اور اسرار احمد کے درمیان پہلی ملاقات میں اتفاق کیا گیا[206]۔ ساجد علی نقوی کے اس احتجاج سے متاثر نہ ہوتے ہوئے جس میں انہوں (نقوی) نے "شیعوں کو اُن کے تمام حقوق اور مذہبی آزادیوں[207] سے محروم کرنے کی سازش" قرار دیا، کے خلاف 22 اگست کو حکومت پنجاب نے سیکشن 296 PPC میں ترمیم کرنے والا آرڈیننس جاری کیا[208]۔ شریف برادران کی اس وقت SSP کے ساتھ تعلقات ٹھیک کرنے کی بے تابی کے ایک اور اشارے میں اعظم طارق کو 9 جولائی کو جیل سے رہا کیا گیا۔ اُس نے فوری طور پر ایک ایسے وقت میں جب زیادہ تر مذہبی جماعتیں کشمیر میں مبینہ طور پر "فروخت" کرنے پر شریف کی مذمت کر رہی تھیں، ایک ایسے وقت میں مکمل جنگ کے بغیر مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی بنانے میں نواز شریف کی مدبرانہ حکمت عملی کو سراہا[209]۔

شریف کی دوسری میعاد کے آخری ہفتوں میں بطور وزیر اعظم فرقہ وارانہ قتل کا ایک اور عروج دیکھا گیا، جن میں زیادہ تر شیعوں کی زیادہ تر ٹارگٹ کلنگ کی گئی[210]۔ متاثرین میں لاہور ہائی کورٹ کے وکیل سید ناصر عباس کاظمی[211]، ٹی جے پی کے سینئر وائس چیئرمین اور مالیاتی سیکرٹری خورشید انور[212]، کراچی کی ایک شیعہ مسجد میں دس نمازی[213]، آئی ایس او کے سابق رہنما ڈاکٹر قیصر عباس سیال[214]، اور پانچ دیگر ممتاز شیعہ شامل تھے۔ اس نے حکومت کی طرف سے ایک اور یوٹرن کا اشارہ دیا۔ اعظم طارق کو یکم اکتوبر کو دوبارہ گرفتار کیا گیا، جس کے دس دن بعد SSP کے مرکزی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کو گرفتار کیا[215]۔ نواز شریف نے آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل ضیاء الدین کو بھی قندھار روانہ کیا تاکہ طالبان کے رہنما سے پاکستانی فرقہ وارانہ دہشت گردوں کے تربیتی کیمپوں کو بند کرنے کا مطالبہ کیا جائے اور 7 اکتوبر کو ایسے کیمپوں پر عوامی الزامات لگائے[216]۔ فرقہ وارانہ جماعتوں کے تئیں پالیسی کی حقیقی تبدیلی کا ارادہ تھا یا نہیں، یہ قیاس آرائیوں کے لیے کھولا گیا، کیونکہ شریف کو صرف چھ دن بعد جنرل پرویز مشرف کی قیادت میں فوجی بغاوت کے ذریعے معزول کر دیا گیا[217]۔

تحریک جعفریہ پاکستان کا زوال

اکتوبر 1993ء میں TJP قومی اور صوبائی انتخابات میں کوئی پیش رفت کرنے میں ایک بار پھر ناکام ہوگئی لیکن ساجد علی نقوی اس تنظیم کو پاکستان میں اسلام پسند مرکزی دھارے کا حصہ بنانے کے لیے ہمیشہ کی طرح پرعزم رہے۔ اِن انتخابات میں تمام مذہبی جماعتوں کا ناقص مظاہرہ، جو اُنہوں نے تین حریف کیمپوں میں لڑا[218]، ایسا لگتا تھا کہ آپس میں میل جول کا ایک موقع ہے۔ دسمبر 1993ء میں شمالی علاقہ جات کے دورے کے دوران، ساجد علی نے ماضی کے فرقہ وارانہ تنازعات کا صفحہ پلٹنے کی اپیل کرتے ہوئے "اتحاد کی تاریخی دعوت" پیش کی۔ اُنہوں نے حنفی اور جعفری فقہ کے مشترک عناصر کو اسلامی عمومی قانون کا حصہ بنانے اور متنازعہ تفصیلات کو ہر مسلک کے پرسنل لا پر چھوڑنے کی تجویز بھی دی[219]۔ واپسی پر اُنہوں نے پشاور میں ایک پریس کانفرنس میں مذہبی جماعتوں کے "عظیم اتحاد" کی اپیل کی، اور یہ بتاتے ہوئے کہ TJP نے ممکنہ شراکت داروں سے رابطہ کرنے کے لیے "ملی یکجہتی کونسل" تشکیل دی ہے۔ اِن میں "وہ گروپ شامل نہیں تھے جو تشدد پر یقین رکھتے ہیں اور جن کا مقصد فرقہ واریت کو فروغ دینا ہے" جیسے SSP[220]۔ TJP نے 18-19 نومبر 1993ء کو کراچی میں اپنی مرکزی کونسل کے ایک خصوصی اجلاس میں پہلے ہی بریلوی مذہبی رہنماؤں کے ساتھ تعاون کے لیے اپنی ترجیح واضح کر دی تھی، جب ایک نئے پانچ نکاتی پروگرام پر تبادلہ خیال کیا گیا تھا۔ اِس نے TJP کے اہداف کو اس طرح بیان کیا تھا:

(1) اشاعتوں اور کتب خانوں کی تاسیس کے ذریعے شیعیت کے بارے میں آگاہی، شیعہ مخالف لٹریچر کے مضبوط جوابات، تبلیغی دورہ جات، اور مبلغین کی تربیت اور سرپرستی۔

(2) مساجد، امام بارگاہوں کی تعمیر اور دیکھ بھال، پیش نمازوں کی فراہمی، علماء، ذاکرین اور قائدین کی کانفرنسوں کا انعقاد، تعلیمی اداروں اور دینیات کے مراکز کی تاسیس کے ذریعے شیعیت کو مضبوط کرنا۔

(3) تشیع کی تشہیر (تعارفی) لٹریچر کے ذریعے اور مختلف علاقوں میں تبلیغی مراکز کا قیام۔

(4) پیشہ وارانہ تربیتی مراکز، ڈسپنسریوں، ہسپتالوں، دفاتر اور تنظیموں، ورکشاپس وغیرہ کے قیام کے ذریعے شیعیت کی تعمیر۔

(5) اتحاد کانفرنسوں کے ذریعے شیعیت کا تحفظ، مشائخ اور پیروں سے روابط اُستوار کرنا، بریلوی رہنماؤں کے ساتھ تعاون اور اتحاد اور موجودہ حالات کے تقاضوں سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا[221]۔

TNFJ کے جولائی 1987ء کے منشور کے مقابلے میں، جس میں وحدتِ اسلامی کا بیانیہ شامل تھا اور جہاں تک ممکن ہوا تنظیم کی شیعہ شناخت کے حوالے سے گریز کیا گیا، TJP کے 1993ء کے "پانچ نکات" پرجوش اور بالکل واضح تھے۔ نقطہ نمبر 5 میں سنیوں کو پیش کی

گئی صلح بریلیوں کو ممکنہ شراکت داروں کے طور پر اکٹھا کرنے کے لیے قابلِ ذکر تھی۔ تاہم، پاسبان[223] جیسی مسلح شیعہ تنظیموں کے ذریعے سیکورٹی فراہم کرنے کی کوششوں کو آسانی سے ختم کر دیا گیا۔

اگرچہ سنی مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کو خاموشی سے پیش کیا جاتا رہا اور نتائج برآمد ہونے میں کچھ وقت لگا، TJP نے ہمیشہ کی طرح اپنے شیعہ گروہی ایجنڈے پر عمل کیا۔ اس نے اسلامی نظریاتی کونسل کے لیے پی پی پی حکومت کے شیعہ تقرر کے خلاف احتجاج کیا، کیونکہ TJP سے مشاورت نہیں کی گئی، اور اُن کی تعداد تین سے بڑھا کر پانچ کرنے کا مطالبہ کیا[224]۔ 1994ء کے اوائل میں ساجد علی نقوی نے سینیٹ کے لیے چھ امیدواروں کا نام لیا[225] لیکن اِن میں سے صرف دو نے اپنا اندراج کرایا[226]۔ پاراچنار سے تعلق رکھنے والے سید محمد جواد ہادی،[227] صوبہ خیبر پختونخوا میں مسلم لیگ اور عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کی مخلوط حکومت کو توڑنے کے لیے پی پی پی کی کوششوں کی بدولت TJP کے پہلے سینیٹر بنے[228]۔ مارچ 1994ء میں[229]، TJP کی ''سیاسی کونسل'' کے سربراہ کے طور پر مقرر ہوئے، اُنہوں نے آنے والے سالوں میں ایک اعلیٰ کردار ادا کیا، آہستہ آہستہ TJP کی قیادت کے لیے ساجد علی کے حریف کے طور پر اُبھرے۔

1994 میں TJP کے لیے فرقہ وارانہ تشدد کے علاوہ سب سے اہم مسئلہ SSP کے ''ناموسِ صحابہ بل'' کا مقابلہ کرنا تھا[230]۔ اعظم طارق کی جانب سے قومی اسمبلی میں بل پیش کیے جانے کے ایک دن بعد پریس کانفرنس کرتے ہوئے ساجد علی نے اعلان کیا کہ TJP اِس کی مخالفت ''پوری طاقت'' سے کرے گی[231]۔ TJP نے بل کی منظوری کے خلاف حکومت اور اپوزیشن دونوں کے رہنماؤں سے لابنگ کی، جب کہ سید جواد ہادی نے فرقہ واریت کے خلاف ایک بل سینیٹ میں پیش کیا جس کا مقصد دیگر چیزوں کے علاوہ، اعظم طارق جیسے افراد کو باہر کرنا تھا، جو اسمبلیوں میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو ہوا دینے میں شامل تھا[232]۔ TJP کے قائم کردہ ایک ''ریسرچ سنٹر'' نے ''ناموس صحابہ بل'' کے لیے ایک تفصیلی جواب تیار کیا، جس کی کاپیاں بڑی تعداد میں تقسیم کی گئیں۔ پمفلٹ نے بل کو ایک ''شیطانی فرقہ وارانہ سازش'' قرار دیتے ہوئے پاکستان کے آئین کی طرح قرآن وسنت سے متصادم قرار دیا، بل کے پیش کرنے والے سے درج ذیل سوالات کیے:

1) کس کو صحابی (پیغمبر کا ساتھی) کہا جا سکتا ہے؟ کیا ہر وہ شخص صحابی ہے جس نے حضورؐ کو دیکھا ہو --- اور آپ کے پاس بیٹھا ہو؟ پھر قرآن مجید کی سیکڑوں آیات اور احادیث ہیں جن میں ایسے لوگوں[233] پر تنقید کی گئی ہے اور اُنہیں دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اِن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

2) "صحابہ کی توہین" کی تعریف کیسے کی جائے؟

3) کیا صحابہ کی آپس کی رقابتوں اور جھگڑوں کا ذکر کرنا بھی توہین ہے؟

4) کیا صحابہ اور اہل بیت کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا ذکر کرنا صحابہ کی توہین ہے جو قرآن و سنت اور تاریخ کی متعدد کتابوں میں درج ہیں؟

5) کیا اُن صحابہ کی بداعمالیوں کو بیان کرنا جنہوں نے اہل بیت کے خلاف بغاوت کی اور ان مقدس ہستیوں کی توہین کی؟

6) کیا آپ کو یقین ہے کہ صحابہ، انبیاء کی طرح معصوم تھے؟ اور اگر نہیں تو آپ اِس کو ناممکن کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ صحابہ گناہانِ صغیرہ اور کبیرہ کر سکتے تھے؟[234]

متنازعہ بل کی منظوری کو ٹالا جاسکتا تھا لیکن TJP کے بہت سے دوسرے مطالبات، جو جولائی 1994ء میں صدر لغاری اور بے نظیر بھٹو کو لکھے گئے خط میں درج تھے، نامکمل رہے۔ اِن میں عارف حسین کے قاتلوں کو سزا اور جرم کا پورا پس منظر بتانا، فرقہ وارانہ تشدد کے خلاف مؤثر اقدامات کرنا، وفاقی شرعی عدالت میں شیعہ نمائندگی، اسلامی نظریاتی کونسل میں شیعہ کی بہتر نمائندگی (بشمول 'علماء')، شامل ہیں۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے نصاب میں فقہ جعفریہ کی شمولیت، نوتعمیر شدہ شہری کوارٹرز میں شیعہ مساجد اور امام بارگاہوں کے لیے پلاٹوں کی الاٹمنٹ، عزاداری کے جلوسوں پر عائد پابندیوں کا عمومی خاتمہ، ایسے مواقع پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندی، اور ایران اور عراق میں مقدس مقامات کی زیارت پر، الگ الگ وقف بورڈ اور دینیات سے متعلق پرانے مطالبات[235]۔ اِس کے علاوہ، TJP کو بہت زیادہ مشہور جعفریہ ویلفیئر فنڈ کے باوجود اپنے بلند نظر پروگرام کی مالی اعانت میں مشکلات کا سامنا تھا[236]۔ درحقیقت یہ منصوبہ صرف پنجاب کے کچھ حصوں میں لاگو کیا جاسکتا تھا، اور خمس کی شکل میں ٹی جے پی کو دی جانے والی امداد کی رقم کم ہوگئی تھی۔

1994ء میں TJP کی واحد کامیابی 25 اکتوبر کو ہونے والے شمالی علاقہ جات کونسل کے انتخابات میں اس کا زبردست مظاہرہ تھا۔ ملک کے شیعہ اکثریتی آبادی والے اِس واحد بڑے حصے پر اب بھی وزیر اُمور کشمیر اور وفاقی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ بیوروکریٹس کی حکومت تھی، اس کی "جنگ آزادی"[37] کے 47 سال بعد، جب کہ اس کی منتخب "پارلیمنٹ" کے اختیارات (1974ء سے) ترقیاتی فنڈز تک محدود تھے۔ TNFJ/TJP نے ہمیشہ مقامی شیعوں کی صوبائی حیثیت اور مکمل سیاسی حقوق کے مطالبے کی تائید کی ہے[238]، اور اسے پاکستان کے اس دورافتادہ حصے میں اپنی مضبوط حمایتی بنیادوں میں سے ایک ملی۔ لیکن 1991ء میں جب ضیاء الحق کے دور کے بعد شمالی علاقہ جات میں پہلے انتخابات ہوئے تو TNFJ کے رہنماؤں نے ان کے بائیکاٹ کا مطالبہ کیا کیونکہ سولہ حلقوں میں سے ایک کے بارڈرز شیعوں کے نقصان کے لیے دوبارہ کھینچ دیئے گئے[239]۔ اپریل 1994ء میں، پی پی پی حکومت نے شمالی علاقہ جات کے لیے ایک اصلاحاتی پیکج کا اعلان کیا جس سے TJP مطمئن نہیں تھی، لیکن اِسے "صحیح سمت میں ایک قدم" سمجھا گیا۔ اس نے کونسلرز کی تعداد کو چوبیس تک بڑھا دیا اور ڈپٹی چیف ایگزیکٹو کا ایک عہدہ تخلیق کیا گیا جسے وزیر مملکت کا درجہ دیا گیا جو شمالی علاقہ جات کونسل کے اراکین میں سے منتخب کیا جائے گا، ساتھ ہی تین سے پانچ مشیروں کی "کابینہ"[240]۔ TJP، جس نے شیعہ اثناعشری اکثریت کے نو حلقوں میں امیدوار کھڑے کیے، ایک بھرپور انتخابی مہم کی قیادت کی، جس میں ساجد علی نقوی اور سید جواد ہادی کے دورے شامل تھے، جبکہ پی پی پی نے 'عرفان حیدر عابدی' اور نو وفاقی وزراء کو روانہ کیا[241]۔ TJP نے آٹھ جب کہ PPP نے سات، PML نے ایک اور آزاد امیدواروں نے آٹھ سیٹیں جیتیں لیکن یہ پی پی پی ہی تھی جس نے اپنے ایک کونسلر (اسماعیلی پیر سید کرم علی شاہ) کو کچھ آزاد امیدواروں کی مدد سے ڈپٹی چیف ایگزیکٹو منتخب کرایا، جس سے ساجد علی نقوی نے ناراضگی کا اظہار کیا[242]۔ اِس کے علاوہ، جلد ہی یہ بات سامنے آئی کہ امور کشمیر کے وزیر، میر افضل خان، جو کہ نام نہاد "صوبائی حکومت" کے چیف ایگزیکٹو رہے، اپنے نائب اور اپنی "کابینہ" کو کوئی بامعنی اختیارات دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اِس لیے نہ صرف TJP اور اِس کے شیعہ حامی بلکہ شمالی علاقہ جات کے زیادہ تر لوگ پی پی پی کے خلاف ہوگئے اور وفاقی حکومت سے

پہلے سے کہیں زیادہ الگ ہو گئے[243]۔

1994ء کے شمالی علاقہ جات کونسل کے انتخابات کے نتیجے میں TJP کی اس کی دیرینہ حلیف پیپلز پارٹی سے حتمی طلاق ہو گئی۔ اس طرح 1995ء کے اوائل میں TJP نے ملی یکجہتی کونسل کے حکومت مخالف ایجنڈے کو دل و جان سے قبول کیا، جو کہ پہلے 1993ء کے اواخر سے TJP کی طرف سے حمایت یافتہ تمام مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے احساس کی طرح نظر آیا[244]۔ جولائی 1995 میں TJP نے یہاں تک کہ کچھ سنی جماعتوں کی طرف سے صوبہ سرحد (کے پی) کے ملاکنڈ ڈویژن میں تحریک نفاذ شریعت محمدی کے ساتھ اعلان کردہ یوم یکجہتی کی بھی حمایت کی[245]۔ اس نے SMP پر تنقید کا بھی حوصلہ بڑھایا اور MYC کے ضابطہ اخلاق کے لیے شیعہ قبولیت حاصل کرنے کی پوری کوشش کی، حالانکہ مؤخر الذکر میں احترام صحابہ ظاہر کرنے کی خود ذمہ داری کی شق شامل تھی[246]۔ بدلے میں، JI، JUP اور JUI-F جیسی سنی جماعتوں نے فروری 1996ء میں" یوم القدس" منانے اور خمینی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے TJP کے ساتھ شامل ہوئے[247]۔ اگرچہ اس وقت MYC بتدریج ٹوٹ رہا تھی، TJP نے مارچ 1996ء میں ان جماعتوں کے ساتھ ایک نئے اتحاد کے قیام کا اعلان کیا، اور تین ماہ بعد، یہاں تک کہ JUI-S اور JAH نے بھی مذاکرات میں حصہ لیا جس کا مقصد اِسے وسعت دینا تھا[248]۔ جولائی 1996ء تک TJP کا سیاسی رجحان مکمل طور پر آ چکا تھا، اب ساجد علی، نواز شریف کی حکومت مخالف مہم کی حمایت کا اعلان کرنے والے تھے[249]۔

جب کہ TJP کا گروہی ایجنڈا اعتدال پسند رہا، زیادہ تر وہی مطالبات دہراتے رہے جو شیعہ تنظیم کئی دہائیوں سے کر رہی تھی (اوپر ملاحظہ کریں)، SMP لیڈر ریز دانی نے 1995ء کے اوائل میں جیل خانے سے صدر لغاری کو لکھے گئے خط میں مطالبات کا 40 نکاتی فہرست پیش کی جس میں شامل تھے:

1) آلِ محمد کی توہین کرنے پر سزائے موت دینے والے قانون کی منظوری۔

3) کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہنے پر سزا دینے والے قانون کی منظوری۔

4) تمام شیعہ ائمہ کی یوم پیدائش اور یوم وفات پر سرکاری تعطیلات کے ساتھ سرکاری ریڈیو اور ٹی وی پر خصوصی پروگرام۔

5) یا تو پنجاب میں یکم محرم کی تعطیل کو منسوخ کر دیا جائے[250] یا 1-12 محرم کو سرکاری تعطیل کے طور پر اعلان کیا جائے۔

6) آلِ محمد کے خلاف توہین پر مشتمل تمام لٹریچر کو ضبط کرنا اور سمندر بُرد کرنا[251] اور سعودی عرب کی طرف سے پاکستان میں وہابی لٹریچر کی بلا معاوضہ تقسیم پر پابندی۔

8) سرکاری ریڈیو اور ٹی وی پر شیعہ اذان[252] اور شیعہ عبادات کی نشریات۔

9) ریڈیو اور ٹی وی کے مذہبی پروگراموں کا آدھا وقت شیعہ 'علما' کے لیے مختص کرنا.

10) سپریم کورٹ کے ججوں کے پینل کے سامنے شیعہ اور سنی کے درمیان تمام متنازعہ سوالات پر

مناظرہ کا انعقاد، جو ریڈیو اور ٹی وی پر براہ راست نشر کیا جائے گا۔

11) اسلامیات اور تاریخ کے لیے سکولوں اور کالجوں کے لیے ایک نئے نصاب کی تیاری جو آل محمد اور سلمان الفارسی، بلال اور عمار ابن یاسر اور شہدائے کربلا جیسے نامور صحابہ پر صحیح روشنی ڈالنا۔ اسلام کے خلاف بنی امیہ کی سازشوں کو بے نقاب کرنا۔

15) فوج اور سول سروس کے لیے درخواست فارم پر "مذہبی فرقے" کے اندراج کا خاتمہ۔

16) جیلوں میں شیعوں کے لیے علیحدہ مساجد اور امام بارگاہیں۔

24) پاکستان میں غیر ملکی سفارت خانوں اور فرقہ وارانہ گروہوں کے درمیان کھلے اور خفیہ تعلقات کی نگرانی۔

25) SSP لیڈروں کے تمام اسلحہ لائسنس منسوخ کئے جائیں اورSMP لیڈرزیزدانی اور غلام رضا نقوی کو فوری طور پر دس اسلحہ لائسنس جاری کئے جائیں۔

26) اعظم طارق کو سزائے موت اور قومی اسمبلی کے مینڈیٹ کی منسوخی

28) شیعہ کے تمام سزا یافتہ قاتلوں کو فوری پھانسی دی جائے۔

37) یوم یروشلم (رمضان کے آخری جمعہ) پر سرکاری تعطیل۔[253]

اگرچہ اس طرح کے کیٹلاگ کو تجسس کے طور پر مسترد کیا جا سکتا ہے، لیکن اُس نے یہ ظاہر کیا کہ 1990ء کی دہائی کے وسط میں پاکستان کے شیعوں کے ایک بنیاد پرست طبقے کے ذہنوں میں" برابری کے حقوق" کے تصورات کسی حد تک پھیل چکے تھے۔ پمفلٹ کا مصنف SMP کے اندر بھی ایک" پیامبر امن کی علامت" تھا، جیسا کہ MYC کے ضابطہ اخلاق کی اس کے بعد کی منظوری اور غلام رضا نقوی کے ساتھ تنازع سے ظاہر ہوتا ہے[254]۔ فطری طور پر TJP، جس نے سنی مذہبی جماعتوں کے ساتھ مضبوط راستہ اختیار کیا تھا، ان نوجوان شیعہ گروہی کارکنوں کی توقعات پر پورا اترنے میں زیادہ سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جن کا مذہبی محرک مضبوط تھا۔ دوسری طرف، پاکستان کے شیعوں کی سیکولر خاموش اکثریت، TNFJ/TJP سے اپنے اسلامی نظریہ کو اپنانے اور علمائے کرام اور دینیہ مدارس کے مفادات پر زور دینے کی وجہ سے طویل عرصے سے الگ ہو چکی تھی۔ چونکہ TJP سیکورٹی کو بہتر بنانے کے لیے بھی کچھ نہیں کر سکی، جو 1990 کی دہائی میں شیعوں کے لیے سب سے بڑا مسئلہ تھا، اس کی حمایت کی بنیاد مسلسل کم ہوتی جا رہی تھی۔ مثال کے طور پر، اگست 1996 میں ٹی جے پی کو آئی ایس او کے تعلیمی فنڈ میں چندہ دینا بند کرنا پڑا کیونکہ اِس مقصد کے لیے ٹی جے پی کو ملنے والے عطیات میں کافی کمی آئی تھی۔ ساجد علی نقوی، جنہوں نے خود اپنے جعفریہ ویلفیئر فنڈ،[256] سے بڑی توقعات وابستہ کی تھیں، TJP کے زوال کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ اُن پر یہ بھی الزام تھا کہ اُنہوں نے بغیر مشاورت کے بہت زیادہ فیصلے لیے۔ فروری 1995ء میں ایک نو عمر لڑکی کے ساتھ خفیہ شادی کی وجہ سے اُن کی ساکھ کو مزید نقصان پہنچا، جس کا اندراج ملک میں کہیں نہیں ہوا تھا۔ ایک سال بعد جب اُنہیں TJP کے مرکزی قائدین سے افواہوں کی تصدیق کرنی پڑی تو ساجد علی نے کہا کہ وہ خود فقہ جعفریہ کے مطابق شادی کی تقریب انجام دینے کا حقدار ہے اور اِسے اندراج کرنے کی ضرورت نہیں

ہے،لیکن TJP کے بہت سے نوجوان کارکنان کا خیال تھا کہ اُن کا طرزِ عمل اُن کے قد کے مذہبی رہنما کے لیے موزوں نہیں تھا۔ یہ معاملہ ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کے سامنے بھی لایا گیا جنہوں نے ذاتی طور پر ساجد علی سے متنازعہ شادی ختم کرنے کو کہا[257]۔ اگرچہ ساجد علی کے خلاف ناراضگی بڑھ رہی تھی، لیکن اُن کے مخالفین کے پاس چند آپشنز باقی رہ گئے تھے، کیونکہ وہ 1988ء میں تاحیات منتخب ہوئے تھے اور اُنہوں نے خود TJP کے اندر مختلف کونسلوں کے زیادہ تر ممبران کا تقرر خود کیا تھا۔ آیت اللہ خامنہ ای کی تجویز کے بعد، TJP کی سپریم کونسل نے دسمبر 1996ء میں ایک سمجھوتے کے فارمولے پر تبادلہ خیال کیا، یعنی TJP "صدر" کا عہدہ تخلیق کرنا جب کہ "قائد" صرف رسمی سربراہ ہوگا[258]۔ ساجد علی کی اپنے اختیارات میں ایسی کمی کے خلاف مزاحمت کے باعث، تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) بتدریج تقسیم ہوگئی (نیچے ملاحظہ کریں)۔

نومبر 1996ء میں، تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) نے صدر لغاری کو اِس بات پر مبارکباد دی کہ اُنہوں نے بینظیر بھٹو کو دوسری مرتبہ اقتدار سے برطرف کر کے 'پاکستان کو تباہی سے بچا لیا'[259]، اور فوراً ہی نواز شریف کی مسلم لیگ (PML) کے ساتھ ساتھ بڑی سنی مذہبی جماعتوں سے انتخابی اتحاد کے لیے مذاکرات کا آغاز کر دیا۔ JUP،TJP (نورانی گروپ)، JUI-S،JI اور JAH کا ایک مشترکہ منشور 19 نومبر کو ایک اجلاس میں تیار کیا گیا[260] اور ایک ماہ بعد اِن جماعتوں کے باضابطہ اتحاد (مائنس JI) کا اعلان کیا گیا[261]۔ اِسی طرح، TJP نے پنجاب کے کچھ حلقوں میں مسلم لیگ کے ساتھ انتخابی تعاون پر اتفاق کیا[262]۔ اِس اتحاد کی ایک کامیابی نواب امان اللہ خان سیال کے ہاتھوں قومی اسمبلی کی SSP "کے مخصوص" حلقہ وسطی جھنگ میں اعظم طارق کی شکست تھی، جسے TJP اور PML دونوں کی حمایت حاصل تھی[263]۔ TJP کی مدد سے اپنی نشست جیتنے والے ایک اور امیدوار الٰہی بخش سومرو تھے جو 1997ء میں قومی اسمبلی کے سپیکر بنے تھے[264]۔ بےنظیر بھٹو نے اپنی طرف سے کچھ حمایت بچانے کے لیے جو پیپلز پارٹی کو پہلے شیعہ تنظیموں سے حاصل تھی، راولپنڈی میں سید حامد علی موسوی کے ہاں بھی گئی تھیں[265]۔

تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) کے رہنماؤں کا یقین تھا کہ مسلم لیگ (PML) کی بھاری فتح اُن کے 'شیعہ ووٹ بینک' کی مرہونِ منت تھی، جو اُن کی جماعت نے فراہم کیا تھا[266]۔ تحریک جعفریہ پاکستان اور مسلم لیگ کے اتحاد کے ابتدائی نتائج میں سے ایک پاراچنار سے سید عابد حسین حسینی کا سینیٹ کے لیے انتخاب، اور دوسرا افضل حق قتل کیس میں انور علی اخوندزادہ کی حتمی بریت تھی[268]۔ اسلام آباد میں منعقدہ تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ/تحریک جعفریہ پاکستان (29-30 مارچ 1997ء) کے آٹھویں تنظیمی کنونشن سے خطاب میں ساجد علی نے وزیرِاعظم کے اُس پروگرام کی حمایت کا اظہار کیا جس کے تحت عام پاکستانیوں سے چندہ اکٹھا کر کے ملک کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کی کوشش کی جا رہی تھی، اور ساتھ ہی اُنہوں نے مسلم لیگ (PML) کی حکومت کی جانب سے سیاسی طبقے کا 'احتساب' نافذ کرنے کی صلاحیت پر بھی اُمید کا اظہار کیا[269]۔ اِس تقریر میں اُنہوں نے TJP کے اعتدال پسند موقف کا اِس طرح دفاع کیا:

ہم سیاسی سرگرمی پر ایمان رکھتے ہیں اور غیر قانونی طریقوں (لا قانونیت) کی سختی سے مخالفت کرتے ہیں۔ شریعت کے نقطۂ نظر سے میں قانون شکنی کو جرم سمجھتا ہوں۔ ممکن ہے کچھ لوگ اور علما یہ خیال رکھتے ہوں کہ پاکستان کے موجودہ قوانین میں سے کچھ برطانوی دور

میں بنائے گئے تھے اور اب تک تبدیل نہیں ہوئے، اور ان میں سے بعض قوانین درست نہیں۔ میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک یہ قوانین برقرار ہیں، اور جب تک متعلقہ ادارے انہیں تبدیل نہیں کر دیتے، تب تک ان قوانین کی پابندی کرنا واجب اور ضروری ہے، اور قانون توڑنا حرام اور ناجائز ہے۔ اسی لیے گزشتہ برسوں میں، اور آج تک، ہم نے ایک جملہ بھی ایسا نہیں کہا جو قانون شکنی کی بُو دیتا ہو، حتیٰ کہ سخت ترین حالات میں بھی نہیں۔۔۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ملک کی گلیوں، سڑکوں اور بازاروں میں کس طرح لا قانونیت پھیل رہی ہے، اور آئین کو کس طرح پامال کیا جا رہا ہے۔ آئین میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی واضح تعریف موجود ہے۔۔۔ اور جو لوگ اب گندگی پھیلا رہے ہیں، وہ انہی [مسلمانوں] میں شامل ہیں۔ پاکستان میں ہم سے اعلیٰ درجے کے کوئی اور مسلمان نہیں۔۔۔ مَیں کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری نہیں کرتا؛ وہ سب مسلمان ہیں اور ہمارے بھائی ہیں۔ لیکن ہمارے خلاف گندے فتوے دیے جا رہے ہیں اور گندی زبان استعمال کی جا رہی ہے۔۔۔[270]

TJP کے 1993ء کے 5 نکاتی پروگرام (اوپر دیکھیں) کا حوالہ دیتے ہوئے، جس کی 1997ء کے کنونشن کے دوران دوبارہ تصدیق کی گئی تھی، ساجد علی نے دیگر چیزوں کے ساتھ کہا:

مَیں شیعہ کو مضبوط کرنے کی بات کر رہا ہوں ... شیعہ کو مضبوط کرنے کی، لیکن مَیں کسی فرقے یا فرقے کے خلاف بات نہیں کرتا، مَیں کبھی بھی فرقہ وارانہ اِختلافات کی بات نہیں کرتا۔ مَیں ایسا اِس لیے کہتا ہوں کہ شیعہ مضبوط ہوں گے تو پاکستان مضبوط ہوگا۔ شیعوں کی طاقت اُمت کی طاقت ہے... جب میں شیعہ مذہب کے حقوق، سیدالشہدا کی عزاداری کے بارے میں بات کرتا ہوں تو یہ ہمارا حق ہے، ہمارا آئینی حق ہے... پولیس کا فرض ہے کہ اِس کی حفاظت کو یقینی بنائے۔ ... یہ کسی کے خلاف نہیں ہے ...[271]

تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) اور مسلم لیگ (PML) کے درمیان قربت کا دور صرف چند ماہ تک قائم رہا۔ جولائی 1997ء میں، پنجاب حکومت نے، ایس ایم پی (Sipah-e-Muhammad Pakistan) کے مضبوط گڑھ ٹھوکر نیاز بیگ پر ایک اور بے نتیجہ چھاپے سے مایوس ہو کر، جامعہ المنتظر کے قائم مقام پرنسپل غلام حسین نجفی اور 170 سے زائد طلبہ کو 'فرقہ وارانہ لٹریچر تقسیم کرنے' کے الزام میں گرفتار کر لیا[272]۔ انہیں کچھ ہی دیر بعد رہا کر دیا گیا، لیکن اگلے مہینوں اور برسوں میں TJP اور ISO کے ارکان کی گرفتاریاں بڑھتی گئیں، جبکہ TJP اکثر شکایت کرتی رہی کہ مسلم لیگ کی وفاقی اور صوبائی حکومتیں سپاہِ صحابہ پاکستان (SSP) اور اس کی ذیلی تنظیم، لشکرِ جھنگوی، کے خلاف مناسب کارروائی نہیں کر رہیں۔ تاہم، TJP نے مسلم لیگ مخالف موقف اختیار نہیں کیا۔ جون 1998ء میں، اپنی مرکزی

کونسل کے اجلاس سے قبل، پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ شہباز شریف نے TJP کے ایک وفد کو ملاقات کے لیے مدعو کیا اور اُن کے کئی مطالبات تسلیم کیے، جن میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خلاف سخت اقدامات اور 1997ء کے چھاپے کے دوران پولیس کے مبینہ طور پر ضبط کیے گئے جامعۃ المنتظر کے مالی معاوضے کی ادائیگی شامل تھی۔ چنانچہ TJP کی کونسل نے مسلم لیگ حکومت کے ساتھ تعاون جاری رکھنے کا فیصلہ کیا[273]۔ اگست 1998ء میں، سید ساجد علی نقوی نے حتیٰ کہ انتہائی متنازع پندرہویں آئینی ترمیمی بل کی بھی حمایت کی[274]۔

اُس وقت تک ساجد علی کی قیادت شدید طور پر بکھر چکی تھی۔ آیت اللہ خامنہ ای اور دیگر ایرانی رہنما، جنہوں نے اُن کے انتخاب کے وقت سے ہی اُن کی ساکھ مضبوط کرنے کے لیے خاصی کوششیں کی تھیں، تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) میں ہونے والی ممکنہ تقسیم کو روکنے میں ناکام رہے۔ 1997ء میں انہوں نے ایک اجتماعی قیادت کے قیام کی تجویز بھی دی تھی، مگر یہ کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ تحریک جعفریہ سے آئی ایس او (ISO) اور دیگر شیعہ طلبہ تنظیموں کی دوری نے متعدد سینئر شیعہ علما کو بھی مجبور کر دیا کہ وہ ساجد علی سے اعلانیہ فاصلہ اختیار کریں۔ 21 فروری 1998ء کو جامعۃ المنتظر میں منعقدہ ایک اجلاس میں، TJP کی سپریم کونسل کے 20 میں سے 11 ارکان نے اُن سے ازخود استعفیٰ دینے کا مطالبہ کیا۔ اُس سال 27-28 جون کو TJP کی مرکزی کونسل کے اجلاس میں، مصالحتی کمیٹی کی جانب سے پیش کی گئی وہ تجویز جس کے تحت جماعت کے دستور سے تاحیات قیادت کے اصول کو ختم کیا جانا تھا، کورم پورا نہ ہونے کے باعث منظور نہ ہو سکی۔ چنانچہ اختلاف رکھنے والے اراکین نے ایک نئی تنظیم کے قیام کا فیصلہ کر لیا۔ آئی ایس او اور دیگر شیعہ نوجوان تنظیموں کی TJP سے بیگانگی نے یہاں تک کہ متعدد بزرگ شیعہ علماء کو بھی کھلے عام ساجد علی سے دُوری اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ 21 فروری 1998ء کو جامعۃ المنتظر میں ایک میٹنگ کے دوران، TJP سپریم کونسل کے بیس میں سے گیارہ اراکین نے ان سے رضا کارانہ طور پر مستعفی ہونے کو کہا[275]۔ اسی سال 27-28 جون کو TJP کی مرکزی کونسل کے اجلاس میں، TJP کے آئین میں تاحیات قیادت کے اصول کو ختم کرنے کے لیے ایک مصالحتی کمیٹی کی تجویز کورم کی کمی کی وجہ سے ناکام ہو گئی[276]۔ اِس کے بعد مخالفین ایک نئی تنظیم بنانے کے لیے آگے بڑھے۔

4 اگست 1998ء کو، سید عارف حسین الحسینی کے قتل کی دسویں برسی کی شام، پشاور میں ایک نام نہاد تنظیم قائم کی گئی جسے 'شورائے وحدتِ اسلامی' ("اسلامک یونیٹی کونسل") کہا گیا، اور سینیئر سید عابد حسین حسینی کو اُس کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا[277]۔ نئی تنظیم، جسے باضابطہ طور پر 14 اگست کو لاہور میں لانچ کیا گیا، نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ مختلف شیعہ تنظیموں کا ایک وفاق ہے، جن میں تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) بھی شامل ہے، اور اس نے اب بھی ساجد علی کو TJP کا 'آئینی سربراہ' تسلیم کیا[278]۔ لیکن TJP کے بہت سے ارکان کو اب اپنی قیادت پر اعتماد باقی نہیں رہا تھا۔ آئی ایس او (ISO) اور امامیہ آرگنائزیشن دونوں نے اپنی وابستگی TJP سے منقطع کر کے شورائے وحدت سے جوڑ لی[279]، جو تنظیمی طور پر لبنانی حزب اللہ اور افغان حزبِ وحدت کے نمونے پر قائم کی گئی تھی[280]۔ ان دونوں بعد کی تنظیموں کے برعکس جنہیں 1979ء میں قائم ہونے والی TNFJ کے برعکس براہِ راست ایرانی مداخلت کے ذریعے وجود میں لایا گیا تھا[281]، شورائے وحدت کا نام ہی ایران کی پچھلے بیس برس سے پاکستان کے شیعوں کے بارے میں جاری سیاسی پالیسی کی عکاسی کرتا تھا[282]۔ یہ بھی غالباً محض اتفاق نہیں تھا کہ ایک ایسی تنظیم جو 'شیعہ سنی اتحاد کے لیے کام کرنے' کا دعویٰ کرتی تھی اُس وقت وجود میں آئی جب ایران افغانستان میں شدید ناکامی اور پاکستان کے ساتھ تعلقات کے بحران سے دوچار تھا[283]۔ تاہم، TJP اور اُس کی قیادت کا بحران ایک باخبر مبصر کے بقول 'ایران، بالخصوص

قم کے لیے ایک بڑا دھچکا' تھا۔ اُن کے مطابق، اِس بحران نے 'پاکستان میں نوجوان شیعہ کارکنان کی جانب سے قم کی حمایت کو ختم کر دیا'، جو اب 'نظریہ ولایتِ فقیہ کے بارے میں بھی پُر جوش نہیں رہے تھے' وہ نظریہ جو ایران میں شیعہ علما کی حکومت کے جواز کی بنیاد فراہم کرتا ہے[284]۔

تاہم، علما اور تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) کے دیگر ارکان کی ایک بڑی تعداد، خصوصاً پنجاب میں، سید ساجد علی نقوی کے ساتھ وفادار رہی۔ وہ بدستور TJP کے رہنما کے طور پر عوامی سرگرمیوں میں شریک ہوتے رہے، گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اگست 1999ء میں وہ اُن چند سیاسی رہنماؤں میں سے تھے جو نواز شریف کے خلاف مہم میں شامل نہیں ہونا چاہتے تھے[285]۔ لیکن جب فوج نے مسلم لیگ (PML) کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا، تو TJP باقاعدہ طور پر تقسیم کا شکار ہو گئی جو 1984ء میں تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ (TNFJ) کی تقسیم کے بعد دوسری بڑی تقسیم تھی۔ ساجد علی کے مخالفین 30 اور 31 اکتوبر 1999ء کو اسلام آباد کی مرکزی شیعہ مسجد میں ایک کنونشن میں جمع ہوئے، جس کی صدارت سید عابد حسین نے کی، اور جس کا مقصد TJP کی از سرِ نو تنظیم تھا[286]۔ اِس کنونشن سے قبل تقسیم کیے گئے ایک پمفلٹ میں درج تھا (اقتباس):

"پاکستان میں شیعیت اِس وقت ایک گھری اور ہمه گیر بحران میں ہے اور حالتِ زار نہایت مایوس کن ہے... اِس کی وجه سطحی جذبات، اندھی شخصیت پرستی، موقع پرست اتحاد اور خالی نعروں کا اِستعمال ہے... اگرچه پاکستان کے شیعه اپنے مذہب سے گھری وابستگی رکھتے ہیں، افسوس که وہ ہمارے دَور کے داخلی، علاقائی اور عالمی مسائل کا سامنا کرنے کے قابل نہیں رہے کیونکه اُن میں درست نظریاتی اور عملی عزم کی کمی ہے......

درّویش صفت اور پارسا قیادت، محترم مفتی جعفر حسین کی زیرِ نگرانی، لوگوں کا اتحاد ہوا اور پہلی مرتبه اُن کی موجودگی معاشرے میں محسوس کی گئی۔ اُن کے بعد ...کوششوں سے ...ایک لڑاکا (مبارز اور مجاہد)، نظریاتی طور پر پُرعزم اور فعال قیادت، یعنی 'وحدتِ امت ' کے شہید سید عارف حسین الحسینی کی قیادت آئی... سامراجیت نے اُن کی آواز کو خاموش کر دیا... اُن کے قتل کے بعد نعرہ بلند کیا گیا: ”تم کس کس کو مرواؤ گے، یه ساری قوم حسینی ہے“۔ مگر افسوس، یه نعرہ ایک حقیقی ماٹو بن کر نه رہ سکا...

ہمیں آخر گزشته دس، گیارہ برسوں سے نظریاتی شعور کی اس کمی، سیاسی، معاشی اور بالآخر اخلاقی زوال پر ماتم کیوں کرنا پڑ رہا ہے؟... اس کے ذمه دار کون ہیں ،شیعه عوام یا قیادت؟... پوری شیعه برادری اور اس کی تنظیمیں اس زوال اور بحران کی کسی حد تک ذمه دار ہیں، لیکن قیادت کے اعمال اور طرزِ فکر نہایت افسوسناک ہیں...مفتی جعفر حسین کی اخلاص و پارسائی سے پیدا ہونے والی بیداری اور سید عارف حسین الحسینی کی فکر و عمل پر مبنی جدوجہد سے فائدہ اٹھانے کے بجائے، ہماری بے حسی اور سستی نے ہر قسم کے دہشت گردوں کو یه حوصله دیا که وہ شیعوں کے

خلاف آگ اور خون کا کھیل بے خوفی سے کھیلیں... اور ہم احتجاج میں اپنی آواز تک بلند نہیں کر پاتے۔ان نازک حالات میں ایک اور آفت یہ ہے کہ ہماری 'قیادت' نہ صرف عوام کی امنگوں کو پورا کرنے اور زمانے کے مسائل کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے بلکہ اُن کی نجی زندگی سے متعلق جو شرمناک حقائق منظرِ عام پر آئے ہیں، وہ ایک عظیم سانحہ ہیں... یہ تازہ دھچکا علما کی وقار کو مجروح کر چکا ہے اور اُن کے اعمال کو غیر مؤثر بنا دیا ہے......[287]

اجلاس میں خفیہ رائے شماری کے ذریعے سید فاضل حسین موسوی کو، جو تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ (TNFJ) کے سابق نائب صدر رہ چکے تھے اور گزشتہ بارہ برس سے بیرونِ ملک مقیم تھے اور محض دو ہفتے قبل ہی پاکستان واپس آئے تھے[288]، سید ساجد علی نقوی کی جگہ منتخب کیا گیا۔ سید فاضل حسین نے اعلان کیا کہ تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) کا نیا ڈھانچہ 'عدل و جمہوریت' کی بنیاد پر قائم ہوگا[289]، تاہم انہوں نے ملک میں مستقل طور پر رہائش اختیار کرنے سے اِنکار کر دیا۔ اُن کی قیادت میں علیحدہ دھڑے کا یہ دَور صرف ایک سال تک جاری رہا[290]۔ سید ساجد علی کے حامیوں نے اِس ''جعلی کنونشن'' [291] کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اسے 'شمالی علاقہ جات کے انتخابات سے قبل تحریک جعفریہ کو ہائی جیک کرنے کی کوشش [292] اور'' بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ کشیدگی کے پس منظر میں مخالف مکتب کے خلاف بیرونی قوتوں کے انتقامی ایجنڈے کے نفاذ کی سازش قرار دیا'' [293]۔ اسی دوران سید ساجد علی نقوی نے تمام منحرف اراکین کو جماعت سے نکال دیا اور 44 اراکین پر مشتمل نئی سپریم کونسل تشکیل دی[294]۔ وہ اب بھی وفاقِ علمائے شیعہ، متعدد دینی مدارس کے اساتذہ، تحریک جعفریہ کے دیرینہ عہدیداران، اور منظم شیعہ طلبہ [295] کے ایک حصے کی حمایت رکھتے تھے۔ اس طرح وہ اگرچہ کمزور ہو چکے تھے، پھر بھی اپنی جماعت کے سربراہ کے طور پر ابھی تک (2014ء) برقرار ہیں[296]۔

مشرف اور زرداری ادوار، 2000ء-2013ء

شیعہ اقلیت کے خلاف دہشت گردی میں اضافہ

جنرل پرویز مشرف، جو پاکستان کے چوتھے فوجی حکمران تھے، اکتوبر 1999ء کی اپنی فوجی بغاوت کے بعد آٹھ سال سے زیادہ عرصے تک اقتدار میں رہے۔ابتدا میں انہوں نے خود کو 'چیف ایگزیکٹو' قرار دیا، اور بعدازاں 20 جون 2001ء کو (صدر رفیق تارڑ کے استعفے کے بعد) ملک کے صدر بنے اور 18 اگست 2008ء تک اِس منصب پر فائز رہے، جب انہوں نے یقینی مواخذے سے بچنے کے لیے استعفیٰ دے دیا۔اس کے علاوہ، مشرف نے چیف آف آرمی اسٹاف (COAS) کا اہم عہدہ بھی 27 نومبر 2007ء تک اپنے پاس رکھا۔ان کی صدارت کے دوران دو عام انتخابات منعقد ہوئے، ایک اکتوبر 2002ء میں اور دوسرا فروری 2008ء میں۔ان میں سے صرف بعد والا انتخاب مکمل طور پر آزاد اور منصفانہ سمجھا گیا، کیونکہ اُس وقت تک مشرف کی سیاسی طاقت واضح طور پر کمزور ہو چکی تھی۔

پرویز مشرف ایک کھلے عام سیکولر شخص اور مصطفیٰ کمال اتاترک کے مداح تھے۔ابتدا ہی سے انہوں نے مذہبی انتہا پسندی اور تنگ نظری کے لیے اپنی ناگواری کا اظہار کیا، اور بعد میں مذہبی معاملات میں اپنے رہنما اصول کے طور پر 'روشن خیال اعتدال' (Enlightened Moderation) کا تصور پیش کیا[1]۔اِس وجہ سے اُنہیں ابتدا میں بہت سے آزاد خیال پاکستانیوں، اور غالباً اُن شیعہ اکثریت کی بھی، حمایت حاصل ہوئی جو پہلے ہی 1990ء کی دہائی میں فرقہ پرست انتہا پسندوں کے دباؤ کا شکار تھے۔اُن کی حکومت نے 2000ء سے 2002ء کے درمیان مذہبی شدت پسندوں کو قابو میں لانے کی خاطر بعض اہم اقدامات بھی کیے۔11 ستمبر 2001ء کے حملوں کے بعد، مشرف نے افغانستان میں امریکہ کی 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' میں شمولیت اختیار کرتے وقت سنی مذہبی جماعتوں اور گروہوں کے ایک وسیع اتحاد کی شدید مزاحمت کے باوجود یہ فیصلہ کیا۔تاہم، اپنے اقتدار کے ابتدائی برسوں ہی میں مشرف کی انتہا پسندی کے خلاف حکمتِ عملی اُنہی تضادات اور کمزوریوں کا شکار رہی جو 1989ء سے 1999ء کے درمیانی عرصے میں بھی دیکھنے میں آچکی تھیں۔ 2002ء کے انتخابات کے بعد سے، جب مرکزی دھارے کی سنی اسلام پسند جماعتوں نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی، مشرف کا رویہ اُن کے ساتھ سیاسی مصلحت پر مبنی ہوتا گیا۔اِسی دوران افغانستان میں امریکی جنگ اور طالبان حکومت کے خاتمے پر پیدا ہونے والے غم و غصے نے ملک میں جہادی اور عسکریت پسند گروہوں کے ایک بے مثال اُبھار کو جنم دیا، جنہوں نے ریاستی عملداری کو براہِ راست چیلنج کیا اور دہشت گردانہ حملے نہایت سنگدلی اور پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ انجام دینے لگے۔اِن میں سے بیشتر گروہ سخت حد تک شیعہ مخالف بھی تھے، اور پاکستانی و غیر ملکی جہادیوں اور لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے دہشت گردوں کے مابین مہلک اتحاد 2004ء سے 2013ء کے عشرے کی نمایاں خصوصیت بن گیا۔جبکہ نئی نسل کے انتہا پسند، جو دسمبر 2007ء سے تحریک طالبان پاکستان (TTP) کے پرچم تلے سرگرم ہیں، زیادہ تر فوجی اہلکاروں، سیاسی رہنماؤں، اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں، ریاستی علامتوں اور حتیٰ کہ بریلوی سنیوں کے مزارات کو نشانہ بناتے رہے ہیں، لیکن حالیہ برسوں میں شیعہ برادری پر ہونے والے دہشت گرد حملے بھی تعداد اور شدت دونوں کے لحاظ سے بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔

1999ء کی فوجی بغاوت کے بعد ابتدائی دو برسوں میں، فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات میں نسبتاً کمی دیکھی گئی، جو پچھلے برسوں کے مقابلے میں خاصی نمایاں تھی۔ اگرچہ مشرف نے کبھی باقاعدہ مارشل لاء نافذ نہیں کیا، تاہم اِس حقیقت نے کہ فوج نے ایک بار پھر اقتدار کی باگیں سنبھال لی ہیں، شیعہ مخالف انتہا پسند گروہوں پر وقتی طور پر ٹھنڈا کرنے والا اثر ڈالا، بالکل اُسی طرح جیسے ایوب خان، یحییٰ خان اور ضیاء الحق کی فوجی بغاوتوں کے بعد دیکھا گیا تھا۔ تاہم، 2000ء تا 2001ء کے دوران کئی سنگین واقعات بھی پیش آئے۔ 12 اپریل 2000ء (اس سال 6 محرم) کو ضلع اٹک کے پنڈی گھیب کے قریب واقع گاؤں ملہووالی کی ایک امام بارگاہ پر حملے میں 14 شیعہ جاں بحق اور 30 زخمی ہوئے[3]۔ اُسی ماہ ملک کے مختلف شہروں میں مزید 10 شیعہ افراد کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا۔ جب نئے وزیرِ داخلہ نے سیکیورٹی اقدامات میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) اور سپاہِ صحابہ پاکستان (SSP) کے درمیان ایک اور ”جنگ بندی“ کروانے کی کوشش کی، تو سید ساجد علی نقوی نے اِس میں کم دلچسپی ظاہر کی اور TJP کو SSP کے برابر ایک فرقہ وارانہ جماعت کے طور پر دیکھنے سے انکار کر دیا۔ اِس کے برعکس، اُنہوں نے دہشت گردوں کے خاتمے کے لیے ایک خصوصی فورس کے قیام کی تجویز دی اور سابقہ حکومت کو سراہا کہ اُس نے ”ٹارگٹ کلنگ میں دہشت گردوں کو مار کر بہت اچھا کام کیا تھا“[4]۔ 23 نومبر 2000ء کو جب تحریکِ جعفریہ کے طویل عرصے سے خدمات انجام دینے والے سیکریٹری جنرل انور علی آخوندزادہ کو پشاور میں قتل کر دیا گیا، تو اُن کے جانشین سید رضی الدین رضوی نے ”غیر ملکی ہاتھ“ سے متعلق روایتی سرکاری بیانات کو مسترد کر دیا اور دوٹوک انداز میں کہا کہ ”یہ ایک ایسے دہشت گرد گروہ کا کام ہے، جس کے اراکین کو ایک پڑوسی اسلامی ملک میں عسکری تربیت دی جاتی ہے“[5]۔

2001ء کے موسم بہار میں فاٹا اور ملحقہ علاقوں میں کئی فرقہ وارانہ جھڑپیں ہوئیں، جس کا آغاز اورکزئی ایجنسی (4-5 جنوری) میں دو دن کی لڑائی سے ہوا جس میں 26 مقامی شیعہ اور سنی ہلاک اور پچاس سے زیادہ شدید زخمی ہوئے[6]۔ اِن کے بعد 1-2 مارچ کو ہنگو میں فسادات ہوئے (تیرہ ہلاک) اور 7 مارچ کو پیواڑ (کرم ایجنسی) میں قبائلی تصادم (سات ہلاک) ہوا[7]۔ کچھ عرصہ قبل، حکومت نے SSP کی مہم پر ردعمل کا اظہار کیا تھا جس میں میانوالی میں لشکرِ جھنگوی کے ایک کارکن کی سزائے موت پر عمل درآمد کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا، جس میں SSP رہنما اعظم طارق سمیت پنجاب اور کراچی میں سینکڑوں کارکنوں کی گرفتاری تھی[8]۔ انتقامی کارروائی میں، بندوق برداروں نے 4 مارچ کو شیخوپورہ میں 14 شیعوں کو قتل کر دیا گیا، جب کہ 12 مارچ کو لاہور میں ایک SSP مسجد پر حملے میں 9 سنی ہلاک اور گیارہ شدید زخمی ہوئے[9]۔ اِس کے بعد مشرف نے اعلان کیا کہ حکومت فرقہ واریت اور مذہبی انتہا پسندی کے خلاف سختی سے قدم اُٹھائے گی۔ کابینہ نے فرقہ وارانہ گروہوں پر پابندی کی تجویز پیش کی اور، پہلے قدم کے طور پر، SSP اور TJP کے رہنماؤں کو پولیس سیکورٹی گارڈ فراہم کرنے سے روکنے کا فیصلہ کیا گیا کیونکہ ”اُنہیں اپنے اختلافات کے پرامن حل کے لیے اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے“[10]۔ 14 اگست 2001ء کو LeJ اور SMP پر باضابطہ طور پر پابندی لگا دی گئی، جبکہ SSP اور TJP دونوں کو ممکنہ پابندی سے خبردار کیا گیا[11]۔

11 ستمبر 2001ء کو نیویارک اور واشنگٹن میں ہونے والے دہشت گرد حملوں کے فوراً بعد پاکستان میں عسکریت پسند اسلام پسند گروہوں کے لیے سیاسی ماحول میں ایک بنیادی تبدیلی واقع ہوئی۔ پرویز مشرف، جو اِس سے قبل افغان طالبان کے ساتھ تعلقات منقطع کرنے کے بجائے اُن سے بات چیت کے ذریعے معاملہ طے کرنے کے حامی تھے، نے اب امریکی مطالبات کی ایک فہرست پر فوراً عمل

درآمد کیا، جس میں طالبان حکومت سے تمام روابط ختم کرنا اور امریکی طیاروں کو پاکستان کی فضائی حدود اور ہوائی اڈوں کے استعمال کی غیر مشروط اجازت دینا شامل تھا۔ مشرف نے اپنی پالیسی 'سب سے پہلے پاکستان' کے لیے تمام سیاسی جماعتوں، حتیٰ کہ مرکزی دھارے کی مذہبی جماعتوں کو بھی قائل کرنے کی کوشش کی لیکن جب امریکہ نے 7 اکتوبر 2001ء کو افغانستان پر حملے کا آغاز پاکستان کی فضائی حدود کے راستے سے کیا تو مذہبی جماعتوں نے تمام شہروں میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اِن احتجاجات کی قیادت جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعتِ اسلامی نے کی، جو اُس وقت تک جاری رہے جب تک طالبان نے 7 دسمبر اسی سال قندھار میں اپنی آخری مزاحمتی پوزیشن سے ہتھیار نہیں ڈال دیے۔ بعد ازاں اِنہی دونوں جماعتوں نے متحدہ مجلسِ عمل (MMA) کے نام سے ایک سیاسی اتحاد کی بنیاد رکھی، جس میں جمعیت علمائے اسلام (س)، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اہلِ حدیث، اور تحریکِ جعفریہ پاکستان بھی شامل تھیں۔ یہ اتحاد 2002ء کے عام انتخابات میں خاصا کامیاب رہا، قومی اسمبلی کی 342 میں سے 60 نشستیں حاصل کیں اور سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) اسمبلی میں اکثریت حاصل کی۔

افغانستان میں امریکی جنگ نے براہِ راست اُن ہزاروں پاکستانی رضا کاروں کو متاثر کیا جو طالبان کے ساتھ مل کر لڑ چکے تھے، جن میں سپاہِ صحابہ (SSP) اور لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے کئی مطلوب عسکریت پسند بھی شامل تھے۔ اس جنگ کے فوراً بعد بھارت کی پارلیمنٹ ہاؤس پر لشکرِ طیبہ (LeT) کے دہشت گرد حملے (13 دسمبر 2001ء) کے نتیجے میں بھارت کی شدید ردِ عمل نے پاکستان کی پالیسی میں ایک اور بنیادی تبدیلی پیدا کر دی، جس کے اثرات براہِ راست شدت پسند اسلام پسند گروہوں پر پڑے۔ 12 جنوری 2002ء کو، جب بھارت نے بین الاقوامی سرحد کے ساتھ پانچ لاکھ فوجی تعینات کر دیے، پرویز مشرف نے 'کشمیر جہاد' میں سرگرم دو سب سے انتہا پسند تنظیموں لشکرِ طیبہ اور جیش محمد[16] کے علاوہ تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی[17]، سپاہِ صحابہ (SSP) اور تحریکِ جعفریہ پاکستان (TJP) پر بھی پابندی عائد کر دی[18]۔ تحریک جعفریہ کو اِس فہرست میں شامل کرنا، اگرچہ اُس نے کبھی کسی قسم کے تشدد میں حصہ نہیں لیا تھا اور نہ اُس کی پشت پناہی کی تھی، صریح طور پر ناانصافی تھی، اِس حقیقت کا اعتراف جمعیت علمائے اسلام (ف) کے سینیٹر حافظ حسین احمد نے بھی کیا۔ لیکن، دہائیوں سے چلی آ رہی "توازن کی پالیسی" کے تحت، حکومت نے تحریک جعفریہ کو سپاہِ صحابہ کے "ہم منصب" کے طور پر دیکھا تا کہ اُس پر "شیعہ نواز" ہونے کا الزام نہ لگ سکے۔

سپاہِ صحابہ (SSP) اور تحریکِ جعفریہ پاکستان (TJP) کے زیادہ تر گرفتار کارکنوں کو چند ہفتوں بعد ہی رہا کر دیا گیا، اور ان کے دفاتر یا دیگر اثاثوں کو بھی بمشکل ہی نقصان پہنچایا گیا[20]، جس سے دونوں تنظیموں کو بتدریج اپنی سرگرمیاں دوبارہ شروع کرنے کا موقع مل گیا۔ تاہم، قانون نافذ کرنے والے اداروں نے 2002ء میں لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے خلاف واقعی سخت کارروائی کی، خاص طور پر اِس کے بعد جب 25 فروری کو راولپنڈی کی شاہِ نجف مسجد میں شیعہ نمازیوں پر خونریز حملہ ہوا[21] اور اُسی ماہ کراچی میں شیعہ افراد کے ٹارگٹ کلنگ کے نئے سلسلے کا آغاز ہوا[22]۔ پولیس کے ساتھ مقابلوں میں لشکر جھنگوی کے کئی دہشت گرد مارے گئے[23]، جن میں سب سے نمایاں اُس تنظیم کا بانی ریاض بسرا تھا[24]، جو 14 مئی 2002ء کو میلسی (ضلع وہاڑی) کے قریب مارا گیا[25]۔ اطلاعات کے مطابق بسرا چھ ماہ پہلے اوکاڑہ میں افغانستان سے واپسی کے دوران گرفتار کیا گیا تھا، مگر اُس کی گرفتاری کو اُس کی تفتیش سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے خفیہ

رکھا گیا[26]۔ ایک رپورٹ کے مطابق، بسرا کو ایک جعلی پولیس مقابلے میں ہلاک کیا گیا، جب حکام نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لشکر جھنگوی نے جیش محمد کے ساتھ مل کر امریکی صحافی ڈینیل پرل[27] کے اغوا اور قتل، اور 8 مئی 2002ء کو کراچی شیرٹن ہوٹل میں فرانسیسی بحری انجینئروں پر بم حملے میں کردار ادا کیا[28]۔ لشکر جھنگوی کا ایک اور اہم کارکن، میاں محمد اجمل المعروف اکرم لاہوری، 29 جون کو کراچی سے گرفتار ہوا، جس نے تنظیم کے نیٹ ورک اور اِس کے جیش محمد اور القاعدہ سے روابط کی مزید تفصیلات بتائیں[29]۔ اگست 2002ء تک لشکر جھنگوی اپنی کمزور ترین حالت میں دکھائی دے رہی تھی[30]، اور 2003ء میں اِس کے کئی ارکان کو سزائے موت سنائی گئی[31]۔

اسی دوران، سپاہِ صحابہ (SSP) کے رہنما اعظم طارق، جو جنوری 2002ء سے (اور 2001ء کے بیشتر حصے میں بھی) قید میں تھے، طویل بھوک ہڑتال کے باعث نازک حالت میں پہنچ چکے تھے[32]۔ انتخابی دن 10 اکتوبر سے کچھ ہی عرصہ پہلے انہیں انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی گئی[33]۔ جھنگ سے قومی اسمبلی کی نشست جیتنے کے بعد، لاہور ہائی کورٹ کے حکم پر اعظم طارق کو رہا کر دیا گیا[34]۔ پنجاب کی صوبائی حکومت نے اُن کی قومی اسمبلی سے نااہلی کے لیے کوشش کی[35] لیکن دوسری جانب، نئی حکومت کے وزیرِاعظم ظفر اللہ خان جمالی کو 21 نومبر کو اعتماد کا ووٹ دلانے کے لیے سپاہِ صحابہ کی حمایت درکار تھی[36]۔ 20 اپریل 2003ء کو طارق نے ایک نئی پارٹی، ملّتِ اسلامیہ پاکستان (MIP)، جس کے بارے میں کہا گیا کہ اِس کا "ایس ایس پی سے زیادہ وسیع ایجنڈا" ہوگا[37]۔ ایم آئی پی دراصل پرانی سپاہِ صحابہ پاکستان ہی تھی جسے ایک نئے نام سے منظم کیا گیا۔ ایم آئی پی نے ستمبر میں "نفاذِ شریعت" کی ایک نئی مہم شروع کی[38] لیکن 6 اکتوبر 2003ء کو اعظم طارق کو اُس وقت قتل کر دیا گیا جب اُن کی گاڑی اسلام آباد کے قریب ایک ٹول پلازہ پر رُکی[39]۔ اُن کے قتل کے اگلے دن اسلام آباد اور جھنگ میں اُن کے حامیوں نے شدید ہنگامہ آرائی کی، جبکہ پولیس نے مداخلت سے گریز کیا[40]۔ اعظم طارق کی جگہ محمد احمد لدھیانوی نے قیادت سنبھالی، جنھوں نے حکومت کو اِس قتل سے بری الذمہ قرار دیا اور یاد دلایا کہ 2002ء میں طارق نے وزیرِاعظم جمالی کے حق میں ووٹ دیا تھا[41]۔ اعظم طارق کے بھائی، عالم طارق نے تحریکِ جعفریہ پاکستان (TJP) کے رہنماؤں سید ساجد علی نقوی، سید سبطین کاظمی، اور امان اللہ خان سیال کو قتل کے مرکزی ملزمان کے طور پر نامزد کیا[42]۔ تاہم ایک سال بعد راولپنڈی کی عدالت نے تینوں کو بری کر دیا[43]۔

اعظم طارق کے قتل سے قبل، سن 2003ء میں بعض بڑے دہشت گردانہ اور فرقہ وارانہ حملے شیعہ برادری پر کیے جا چکے تھے۔ 22 فروری کو کراچی کے علاقے ملیر میں واقع امامبارگاہ مہدی کے دروازے پر تین مسلح افراد نے اندھا دھند فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں نو افراد جاں بحق اور گیارہ زخمی ہوئے۔ زیادہ تر مقتولین کا تعلق شمالی علاقہ جات سے تھا[44]۔ 8 جون کو لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے دو موٹر سائیکل سوار حملہ آوروں نے کوئٹہ میں شیعہ ہزارہ پولیس کیڈیٹس کی ایک وین کو ٹریفک سگنل پر روک کر فائرنگ کی[45]، جس میں تیرہ اہلکار جاں بحق اور نو زخمی ہوئے۔ چند ہفتوں بعد، 4 جولائی کو تین لشکرِ جھنگوی کے دہشت گردوں نے امامبارگاہ کلاں، کوئٹہ میں جمعے کی نماز کے دوران حملہ کیا۔ تقریباً پانچ سو نمازیوں پر انہوں نے AK-47 رائفلوں اور ہینڈ گرنیڈز سے دس منٹ تک اندھا دھند فائرنگ کی۔ جب کچھ نمازیوں نے جوابی کارروائی کی کوشش کی تو ایک حملہ آور نے خودکش بیلٹ دھماکے سے خود کو اُڑا لیا۔ اِس حملے میں 53 ہزارہ شیعہ نمازی شہید اور 60 سے زائد زخمی ہوئے[46]۔ یہ اُس وقت تک پاکستان کی بدترین فرقہ وارانہ قتلِ عام کی واردات تھی، جو بعد کے برسوں میں اسی شہر میں مزید

بڑے سانحات کی پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اگرچہ اُس وقت کے بلوچ وزیراعظم میر ظفراللہ خان جمالی نے فوراً ہی ”غیر ملکی ہاتھوں“ کو اِس واقعے کا ذمہ دار ٹھہرایا[47] لیکن جلد ہی معلوم ہوا کہ دو حملہ آوروں کا تعلق کوئٹہ کے قریب ضلع مستونگ سے تھا[48]۔ ستمبر 2003ء میں انکشاف ہوا کہ داؤد بدینی جو القاعدہ کے رکن رمزی یوسف کا بہنوئی تھا 4 جولائی کے قتلِ عام کا اصل منصوبہ ساز تھا[49]۔ اِسی سلسلے میں 3 اکتوبر کو کراچی کے علاقے ماڑی پور میں سپارکو کے چھ شیعہ ملازمین کو اُس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب وہ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے[50]۔

15 نومبر 2003ء کو حکومت نے ملّتِ اسلامیہ پاکستان (MIP) یعنی سابقہ سپاہِ صحابہ پاکستان (SSP) تحریکِ اسلامی پاکستان (ITP) یعنی سابقہ تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) اور خدامُ الاسلام یعنی سابقہ جیش محمد پر پابندی عائد کر دی[51]۔ اِس کے بعد کچھ وقتی گرفتاریوں کی ایک نئی مہم شروع کی گئی۔ پھر 20 نومبر کو مزید تین تنظیموں پر بھی پابندی لگا دی گئی[52]۔ گرفتاریوں کے علاوہ صرف پنجاب میں 377 کالعدم فرقہ وارانہ تنظیموں کے کارکنوں پر نظری بندشیں اور نقل و حرکت کی پابندیاں عائد کی گئیں[53]۔ یہ اقدامات اس وقت کیے گئے جب پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں نسبتاً گرم جوشی پیدا ہو رہی تھی، اور جنرل پرویز مشرف نے متحدہ مجلسِ عمل (MMA) پر اپنا کنٹرول مضبوط کرنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ آخر کار ایم ایم اے نے 28 دسمبر 2003ء کو سترھویں آئینی ترمیم کی حمایت پر رضامندی ظاہر کی، جس نے مشرف کے زیادہ تر غیر معمولی اختیارات کو آئینی حیثیت دے دی۔ اگرچہ مشرف نے بارہا وعدہ کیا کہ وہ مذہبی انتہاپسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ کریں گے اور پاکستان کو ایک معتدل مسلم ریاست میں بدل دیں گے، لیکن عملی طور پر انہوں نے محسوس کیا کہ اسلامی اتحاد ایم ایم اے ان کی دباؤ کی حکمتِ عملی کے لیے پیپلز پارٹی (PPP) اور مسلم لیگ (ن) کی نسبت زیادہ لچکدار رہے[54]۔ چنانچہ انہوں نے سیکولر جماعتوں کی مخالفت کا توڑ کرنے کے لیے ایم ایم اے کو ساتھ ملا لیا[55]۔ تاہم یہ حکمتِ عملی انتہاپسند عناصر کو مطمئن نہ کر سکی، اور دسمبر 2003ء میں مشرف پر دو قاتلانہ حملے کیے گئے، جن کے بعد انتہاپسند گروہ مزید طاقتور ہو گئے اور آنے والے برسوں میں اُن کا اثر و نفوذ تیزی سے بڑھتا گیا۔

اکتوبر 2003ء ہی میں پاکستانی فوج نے جنوبی وزیرستان ایجنسی میں مقامی اور غیر ملکی عسکریت پسندوں کے خلاف کارروائیاں شروع کر دی تھیں۔ یہ کارروائیاں جنوری 2004ء میں مزید شدت کے ساتھ دوبارہ شروع ہوئیں اور پورے سال جاری رہیں، حالانکہ 24 اپریل 2004ء کو شکئی (وزیرستان) میں عسکریت پسندوں کے ساتھ پہلا امن معاہدہ بھی ہو چکا تھا[56]۔ وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقے (فاٹا) بالخصوص جنوبی اور شمالی وزیرستان ایجنسیز پورے پرویز مشرف کے دورِ حکومت کے دوران (اور بعد میں 2008ء تا 2013ء کی پیپلز پارٹی کی حکومت میں بھی) مسلسل تصادم کا مرکز اور ریاست مخالف دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے حملوں کا گڑھ بنے رہے۔ اسی دوران فاٹا اور اس سے ملحقہ وہ علاقے جو بتدریج شدت پسند عناصر کے زیرِ اثر آ گئے تھے، پنجاب اور پاکستان کے دیگر حصوں سے تعلق رکھنے والے دہشت گردوں، بشمول لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے لیے پناہ گاہوں اور طاقت کے مراکز میں تبدیل ہو گئے۔ اگرچہ لشکرِ جھنگوی کو 2002ء تا 2003ء کے دوران عارضی کمزوری کا سامنا رہا، مگر اس نے 2004ء میں شیعہ شہریوں پر حملے جاری رکھے۔

28 فروری کو راولپنڈی میں امام بارگاہِ حسینی کے ساتھ واقع ایک مسجد میں خودکش حملہ آور نے خود کو دھماکے سے اُڑا لیا لیکن وہ صرف اپنی جان لینے اور چار نمازیوں کو زخمی کرنے ہی میں کامیاب ہوا[57]۔ اس کے برعکس، 2 مارچ 2004ء کو کوئٹہ میں ہونے والا حملہ کہیں زیادہ

خونریز ثابت ہوا۔ چار مسلح افراد نے عاشورہ کے جلوس پر حملہ کیا۔ انہوں نے پہلے قریبی عمارتوں کی چھتوں سے دستی بم پھینکے اور پھر بیس منٹ تک خودکار ہتھیاروں سے اندھادھند فائرنگ جاری رکھی، جس کے نتیجے میں 36 شیعہ ہزارہ افراد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ بعد ازاں پیدا ہونے والے افراتفری میں پولیس کی فائرنگ سے مزید پانچ شیعہ مارے گئے، جبکہ مشتعل ہجوم نے 150 سے زائد دکانوں، عمارتوں، ایک سینما ہال اور دو بینکوں کو لوٹ کر آگ لگادی۔ مجموعی طور پر ہلاکتوں کی تعداد 44 اور زخمیوں کی تعداد 98 تک جا پہنچی[58]۔ یہ حملہ لشکرِ جھنگوی (LeJ) کی کارروائی تھا، تاہم ابتدائی تحقیقات میں القاعدہ کے ممکنہ ملوث ہونے کے شواہد بھی سامنے آئے[59]۔ بعد ازاں شیخ یعقوب علی توسّلی اور یونس چنگیزی (صوبائی وزیر) نے الزام لگایا کہ اکثر ہلاکتیں دراصل فرنٹیئر کور اور پولیس اہلکاروں کی فائرنگ سے ہوئیں، جو جلوس کی حفاظت پر مامور تھے[60]۔ البتہ اِس دعوے کو اُس وقت کے شیعہ وفاقی وزیرِ داخلہ فیصل صالح حیات[61] نے سختی سے مسترد کر دیا۔ دوسری جانب، کوئٹہ کے تاجروں کی تنظیموں نے حکومت سے بازاروں میں جلوسوں کے گزرنے پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا[62]۔

7 مئی 2004ء کو کراچی میں واقع تاریخی سندھ مدرسۃ الاسلام کے احاطے میں موجود حیدری مسجد میں ایک خودکش حملہ آور نے خود کو دھماکے سے اُڑا لیا، جس کے نتیجے میں پندرہ شیعہ نمازی جاں بحق ہو گئے[63]۔ اس سانحے کے بعد شیعہ برادری کے پُرتشدد احتجاجی مظاہروں کے باعث مزید نقصان اور توڑ پھوڑ بھی ہوئی[64]۔ صرف ایک دن بعد، 30 مئی کو کراچی میں معروف دیوبندی عالم مفتی نظام الدین شامزئی کے قتل کے بعد[65]، اسی علاقے میں واقع امامبارگاہِ علی رضا پر خودکش حملہ کیا گیا، جس میں سولہ شیعہ نمازی شام کی نماز کے دوران شہید ہو گئے[66]۔ 2004ء کے دوران مزید دو خودکش حملے بھی شیعہ برادری پر کیے گئے: ان میں پہلا حملہ یکم اکتوبر کو سیالکوٹ میں زینبیہ مسجد (جو وہاں کی سب سے پرانی شیعہ عبادت گاہ تھی) پر جمعہ کی نماز کے وقت ہوا، جس میں تیس افراد جاں بحق اور پچاس شدید زخمی ہوئے[67]۔ اطلاعات کے مطابق یہ حملہ 26 ستمبر کو ایک پولیس کارروائی میں مارے جانے والے لشکرِ جھنگوی کے انتہائی مطلوب دہشت گرد امجد فاروقی کی ہلاکت کے جوابی ردِعمل کے طور پر کیا گیا[68]۔ اِس کے کچھ دن بعد، 10 اکتوبر کو لاہور کے پرانے شہر میں واقع جامعہ کشمیریاں مسجد پر ایک اور خودکش حملہ ہوا، جس میں تین افراد جاں بحق اور نو زخمی ہوئے[69]۔ ان دونوں حملوں کے درمیان، 7 اکتوبر کو ملتان میں سپاہِ صحابہ / ملّتِ اسلامیہ پاکستان (SSP/MIP) کے مقتول رہنما اعظم طارق کی پہلی برسی کے موقع پر منعقدہ یادگاری اجتماع میں ایک کار بم دھماکہ کیا گیا[70]، جس میں اکتالیس افراد ہلاک ہوئے۔ شک ظاہر کیا گیا کہ اِس حملے میں شیعہ عسکریت پسند گروہ ملوث تھے۔ اِسی طرح 9 اکتوبر کو کراچی میں افغان طالبان سے قریبی تعلق رکھنے والے معروف دیوبندی عالم مفتی جمیل احمد کے قتل کو بھی شیعہ عناصر کی ممکنہ کارروائی قرار دیا گیا[71]۔

8 جنوری 2005ء کو گلگت کے معروف شیعہ عالم دین آغا ضیاء الدین رضوی کو اُن کے دو محافظوں سمیت فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا[72]۔ وہ شدید زخمی حالت میں پانچ دن بعد راولپنڈی کے ایک اسپتال میں زخموں کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو گئے۔ اِس قاتلانہ حملے کے بعد اُن کے شیعہ حامیوں نے شدید ردِعمل ظاہر کیا اور گلگت میں سرکاری دفاتر، نجی عمارتوں اور گھروں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اِن حملوں میں ایک محکمہ جنگلات کے افسر کا گھر بھی شامل تھا، جو اپنے خاندان کے پانچ افراد سمیت زندہ جل کر ہلاک ہو گیا[73]۔ اُسی سال یکم اپریل 2005ء کو ایک اور معروف شیعہ عالم دین، غلام حسین نجفی جو جامعۃ المنتظر، لاہور کے وائس پرنسپل تھے کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا[74]۔ 27 مئی کو اسلام آباد میں

بری امام کے مزار پر تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ-موسوی (TNFJ-M) کے زیرِ اہتمام منعقدہ سالانہ عرس کی مجلس کے دوران ایک خودکش حملہ ہوا، جس میں 20 افراد جاں بحق اور 100 سے زائد زخمی ہوئے[75]۔ تین دن بعد، 30 مئی کو کراچی میں مدینۃ العلم مسجد پر ایک اور خودکش حملہ کیا گیا، جس میں تین شیعہ نمازی اور تین حملہ آور ہلاک ہوئے۔ اِس کے بعد مشتعل ہجوم نے امریکی فاسٹ فوڈ چین KFC کی ایک برانچ کو آگ لگادی، جس کے نتیجے میں چھ ملازمین زندہ جل کر جاں بحق ہو گئے[76]۔ 2005ء میں شیعہ برادری کے خلاف اِس نوعیت کے مزید بڑے حملے نہیں ہوئے، تاہم 13 اکتوبر کو گلگت میں شیعہ مظاہرین اور رینجرز کے درمیان تصادم کے نتیجے میں شدید فائرنگ ہوئی اور پورے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا[77]۔ اُسی سال لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے کئی دہشت گرد گرفتار کیے گئے، جن میں رمضان مینگل جو مارچ 2004ء کے کوئٹہ حملے میں ملوث تھا[78] اور آصف چھوٹو شامل تھے، جو اکرم لاہوری کی گرفتاری کے بعد لشکرِ جھنگوی کا چیف آپریشنل کمانڈر تھا[79]۔

2006ء میں ہنگو اِس سال کے بدترین فرقہ وارانہ تشدد کا مرکز بنا۔ یہ شہر، جو کوہاٹ (سرحد/ خیبر پختونخوا) سے کرّم ایجنسی جانے والی مرکزی شاہراہ پر واقع ہے اور جہاں شیعہ اور سنی آبادی ملی جلی ہے، ماضی سے ہی فرقہ وارانہ تصادم کی تاریخ رکھتا تھا[80] اور یہی تصادم آنے والے برسوں میں بار بار بھڑکتا رہا۔ 9 فروری 2006ء کو ہنگو-ٹل روڈ پر عاشورہ کے جلوس کے دوران دو دھماکے ہوئے۔ پہلا خودکش حملہ تھا، جس کے فوراً بعد پورے شہر اور قریبی دیہات میں شدید فسادات، اندھا دھند فائرنگ، آتش زنی اور لوٹ مار شروع ہو گئی، جو دو روز تک جاری رہی۔ بعض دیہات پر قریب کی پہاڑیوں سے راکٹوں سے حملے بھی کیے گئے[81]۔ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ عاشورہ پر حملہ کرنے والوں کا مقصد ہی سنی-شیعہ تصادم کو بھڑکانا تھا جو اُنھوں نے بخوبی حاصل کر لیا[82]۔ دو ماہ بعد، لشکرِ جھنگوی (LeJ) نے پہلی مرتبہ بریلوی سنیوں کے خلاف بڑے پیمانے پر دہشت گردی کی کارروائی کی۔ یہ حملہ کراچی کے نشتر پارک میں میلاد النبی کی تقریب کے دوران 11 اپریل 2006ء کو کیا گیا، جب ایک خودکش دھماکے میں 57 افراد جاں بحق ہو گئے، جن میں اہلِ سنت تنظیم ''سنی تحریک'' کے کئی مرکزی رہنما بھی شامل تھے[83]۔ چند ماہ بعد، 14 جولائی 2006ء کو کراچی میں ایک اور خودکش حملے میں تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) کے سندھ کے صدر اور متحدہ مجلسِ عمل (MMA) کے صوبائی نائب صدر، علامہ حسن ترابی کو اُن کے گھر کے باہر قتل کر دیا گیا[84]۔

اگرچہ 2006ء میں شیعہ مسلمانوں پر حملوں کی تعداد پچھلے برسوں کے مقابلے میں کم تھی، مگر اسی سال شدت پسند عسکریت پسندی نے فاٹا (وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقے) کے بڑے حصوں میں گہری جڑیں پکڑ لیں، جبکہ ریاست یا تو اس رجحان کو روکنے میں ناکام رہی یا اس کی روک تھام کی خواہش ہی نہ تھی[85]۔ اس سال 5 ستمبر 2006ء کو حکومت اور شدت پسندوں کے درمیان شمالی وزیرستان میں ایک اور ''امن معاہدہ'' طے پایا، جس کے نتیجے میں انتہا پسند گروہوں کو عملی طور پر علاقے کا کنٹرول دے دیا گیا، جبکہ اِن گروہوں نے اپنے وعدے کبھی پورے نہیں کیے۔ 2006ء کے آخر سے یہی طالبان عسکریت پسند بتدریج اپنے اثر و رسوخ کو پورے فاٹا اور یہاں تک کہ خیبر پختونخوا (سابقہ سرحد) کے قریبی علاقوں تک پھیلاتے گئے جن میں سوات کی وادی بھی شامل تھی۔ 2007ء کے ابتدائی مہینوں میں، اُنھوں نے اسلام آباد کے قلب میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا، جہاں لال مسجد اور اِس سے منسلک جامعہ حفصہ کو مسلح عسکریت پسندوں اور خود ساختہ شرعی عملدرآمد کاروں کا مرکز بنا دیا گیا۔ بعد ازاں 10 تا 11 جولائی 2007ء کو سیکیورٹی فورسز کی جانب سے لال مسجد پر آپریشن نے انتہا پسندی کی ایک نئی لہر کو جنم دیا[86]، جو دہشت گردانہ حملوں میں اضافے اور ''تحریکِ طالبان پاکستان (TTP)'' کے قیام (دسمبر 2007ء) کی صورت

میں سامنے آئی۔ اِن واقعات نے شیعہ برادری کو بھی شدید طور پر متاثر کیا۔ 2007ء میں شیعہ مخالف تشدد دوبارہ بڑھنے لگا، خصوصاً خیبر پختونخوا میں، اور آنے والے برسوں میں یہ انتہائی خوفناک حد تک جا پہنچا۔ اِس دوران کرّم ایجنسی اور کوئٹہ کے شیعہ مسلمانوں نے سب سے زیادہ جانی و مالی نقصان برداشت کیا[87]۔ جنوری 2007ء محرم 1428ھ میں ہنگو ایک بار پھر فسادات اور بدامنی کا مرکز بن گیا۔ یہ سلسلہ 25 جنوری کو ایک خودکش حملے سے شروع ہوا، جو اُن نمائندوں کے ایک وفد پر کیا گیا تھا جو مقامی حکام کے ساتھ سیکیورٹی انتظامات پر بات چیت کر رہے تھے[88]۔ یومِ عاشورا (30 جنوری) کو ہنگو میں ایک امام بارگاہ پر مارٹر گولے داغے گئے، بالکل اُس وقت جب جلوس اختتام پذیر ہوا تھا۔ اِس حملے میں دو افراد جاں بحق اور چودہ زخمی ہوئے[89]۔ اِس سے ایک دن قبل، 29 جنوری کو، ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک خودکش بمبار نے پولیس چیک پوسٹ کے قریب خود کو دھماکے سے اُڑا لیا، جس کے نتیجے میں دو افراد ہلاک اور آٹھ شدید زخمی ہوئے۔ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب 9 محرم کا جلوس اُسی راستے سے گزرنے والا تھا۔ حملہ آور کے گروہ کے چھ دیگر افراد کو خودکش جیکٹس سمیت گرفتار کر لیا گیا[90]۔ اُسی روز بنوں میں بھی ایک امام بارگاہ پر راکٹ فائر کیے گئے، جس سے بارہ افراد زخمی ہو گئے[91]۔ اِن واقعات کے بعد کے مہینوں میں ڈیرہ اسماعیل خان میں متعدد شیعہ رہنماؤں کو قتل کیا گیا[92]۔ اسی طرح پشاور میں بھی دو معروف شیعہ شخصیات کو نشانہ بنایا گیا، سید قمر عباس جو پیپلز پارٹی (سرحد/ کے پی) کے سیکرٹری جنرل اور سابق صوبائی وزیر تھے، کو 6 مئی کو اُن کے قریبی رشتہ دار محمد علی (مرحوم ٹی جے پی رہنما انور علی اخوندزادہ کے صاحبزادے) کے ساتھ فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا[93]۔ اس کے بعد 5 جون کو صحافی سید مہدی حسین، جو اُس وقت صوبہ سرحد (کے پی) میں ایم ایم اے حکومت کے ترجمان کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا[94]۔

سال 2007ء کا اختتام بینظیر بھٹو کے قتل کے سانحے پر ہوا۔ وہ آٹھ سالہ خود ساختہ جلاوطنی کے بعد پاکستان واپس آئی تھیں تاکہ پارلیمانی انتخابات میں حصہ لے سکیں، مگر 27 دسمبر کو راولپنڈی میں انہیں قتل کر دیا گیا۔ غالب گمان ہے کہ یہ کارروائی تحریکِ طالبان پاکستان (TTP) کے سربراہ بیت اللہ محسود کے بھیجے ہوئے قاتلوں نے کی[95]۔ اسی سال نواز شریف بھی سات سالہ جبری جلاوطنی کے بعد 25 نومبر کو وطن واپس آئے، جبکہ پرویز مشرف نے 28 نومبر کو بالآخر چیف آف آرمی اسٹاف (COAS) کا عہدہ جنرل اشفاق پرویز کیانی کے حوالے کر دیا۔ جنرل کیانی نے اِس بات کی یقین دہانی کرائی کہ آنے والے انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوں گے۔ 18 فروری 2008 کو قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد ہوئے۔ پاکستان پیپلز پارٹی (PPP)، جو اب بینظیر بھٹو کے شوہر آصف علی زرداری کی قیادت میں تھی، نے قومی اسمبلی اور سندھ اسمبلی میں اکثریت حاصل کی اور اسلام آباد، سندھ اور بلوچستان میں اتحادی حکومتیں تشکیل دیں۔ صوبہ سرحد (کے پی) میں متحدہ مجلسِ عمل (MMA)، جو جماعتِ اسلامی کے بائیکاٹ اور انحراف کے باعث کمزور ہو چکی تھی، 124 میں سے صرف 14 نشستیں حاصل کر سکی۔ عوامی نیشنل پارٹی (ANP) نے 30 نشستیں جیت کر پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحادی حکومت بنائی۔ پنجاب میں شہباز شریف کی سربراہی میں پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی نے مشترکہ حکومت قائم کی[96]۔

نئے جمہوری دور کا آغاز پاکستان پیپلز پارٹی (PPP) کے لیے خاصا حوصلہ افزا ثابت ہوا۔ 25 مارچ 2008ء کو وزیرِاعظم یوسف رضا گیلانی کو بھاری اکثریت سے اعتماد کا ووٹ ملا، اور بعد ازاں 6 ستمبر 2008ء کو جنرل پرویز مشرف کے جبری استعفے کے بعد آصف علی زرداری صدرِ پاکستان منتخب ہوئے۔ تاہم نہ تو پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت اور نہ ہی چاروں صوبائی حکومتیں اسلامی عسکریت پسندی بالخصوص شیعہ

مخالف انتہا پسند گروہوں سے سنجیدگی کے ساتھ نمٹنے کی طاقت یا ارادہ رکھتی تھیں۔ انتہا پسندوں سے نمٹنے کے لیے جو حکمتِ عملی اپنائی گئی، وہ اکثر مفاہمت یا نرمی پر مبنی تھی، جس نے اُلٹا اُنہیں مزید جری اور طاقتور بنا دیا۔ نتیجتاً، زرداری دور (2008ء-13ء) میں تمام صوبوں میں دہشت گرد حملوں کی تعداد ریکارڈ سطح تک جا پہنچی[97]۔ جہاں تک سپاہِ صحابہ/ ملتِ اسلامیہ پاکستان (SSP/MIP) کا تعلق ہے، تو اس کے رہنما مولانا محمد احمد لدھیانوی اور دیگر چار ارکان کو 2008ء کے انتخابات میں جھنگ سے امیدوار بننے کی اجازت دی گئی[98]۔ اس کے علاوہ، اگرچہ تنظیم کاغذی طور پر پابندی کے زمرے میں تھی، لیکن وہ اگلے پانچ سال تک تقریباً بلا رکاوٹ اپنی سرگرمیاں جاری رکھتی رہی۔

2008ء میں زیادہ تر بڑے پیمانے پر شیعہ مخالف دہشت گرد حملے ایک بار پھر صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) میں پیش آئے۔ سب سے پہلا حملہ 7 محرم (17 جنوری) کو پشاور کے امامبارگاہ مرزا قاسم بیگ میں ایک خودکش دھماکے کی صورت میں ہوا، جس میں بارہ افراد جاں بحق ہوئے[99]۔ اس کے بعد 16 فروری کو پاراچنار میں ایک اور بڑا خودکش حملہ کیا گیا[100]۔ پھر 21 مارچ 2008ء کو ہنگو میں فرقہ وارانہ جھڑپیں اس وقت بھڑک اٹھیں جب جامعہ عسکری میں جاری ایک شیعہ اجتماع پر قریب کی پہاڑیوں سے بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا گیا[101]۔ اسی سال 17 جون کو ہنگو کے مرکزی بازار میں نامعلوم مسلح افراد نے چار شیعہ افراد کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا[102]۔ جولائی 2008ء میں فوج نے ٹی ٹی پی (تحریک طالبان پاکستان) کے شدت پسندوں کے خلاف ہنگو اور ملحقہ علاقوں میں ایک فوجی کارروائی شروع کی، جو کسی نتیجے پر نہیں پہنچی۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں بھی تشدد کا سلسلہ جاری رہا[103]۔ 26 مئی کو ایک رکشے میں سوار چار شیعہ افراد کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا، جس کے فوراً بعد سپاہِ صحابہ کے ایک رکن کے خلاف جوابی حملہ کیا گیا[104]۔ اسی شہر میں 19 اگست کو نامعلوم حملہ آوروں نے پہلے ایک شیعہ دکاندار کو قتل کیا، اور کچھ دیر بعد ایک خودکش بمبار نے ضلع اسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کے باہر دھماکا کیا، جہاں مرنے والے کی لاش لینے والے اُس کے رشتہ دار اور دوست جمع تھے۔ اس طاقتور دھماکے میں کم از کم 32 افراد ہلاک ہوئے۔ تحریک طالبان پاکستان (TTP) نے اِس حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے مزید کارروائیوں کی دھمکی دی، اگر حکومت نے اُن کے خلاف فوجی آپریشن بند نہ کیا[105]۔ بعد ازاں، 21 نومبر 2008ء کو ڈیرہ اسماعیل خان ہی میں ایک روز قبل قتل ہونے والے ایک شیعہ عالم کے جنازے کے دوران ریموٹ کنٹرول بم دھماکے میں 9 شیعہ جاں بحق اور 43 زخمی ہوئے[106]۔

ہسپتال اور جنازے کے اجتماعات کو نشانہ بنانا نئے طرز کے شیعہ مخالف دہشت گردوں اور اُن کے منظم منصوبہ سازوں کی انتہائی سفاک اور شیطانی ذہنیت کا عکاس تھا، جس کی مزید جھلکیاں آنے والے برسوں میں بھی دکھائی دیں۔ اِسی نوع کی ایک اور مکروہ سازش، جسے خفیہ ایجنسیوں اور کراچی پولیس نے جنوری 2008ء میں ناکام بنایا، یہ تھی کہ محرم کے جلوسوں کے راستے میں لگی سبیلوں (پانی کی سبیلیں) میں سائینائیڈ زہر ملایا جائے، تاکہ بم دھماکوں کے ساتھ ساتھ زہریلے پانی سے بھی جانی نقصان پہنچایا جا سکے[107]۔ تاہم، 2008ء میں تین بڑے دہشت گرد حملے اپنی سازشوں میں کامیاب بھی ہوئے۔ 6 اکتوبر کو بھکر میں مسلم لیگ (ن) کے رکن قومی اسمبلی راشد اکبر نوانی اپنے گھر کے باہر عوامی ملاقات کر رہے تھے کہ ایک خودکش بمبار نے دھماکا کر دیا[108]، جس میں کم از کم بائیس افراد، جن میں زیادہ تر شیعہ تھے، جاں بحق ہو گئے۔ 8 نومبر کو پشاور کے امامبارگاہ چن پیر بادشاہ میں ایک نصب شدہ بم کے دھماکے سے عمارت مکمل طور پر تباہ ہو گئی اور آٹھ افراد زخمی ہوئے۔ اِس کے صرف ایک ماہ بعد، 5 دسمبر کو پشاور ہی کے امامبارگاہ علمدار کے باہر ایک کار بم دھماکا ہوا، جس میں بائیس افراد ہلاک اور

ساٹھ سے زائد زخمی ہوئے، جبکہ قریب کی کئی دکانیں آگ کی لپیٹ میں آ کر جل گئیں[109]۔

2008ء کے آخری مہینوں میں کوئٹہ میں ہزارہ برادری کے متعدد افراد کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا[110] ایسے واقعات کی تعداد آنے والے برسوں میں تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔ درحقیقت، 18 جنوری 2008ء کو ہی لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے دو خطرناک اور سزا یافتہ دہشت گرد عثمان سیف اللہ کرد اور شفیق الرحمن رند پر اسرار حالات میں کوئٹہ میں انسدادِ دہشت گردی فورس (ATF) کے سخت پہرے والے ہیڈکوارٹر سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ بعد ازاں، انہی دونوں کو اگلے کئی برسوں میں کوئٹہ میں ہونے والی ہلاکتوں کے زیادہ تر سلسلے کا ذمہ دار قرار دیا گیا[111]۔

2009ء کے پہلے نصف میں زیادہ تر نمایاں اور بڑے پیمانے کے شیعہ مخالف دہشت گرد حملے ایک بار پھر صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) میں ہوئے۔ 9 جنوری کو عاشورہ کا ایک جلوس جو قریبی دیہات سے ہنگو کی طرف جا رہا تھا، پہاڑی چوٹیوں سے راکٹوں کے ذریعے نشانہ بنایا گیا، جس کے نتیجے میں ہنگو شہر اور متعدد دیہات میں شدید جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ دونوں فریقوں، شیعہ اور سنی، نے مارٹر گولے اور اینٹی ایئر کرافٹ گنز جیسے بھاری ہتھیار استعمال کیے اور بڑی بڑی لشکریں تشکیل دیں، جن میں اورکزئی اور کرم ایجنسیوں کے جنگجو بھی شامل تھے۔ سیکیورٹی فورسز نے دونوں گروہوں کے ٹھکانوں پر گن شپ ہیلی کاپٹروں سے گولہ باری کی۔ تین دن جاری رہنے والی ان جھڑپوں میں کم از کم چالیس افراد ہلاک اور اکاون زخمی ہوئے[112]۔ 20 فروری کو ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک خودکش بمبار نے ایک مقتول شیعہ رہنما کے جنازے پر حملہ کیا، جس میں کم از کم تیس شیعہ جاں بحق اور 157 زخمی ہوئے[113]۔ چند ہفتے قبل، بظاہر شیعہ شدت پسندوں نے اسی شہر کے گومل میڈیکل کالج میں ریموٹ کنٹرول بم دھماکے سے چھ افراد کو ہلاک اور پچیس کو زخمی کیا تھا۔ اس حملے کا ممکنہ ہدف ایم پی اے خلیفہ عبدالقیوم تھا، جو کالعدم تنظیم سپاہِ صحابہ/ملّتِ اسلامیہ پاکستان (SSP/MIP) کا صوبائی سربراہ تھا[114]۔ 2009ء کے دوران ڈیرہ اسماعیل خان میں شیعہ اور سنی دونوں مسالک سے تعلق رکھنے والے افراد کی ٹارگٹ کلنگ کے کئی واقعات پیش آئے 115۔ بالآخر 3 جولائی 2009ء کو، جے یو آئی (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کی صلح کی کوششوں کے نتیجے میں شیعہ اور سنی عمائدین نے فرقہ وارانہ تشدد کے خاتمے کے لیے ایک تفصیلی معاہدے پر دستخط کیے[116]۔

2009ء میں پنجاب اور کراچی میں بھی شیعہ برادری کے خلاف بڑے پیمانے پر دہشت گرد حملے کیے گئے۔ 5 فروری کو ایک خودکش بمبار نے ڈیرہ غازی خان میں امام بارگاہ وڈانی کے باہر چہلم کے جلوس کو نشانہ بنایا، جس میں کم از کم تیس عزادار شہید ہوئے[117]۔ اسی نوعیت کے مزید سانحات چکوال میں 5 اپریل کو اور اسلام آباد کے نواحی گاؤں شکریال میں 24 دسمبر کو پیش آئے۔ چکوال میں ایک شخص نے مجلسِ عزاء کے اختتام پر امام بارگاہ سے نکلتے ہوئے ہجوم پر حملہ کیا اور جب سیکیورٹی گارڈز نے اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے خود کو دھماکے سے اُڑا لیا۔ اس واقعے میں 24 افراد جاں بحق اور 140 زخمی ہوئے، جن میں سے 35 کی حالت نازک تھی[118]۔ شکریال میں 24 دسمبر کو امام بارگاہِ قصرِ سکینہؑ کے سیکیورٹی گارڈ نے ایک خودکش حملہ آور کو تلاشی کے دوران روک لیا، جس کے باعث مزید بڑے نقصان سے بچاؤ ممکن ہوا، اگرچہ اس نے وہیں اپنا دھماکہ خیز مواد اڑا دیا[119]۔ اسی سال 28 دسمبر کی دوپہر کو کراچی کی ایم اے جناح روڈ پر مرکزی جلوسِ عاشورہ کو ایک خودکش بمبار نے نشانہ بنایا، جس میں 44 افراد جاں بحق اور 60 زخمی ہوئے[120]۔ اس کے بعد شیعہ نوجوانوں کے احتجاج اور

غصے نے شہر بھر میں شدید ہنگامے کی شکل اختیار کر لی۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار موقع سے غائب ہو گئے، اور تقریباً اڑھائی ہزار دکانیں جلا دی گئیں۔ کل نقصان کا تخمینہ درجنوں ارب روپے لگایا گیا[121]۔ تحریکِ طالبان پاکستان (TTP) کے ایک کمانڈر عصمت اللہ شاہین نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کی اور کہا کہ یہ کارروائی TTP کی شوریٰ کے فیصلے کے مطابق "عظمت صحابہ کے تحفظ کے لیے" کی گئی[122]۔ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ 2009ء میں اگرچہ بڑے بم دھماکوں سے محفوظ رہا، لیکن ہزارہ برادری کے افراد کی ٹارگٹ کلنگ میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔ اِسی سال 14 جنوری کو ڈی ایس پی حسن علی[123] اور 26 جنوری کو ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی (HDP) کے چیئرمین حسین علی یوسف کو قتل کر دیا گیا[124]۔ سال بھر میں اِس نوعیت کے کئی قتل ہوئے، مگر قاتلوں میں سے بہت کم کو گرفتار کیا گیا[125]۔

اگرچہ 2009ء میں شیعہ مخالف حملوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا، لیکن اسی سال تحریکِ طالبان پاکستان (TTP) اور اس کے اتحادی گروہوں کی جانب سے دیگر اہداف بی جن میں فوجی مراکز جیسے مضبوط ٹھکانے بھی شامل تھے بی پر دہشت گردی کی کارروائیوں نے بھی اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔ یہ سلسلہ دراصل سوات وادی اور جنوبی وزیرستان میں فوج کی وسیع پیمانے پر کی جانے والی عسکری کارروائیوں کا جوابی ردِعمل تھا[126]۔ 2009ء کے بعد سے پاکستان سینکڑوں ایسے دہشت گرد حملوں کی لپیٹ میں آ چکا ہے جو شیعہ سنی تنازع سے غیر متعلق تھے[127]۔ دوسری جانب، ان میں سے بہت سے حملے ایسے " پنجابی طالبان" سے منسوب کیے گئے، جو دراصل ایک غیر رسمی مگر فعال نیٹ ورک تھا، جس میں لشکرِ جھنگوی (LeJ)، سپاہِ صحابہ (SSP) اور جیش محمد (JeM) کے کارکن شامل تھے۔ یہ نیٹ ورک وقت کے ساتھ TTP، افغان طالبان اور فاٹا میں سرگرم دیگر جہادی تنظیموں سے مضبوط روابط قائم کر چکا تھا[128]۔ البتہ بعض ٹارگٹ کلنگ کے واقعات ایسے بھی ہوئے جو شیعہ عناصر کی جوابی کارروائی معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سب سے نمایاں واقعہ 17 اگست 2009ء کا ہے، جب سپاہِ صحابہ/ملّتِ اسلامیہ پاکستان (SSP/MIP) کے سرپرست اعلیٰ مولانا علی شیر حیدری کو اُن کے آبائی علاقے خیرپور (سندھ) کے قریب گولی مار کر قتل کر دیا گیا[129]۔

اسی دوران سپاہِ صحابہ پاکستان (SSP) نے ایک نیا نام اختیار کر لیا یعنی اہلِ سنت والجماعت (ASWJ)۔ فروری 2010ء میں پنجاب حکومت کے وزیرِ قانون رانا ثناء اللہ نے جھنگ کے ضمنی انتخابات کے دوران مسلم لیگ (ن) کے ایک امیدوار کے لیے SSP/ASWJ کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی[130]۔ اس موقع پر وہ اہلِ سنت والجماعت کے سربراہ مولانا محمد احمد لودھیانوی کے ساتھ ایک الیکشن جلسے میں باقاعدہ طور پر شریک ہوئے۔ جب اِس اقدام پر رانا ثناء اللہ کو برطرف کرنے کے مطالبات سامنے آئے تو وزیرِ اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے اپنے ناقدین کو یہ یاد دلایا کہ لدھیانوی 2008ء کے عام انتخابات میں باقاعدہ امیدوار تھے، اُنہوں نے چالیس ہزار سے زائد ووٹ حاصل کیے تھے، اور یہ کہ اُس وقت پاکستان پیپلز پارٹی (PPP) نے بھی اِسی "ممنوعہ" جماعت کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی تھی[131]۔ کچھ ہی عرصے بعد شہباز شریف نے ایک انٹرویو میں ایک اور تنازع کھڑا کر دیا، جب انہوں نے کہا کہ تحریک طالبان پاکستان (TTP) کو پنجاب میں حملے نہیں کرنے چاہییں، کیونکہ پنجاب حکومت " بیرون لوگوں کے احکامات" پر عمل نہیں کرے گی۔ یوں شہباز شریف نے بالواسطہ طور پر مذہبی جماعتوں کے اِس مؤقف کو تقویت دی کہ پاکستان کی دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں شمولیت ہی TTP کے حملوں کی اصل وجہ ہے۔ لیکن جب خودکش حملہ آوروں نے لاہور میں بریلوی سنیوں کے سب سے بڑے مزارات میں

سے ایک، یعنی داتا دربار کو نشانہ بنایا[133]، تو پنجاب حکومت نے ممنوعہ تنظیموں بشمول سپاہِ صحابہ/ اہلِ سنت والجماعت (SSP/ASWJ) کے خلاف ایک اور عارضی (اور مختصر المدت) کریک ڈاؤن کا حکم جاری کیا[134]۔

خودکش اور دیگر حملے 2010ء میں بھی تمام صوبوں میں شیعہ برادری کے خلاف جاری رہے، جن کا آغاز کراچی سے ہوا۔ 5 فروری کو دہشت گردوں نے پہلے ایک بس کو نشانہ بنایا جس میں چہلم کے جلوس میں شریک ہونے والے عزادار سوار تھے، اور کچھ دیر بعد جناح اسپتال میں اُن امدادی کارکنوں اور زخمیوں کے لواحقین کو نشانہ بنایا جو پہلے دھماکے کے متاثرین کی مدد کے لیے جمع ہوئے تھے[135]۔ اسی طرزِ عمل کو 16 اپریل کو کوئٹہ میں دہرایا گیا، جب ایک خودکش حملہ آور نے سول اسپتال کے اندر خود کو دھماکے سے اُڑا دیا، جہاں درجنوں شیعہ افراد اس روز صبح نجی بینک کے منیجر ارشد زیدی کے ٹارگٹ کلنگ کے خلاف احتجاج کے لیے جمع تھے[136]۔ 17 اپریل کو، یعنی اُس دن کے دو دن بعد جب صوبہ سرحد کا سرکاری طور پر نام بدل کر خیبر پختونخوا (KPK) رکھا گیا، لشکرِ جھنگوی کے دو دہشت گردوں نے اپنی خودکش جیکیٹیں صرف چند منٹ کے وقفے سے کوہاٹ کے قریب کرم اور اورکزئی ایجنسیوں سے آنے والے شیعہ مہاجرین کے رجسٹریشن مرکز میں پھاڑ دیں[137]۔ 18 جولائی کو ایک خودکش بمبار نے سرگودھا میں دارالعلوم محمدیہ کی مسجد و امام بارگاہ کے دروازے پر خود کو دھماکے سے اُڑا لیا، جب اُسے سیکیورٹی گارڈ نے اندر جانے سے روک دیا[138]۔ یکم ستمبر کو لاہور میں یومِ علی کے جلوسوں کو نشانہ بناتے ہوئے تین مسلسل خودکش دھماکے ہوئے، جن میں 31 افراد جاں بحق اور 280 سے زائد زخمی ہوئے۔ اِن دھماکوں کے بعد مشتعل ہجوم نے پولیس اہلکاروں اور یہاں تک کہ ایمبولینس ڈرائیوروں کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا[139]۔ اس کے بعد سال کا سب سے ہولناک حملہ 3 ستمبر کو کوئٹہ میں ہوا، جب ایک خودکش حملہ آور نے یوم القدس کے موقع پر امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ISO) کے زیرِ اہتمام میزان چوک پر نکالے گئے جلوس کو نشانہ بنایا۔ دھماکے کے بعد شیعہ مظاہرین نے الزام لگایا کہ اینٹی ٹیررازم فورس اور فرنٹیئر کور کے اہلکاروں نے ہجوم پر فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں کم از کم 54 افراد ہلاک ہوئے۔ دوسری طرف پولیس کا موقف تھا کہ جلوس نے طے شدہ راستے کی خلاف ورزی کی تھی۔ اِس واقعے کے بعد بلوچ اور پختون قوم پرست جماعتوں کے دباؤ پر کوئٹہ میں مذہبی جلوسوں پر مکمل پابندی لگانے پر صوبائی حکومت نے سنجیدگی سے غور کیا، جبکہ سیکولر ہزارہ ڈیموکریٹک پارٹی (HDP) کے رہنماؤں نے بھی شیعہ علما کو اِس بات پر تنقید کا نشانہ بنایا کہ وہ "ایسی مشکلات خود دعوت دے کر مول لے رہے ہیں"[141]۔

2010ء میں خیبر پختونخوا میں شیعہ برادری کے خلاف مزید دو دہشت گرد حملے کیے گئے۔ 8 دسمبر کو کوہاٹ کے تیراہ بازار میں چودہ سالہ خودکش حملہ آور نے ایک کوچ کو نشانہ بنایا[142] جس میں زیادہ تر شیعہ مسافر سوار تھے۔ 16 دسمبر کو پشاور کے چوک یادگار میں سخت سیکیورٹی انتظامات کے باوجود 9 محرم کے جلوس پر دستی بم پھینکا گیا[143]۔ اسی سال شیعہ ہجوم کے تشدد کا ایک افسوسناک واقعہ بھی پیش آیا: 18 مارچ کو ڈیرہ غازی خان کے علاقے چوٹی زیریں میں اہلِ سنت والجماعت کے ضلعی جنرل سیکریٹری حافظ عبداللہ کو پولیس اسٹیشن سے گھسیٹ کر باہر نکالا گیا اور زندہ جلایا گیا، تھوڑی ہی دیر پہلے اُس نے ایک مقامی شیعہ رہنما اور اُن کے والد کو قتل کیا تھا[144]۔ گلگت میں بھی بارہا ٹارگٹ کلنگ اور فرقہ وارانہ جھڑپوں کے واقعات ہوئے[145]، جن میں بعض مواقع پر پولیس اہلکار براہِ راست ملوث پائے گئے[146]۔ شیعہ افراد کی ٹارگٹ کلنگ کراچی میں بھی جاری رہی جن میں ایم کیو ایم کے رکن صوبائی اسمبلی رضا حیدر 2010ء کے نمایاں ترین مقتول تھے[147] جبکہ کوئٹہ میں

بھی یہ سلسلہ خاص طور پر شدت کے ساتھ جاری رہا[148]۔

2010ء میں خیبر پختونخوا میں شیعہ برادری کے خلاف مزید دو دہشت گرد حملے کیے گئے: 8 دسمبر کو کوہاٹ کے تیراہ بازار میں چودہ سالہ خودکش حملہ آور نے ایک کوچ کو نشانہ بنایا جس میں زیادہ تر شیعہ مسافر سوار تھے[142]۔ 16 دسمبر کو پشاور کے چوک یادگار میں سخت سکیورٹی انتظامات کے باوجود 9 محرم کے جلوس پر دستی بم پھینکا گیا[143]۔ اسی سال شیعہ ہجوم کے تشدد کا ایک افسوسناک واقعہ بھی پیش آیا: 18 مارچ کو ڈیرہ غازی خان کے علاقے چوٹی زیریں میں اہلِ سنت والجماعت کے ضلعی جنرل سیکریٹری حافظ عبداللہ کو پولیس اسٹیشن سے گھسیٹ کر باہر نکالا گیا اور زندہ جلا دیا گیا۔ تھوڑی ہی دیر پہلے اُس نے ایک مقامی شیعہ رہنما اور اُن کے والد کو قتل کیا تھا۔ گلگت میں بھی بارہا ٹارگٹ کلنگ اور فرقہ وارانہ جھڑپوں کے واقعات ہوئے، جن میں بعض مواقع پر پولیس اہلکار براہِ راست ملوث پائے گئے۔ شیعہ افراد کی ٹارگٹ کلنگ کراچی میں بھی جاری رہی جن میں ایم کیو ایم کے رکن صوبائی اسمبلی رضا حیدر 2010ء کے نمایاں ترین مقتول تھے جبکہ کوئٹہ میں بھی یہ سلسلہ خاص طور پر شدت کے ساتھ جاری رہا[144]۔ گلگت میں ٹارگٹ کلنگ اور فرقہ وارانہ تصادم کے متعدد واقعات ہوئے جن میں بعض واقعات میں پولیس اہلکار براہ راست ملوث پائے گئے[145]۔ کراچی میں بھی شیعوں کی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ جاری رہا[146]، جس میں ایم کیو ایم کے ایم پی اے رضا حیدر 2010ء میں سب سے نمایاں شکار ہوئے[147] اور خاص طور پر کوئٹہ میں[148]۔

2011ء سے کوئٹہ کی 3 سے 4 لاکھ آبادی پر مشتمل ہزارہ برادری نے ریاست کی شیعہ مخالف دہشت گردی پر قابو پانے میں ناکامی کی سب سے بھاری قیمت ادا کی ہے۔ 2008ء سے 2010ء کے دوران ہی لشکرِ جھنگوی کے قاتل سکیورٹی فورسز کی بھاری موجودگی کے باوجود اس شہر میں غیر معمولی آزادی کے ساتھ سرگرم تھے، مگر 2011ء سے ہزارہ شیعہ برادری کے منظم قتل عام کا وہ سلسلہ شروع ہوا جسے بعد میں صرف شیعوں نے نہیں بلکہ مختلف حلقوں نے "نسل کشی (genocide)" کے نام سے یاد کیا۔ یہ بے رحم مہم اس وقت شروع ہوئی جب 1 مئی کو ایبٹ آباد میں امریکی کارروائی کے دوران اسامہ بن لادن ہلاک ہوا۔ اس واقعے کے فوراً بعد لشکرِ جھنگوی اُن شدت پسند تنظیموں میں شامل تھی جنہوں نے اس کی "شہادت" کا بدلہ لینے کا اعلان کیا[149]۔ 6 مئی کو ہزارہ ٹاؤن میں صبح کی ورزش کے لیے میدان میں موجود درجنوں شیعہ شہریوں پر خودکار ہتھیاروں، راکٹوں اور دستی بموں سے حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں کم از کم چھ افراد جاں بحق اور پندرہ زخمی ہوئے[150]۔ دو ہفتے بعد سبزی منڈی سے واپس آنے والے دس ہزارہ افراد کو لے جانے والی پک اپ پر دو مسلح افراد نے حملہ کیا، جس میں چھ افراد موقع پر ہی ہلاک اور باقی زخمی ہو گئے۔ ایک لڑکی بھی آوارہ گولی کا نشانہ بن گئی[151]۔ 17 جون کو سابق اولمپک باکسر سید ابرار حسین کو کوئٹہ اسٹیڈیم کے قریب گولی مار کر قتل کر دیا گیا[152]۔ چھ دن بعد ہزار گنجی، کوئٹہ میں ایران سے واپس آنے والے تیس ہزارہ زائرین کو لے جانے والی ایک بس پر فائرنگ کی گئی، جس میں چار افراد جاں بحق اور گیارہ زخمی ہوئے[153]۔ یہ تمام حملے سکیورٹی چیک پوسٹوں سے چند قدم کے فاصلے پر ہوئے۔ روزنامہ ڈان سے بات کرتے ہوئے ایک مقامی ہزارہ شہری نے کہا: "ایسا نہیں کہ فرقہ وارانہ تنظیمیں دوسرے شیعوں کو نشانہ نہیں بناتیں، فرق صرف یہ ہے کہ ہم ان کے لیے آسان ہدف ہیں...... کیونکہ ہمارے منگولی خدوخال ہمیں فوراً پہچانوا دیتے ہیں...... یہاں کا حال کرفیو جیسا ہے: ہم اپنی بستیوں میں تو آزاد گھوم سکتے ہیں مگر باہر نہیں نکل سکتے[154]۔" 30 جولائی کو دہشت گردوں نے ایک بار پھر ہزارہ ٹاؤن سے کوئٹہ شہر جانے والی پک اپ کو روکا اور مسافروں پر اندھادھند فائرنگ کر دی، جس میں تین افراد موقع پر ہلاک اور آٹھ زخمی بعد میں

اسپتال جاتے ہوئے دم توڑ گئے[155]۔ اِن تمام قتل و غارت کے بعد لشکرِ جھنگوی نے ذمہ داری قبول کی۔ اگست 2011ء میں اِسی تنظیم نے مَرّی آباد (کوئٹہ) کی گلیوں میں ایک رات کے وقت تقسیم کیا گیا خط پھیلایا، جس پر" پرنسپل لشکرِ جھنگوی پاکستان" کے دستخط تھے جس میں درج تھا:

تمام شیعہ واجب القتل ہیں۔ ہم اِس ملک کو اِس ناپاک قوم سے پاک کردیں گے۔ پاکستان کا مطلب ہے 'زمین پاک' اور شیعوں کا یہاں کوئی حق نہیں۔ ہمارے پاس معزز علمائے کرام کے فتوےاور دستخط موجود ہیں جن میں شیعوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔جس طرح ہمارے مجاہدین نے افغانستان میں شیعہ ہزارہ کے خلاف کامیاب جہاد کیا، ہمارا مشن [پاکستان میں] اِس ناپاک فرقے اور قوم یعنی شیعوں اور شیعہ ہزارہ کو ہر شہر، ہر گاؤں، ہر کونے سے ختم کرنا ہے۔ ماضی کی طرح پاکستان میں، خصوصاً کوئٹہ میں، ہزارہ کے خلاف ہمارا کامیاب جہاد جاری ہے اور جاری رہے گا۔ ہم پاکستان کو اِن کی قبرستان بنا دیں گے ،اِن کے گھر بموں اور خودکش حملہ آوروں سے تباہ کیے جائیں گے۔ ہم تب تک چین نہ پائیں گے جب تک اِس زمین پر سچا اسلامی پرچم لہرا نہیں دیتے۔ ہمارے مجاہدین اور خودکش حملہ آور پہلے ہی پاراچنار میں کام کر چکے ہیں اور اب پورے پاکستان میں کارروائی کے حکم کے منتظر ہیں۔ ہزارہ شیعوں کے خلاف جہاد اب ہمارا فرض بن چکا ہے۔ ہمارے خودکش حملہ آوروں نے 6 مئی کو ہزارہ ٹاؤن میں کامیابی سے کارروائی کی، اور اب ہمارا اگلا ہدف آپ کے گھر ہیں جو علمدار روڈ پر ہیں[156]۔

ایسی دھمکیوں کے فوراً بعد مزید سنگین دہشت گردانہ حملے شروع ہو گئے۔ 2 ستمبر کو جب علمدار روڈ پر عید الفطر کی نماز ختم ہوئی ہی تھی کہ بارود سے بھری ایک کار نمازیوں کے قریب آنے کی کوشش میں تھی۔ تاہم ہزارہ اسکاوٹس نے بروقت اِقدام کرتے ہوئے اپنی گاڑی اُس کے سامنے کھڑی کر کے اُسے روک لیا۔ اُسی لمحے دہشت گرد نے گاڑی وہیں دھماکے سے اُڑا دی، جس کے نتیجے میں گیارہ افراد جاں بحق اور درجنوں زخمی ہوئے۔ اگر ہزارہ اسکاوٹس کا یہ اِقدام نہ ہوتا تو ہلاکتوں کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی۔ کوئٹہ کے رکن قومی اسمبلی سید ناصر علی شاہ نے الزام لگایا کہ چھ ہزار کے قریب نمازیوں کے اِس اجتماع کے لیے ایک بھی پولیس اہلکار تعینات نہیں کیا گیا تھا[157]۔ 20 ستمبر کو پچاس مسافروں پر مشتمل ایک بس، جن میں سے زیادہ تر شیعہ ہزارہ زائرین تھے، کو کوئٹہ سے پچاس کلو میٹر مغرب میں آٹھ سے دس مسلح افراد نے روک لیا۔ حملہ آوروں نے تمام مسافروں کو بس سے اُتارا، اُن کے شناختی کارڈ چیک کیے، اور پھر قریب سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ نتیجتاً چھبیس افراد موقع پر ہی جاں بحق اور آٹھ شدید زخمی ہوئے۔ بعد ازاں جب تین افراد زخمیوں کو ایمبولینس کے ذریعے کوئٹہ لے جانے لگے تو اُنہیں بھی راستے میں قتل کر دیا گیا[158]۔ محض تین دن بعد ایک اور بس پر کوئٹہ کے جنوب میں چند میل کے فاصلے پر ایک گاڑی سے اندھا دھند فائرنگ کی گئی، جس میں تین ہزارہ مسافر جاں بحق اور پانچ زخمی ہوئے[159]۔ 4 اکتوبر کو ہزار گنجی اور اختر آباد کے درمیان تقریباً یہی منظر ایک بار پھر دہرایا

گیا، جب چودہ بس مسافروں کا قتل عام کیا گیا[160]۔ ایک عینی شاہد کے مطابق، جب ایک مقتول نے حملہ آور سے پوچھا کہ ''میں نے تو کچھ نہیں کیا'' تو اُس نے جواب دیا: ''تم نے واقعی کچھ نہیں کیا، مگر ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک شیعہ کو قتل کرنے سے جنت کے پانچ دروازے کھل جاتے ہیں[162]۔'' 5 نومبر کو ہزارہ ٹاؤن کے ایک امامبارگاہ میں ایک خودکش حملہ آور نے نمازیوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، لیکن اسے اندر داخل ہونے سے پہلے ہی روک لیا گیا۔ دسمبر 2011ء میں ہیومن رائٹس واچ کی تحقیق کے مطابق، 2008ء سے صرف بلوچستان میں کم ازکم 275 شیعہ افراد، جن میں زیادہ تر ہزارہ نسل سے تعلق رکھتے تھے، فرقہ وارانہ حملوں میں قتل کیے جا چکے تھے[163]۔ اُسی مہینے لشکرِ جھنگوی کے مشتبہ پاکستانی دہشت گردوں نے کابل میں ایک غیر معمولی حملے کے دوران پچپن ہزارہ افراد کو ہلاک کیا[164]۔

ستمبر 2011ء میں صوبائی حکومت نے اعتراف کیا کہ بلوچستان میں ایک سال کے دوران چالیس مشتبہ دہشت گردوں کو ناکافی ثبوتوں کی بنیاد پر رہا کر دیا گیا[165]۔ یہ محض ایک مثال تھی اُس عمومی کمزوری کی جو گزشتہ دہائی میں پاکستان کے عدالتی نظام کو فرقہ وارانہ اور دیگر دہشت گردی کے مقدمات سے نمٹنے میں درپیش رہی۔ استغاثہ (Prosecution) کو ہمیشہ یہ دشواری رہی کہ وہ ملزمان کو سزا دلوانے میں کامیاب نہیں ہو پاتے، کیونکہ: دہشت گردی کے مقدمات چلانے کے لیے وسائل اور تربیت کی شدید کمی تھی، پولیس کے پاس بنیادی تفتیشی مہارتوں کا فقدان تھا، اور ججوں و گواہوں کو اکثر ملزمان کے ساتھیوں کی جانب سے دھمکیاں ملتی رہتی تھیں[166]۔ 11 جولائی 2011ء کو سپریم کورٹ کی لاہور بینچ نے ملک محمد اسحاق، جو لشکرِ جھنگوی کا بدنام زمانہ قاتل اور مرکزی رہنما تھا، کو ضمانت پر رہا کر دیا۔ ملک اسحاق کو 1997ء میں گرفتار کیا گیا تھا اور اُس پر قتل کے چوالیس مختلف مقدمات میں ستر افراد کے قتل (جن میں زیادہ تر شیعہ تھے) کے الزامات عائد تھے، مگر ہر مقدمے میں وہ ''عدمِ ثبوت'' کی بنا پر بری ہوتا رہا[167]۔ بعدازاں انکشاف ہوا کہ ملک اسحاق کو جیل میں تقریباً وی آئی پی حیثیت حاصل تھی۔ اکتوبر 2009ء میں اُسے خصوصی طیارے کے ذریعے راولپنڈی لے جایا گیا تاکہ تحریک طالبان پاکستان (TTP) کے اُن دہشت گردوں سے مذاکرات کر سکے جنہوں نے پاک فوج کے جنرل ہیڈکوارٹر (GHQ) میں یرغمال بنائے گئے افراد کو قید کر رکھا تھا[168]۔ رہائی کے بعد اُس نے جنوبی پنجاب کے دورے شروع کر دیے اور دوبارہ شیعہ مخالف اشتعال انگیز تقاریر کرنے لگا۔ بالآخر 22 ستمبر کو اُسے حفاظتی نظربندی میں رکھا گیا، اور پانچ ماہ بعد دوبارہ جیل منتقل کر دیا گیا[169]۔

2011ء میں شیعہ برادری پر دہشت گردانہ حملے بنیادی طور پر کوئٹہ اور کرّم ایجنسی میں مرکوز رہے[170]، تاہم پاکستان کے دیگر حصّوں میں بھی بعض بڑے سانحات پیش آئے۔ 25 جنوری کو کم عمر خودکش بمباروں نے لاہور اور کراچی، دونوں شہروں میں چہلم کے جلوسوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ لاہور میں ایک لڑکے نے پہلے بارودی مواد سے بھرا ہوا بیگ پھینکا اور پھر سیکیورٹی چیک پوسٹ کے قریب خود کو دھماکے سے اُڑا لیا۔ اس حملے میں گیارہ افراد جاں بحق ہوئے، جن میں تین پولیس اہلکار بھی شامل تھے۔ کراچی میں ایک خودکش حملہ آور نے اپنی بارود سے لدی موٹر سائیکل کو پولیس وین سے ٹکرا دیا، کیونکہ اُسے چہلم کے جلوس کے قریب جانے سے روک دیا گیا تھا۔ اس دھماکے میں کم ازکم تین افراد ہلاک ہوئے۔ دونوں حملوں میں اگر دہشت گرد اپنے اصل ہدف کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے، تو جانی نقصان کہیں زیادہ ہولناک ہوتا[171]۔ بعدازاں، 13 مارچ کو ہنگو ضلع میں شدت پسندوں نے پشاور جانے والی ایک مسافر کوچ پر اندھادھند فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں پاراچنار سے تعلق رکھنے والے گیارہ شیعہ مسافر جاں بحق ہو گئے[172]۔

2012ء میں گلگت بلتستان میں شیعہ برادری کے خلاف سب سے لرزہ خیز اور سنگدلانہ مظالم رونما ہوئے[173]۔ 28 فروری کو آٹھ مسلح افراد، جو فوجی وردیوں میں ملبوس تھے، نے چلاس ضلع کے قریب ہربن نالہ پر قراقرم ہائی وے پر چلنے والی چار بسوں کو روک لیا۔ انہوں نے مسافروں کو گاڑیوں سے اُترنے کا حکم دیا اور اُن کے کاغذات کی جانچ پڑتال شروع کی۔ جن مسافروں کے ناموں سے اُن کا شیعہ ہونا ظاہر ہوتا تھا، اُن میں سے اٹھارہ افراد کو الگ کر کے گولیوں سے بھون دیا گیا۔ شدت پسند تنظیم جنداللہ کے ایک ترجمان نے بعد میں اِس حملے کی ذمہ داری قبول کی۔ عینی شاہدین کے مطابق حملہ آور دراصل قریبی وادیوں داریل اور تانگیر کے مقامی باشندے تھے۔

اِس واقعے سے قبل چلاس ضلع کے دو افراد گلگت میں ایک فرقہ وارانہ جھڑپ میں مارے گئے تھے، جس کے بعد مقامی عناصر نے انتقام لینے کا عزم ظاہر کیا تھا[174]۔ 3 اپریل کو کئی ہفتوں سے جاری شیعہ مظاہروں کے بعد، اہلسنّت والجماعت (ASWJ) کے ایک اہلسنّت اجتماع پر ہینڈ گرینیڈ سے حملہ کیا گیا، جس میں دو افراد جاں بحق اور پینتیس زخمی ہوئے۔ اِس کے بعد پورے گلگت شہر کے مختلف علاقوں میں فائرنگ اور حملوں کا سلسلہ شروع ہوا، جو سارا دن جاری رہا۔ چلاس میں کم از کم بارہ شیعہ مسافروں کو بسوں سے اُتار کر ہجوم نے بے دردی سے قتل کر دیا[175]۔ اس کے ردِعمل میں نگر ضلع کے شیعوں نے چلاس اور کوہستان سے تعلق رکھنے والے چونتیس مزدوروں کو یرغمال بنا لیا، جنہیں سات دن بعد رہا کیا گیا[176]۔ 4 اپریل کو وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک نے گلگت میں شیعہ اور سنّی علما سے ملاقات کے بعد حسبِ معمول یہ بیان دیا کہ یہ پرتشدد واقعات " فرقہ واریت سے متعلق نہیں" بلکہ "پس پردہ طاقتیں" ملوث ہیں جنہیں" جلد بے نقاب کیا جائے گا"[177]۔ تاہم، دس روز سے زائد طویل کرفیو کے بعد بھی گلگت کی مرکزی شیعہ و سنّی مساجد اسی وقت کھولی گئیں جب دونوں فریقوں نے ایک "ضابطہٴ اخلاق" (Code of Conduct) کو تسلیم کر لیا[178]، جسے 29 مئی کو گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی نے باضابطہ قانون کی حیثیت دے دی[179]۔ شیعہ برادری نے اس فیصلے پر شدید احتجاج کیا کہ اس میں مظلوم اور ظالم کو برابر قرار دیا گیا ہے، نیز دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کوہستان اور چلاس کے بجائے ہنزہ نگر میں کرنے پر بھی شدید اعتراض کیا۔ 16 اگست کو 28 فروری والے سانحے کی عین طرز پر ایک اور قتلِ عام کیا گیا۔ یہ واقعہ بابوسر پاس کے قریب پیش آیا، جو راولپنڈی سے گلگت جانے کا ایک متبادل راستہ سمجھا جاتا تھا اور قراقرم ہائی وے سے کم خطرناک تصور کیا جاتا تھا۔ درجنوں مسلح افراد، جو فوجی وردیوں میں ملبوس تھے، نے چار ویگنوں کے قافلے کو روک کر مسافروں کو اُترنے کا حکم دیا اور اُن سے اُن کے مسلک کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کی۔ جن مسافروں کا تعلق شیعہ مسلک سے ثابت ہوا، اُنہیں علیحدہ کر کے موقع پر گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ اِس قتلِ عام میں بائیس افراد جاں بحق ہوئے، اِن میں چار سنّی مسافر بھی شامل تھے جنہوں نے شیعہ شناخت میں دہشت گردوں کی مدد سے انکار کیا تھا۔ بعد ازاں تحریکِ طالبان پاکستان (TTP) کے دَرّہ آدم خیل گروہ نے اِس حملے کی ذمہ داری قبول کی[180]۔

2012ء میں پاکستان کے تمام صوبوں میں شیعہ برادری کے خلاف متعدد دہشت گردانہ حملے کیے گئے۔ 15 جنوری کو خانپور میں واقع درگاہِ حسین امام بارگاہ کے قریب ایک بم دھماکا اُس وقت ہوا جب چہلم کا جلوس جاری تھا۔ اِس خوفناک دھماکے میں اٹھارہ عزادار موقع پر جاں بحق ہو گئے[181]۔ 18 جولائی کو اورکزئی ایجنسی کے زیریں علاقے سے کوہاٹ جانے والی ایک پک اپ وین پر روڈ سائیڈ بم دھماکے میں چودہ شیعہ مسافر شہید ہو گئے[182]۔ کراچی میں بھی شیعہ مخالف دہشت گردی کے کئی سنگین واقعات پیش آئے جن میں شامل

ہیں: 25 جنوری کو تین شیعہ وکلا کی ٹارگٹ کلنگ[183]، 17 اگست کو ISO کی یوم القدس ریلی میں شریک افراد کی بس پر بم حملہ[184]، 18 ستمبر کو اسماعیلی بوہرہ برادری پر پہلا دہشت گرد حملہ[185]، 6 نومبر کو ایک شہید شیعہ عالم کے جنازے پر حملہ[186]، 18 نومبر کو عباس ٹاؤن میں امام بارگاہِ مصطفیٰ کے قریب بم دھماکہ[187]، اور 21 نومبر کو اورنگی ٹاؤن میں مسجد وامام بارگاہِ حیدرِ کرّار کے نزدیک ایک گھنٹے کے اندر دو بم دھماکے[188]۔

اُسی دن، جو 6 محرم 1434ھ کے مطابق تھا، راولپنڈی کے علاقے ڈھوک سیداں میں امام بارگاہ قصرِ شبیر سے نکلنے والے عزاداری جلوس پر ایک خودکش حملہ ہوا، جس میں تئیس (23) شیعہ عزادار شہید ہو گئے[189]۔ اِس سانحے کے تین روز بعد، ڈیرہ اسماعیل خان[190] میں ایک اور محرم جلوس کو ریموٹ کنٹرول بم سے نشانہ بنایا گیا، اور پھر عاشور کے دن (25 نومبر) اِسی شہر میں ایک اور بم دھماکہ پیش آیا۔ ان دونوں حملوں میں چودہ افراد جاں بحق اور 104 زخمی ہوئے[191]۔ 23 نومبر کو لکی مروت میں ایک خودکش بمبار نے محرم کے جلوس کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، لیکن اُسے علاقائی رضاکاروں نے بروقت روک دیا[192]۔

پچھلے برسوں کی طرح، 2012ء میں بھی سب سے زیادہ خونریز حملے کرم ایجنسی [193] اور کوئٹہ میں ہوئے، جہاں ہزارہ برادری کو پورے سال مسلسل نشانہ بنایا گیا۔ اِن میں سے بیشتر واقعات میں مقتولین محض اِس لیے چُنے گئے کہ وہ دہشت گردوں کے لیے آسان ہدف تھے، جب کہ کچھ افراد کو اُن کے سماجی یا پیشہ ورانہ مقام کے باعث قتل کیا گیا۔ 25 جنوری کو ایک آرٹسٹ، پولیس انسپکٹر اور شاعر کو ایک کار میں موٹر سائیکل سوار حملہ آوروں نے گولی مار کر قتل کر دیا[194]۔ 29 مارچ کو اسپنی روڈ پر چار موٹر سائیکل سواروں نے ایک وین پر فائرنگ کر کے چھ ہزارہ شہریوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی روز ایک ہجوم نے لڑکیوں کے کالج کو آگ لگا دی اور کئی سرکاری عمارتوں پر حملہ کیا، جس کے دوران پولیس فائرنگ میں دو افراد مارے گئے[195]۔ 9 اپریل کو مسجد روڈ پر ایک جوتوں کی دکان پر گاڑی سے فائرنگ میں چھ گاہک جاں بحق ہوئے[196]۔ 14 اپریل کو دو گاڑیوں پر اندھادھند فائرنگ سے آٹھ ہزارہ افراد قتل ہوئے[197]۔ 21 اپریل کو بریوری روڈ پر مزید دو ہزارہ شہریوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا[198]۔ 26 اپریل کو ایک خودکش حملہ آور نے ہزارہ ٹاؤن کی سبزی منڈی میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن مقامی نوجوانوں نے اُسے روک کر اُس کے دھماکہ خیز جیکٹ کا ڈیٹونیٹر الگ کر دیا۔ حملہ آور فرار ہونے کی کوشش میں تھا کہ گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا[199]۔

ہزارہ برادری کے قتلِ عام کا یہ غیر معمولی اور لگاتار سلسلہ نہ صرف ملک کے اندر بلکہ یورپ میں بھی تشویش کا باعث بنا[200]۔ بین الاقوامی سطح پر یہ سوالات اُٹھنے لگے کہ آخر قاتل اس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ اپنے جرائم کیوں کر انجام دے رہے ہیں اور ریاستی ادارے اُنہیں کھلی چھوٹ کیوں دیے ہوئے ہیں[201]۔ مئی 2012ء میں اُن بین الاقوامی مبصرین اور قانونی ماہرین کے حقائق معلوم کرنے والے وفد (Fact-Finding Mission) نے اپنی رپورٹ شائع کی، جو نومبر 2011ء میں کوئٹہ کا دورہ کر چکا تھا[202]۔ اِسی دوران، 7 جون کو کوئٹہ کے سیٹلائٹ ٹاؤن میں واقع ایک دیوبندی سنی مدرسے پر ایک نادر نوعیت کا بم حملہ ہوا، جس میں سولہ افراد جاں بحق اور چھیالیس زخمی ہوئے[203]۔ تاہم، اِس کے فوراً بعد شیعہ برادری کے خلاف دہشت گردی کی مہم دوبارہ شدت اختیار کر گئی۔ 18 جون کو ایک ریموٹ کنٹرول کار بم دھماکے میں ایک آئی ٹی یونیورسٹی کی بس کو نشانہ بنایا گیا، جس میں پانچ طلبہ موقع پر جاں بحق اور کم از کم ستر زخمی ہوئے جن میں سے اکثر کا

تعلق ہزارہ برادری سے تھا[204]۔ اسی طرزِ عمل کو دہراتے ہوئے 28 جون کو کوئٹہ کے ہزار گنجی پھل منڈی کے قریب ایران سے واپس آنے والے ہزارہ زائرین کی بس پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں تیرہ افراد جاں بحق اور بیس زخمی ہوئے[205]۔
ایچ ڈی پی (Hazara Democratic Party) کے صدر عبدالخالق ہزارہ نے اِس صورتِ حال کو ہزارہ برادری کی منظم نسلی تطہیر قرار دیا۔ جبکہ پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن قومی اسمبلی سید ناصر علی شاہ نے کہا کہ ریاستی ادارے گویا گہری نیند میں ہیں اور اِسی غفلت و بے حسی نے قاتلوں کو کھلی آزادی دے رکھی ہے کہ وہ بغیر کسی گرفت یا قانونی کارروائی کے خوف کے بغیر قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

16 اگست کو مسلح افراد نے خودکار ہتھیاروں سے اندھا دھند فائرنگ کی، نشانہ ایک رکشہ تھا جو ہزارہ ٹاؤن کی سمت جا رہا تھا۔ اسی نوعیت کا ایک اور حملہ 27 اگست کو ایک ٹیکسی پر ہوا، جن میں مجموعی طور پر چھ مسافر جاں بحق ہوئے[207]۔ 30 اگست کو ایک جج کو جو اِس سے قبل دھمکی آمیز فون کالیں وصول کر چکا تھا، اس کے ڈرائیور اور محافظ سمیت گولی مار کر قتل کر دیا گیا[208]۔ یکم ستمبر کو چار مسلح افراد نے ایک بس روکی، بس میں سوار پانچ ہزارہ مردوں کو اُتارا، صف باندھ کر کھڑا کیا، اور گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعے کے چند ہی منٹ بعد بس اڈے پر مزید دو افراد کو بھی گولی مار دی گئی۔ اِن ہولناک واقعات کے بعد پُرتشدد احتجاج پھوٹ پڑا، جس میں مزید دو افراد، بشمول ایک پولیس اہلکار، ہلاک ہو گئے[209]۔ 18 ستمبر کو ایک بار پھر ایک بس کو نشانہ بنایا گیا، اس بار روڈ سائیڈ کار بم کے ذریعے، جو شیعہ زائرین کو لے جا رہی تھی[210]۔ 6 اور 11 نومبر کو کوئٹہ میں مزید چھ ہزارہ افراد کو اُن کی گاڑیوں میں گولی مار کر قتل کر دیا گیا[211]، اور 12 نومبر کو مچھ کے بازار میں موٹر سائیکل سوار حملہ آوروں نے ایک دکان پر فائرنگ کی، جس میں دو ہزارہ افراد موقع پر جاں بحق اور پانچ شدید زخمی ہوئے[212]۔ سال 2012ء میں بلوچستان میں شیعہ برادری پر سب سے ہلاکت خیز حملہ 30 دسمبر کو مستونگ ضلع میں پیش آیا، جب ایک کار بم نے ایران جانے والی بسوں کے قافلے کو نشانہ بنایا، اور ایک بس آگ کی لپیٹ میں آ گئی۔ اِس حملے میں بیس زائرین جاں بحق اور پچیس زخمی ہوئے، جن میں سے اکثر کا تعلق پنجاب سے تھا[213]۔

کوئٹہ میں شیعہ ہزارہ برادری کے خلاف بدترین قتل عام سال 2013ء کے ابتدائی مہینوں میں وقوع پذیر ہوئے۔ 10 جنوری کی شام، عالمدار روڈ پر واقع ایک سنوکر کلب میں ایک خودکش حملہ آور نے دھماکہ خیز جیکٹ اُڑا دی۔ دس منٹ بعد، اسی مقام پر ایک ایمبولینس میں نصب دوسرا بم پھٹ گیا، جس سے عمارت مکمل طور پر تباہ ہو گئی، اور پچاس سے زائد دکانیں اور قریبی مکانات بری طرح متاثر ہوئے۔ اس المناک سانحے میں چھیانوے افراد جاں بحق ہوئے، جن میں پچیس ریسکیو اہلکار اور نو پولیس اہلکار بھی شامل تھے، اکثر جاں بحق ہونے والے ہزارہ برادری سے تعلق رکھتے تھے[214]۔ اگلے ہی روز سینکڑوں ہزارہ افراد اپنے 87 مقتولین کے جنازوں کے ساتھ عالمدار روڈ پر دھرنے پر بیٹھ گئے، اور اپنے مطالبات کی منظوری تک تدفین سے انکار کر دیا[215]۔ 12 جنوری تک، شدید سردی اور بارش کے باوجود پانچ ہزار سے زائد افراد نے موقع پر شہداء کے حق میں شب بیداری میں شرکت کی[216]۔ پورے پاکستان میں شیعہ تنظیموں کی جانب سے بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے گئے، جبکہ انسانی حقوق کے کارکنان نے بھی چھوٹے پیمانے پر مظاہرے منعقد کیے[217]۔ یہ احتجاج اس وقت ختم ہوا جب وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف، جو بات چیت کے لیے کوئٹہ پہنچے تھے، نے 13 جنوری کو نواب اسلم خان رئیسانی کی صوبائی حکومت برطرف

کر کے بلوچستان میں گورنر راج نافذ کرنے کا اعلان کیا[218]۔ دوسری جانب وزیر اعلیٰ ریئسانی، جو کئی دنوں تک بدترین دہشت گرد حملوں کے بعد بھی بیرون ملک سے واپس آنے سے گریزاں رہے، نے اپنے برطرف کیے جانے پر کسی قسم کی ندامت ظاہر نہ کی۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں ریکوڈیک کی سونے کی کانیں ایک بین الاقوامی کمپنی کو دینے سے انکار پر ہٹایا گیا ہے[219]۔ لیکن اُن کی حکومت پر پہلے ہی یہ الزام عائد تھا کہ انہوں نے لشکر جھنگوی کے دہشت گردوں کے خلاف مکمل غفلت برتی، جو اُن کے اپنے حلقۂ انتخاب مستونگ میں تقریباً محفوظ پناہ گاہ بنا چکے تھے[220]۔

جیسا کہ بہت سے مبصرین نے پیش گوئی کی تھی، گورنر راج کے نفاذ جو ویسے بھی آئندہ عام انتخابات سے کچھ ہی عرصہ قبل نافذ کیا گیا تھا سے کوئٹہ کی صورتحال میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہ آسکی۔ 16 فروری کو ایک اور بڑا دہشت گرد حملہ ہوا جس نے ہزارہ ٹاؤن کو ایک بار پھر لرزا دیا۔ اس بار پہلی مرتبہ سیال بم (Liquid Explosives) استعمال کیے گئے، جن میں ڈیزل اور پوٹاشیم کلوریٹ کا آمیزہ تھا۔ یہ بم ایک ٹریکٹر ٹرالی پر لدے پانی کے ٹینک میں نصب تھا، جو شام ساڑھے پانچ بجے ایک گنجان بازار میں دھماکے سے پھٹ گیا[221]۔ ابتدائی طور پر پینسٹھ (65) افراد کے جاں بحق ہونے کی اطلاع ملی مگر بعد میں زخمیوں میں سے کئی شدید طور پر جھلس جانے کے باعث تعداد بڑھ کر چوراسی (84) تک جا پہنچی۔ دھماکے سے چار سے زائد مارکیٹیں اور بیس سے زیادہ دکانیں مکمل طور پر جل کر راکھ ہوگئیں، جبکہ کئی گاڑیاں بھی تباہ ہوگئیں۔ ایک بار پھر ہزارہ برادری کے ہزاروں مرد، عورتیں اور بچے دھرنے پر بیٹھ گئے اور اپنے شہداء کی تدفین سے اِنکار کر دیا، یہ مطالبہ کرتے ہوئے کہ کوئٹہ کی سیکیورٹی کو پاک فوج کے سپرد کیا جائے[222]۔ وفاقی حکومت نے فوج کو مزید اختیارات دینے سے گریز کیا۔ اِس کی بجائے، 19 فروری کو فرنٹیئر کور (ایف سی) نے کوئٹہ کے نواحی علاقوں میں ایک بڑے پیمانے پر آپریشن کا آغاز کیا۔ اِس دوران 170 مشتبہ افراد کو گرفتار کیا گیا، جن میں اہلِ سنت والجماعت (ASWJ) کا ایک صوبائی رہنما اور لشکر جھنگوی کے بعض مطلوب دہشت گرد شامل تھے[223]۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ کوئٹہ پولیس نے اِس سے کئی ہفتے قبل بلوچستان میں لشکر جھنگوی کے نیٹ ورک کی تفصیلات پر مشتمل ایک خفیہ رپورٹ تیار کر کے فرنٹیئر کور کے ساتھ شیئر کی تھی، اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی دی تھی کہ تاخیر کے بغیر ایک ہدفی کارروائی شروع کی جائے۔ مگر یہ تجویز ایک اور بڑے حملے کے بعد ہی عملی صورت اختیار کرسکی[224]۔ ایک روز بعد، شیعہ تنظیموں کے نمائندے اور مقامی ہزارہ عمائدین گورنر بلوچستان اور اسلام آباد سے آئے پارلیمانی وفد کی یقین دہانیوں کے بعد دھرنا ختم کرنے پر رضامند ہو گئے[225]۔

پہلے ہی 16 فروری کو، لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے ایک ترجمان نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے زیرِ سماعت قیدیوں کو فوراً کوئٹہ کینٹ میں واقع انسدادِ دہشت گردی فورس (ATF) کی ہائی سکیورٹی جیل سے نکال کر مرکزی جیل میں منتقل کرے، ورنہ ایک اور خودکش حملے کے لیے تیار رہے اس بار ہدف اے ٹی ایف کی جیل ہوگی۔ اس نے ہزارہ برادری کو نئی دھمکیاں بھی دیں:

حکومت کو اب کسی فریب میں نہیں رہنا چاہیے کہ بلوچستان میں گورنر را ج کے نفاذ نے ہمیں اپنے دشمن — شیعہ ہزارہ — کو نشانہ بنانے سے روکا ہوا ہے۔ ہم شیعہ ہزارہ برادری کو واضح طور پر بتانا چاہتے ہیں کہ جب تک پاکستان میں اسلامی خلافت قائم نہیں ہو جاتی، وہ خود کو محفوظ و امان میں نہ سمجھیں۔لشکر جھنگوی کے مجاہدین گورنر راج کے نفاذ یا فوج کی تعیناتی

کے باوجود شیعہ افراد کو قتل کرتے رہیں گے۔ ہم اسلامی خلفاء کے عزّت کی حفاظت کے لیے ہر ایک کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔16 فروری کو گاڑی بم سے ہونے والا فدائین حملہ 2013ء کے آغاز کے بعد شیعہ اکثریتی علاقے میں دوسرا ایسا واقعہ تھا۔ میں شیعہ ہزارہ برادری کو آگاہ کر دوں کہ ہمارے پاس اِس نوعیت کی مزید بیس گاڑیاں موجود ہیں جو زہریلے/مہلک مواد سے بھری ہوئی اور دشمن پر وار کے لیے تیار ہیں۔ ہم صرف اپنی قیادت کے اگلے حکم کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ علمدار روڈ، مہرآباد اور ہزارہ ٹاؤن میں اپنے اہداف پر حملہ کر سکیں۔ہم نہ گورنر راج سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی پاکستانی فوج سے اور ہم شیعہ ہزارہ افراد کواُن کے گھروں میں قتل کرنا جاری رکھیں گے[226]۔

22 فروری کولشکر جھنگوی کے رہنما ملک اسحاق کو رحیم یار خان میں اپنی رہائش گاہ پر گرفتاری کی پیشکش کے بعد دوبارہ جیل بھیج دیا گیا[227]۔شیعہ رہنماؤں نے اس کے نئے مقدمے کی سماعت کا مطالبہ کیا،لیکن ایچ ڈی پی کے چیئرمین عبدالخالق ہزارہ کا خیال تھا کہ اسحاق کی گرفتاری محض دھوکہ تھی،تاکہ اُسے محدود مدت کے لیے کام سے باہر رکھا جائے[228]۔بلوچستان حکومت نے پنجاب سے اُن کی تحویل کی درخواست نہیں کی[229]۔جیسا کہ اس وقت انکشاف ہوا،اسحاق کو مولانا لدھیانوی نے 18 ستمبر 2012 کو پہلے ہی ASWJ کا نائب صدر مقرر کر دیا تھا،جنہوں نے اِسے ایک قابل تعریف اقدام سمجھا جس کا مقصد اسحاق کو"سرنڈر" تھا[230]۔مزید برآں،مسلم لیگ ن اور اے ایس ڈبلیو جے نے لدھیانوی اور وزیر رانا ثناء اللہ کے درمیان نئے سرے سے مذاکرات کے بعد آئندہ انتخابات میں پنجاب پی اے اور این اے کے امیدواروں کی سیٹ ایڈجسٹمنٹ پر اتفاق رائے کر لیا[231]۔وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک نے دعویٰ کیا کہ جن 734 دہشت گردوں کو گرفتار کیا جانا چاہیے اُن کی فہرست پہلے پنجاب حکومت کو دی گئی تھی لیکن بعد میں کالعدم تنظیموں کے خلاف کارروائی نیم دلی سے کی گئی[232]۔ پنجاب پولیس کے کاؤنٹر ٹیررازم ڈیپارٹمنٹ کی تیار کردہ ایک خفیہ رپورٹ سے بھی اِس بات کی تصدیق ہوئی ہے[233]۔

دریں اثنا،مئی 2013ء کے انتخابات سے قبل بلوچستان کے باہر بھی شیعہ برادری کو نشانہ بنانے والے مزید دہشت گرد حملے کیے گئے۔یکم فروری کو ہنگو کے پٹ بازار میں نمازِ جمعہ کے فوراً بعد ایک خودکش حملہ آور نے مسجد کے باہر خود کو دھماکے سے اُڑا لیا،جس کے نتیجے میں اٹھائیس افراد جاں بحق اور چھیالیس زخمی ہوئے[234]۔3 مارچ کو کراچی کے عباس ٹاؤن کے داخلی دروازے پر،دو رہائشی بلاکوں کے درمیان واقع ایک امام بارگاہ کے قریب مغرب سے کچھ پہلے ایک ریموٹ کنٹرول بم سے بھری کار پھٹ گئی[235]۔دھماکے میں دونوں بلاکوں کی نچلی اور پہلی منزل بری طرح تباہ ہوگئیں،یہاں تک کہ کئی رہائشی اپنے فلیٹوں کے اندر ہی ہلاک ہو گئے۔تقریباً ڈیڑھ سو کلو گرام دھماکہ خیز مواد پر مشتمل اِس بم دھماکے میں اڑتالیس افراد جاں بحق اور ایک سو پینتیس زخمی ہوئے۔4 مارچ کو متاثرین کے جنازے کے بعد ہونے والے پرتشدد احتجاج میں مزید چار افراد ہلاک ہوئے[236]۔اِسی دوران پشاور[237]،لاہور[238] اور کراچی[239] میں بھی شیعہ افراد کی ٹارگٹ کلنگ کے نئے واقعات پیش آئے۔مارچ 2013ء میں 2008ء میں منتخب ہونے والی قومی اور صوبائی اسمبلیاں اپنی مدتِ اقتدار پوری کر چکی تھیں،اور 11 مئی کو عام انتخابات کی تاریخ مقرر کی گئی۔اہلسنت والجماعت (ASWJ) کے سربراہ مولانا لدھیانوی نے ایک بار پھر جھنگ سے قومی اسمبلی (NA) اور صوبائی اسمبلی (PA) دونوں نشستوں کے لیے اپنی امیدواری داخل کرائی۔تاہم،وہ یہ دیکھ کر حیران

رہ گئے کہ اُن کے دیرینہ حریف شیخ وقاص اکرم (سابقہ مسلم لیگ ق) اس بار مسلم لیگ (ن) کے ٹکٹ پر اُن کے مقابل امیدوار ہیں۔ اِسی دوران نواز شریف نے اپنی جماعت کو اہلسنت والجماعت سے فاصلہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا، جسے ASWJ نے صریح دھوکا تصور کیا[240]۔ تاہم، مسلم لیگ (ن) نے NA-107 (گجرات) کی نشست پر چودھری عابد رضا کو ٹکٹ دیا جو قتل کے الزام میں پانچ سال قید کاٹ چکے تھے[241] اور جن کے تعلقات لشکرِ جھنگوی کے امجد فاروقی اور ملک اسحاق سے رہے تھے۔ اِسی طرح NA-178 (مظفر گڑھ)[242] سے سردار عباد ڈوگر کو، جو طویل عرصے سے ایس ایس پی/ اے ایس ڈبلیو جے سے منسلک تھے، امیدوار نامزد کیا گیا۔ کل ملا کر الیکشن کمیشن نے صرف پنجاب میں اہلسنت والجماعت کے چالیس امیدواروں کو انتخاب لڑنے کی اجازت دی[243]۔ جبکہ کراچی میں اہلسنت والجماعت کے سیکرٹری اطلاعات اورنگزیب فاروقی جن پر مقامی شیعہ افراد کے قتل کے الزامات عائد تھے، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی، دونوں نشستوں کے لیے امیدوار کے طور پر سامنے آئے[244]۔

عام انتخابات سے چند ہفتے قبل تحریکِ طالبان پاکستان (TTP) نے سیکولر سیاسی جماعتوں یعنی پاکستان پیپلز پارٹی (PPP)، متحدہ قومی موومنٹ (MQM) اور عوامی نیشنل پارٹی (ANP) کے خلاف دہشت گردی کی ایک خونریز مہم شروع کر دی[245]۔ اِس کے برعکس، پاکستان مسلم لیگ (ن) اور عمران خان کی پاکستان تحریکِ انصاف (PTI) جن دونوں نے قبائلی علاقوں (فاٹا)[246] میں شدت پسندوں پر امریکی ڈرون حملوں کی مذمت کی تھی اور ٹی ٹی پی سے مذاکرات پر زور دیا تھا تاکہ بڑی حد تک اِن حملوں سے محفوظ رہیں۔ نتیجتاً، پیپلز پارٹی کو قومی اسمبلی (NA) اور پنجاب اسمبلی (PA) دونوں انتخابات میں شکستِ فاش کا سامنا کرنا پڑا، جبکہ عوامی نیشنل پارٹی (ANP) خیبر پختونخوا میں بری طرح ہار گئی۔ اس کے باوجود اقتدار کی منتقلی نہایت پر امن اور منظم رہی؛ مسلم لیگ (ن) نے قومی اسمبلی اور پنجاب اسمبلی، دونوں میں واضح اکثریت حاصل کی، جبکہ تحریکِ انصاف (PTI) نے جماعتِ اسلامی کے ساتھ مل کر خیبر پختونخوا میں اتحادی حکومت قائم کی۔ صدر آصف علی زرداری نے اپنی آئینی مدت مکمل ہونے کے بعد 8 ستمبر کو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ سبکدوشی اختیار کی۔ ویسے بھی وہ اپریل 2010ء میں منظور ہونے والی اٹھارہویں آئینی ترمیم کے ذریعے صدر کے کلیدی اختیارات پارلیمنٹ کو منتقل کر چکے تھے[247]۔

مئی 2013ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی سے الگ جماعت ASWJ کے کسی امیدوار کو کامیابی نہ ملی، تاہم سرکاری پابندی کے باوجود پارٹی نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ لدھیانوی نے 71598 ووٹ حاصل کیے، جبکہ وقاص اکرم 74324 ووٹ لے کر آگے تھے، اور لدھیانوی نے دوبارہ گنتی کا مطالبہ کیا[248]۔ انتخابات کے فوراً بعد، پنجاب میں کوئٹہ کے قتل عام کے تین ماہ بعد گرفتار کیے گئے ASWJ اور لشکرِ جھنگوی کے 112 کارکنان رہا کر دیے گئے، جن میں ملک اسحاق بھی شامل تھا[249]۔ اِسی دوران کوئٹہ میں دو پولیس اہلکار بھی گرفتار ہوئے، جن کے مبینہ طور پر لشکرِ جھنگوی کے رہنما آصف چھوٹو اور سیف اللہ کرد کے ساتھ قریبی تعلقات تھے[250]۔ اگست میں یہ اعلان کیا گیا کہ جلد سکھر جیل میں چار مجرم، دو دو ٹی ٹی پی اور لشکرِ جھنگوی کے، پھانسی دیے جائیں گے۔ 2008ء سے اقتدار میں رہنے والی پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران کسی شہری کو بطور پالیسی پھانسی نہیں دی گئی تھی، حالانکہ ملک بھر میں موت کے سزا یافتہ قیدیوں کی تعداد 7046 تک پہنچ گئی تھی۔ ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ میں موت کی سزا کے خلاف 6408 اپیلیں زیرِ التوا تھیں، جبکہ صدر کے پاس 532 رحم کی درخواستیں پڑی ہوئی تھیں۔ جب مسلم لیگ (ن) کی حکومت نے پھانسیوں پر عارضی روک جاری نہ رکھنے کا فیصلہ کیا، تو ٹی ٹی پی نے خبردار کیا

کہ اِس” جنگ کے اعلان“ کی قیمت حکومت کو بھاری چکانی پڑے گی[251]۔ اِس کے علاوہ یورپی ممالک کی طرف سے بھی پاکستان میں موت کی سزا کے نفاذ دوبارہ شروع کرنے کے خلاف شدید دباؤ تھا، اور بالآخر 17 اگست کو وزیراعظم نے اپنے فیصلے سے واپس قدم کھینچ لیا[252]۔

صدر زرداری کے عہدے کے آخری مہینوں میں انتخابات کے بعد شیعہ مخالف دہشت گردانہ حملے جاری رہے۔ 15 جون کو ایک خاتون خودکش بمبار، جس نے برقع پہن رکھا تھا، کوئٹہ کی سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی کے احاطے میں کھڑی ایک بس میں داخل ہوگئی اور خود کو دھماکے سے اُڑا دیا، جبکہ بس میں تقریباً چالیس طالبات، جن میں زیادہ تر ہزارہ لڑکیاں تھیں، سوار ہو چکی تھیں۔ اِس حملے میں چودہ طالبات ہلاک ہوگئیں۔ جب زخمی ہونے والی بائیس لڑکیوں کو بولان میڈیکل کالج ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں لایا گیا، تو وہاں ایک اور خودکش بمبار نے حملہ کر دیا اور ساتھ ہی مسلح افراد نے ہسپتال کے عملے، سیکیورٹی فورسز اور حکومتی اہلکاروں پر جو موقع پر پہنچے تھے، اندھادھند فائرنگ شروع کر دی۔ اِس مجموعی حملے میں کوئٹہ کے ڈپٹی کمشنر بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل تھے۔ لشکرِ جھنگوی کے ایک ترجمان کے مطابق یہ حملے 6 جون کو کوئٹہ کے علاقے خروٹ آباد میں سیکیورٹی فورسز کی جانب سے شدت پسندوں پر چھاپے کے ردعمل میں کیے گئے[253]۔ پشاور میں 21 جون کو تین مسلح افراد نے ایک مدرسہ، جس کا نام شہید علامہ عارف حسین حسینی کے نام پر تھا اور جس پر 1988ء میں اِسی احاطے میں اُن کی جان لی گئی تھی، پر دھاوا بولا[254]۔ حملہ آوروں میں سے ایک نے مسجد میں داخل ہو کر خود کو دھماکے سے اُڑا دیا، جس کے نتیجے میں چودہ افراد ہلاک ہوئے، جن میں سابق TNFJ رہنما کے ایک پوتا بھی شامل تھا[255]۔ 30 جون کو علی آباد بازار (کوئٹہ) میں ایک امام بارگاہ میں داخل ہونے کی ناکام کوشش کے بعد ایک خودکش بمبار نے خود کو دھماکے سے اُڑا دیا، جس میں اٹھائیس افراد ہلاک ہوئے، جن میں زیادہ تر ہزارہ کمیونٹی کے لوگ تھے[256]۔ 27 جولائی کو ہزارہ ٹاؤن میں مقامی باشندوں کی چوکسی کے باعث ایک اور خودکش حملے کی کوشش ناکام بنائی گئی[257] مگر کوئٹہ میں ہزارہ کو ہدف بنا کر قتل کرنے کے واقعات جاری رہے۔ 8 اگست کو ایک پولیس افسر کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والے اہلکاروں کی بھیڑ پر خودکش بمبار نے حملہ کر دیا، جس میں 38 افراد ہلاک ہوئے، جن میں کوئٹہ کے ڈی آئی جی پولیس (آپریشنز) فیاض سُنبل بھی شامل تھے۔ بلوچستان پولیس نے پچھلے چند مہینوں میں کوئٹہ میں فرقہ وارانہ شدت پسندوں کے خلاف کارروائیاں تیز کر دی تھیں، اِس لیے انتہاپسندوں کی جانب سے انتقامی حملوں کی توقع کی جا رہی تھی[259]۔

سال 2013ء کے سب سے شدید شیعہ مخالف خودکش حملوں میں سے ایک 26 جولائی کو پاراچنار میں ہوا[260]۔ 9 اگست کو اسلام آباد کے قریب بھارہ کہو میں واقع علی مسجد میں عیدالفطر کی جمعہ کی نماز کے دوران ایک دہشت گرد داخل ہوا اور نمازیوں پر فائرنگ شروع کر دی، تاہم وہ خودکش جیکٹ میں موجود دھماکہ خیز مواد بلاسٹ کرنے سے قبل ہی مارا گیا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ اِس حملے کے پیچھے مقامی طلبہ کا ایک گروہ تھا، جس میں ایک اٹھارہ سالہ لڑکی اور ایک چودہ سالہ لڑکا شامل تھے[261]۔

سال 2000ء سے 2013ء کے دوران شیعہ مخالف دہشت گردی کے مذکورہ بالا واقعات کا خلاصہ بنیادی طور پر پاکستان کی مرکزی انگریزی زبان کی صحافت سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ ان سالوں میں ہونے والے اہم دہشت گردانہ حملوں کو شامل کرتی ہے، جن میں زیادہ تر شکار شیعہ تھے، لیکن یہ مکمل نہیں ہے۔ ایسے جرائم کی مزید تفصیلی دستاویزات

http://www.shiitenews.com, https://facebook.com/shiakilling3 and

http://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/database/sect-killin.htm.

ایسی ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

جیسا کہ گزشتہ دہائیوں میں ہوتا آیا ہے، صوبائی حکومتوں اور اُن کے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ملک بھر میں شیعہ عزاداری کے جلوسوں کی حفاظت کے لیے ہمیشہ اپنی بھرپور کوششیں کی ہیں، اور اِس میں اُنہیں بھاری قیمت بھی چکانی پڑی۔ اِس طرح اُنہوں نے پاکستان کے قیام کے بعد سے شیعہ سماجی تنظیموں کا ایک بنیادی مطالبہ پورا کیا، یعنی اُن کے مذہبی حقوق اور عبادت کی آزادی کا تحفظ۔ کئی ایسے بھی واقعات ہیں جہاں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے نہ صرف بے خوفی بلکہ پختہ عزم کے ساتھ شیعہ مخالف دہشت گردوں کو گرفتار کر کے انصاف کے کٹہرے میں لائے۔ پھر بھی، پاکستان میں شیعہ کمیونٹی کی مجموعی سیکیورٹی صورتحال گزشتہ دہائی میں انتہائی خراب رہی۔ سب سے اہم وجہ یہ رہی کہ 2001ء میں افغانستان میں امریکی جنگ کے بعد نئی انتہا پسند سنی اسلام پسند تنظیمیں سامنے آئیں، جیسا کہ ٹی ٹی پی اور اِس کے پیش رو گروہ، جن کی دہشت گردی نے پاکستان میں مختلف اہداف کے خلاف کارروائیوں کے لحاظ سے 2009ء کے بعد تقریباً شیعہ مخالف دہشت گردی کو پیچھے چھوڑ دیا۔ تاہم شیعہ کمیونٹی کے خلاف سب سے زیادہ قاتلانہ حملے اب بھی لشکرِ جھنگوی جیسے فرقہ وارانہ انتہاپسندوں کی جانب سے کیے جا رہے ہیں، جو 1994ء سے موجود ہے اور 2002ء کے بعد فاٹا اور دیگر زیادہ تر پشتون علاقوں میں "طالبانائزیشن" کے عمل کے نتیجے میں دوبارہ سرگرم ہوئی۔ ٹی ٹی پی، لشکرِ جھنگوی، القاعدہ اور دیگر انتہاپسند گروہوں نے پاکستان میں باہم مل کر اپنی طاقت کے خیالی تصورات اور "عقائدی پاکیزگی" کے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے اندھا دھند دہشت گردانہ کارروائیاں کیں، جن میں سے زیادہ تر حملے شیعہ کمیونٹی کے خلاف کیے گئے۔

پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف مؤثر حکمت عملی کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ شاید یہ وسیع پھیلا ہوا تاثر ہے کہ انتہاپسندوں کو بیرونِ ملک حکمت عملی کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے اور اِسی دوران اُنہیں اندرونِ ملک قابو میں رکھا یا مطمئن کیا جا سکتا ہے۔ حالیہ برسوں میں اِسی سوچ کے تحت کئی سیاسی رہنماؤں نے دہشت گردی کے مسئلے کا "سیاسی حل" پیش کیا، جس میں ٹی ٹی پی کو بطور "سٹیک ہولڈر" بات چیت کے لیے شامل کیا جانا تھا۔ اِس حکمت عملی کو شیعہ تنظیموں کے رہنماؤں نے شدید مخالفت کے ساتھ مسترد کر دیا، کیونکہ وہ بخوبی سمجھ گئے تھے کہ اِس کے اُن کی کمیونٹی پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

کرم ایجنسی کے محصور شیعہ

کرم ایجنسی میں شیعہ آبادی کے خلاف تشدد، جو 2007ء کے بعد کی برسوں میں غیر معمولی سطح تک پہنچ گیا، پاکستان کے دیگر حصوں میں شیعہ برادری پر ہونے والی دہشت گردانہ مہم کے متوازی رہا ہے۔ تاہم، کرم ایجنسی کی صورتحال کئی لحاظ سے مختلف تھی۔ اولاً، کرم ایجنسی میں شیعہ سنی تنازعات میں شدت افغانستان کی صورتحال سے گہرا تعلق رکھتی تھی، جہاں 2006ء کے بعد طالبان کی نیٹو افواج اور 2001ء کے بعد قائم ہونے والے سیاسی نظام کے خلاف بغاوت تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ اِس کے ساتھ ہی، وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) میں متعدد انتہا پسند گروہوں کا تیزی سے اُبھرنا بھی دیکھا گیا، جو دسمبر 2007ء سے تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے پرچم تلے منظم ہوئے۔ ثانیاً، جہاں پورے پاکستان میں شیعہ مخالف دہشت گرد ہمیشہ غیر مسلح اجتماعات یا افراد کو نشانہ بناتے رہے، وہیں کرم ایجنسی کے شیعہ نہ صرف دہشت گردی اور مسلح حملوں کے شکار بنے بلکہ اُنہوں نے سابقہ دہائیوں کی طرح بھرپور مزاحمت بھی کی[262]۔ ثالثاً، کرم ایجنسی میں شیعوں کے خلاف تشدد کرنے والے عناصر کے محرکات صرف فرقہ وارانہ جنون پر مبنی نہیں تھے۔ مقامی سنی قبائل خصوصاً شیعہ طوری اور بنگش کے روایتی مخالف کے لیے قبائلی یکجہتی اور انتقام کی روایات غالب عنصر تھیں[263]، جبکہ ہمسایہ علاقوں کے ٹی ٹی پی سے وابستہ عسکریت پسند اور افغان طالبان زیادہ تر طاقت کے حصول اور تزویراتی مقاصد کے پیشِ نظر کرم ایجنسی کے شیعوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔

آج کرم کے تقریباً ڈھائی لاکھ شیعہ آبادی بالائی کرم ایجنسی میں پاراچنار کے گرد و نواح میں موجود ہے۔ کرم کو فاٹا کا سب سے کم "قبائلی" علاقہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ مقامی شیعہ کمیونٹی نے برطانوی دورِ حکومت سے ہی ریاست کی سرپرستی اور تحفظ حاصل کرنے کی کوشش کی، اور اُن کی شرح خواندگی قومی سطح کے قریب ہے[264]۔ اُن کا یہ شکوہ بجا ہے کہ وہ ہمیشہ پاکستان کے لیے مخلص اور وفادار رہے، مگر اِس کے باوجود اکثر اُنہیں نظرانداز کیا گیا یا بعض اوقات ریاست نے اُنہیں عملاً تنہا چھوڑ دیا۔ گزشتہ برسوں میں یہ احساسِ محرومی انتہائی شدت اختیار کر گیا ہے۔ کرم ایجنسی میں اپریل اور مئی 2001ء کے شیعہ سنی فسادات کے بعد چھ برس تک صورتحال نسبتاً پُرامن رہی[265]، مگر اپریل 2007ء وہ موڑ ثابت ہوا جب مقامی شیعہ آبادی کے لیے ایک طویل آزمائش کا آغاز ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جب پڑوسی قبائلی علاقوں شمالی وزیرستان اور اورکزئی ایجنسی میں عسکریت پسند انتہا پسندوں نے اپنی عملداری قائم کر لی تھی[266]، جس کے باعث کرم کے شیعہ پہلے سے زیادہ غیر محفوظ ہو گئے۔ کرم کی تاریخ میں فرقہ وارانہ تصادم کے سب سے سنگین دور کا آغاز یکم اپریل 2007ء کو پاراچنار میں نکالے جانے والے ایک سنی جلوس سے ہوا۔ اِس واقعے کی تفصیل منصور خان محسود نے اِن الفاظ میں بیان کی ہے:

اپریل 2007ء میں پاراچنار میں ربیع الاول کے جلوس کے دوران جو ولادتِ رسولِ اکرمؐ کی یاد میں نکالا گیا تھا؛ سنی شرکاء نے شیعہ مخالف نعرے لگائے، جس سے مقامی شیعہ آبادی میں سخت اِشتعال پھیل گیا۔ شیعہ عمائدین نے اِس واقعے کی شکایت مقامی سیاسی حکام سے کی، جنھوں نے اِس تنازع میں ملوث بعض سنی سرداروں کو گرفتار کر لیا۔ دوسری جانب سنیوں نے الزام لگایا کہ جلوس

پر شیعہ افراد نے پتھراؤ کیا تھا۔صورتِ حال تیزی سے بگڑ گئی، اور اگلے ہی دن شیعہ رہنماؤں نے دعویٰ کیا کہ سنیوں نے پاراچنار کی ایک مسجد سے راکٹ اور دستی بموں کے ذریعے شیعہ مذہبی جلوس پر حملہ کیا۔ جلد ہی فرقہ وارانہ تشدد نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور آس پاس کے دیہات تک پھیل گیا۔جب پاک فوج اور فرنٹیئر کور کے اہلکاروں نے مداخلت کی کوشش کی تو دونوں فریقوں کی جانب سے اُن پر بھی حملے کیے گئے، جس کے نتیجے میں ایک درجن سے زائد سیکیورٹی اہلکار مارے گئے۔ اِس سلسلہ وار جھڑپوں میں مجموعی طور پر 100 سے زیادہ افراد جاں بحق ہوئے۔

جب خُونریز فسادات نے پورے کرم کو گھیر لیا تو ہنگو کے سنی اور شیعہ عمائدین پر مشتمل ایک جرگہ بلایا گیا، جس نے پاراچنار میں دونوں فرقوں کے درمیان جنگ بندی کرانے میں کامیابی حاصل کی۔ لڑائی تو رُک گئی، مگر حکومت کی جانب سے نافذ کیے گئے کرفیو کے باعث شہریوں کو 45 دن تک گھروں میں محصور رہنا پڑا تاکہ حالات معمول پر آ سکیں۔ تاہم، ایجنسی کے مختلف حصوں میں چھوٹے پیمانے پر جھڑپیں جاری رہیں، جن کے باعث سڑکیں بند ہو گئیں اور بہت سے شیعہ و سنی اپنے اپنےدیہاتوں میں پھنس کر رہ گئے[267]۔

پاراچنار کے شیعہ باشندوں کے مطابق، جن سے اِسی مصنف نے انٹرویو کیے، کرم کے ایک سابق پولیٹیکل ایجنٹ نے دسمبر 2006ء میں پیش گوئی کی تھی کہ" مارچ 2007ء کے بعد" علاقے کی صورتحال بگڑ جائے گی، جبکہ صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کے گورنر علی محمد جان اورکزئی نے بھی مذکورہ بالا جھڑپوں سے چند روز قبل اِسی قسم کا انتباہ دیا تھا[268]۔ بعدازاں ڈاکٹر محمد تقی نے واضح طور پر" ڈیپ اسٹیٹ" پر الزام عائد کیا کہ اُس نے" اپریل 2007ء میں کرم میں ایک فرقہ وارانہ بحران پیدا کرنے کے لیے حد سے زیادہ سرگرمی دکھائی[269]"۔ اُس وقت اصل مسئلہ افغانستان میں مزاحمتی کارروائیوں کے لیے پاراچنار کے راستے محفوظ گزرگاہ کا حصول تھا، کیونکہ کرم کا" طوطے کی چونچ" نما علاقہ فاٹا سے کابل تک کا سب سے مختصر راستہ سمجھا جاتا تھا۔ماضی کی طرح، طوری قبائل نے اپنے علاقوں سے ایسی محفوظ راہداری دینے سے دوٹوک انکار کر دیا۔ پاراچنار کے شیعہ عمائدین کا کہنا تھا کہ دو پولیٹیکل ایجنٹوں نے اُن سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ پاکستانی اور افغان طالبان کی نقل وحرکت میں سہولت فراہم کریں، ورنہ نتائج کے لیے تیار رہیں[270]۔ اصل لڑائی 6 اپریل کو شروع ہوئی، اور 12 اپریل کو جنگ بندی کے نفاذ تک، پولیٹیکل ایجنٹ کے مطابق دونوں جانب سے 63 افراد ہلاک اور 162 زخمی ہو چکے تھے[271]۔ یکم مئی کو پاراچنار میں ایک باضابطہ امن معاہدے پر دستخط ہوئے، مگر سنی قبائلی عمائدین کی اکثریت کا خیال تھا کہ معاہدے میں اُن کے بنیادی خدشات کا ازالہ نہیں کیا گیا، چنانچہ اُنہوں نے اسلحہ خریدنے کے لیے چندہ مہم شروع کر دی[272]۔

4 اگست کو ایک خودکش حملہ آور نے پاراچنار کے عیدگاہ بازار میں کھڑی ایک گاڑی سے اپنی کار ٹکرا دی تاکہ لوگوں کا ہجوم جمع ہو جائے، اور پھر خود کو دھماکے سے اُڑا لیا۔ اِس حملے میں 5 افراد موقع پر جاں بحق اور 48 زخمی ہوئے[273]۔ 16 نومبر 2007ء کو پاراچنار میں ایک

اور شدید فرقہ وارانہ تصادم بھڑک اُٹھا جو بالا کرم اور وسطی کرم کی متعدد بستیوں تک پھیل گیا۔ صرف ابتدائی چار دنوں میں 109 افراد مارے گئے اور 245 زخمی ہوئے [274]۔ فوج کی بھاری تعیناتی اور کئی جنگ بندی معاہدوں کے باوجود کرم ایجنسی کے مختلف مقامات پر تقریباً دو ماہ تک وقفے وقفے سے جھڑپیں جاری رہیں [275]۔ 16 نومبر کے بعد پاراچنار کو ضلع ہنگو کے قصبے ٹل اور پاکستان کے باقی حصوں سے ملانے والی سڑک بند رہی، جس کے باعث بالا کرم کے باشندوں کو پشاور پہنچنے کے لیے افغانستان کے راستے سفر کرنا پڑا [276]۔ بالآخر ہنگو مصالحتی جرگہ، سیاسی انتظامیہ، اور مقامی عمائدین کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں 13 جنوری 2008ء کو ایک معاہدہ طے پایا۔ اُس وقت تک 335 افراد ہلاک اور 750 زخمی ہو چکے تھے 277۔ بتایا جاتا ہے کہ 2007ء کے اواخر ہی سے فاٹا کے دیگر حصوں سے آئے ہوئے جنگجو بھی اِس لڑائی میں بڑے پیمانے پر شریک تھے [278]۔ پاراچنار کو ٹل (ضلع ہنگو) اور باقی پاکستان سے ملانے والی سڑک 16 نومبر کے بعد بند رہی، جس سے اپر کرم کے باشندے پشاور پہنچنے کے لیے افغانستان کے راستے سفر کرنے پر مجبور ہوئے [276]۔ جب 13 جنوری 2008ء کو ہنگو کے مصالحتی جرگے، پولیٹیکل انتظامیہ اور علاقے کے عمائدین کی مسلسل کوششوں کے بعد ایک معاہدے پر دستخط ہوئے تو 335 جاں بحق اور 750 زخمی ہو چکے تھے [277]۔ 2007ء کے اواخر میں ہونے والی لڑائی میں مبینہ طور پر فاٹا کے دیگر علاقوں کے عسکریت پسندوں کا بڑا حصہ تھا [278]۔

16 فروری 2008ء کو ایک خودکش حملہ آور نے دھماکہ خیز مواد سے بھری کار پاراچنار میں پیپلز پارٹی کے حمایت یافتہ آزاد امیدوار ڈاکٹر سید ریاض حسین شاہ کے انتخابی دفتر سے ٹکرا دی، جس کے نتیجے میں 47 افراد جاں بحق ہو گئے۔ اِس دھماکے کے بعد شہر میں فسادات پھوٹ پڑے اور متعدد مکانات و دکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ ہنگاموں پر قابو پانے کے لیے فوج کو فائرنگ کرنی پڑی [279]۔ ڈاکٹر ریاض حسین، جو دھماکے کے وقت اپنے دفتر میں موجود نہیں تھے، 26 فروری کو صدہ کے قریب ایک اور قاتلانہ حملے میں بھی بال بال بچ گئے۔ کرم کی مرکزی شاہراہ پر اِس کے بعد بھی کئی گھات لگا کر حملے کیے گئے [280]، 27 مارچ کو پاراچنار کے قریب ایک ایمبولینس پر [281]، 5 اپریل کو سیکورٹی فورسز کی معیت میں جانے والی نجی گاڑیوں کے قافلے پر [282]، اور 19 جون کو غذائی سامان لے جانے والے ٹرکوں کے قافلے پر۔ زیریں کرم میں ہونے والے آخری حملے میں اغوا کیے گئے 11 شیعہ افراد کو کچھ ہی دیر بعد مردہ پایا گیا [283]۔ اِس کے ردِ عمل میں طوری شیعوں نے 30 جون کو پیواڑ کے قریب فرنٹیئر کور کے 30 اہلکاروں کو اغوا کر لیا، جن میں زیادہ تر مخالف مینگل قبیلے سے تعلق رکھتے تھے [284]۔

8 اگست 2008ء کو لوئر کرم میں شیعہ اور سنّی قبائل کے درمیان شدید جھڑپوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا، جو 14 اگست تک ایجنسی کے بیشتر علاقوں میں پھیل گیا۔ دونوں جانب سے بھاری ہتھیار بڑے پیمانے پر استعمال کیے گئے، اور بے شمار دیہاتوں سے لوگوں کی وسیع پیمانے پر نقل مکانی ہوئی۔ بنگش قبیلے کے سنّی اراکین کا الزام تھا کہ افغان حکومت طوری قبائل کی پشت پناہی کر رہی ہے، جبکہ طوریوں کا کہنا تھا کہ اُن کے مخالفین کو تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے جنگجو مدد فراہم کر رہے ہیں۔ اطلاعات کے مطابق، اگست 2008ء میں ٹی ٹی پی کے نائب سربراہ ولی الرحمٰن نے طوری قبائل کو یہ پیشکش کی تھی کہ اگر وہ طالبان کے افغانستان جانے کے راستے بند کرنا چھوڑ دیں، تو طالبان شیعہ مسافروں کو تحفظ فراہم کریں گے۔ طوری عمائدین نے اِس تجویز کو مسترد کر دیا، اُنہیں خدشہ تھا کہ ٹی ٹی پی اُن کے علاقوں پر قبضہ کر لے گی [285]۔ جب 13 ستمبر کو جزوی جنگ بندی طے پائی تو ہلاکتوں کی تعداد 500 سے تجاوز کر چکی تھی [286]۔ 19 سے 27 ستمبر کے درمیان

طوری اور مینگل قبائل کے سو رکنی امن جرگے نے، جس میں بعض ارکانِ قومی اسمبلی اور سینیٹر بھی شامل تھے، پشاور اور اسلام آباد میں ملاقاتیں کیں اور 31 دسمبر تک کے لیے جنگ بندی پر اتفاق کیا۔ طے پایا کہ متحارب فریقین ایک دوسرے کے زیرِ قبضہ علاقے خالی کر کے اصل مالکان کے حوالے کریں گے، قیدیوں کا باہمی تبادلہ کیا جائے گا، اور ٹل - پاراچنار شاہراہ عام آمد و رفت کے لیے دوبارہ کھول دی جائے گی[287]۔ جرگے نے یہ قرارداد بھی منظور کی کہ "کرم ایجنسی میں درحقیقت کوئی شیعہ - سنّی کشیدگی موجود نہیں، بلکہ کوئی تیسرا ہاتھ دونوں قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکا رہا ہے"، اور یہ کہ "ہم اپنی قبائلی آبادی کے خلاف ہونے والی تمام سازشوں کو ناکام بنائیں گے[288]۔" 16 اکتوبر کو مری میں ایک تحریری معاہدہ پر دستخط کیے گئے جس میں اُن تمام شرائط کی باضابطہ توثیق کی گئی[289]۔ سال 2008ء کے آخری ہفتوں میں پاراچنار جانے والی سڑک دوبارہ کھول دی گئی، قیدیوں کا باہمی تبادلہ عمل میں آیا، اور مقبوضہ دیہات فریقین نے خالی کر کے اصل باشندوں کے حوالے کر دیے[290]۔

2009ء میں مری معاہدے پر عمل درآمد انتہائی کمزور ثابت ہوا[291]۔ فروری کے آخر ہی میں پاراچنار جانے والی مرکزی شاہراہ دوبارہ بند کر دی گئی، جس سے حالات ایک بار پھر کشیدگی کی طرف بڑھنے لگے[291]۔ 16 جون کو لوئر کرم میں لڑائی کا نیا سلسلہ شروع ہوا، جو یکم جولائی تک جاری رہا۔ بالآخر جب فوج نے تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے جنگجوؤں کے خلاف طوری لشکروں کی حمایت میں مداخلت کی، تب کہیں جا کر جھڑپوں کا خاتمہ ہوا[292]۔ اِس نئی لہر کے پیچھے شدید شیعہ مخالف انتہا پسند حکیم اللہ محسود کا ہاتھ تھا، جو اُس وقت کرم، اورکزئی اور خیبر ایجنسیوں میں ٹی ٹی پی کا کمانڈر تھا[293]۔ اسی عرصے میں سوات اور گرد و نواح کے اضلاع میں[294] پاکستانی فوج کی بڑی کارروائی کے بعد کئی ٹی ٹی پی جنگجو وہاں سے فرار ہو کر کرم ایجنسی پہنچے[295]، اور انہوں نے شیعہ آبادی پر حملوں میں اضافہ کر دیا۔ طوری قبیلے کے ایک سرکردہ رہنما حاجی رؤف کے مطابق، گزشتہ دو برسوں میں طوری قبائل کے سات سو نوجوان جاں بحق ہوئے، مگر اُنہوں نے انتہا پسندوں کو بالائی کرم میں قدم جمانے نہیں دیے۔ تاہم سوات، دیر اور دیگر علاقوں سے عسکریت پسندوں کے مسلسل داخلے نے صورتحال کو مزید پیچیدہ بنا دیا[296]۔ دوسری جانب کچھ مبصرین نے دعویٰ کیا کہ حکومت خاموش تماشائی بنی رہی، اور بعض مقامات پر شیعہ آبادی تقریباً صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی، جو لوگ استطاعت رکھتے تھے وہ علاقے سے نقل مکانی کر گئے[297]۔ ادھر چھ سنّی قبائل کے عمائدین کا کہنا تھا کہ افغانستان میں بھارتی قونصل خانے طوری قبائل کی پشت پناہی کر رہے ہیں، جنہوں نے گزشتہ چند برسوں میں ہزاروں بے گناہ سنّیوں کو اُن کے گھروں اور دیہات سے بے دخل کیا[298]۔ حقیقت یہ ہے کہ بالائی کرم کے سنّی باشندے، بالخصوص پاراچنار شہر کے لوگ، جنہوں نے ماضی میں اکثر اوقات فرقہ وارانہ کشیدگی کو قابو میں رکھنے میں کامیابی حاصل کی تھی، خود بھی 2007ء کے بعد سے بگڑتی ہوئی صورتِ حال کے باعث متاثرین بن گئے تھے[299]۔

2009ء کے اختتام پر، جب فوج نے جنوبی وزیرستان میں ایک بڑی کارروائی کا آغاز کیا[300]، تو یہ آثار نمایاں ہونے لگے کہ حکومت نے کرم ایجنسی میں موجود عسکری خطرے کو بھی سنجیدگی سے لینا شروع کر دیا ہے۔ 9 نومبر کو پاکستان فضائیہ کے جیٹ طیاروں نے پہلی بار وسطی کرم میں تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے عسکریت پسندوں کے ٹھکانوں اور کمپاؤنڈز پر شدید بمباری کی۔[301] اس کے چند ہی دن بعد، 15 نومبر کو سیکیورٹی فورسز کے 25 ٹرکوں پر مشتمل پہلا قافلہ، جس میں خوراک، ادویات اور دیگر ضروری سامان شامل تھا، پاراچنار

پہنچنے میں کامیاب ہوا[302]۔ سال 2009ء کے آخری ہفتوں میں ٹی ٹی پی کے خلاف فوجی کارروائیاں مزید تیز کر دی گئیں، اور کرم ایجنسی کے مختلف حصوں میں عسکریت پسندوں کے ٹھکانوں پر کئی کارروائیاں کی گئیں[303]۔

2010ء کے دوران پاکستانی فوج اور فرنٹیئر کور نے وسطی کرم ایجنسی میں تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے جنگجوؤں کے خلاف کارروائیاں جاری رکھیں، تاہم ٹل سے لوئر کرم تک جانے والی مرکزی شاہراہ کو اُن کے تسلط سے آزاد کرانے کے لیے کوئی نمایاں پیش رفت نہ ہوسکی۔

مقامی سنّی قبائل بھی اپنے علاقوں میں دیگر ایجنسیوں سے آئے ہوئے ٹی ٹی پی جنگجوؤں کی موجودگی سے نالاں تھے اور اُنہوں نے ان کے خلاف مزاحمت کی کوشش کی مگر مارچ 2010ء میں مولانا طوفان کی قیادت میں عسکریت پسندوں نے اُنہیں زیر کرلیا، اور بالآخر اُن قبائل کو ٹی ٹی پی سے وفاداری کا حلف اُٹھانے پر مجبور ہونا پڑا[304]۔ 15 مئی کو مسلح افراد نے پاراچنار سے ہنگو جانے والے دو الگ الگ قافلوں سے تقریباً 64 مسافروں کو اغوا کرلیا[305]۔ جولائی میں پاراچنار کے شیعہ مسافروں کے دو مزید قافلوں پر گھات لگا کر حملے کیے گئے۔ 10 جولائی کو افغانستان کے سرحدی علاقے (جسے بعض ذرائع ''پاکستان صوبہ'' کہتے ہیں) میں 11 شیعہ جاں بحق ہوئے[306]، جب کہ 17 جولائی کو لوئر کرم میں ایک اور بڑے حملے میں 18 شیعہ افراد مارے گئے۔ یہ آخری قافلہ 60 گاڑیوں پر مشتمل تھا، جسے سیاسی انتظامیہ کے حکام اور فرنٹیئر کور کے جوانوں کی حفاظت حاصل تھی، مگر چرخیل گاؤں کے قریب عسکریت پسندوں نے بھاری ہتھیاروں سے حملہ کر دیا[307]۔

اگست اور ستمبر 2010ء میں بالائی کرم میں منگل اور طوری قبائل کے درمیان دوبارہ شدید لڑائی چھڑ گئی، جو بظاہر پانی اور جنگلات کی ملکیت کے مقامی تنازعات سے منسلک بتائی گئی۔ اِس جھڑپ میں ڈیڑھ سو سے زائد افراد ہلاک ہوئے[308]۔ اِسی دوران طوری قبائل پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنے علاقے کو افغان حقانی نیٹ ورک کے جنگجوؤں کے لیے پناہ گاہ اور گزرگاہ کے طور پر کھول دیں،[309] تاکہ اگر اُنہیں قریبی شمالی وزیرستان سے نکلنا پڑے تو وہ وہاں منتقل ہوسکیں۔ پہلے ہی 2009ء میں امریکی ڈرون حملوں میں حقانی نیٹ ورک اور دیگر عسکری گروہوں سے وابستہ افراد کو بڑے پیمانے پر نشانہ بنایا جاچکا تھا۔ 2010ء میں شمالی وزیرستان میں فوجی کارروائی کے مطالبات میں اضافہ ہوتا جارہا تھا، کیونکہ یہ علاقہ پاکستان میں انتہاپسندوں کا بدنام ترین گڑھ بن چکا تھا[310]۔ چنانچہ ایک طرف پاکستانی فوج کرم ایجنسی میں ٹی ٹی پی کے خلاف کارروائیاں تیز کر رہی تھی، تو دوسری جانب اُسی علاقے کو حقانی نیٹ ورک کے جنگجوؤں کے لیے ایک متبادل محفوظ پناہ گاہ بنانے کی کوشش بھی کی جارہی تھی، کیونکہ یہ نیٹ ورک افغانستان پر مرکوز تھا اور اِس نے کبھی پاکستانی فوج کے خلاف ٹی ٹی پی کی دشمنانہ کارروائیوں کی حمایت نہیں کی تھی۔ اِس منصوبے کے لیے شیعہ قبائل کی مزاحمت کو نرم کرنے کی منظم کوششیں کی گئیں، جب کہ دوسری جانب حقانی نیٹ ورک کو ''امن قائم کرنے والا'' ظاہر کرنے کی مہم بھی چلائی گئی۔

ستمبر 2010ء سے جلال الدین حقانی کے دو بھائیوں نے پشاور اور اسلام آباد میں کرم ایجنسی کے قبائلی عمائدین سے مذاکرات میں حصہ لینا شروع کیا۔ ان مذاکرات کا بنیادی مقصد 2008ء کے مری معاہدے پر عمل درآمد کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا تھا، لیکن اب اُن امن کوششوں کو حقانی نیٹ ورک کے مطالبات سے جوڑ دیا گیا تھا، جنہیں پاکستانی عسکری قیادت کی حمایت حاصل تھی[311]۔ 27 ستمبر کو ماتا سنگر کے علاقے میں ایک نیٹو فضائی حملے نے فوج کے لیے ایک جواز فراہم کیا، جس کے تحت بالائی کرم سے افغانستان جانے

والے پانچ سرحدی راستے بند کر دیے گئے۔ اس اقدام نے شیعہ قبائل کے معاشی گلے کو مزید سخت کر دیا[312]۔ اسی دوران پاکستانی اخبارات کے بعض حلقوں میں یہ بیانیہ پھیلایا گیا کہ توری قبائل نے حقانیوں سے "مدد طلب کی" ہے[313]۔ تاہم حقیقت یہ تھی کہ یکم نومبر 2010ء تک بڑی تعداد میں طوری عمائدین اور علما اِس معاہدے کے سخت مخالف تھے اور انہوں نے اعلان کیا تھا کہ وہ طالبان کو اپنی زمینوں تک رسائی دینے کے بجائے "گھاس کھانا" پسند کریں گے[314]۔ البتہ دوہری ناکہ بندی یعنی ایک طرف فوجی دباؤ اور دوسری طرف زمینی راستوں کی بندش، کے باعث طوری قیادت کے بعض سرکردہ افراد، جن میں رکن قومی اسمبلی ساجد حسین طوری اور سابق سینیٹر سید سجاد حسین شامل تھے، بالآخر اپنی مزاحمت ترک کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اِس کے بدلے میں اُنہیں پاراچنار تا پشاور مرکزی شاہراہ پر شیعہ مسافروں کے محفوظ گزرنے کی نئی ضمانتیں فراہم کی گئیں[315]۔

جنوری میں دو مزید قافلوں پر حملوں[316] اور پشاور میں پاراچنار کے ایک معتدل سنی رہنما کے ٹارگٹ کلنگ کے بعد[317] بالآخر 4 فروری 2011ء کو اسلام آباد میں ایک جرگے کے ذریعے نئے امن معاہدے کا باضابطہ اعلان کیا گیا۔ یہ جرگہ کرم ایجنسی کے شیعہ و سنی عمائدین پر مشتمل تھا اور اِس کی صدارت وفاقی وزیرِ داخلہ نے کی۔ اِس نئے معاہدے نے 2008ء کے مری معاہدے کی بنیادی شقوں کی توثیق کی یعنی زخمی یا جاں بحق قبائلیوں کی واپسی یا ازالہ ٹل-پاراچنار سڑک کا کھلنا، اور اندرونِ ملک بے گھر ہونے والے افراد کی بحالی۔ تاہم اس کے ساتھ ایک اہم نیا اضافہ یہ تھا کہ حقانی نیٹ ورک اور اِس سے وابستہ عسکری گروہوں کو اُن شیعہ علاقوں کے راستے افغانستان تک رسائی کی اجازت دے دی گئی جنہیں وہ پہلے اپنے لیے غیر دوستانہ یا دشمنانہ علاقے سمجھتے تھے۔ اُس وقت تک کرم ایجنسی میں تقریباً چار برس پر محیط تصادم کے نتیجے میں دو ہزار افراد کے ہلاک اور ساڑھے تین ہزار کے زخمی ہونے کا تخمینہ لگایا گیا[318]۔

اگرچہ نئے معاہدے کے اعلان کے بعد شیعہ و سنی عمائدین اور سرکاری حکّام پر مشتمل ایک قافلہ جشن مناتے ہوئے پاراچنار پہنچا اور پاراچنار و صدہ دونوں میں مقامی لوگوں نے مٹھائیاں تقسیم کیں اور گلیوں میں رقص کیا،[319] مگر تجزیہ کاروں کا اتفاقِ رائے تھا کہ اس معاہدے کا سب سے بڑا فائدہ حقانی نیٹ ورک کو ہوا[320]۔ حتیٰ کہ کرم کے زیریں حصّے میں تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے ایک باغی کمانڈر فضل سید حقانی[321]، جو خود ایک مفرور مجرم تھا اور ابتدا میں اِس معاہدے کا مخالف رہا تھا، نے بھی اعلان کیا کہ جو کوئی امن معاہدے کی خلاف ورزی کرے گا، اُسے "شرعی سزا" دی جائے گی[322]۔ تاہم، جیسا کہ متوقع تھا، مارچ 2011ء ہی میں ٹل-پاراچنار روڈ پر نئے گھات لگانے کے واقعات پیش آئے[323]۔ ان میں سب سے بڑا واقعہ 25 مارچ کو پیش آیا، جب فضل سید کے کارندوں نے تین وینوں سے شیعہ مسافروں کے 47 افراد کو اغوا کر لیا[324]۔ ظاہر ہے کہ وہ ٹی ٹی پی کے عسکریت پسند، جنہیں بظاہر حقانی نیٹ ورک کے اثر و رسوخ کے ذریعے قابو میں لایا جانا تھا، دراصل اس صورتِ حال سے مطمئن نہیں تھے، اور اُنہوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لیے تشدد اور بھتّے کے حربوں کا سلسلہ جاری رکھا[325]۔ اپریل 2011ء میں قومی اسمبلی کے اراکین جو فروری کے معاہدے پر دستخط کنندگان میں شامل تھے، نے اس کے نفاذ میں تاخیر کا معاملہ اسمبلی میں اُٹھایا[326]، جس کے بعد اسلام آباد میں "یوتھ آف پاراچنار" کی احتجاجی تحریک شروع ہو گئی[327]۔

27 جون 2011ء کو فضل سید نے ٹی ٹی پی قیادت سے اختلاف کر کے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنی جماعت "تحریک طالبانِ اسلامی" تشکیل دی۔ اُنہوں نے اعلان کیا کہ اُن کی جماعت افغانستان میں نیٹو فورسز کے خلاف اور پاکستان میں "اسلام مخالف عناصر" کے خلاف جہاد

جاری رکھے گی، مگر ریاستی مفادات کو نقصان نہیں پہنچائے گی[328]، اور واضح کہا: ”ہم معصوم لوگوں کو خودکش حملوں اور بم دھماکوں کے ذریعے قتل، اپنی ہی فوج پر حملے، اور معاشرتی ڈھانچے کی تباہ کاری کو سختی سے ناپسند کرتے ہیں۔“ بعدازاں معلوم ہوا کہ فضل سید کے ٹھیکیدار سے علیحدگی کی اصل وجہ یہ تھی کہ ٹی ٹی پی کے سربراہ حکیم اللہ محسود نے انہیں کمانڈ سے ہٹا دیا تھا۔ حکیم اللہ نے مطالبہ کیا تھا کہ فضل سعید کے اہلِ اروں کی جانب سے 25 مارچ کو اغوا کیے گئے شیعہ قیدیوں کو اُس کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ (محسود) اُن کی رہائی کے بدلے تاوان وصول کر سکے۔ فضل سید کے ڈپٹی نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا اور قیدیوں میں سے آٹھ کو قتل کر دیا[329]۔ خلاصہ یہ کہ، ملک دشمن ٹی ٹی پی کو کمزور کرنا اور اِسی دوران حقانی نیٹ ورک کا دائرہ اثر مضبوط کرنا، جس کے ساتھ فضل سعید نے 2011ء کے اوائل سے الحاق کر لیا تھا- کرم میں پاکستانی فوج کی حکمت عملی بھی تھی[330]۔ 3 جولائی کو پاکستان آرمی اور فضائیہ نے وسطی کرم میں تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے خلاف مکمل فوجی کارروائی شروع کی، جس میں خاص طور پر اورکزئی ایجنسی کے پہاڑی علاقے نشانہ بنائے گئے[331]۔ بعدازاں، سنّی مسوزئی قبیلے کا ایک لشکر بھی شامل ہو کر جنگجوؤں کے خلاف لڑائی میں حصہ لینے لگا[332]۔ مگر لوئر کرم میں فضل سعید کے ٹھکانے، جو سیکیورٹی مسائل کا مرکز تھے، اِس کارروائی سے محفوظ رہے۔ مقامی شیعہ اِس بات کا شبہ کرتے تھے کہ یہ حملہ صرف اپر کرم میں طوری قبائل کو غیر مسلح کرنے کی منصوبہ بندی کی ابتدا ہو سکتا ہے[333]۔ حقیقت یہ تھی کہ ٹل-صدہ سڑک ابھی بھی شیعہ مسافروں کے لیے محفوظ نہیں تھی، جب آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی 18-19 اگست کو پاراچنار پہنچے اور کرم کو ”مجرموں سے پاک“ قرار دیا۔ اِس آپریشن نے ہزاروں شہریوں کو عارضی طور پر اپنے مکانات چھوڑنے پر مجبور کر دیا، جس کے نتیجے میں ٹی ٹی پی کے جنگجوؤں نے سولہ خالی دیہات جلا دیے، جن میں ہر دیہات میں پچاس سے ساٹھ مکانات تھے[334]۔

جب ٹی ٹی پی کے خلاف فوجی کارروائی جاری تھی، تب پاراچنار کے قریب شیعہ عسکریت پسندوں کی جانب سے ایک نایاب دہشت گردانہ حملہ کیا گیا۔ 16 جولائی کو بوشارا گاؤں میں ایک پک اپ ٹرک پر فائرنگ کی گئی، جس کے نتیجے میں گیارہ سنی مسافر ہلاک ہوئے، جن میں تین خواتین اور تین بچے شامل تھے[335]۔ ظاہر ہے کہ یہ انتقامی کارروائی تھی، کیونکہ اگلے دن لوئر کرم کے چرخیل گاؤں کے قریب ٹرکوں کے ایک قافلے پر مسلح افراد نے حملہ کیا، دس افراد کو اغوا کیا اور چھ گاڑیاں نذر آتش کر دیں[336]۔ یکم اور 2 ستمبر کو مزید دو وین گاڑیاں گھات لگانے والے افراد کے ہاتھوں نشانہ بنیں، جس میں گیارہ افراد، زیادہ تر شیعہ، ہلاک ہوئے[337]۔ ستمبر اور اکتوبر 2011ء میں دو قافلوں کو حفاظتی وجوہات کی بنا پر پاراچنار سے پشاور جانے کی اجازت نہیں دی گئی[338]۔ ہنگو کے ایک سنی رکن صوبائی اسمبلی نے کہا کہ ”ٹل-پاراچنار روڈ تقریباً طالبان کے قبضے میں ہے،“ اور مزید کہا کہ ”طالبان اور جنگ سالاروں کے دہشت گردانہ اقدامات کی وجہ سے تاجروں اور کسانوں کو اب تک کم از کم 70 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے[339]۔“ مگر اکتوبر 2011ء کے آخر میں امن معاہدے کے نفاذ کی طرف ایک اہم قدم اُٹھایا گیا: 80 سنی خاندانوں کی پاراچنار واپسی جو 1982ء سے بے گھر تھے، اور شیعہ خاندانوں کی صدہ شہر واپسی[340]۔ اسی دوران پاکستان آرمی اور فرنٹیئر کور کے اہلکاروں نے پاراچنار میں سیکورٹی چیک پوسٹوں کا کنٹرول شیعہ ملیشیاؤں سے سنبھال لیا[341]۔ جنوری 2012ء میں تحریکِ طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے جنگجوؤں نے جوجی گاؤں کے قریب پاک فوج کی ایک چوکی پر حملہ کیا، جو اورکزئی اور کرم ایجنسیوں کے درمیان اہم گذرگاہوں پر نظر رکھتی تھی۔ اِس واقعے نے شدید جھڑپوں کے ایک نئے سلسلے کو جنم دیا[342]۔ 17 فروری کو، جب فوجی کارروائی

بدستور جاری تھی، ایک خودکش حملہ آور نے پاراچنار میں مسجد کے باہر مصروف بازار میں درجنوں افراد کو ہلاک کر دیا۔ اِس کے بعد جب سیکیورٹی فورسز نے مشتعل شیعہ مظاہرین کو مقامی سنیوں کی اِملاک کو نقصان پہنچانے سے روکا، تو مزید تین افراد جان سے گئے[343]۔ فضل سعید حقانی، جنہوں نے صرف آٹھ ماہ قبل خودکش حملوں سے اپنی ''بیزاری'' کا اعلان کیا تھا، نے اِس حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا: ''ہم نے پاراچنار کی شیعہ برادری کو نشانہ بنایا کیونکہ وہ ہمارے خلاف سرگرمیوں میں ملوث تھے۔ ہم پاراچنار کی سیاسی انتظامیہ کو بھی متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ہر تنازعے میں شیعہ برادری کا ساتھ دینا بند کرے[344]۔'' ایک دوسرے بیان کے مطابق فضل سعید نے خاص طور پر شیعہ برادری پر الزام عائد کیا تھا کہ وہ کرم ایجنسی میں جاری فوجی کارروائی کے دوران حکومت اور مسلح افواج کی حمایت کر رہی ہے اور تحریک طالبان پاکستان کے خلاف فریق بن گئی ہے[345]۔

20 فروری کو منعقد ہونے والے ایک اور احتجاجی جلوس میں شیعہ تنظیم ''یوتھ آف پاراچنار'' نے فضل سعید کی سزائے موت اور اُن افراد کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا جن پر تین روز قبل مظاہرین پر فائرنگ کرنے کا الزام تھا۔ تنظیم کے رہنماؤں نے اس امر کو بھی دہرایا کہ گزشتہ چار برسوں کے دوران، جب شیعہ رضا کاروں نے مقامی چیک پوسٹوں پر پہرہ دیا تھا[346]، پاراچنار میں ایک بھی دہشت گرد حملہ نہیں ہوا۔ اگلے ہی روز، سیکیورٹی فورسز نے فضل سعید اور اُس کے رشتہ داروں کی ملکیت میں موجود تین مکانات اور ایک پٹرول پمپ منہدم کر دیا، تاہم خود فضل سعید کو کوئی گزند نہ پہنچی[347]۔ اگلے چند مہینوں میں لوئر کرم کی مرکزی شاہراہ پر متعدد گاڑیوں پر حملے ہوئے، اور 10 ستمبر 2012ء کو پاراچنار میں ایک اور بڑا دہشت گرد حملہ پیش آیا[348]۔ ایک کار بم نے مصروف کشمیر چوک کو لرزا دیا۔ دھماکے کے نتیجے میں دو افراد موقع پر جاں بحق ہوئے، جبکہ بارہ زخمی دورانِ علاج یا اسپتال پہنچنے سے قبل دم توڑ گئے۔ اس دھماکے نے تیس دکانوں کو مکمل طور پر تباہ اور سو کے لگ بھگ دیگر دکانوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ اس حملے کی ذمہ داری تحریک طالبان پاکستان کے ایک نامعلوم دھڑے ''غازی گروپ'' نے قبول کی، اور کہا کہ اس کا ہدف شیعہ کمیونٹی تھی[349]۔ 2012ء کے موسم خزاں میں کرم ایجنسی میں مزید چند دہشت گرد حملے بھی ہوئے[350]، تاہم پچھلے برسوں کے مقابلے میں پاراچنار-ٹل شاہراہ پر سفر کرنے والے شیعہ مسافروں کے لیے خطرات میں کچھ کمی واقع ہوئی تھی۔

9 جنوری 2013ء کو پاراچنار کے پیپلز پارٹی کے رہنما ڈاکٹر ریاض حسین، جو 2008ء میں اپنی جان پر ہونے والی دو قاتلانہ کوششوں میں محفوظ رہے تھے، پشاور میں فائرنگ سے جاں بحق ہو گئے۔ اُن کی تدفین اُن کے آبائی شہر پاراچنار میں کی گئی[351]۔ 12 مئی 2013ء کو ساجد حسین طوری، جنہوں نے 2011ء کے امن معاہدے کی غیر مشروط حمایت کی تھی، قومی اسمبلی کے حلقہ این اے-37 (پاراچنار) سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے دوبارہ منتخب ہوئے۔ اُن کے حریف سابق ایئر مارشل سید قیصر حسین شاہ کی خواتین حامیوں نے الزام عائد کیا کہ انہیں ووٹ ڈالنے سے روکا گیا، جب کہ انتخابی دھاندلی کے دیگر الزامات بھی سامنے آئے[352]۔ انتخابات سے ایک ہفتہ قبل سنٹرل کرم کے علاقے سیواک میں جمعیت علمائے اسلام (ف) کے انتخابی جلسے پر ریموٹ کنٹرول بم دھماکہ ہوا، جس میں 23 افراد جاں بحق ہوئے[353]۔ تحریک طالبان پاکستان کے ترجمان نے حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا کہ ہدف سابق رکن قومی اسمبلی منیر خان اورکزئی تھے، جو خوش قسمتی سے محفوظ رہے۔ یوں 2013ء میں کرم ایجنسی میں جاری فوجی دباؤ کے باوجود، ٹی ٹی پی نے ایک سنی مذہبی سیاسی جماعت کے رہنماؤں اور حامیوں کو بھی نشانہ بنانے سے گریز نہیں کیا۔ 26 جولائی کو پاراچنار میں دوبارہ دہشت گردی کی لہر اٹھی۔ افطار

سے دو گھنٹے قبل مصروف بازار میں دو خودکش دھماکوں نے قیامت برپا کر دی - 60 افراد موقع پر جاں بحق ہوئے، جب کہ درجنوں زخمی ہوئے اور بازار کی بڑی تعداد میں دکانیں تباہ ہوگئیں [354]۔ انصار المجاہدین کے ترجمان، جو تحریک طالبان پاکستان کا ایک فرنٹ تنظیم تھی [355]، نے حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اعلان کیا کہ: ''ہم پاکستان میں شیعہ برادری کے خلاف مزید ایسے حملے کریں گے تاکہ شام اور عراق میں سنی مسلمانوں پر شیعہ مظالم کا بدلہ لیا جا سکے [356]۔'' اُسی روز لوئر کرم میں ایک مسافر گاڑی کو بھی بارودی سرنگ (IED) سے نشانہ بنایا گیا۔ ایک بار پھر یہ سوال اُٹھا کہ دہشت گرد متعدد سیکیورٹی چیک پوسٹوں کو عبور کر کے حملے تک کیسے پہنچے؟ اِس واقعے کے بعد شیعہ رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ پاراچنار شہر کی سیکیورٹی ایک بار پھر مقامی رضا کاروں کے حوالے کی جائے [358]۔

فروری 2011ء کے کرم امن معاہدے کا مجموعی نتیجہ اب تک خاطر خواہ حوصلہ افزا ثابت نہیں ہوا۔ اگرچہ وہ بدترین خدشہ - جس کا ذکر بعض ناقدین نے کیا تھا، یعنی شیعہ طوری قبائل کو غیر مسلح کر کے اُنہیں حقانی نیٹ ورک اور اُن کے عسکری اتحادی افغان طالبان کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا - خزاں 2013ء تک حقیقت کا روپ نہ دھار سکا، تاہم حالیہ بم حملوں کی نئی لہر شاید آئندہ مزید سنگین حالات کی پیش خیمہ ہو۔ 2011ء کے بعد سے مقامی شیعہ اور سنی قبائل کے مابین کوئی بڑی مسلح جھڑپ پیش نہیں آئی، اور اپر کرم کا محاصرہ بھی کسی حد تک نرم ہوا ہے، لیکن پاراچنار تاٹل شاہراہ پر سفر شیعہ مسافروں کے لیے تا حال غیر محفوظ ہے۔ آئندہ برسوں میں افغانستان کے تنازعے کا رُخ اور اس میں پاکستان کے کردار کی نوعیت، کرم کے شیعوں کی قسمت اور ٹی ٹی پی کے مقامی عسکریت پسندوں سے متعلق ریاستی پالیسی - دونوں کے لیے فیصلہ کن عوامل ثابت ہوں گے۔ بہترین ممکنہ صورتِ حال میں پاکستان کی حکومت اور فوج کو چاہیے کہ وہ تحریک طالبان پاکستان کے خلاف سنجیدگی سے کارروائی کر کے فاٹا کے تمام علاقوں میں ریاستی عملداری بحال کرے اور افغان مزاحمتی گروہوں کی پشت پناہی کا سلسلہ ختم کرے۔ تاہم خزاں 2013ء تک یہ صورتِ حال عملی طور پر حقیقت بننے سے بہت دُور تھی۔

شیعہ گروہی تنظیموں کے جوابی اقدامات

پاکستان کے بہت سے قصبوں اور دیگر علاقوں میں ان کے ہم مذہبوں کے خلاف تشدد میں اضافہ، جیسا کہ پچھلے دو حصوں میں بیان کیا گیا ہے، 2000ء سے 2013ء تک تمام شیعہ تنظیموں کے لیے سب سے اہم مسئلہ رہا ہے۔ اِس چیلنج کے جواب میں، تحریک جعفریہ پاکستان/ اسلامی تحریک پاکستان (TJP/ITP) جو اِس پورے عرصے میں سید ساجد علی نقوی کی قیادت میں رہی [359] اور مجلسِ وحدتِ مسلمین (MWM) جو 2009ء کے بعد تیزی سے تحریک جعفریہ کے اثر ونفوذ پر غالب آ گئی [360]، دونوں نے وہی حکمت عملی اختیار کیے رکھی جو 1980ء کی دہائی میں تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ (TNFJ) کے رہنما سید عارف حسین الحسینی نے متعارف کرائی تھی، یعنی سیاسی و مذہبی معاملات میں جہاں تک ممکن ہو، مرکزی سنی اسلام پسند جماعتوں کے ساتھ اشتراک و ہم آہنگی کی بنیاد تلاش کرنا۔ امریکہ مخالف رجحان جو اکثر "استعمار دشمنی" کے لبادے میں ظاہر ہوتا رہا، سنی اسلام پسندوں کے ساتھ فکری ونظری اشتراک کا سب سے سہل اور مؤثر نکتۂ اِتصال ثابت ہوا، اور دونوں شیعہ تنظیموں نے مسلسل اِسی پہلو کو نمایاں رکھا۔ اسی طرزِ فکر کے مطابق، جو 1980ء کی دہائی سے ایران کی مذہبی قیادت کی جانب سے پاکستان میں اپنے پیروکاروں کے لیے طے کردہ لائحہ عمل بھی رہا ہے [361]، شیعہ مخالف دہشت گردی کو عموماً امریکی اور اسرائیلی "اشتعال انگیزی" یا "سازش" کے طور پر پیش کیا جاتا رہا، جس کا مقصد امتِ مسلمہ کو تقسیم کرنا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کو کمزور کرنا بتایا گیا۔ مزید یہ کہ سعودی "وہابی" عناصر پر الزام عائد کیا جاتا رہا کہ وہ "اپنے آقاؤں کے اِشارے پر" مقامی سنی شدت پسند گروہوں کی مالی وفکری پشت پناہی کر رہے ہیں۔

شدید فرقہ وارانہ انتہاپسندی کے خلاف اپنی جدوجہد میں شیعہ تنظیموں نے بریلوی سنی تنظیموں مثلاً جمعیت علمائے پاکستان (JUP)، سنی تحریک اور سنی اتحاد کونسل کے ساتھ سب سے زیادہ فکری و عملی اشتراکِ عمل پایا، خصوصاً اس وقت کے بعد جب بریلوی اجتماعات اور مزارات بھی دہشت گرد حملوں کا ہدف بننے لگے [362]۔ تاہم تحریک جعفریہ پاکستان/ اسلامی تحریک پاکستان (TJP/ITP) کے لیے، کم از کم 2002ء تا 2008ء کے عرصے میں، جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعتِ اسلامی کے ساتھ سیاسی ہم آہنگی زیادہ اہمیت رکھتی تھی یہ دونوں جماعتیں متحدہ مجلسِ عمل (MMA) کے اتحاد میں سب سے زیادہ مؤثر حیثیت رکھتی تھیں [363]۔ اگرچہ سید ساجد علی نقوی نے نائن الیون کے بعد صدر پرویز مشرف کی افغان پالیسی میں تبدیلی (U-turn) کی حمایت کی تھی، تاہم وہ خزاں 2001ء میں طالبان کے خلاف امریکہ کی فضائی جنگ کے دوران براہِ راست عسکری تعاون کے مخالف رہے 364۔ جب ان جماعتوں نے، جو امریکہ کے خلاف افغانستان جنگ پر ملک گیر احتجاج کی قیادت کر رہی تھیں، 2 جنوری 2002ء کو متحدہ مجلسِ عمل (MMA) کی بنیاد رکھی، تو تحریکِ جعفریہ پاکستان کو بھی اس اتحاد کی چھ رُکنی جماعتوں میں شامل کیا گیا۔ بعد ازاں جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعتِ اسلامی نے تحریک جعفریہ پر پابندی کے غیر منصفانہ فیصلے کے خلاف اس کا دفاع کیا۔ [365] سید ساجد نقوی نے پہلے اعلان کیا کہ تنظیم کا نام بدل کر ملت جعفریہ پاکستان رکھا جائے گا اور وہ سپریم کورٹ میں اِس پابندی کو چیلنج کریں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ "تحریک جعفریہ کبھی دہشت گردی میں ملوث نہیں رہی [366]، نہ ہی آئندہ ایسی کسی سرگرمی میں شریک ہوگی۔" 10 جولائی 2002ء کو TJP پر پابندی ختم کرنے کی درخواست مسترد کر دی گئی [367]، مگر کچھ ہی عرصے بعد

اِسے نئے نام اسلامی تحریک پاکستان (ITP) کے تحت اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں حصہ لینے کے لیے رجسٹریشن کی اجازت دے دی گئی[368] تحریکِ جعفریہ/ اسلامی تحریک پاکستان (TJP/ITP) نے متحدہ مجلسِ عمل (MMA) کے پلیٹ فارم سے 2002ء کے عام انتخابات میں حصہ لیا اور اگلے چھ برسوں تک اِسی اتحاد کا باقاعدہ حصہ بنی رہی۔ تاہم اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں اِسے قومی یا صوبائی اسمبلی کی ایک بھی نشست حاصل نہ ہوسکی؛ اور نہ ہی فروری 2003ء میں ایم ایم اے نے اسلامی تحریک پاکستان کے کسی امیدوار کو سینیٹ کے لیے کامیاب کرانے میں معاونت کی[369]۔ دوسری جانب، 15 نومبر 2003ء کو جب سید ساجد علی نقوی کو اعظم طارق قتل کیس کے ملزمان میں نامزد کیے جانے کے پانچ ہفتے بعد گرفتار کیا گیا[370]، تو ایم ایم اے نے اُن کی بھرپور حمایت کی[371]۔ اُسی روز اسلامی تحریک پاکستان پر ایک بار پھر پابندی عائد کر دی گئی، جسے ایم ایم اے نے اپنے اتحاد کو کمزور کرنے کی کوشش قرار دیا۔ ذرائع کے مطابق، اُس وقت سرکاری اداروں نے سید ساجد نقوی کو رہائی کے لیے تین شرائط پیش کیں:

پہلی، سپاہِ صحابہ کے نئے سربراہ احمد لُدھیانوی سے مذاکرات؛

دوسری، اعظم طارق کی جانب سے 1 اکتوبر کو قومی اسمبلی میں پیش کیے گئے "شریعت بِل" کی حمایت؛[372]

تیسری، تحریک جعفریہ / اسلامی تحریک اور سپاہِ صحابہ / مجلسِ احرارِ پاکستان کی طرف سے ایک مُشترکہ اعلامیہ جس میں فرقہ وارانہ قتل و غارت میں ملوث تمام ملزمان کے لیے عام معافی کی حمایت شامل تھی۔

ساجد نقوی، جو اس سے قبل 2000ء میں ہی سپاہِ صحابہ کو اپنے ہم پلہ تسلیم کرنے سے انکار کر چکے تھے[273]، نے احمد لدھیانوی سے براہِ راست بات چیت سے انکار کیا اور کہا کہ وہ صرف اُسی صورت گفتگو کریں گے جب لدھیانوی کو سینئر مذہبی رہنماؤں کے ایک مشترکہ پینل میں شامل کر دیا جائے[274]۔ 27 مارچ 2004ء کو ساجد نقوی ضمانت پر رہا کر دیے گئے بغیر اُن تین میں سے کسی شرط پر عمل کیے[375]، بعد ازاں نومبر 2004ء میں وہ قتل کے مقدمے سے مکمل طور پر بری قرار پائے[376]۔ چند روز بعد، قاضی حسین احمد، جو حال ہی میں امیر جماعتِ اسلامی کے طور پر دوبارہ منتخب ہوئے تھے اور اُس وقت ایم ایم اے کے قائم مقام صدر تھے، نے اسلام آباد میں ساجد نقوی سے ملاقات کی، اور دونوں رہنماؤں نے اِس امر کی تصدیق کی کہ اسلامی تحریک پاکستان بدستور ایم ایم اے کا جزوِ لازم ہے[377]۔ قاضی حسین احمد پہلے ہی ساجد نقوی کو بے گناہ قرار دے چکے تھے اور اُن کی رہائی کا مطالبہ کرتے رہے تھے[378]۔

اُسی سال کوئٹہ، کراچی، سیالکوٹ اور لاہور میں شیعہ برادری کے خلاف دہشت گردانہ حملے ہوئے جنہوں نے شدید ردِعمل کو جنم دیا۔ 2 مارچ 2004ء کو عاشورہ کے روز کوئٹہ میں ہونے والے قتلِ عام کے بعد، ہزارہ شیعہ عالم دین شیخ یعقوب علی توسلی نے سیکیورٹی فورسز اور مقامی انتظامیہ پر سخت الزامات لگائے اور اعلان کیا کہ جب تک گرفتار شدہ 26 شیعہ افراد کو رہا نہیں کیا جاتا، شہداء کی تدفین نہیں کی جائے گی[379]۔ اسلامی تحریک پاکستان، سنی علما اور ایم ایم اے کی قیادت نے یک زبان ہو کر نامعلوم خفیہ اداروں اور امریکہ کو دہشت گرد حملوں اور

بعد ازاں ہونے والے عوامی تشدد کا ذمہ دار ٹھہرایا[380]۔ کراچی اور سیالکوٹ میں بھی، جب 2004ء میں مساجد پر خود کش حملوں کے بعد شیعہ مظاہرین پرتشدد احتجاج اور آتش زنی پر اُتر آئے، تو شیعہ رہنماؤں نے انتظامیہ پر ملزمان کو سزا نہ دینے کے باعث عوامی اشتعال کا الزام عائد کیا۔[381] اکتوبر 2004ء میں ملتان میں شیعہ شدت پسندوں نے سپاہِ صحابہ کے سنی حامیوں پر ایک بدترین جوابی حملہ کیا، جو ملک میں فرقہ وارانہ تشدد کی تاریخ کے سنگین واقعات میں شمار ہوتا ہے[382]۔ تاہم اُس سال کی سب سے بڑی شیعہ عوامی تحریک گلگت میں اٹھی، جہاں مقامی شیعہ آبادی 2000ء سے نصابی کتب اور درسی مواد میں سنی عقائد کے حق میں جھکاؤ کے خلاف احتجاج کر رہی تھی۔

مئی 2004ء میں شیعہ طلبہ نے نصابی امتیاز کے خلاف احتجاجاً کلاسوں کا بائیکاٹ شروع کیا اور مظاہرے منظم کیے، جن میں تین سو سے زیادہ طلبہ نے بھوک ہڑتال بھی کی۔ جب مقامی انجمن امامیہ کے سربراہ آغا ضیاءالدین رضوی نے حکومت کو متنازعہ نصابی حصوں کو 3 جون تک حذف کرنے کی مہلت دی، تو فوج نے گلگت میں کرفیو نافذ کر دیا۔ تاہم کرفیو کے باوجود احتجاجی مظاہرے ہوئے اور ان میں شدت آ گئی، بالخصوص سرکاری اداروں کے خلاف، جس کے نتیجے میں شیعہ مظاہرین اور سیکیورٹی اہلکاروں کے درمیان جھڑپیں شمالی علاقہ جات کے دیگر حصوں تک پھیل گئیں[383]۔ بعد ازاں آغا ضیاءالدین رضوی کو قتل کر دیا گیا،[384] اور گلگت میں تعلیمی ادارے مئی 2005ء میں ہی دوبارہ کھل سکے، جب حکومت نے متنازعہ نصابی کتب کی جگہ نیا نصاب متعارف کرایا[385]۔

شیعہ عبادت گاہوں، جلوسوں یا دیگر اجتماعات پر دہشت گردانہ حملوں کے بعد مشتعل شیعہ مظاہرین کی جانب سے عوامی اور نجی املاک کو نقصان پہنچانے کا جو طرزِ عمل دیکھنے میں آیا، جس کے نتیجے میں اکثر درجنوں بے گناہ افراد جاں بحق یا زخمی ہوئے، وہ آنے والے برسوں میں بھی بار بار دہرایا گیا۔ اگرچہ ہر نئے دہشت گرد حملے کے بعد سرکاری عہدیداران اور سیاسی قائدین کی جانب سے سخت الفاظ میں مذمت کے بیانات جاری کیے جاتے رہے، تاہم وفاقی وصوبائی حکومتیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے اس مسئلے کی جڑ یعنی ان گنت مدارس کے ذریعے پھیلائے جانے والے فرقہ وارانہ تعصب اور مذہبی انتہاپسندی - کو سنجیدگی اور جامع انداز میں ختم کرنے میں نہ تو کامیاب ہو سکے اور نہ ہی بظاہر مخلص دکھائی دیے، باوجود اِس کے کہ دینی مدارس پر ریاستی نگرانی اور نصاب میں اصلاحات کے اعلانات کیے گئے تھے[386]۔ اسی طرح ایک اور بنیادی عامل، یعنی معروف فرقہ وارانہ مجرموں اور نفرت انگیز خطباء کے ساتھ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور عدالتوں کی عمومی نرمی (چند قابل تعریف استثناؤں کے باوجود)، بھی شیعہ تنظیموں خصوصاً اسلامی تحریک پاکستان (ITP) کی مسلسل تنقید کا نشانہ بنتی رہی، مگر اِس کا خاطر خواہ اثر نہ ہوسکا۔ پاکستان میں احتجاجی جلسے، ریلیاں اور مختلف نوعیت کی تحاریک عشروں سے روزمرہ کا معمول بن چکی ہیں، اور گزشتہ چند برسوں میں دہشت گردانہ حملوں کی کثرت نے اِس صورتِ حال کو اِس حد تک معمول بنا دیا ہے کہ شیعہ برادری کے خلاف دہشت گردی کے انسداد کو سیاسی فیصلہ سازوں نے کبھی فوری ترجیح کے طور پر نہیں لیا[387]۔

چنانچہ اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں کہ تحریک جعفریہ پاکستان (TJP)/ اسلامی تحریک پاکستان (ITP)، جو پہلے ہی 1990ء کی دہائی میں حرارت کھو چکی تھی اور 1998ء کے بعد علامہ ساجد علی نقوی کی قیادت پر اپنے ہی سابق حامیوں کی مخالفت سے مزید کمزور ہو گئی[388]، اپنی اُس عوامی شیعہ بنیاد کی توقعات پر پورا نہ اُتر سکی جو دہشت گردوں سے تحفظ کی ریاستی ناکامی اور شیعہ مخالف جرائم کے معروف مجرموں کو سزا نہ ملنے پر شدید مایوسی کا شکار ہو چکی تھی۔ TJP/ITP کو ایک اضافی مسئلہ یہ بھی درپیش تھا کہ وہ کم از کم نومبر 2003ء

سے قانونی طور پر ''کالعدم تنظیم'' کے زمرے میں شمار ہوتی رہی، خواہ اُس نے اپنا نام تبدیل کر لیا تھا[389]۔ اگرچہ سپاہ صحابہ پاکستان (SSP)، جسے بعد ازاں ملتِ اسلامیہ پاکستان (MIP) اور پھر اہلِ سنت والجماعت (ASWJ) کا نام دیا گیا، کو بھی اِسی قانونی رکاوٹ کا سامنا تھا، تاہم اِس کی نوعیت مختلف تھی، کیونکہ SSP نے TJP/ITP کے برعکس اپنے قیام (1984ء) ہی سے پاکستانی ہم وطنوں کے خلاف نفرت کا پرچار اپنا شعار بنا رکھا تھا۔

فروری 2008ء کے عام انتخابات سے قبل متحدہ مجلسِ عمل (MMA) تحلیل ہو چکی تھی، جس کی بنیادی وجہ جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعتِ اسلامی کے مابین رقابت اور سیاسی مفادات کا تصادم تھا۔ جماعت اسلامی نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا، جبکہ جمعیت علمائے اسلام (ف)، ''ایم ایم اے'' کے نام سے اکیلے میدان میں اُتری، مگر قومی اسمبلی کی نشستوں میں سے صرف آٹھ اور صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کی 124 نشستوں میں سے محض 14 نشستیں حاصل کر سکی[390]۔ تحریک جعفریہ پاکستان/ اسلامی تحریک پاکستان (TJP/ ITP) اس کے بعد سے متحدہ مجلس عمل کے سیاسی تحفظ یا سرپرستی سے محروم رہی، اگرچہ علامہ ساجد علی نقوی نے بعد ازاں اِس اتحاد کو بحال کرنے کی کوششوں میں شرکت کی[391]۔ تاہم، 2002ء ہی کی طرح، اسلامی تحریک پاکستان 2008ء کے عام انتخابات میں بھی قومی یا صوبائی اسمبلی کی ایک بھی نشست جیتنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

3 اگست 2008ء کو امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ISO) نے اسلام آباد میں ''عظمتِ شہداء کانفرنس'' کا انعقاد کیا، جو علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ کے قتل کی بیسویں برسی کے موقع پر منعقد ہوئی[392]۔ اُس روز تاریخ نے خود کو دہرایا، کیونکہ ٹھیک دس سال قبل اِسی برسی کے موقع پر پشاور میں تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) کے متبادل کے طور پر ''شوریٰ وحدتِ اسلامی'' کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا[393]۔ اِس مرتبہ جو متبادل تنظیم عوامی سطح پر پہلی بار سامنے آئی، اِس کا نام ''مجلسِ وحدتِ مسلمین'' (MWM، شوریٰ وحدت اسلامی) رکھا گیا، اور یہ اپنی پیش رو تنظیم جو بعد ازاں نئے نام سے موسوم تحریک جعفریہ پاکستان، کے مقابلے میں کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوئی۔ مجلسِ وحدتِ مسلمین نے نہ صرف شیعہ برادری کو اُن کے اجتماعی و دینی مقاصد کے لیے متحرک کیا بلکہ سیاسی دباؤ ڈالنے میں بھی غیر معمولی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ تنظیم کے سرکاری تعارف میں ''یومِ تاسیس'' 2 اگست 2009ء درج ہے[394]، لیکن اِسی ماخذ کے مطابق ایک سال قبل اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ''عظمتِ شہداء کانفرنس'' کو مجلسِ وحدتِ مسلمین کے ''ملک گیر آغاز کا پیش خیمہ'' قرار دیا گیا ہے۔ درحقیقت، پنجاب کے ایک مرکزی گروہِ علمائے کرام نے اس تنظیم کی ابتدائی بنیادیں اپریل 2008ء میں ہی رکھ دی تھیں[396]۔

مجلسِ وحدتِ مسلمین (MWM) پر ایران کے اثر و نفوذ کی جھلک آغاز ہی سے نمایاں تھی۔ اِس کی قیادت ایک اجتماعی نظم کے تحت ہے، جس میں ''شوریٰ عالی'' کے نام سے ایک اعلیٰ کونسل قائم کی گئی ہے، جس کے ارکان میں چودہ علما، سات ''ٹیکنوکریٹس'' اور چار صوبائی امیر شامل ہیں۔ اس کے سیکرٹری جنرل راجہ ناصر عباس جعفری کو ''شورائے نظارت'' (یعنی نگران کونسل) نے ابتدا میں نامزد کیا، جس کے بعد انہوں نے سولہ رکنی کابینہ تشکیل دی[397]۔ تین برس بعد راجہ ناصر عباس نے انکشاف کیا کہ مجلسِ وحدتِ مسلمین کے قیام سے قبل انہوں نے ایران کے رہبرِ اعلیٰ آیت اللہ خامنہ ای کے دفتر سے رہنمائی حاصل کی تھی اور وہاں سے یہ پیغام ملا تھا کہ ''پاکستان میں شیعوں کی بے عملی کا خاتمہ ہونا چاہیے۔'' ناصر عباس نے مزید کہا کہ وہ تمام افراد جو ''ولایت فقیہ'' پر ایمان رکھتے ہیں، جو مجلسِ وحدتِ مسلمین کا حصہ ہیں[398]۔ اپنی طرف

سے آیت اللہ خامنہ ای نے بھی پاکستان کے شیعہ عوام میں اپنے لیے ایک نہایت اہم مذہبی حلقۂ اثر پایا ہے، جو اُن کے اِس دعوے کے لیے مؤید و مضبوط ثابت ہوا کہ وہ دنیائے تشیع کے اعلیٰ ترین دینی وفکری مرجع (مرجع تقلید عام) ہیں، حالانکہ ایران کے اندر خود اُن کی "مرجعیت" طویل عرصے تک ایک متنازعہ امر بنی رہی، باوجود اِس کے کہ وہ 1989ء میں امام خمینی کے جانشین کے طور پر منتخب ہو چکے تھے۔ ایران شناس ایلکس ویٹنکا (Alex Vatanka) نے اِس صورتِ حال کی درجِ ذیل تعبیر پیش کی ہے:

یہ بات بخوبی مشہور ہے کہ پاکستانی شیعہ نے اسلامی جمہوریہ کے قیام سے قبل ہی قُم کے علما کو اپنے مذہبی رہنما کے طور پر تسلیم کیا تھا۔ تاہم، آیت اللہ خامنہ ای کے اقتدار میں آنے کے بعد ایران اور پاکستان کے درمیان شیعہ مذہبی روابط واضح طور پر قُم کے مراجع تقلید سے ہٹ کر ایک نئے محور کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ اب یہ روابط زیادہ تر اِس مقصد پر مرکُوز ہیں کہ پاکستان میں خامنہ ای کے نظریۂ ولایتِ فقیہ کو قبولیت دلائی جائے۔اِس عمل میں خامنہ ای کی شخصیت کی عظمت افزائی اور تعظیم بھی شامل رہی، خاص طور پر جب ایرانی اقدامات کا ہدف پاکستان کے شیعہ تھے۔ ... چونکہ خامنہ ای کے پاس سپریم لیڈر منتخب ہونے سے قبل لازمی دینی کوالیفیکیشن اور رُوحانی پیروی کم تھی، اُنھوں نے ایران کی سرحدوں سے باہر دیکھ کر اپنا نام ایک مرجع کے طور پر قائم کرنے کا راستہ اپنایا۔چونکہ پاکستان میں شیعہ آبادی کی تعداد کافی زیادہ ہے اور ملک میں اہلِ تشیع دینی رہنماؤں کی تعداد نسبتًا کم ہے، ایسا لگتا ہے کہ خامنہ ای نے فیصلہ کیا کہ پاکستان اُن کے دینی اثر و رسوخ کے لیے ایک زرخیز زمین فراہم کرتا ہے۔

[...] پاکستان کے کئی شیعہ مذہبی رہنما خامنہ ای کے شدید حمایت یافتہ اور جانب دار حامی بن چکے ہیں [...] پاکستان کے ایران حامی علما نہ صرف خامنہ ای کا دفاع کرتے ہیں جب وہ ایران میں اپنے داخلی ناقدین کے نشانے پر ہوں، بلکہ وہ اُن کے وژن اور ایک علاقائی اسلامی رہنما کے طور پر کردار کو وسیع پیمانے پر عوامی توجہ اور قبولیت دیتے ہیں [...] ایرانی مالی معاونت کے سبب خامنہ ای کی یہ تعظیم آن لائن دنیا میں بھی نمایاں ہے۔ آج پاکستان میں درجنوں شیعہ اسلام پسند ویب سائٹس فعال ہیں، جو ایرانی حکومت کے پیغامات اور آیت اللہ خامنہ ای کی تعلیمات کی تبلیغ میں سرگرم عمل ہیں[399]۔

MWM نے TJP/ITP اور چھوٹے شیعہ 'علماء' اور فرقہ پرست کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کو ساتھ ملایا جن کا پختہ یقین تھا کہ اسلامی جمہوریہ ایران اپنی بڑی سنی اکثریت کے باوجود پاکستان کے لیے ایک رول ماڈل کے طور پر کام کر سکتا ہے[400]۔ یہ آئی ایس او کا نظریہ بھی تھا جس نے شروع سے ہی ایم ڈبلیو ایم کو ہر طرح کی حمایت دی اور مرحوم سید عارف حسین الحسینی کا بھی، جن کی تنظیم کو ایم ڈبلیو ایم نے نئی

بلندیوں تک پہنچایا۔ اِس کا باضابطہ تین نکاتی ایجنڈا تھا:

(1)۔ پاکستان کے استحکام کو یقینی بنانا، خاص طور پر بیرونی مداخلت سے اِس کا دفاع؛

(2)۔ فرقہ وارانہ لڑائی کو روکنا اور متحدہ اُمّہ پر اصرار کرنا؛ اور

(3)۔ ناانصافی کا خاتمہ[401]۔

لیکن اگرچہ اِس کے نام سے شیعیت کا کوئی بھی حوالہ حذف کر دیا گیا تھا- جیسا کہ تحریک جعفریہ پاکستان بعد میں اسلامی تحریک پاکستان کے ساتھ 2002ء سے پہلے ہوتا رہا- MWM کی تقریباً تمام سرگرمیاں، فطری طور پر، شیعہ شکایات پر مرکوز تھیں، جن میں شیعوں کے خلاف دہشت گردانہ تشدد سرفہرست ہے۔

28 دسمبر 2009ء کو کراچی میں مرکزی عاشورہ جلوس پر ہونے والے حملے کے بعد، مجلسِ وحدتِ مسلمین (MWM) نے دیگر شیعہ تنظیموں کے ساتھ مشترکہ طور پر شٹر ڈاؤن اور پہیہ جام ہڑتال اور تین روزہ سوگ کا اعلان کیا، جو کہ MWM کی لاتعداد احتجاجی تحریکوں میں پہلا اقدام تھا[402]۔ 5 فروری 2010ء کو کراچی میں ایک اور دہشت گردانہ حملے کے بعد، MWM اور امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ISO) نے لاہور اور سندھ میں مشترکہ ریلیاں منعقد کیں[403]۔ 23 اپریل 2010ء کو MWM نے پاکستان میں شیعہ مسلمانوں کے خلاف جاری "نسل کشی" کے خلاف اپنا پہلا ملک گیر احتجاجی مظاہرہ منعقد کیا۔ اس کے رہنماؤں نے صدر آصف علی زرداری، وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی اور آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی سے مطالبہ کیا کہ وہ کوئٹہ میں شیعہ افراد کی ٹارگٹ کلنگ کو روکنے کے لیے عملی اقدامات کریں اور فوری طور پر کوئٹہ، کرم ایجنسی اور کوہاٹ میں فوجی کارروائی شروع کر کے اُن علاقوں سے دہشت گردوں کو ختم کریں[404]۔ 26 اپریل کو لاہور میں صوبائی اسمبلی کے باہر دھرنے کے دوران، MWM کے رہنماؤں نے پنجاب حکومت کی "کالعدم دہشت گرد تنظیم سپاہِ صحابہ" کی حمایت پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور اِس کی شیعہ کمیونٹی کے خلاف" امتیازی پالیسیوں کی سخت مذمت کی[405]"۔

اِس دوران، مجلسِ وحدتِ مسلمین (MWM) نے اپنا پہلا پارٹی کنونشن 10 اور 11 اپریل 2010ء کو اسلام آباد میں منعقد کیا۔ اس موقع پر راجہ ناصر عباس جعفری کو تین سال کے لیے سیکرٹری جنرل کے طور پر MWM کی سنٹرل ایگزیکٹو کونسل کے پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا، بلوچستان، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے 300 سے زائد نمائندگان نے کنفرم کیا۔ یہ کنونشن تحریک جعفریہ پاکستان/ اسلامی تحریک پاکستان (TJP/ITP) کے خلاف ایک طاقت کا مظاہرہ بھی تھا۔ MWM کی دوسرے نمبر پر قیادت محمد امین شہیدی نے کہا کہ اس تنظیم کے قیام کی بنیادی وجہ پاکستانی شیعہ کمیونٹی کے لیے ایک مؤثر پلیٹ فارم فراہم کرنا تھا، کیونکہ پہلے رہنما (سید ساجد علی نقوی) اپنی قیادت میں اِس کمیونٹی کے حقوق اور مفادات کی نمائندگی کرنے میں ناکام رہے تھے۔ MWM کا اہم مقصد مسلم فرقوں کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنا اور ملک سے امریکہ کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کرنا ہے[406]۔

اگرچہ مجلسِ وحدتِ مسلمین (MWM) کی قیادت نے کبھی اِس بات کو نہیں چھپایا کہ اُن کی خواہش تحریک جعفریہ پاکستان/ اسلامی تحریک پاکستان (TJP/ITP) کی جگہ لینا ہے، تاہم دونوں جماعتوں نے اکثر مشترکہ مطالبات کے لیے تعاون بھی کیا۔ مئی 2010ء میں

دونوں تنظیموں نے مشترکہ طور پر دھمکی دی کہ اگر وہاں شیعہ افراد کے ٹارگٹ کلرز کے خلاف سخت کارروائی نہ کی گئی تو کوئٹہ کی جانب لانگ مارچ اور گورنر و وزیرِ اعلیٰ ہاؤس کا گھیراؤ کیا جائے گا[407]۔ اگرچہ اِس دھمکی پر اُس وقت کوئٹہ میں عملدرآمد نہ ہوا، مگر 18 جون کو MWM کے رہنماؤں نے کراچی میں اِنہی مطالبات کے ساتھ ”تحفظِ تشیع مہم“ کا آغاز کیا اور سندھ حکومت پر بھی الزام عائد کیا کہ وہ دہشت گرد عناصر کے خلاف کوئی مؤثر اِقدام نہیں کر رہی[408]۔ MWM اور امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ISO) نے 20 جون کو ریلیوں پر عائد حکومتی پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے احتجاج کیا- جو اُن کے زیادہ جری اور پُر اعتماد طرزِ احتجاج کی پہچان بن گیا۔ مقررین نے پاکستان میں شیعہ مسلمانوں کی ”نسل کشی“ کو ”صیہونی اثر و رسوخ کے زیرِ اثر امریکی حکومت کی گہری سازش“ قرار دیا[409]۔ MWM کا اگلا قدم یکم اگست کو اسلام آباد میں ”وحدتِ ملت“ کے عنوان سے ایک کنونشن منعقد کرنا تھا، جس میں اپر کرم کے شیعہ عوام کی مشکلات کو موضوعِ بحث بنایا گیا اور ”قافلۂ امن“ کے نام سے ایک امدادی کارواں کے ذریعے پاراچنار تک ریلیف سامان پہنچانے کا اعلان کیا گیا[410]۔ اُسی ماہ MWM نے جنوبی پنجاب میں سیلاب سے متاثرہ شیعہ خاندانوں کی امداد کے لیے بھی سرگرم کردار ادا کیا[411]۔ لاہور اور کوئٹہ میں ستمبر 2010ء کے دوران شیعہ جلوسوں پر ہونے والے حملوں کے بعد، ایم ڈبلیو ایم نے آئی ایس او کے ساتھ مل کر ایک مرتبہ پھر سب سے بڑے احتجاجی ریلیوں کی قیادت کی[412]۔ جن کے بعد کراچی میں پیش آنے والے دو مزید واقعات کے خلاف بھی سخت ردِّ عمل سامنے آیا[413]۔ 3 اکتوبر کو ایم ڈبلیو ایم نے اسلام آباد میں ”نیشنل شیعہ کانفرنس“ کا انعقاد کیا، جہاں مقررین نے شیعہ مخالف دہشت گردوں پر الزام عائد کیا کہ وہ ”پاکستان کو عدم استحکام اور انتشار سے دوچار کرنے کے لیے براہِ راست امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں“۔ مقررین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ نہ صرف فوراً کرم ایجنسی میں اپنی رٹ بحال کرے بلکہ ”پاکستانی علاقے کے اندر ڈرون حملوں اور آئی ایس اے ایف فورسز کے حملوں کو روکنے کے لیے بھی فوری اور مؤثر اقدامات کرے“[414]۔ اسی اجلاس میں، اور اسی سال محرم سے قبل مختلف پریس کانفرنسوں کے دوران، ایم ڈبلیو ایم کی قیادت نے واضح کر دیا کہ وہ روایتی شیعہ عزاداری کے جلوسوں پر کسی بھی قسم کی پابندی قبول نہیں کریں گے، کیونکہ یہ اُن کا آئینی حق ہے[415]۔ ایم ڈبلیو ایم کے مرکزی ترجمان، سید حسن ظفر نقوی نے دعویٰ کیا کہ پاکستانی شیعوں کی ایک بھاری اکثریت ایم ڈبلیو ایم کے پلیٹ فارم تلے متحد ہو چکی ہے جو دراصل ”اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کا پلیٹ فارم“ ہے[416]۔

2011ء کی بہار میں ایم ڈبلیو ایم نے عرب دنیا میں اُٹھنے والی عوامی بغاوتوں کا خیر مقدم ایک ”اسلامی تحریک آزادی“ کے طور پر کیا اور اُن کی حمایت میں ریلیوں اور اجتماعات کا اہتمام کیا[417]۔ جس طرح ایران میں تھا، اسی طرح پاکستان کے شیعوں کے لیے بھی بحرین کی تحریکِ احتجاج اظہارِ یکجہتی کا مرکزی محور بنی[418]، جبکہ شام کی تحریک کسی ہمدردی کے دائرے میں شامل نہ ہو سکی[419]۔ ایم ڈبلیو ایم نے امریکی سی آئی اے کے کنٹریکٹر ریمنڈ ڈیوس کے خلاف سنی اسلام پسند جماعتوں کی ہم آواز ہو کر شدید احتجاج کیا[420]، اور اسامہ بن لادن کی ایبٹ آباد رہائش گاہ پر امریکی کارروائی کی مذمت میں بھی اُنہی کی صف میں کھڑی نظر آئی[421]۔ مئی 2011ء میں پاکستان کے اُبھرتے ہوئے سیاسی رہنما عمران خان ایک وفد کے ہمراہ، اپنی جماعت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی نمائندگی کرتے ہوئے، کراچی میں سید حسن ظفر نقوی کی رہائش گاہ پر ملاقات کے لیے پہنچے۔ اُنہوں نے ایم ڈبلیو ایم کو پی ٹی آئی کے اُس دھرنے میں شرکت کی دعوت دی جو بڑھتے ہوئے ڈرون حملوں اور پاکستان میں امریکی اثر و رسوخ کے خلاف بطور احتجاج منعقد کیا جا رہا تھا[422]۔

پاکستان میں گزشتہ چند برسوں کے دوران ابھرنے والی سخت گیرم امریکی مخالفت کی فضا کے ساتھ بہنا اگرچہ ایم ڈبلیو ایم اور دیگر شیعہ تنظیموں کے لیے سیاسی طور پر سہل اور موزوں تھا،لیکن اِس رجحان نے ملک کے اندر پروان چڑھنے والی شیعہ دشمن انتہا پسندی اور دہشت گردی کا صحیح اور حقیقت پر مبنی مقابلہ کرنے کی راہ میں بھی رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔اقلیتوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والی سیکولر اور ترقی پسند جماعتوں کے ساتھ اتحاد بنانے کی بجائے، ایم ڈبلیو ایم نے بالواسطہ طور پر اُن ہی قوتوں کو سیاسی تقویت فراہم کی جنہوں نے سپاہِ صحابہ، لشکرِ جھنگوی اور ٹی ٹی پی جیسے انتہا پسند گروہوں کی فکری اور عملی آبیاری کی یا کم از کم اُن کی مسلسل خوشنودی اور تائید کے لیے کوشاں رہیں[423]۔جولائی 2011ء میں ایم ڈبلیو ایم اور آئی ایس او نے اسلام آباد میں ایک اور کنونشن منعقد کیا، جو اِس بار سید عارف حسین الحسینی کی برسی کے سلسلے میں رمضان کے بابرکت مہینے سے قبل، ایک ہفتہ پہلے ہی منعقد کر لیا گیا۔اِسے ''کنونشن برائے آزادیٔ پاکستان'' کا عنوان دیا گیا اور مقررین نے حسبِ روایت ''پاکستان کے خلاف بیرونی سازشوں'' کی مذمت کی، تاہم اصل توجہ پاراچنار کے شیعہ باشندوں کی صورتحال پر مرکوز رہی[424]۔اُسی سال اپریل میں ''یوتھ آف پاراچنار'' نے اسلام آباد میں نیشنل پریس کلب کے باہر ایک احتجاجی کیمپ قائم کیا تھا، جو 110 دن تک مسلسل جاری رہا، اور ایم این اے ساجد حسین طوری نے خود کو مظاہرین کا ترجمان بنا لیا تھا[425]۔ 11 مئی کو سید حسن ظفر نقوی نے اِس احتجاجی کیمپ کا دورہ کیا، اور ایم ڈبلیو ایم نے بھرپور انداز میں اِس مسئلے کو اجاگر کرتے ہوئے پاراچنار کے محاصرے کا تقابل فلسطین کے غزہ کی ناکہ بندی سے کیا۔اسی سلسلے میں اُنہوں نے شیعہ آبادی کے لیے امدادی سامان کے ایک اور قافلے کا بھی انتظام کیا[426]۔

8 اگست 2011ء کو ایم ڈبلیو ایم کی قیادت نے کراچی میں ایم کیو ایم، اے این پی اور جماعت اسلامی کے نمائندوں سے ملاقات کی تاکہ شہر کی موجودہ امن و امان کی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا جا سکے، مگر اِس موقع پر اُنہوں نے اِس امر پر بھی زور دیا کہ پاکستان کو ''امریکا اور اسرائیل کی گرفت سے نکالنا'' ناگزیر ہو چکا ہے[427]۔اِس کے بعد 20 ستمبر کو مستونگ کے قریب کوئٹہ میں شیعہ زائرین کے بہیمانہ قتل عام نے ملک گیر احتجاج کی ایک نئی لہر کو جنم دیا، جس کی قیادت حسبِ سابق ایم ڈبلیو ایم اور آئی ایس او نے کی[428]۔ اِن احتجاجات میں بلوچستان حکومت کی فوری برطرفی کا مطالبہ نمایاں تھا[429]۔ 18 اکتوبر کو پہلی بار ایم ڈبلیو ایم کے کچھ رہنماؤں نے عوامی سطح پر پاکستان کی انٹیلیجنس ایجنسیوں پر الزام عائد کیا کہ وہ کوئٹہ میں شیعوں کے قتل میں ملوث دہشت گردوں کی سرپرستی کر رہی ہیں، اور اِس کے دس روز بعد ایم ڈبلیو ایم نے ٹی جے پی/آئی ٹی پی اور مقامی تنظیموں کے ساتھ مل کر کوئٹہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کی، جہاں شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا اور بلوچستان کی ہزارہ کمیونٹی سے اظہارِ یکجہتی کیا گیا[431]۔ 29 دسمبر 2011ء کو ایم ڈبلیو ایم کے ایک وفد نے لاہور کے قریب واقع جماعت اسلامی کے مرکز کا دورہ کیا تاکہ پنجاب یونیورسٹی میں جماعت کی طلبہ تنظیم اسلامی جمعیت طلبہ اور شیعہ طلبہ کے درمیان پیدا ہونے والے تنازع کو حل کیا جا سکے۔بات چیت نہایت خوشگوار ماحول میں ہوئی، اور جماعتِ اسلامی کی قیادت ایم ڈبلیو ایم کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے آمادہ نظر آئی[432]، بالخصوص اب جبکہ ایم ڈبلیو ایم سیاسی میدان میں اپنے قدم جما چکی تھی اور مرکزی اسلام پسند جماعتوں کی سطح پر بھی اِسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا تھا۔

10 جنوری 2012 کو ایم ڈبلیو ایم اور پی ٹی آئی کے درمیان اعلیٰ سطح کی دوسری ملاقات ہوئی، جس میں متعدد اُمور پر اتفاقِ رائے پیدا کیا گیا۔یہ نکات بعد ازاں عمران خان اور راجہ ناصر عباس جعفری کی مشترکہ پریس کانفرنس میں بیان کیے گئے۔دونوں رہنماؤں

نے، دیگر مطالبات کے ساتھ، پاکستان کے لیے آزاد اور خودمختار خارجہ پالیسی، افغانستان میں نیٹو افواج کے لیے ٹرانزٹ سہولتوں کا مکمل خاتمہ، اور گلگت بلتستان کے لیے مکمل صوبائی خودمختاری کا مطالبہ کیا[433]۔ دونوں رہنماؤں نے پاکستان میں شیعہ-سنّی تنازع کے وجود کی تردید کرتے ہوئے اِس کا الزام ''امریکا کے بعض ایجنٹوں'' پر عائد کیا، جن کے بارے میں اُن کا کہنا تھا کہ وہ ''اپنے مخصوص مفادات کی تکمیل کے لیے ملک میں فرقہ وارانہ فساد کی سازشیں کر رہے ہیں''[434]۔ 28 فروری 2012ء کو گلگت-بلتستان میں شیعہ بس مسافروں کے المناک قتل عام نے ملک بھر میں شیعہ احتجاجات کی ایک اور شدید لہر کو جنم دیا[435]، جس کی قیادت حسبِ روایت ایم ڈبلیو ایم نے سنبھالی[436]۔ اِسی دوران ایم ڈبلیو ایم نے 25 مارچ کو کراچی میں ایک بڑے کنونشن کا اعلان بھی کیا، جس کا محور پاکستان میں امریکی مداخلت کے خلاف آواز بلند کرنا اور دہشت گردی کے سلگتے ہوئے مسئلے کو اجاگر کرنا تھا[437]۔ یہ اجتماع ایم ڈبلیو ایم کی سرپرستی میں اب تک ہونے والا سب سے بڑا شیعہ اجتماع ثابت ہوا، جس میں ملک کے گوشے گوشے سے آنے والے لگ بھگ ڈھائی لاکھ افراد شریک ہوئے؛ اگرچہ کراچی کے بعض علاقوں میں بینرز اور پوسٹرز ہٹا کر اس اجتماع کو سبوتاژ کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں[438]۔ اس اجتماع میں مرکزی خطاب کرتے ہوئے راجہ ناصر عباس جعفری نے اعلان کیا کہ آنے والے انتخابات میں شیعہ ووٹر اُن سیاسی جماعتوں کی حمایت نہیں کریں گے جو ماضی میں اُن کے ووٹ تو لیتی رہیں، مگر اُن کی ''نسل کُشی'' پر خاموش رہیں۔ اب فیصلہ کیا گیا ہے کہ ووٹ اُنہی کو دیا جائے گا جو مشکل وقت میں شیعوں کے ساتھ کھڑے ہوں۔ اُس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ صرف اُنہی امیدواروں کو ووٹ دیا جائے گا جو پاکستان کے لیے امریکی ایجنڈے کو مسترد کرتے ہوں۔ اُنہوں نے ''امریکی سامراج'' پر الزام عائد کیا کہ وہ تمام مسلم ممالک خصوصاً پاکستان کو خانہ جنگیوں اور عدم استحکام کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے۔ اُن کے بقول ایم ڈبلیو ایم کو ''مسلمانوں کی غیر متزلزل تائید'' حاصل رہے گی، اور وہ دہشت گردی و انتہاپسندی کی مخالفت جاری رکھے گی لیکن ''کھوکھلے بیانات اور زبانی جمع خرچ'' سے ان برائیوں کا خاتمہ ممکن نہیں۔ دیگر کئی مقررین نے پاکستان میں شیعوں کی ''نسل کُشی'' پر گہرا رنج وغم ظاہر کیا[439]۔ عباس کُمیلی کے مطابق اس ''نسل کُشی'' کے اب تک کم از کم آٹھ ہزار متاثرین ہو چکے تھے، مگر اِس کے باوجود پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے اِس جانب توجہ نہ دی[440]۔ اُنہوں نے پاکستان ہیومن رائٹس کمیشن، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور متعدد لکھاریوں وصحافیوں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا کہ وہ یا تو پاکستان میں شیعہ ''نسل کُشی'' پر خاموش ہیں، یا پھر اسے اہلِ سنت وشیعہ کے مابین یکساں سطح کے تشدد کے طور پر غلط انداز میں پیش کر رہے ہیں[441]۔ ایک گہری نظر رکھنے والے مبصر نے اِس کنونشن کا خلاصہ یوں پیش کیا:

اس کنونشن میں، جسے ایک طرف تو ایکسپریس ٹریبیون، ڈان اور کئی دیگر بظاہر ترقی پسند میڈیا نے یا تو غلط انداز میں پیش کیا یا مکمل طور پر نظر انداز کر دیا، ایک مقرر نے روایتی آئی ایس آئی موقف دہرایا اور شیعہ نسل کشی کا الزام جماعتِ اسلامی کے لابی نوازانہ موقف کی طرف موڑ دیا (مثلاً: نیٹو سپلائی لائن بند کی جائے، امریکہ اور اسرائیل پاکستان کے شیعہ قتل کر رہے ہیں)۔ تاہم، یہ مقرر واحد نہیں تھا، اور جیسا کہ دیکھا گیا، باقی بیشتر مقررین نے اصل مسئلہ اجاگر کیا کہ پاکستان میں شیعوں کو کون قتل کر رہا ہے، کس نے ان کے حقوق کی حفاظت میں ناکامی دکھائی (فوج، عدلیہ، پی پی پی، ایم کیو ایم) اور کس طرح دانشور، سول سوسائٹی، لبرل سیکولر لابی اور انسانی

حقوق کے کارکن اس جلتے ہوئے مسئلے پر زیادہ تر خاموش رہے۔یہ آخری گروہ شیعہ نسل کشی کو اجاگر کرنے کے لیے سب سے آگے ہونا چاہیے تھا، لیکن ایسا لگتا ہے کہ وہ زیادہ تر چھوٹی باتوں پر اٹک کر یا حقائق کو مسخ کر کے ان کارکنوں کے کام کو غلط پیش کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں جو پاکستان میں شیعہ نسل کشی کو اجاگر کر رہے ہیں۔ میڈیا میں، ڈان اور ایکسپریس ٹریبیون نے اس کنونشن کی براہِ راست کوریج کو مکمل طور پر نظرانداز کیا اور صرف کراچی سیکشن میں چند نمائش نما کالم دیے۔ قومی اور ہیڈ لائن سیکشن میں اس کی کوئی جگہ نہ دی گئی[442]۔

ایک اور مبصر نے اِس کنونشن کے دوران امریکی مخالفت کے بیانیے پر توجہ دیتے ہوئے کہا:

اگرچہ ہم اِس بات کو خوش آئند سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے شیعہ مسلمانوں میں اپنی جاری نسل کشی کے جواب میں شعور کی لہر بڑھ رہی ہے، جو جہادی فرقہ وارانہ دہشت گردوں (اہل سنت والجماعت،سپاہ صحابہ، طالبان) کی جانب سے کی جا رہی ہے، لیکن قرآن و اہلِ بیت کانفرنس کے منتظمین،خصوصاً ایم ڈبلیو ایم کے رہنماؤں،کو کچھ مشورے دینا ضروری ہے۔ ہمیں یہ تشویش ہے کہ بعض شیعہ مقررین اور مذہبی علماء کے بیانیے میں ایسے نکات شامل ہیں جو بظاہر پاکستان کی فوج اور انٹیلیجنس ایجنسیوں کی سرکاری پالیسی سے متاثر معلوم ہوتے ہیں، اور آئی ایس آئی کے زیرِ سرپرستی ’’دفاعِ پاکستان کونسل‘‘ کے نظریات اور سازشی بیانیے سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔کانفرنس میں منظور ہونے والے 16 نکات میں سے کم از کم آٹھ نکات بظاہر دفاعِ پاکستان کونسل یا آئی ایس پی آر کی پریس ریلیز سے محض معمولی ترامیم کے ساتھ لیے گئے ہیں۔ ہم تجویز کرتے ہیں کہ ایم ڈبلیو ایم کو چاہیے کہ وہ نیٹو سپلائی، شیعہ نسل کشی میں امریکہ-اسرائیل کی سازش وغیرہ کے بیانیے کو دوبارہ دہرانے اور تقویت دینے سے گریز کرے۔ آخر وہ سعودی مالی معاونت یافتہ اور آئی ایس آئی کی سرپرستی میں کام کرنے والے جہادی دیوبندیوں کو پاکستان میں شیعہ نسل کشی کا ذمہ دار کیوں نہیں ٹھہراتے؟یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امریکہ کے اقدامات، جو اپنی ترجیحات سے متاثر ہیں، افغانستان میں شیعوں کو طالبان اور عراق میں شیعوں کو صدام حسین سے بچانے میں مددگار ثابت ہوئے۔ یقیناً امریکہ کا کردار ایران، اسرائیل اور بحرین کے حوالے سے منافقت پر مبنی ہے، لیکن سیاست عملی امکانات کا فن ہے۔ امریکہ، برطانیہ یا بھارت میں شیعوں کا قتل نہیں ہو رہا؛ یہ قتل پاکستان، سعودی عرب اور بحرین میں جہادی دیوبندی اور جہادی سلفی عناصر کے ہاتھوں ہو رہا ہے[445]۔

جہانگیر حفصی نے بھی اسی تناظر میں کانفرنس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایم ڈبلیو ایم کو زیادہ فکری ایمانداری اپنانے کا مشورہ دیا:

مناسب احترام کے ساتھ، ایم ڈبلیو ایم کے رہنماؤں اور شیعہ دانشوروں کو فوری اور سنجیدہ مسئلے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ پاکستان میں شیعوں کے خلاف نسل کشی جاری ہے، اور قاتل یہ تمیز نہیں کرتے کہ اگلا شیعہ شکار تقلید کرتا ہے، ولایتِ فقیہ پر ایمان رکھتا ہے، سیکولر ہے، شیعہ عقائد کا مذاق اُڑاتا ہے یا کچھ اور۔ دُور تک جانے کی ضرورت نہیں، صرف کوہستان کا واقعہ کافی ہے، جہاں شیعوں کو صرف نام اور فرقے کی بنیاد پر الگ کیا گیا اور پھر بے رحمی سے قتل کیا گیا۔مزید یہ کہ، جو لوگ شیعوں کو قتل کر رہے ہیں، وہ احمدی، عیسائی اور سنی بریلوی مسلمانوں کو بھی نشانہ بنا رہے ہیں۔ ایم ڈبلیو ایم نے اس سلسلے میں اپنے ہم درد دیگر متاثرین تک پہنچنے کی کوشش میں کافی آگے نہیں بڑھا۔اس کے علاوہ، تنقید کو صرف امریکہ اور اسرائیل تک محدود رکھنا، اور سکیورٹی اداروں بشمول عدلیہ اور ان کے سعودی مالی معاونین پر صرف ایک نمائی تنقیدی روش اختیار کرنا، جو اس ''اسٹریٹجک ڈیپتھ'' کے فروغ اور جہادیوں کو طاقت دینے میں ملوّث ہیں، فکری ایمانداری کے منافی ہے۔ اِس سے کراچی میں قریب نصف ملین شیعوں کے اجتماع کی قابلِ ستائش کوشش کو نقصان پہنچ سکتا ہے[446]۔

چاہے ایم ڈبلیو ایم کے رہنماؤں تک اِس قسم کے مشورے پہنچے بھی ہوں یا نہ پہنچے ہوں کسی صورت اُنہیں خاطر میں نہ لایا گیا۔ وہ اپنی پالیسی پر قائم رہے کہ شیعہ مخالف دہشت گردوں اور اُن کے خلاف سرکاری سستی کے سلسلے میں بالکل جائز احتجاجات کو امریکہ، اسرائیل، اور کبھی کبھار بھارت کے خلاف نکتہ چینی اور الزامات سے جوڑ دیا جائے۔ یہی صورتحال اپریل 2012ء میں گلگت کے قریب چلّاس میں شیعوں کے دوبارہ قتل کے بعد ہونے والی احتجاجی مہم کے دوران بھی دیکھی گئی[447]۔ کراچی اور کوئٹہ میں ریلیوں کے بعد، جہاں امریکہ کے جھنڈے جلا کر اور امریکہ، اسرائیل اور ممنوعہ دہشت گرد تنظیموں کی مشترکہ ''سازش'' کے خلاف نعرے لگائے گئے[448]، ایم ڈبلیو ایم نے اسلام آباد میں پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر دھرنا دیا، جو 9 دن تک جاری رہا یہاں تک کہ حکومت نے متعدد مطالبات تسلیم کیے[449]۔ اِسی دوران کراچی میں ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے راجہ ناصر عباس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اگر واقعی پاکستان میں فرقہ وارانہ کشیدگی کو روکنا مقصود ہے تو امریکی سفارتخانہ بند کیا جائے، امریکی سفارت کار اور ''صیہونی'' ملک بدر کیے جائیں۔ ایم ڈبلیو ایم کے رہنما کے مطابق، وفاقی وزیرِ داخلہ کو برطرف اور بلوچستان کے وزیرِ اعلیٰ کو شیعوں کے خلاف ''نسل کشی'' کے جرم میں گرفتار کیا جانا چاہیے[450]۔ گلگت-بلتستان کے حوالے سے اپنے مطالبات کی بظاہر منظوری کے بعد بھی، ایم ڈبلیو ایم جلد ہی حکومت کے اقدامات پر تنقید کرنے کے نئے بہانے ڈھونڈنے لگی[451]۔ ہنزہ-نگر ڈسٹرکٹ میں شیعوں کے خلاف ایک آپریشن کا حوالہ دیتے ہوئے راجا ناصر عباس نے ریاستی اداروں پر الزام لگایا کہ اُنہوں نے ''دہشت گردوں کے ساتھ غیر اعلانیہ اتحاد قائم کر رکھا تھا''۔ مقامی شیعوں کی حمایت کرنے کے بجائے جنہوں نے 48-1947ء میں

گلگت-بلتستان کو بھارت سے آزاد کروایا اور پھر پاکستان میں شامل ہوئے، ریاستی اداروں نے اُن پر کریک ڈاؤن شروع کر دیا[452]۔ جولائی 2012ء میں مقامی حکومت نے اُن کا گلگت-بلتستان میں داخلہ ممنوع کرنے کی کوشش کی، لیکن سکردو اور گلگت میں شیعوں کی سخت احتجاجی کارروائی کے بعد مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا[453]۔

اپریل 2012ء میں، کراچی کنونشن کی شاندار کامیابی کے فوراً بعد، ایم ڈبلیو ایم نے خود کو ایک سیاسی جماعت میں تبدیل کرنے کے منصوبے کا اعلان کر دیا۔ 26 اپریل کو امین شہیدی نے کہا: "پاکستان کو ایک ایماندار اور وطن پرست قیادت کی ضرورت ہے، اور ہم وہ اہل قیادت لائیں گے۔" انہوں نے مزید کہا کہ مذہب کی بدنامی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ماضی میں مذہبی گروہوں اور رہنماؤں کو کئی مواقع پر انٹیلیجنس ایجنسیوں نے ہائی جیک کر لیا، مگر اب ملک کو "ایک نظریاتی تحریک" کی ضرورت ہے[454]۔ ایک ماہ بعد ملتان میں ایک تقریر کے دوران راجہ ناصر عباس نے کہا کہ سیاسی جماعتیں ہمیشہ شیعوں سے ووٹ تو مانگتی رہیں، مگر انہیں کچھ واپس نہیں دیا۔ اب شیعہ ایسے پارٹیوں کو ووٹ نہیں دیں گے جن سے اُنہیں فائدہ نہ پہنچا ہو۔ انہوں نے پی ایم ایل-این پر الزام لگایا کہ وہ ممنوعہ دہشت گرد گروہوں کی پشت پناہی کرتی ہے، اور پی پی پی پر کہ وہ کوئٹہ میں شیعوں کی 'نسل کشی' کا خاموش ناظر بنی رہی[455]۔ 10 جون کو بھکر میں ایک اور خطاب میں راجہ ناصر عباس نے ولایت فقیہ کو "سب سے بہترین سیاسی نظام، جو نیک لوگوں کو عوام پر حکمرانی کے لیے لاتا ہے" قرار دیا، اور کہا کہ وہ وقت گزر گیا جب شیعوں کو سیکولر جماعتوں کے لیے ووٹ دینے کے لیے بہکایا جاتا تھا۔ اب سے شیعہ صرف انہی جماعتوں کو ووٹ دیں گے جو اُن کے جائز اور غیر قابل تنسیخ حقوق کے مطابق اُن کے مفادات کی خدمت کریں[456]۔

یکم جولائی 2012ء کو ایم ڈبلیو ایم نے لاہور میں مینار پاکستان پر ایک نہایت بڑے پیمانے پر تشہیر شدہ "قرآن و سنّت کانفرنس" کے ذریعے اپنی قوت کا ایک اور مظاہرہ کیا، بالکل اُسی طرز پر جیسے پچیس برس قبل علامہ سید عارف حسین الحسینی نے کیا تھا[457]۔

متعدد شیعہ شخصیات میں جنہیں مدعو کیا گیا، اُن میں سید ساجد علی نقوی بھی شامل تھے[458]، جن کی TJI/ITP اس عرصے میں عملی طور پر ایم ڈبلیو ایم کی جونیئر پارٹنر بن چکی تھی، تاہم وہ اب بھی شیعہ علما کونسل کے سربراہ تھے اور MYC اور غیر فعال ہو چکی MMA میں اپنے سنی ساتھیوں کے درمیان ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ یہ کانفرنس، اگرچہ ممکنہ طور پر 25 مارچ کے کراچی کنونشن کے مقابلے میں کم شرکا پر مشتمل تھی[459]، تاہم پھر بھی ایم ڈبلیو ایم کی کامیاب عوامی تحرک سازی کی ایک اور نمایاں مثال تھی، جس میں شرکا نے تپتی ہوئی گرمی کے باوجود پورا دن بڑی نظم و ضبط کے ساتھ گزارا۔ راجہ ناصر عباس جعفری نے اس اجتماع کو آئندہ عام انتخابات میں ایم ڈبلیو ایم کی مکمل سیاسی شمولیت کے اعلان کے لیے بطور پلیٹ فارم استعمال کیا۔ ان کے مطابق ملک بھر کے شیعہ اب اپنے مذہبی و سیاسی حقوق کے حصول کے لیے ایک نئے پلیٹ فارم پر یکجا ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہر بڑی سیاسی جماعت پر الزام لگایا کہ اس نے شیعوں سے ووٹ لینے کے بعد انہیں دھوکا دیا، اور خبردار کیا کہ اب کوئی جماعت، حتیٰ کہ پی پی پی بھی، شیعہ عوام کو مزید فریب نہیں دے سکے گی۔ اُن کے مطابق آنے والے برس میں شیعہ "ملک کی سب سے بڑی سیاسی قوت" ہوں گے، اور وہ کسی ایسی جماعت کو ووٹ نہیں دیں گے جو دہشت گردوں یا کالعدم گروہوں سے ہاتھ ملائے گی۔ جعفری نے خبردار کیا کہ اگر شیعہ ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ نہ رکا تو ایم ڈبلیو ایم آرمی ہیڈکوارٹر، ایوانِ صدر، اور وزیراعظم ہاؤس کا گھیراؤ کرے گی۔ لیکن حسبِ روایت، اُن کی سب سے سخت تنقید اور شدید لہجے کے بیانات امریکہ کے خلاف تھے۔ اُنہوں نے امریکی سفارت

خانے اور قونصل خانوں کو" پاکستان میں دہشت گردی کے اصل مراکز" قرار دیا، اور کہا کہ اگر ریاستی ادارے ایسا کرنے میں ناکام رہے تو شیعہ خود امریکیوں کو پاکستان سے باہر نکال دیں گے۔ اُن کے مطابق امریکہ کو ایران، عراق، لبنان اور شام میں شکست ہو چکی ہے اور پاکستان میں بھی اُسے یہی انجام دیکھنا پڑے گا۔ ایم ڈبلیو ایم کے رہنما نے دھمکی دی: "ہم امریکیوں کو ذلت کے ساتھ پاکستان سے نکال باہر کریں گے[460]۔

2012ء کے دوسرے نصف میں ایم ڈبلیو ایم کی سرگرمیاں عروج پر رہیں۔ ان میں شامل تھے: 18 جولائی کو گلگت-بلتستان میں ناصر عباس جعفری کے ملک سے اخراج کے حکم کے بعد پیدا ہونے والا شدید ردعمل[461]، 8 اگست کو چنیوٹ میں رہا شدہ لشکرِ جھنگوی کے دہشت گرد ملک اسحٰق کے خطاب کے خلاف احتجاج[462]، 16 اگست کو گلگت جانے والے بس مسافروں کے منتخب قتل کے نئے واقعے کے بعد احتجاج[463]، 3 ستمبر کو اسلام آباد میں نیشنل پریس کلب کے سامنے احتجاجی کیمپ کا قیام[464]، اور 15 ستمبر کو اسلام آباد میں تمام شیعہ جماعتوں کا ایک اجلاس کا انعقاد۔ اِس اجلاس میں چند ایم این ایز بھی شریک ہوئے، لیکن شیعہ علما کونسل یا ٹی جے پی/ آئی ٹی پی کی شرکت نہیں ہوئی[465]۔ اسی دوران، ایم ڈبلیو ایم نے پوری دلجمعی کے ساتھ اُس اسلام مخالف فلمی ٹریلر" Innocence of Muslims " کے خلاف احتجاج میں حصہ لیا، جس نے پاکستان میں خاص طور پر شدید غصے اور مظاہروں کو بھڑکایا[466]۔ 16 ستمبر کو آئی ایس او اور ایم ڈبلیو ایم نے باوجود پابندی کے امریکی قونصل خانے کی طرف احتجاجی ریلی کا رخ کیا۔ پولیس نے اُس ریلی پر لاٹھی چارج کیا اور فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں ایک شخص سید رضا تقوی شہید ہو گیا۔ اُن کی شہادت اور مبینہ پولیس بربریت کئی مہینوں تک ایم ڈبلیو ایم کے لیے ایک نئی رنجش کا باعث بن گئی[467]۔ جیسا کہ مہرین زہرہ ملک نے بیان کیا: "ایک ایسی جماعت کے لیے جو...... خود کو قومی اور سیاسی میدان میں متحرک کرنا چاہتی رہے اور پاکستان میں شیعوں کی حتمی نمائندہ کے طور پر اُبھرنا چاہتی ہے، اِس اسلام مخالف فلم نے بالکل موزوں موقع فراہم کیا...... تاکہ وہ اپنی عوامی شناخت اُجاگر کر سکے[468]۔" حقیقت یہ ہے کہ ایم ڈبلیو ایم نے اِس فلم کے خلاف احتجاج کو اکتوبر 2012ء تک جاری رکھا[469]۔ اور 9 اکتوبر کو ملالہ یوسفزئی پر ہونے والے قاتلانہ حملے کے بعد، جس کی پاکستان کے تقریباً تمام عوامی شخصیات نے شدید مذمت کی، ناصر عباس جعفری بھی اُن آوازوں میں شامل ہو گئے جن کا دعویٰ تھا کہ" ملالہ پر حملہ امریکی اور اسرائیلی ایجنٹوں نے کیا تاکہ عوام کی توجہ اُس گستاخانہ فلم کے خلاف عالمی ردعمل سے ہٹائی جا سکے[470]۔"

نومبر 2012ء میں امین شہیدی نے پاکستان میں شیعہ کمیونٹی کے درمیان ہم آہنگی فروغ دینے کے لیے ایک "شیعہ یکجہتی کونسل" کے قیام کا اعلان کیا، اور وضاحت کی کہ ایم ڈبلیو ایم نے پاکستان کی تمام شیعہ جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں۔ انہوں نے 1995ء سے موجود ملی یکجہتی کونسل کا بھی ذکر کیا[471] مگر یاد دہانی کروائی کہ ملی یکجہتی کونسل پاکستان میں شیعوں کے خلاف ہونے والے تشدد کو روکنے میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکی[472]۔ 14 نومبر، یعنی اُس سال محرم سے دو دن قبل، ناصر عباس جعفری نے حکومتی اہلکاروں سے اپیل کی کہ وہ ماتمی جلوسوں کو محدود کرنے کے حوالے سے "غیر ذمہ دارانہ بیانات" نہ دیں۔ اِس کے بجائے اُنہیں محرم کے دوران جلوسوں اور ماتمیوں کی حفاظت کے مناسب اقدامات کرنا چاہئیں، جو شیعہ شہریوں کا بنیادی قانونی حق ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت کو اُن افراد کے خلاف کارروائی کرنی ہوگی جو مذہبی نفرت کو ہوا دے رہے ہیں؛ ورنہ اُسے بھی دہشت گردی کے لیے مساوی طور پر ذمہ دار

سمجھا جائے گا473۔ اُسی ماہ، اُنہوں نے تمام پاکستانی شیعوں پر لازم قرار دیا کہ وہ 9 اور 10 محرم کو ’’عزاداری کے جلوس‘‘ میں شرکت کریں تاکہ یزیدی قوتوں کی امام حسین کی عزاداری کو تنہا کرنے کی کوششیں ناکام بنائی جاسکیں۔ اُنہوں نے ملک گیر فوجی کارروائی کے ذریعے دہشت گردوں کے خاتمے کا مطالبہ بھی کیا، اور کہا کہ میڈیا کو ’’بدنام کالعدم گروہوں‘‘ کے بیانات شائع یا نشر کرنے سے گریز کرنا چاہیے474۔

جنوری 2013 میں، ایم ڈبلیو ایم اُن چند جماعتوں میں شامل تھی جو طاہر القادری کے اسلام آباد کے ’’لانگ مارچ‘‘ کی حمایت کر رہی تھیں، جس کا مقصد عام انتخابات سے قبل اہم اصلاحات نافذ کرنا اور کرپٹ افراد کو انتخابات میں حصہ لینے سے روکنا تھا475۔ دیگر زیادہ تر جماعتوں کے برعکس، ایم ڈبلیو ایم نے ٹی ٹی پی کے ساتھ مذاکرات کی صریحاً تردید بھی کر دی۔ امین شہیدی نے اِستدلال کیا کہ ملکی طالبان نے نہ صرف بے گناہ شہریوں بلکہ سکیورٹی اہلکاروں کا بھی قتل کیا ہے، اور شکایت کی کہ دنیا میں کہیں بھی دہشت گردوں کے ساتھ پاکستان جتنا نرم رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ اُنہوں نے کہا کہ ’’شہداء کا مقدس خون‘‘ حکومت سے یہ تقاضا کرے گا کہ وہ ٹی ٹی پی کے ’’بدنام دہشت گردوں‘‘ کے خاتمے کے لیے غیر جانبدارانہ کارروائی کرے، بجائے اِس کے کہ اُن کے ساتھ مذاکرات کرے476۔

10 جنوری 2013ء کو کوئٹہ میں اب تک کے سب سے شدید دہشت گردانہ حملے میں کم از کم 87 شیعہ شہید ہو گئے، جس کے بعد ایم ڈبلیو ایم نے ملک گیر احتجاجی تحریک کی قیادت کی۔ اِس تحریک میں غیر شیعہ عناصر نے بھی حصہ لیا اور اِس نے پی پی پی کی سربراہی میں جانے والی سابقہ حکومت کو بعض مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا477۔ امین شہیدی نے براہِ راست جنرل اشفاق پرویز کیانی کو چیلنج کیا: ’’میں فوج کے سربراہ سے سوال کرتا ہوں: آپ نے اِن اضافی تین سالوں میں کیا کیا جو آپ کو [عہدے میں] ملے؟ آپ نے ہمیں مزید موت کے علاوہ کیا دیا؟‘‘ اِس کے باوجود ایم ڈبلیو ایم نے مقامی ہزارہ رہنماؤں کے ساتھ مل کر مطالبہ کیا کہ فوج کوئٹہ کی سکیورٹی سنبھالے478۔ مقتولین کے رشتہ دار علمدار روڈ پر 87 تابوتوں کے ساتھ دھرنا دے کر بیٹھ گئے، اور اِس دوران پندرہ نکات پر مشتمل مطالبات کی فہرست مرتب کی گئی، جو درج ذیل تھی:

1) بلوچستان کے وزیرِ اعلیٰ کو لازماً مُستعفی ہونا چاہیے؛ بلوچستان کی صوبائی حکومت کو برطرف کیا جائے، صوبے میں گورنر راج نافذ کیا جائے، اور امن و امان اور تمام شہریوں—بشمول شیعہ برادری—کی حفاظت کی براہِ راست ذمہ داری اور جوابدہی فوج کے سپرد کی جائے۔

2) سپاہِ صحابہ پاکستان پر عائد قانونی پابندی کا مکمل اور سخت نفاذ کیا جائے، جسے فی الحال نئے نام اہلسنت والجماعت کے تحت آزادانہ سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت ہے۔ ASWJ کے رہنماؤں کو گرفتار کیا جائے اور شیعہ مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر پر اُنہیں سزا دی جائے۔

3) صوبے کے اُن بدنام زمانہ علاقوں میں ہدفی فوجی کارروائی کی جائے جو لشکرِ جھنگوی (SSP–ASWJ) کے تربیتی کیمپوں اور پناہ گاہوں کے طور پر معروف ہیں، خصوصاً سریاب روڈ کوئٹہ، کنک اور مستونگ۔ SSP (جو اس وقت ASWJ–LeJ کے طور پر کام کر رہی ہے) کے

تمام رہنماؤں اور دہشت گردوں کو گرفتار کر کے فوری سماعتوں کے بعد مثالی سزائیں دی جائیں۔

4) ASWJ–LeJ کے اُن دہشت گردوں کی سزائے موت فوراً نافذ کی جائے جنہیں عدالت پہلے ہی موت کی سزا سنا چکی ہے۔

5) مقامی اخبارات اور ٹی وی چینلز میں لشکرِ جھنگوی–SSP کی جانب سے شیعہ کمیونٹی کو دی جانے والی دھمکیوں کی اشاعت روکی جائے۔ میڈیا پر احمد لدھیانوی، طاہر اشرفی، ملک اسحاق اور دیگر ASWJ–LeJ رہنماؤں کو نشر و اشاعت کی سہولت دینے کا سلسلہ بند کیا جائے۔

6) ایک ہزار سے زائد شیعہ شہداء کے لواحقین کو معاوضہ دیا جائے (فی کس دس لاکھ روپے)، اور زخمیوں کو پانچ لاکھ روپے اور مفت علاج کی سہولت فراہم کی جائے؛ دہشت گردی کے واقعات میں زخمی ہونے والوں کا علاج آغا خان ہسپتال کراچی اور دیگر معتبر ہسپتالوں میں سرکاری خرچ پر کرایا جائے۔

7) اُن تمام متاثرہ خاندانوں کے افراد کو روزگار فراہم کیا جائے جن کے سربراہ یا کفیل جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

8) بے گناہ شیعہ مسلمانوں کو، جو بے بنیاد مقدمات میں گرفتار ہیں، فی الفور رہا کیا جائے۔

9) شیعہ تاجروں، ٹرانسپورٹروں، دکانداروں، سرکاری افسران، اور سکول، کالج و یونیورسٹی کے طلبہ کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے۔

10) اُن علاقوں میں پولیس کی سکیورٹی چوکیاں قائم کی جائیں جہاں شیعہ مسلسل نشانہ بنتے رہے ہیں۔ خصوصاً علمدار روڈ اور ہزارہ ٹاؤن کے اندر اور اردگرد مستقل چوکیاں قائم کی جائیں۔

11) شیعہ رضاکاروں اور باشندوں کو اپنے دفاع کے لیے سرکاری لائسنس یافتہ اسلحہ، ایکس رے اسکینرز اور تربیت فراہم کی جائے۔ شیعہ اسکاوٹس اور رضاکاروں کو شیعہ علاقوں میں نجی سکیورٹی قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔

12) بلوچستان یونیورسٹی اور دیگر اداروں میں شیعہ ہزارہ اور تمام شیعہ طلبہ کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کو یقینی بنایا جائے۔

13) اُن شیعہ ہزارہ خاندانوں کو دوبارہ آباد کیا جائے جنہیں خضدار اور مچھ سے بے گھر کیا گیا،

اور اُنہیں تحفظ اور معاوضہ فراہم کیا جائے۔

14) میڈیا میں دیوبندی عسکریت پسندوں SSP ((ASWJ–LeJ) کے ہاتھوں ہونے والی شیعہ نسل کشی کی مکمل اور درست کوریج کی جائے؛ اسے ہزارہ تک محدود، نسلی تنازع یا سنّی–شیعہ فرقہ وارانہ مسئلہ قرار دے کر مبہم نہ بنایا جائے۔ حکومتِ پاکستان، خصوصاً پیمرا، اُن چینلز اور اخبارات کے خلاف کارروائی کرے جو شیعہ نسل کشی کو غلط طور پر سنّی–شیعہ فرقہ واریت یا مخصوص ہزارہ مسئلے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

15) ایک اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے، جس میں اقوامِ متحدہ، ہیومن رائٹس واچ، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے اراکین بھی شامل ہوں، تاکہ عسکریت پسند گروہوں اور فوجی و نیم فوجی اداروں کے درمیان مبینہ گٹھ جوڑ کی تحقیقات کی جا سکیں[479]۔

یہ مطالبات – جن کی تشکیل میں بظاہر سیکولر مزاج ہزارہ رہنماؤں کا نمایاں کردار شامل تھا، جو مجلسِ وحدتِ مسلمین (MWM) کے اشتراک سے کوئٹہ سولڈیریٹی کونسل (QSC)[480] کے پلیٹ فارم پر اِس احتجاج کی قیادت کر رہے تھے- قابلِ توجہ طور پر اُن تمام اشاروں سے خالی تھے جو امریکی سرپرستی کے تحت شیعہ مخالف دہشت گردی سے متعلق ہوتے ہیں اور جو عموماً MWM کے خطابات اور بیانیے کا مستقل حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ دوسری جانب، اِس فہرست کا نکتہ نمبر 14 زیادہ واضح طور پر ملک گیر شیعہ تنظیموں کے مؤقف کی ترجمانی کرتا تھا، یعنی اس بات کی سختی سے نفی کہ کوئٹہ میں شیعہ مخالف تشدد کو محض ہزارہ کمیونٹی تک محدود یا نسلی محرکات کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ جہاں تک "سنّی بمقابلہ شیعہ فرقہ وارانہ تشدد" کی اصطلاح کا تعلق ہے- جو پاکستانی مرکزی دھارے کے میڈیا میں عام رائج ہے- تو اس کے ردّ میں ہزارہ سیکولر حلقے اور MWM جیسے شیعہ اسلام پسند گروہ یکساں طور پر متفق تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اصطلاح باہمی تشدد یا دونوں گروہوں کی جانب سے مساوی ردِعمل کا تاثر دیتی ہے، حالانکہ حقیقت میں زیادہ تر واقعات میں بے گناہ شیعہ افراد یکطرفہ، کھلی دہشت گردی اور سفاکانہ قتل و غارت کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ کچھ ہفتے بعد امین شہیدی نے بیان کیا:

سُنّی–شیعہ لڑائی جیسے الفاظ کا استعمال دراصل امریکہ اور مغربی طاقتوں کی پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ بعض این جی اوز اور یہاں تک کہ میڈیا کے چند ایسے عناصر بھی، جو مغرب یا امریکی مفادات کے ساتھ وابستہ ہیں، بار بار اِن اِصطلاحات کو استعمال کرتے ہیں تاکہ فرقہ واریت کو ہوا دی جا سکے۔ ... پاکستان میں فرقہ وارانہ تشدد کسی بھی طور سنّیوں اور شیعوں کی باہمی لڑائی نہیں۔ یہ درحقیقت دہشت گردوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک جنگ ہے۔ ... دہشت گرد عناصر اور گروہ کسی طور پر بھی سنّی مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتے۔ ... مغرب نواز حلقے اِن اصطلاحات

کا استعمال پاکستان میں فرقہ واریت کو بڑھاوا دینے کے لیے کرتے ہیں[481]۔

یقیناً اِس بات کا کوئی امکان نہیں تھا کہ حکومت درج بالا تمام مطالبات مان لے گی[482]۔لیکن اِس کے باوجود ناصر عبّاس جعفری نے 14 جنوری کو علمدار روڈ کے دھرنے کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے کوئٹہ یکجہتی کونسل (QSC) کے سربراہ عبدالقیوم چنگیزی کے ساتھ[483]نت یہ دعویٰ کیا کہ حکومت اِن مطالبات کے سامنے جھک گئی ہے۔ بہر حال، سب سے اہم اور علامتی کامیابی صوبائی وزیرِ اعلیٰ کی برطرفی اور بلوچستان میں گورنر راج کا نفاذ (مطالبہ نمبر ا) تھی، جب کہ غالب گمان ہے کہ فہرست میں شامل چند دیگر مطالبات کے بارے میں بھی حکومت نے کچھ وعدے کیے ہوں گے۔لیکن گورنر راج بھی 16 فروری کو کوئٹہ میں ہزارہ برادری پر ہونے والے ایک اور شدید دہشت گرد حملے کو نہ روک سکا[484]۔ایک بار پھر پورے ملک میں شدید ردِّعمل دیکھنے میں آیا، اور متعدد احتجاجی ریلیاں نکلیں جو صرف شیعہ حلقوں تک محدود نہ تھیں 485؛ پاکستان کے باہر بھی احتجاجی سرگرمیاں ہوئیں[486]۔تحریک ملت جعفریہ (MWM) نے ایک مرتبہ پھر بھرپور انداز میں احتجاجی مہم میں حصہ لیا اور اس مرتبہ اس نے حکومت سے تحریری معاہدے کا مطالبہ کیا، تاکہ کوئٹہ اور اس کے گردونواح میں شیعہ مخالف دہشت گردوں کے خلاف ایک مخصوص اور ہدفی کارروائی کی جائے[487]۔تاہم 20 فروری تک، بلوچستان کے گورنر اور وفاقی حکومت کی جانب سے یقین دہانیوں کے بعد، MWM اور QSC ایک اور دھرنا، جس میں مقتولین کے تابوت رکھے گئے تھے، ختم کرنے پر آمادہ ہو گئے[488]۔

مارچ 2013ء میں، الیکشن کمیشن میں MWM کی رجسٹریشن کے فوراً بعد، اُس کی قیادت کو بھرپور اعتماد تھا کہ پارٹی 11 مئی کے پارلیمانی انتخابات میں نمایاں کارکردگی دکھائے گی۔اُس کے سیاسی وِنگ کے سیکرٹری، ناصر عباس شیرازی نے اعلان کیا کہ MWM قومی اسمبلی کی 60 اور صوبائی اسمبلی کی 40 نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کرے گی، خصوصاً اُن حلقوں میں جہاں شیعہ آبادی غالب ہے۔اُن کا کہنا تھا کہ انتخابات میں حصہ لینے کا بنیادی مقصد انتہاپسند عناصر کو سیاست میں داخل ہونے سے روکنا ہے، اور انہیں توقع تھی کہ بڑی تعداد میں سُنّی ووٹرز، بالخصوص بریلوی مکتبِ فکر کے افراد، فطری طور پر MWM کے حامی ہوں گے۔ بریلوی سنی اتحاد کونسل اور سید ساجد نقوی کی شیعہ علماء کونسل کے ساتھ انتخابی اتحاد کی کوششیں بھی کی گئیں۔ کراچی میں، جہاں MWM نے صوبائی اسمبلی کی دس اور قومی اسمبلی کی گیارہ نشستوں پر امیدوار کھڑے کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، اس کے مرکزی رہنما اصغر زیدی نے اعلان کیا کہ نشستوں کی ایڈجسٹمنٹ کسی بھی جماعت کے ساتھ ممکن ہے، بشرطیکہ تین شرائط پوری کی جائیں:

اوّل-- وہ امریکی خارجہ پالیسیوں کے دوہرے معیار کے خلاف واضح موقف رکھتی ہو؛

دوم - وہ ہر قسم کی دہشت گردی، خصوصاً پاکستان کو متاثر کرنے والی دہشت گردی، کی مخالفت کرتی ہو؛

سوم-- وہ اسلام سمیت تمام مذاہب کا احترام کرتی ہو[491]۔

11 اپریل تک کراچی میں MWM کے منظور شدہ امیدواروں کی تعداد گھٹ کر 12 رہ گئی تھی، جن میں پانچ قومی اسمبلی کے امیدوار شامل تھے[492]،تاہم کراچی بدستور اس کی انتخابی مہم کا مرکز رہا[493]۔ایک ہفتے بعد دیے گئے ایک انٹرویو میں، زیدی نے دعویٰ کیا کہ

کراچی میں" پچاس لاکھ سے زائد شیعہ" آباد ہیں، جو اب تک بنیادی طور پر MQM کو ووٹ دیتے آئے تھے، مگر اب یہ صورتِ حال MWM کی وجہ سے بدل جائے گی۔ اُن کے الفاظ میں: "ہماری کمیونٹی کے بہترین لوگ نشانہ بنائے گئے اور کسی نے ہماری فریاد نہ سنی۔ اب ہم اپنے حقوق اور شیعہ کمیونٹی کے تحفظ کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں[494]"۔

MWM نے 6 اور 7 اپریل 2013ء کو اسلام آباد میں منعقد ہونے والے اپنے کنونشن میں انتخابی حکمت عملی کو حتمی شکل دی، جہاں 500 نمائندوں نے سیکریٹری جنرل ناصر عباس جعفری کے لیے مزید تین سالہ مدت کی توثیق بھی کی[495]۔ 21 اپریل کو انہوں نے کراچی کے نشتر پارک میں منعقدہ ایک اور بڑے کنونشن سے خطاب کیا، جہاں انہوں نے MWM کا منشور پیش کیا اور یہ اعلان کیا کہ جماعت "ہر محب وطن، مذہبی یا سیاسی تنظیم کے ساتھ ہاتھ ملانے کے لیے تیار ہے جو ملک سے دہشت گردی کے خاتمے کے لیے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائے۔" انہوں نے تاجروں کا اعتماد بحال کرنے کا وعدہ بھی کیا اور کہا کہ MWM "کراچی ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش کرے گی[496]۔" MWM کا منشور 22 اپریل کو لاہور میں میڈیا کے سامنے بھی پیش کیا گیا۔ اس کی توجہ پاکستان کے اقتصادی مسائل پر مرکوز تھی، اور اس میں چالیس سے پچاس برس پر محیط ایک جامع "قومی منصوبہ" تشکیل دینے کی تجویز دی گئی۔ اگرچہ MWM چاہتی تھی کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں فلسطین اور کشمیر کو مرکزی حیثیت دی جائے، لیکن اس نے "ریاست کے اندر ریاست"، "دہشت گردی" اور "جنونیوں کے نام نہاد جہاد" کو یکسر مسترد کر دیا[497]۔

24 اپریل کو روزنامہ ڈان نے، جس نے اب تک تقریباً MWM کو نظر انداز کیا تھا، ایک مضمون شائع کیا جس میں اُس کے انتخابی امکانات پر تبصرہ کیا گیا، اور اُس میں دیگر باتوں کے ساتھ یہ کہا گیا:

پیپلز پارٹی کی بڑھتے ہوئے شیعہ مخالف حملوں کو روکنے میں ناکامی کے تاثر نے کمیونٹی میں اُس کے روایتی حامیوں کو مایوس کر دیا ہے۔ یہ تاثر کافی مضبوط ہے، حالانکہ دو پرانی شیعہ جماعتیں ابھی بھی پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں— ITP، جس کی قیادت ساجد نقوی کر رہے ہیں، نے پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد کیا ہوا ہے، جبکہ TNFJ کے حامی، جن کی قیادت حامد علی موسوی کر رہے ہیں، روایتی طور پر پیپلز پارٹی کو ووٹ دیتے آئے ہیں۔تاہم، MWM کے انتخابات میں حصہ لینے اور ملک بھر میں الیکشن لڑنے کے فیصلے نے اِس بار شیعہ ووٹ کے حوالے سے سوالات اور قیاس آرائیوں کو جنم دیا ہے کہ کہیں اِس مرتبہ یہ توازن بگڑ نہ جائے۔

درحقیقت، MWM کئی وجوہات کی بنا پر توجہ حاصل کر رہی ہے۔ سب سے پہلی وجہ اِس کی حیران کن ابتدائی کارکردگی ہے جو ہزارہ حملوں کے بعد احتجاجات میں نظر آئی۔ ملک بھر میں پُرامن احتجاجات نے سب کو حیران کر دیا اور اسلام آباد میں پیپلز پارٹی کی قیادت والی حکومت کو بلوچستان میں گورنر راج نافذ کرنے پر مجبور کر دیا۔ سب سے زیادہ متاثر کن بات یہ تھی کہ پارٹی نے کراچی میں بھی احتجاجات کو منظم کیا، جہاں MQM کو سڑکوں پر اثر و رسوخ رکھنے والی

جماعت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔[...] لیکن پارٹی کی اِس بلند پروفائل اور شیعہ کمیونٹی کے جذبات کے باوجود، کیا یہ واقعی نشستیں جیت پائے گی؟ اِس وقت اِس بارے میں یقینی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے، نہ صرف اِس لیے کہ MWM نئی جماعت ہے، بلکہ اِس لیے بھی کہ ماضی میں شیعہ کمیونٹی نے کبھی بھی یکجا/بطور بلاک ووٹ نہیں دیا[498]۔

دس دن بعد، ایک ہزارہ دانشور جو MWM کے مخالف تھے، نے درج ذیل معقول پیشگوئیاں کیں، جو بعد میں درست ثابت ہوئیں:

MWM ان تمام حلقوں میں الیکشن لڑے گی جہاں شیعہ ووٹ بینک کا خاطر خواہ حصہ موجود ہے۔ زیادہ تر یہ علاقے پاراچنار، کوئٹہ، اور کراچی کے کچھ حصے ہوں گے۔یہ بات یقینی ہے کہ MWM پاراچنار میں کامیاب نہیں ہو پائے گی کیونکہ مقامی طوری قبائل پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں، اور کراچی میں اردو بولنے والے اپنے قوم پرست پارٹی، MQM کے دِلی حامی ہیں۔ MQM کبھی بھی MWM کو اپنے حلقے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گی۔وہ تمام متحرک 'شیعہ کارکن ' جو ابتدا میں MWM کی حمایت کر رہے تھے، اب پیچھے ہٹ چکے ہیں اور اب وہ اپنی اپنی سیاسی جماعتوں (پیپلز پارٹی اور MQM) کی حمایت کر رہے ہیں۔اگر ایم ڈبلیو ایم PB-2 میں کامیاب ہوئی، تو یہ پورے پاکستان میں واحد حلقہ ہوگا جو کسی شیعہ اسلام پسند جماعت کو اسمبلی میں بھیجے گا۔ ایسی جماعت کے قائدین کھلے عام کسی اور ملک کے سیاسی رہنما سے وفاداری کا اظہار کرتے ہیں[499]۔

درحقیقت کراچی کی پشتون آبادی میں حالیہ برسوں کے دوران بڑھتے ہوئے ٹی ٹی پی کے نفوذ کے باوجود، اور بعض مشترک دشمنوں، خصوصاً ٹی ٹی پی، کے خلاف مضبوط موقف کے باوجود، ایم کیو ایم ہی ایم ڈبلیو ایم کی سب سے سخت سیاسی حریف ثابت ہوئی[500]۔اگرچہ ایم کیو ایم کے ایک بڑے طبقے کے کارکن شیعہ تھے اور اُن میں سے کچھ لشکر جھنگوی کے ہاتھوں ہدف بھی بنے تھے[501]، تاہم ایم ڈبلیو ایم مسلسل اِس جماعت پر ایس ایس پی/اے ایس ڈبلیو جے سے گٹھ جوڑ کے الزامات عائد کرتی رہی ہے[502]۔انتخابات سے پہلے کے دنوں میں ایم ڈبلیو ایم نے شکایت کی کہ ایم کیو ایم اس کی انتخابی مہم میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے، اور اس نے مطالبہ کیا کہ کراچی میں ووٹروں اور امیدواروں کی حفاظت کے لیے فوج تعینات کی جائے[503]۔انتخابات میں شکست کے بعد ایم ڈبلیو ایم کے رہنماؤں نے الزام لگایا کہ ایم کیو ایم نے چار کراچی حلقوں میں دھاندلی کی اور اس کے امیدواروں پر جارحانہ کارروائیاں کیں[504]۔

9 مئی کو انتخابی مہم کے اختتام تک قومی اسمبلی کی نشستوں کے لیے ایم ڈبلیو ایم کے امیدواروں کی تعداد گھٹ کر صرف 20 رہ گئی تھی، جن میں 12 سندھ، 7 پنجاب اور ایک کوئٹہ سے تھا۔اِس کے علاوہ ایم ڈبلیو ایم نے صوبائی اسمبلی کی نشستوں کے لیے 52 امیدوار کھڑے کیے (27 سندھ، 20 پنجاب اور 5 بلوچستان سے)[505]۔جماعت نے بریلوی سنی تحریک اور جے یو پی کے ساتھ انتخابی مفاہمت کر لی تھی[506] لیکن سید ساجد نقوی کی شیعہ علماء کونسل کے ساتھ مجوزہ اتحاد قائم نہ ہو سکا۔بعد ازاں، شیعہ علماء کونسل نے آئی ٹی پی کے پلیٹ فارم سے

انتخابات لڑنے کو ترجیح دی اور پیپلز پارٹی کے ساتھ اتحاد برقرار رکھا[507] لیکن اُسے بدترین ناکامی کا سامنا کرنا پڑا؛ 11 مئی کو قومی اسمبلی کے لیے ڈالے گئے 4,53,88,404 ووٹوں میں سے وہ صرف 2,694 ووٹ حاصل کرسکی۔ ایم ڈبلیو ایم نے بھی قومی اسمبلی کے لیے صرف 41,520 ووٹ (0.09 فی صد) حاصل کیے[508] اور کوئٹہ کی واحد صوبائی نشست (PB-2) حاصل کی[509]۔ یہ کارکردگی 2010ء سے مختلف اجتماعات میں ایم ڈبلیو ایم کی جانب سے دکھائی گئی عوامی بسیج کے مقابلے میں نہایت کم تھی، اور 2013ء میں عمران خان کی پی ٹی آئی کی غیر معمولی کامیابی کے بالمقابل بھی بہت مایوس کن تھی۔ پی ٹی آئی، جس نے 2002ء میں صرف ایک قومی اسمبلی کی نشست جیتی تھی اور 2008ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا تھا، 2013ء میں قومی اسمبلی کے امیدواروں کے لیے ڈالے گئے 76,79,954 ووٹ (16.92 فی صد) لے کر دوسری بڑی جماعت بن کر اُبھری[510]۔ ایم کیو ایم کا قومی اسمبلی کے ووٹوں میں حصہ 2008ء کے 7.43 فی صد (25,73,795 ووٹ) سے کم ہو کر 2013ء میں 5.41 فی صد (2,456,153 ووٹ) رہ گیا لیکن یہ کمی بنیادی طور پر پی ٹی آئی کے عروج کا نتیجہ تھی، نہ کہ کراچی میں ایم ڈبلیو ایم سے کسی حقیقی انتخابی مقابلے کا۔ اسی طرح پیپلز پارٹی کو 2008ء کے 30.79ء فی صد (10,666,548 این اے ووٹ) سے گر کر 2013ء میں 15.23 فی صد (6,911,218 ووٹ) تک آنے والے بھاری نقصان کا فائدہ بھی صرف ن لیگ اور پی ٹی آئی کو ہوا، ایم ڈبلیو ایم کو نہیں۔

اِمکان غالب ہے کہ انتخابات میں ایم ڈبلیو ایم کی ناکامی کی بنیادی وجہ پاکستان میں رائج اکثریتی ووٹنگ نظام تھا، جو ہمیشہ ہی چھوٹی جماعتوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا ہے، خصوصاً ایسے حالات میں جب شیعہ آبادی جغرافیائی طور پر منتشر ہو[511]۔ چنانچہ بہت سے پُرخلوص حامیوں نے بھی اُن حلقوں میں ایم ڈبلیو ایم کو ووٹ نہیں دیا ہوگا جہاں اس کے امیدواروں کے جیتنے کے امکانات سرے سے موجود ہی نہیں تھے۔ یہی رکاوٹ مرکزی دھارے کی سنّی مذہبی جماعتوں جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعتِ اسلامی کو بھی ہمیشہ درپیش رہی، اور وہ صرف 2002ء میں نمایاں کامیابی حاصل کرسکیں، جب وہ مزید چار جماعتوں کے ساتھ مل کر متحدہ مجلسِ عمل (ایم ایم اے) کی شکل میں میدان میں تھیں[512]۔ لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ایم ڈبلیو ایم، قابل انکار عوامی پذیرائی اور بڑی تعداد میں شیعہ اجتماعات اپنی طرف کھینچنے کے باوجود، 2013ء کے انتخابات میں اُن ووٹوں سے بھی کم ووٹ حاصل کرسکی جو ٹی این ایف جے نے 1988ء میں حاصل کیے تھے، حالانکہ 1988ء میں ڈالے گئے کُل ووٹوں کی تعداد 2013ء کے مقابلے میں نصف سے بھی کم تھی[513]۔

ایم ڈبلیو ایم کے سیکرٹری جنرل نے شکست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اُن کے مطابق امریکا اور سعودی عرب نے انتخابات میں مداخلت کرکے ”اپنے من پسند نتائج حاصل کرلیے“۔ اُنہوں نے الیکشن کمیشن، نگران حکومت، اور سیکیورٹی وخفیہ اداروں پر بھی قوم کے ”ووٹ چرانے“ کا الزام عائد کیا[514]۔ تاہم اِس کے باوجود، ایم ڈبلیو ایم 2010ء سے شیعہ برادری کے اجتماعی مسائل اور شکایات کی ایک مؤثر ترجمان جماعت کے طور پر ابھر چکی ہے، اور انتخابات میں اپنی پہلی آزمائش میں ناکامی کے باوجود آئندہ برسوں میں بھی یہ کردار جاری رکھے گی۔ اِس کے آئندہ اثر و رسوخ کا دارومدار بڑی حد تک اِس بات پر ہوگا کہ آیا ریاست پاکستان میں پرتشدد انتہا پسندی کے خلاف اپنی کارکردگی بہتر بنا سکتی ہے اور اپنے شیعہ شہریوں کو مؤثر تحفظ فراہم کرسکتی ہے یا نہیں۔

9
خلاصہ اور نتیجہ

یہ کتاب بنیادی طور پر پاکستان میں شیعیت کے تین ایسے پہلوؤں پر بحث کرتی ہے جو بڑی حد تک ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ اوّل، اُن افراد اور تنظیموں کی سرگرمیاں جنہیں" اشتراکی شیعہ" کہا جا سکتا ہے، اور جو جب بھی شیعہ اقلیت کی منفرد شناخت یا اس کے مساوی شہری حقوق کو خطرے میں محسوس کرتے ہیں، پورے اعتماد اور شدت کے ساتھ اُن کا دفاع کرتے رہے ہیں۔ دوم، پاکستان میں شیعہ علماء کی ایک ایسی جماعت کا ارتقا، جس کے بہت سے ارکان نے شیعہ اجتماعی تنظیموں میں نمایاں قیادی کردار ادا کیے اور اس جماعت کے اندرونی تنازعات، جو بظاہر مذہبی عقائد کے اختلافات کے گرد گھومتے رہے، مگر دراصل سماجی مرتبے اور معاشی وسائل کی سرد جنگ سے بھی متعلق تھے۔ اور سوم، سنّی اکثریت کے ساتھ وہ کشیدگیاں جو پاکستان کے ابتدائی تین عشروں میں بھی متعدد تھیں اور بسا اوقات پُرتشدد صورت اختیار کر لیتی تھیں، مگر 1980ء کی دہائی کے بعد ایک سنگین مسئلے کی شکل میں سامنے آئیں، جب مسلکی جنونیت تیزی سے پھیلنے لگی اور شیعہ اقلیت کے خلاف تشدد بڑھتے بڑھتے 2003ء کے بعد ہولناک حد تک پہنچ گیا۔

پاکستان میں شیعیت برصغیر کے اثنا عشری شیعوں کی سات سو برس سے زائد پر محیط تاریخی وراثت کی امین ہے۔ اِس طویل تاریخ میں چودھویں صدی سے ایسے طاقتور علاقائی سلطنتیں اور ریاستیں بھی شامل رہی ہیں جن پر شیعہ حکمران برسرِ اقتدار تھے (سیکشن 1.1)۔ برصغیر میں شیعیت کے فروغ کے جو عوامل نمایاں رہے، اُن میں بعد کے مسلم سلاطین کے عہد میں فارسی ثقافت کا گہرا اثر، اور اُن سیّاح و مبلغین کا مرکزی کردار شامل ہے جو فاتحین کے عقب میں آئے اور مقامی ہندو آبادی کے بڑے حصے کو اِسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ اِن مبلغین میں اکثریت صوفیوں اور/ یا ایرانی یا وسط ایشیائی نژاد سادات کی تھی، جو ایسے دینی افکار و تعلیمات پیش کرتے تھے جن کی روح شیعہ اسلام سے خاصی قربت رکھتی تھی۔ برصغیرِ ہند و پاکستان میں عوامی اسلام آج بھی صوفی اِزم کے گہرے اثرات کا حامل ہے، جس میں پیروں اور اُن کی اولاد کی تعظیم مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ صوفی اِزم سے شیعیت کی طرف منتقلی اکثر نہایت ہموار اور تدریجی رہی ہے۔ اور جب اٹھارہویں صدی سے ہندوستان کے کئی شہروں میں شیعوں کی باقاعدہ تعزیہ جلوسوں کے ذریعے شناخت زیادہ نمایاں ہوئی، تو اِن تقریبات نے بڑی تعداد میں سنّی مسلمانوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کیا، جو اکثر اِن رسوم میں شرکت کرتے تھے۔ ہندوستان اور پاکستان کے شیعہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اُن کی رنگارنگ اور جذباتی عزاداری کی رسومات نے نہ صرف ماضی میں نئے لوگوں کو تشیع کی طرف مائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا، بلکہ آج تک اپنی قوم کے اجتماعی تعلق اور باہمی رشتے کو مضبوط بنانے کا بنیادی ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ یہی بات اُن سنی ناقدین کے ہاں بھی تسلیم کی جاتی ہے جو عوامی عزاداری کے جلوسوں پر اعتراض کرتے ہیں اور بعض اوقات اُنہیں اپنے ہم مذہب افراد کے صحیح عقائد کے لیے ایک" خطرہ" کے طور پر پیش کرتے ہیں (سیکشن 4.6.3؛ 5)۔

اگرچہ گنگا کے وسطی میدان میں واقع ریاستِ اودھ اٹھارہویں صدی کے اوائل سے ہندوستان میں سب سے اہم شیعہ مرکز سمجھی جاتی رہی ہے، تاہم شیعیت نے پنجاب اور اُن دیگر علاقوں میں بھی بنیاد پکڑی جو 1947ء میں مغربی پاکستان کا حصہ بنے یعنی سندھ کے بعض حصے، کرم ویلی، اور گلگت بلتستان۔ تقسیم کے بعد ہندوستان سے آنے والے شیعہ پناہ گزینوں اور دیگر مہاجرین کی بڑے پیمانے پر آمادگی

نے اِس وابستگی کو مزید تقویت بخشی، جن میں سے بہت سے افراد علمی و پیشہ ورانہ اعتبار سے ممتاز طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ 1950ء کی دہائی سے یہ عمومی اندازہ چلا آرہا ہے کہ مغربی پاکستان کی کل آبادی کا 10 سے 15 فیصد حصہ شیعہ ہے جو ایک طرف بڑے شہروں میں مضبوط موجودگی رکھتے ہیں، تو دوسری طرف دیہی پنجاب اور دیہی سندھ کے وسیع علاقوں میں بھی منتشر طور پر آباد ہیں۔ تاہم 1950ء کی دہائی میں پاکستان میں مقامی شیعہ علما کی تعداد بہت کم تھی، اور بعض متعصب افراد کے درمیان یہ حقیقی تشویش پائی جاتی تھی کہ عام شیعوں میں مذہبی تعلیم کی شدید کمی کے باعث شیعہ قوم کے وجود کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے (سیکشن 3.4)۔

1972 کے بعد جب پاکستان میں مشرقی پاکستان شامل نہ رہا، اُس کے بعد ملک میں شیعہ آبادی کا تناسب تقریباً وہی ہے جو آج کی سنّی اکثریتی مسلم دنیا میں مجموعی طور پر شیعہ آبادی کا ہے۔ جیسا کہ ساتویں صدی عیسوی میں سنّی-شیعہ اختلاف کے آغاز سے لے کر مسلم دنیا کے دیگر خطّوں میں ہوتا آیا ہے، برصغیر میں شیعوں کو بھی اکثر سنّی اکثریت کی دشمنی، بلکہ بعض اوقات باقاعدہ ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا، خصوصاً سترہویں اور اٹھارہویں صدیوں میں، جب مغل بادشاہ اکبر کے دَور کی زیادہ سے زیادہ رواداری کی پالیسی کے خاتمے کے بعد حالات تبدیل ہوگئے تھے (سیکشن 1.2)۔ جوں جوں شیعہ تعزیہ جلوس زیادہ نمایاں اور عام ہوتے گئے، اُنہیں نشانہ بنانے والی مہمات میں بھی اضافہ ہوا۔ اٹھارہویں صدی سے اب تک سنّی اور شیعہ مصنّفین کی جانب سے مذہبی مناظرانہ لٹریچر کی ایک بڑی مقدار تصنیف ہوئی، جس کا بڑا حصہ آج بھی دوبارہ شائع ہوتا ہے اور حوالہ جات میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔

لیکن اُنیسویں صدی کے اوائل سے لے کر برصغیر میں برطانوی حکمرانی کے بتدریج پھیلنے کے بعد، شیعوں کو عموماً اِس سے فائدہ پہنچا۔ برطانوی حکمرانوں نے پنجاب کے بعض شیعہ جاگیرداروں میں اپنے سب سے وفادار غلام تلاش کیے اور تمام مکاتب فکر کے لیے مذہبی آزادی کی ضمانت دی، اور ضرورت پڑنے پر مسلکی تنازعات کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے سخت اقدامات بھی کیے۔ مجموعی طور پر ہندو اور مسلمان کے درمیان وہ "تقسیم اور حکمرانی" (divide and rule) کی پالیسی پر عمل کرتے رہے، مگر سنّی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان نہیں۔ دوسری جانب، مذہبی آزادی، جسے شیعوں نے دن بدن ایک فطری حق کے طور پر قبول کرلیا تھا، نے اُن کی "مسلکی" شناخت کو مزید واضح اور مضبوط کرنے میں بھی کردار ادا کیا۔ 1907ء سے شیعہ اشترا کیوں نے خود کو آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے تحت منظم کیا (سیکشن 1.3)، اور 1939ء میں لکھنؤ میں ہونے والی تبرا تحریک نئی شیعہ جرأت وخود اعتمادی کی ایک مضبوط یاد دہانی کے طور پر سامنے آئی (سیکشن 1.2)۔

1947ء میں پاکستان کے قیام کے بعد سے، شیعوں کا موقف رہا ہے کہ اُنہوں نے اِس ملک کے قیام اور آزادی کے بعد اس کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے ہندوستان میں مسلم سیاسی بیداری میں شیعہ افراد کا نمایاں کردار، اور بعد میں "پاکستان تحریک" میں اُن کی شراکت، ناقابل انکار ہے اور شاید اِس تحریک کی کامیابی کے لیے فیصلہ کن بھی رہی ہو (سیکشن 2.1)۔ تاہم 1940ء تا 1947ء کے سالوں میں بہت سے شیعہ اِس خدشے کا شکار تھے کہ مسلمانوں کی واضح سنّی اکثریت والی ممکنہ ریاست میں اُن کا مرتبہ اور حقوق محفوظ رہیں گے یا نہیں، اور اُنہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ سے اِس ضمن میں ضمانتیں طلب کیں۔ محمد علی جناح، پاکستان کے بانی اور علامتی شخصیت (جنہوں نے 1904ء کے لگ بھگ رسمی طور پر اِثنا عشری شیعیت اختیار کی تھی)، ایسے مطالبات سے کچھ پریشان ہوئے اور 1940ء کی دہائی میں زیادہ پرجوش شیعوں سے علیحدہ ہوگئے، تاہم اُنہوں نے مساوی حقوق سے متعلق چند وعدے ضرور کیے جو بعد کے

عشروں میں بار بار حوالہ کے طور پر پیش کیے گئے۔ 1946ء تک، اُن بھارتی ریاستوں کے بیشتر شیعوں نے جو 1947ء میں پاکستان کا حصہ بنیں، جناح کی مسلم لیگ کے لیے بلاشرط حمایت اختیار کرلی تھی (سیکشن 2.2)۔

مارچ 1948ء میں لاہور میں آل پاکستان شیعہ کانفرنس (APSC) کا انعقاد ہوا، جس کی پہل کچھ معروف شیعہ علما اور جاگیرداروں نے کی، جن میں سب سے نمایاں نواب مظفر علی خان قزل بخش تھے، جو 1951 میں APSC کے چیئرمین منتخب ہوئے اور 1982ء میں وفات تک اس عہدے پر برقرار رہے۔ تاہم، APSC کے ابتدائی اجلاس میں منظور ہونے والا ایک فیصلہ، جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ" پاکستان کے تمام مسلمان ایک قوم کے طور پر تسلیم کیے جائیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی مسلک یا نسل سے ہو، اور ایسے قوانین ختم کیے جائیں جو کسی خاص مسلک کے لیے بنائے گئے ہوں" نے زیادہ متحرک شیعہ اشتراکیوں کی شدید مخالفت کو جنم دیا۔ چند دنوں کے اندر، انہوں نے" پاکستان میں شیعہ حقوق کے تحفظ کے لیے ایک تنظیم" (ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، ITHS) قائم کی، جسے ملک گیر حمایت حاصل ہوئی اور 1960ء کی دہائی کے اوائل تک یہ APSC کا سب سے بڑا حریف رہی۔ اِس کی پہلی صدارت مفتی جعفر حسین نے سنبھالی، جو 1979-1980 میں بھی نمایاں کردار ادا کرنے والے تھے، لیکن ITHS کی اصل محرک قوت سیاسی خواہش رکھنے والے عام شہری، سید مظفر علی شمسی تھے (سیکشن 3.1)۔

1950ء کی دہائی میں APSC اور ITHS کبھی کبھار مشترکہ اہداف کے لیے ایک ساتھ آئے، لیکن دونوں تنظیمیں" پاکستان کے شیعہ عوام کی مرکزی ترجمان جماعت" بننے کے لیے باہم مقابلہ کرتی رہیں اور سنّی اکثریت ومتواتر حکومتوں کے بارے میں اُن کے رویے مختلف تھے۔ نواب قزلباش، جن کا سیاسی کیریئر 1958ء میں مغربی پاکستان کے وزیرِ اعلیٰ کے عہدے تک پہنچا وہ بعد میں 1969ء تا 1971ء میں جنرل یحییٰ خان کے تحت وفاقی وزیرخزانہ بھی بنے، ہمیشہ اِس بات کا خیال رکھتے کہ وہ اپنے سنّی ووٹرز اور سیاسی اتحادیوں کو ناراض نہ کریں، اور یہی رویہ دیگر APSC کے رہنماؤں کا بھی رہا۔ ITHS بھی آہستہ آہستہ شیعہ جاگیرداروں کے زیرِ اثر آ گئی، مگر اِس کے کارکن عموماً زیادہ سخت گیر اور جارحانہ رویہ اختیار کرتے تھے، خاص طور پر شیعہ مطالبات، جیسے ریاستی اداروں میں" مناسب نمائندگی" اور اسکولوں وکالجوں میں علیحدہ مذہبی تعلیم (دینیات) کے لیے۔ ایک اور اہم مسئلہ APSC اور ITHS دونوں کے لیے یہ رہا کہ پاکستان کے پہلے آئین کے 1956ء میں نفاذ تک سنّی مذہبی لابی کی کسی ایسی قانون سازی کو روکیں جو مستقبل میں شیعہ حقوق کو نقصان پہنچا سکتی ہو، اور اس معاملے میں شیعہ تنظیمیں کافی کامیاب رہیں (سیکشن 3.2)۔ اگلے دو سالوں میں سنّی سخت گیروں نے عوامی مقامات پر ہونے والے شیعہ محرم جلوسوں پر توجہ مرکوز کی اور ریاستی حکام سے یہ چاہتے تھے کہ اُنہیں محدود کیا جائے، اور ITHS نے شیعہ عزاداری کی روایات اور اُن کے" مذہبی آزادی کے حق" کے دفاع کی قیادت کی (سیکشن 3.5)۔ اگست 1957ء میں شیعہ محرم جلوسوں پر متعدد پرتشدد حملے اور ضدی مخالف شیعہ پروپیگنڈے میں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں دسمبر 1957ء میں منعقدہ آل پارٹی شیعہ کانفرنس میں ITHS اور APSC کے اراکین نے" محفوظ نشستوں" کا مطالبہ کیا۔ اُس وقت یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ 1958ء میں ہونے والے پہلے ملک گیر انتخابات میں زیادہ تر شیعہ امیدواروں کے لیے نشستیں جیتنا ممکن نہیں ہوگا۔ لیکن چند ماہ کے اندر یہ مطالبہ ترک کر دیا گیا، اور قومی اسمبلی کے انتخابات کی بجائے پاکستان نے اکتوبر 1958ء میں اپنا پہلا فوجی انقلاب دیکھا (سیکشن 3.6)۔

جنرل ایوب خان کے دورِ حکومت (1958ء-69ء) کا آغاز کئی شیعوں، بشمول ITHS کے رہنماؤں، نے خوش دلی سے سراہا، کیونکہ اِس دوران سنّی انتہا پسندوں کی سرگرمیوں پر قابو پایا گیا۔لیکن جون 1962ء میں مارشل لا کے خاتمے کے بعد، عزاداری کے خلاف مہم دوبارہ زور وشور سے شروع کی گئی، اور جون 1963ء میں لاہور اور دیگر علاقوں میں محرم کے جلوسوں پر حملے کیے گئے، جو پاکستان میں اب تک کی سب سے شدید مخالف شیعہ تشدد کی وارداتیں تھیں۔1963ء کے فسادات کے اسباب کی تحقیقات کے لیے ایک خصوصی کمیشن قائم کیا گیا، جس نے کئی سفارشات پیش کیں جو بڑی حد تک نافذ کی گئیں۔اگلے چھ سالوں کے دوران محرم میں کوئی سنجیدہ تشدد نہیں ہوا، لیکن شیعوں کو اپنے عزاداری جلوسوں پر مزید پابندیاں قبول کرنی پڑیں (سیکشن 4.2)۔اِس دوران ایک "توازن" (symmetry) کا اصول قائم ہوا، جسے بعد از اں پاکستان کی تمام وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے اپنایا: یعنی سنّی انتہا پسندوں کے خلاف کسی بھی سخت کارروائی کے جواب میں شیعہ عناصر کے خلاف بھی متناسب اقدامات کیے جاتے، خواہ اُن کا معیار یا شدت قابلِ تقابل نہ بھی ہو۔

1963ء کے مخالف شیعہ فسادات کا ایک اور نتیجہ ایک نئی تحریک کی شکل میں سامنے آیا، جس کی قیادت مذہبی عالم اور مبلغ سید محمد دہلوی نے کی۔اِس تحریک نے ITHS اور APSC دونوں کی اہمیت کو پیچھے چھوڑ دیا اور 1966ء-1968ء کے دوران شیعہ کمیونٹی کی اب تک کی سب سے بڑی اجتماعی سیاسی تنظیم نو کے لیے راستہ ہموار کیا۔یہ تحریک جنوری 1964ء میں کراچی میں منعقدہ "آل پاکستان شیعہ علما کانفرنس" سے شروع ہوئی اور تین اہم مطالبات پر مرکوز تھی، شیعوں کے لیے علیحدہ دینیات، شیعہ مذہبی اوقاف پر مکمل کنٹرول، اور عزاداری کی آزادی اور تحفظ۔اِن تینوں مطالبات کو "خالصتاً مذہبی" قرار دیا گیا، اور دہلوی کو مارچ 1964ء میں صدر ایوب خان سے ملاقات کا موقع ملا، جہاں اُنہیں مبہم وعدے دیے گئے۔تاہم حکومت کی جانب سے مسلسل تاخیری حربے اور APSC و ITHS کے رہنماؤں کی جانب سے اِن تین مطالبات پر اپنی الگ سودے بازی کرنے کی کوششوں نے دہلوی کو اپنی تحریک 1966ء میں شروع کرنے پر مجبور کیا۔اُنہوں نے مرکزی "شیعہ مطالبات کمیٹی" (SMC) قائم کی اور SMC کی شاخیں سینکڑوں شہروں میں قائم کیں۔دہلوی ایک پرکشش اور مؤثر رہنما کے طور پر اُبھرے، جن کے وفادار حامیوں نے متعدد بڑے اجتماعات اور منظم سڑک احتجاج کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالا، اور آخر کار نومبر 1968ء میں اِن "تینوں مطالبات" کی مکمل منظوری حاصل کی گئی (سیکشن 4.3 اور 4.5)۔

اِس بیرونی کامیابی کے باوجود، عزاداری کی مذہبی روایات اور رسومات کو پاکستان کے بعض شیعہ علما ہی نے شدید چیلنج کرنا شروع کر دیا تھا۔1950ء کی دہائی میں، جب پاکستان میں شیعہ مدارس کی تعداد بہت کم تھی اور فارغ التحصیل طلبہ کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، کچھ علما یہ شکایت کرتے کہ شیعہ عزاداری کے جلوسوں اور اماموں کی یاد میں شاندار مجالس پر بڑی دولت خرچ کرتے ہیں، لیکن مذہبی تعلیم پر بخیلی کرتے ہیں۔اُنہوں نے انتباہ کیا کہ مجالس محض ایک "نمائش" کی شکل اختیار کر چکی ہیں، جہاں زیادہ تنخواہ لینے والے پیشہ ور ذاکر حضرات بارہ اماموں کے مصائب پر اپنی ساختہ جذباتی کہانیاں بیان کر کے لوگوں کو رلاتے ہیں، لیکن کبھی انہیں شیعہ عقیدت مندوں کے بنیادی فرائض ہی جیسے باقاعدہ نماز اور دینی واجبات جیسے خمس کی ادائیگی ہی پر عمل کرنے کی تلقین نہیں کرتے (سیکشن 4.3)۔

1990ء کی دہائی کے اوائل میں جب شیعہ علماء کی ساکھ انتہائی کمزور ہو گئی تھی (سیکشن 4.3)، ایک مذہبی عالم اور مجالس کے نہایت کامیاب مبلغ محمد اسماعیل نے اُن علما پر الزام لگایا جو مدارس چلا رہے تھے کہ وہ خمس کو اپنے ذاتی فائدے کے لیے غلط استعمال کر رہے

ہیں۔ مذہبی رسومات کے صحیح طریقے اور وسائل کی تقسیم کے حوالے سے اِختلاف 1964ء سے محمد حسین ڈھکو کی تحریروں کے ساتھ مزید شدت اختیار کر گیا، جن میں اُنہوں نے ذاکروں کو سخت الفاظ میں پاکستان میں شیعہ عقائد کو مسخ کرنے کا الزام دیا۔ ڈھکو کو اُن علما کی جانب سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جو مجالس میں خطابت کر کے روزی کماتے تھے، لیکن اُنہوں نے اپنے مشن پر اٹل رہتے ہوئے اسے جاری رکھا، جس کے نتیجے میں 1960ء کی دہائی میں شیعہ علما دو متضاد گروہوں میں تقسیم ہو گئے (سیکشن 4.4)۔ یہ اِختلاف 1970ء کی دہائی میں اور شدید ہو گیا، جب محمد اسماعیل اور اُن کے گروہ نے "خمس خور" علما پر الزام لگایا کہ وہ شیعہ عقائد کو اپنے مفاد کے مطابق محدود کر رہے ہیں، جبکہ ڈھکو گروہ نے پیشہ ور مبلغین، بشمول کئی علما، کی "لالچ" کی مذمت کی، جن پر انہوں نے عام شیعہ عوام میں بے بنیاد، مبالغہ آمیز عقائد اور خرافات پھیلانے کا الزام لگایا (سیکشن 5.6)۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مبالغہ آمیز تعلیمات جو پیشہ ور مبلغین کی سرپرستی میں پروان چڑھیں، پاکستان میں سنّی مسلمانوں میں شیعہ مخالف جذبات کو بھڑکانے کا ایک اہم سبب بھی بنیں، اور اِس طرح وہ انتہا پسند مبلغین کے لیے راہ ہموار ہوئی جنہوں نے 1980ء کی دہائی سے شیعوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دینے کے ہدف کو آگے بڑھایا (سیکشن 6.4)۔

1969ء میں ایوب خان کے اِقتدار سے ہٹائے جانے کے بعد SMC کے لیے 1968ء میں کیے گئے ان کے وعدوں پر عمل درآمد میں مزید چھ سال مذاکرات اور کبھی کبھار احتجاج کی ضرورت پڑی، اگرچہ جنرل یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو کی حکومتیں بنیادی طور پر شیعہ مطالبات کے حق میں تھیں (سیکشنز 5.2 اور 5.5)۔ اس دوران، جب بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی (PPP) مغربی پاکستان میں تیزی سے مقبول ہوئی، شیعہ اشتراکی تنظیمیں زیادہ تر بھٹو کی "سوشلسٹ" تقریروں کی مخالفت کرتی رہیں، سوائے 1969ء میں قائم ہونے والی مختصر مدت کی "شیعہ سیاسی پارٹی" کے۔ لیکن بظاہر دسمبر 1970 میں اکثریت شیعوں نے PPP کو ووٹ دیا (سیکشن 5.3)، ایک رجحان جو بعد کے تمام قومی اسمبلی کے انتخابات میں بھی دہرایا گیا۔ SMC، جس نے بعد میں بھٹو کے حوالے سے اپنا رویہ معتدل کیا، 1974ء کے بعد بالآخر اپنے اثر و رسوخ کھو بیٹھی (سیکشن 5.8)، جبکہ ITHS اور APSC پہلے ہی 1966ء-68ء کے SMC کے عروج کے دوران بڑی حد تک غیر مؤثر ہو چکی تھیں۔ 1970ء کی دہائی کے اوائل میں شیعہ مخالف مسلکی پروپیگنڈہ اور تشدد دوبارہ اُبھرنے لگے، لیکن یہ اب بھی ایسے حد میں رہے کہ PPP کی حکومت کے ذریعے قابو میں رکھا جا سکتا تھا (سیکشن 5.7)۔

شیعوں کا "پاکستان نیشنل الائنس" کی بھٹو مخالف تحریک میں تقریباً کوئی کردار نہیں تھا، جس نے جولائی 1977ء میں جنرل ضیاالحق کے فوجی انقلاب کا راستہ ہموار کیا۔

جنرل ضیاالحق کی گیارہ سالہ حکومت، جس نے سنّی اسلام پسندوں کو فوج کے سہولت کار چھوٹے شراکت دار کے طور پر اپنایا، پاکستان کے شیعوں کے لیے نئے اور سنگین چیلنجز لے کر آئی۔ اسی دوران شیعہ کمیونٹی پر ہمسایہ ملک ایران میں کامیاب "اسلامی انقلاب" (1978ء-79ء) کا گہرا اثر بھی پڑا۔ پاکستان میں قوانین کو "اسلامائز" کرنے کی جنرل ضیا کی کوششوں کو ابتدا میں شیعہ کمیونٹی اور علما کی جانب سے بھی سراہا گیا، لیکن دسمبر 1977ء تک اُنہوں نے واضح طور پر مطالبہ کیا کہ شیعہ شہریوں پر صرف اُن کی اپنی مذہبی فقہ (فقہ جعفریہ) کا اِطلاق ہونا چاہیے۔ جب ضیاء نے فروری 1979ء میں بعض "اسلامائزڈ" فوجداری قوانین کے حوالے سے اپنے پہلے آرڈیننس جاری کیے جو حنفی-سنّی تشریح پر مبنی تھے، تو شیعوں نے سخت ردعمل دیا اور بھکر (پنجاب) میں ایک عظیم کانفرنس کا انعقاد کیا، جہاں اپریل

1979ء میں "تحریک نفاذ فقہ جعفریہ" (TNFJ) کا اعلان کیا گیا۔ TNFJ، جس کی قیادت مفتی جعفر حسین نے 1983ء میں وفات تک کی، نے جلد ہی پرانی تنظیموں APSC، ITHS اور SMC کو پیچھے چھوڑ دیا۔ بعد کی تنظیموں کے برخلاف، TNFJ سیاسی خواہش رکھنے والے علما کے زیرِ اثر تھی، جنہیں اُسی سال ایران میں آیت اللہ خمینی کی کامیابی سے زبردست حوصلہ ملا۔ TNFJ کو امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن (ISO) کی بھی بھرپور حمایت حاصل تھی، جس کی بنیاد 1972ء میں لاہور میں رکھی گئی تھی اور جس نے 1979ء میں "اسلامی انقلاب" کے نظریات کو پورے دل سے اپنایا تھا (سیکشن 6.1)۔

1970ء میں پاکستان کے بعض شیعہ علما کے درمیان پہلے ہی خمینی کے پرجوش حامی موجود تھے (سیکشن 6.5)، لیکن ایران کا اثر و رسوخ پاکستان کی شیعہ کمیونٹی تنظیموں میں صرف 1979ء میں غالب ہوا۔ مفتی جعفر حسین اب بھی علماء کی" پرانے دَور کی صف" سے تعلق رکھتے تھے اور سیاسی خواہشات نہیں رکھتے تھے، مگر اُنہیں TNFJ کی نمائندہ شخصیت کے طور پر استعمال کیا گیا، اِس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ 1979ء میں وہ "کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی" میں واحد شیعہ نمائندہ تھے، جنہوں نے 1977ء سے ضیاالحق کو "اسلامائزیشن" کے حوالے سے مشورے دیے تھے۔ جولائی 1980ء میں TNFJ نے اسلام آباد میں پاکستان کی تاریخ کے سب سے بڑے شیعہ مظاہرے کا انعقاد کیا تاکہ ضیا کے اس نئے آرڈیننس کی مخالفت کی جاسکے، جو بینک کھاتوں سے مذہبی زکوٰۃ کی جبری سالانہ کٹوتی کا حکم دیتا تھا۔ ضیا نے پیچھے ہٹتے ہوئے شیعوں کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ قرار دیا (سیکشن 6.2)، لیکن بعد میں اُنھوں نے منظم شیعہ کمیونٹی کو ایک خطرہ سمجھا جسے قابو میں رکھنا ضروری تھا۔ مفتی جعفر حسین کی وفات کے بعد فوج نے TNFJ میں اِنتشار پیدا کرنے میں سہولت فراہم کی (سیکشن 6.3)، اور 1981ء سے ضیاالحق نے شیعہ مخالف انتہا پسندوں کو ڈھیلی چھوٹ دے دی، جنہوں نے 1984ء میں سپاہ صحابہ) قائم کی، ایک ایسی تنظیم جس نے نعرہ بنایا: "شیعہ کافر ہیں!" (سیکشن 6.4)۔

1980ء کی دہائی میں پاکستان کی سنّی اکثریت کے ایک حصے میں انتہا پسندی، خاص طور پر پنجاب کے بعض اضلاع میں جہاں شیعہ کمیونٹی مضبوط تھی، بڑھ گئی، اور اِس کا عکس کسی حد تک پاکستان کے شیعہ نوجوانوں میں بھی نظر آیا، جو ایران سے آنے والی امریکہ مخالف اور "ضد سامراجی" پروپیگنڈے سے متاثر تھے۔ 1984ء میں سید عارف حسین الحسینی، کرم ایجنسی کے ایک نوجوان پشتون مذہبی عالم اور آیت اللہ خمینی کے پرجوش مداح، TNFJ کے اکثریتی دھڑے کے سربراہ منتخب ہوئے۔ ایران کی سیاسی قیادت کے مطابق، انہوں نے پاکستان میں بڑھتی ہوئی شیعہ مخالف شدت پسندی کو "امریکی سامراجیت" کا نتیجہ قرار دیا، جو مبینہ طور پر بعض سنّی گروہوں کو اپنے "حربے" کے طور پر استعمال کرتی ہے اور اس میں اس کا سعودی عرب کے ساتھ اتحادی کردار بھی شامل ہے، تاکہ اسرائیل اور بھارت جیسے مشترکہ دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی وحدت کو کمزور کیا جاسکے۔ حسینی نے سنّی اسلام پسندوں کے ساتھ مشترکہ بنیاد تلاش کرنے کی بھی کوشش کی، جولائی 1987ء میں لاہور میں ایک عظیم اجتماع منعقد کیا جسے "قرآن وسنت کانفرنس" کہا گیا، لیکن اُنہیں زیادہ کامیابی نہ ملی۔ وہ اگست 1988ء میں شہید ہوگئے، غالباً ضیاالحق کے سیاسی حلیفوں کی سازش پر، اور ضیا خود اِس کے صرف 12 دن بعد ایک پراسرار ہوائی حادثے میں ہلاک ہوگئے (سیکشن 3.6)۔ پاکستان میں جنرل ضیا کی آمریت کا اختتام ایران وعراق کے جنگ (198ء–1988ء) کے اختتام سے مل کر ہوا، جس کے بعد خمینی کی وفات (جون 1989ء) اور ایران کی خارجہ پالیسی میں زیادہ عملی رجحان آیا۔ حسینی کے جانشین سید ساجد علی نقوی نے

بدلتے ہوئے ماحول کے مطابق TNFJ کو اس کے نظریاتی بوجھ سے آزاد کیا۔ اس کا نام 1993ء میں تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) رکھا گیا تاکہ کم جارحانہ اور کم "مسلکی" لگے۔ TNFJ نے 1988ء کے انتخابات میں PPP کے ساتھ اتحاد کیا، لیکن اس کے امیدواروں نے صرف 0.22 فیصد ووٹ حاصل کیے اور کوئی نشست نہ جیت سکے، اور 1990ء اور 1993ء کے انتخابات میں (تب TJP کے نام سے) بھی ناکام رہے (سیکشن 7.1)۔ 1990ء کی دہائی میں، سپاہ صحابہ کی شیعہ مخالف پروپیگنڈہ اور اس کی ذیلی تنظیم لشکر جھنگوی کے دہشت گردانہ اقدامات شیعہ تحریک کے لیے سب سے بڑا مسئلہ بن گئے۔ ساجد نقوی کے قانونی ردعمل نے نوجوان شیعہ سخت گیر کارکنان کو مطمئن نہ کیا، جنھوں نے 1992ء میں سپاہ محمد کے نام سے ایک گروہ قائم کیا، جس نے اپنے دہشت گردانہ اِقدامات کے ذریعے جواب دیا، اور اس میں معصوم سنّیوں کو بھی نشانہ بنایا۔ منتخب حکومتیں بڑھتی ہوئی مسلکی تشدد کی روک تھام کے لیے حکمت عملی وضع کرنے میں بے بس نظر آئیں، جس کا زیادہ تر ہدف شیعہ کمیونٹی ہی رہی (سیکشن 7.2)۔

TJP واقعی بڑی مرکزی سنّی اسلام پسند جماعتوں کے ساتھ نسبتاً اچھے تعلقات قائم کرنے میں کامیاب رہی، جیسا کہ مارچ 1995ء میں ملی یکجہتی کونسل (MYC) کے قیام میں دیکھا جا سکتا ہے، لیکن اس کی شیعہ حمایت یافتہ بنیاد 1990ء کی دہائی میں مسلسل کم ہوتی گئی (سیکشن 7.3)۔ جیسا کہ TNFJ کے قیام 1979ء سے ہوتا آیا تھا، TJP بھی سب سے پہلے شیعہ علما اور مذہبی مدارس کے مفادات کی ترجمانی کرتا رہا، اور یہ پاکستان کے زیادہ تر شیعوں کے لیے کم پرکشش ہو گیا، خاص طور پر اس وقت جب جنرل ضیا کی سنّی تشریح کے مطابق ریاست کو "اسلامائز" کرنے کے اقدامات ماضی کا حصہ بن چکے تھے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ پاکستان میں شیعہ گروہی دلچسپی کبھی مرکزی سیاست تک نہیں پہنچ سکا، اور اس کا واحد ممکنہ استثناء 1980ء میں ضیا کے زکوٰۃ آرڈیننس کے خلاف احتجاج تھا۔ چنانچہ زیادہ تر شیعہ TJP میں دلچسپی کھو بیٹھے، اور یہاں تک کہ علما کے درمیان بھی ساجد نقوی کے خلاف شدید مزاحمت سامنے آئی، کیونکہ اُن کے ذاتی رویے میں کمی پائی گئی۔ اُن کے مخالفین نے اگست 1988ء میں اُن کی قیادت کو نقصان پہنچانے کے لیے ایک بظاہر "اسلامی اتحاد کونسل" (شوریٰ وحدتِ اسلامی) قائم کی، اور اکتوبر 1999ء میں انھوں نے ساجد نقوی کو TJP کے سربراہ کے عہدے سے ہٹانے کی کوشش کی، مگر وہ اِس میں کامیاب نہ ہو سکے (سیکشن 7.3)۔

جنرل پرویز مشرف، جنھوں نے اکتوبر 1999ء سے اپنی جبری رخصتی (اگست 2008ء) تک پاکستان پر حکومت کی، کے دور میں ابتدا ہی میں "فرقہ واریت" کو قابو میں لانے کی کچھ کوششیں کی گئیں۔ اس سلسلے کا آغاز اگست 2001ء میں لشکر جھنگوی اور سپاہِ محمد پر پابندی کے نفاذ سے ہوا، جس کے بعد جنوری 2002ء میں سپاہِ صحابہ اور تحریک جعفریہ پاکستان (TJP) پر بھی پابندی عائد کی گئی۔ TJP جس نے کبھی کسی قسم کے تشدد کا اِرتکاب یا اعانت نہیں کی تھی، کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جانا جو شدید شیعہ مخالف سپاہِ صحابہ کے ساتھ روا رکھا گیا، دراصل "توازن" یا "برابری" کی اُس پالیسی کی ایک اور مثال تھا، جو 1963ء کے فسادات کے بعد سے شیعہ برادری کے نقصان میں استعمال ہوتی چلی آ رہی تھی۔ تاہم 2002ء میں پابندی کے باوجود دونوں تنظیمیں نئے ناموں سے اپنا کام جاری رکھتی رہیں، اور TJP نے "اسلامی تحریک پاکستان (ITP)" کے نام سے سرگرم عمل رہنے کا سلسلہ برقرار رکھا۔ پابندی سے کچھ ہی عرصہ قبل TJP نے پانچ سنّی اسلام پسند جماعتوں کے ساتھ مل کر متحدہ مجلسِ عمل (MMA) میں شمولیت اختیار کی، جو اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات میں ایک کامیاب

سیاسی اتحاد کے طور پر اُبھرا۔ اگرچہ TJP/ITP کو اِن انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دے دی گئی، تاہم وہ ایک بھی نشست حاصل نہ کر سکی۔ نتیجتاً یہ MMA کے اندر محض ایک ثانوی شریک کار کی حیثیت ہی رکھ سکی، اور بالآخر یہ اتحاد بھی 2008ء کے انتخابات سے قبل منتشر ہو گیا (ملاحظہ ہو: باب 8.3)۔

اگر حکومت TJP/ITP پر عائد پابندی کے نفاذ کے بارے میں سنجیدہ نہ تھی، تو سپاہِ صحابہ کے معاملے میں وہ مزید غیر مؤثر ثابت ہوئی۔ معروف کارکنان کی گرفتاری کی کبھی کبھار ایسی مہمات ضرور چلائی گئیں، مگر ان افراد کو مختصر حراست کے بعد باقاعدگی سے رہا کر دیا جاتا رہا۔ اِس تنظیم نے 2003ء میں اپنا نام ''ملت اسلامیہ پاکستان (MIP)'' اور 2009ء میں ''اہلِ سنت والجماعت (ASWJ)'' رکھ لیا اور 2002ء کی ''پابندی'' کے باوجود تمام انتخابات میں حصہ لیتی رہی۔ تاہم اِس کا رہنما اعظم طارق اکتوبر 2003ء میں قتل کر دیا گیا، جسے غالب گمان کے مطابق شیعہ عناصر کے کھاتے میں ڈالا گیا۔ MIP/ASWJ کی شیعہ مخالف مہمات بڑی حد تک بلا روک ٹوک جاری رہیں، لیکن مشرف کے دورِ حکومت، اور بعد ازاں جمہوری طور پر منتخب ہونے والی پیپلز پارٹی کی حکومت (2008-2013) کے عہد میں، زیادہ سنگین مسئلہ شیعہ مخالف دہشت گردی کا خوفناک پھیلاؤ تھا، جس کا بڑا حصہ لشکرِ جھنگوی (LeJ) کے سر ڈالا گیا۔ اگرچہ 2002ء میں لشکرِ جھنگوی کے خلاف ایک مؤثر کریک ڈاؤن کیا گیا، جس میں متعدد بدنام زمانہ دہشت گرد یا تو مقابلوں میں مارے گئے یا سزائے موت پائی، مگر اِس کے باوجود تنظیم نے آنے والے برسوں میں شیعہ ٹارگٹ کلنگ کو غیر معمولی شدت کے ساتھ دوبارہ شروع کر دیا۔ اِن حملوں کے نشانہ صرف شیعہ مذہبی اجتماعات کے شرکاء ہی نہیں تھے، جہاں ایک ہی حملے میں درجنوں جانیں ضائع ہو جاتیں، بلکہ شیعہ پیشہ ور طبقے کے نمایاں افراد بھی مسلسل ٹارگٹ کلنگ کا شکار بنتے رہے۔ 2003ء سے 2013ء تک کی دہائی میں شیعہ مخالف دہشت گرد حملے زیادہ تر کوئٹہ، کراچی، لاہور اور پاکستان کے دیگر بڑے شہروں میں رونما ہوئے، تاہم ہنگو اور گلگت جیسے دیگر فرقہ وارانہ حساس علاقے بھی متاثر رہے، اور ملک کا کوئی بھی ضلع جس میں نمایاں شیعہ آبادی موجود ہو، لشکرِ جھنگوی کے دہشت گردوں سے محفوظ نہ تھا (ملاحظہ ہو: 8.1)۔ صورتِ حال خصوصاً کرم ایجنسی میں نہایت سنگین تھی، جہاں 2007ء سے کئی برس تک مقامی شیعہ آبادی نہ صرف بارہا مسلح حملوں اور بم دھماکوں کا نشانہ بنتی رہی، بلکہ ایک حقیقی محاصرے سے بھی دوچار رہی (ملاحظہ ہو: 8.2)۔ اسی طرح کوئٹہ میں بھی آسانی سے پہچانے جانے والے ہزارہ شیعہ، جو افغانستان سے ہجرت کر کے آنے والے افراد اور اُن کی نسلیں ہیں، وحشیانہ حملوں کی ایسی زد میں آئے کہ نہ صرف شیعہ کمیونٹی بلکہ دیگر مبصرین نے بھی اِن واقعات کو اُن کے خلاف ایک حقیقی ''نسل کشی'' سے تعبیر کیا۔

شیعہ برادری کے خلاف اِس پر تشدد لہر کا پس منظر پاکستان میں شدت پسند عناصر کی اُس ہمہ گیر دہشت گردانہ مہم سے جڑا ہوا تھا، جس کی قیادت 2007ء سے تحریک طالبان پاکستان (TTP) کر رہی تھی، یہ وہ سلسلہ ہے جس نے صرف 2009ء تا 2012ء کے درمیانی برسوں میں دس ہزار سے زائد شہریوں کی جان لی، اور جو پڑوسی ملک افغانستان کے تنازعے سے بھی گہرے طور پر وابستہ تھا۔ تاہم پاکستان کے شہریوں میں شیعہ اس دہشت گردی کے سب سے زیادہ غیر امتیازی اور اندھے حملوں کا شکار ہونے کے خطرے سے دوچار رہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اگرچہ متعدد مواقع پر جرائم پیشہ شدت پسندوں کے خلاف غیر معمولی عزم اور جرات کا مظاہرہ کیا، لیکن اُنہیں ہمیشہ سیاسی قیادت اور عدلیہ کی وہ پشت پناہی حاصل نہ ہو سکی جس کی اِن حالات میں ناگزیر ضرورت تھی۔ اِس کی ایک نمایاں مثال لشکرِ جھنگوی کے

بدنام زمانہ قاتل ملک محمد اسحاق کی جولائی 2011ء میں ”ناکافی شواہد“ کی بنیاد پر ضمانت پر رہائی ہے، حالانکہ 1997ء میں اس کی گرفتاری کے بعد اُس پر 44 مختلف مقدمات میں ستر افراد (جن میں اکثریت شیعہ کی تھی) کے قتل کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ مزید برآں، بعض مواقع پر لشکرِ جھنگوی سے تعلق رکھنے والے ایسے مجرم، جو اجتماعی قتل عام کے مقدمات میں سزا یافتہ تھے، کو بھی اپنی جیلوں سے فرار ہونے کا موقع مل گیا (ملاحظہ ہو: 8.1)۔

گزشتہ دہائی میں شیعہ منظم تنظیموں کے لیے سب سے اہم مسئلے کے طور پر شیعہ مخالف دہشت گردی اُبھری ہے، اور اِس نے پاکستان کے اُن خاموش اکثریتی شیعہ باشندوں کو بھی متاثر کیا ہے جو کبھی اِن تنظیموں کی سرگرمیوں میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ TJP/ITP عملی طور پر اپنی معنویت کھو چکی ہے، جبکہ 2008ء-2009ء میں ایک نئی شیعہ جماعت ”مجلسِ وحدتِ مسلمین“ (MWM) کے نام سے سامنے آئی، جس نے گزشتہ چند برسوں میں عظیم الشان کنونشنز اور ملک گیر احتجاجی تحریکوں کے ذریعے شیعوں کو دوبارہ قابلِ ذکر سطح پر منظم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اِن اجتماعات میں ریاست کے سامنے پیش کیے جانے والے بنیادی مطالبات بدیہی طور پر یہی رہے ہیں کہ شیعہ شہریوں کو تحفظ فراہم کیا جائے اور دہشت گرد عناصر کے خلاف مؤثر کارروائی کی جائے۔ تاہم، چونکہ یہ جماعت ایسے سیاسی اُمنگوں کے حامل علما پر مشتمل ہے جو اُس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو ایران کی اسلامی جمہوریہ کے نظریے کے ساتھ پروان چڑھی اور اُسے پوری طرح اپنا چکی ہے، اِس لیے MWM نے اپنے عوامی اجتماعات میں شیعہ مخالف دہشت گردی، اور پاکستان کی دیگر خرابیوں، کا ذمہ دار سب سے پہلے امریکہ اور اسرائیل کو ٹھہرانا مناسب اور ضروری سمجھا۔ ممکن ہے کہ اِس طرزِ بیان نے مرکزی دھارے کے سنّی اسلام پسندوں کے ساتھ ایک مشترکہ بیانیہ قائم کرنے میں مدد دی ہو، وہی طرزِ فکر جو 1984ء سے TNFJ کے رہنما سید عارف حسینی نے اختیار کی تھی اور بعد ازاں اُن کے جانشین سید ساجد علی نقوی نے بھی قائم رکھی، لیکن اِس اندازِ فکر کو پاکستان کے کم نظریاتی رجحان رکھنے والے شیعوں کی طرف سے بجا طور پر تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے (ملاحظہ ہو: 8.3)۔

2012ء کے وسط میں MWM نے آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور ایک بھرپور، مربوط اور پیشہ ورانہ انتخابی مہم کے بعد مئی 2013ء میں قومی اسمبلی کے لیے 20 اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے لیے 52 امیدوار کھڑے کیے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر MWM کو قومی اسمبلی میں محض 0.09 فیصد ووٹ ملے اور صوبہ بلوچستان میں کوئٹہ کی ایک واحد نشست کے سوا اُسے کوئی کامیابی نہ مل سکی۔ قومی اسمبلی کے امیدواروں کو ملنے والے تمام ووٹوں کی مجموعی تعداد 41,520 رہی، جو گزشتہ برسوں میں کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں منعقدہ مختلف MWM کنونشنز میں شریک افراد کی تعداد سے بھی کم تھی۔ یہ صورتِ حال ایک مرتبہ پھر اس مستقل سیاسی حقیقت کی تصدیق کرتی ہے جو 1950 کی دہائی سے پاکستان میں قائم ہے: صرف شیعہ گروہی ایجنڈا لے کر چلنے والے شیعہ امیدوار انتخابی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ دوسری جانب پاکستان کی مرکزی دھارے کی سیاسی جماعتوں نے آج تک شیعہ اور سنی ووٹرز میں امتیاز نہیں برتا، اور یہ بات نہایت حوصلہ افزاء ہے۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ 1948ء سے پاکستان میں سرگرم مختلف شیعہ تنظیمیں اگرچہ کبھی بھی شیعہ آبادی کے ایک محدود حصّے سے زیادہ کو منظم نہ کر سکیں، لیکن اُنھوں نے اپنے پیروکاروں کے قانون کے سامنے مساوی حقوق کے تحفظ میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

شیعہ قوم کی اُس ممکنہ" شناخت کے زیاں" کے خدشات، جو 1960ء کی دہائی تک شیعہ متعصّب حلقوں میں عام تھے، بھی وقت نے غلط ثابت کیے ہیں۔ جہاں تک شیعہ مذہبی عوامی رسومات، خصوصاً عزاداری، کا تعلق ہے تو وہ آج کل پہلے سے کہیں زیادہ سنّی انتہا پسند گروہوں کی پرتشدد کارروائیوں کا نشانہ بنتی ہیں؛ تاہم قانون نافذ کرنے والے ادارے ہر سال بھاری قیمت چکاتے ہوئے ملک بھر میں اُن کی حفاظت کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ شیعہ مخالف تشدد کی ہر شکل کی سیاسی قیادت کی طرف سے عمومی طور پر مذمت کی جاتی ہے، لیکن افسوس کہ پاکستان کے اکثر سیاسی رہنماؤں میں اب تک یہ جرات پیدا نہ ہو سکی کہ وہ اس تشدد کی اصل وجہ، مذہبی انتہا پسندی، کا پوری قوت سے مقابلہ کر سکیں۔ اِس کے بجائے وہ روایتی طور پر" مذہبی ہم آہنگی" کی اپیلیں تو کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اکثر نفرت انگیزی پھیلانے والے خطبا اور حتیٰ کہ دہشت گرد عناصر کو بھی کسی نہ کسی درجے میں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج کل پاکستان میں شیعہ برادری دہشت گردانہ تشدد کے خطرات کا سامنا کر رہی ہے، لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ایک مظلوم اقلیت ہیں۔ ملک کے قیام سے لے کر آج تک، شیعہ اپنی تمام سطحوں پر پاکستانی معاشرے میں مکمل طور پر ضم رہے ہیں، اور جب بھی ضرورت محسوس کی، انہوں نے اپنے حقوق کے لیے بلا جھجک آواز بلند کی ہے۔

مُصنّف نے جن سے اِنٹرویو کیے:

اسلام آباد

-- سید حسین عارف نقوی (1991ء سے 2001ء تک کئی دورہ جات)

-- آغا شاہی، سابق وزیر خارجہ، 15 جون 1998ء

-- آغا مرتضیٰ پویا، روزنامہ دی مسلم کے مالک اور سیاستدان، 18 جون 1998ء اور 14 نومبر 2000ء

-- ڈاکٹر سفیر اختر (اختر راہی)، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، 10 مارچ 1999ء

-- پروفیسر اسلم سید، مورخ، 14 نومبر، 2000ء

-- ابو العمار بلال مہدی، 14 جون 2000ء

-- انور علی نجفی، فرزند شیخ محسن نجفی، 14 جون 2001ء

راولپنڈی

-- سید مہربان علی رضوی، پاکستان شیعہ کانفرنس، 17 اور 20 فروری 1999

-- ملک آفتاب حسین، مصنف اور بانی مرکز مطالعات اسلامی، 21 فروری 1999ء

-- پروفیسر طارق رحمان، 19 جنوری 2001ء

لاہور

-- عامر احمد خان (ماہانہ ہیرلڈ)، 20 جون 1998ء

-- مظہر زیدی (ماہانہ نیوز لائن)

-- ایس ایم تقی جاوا، ایس ایم سی کا سابق سیکرٹری اطلاعات، 27 فروری 1999ء

-- شیخ محمد صدیق، بانی وایڈیٹر ہفتہ وار رضا کار، 27 فروری 1999ء

-- فدا حسین ولد شیخ محمد صدیق، 27 فروری 1999؛ 3 فروری 2001ء

-- نصرت علی شاہانی، سیکرٹری اطلاعات، جامعتہ المنتظر، 3 مارچ 1999ء، 21 جنوری و 5 فروری 2001ء

-- تبرید ملک، سابق ایڈیٹر ماہانہ العارف (آئی ایس او)، یکم فروری 2001ء

-- سید نوبہار شاہ، فرزند سید سکندر حسین، 21 اور 23 جنوری 2001ء؛ 2 فروری 2001ء

-- سید اقبال حسین کرمانی، جاگیردار اور داؤد بندگی کرمانی کی اولاد آف شیر گڑھ، یکم فروری، 2001ء

-- سید ضیا حیدر رضوی، ایڈووکیٹ، فرزند جسٹس جمیل حسین رضوی، 5 مارچ 2001u

-- سید جعفر حسین، منیجر قزلباش وقف، 27 فروری 1999ء؛ 6 فروری 2001ء

-- بیگم افسر رضا قزلباش و رضا علی خان قزلباش، 5 اور 6 فروری 2001ء

ملتان

-- سید محمد کاظم نقوی، فرزند سید گلاب علی شاہ، 28 فروری 1999ء

-- سید محمد تقی نقوی، فرزند سید گلاب علی شاہ، نائب صدر تحریک جعفریہ پاکستان، 7 فروری 2001ء

-- سید مشتاق حسین نقوی، 1966ء–1975ء مرکزی آرگنائزنگ سیکرٹری 1999ء

-- سید خورشید عباس گردیزی، ناصر الدین گردیزی کے پوتے، یکم مارچ 1999ء

-- ڈاکٹر محمد حسنین نقوی، ملتان یونیورسٹی، 9 جون اور 7 فروری 2001ء

سرگودھا

-- سید اعجاز حسین کاظمی، ڈائریکٹر آف دار العلوم محمدیہ، 4 فروری 2001ء

چنیوٹ

-- سید محمد حسین زیدی برساتی، ہومیوپیتھک ڈاکٹر و مصنف، 4 فروری 2001ء

بھکر

-- سید وزارت حسین نقوی، بانی ممبر طویل عرصہ سیکرٹری جنرل TNFJ؛ نائب صدر تحریک جعفریہ پاکستان، 8 جنوری 2001ء

کراچی

-- شاہجہان، 6 مارچ 1999ء

-- پروفیسر سردار نقوی، 6 مارچ 1999ء، 6 مارچ 1999ء

-- سید احمد جوہر، فرزند سید محمد دہلوی، 7 مارچ 1999ء؛ 3 جنوری اور 9 فروری 2001ء

-- سید جعفر نقوی، سابق منیجر روزنامہ دی مسلم (اسلام آباد)، 6 جنوری و 8 فروری 2001ء

پشاور

--ڈاکٹر ممتاز علی بنگش،9 نومبر 2000ء؛11 مارچ 2001ء

دہلی

--پروفیسر مشیر الحسن،24 جنوری 2001ء

لکھنو

--راجہ محمد عامر سجاد آف محمود آباد،28 جنوری 2001ء

--سید انور عباس فرزند سید کلب عباس سیکرٹری جنرل اے آئی ایس سی،28 و 29 جنوری 2001ء

--سید محمد وارث حسن نقوی، پرنسپل مدرسۃ الواعظین،29 جنوری 2001ء

صفحہ 488(514)

کتابیات

اُردو اخبارات اور رسالے

-- انجمن وظیفہ (ماہانہ: لاہور)

-- العارف (ماہانہ: لاہور)

-- اسد (ہفتہ وار: لاہور)

-- دعوت (ہفتہ وار: لاہور)

-- درنجف (ہفتہ وار، سیالکوٹ)

-- الحجت (ماہانہ، پشاور)

-- الارشاد (پندرہ روزہ: کراچی)

-- الاتسام (ہفتہ وار، کراچی)

-- جنگ (روزنامہ، لاہور، راولپنڈی)

-- معارف اسلام، (ماہانہ، لاہور)

-- المعرفت (ماہانہ، حیدر آباد)

-- مصباح القرآن (ماہانہ، لاہور)

-- المبلغ (ماہانہ: سرگودھا)

-- المنتظر (پندرہ روزہ: لاہور)

-- نوائے وقت (روزنامہ: لاہور)

-- ندائے قوم (ہفتہ وار: لاہور)

-- پیام عمل (ماہانہ: لاہور)

-- راہ عمل (ماہانہ، لاہور)

-- رضا کار (ہفتہ وار؛ لاہور)
-- سرفراز (ہفتہ وار، لکھنو)
-- شیعہ (ہفتہ وار؛ لاہور)
-- تحریک (ماہانہ، راولپنڈی؛ اسلام آباد)
-- صداقت (پندرہ روزہ، لاہور)
-- شاہد (ہفتہ وار، لاہور)
-- شہاب سابق (ہفتہ وار؛ پشاور)

اِنگلش نِیوز پیپرز اور رسائل

-- بزنس ریکارڈر (روزنامہ، کراچی)
-- ڈان (روزنامہ؛ کراچی)
-- فرائیڈے ٹائمز (ہفتہ وار؛ لاہور)
-- دی ہیرلڈ (ماہانہ، کراچی)
-- دی نیوز (روزنامہ؛ کراچی، لاہور، اسلام آباد)
-- دی مسلم (روزنامہ، اسلام آباد)
-- ویکلی انڈیپنڈنٹ (اسلام آباد)
-- ڈیلی ٹائمز (لاہور)
-- ایکسپریس ٹریبون (روزنامہ؛ کراچی، لاہور، اسلام آباد)
-- دی فرنٹیئر پوسٹ (روزنامہ؛ پشاور)
-- دی نیشن (روزنامہ، لاہور)
-- نیوز لائن (ماہانہ؛ کراچی)
-- دی پاکستان ٹائمز (ڈیلی روزنامہ؛ لاہور)

کتابیات

(صرف وہی کتب اور مضامین/ مقالے شامل کیے گئے ہیں جو خاص طور پر ہندوستان اور پاکستان کے شیعوں پر مرکوز ہیں اور/ یا کتاب میں بار بار جن کا حوالہ دیا گیا ہے؛ مزید مآخذ کی تفصیلات حواشی (Footnotes) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

--

اُردو اور فارسی کتب اور آرٹیکلز

-- انجم وکیل، سیاست کے فرعون۔ پنجاب کی جاگیر داری کے عروج و زوال کی کہانی (لاہور، راولپنڈی، کراچی: فیروزسنز 1992ء)
-- محمد الیاس بالاکوٹی، امیرِ عزیمت: حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید، (جھنگ، جمعیت عثمانیہ، این ڈی) (1992ء)
-- حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، اکابیر علما دیوبند (لاہور: ادارہ اسلامیات، این ڈی)
-- صفدر ہاشمی، محسن ملت حجت الاسلام علامہ صفدر حسین نجفی کی مختصر سوانح اور کارنامے (لاہور: جامعتہ المنتظر، 1990ء)
-- عامر حسین چمن، میری یادگار ملاقاتیں۔ محراب و منبر کی نامور شخصیات سے ملاقات و مراسم کی ان کہی اور دلچسپ حکایات (کراچی، اسلام آباد: پرنٹ میڈیا پبلی کیشنز، 2000ء)

-- صفدر حسین ڈوگر، علامہ مرزا یوسف حسین لکھنوی سے 300 سوال (لاہور: القائم پبلی کیشنز، 1987ء)---------

-- مولانا محمد حسین ڈھکو سے 150 سوال، سیکنڈ ایڈیشن (لاہور، القائم پبلی کیشنز، 1987ء)

-- عامر مختار فیضی، سنہری حروف (لاہور، وفاق علماء شیعہ پاکستان، این ڈی) (1984ء؟)--------

-- حقیقت حال (ابوالانتصار (رضا کار) کا سید عارف حسین کے ساتھ انٹرویو، چنیوٹ 29 دسمبر 1984ء، دوبارہ بطور پمفلٹ شائع کیا گیا)

-- حوزہ علمیہ جامعتہ المنتظر کا تعارف (لاہور: شعبہ نشر و اشاعت حوزہ علمیہ جامعتہ المنتظر، 2001ء)

-- ذاکر حسین، حسینی حسین کی راہ پر (ملتان: کتاب نگر، 1988ء)

-- مجاہد حسین، فرقہ وارانہ جھنگ کا آغاز، ہفتہ وار آواز میں، لاہور (1 اکتوبر 1997ء)، 239-72

-- منور حسین، جامع الفتاوی مع سوانح حیات پیر سید فضل شاہ (سرگودھا: حافظ سید ریاض حسین، 1975ء)

-- سید محمد ہادی حسین، نقوش راہ، یعنی مذہبی سیاحت کی دس سالہ سرگذشت (کراچی: مکتبت ممتاز، 1958ء)

-- سید مرتضیٰ حسین، مطلع انور (کراچی: خراسان اسلامک ریسرچ سنٹر: 1981ء)

-- شیخ محمد اکرام، ابِ کوثر یعنی اسلامی ہند و پاک کی مذہبی اور علمی تاریخ (لاہور: فیروز سنز، 1952)

-- سید احمد جوہر و سید محمد ریاض، خطیب اعظم مولانا سید محمد دہلوی حالات زندگی و تاثرات (کراچی: فردوسی کالونی، 1971ء)

-- غضنفر کاظمی، مفتی جعفر حسین، 1914ء-1983ء۔ ایام رفتہ پر مختصر نظر (لاہور، این ڈی 1983ء؟)---------

-- شہید علامہ عارف حسین الحسینی (لاہور: امامیہ پبلشرز، این ڈی 1988ء؟)

-- محمد وصی خان، تشکیل پاکستان میں شیعیان علی کا کردار جلد 1 اور 2 (کراچی: ادارہ محفل حیدری، 1982ء، 1983ء)

-- سجاد علی خان (مولف)، شیعوں کی دَور بیداری (مغربی زبانوں میں کتب اور آرٹیکلز دیکھیں)

-- تسلیم رضا خان، سفیر انقلاب (لاہور: العارف پبلی کیشنز، 1996ء)---------

-- سفیر نور، دوسرا ایڈیشن (لاہور: العارف پبلی کیشنز، 1998ء)

-- سید حسین عارف نقوی، اکابرین تحریک (راولپنڈی: تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، 1990ء)-------

-- برصغیر کے امامیہ مصنفین کی مطبوعہ تصنیف اور تراجم (انڈو پاک برصغیر میں امامیہ بکس جو شائع ہوئیں ان کی کتابیات) جلد 1 اور 2 (اسلام آباد: ایران پاکستان انسٹیٹیوٹ آف پرشین سٹڈیز، 1997ء)------

-- کتابیات عالیہ امامیہ در پاکستان، جلد 1 (اسلام آباد: دار التبلیغ امامیہ، 1999ء)----------

-- تذکرہ علما امامیہ پاکستان (اسلام آباد: امامیہ دار التبلیغ، 1982ء)

-- محمد منظور نعمانی، ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت (لاہور: مکتبت مدنیہ، 1984ء)

-- محمد ضیا القاسمی، سوانح حیات مولانا حق نواز جھنگوی شہید (فیصل آباد: مکتبت قاسمیہ، 1991ء)

-- اختر راہی، تذکرہ علما پنجاب، 1201ھ-1400ھ تک، جلد 1 اور 2 (لاہور: مکتبت رحمانیہ، 1981ء)

-- علی حسین رضوی، تاریخ شیعان علی (کراچی: امامیہ اکیڈمی، 1992ء)

-- سید مہربان علی رضوی، سلسلۃ الذھب شجرہ نسب (راولپنڈی 1977ء)

-- سید علی نقوی صافی، صحیفۃ الملت معروف بہ لخت جگر ایڈیشن سید منظور علی وصی، (لکھنو: نظامی پریس، 1939ء)

-- عبدالحسن سرحدی (ایڈیشن)، مجموعۃ الرد المقصرین بہ قلم حقیقت راقم حضرت مبلغ اعظم (لائلپور: درس علی محمد، 1975ء)

-- سید ساغر علی شہدانی، سوانح حیات راجہ صاحب محمود آباد محمد امیر خان (کراچی: دامن آرٹ پریس، 1986ء)

-- علی اکبر شاہ، جلتی مسجدیں (کراچی: ساجدہ اکیڈمی، 1983ء)

-- سید محمد رضا زیدی، مطالبات اور خطیب اعظم، 81-91، سید احمد جوہر و سید محمد ریاض، خطیب اعظم مولانا سید محمد دہلوی حالات زندگی و تاثرات (کراچی: فردوسی کالونی، 1971ء) میں

-- بلال زبیری، تذکرہ اولیاء جھنگ (جھنگ: جھنگ ادبی اکیڈمی، دوسری جلد، 1968ء)

NOTES

1. HISTORICAL BACKGROUND

1. Rizvi, *A Socio-Intellectual History of the Isnâ ʿAsharî Shî'îs in India*, Vol. I, pp. 153–62; see also below, pp. 6–7.
2. Hollister, *The Shiʿa of India*, pp. 101–11; Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 247–62.
3. Ibid., pp. 262–81; Hollister, op. cit., pp. 112–116; Cole, *Roots of North Indian Shîʿism in Iran and Iraq*, pp. 23–24.
4. Hollister, op. cit., pp. 117–20; Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 281–92.
5. Ibid., pp. 292–341; Hollister, op. cit., pp. 120–5; J. Burton-Page, "Haydarâbâd", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. III, pp. 318–23; R. M. Eaton, "Kutb Shâhî", ibid., Vol. V, pp. 549–50.
6. Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 159–70; Abdul Majid Mattoo, "The Nurbakhshis of Kashmir", in: Christian Troll (ed.), *Islam in India*, Vol. II, (Delhi: Vikas Publ. House, 1984), pp. 98–113.
7. Rieck, "The Nurbakhshis of Baltistan", passim; see also section 3.1, p. 56.
8. Hollister, op. cit., p. 145–9; Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 170–84.
9. Ibid., pp. 178–85; Abdur Rashid, *History of the Muslims of the Indo-Pakistan Sub-Continent*, pp. 200, 368–9; Umar, *Islam in Northern India*, pp. 191–2.
10. Rieck, "Mountain Refuge", pp. 215–20.
11. Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 45–8, 117–28; Mirza, *From Plassey to Pakistan*, pp. 21–122.
12. Also known as Saʿadat Ali Khan.
13. On the political history of the Awadh Nishapuri dynasty see Cole, op. cit., 36–41; 252–71; Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 52–61, 74–91.
14. Cole, op. cit., pp. 127–39.
15. Ibid., pp. 198–204; for biographical details on the most prominent Shia *ʿulamâ'* of Lucknow until the mid-19th century see ibid., 50–66, and Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 128–55, 164–71.
16. Cole, op. cit., pp. 195–8, 204–13.
17. Ibid., pp. 42–4, 229–33.
18. Ibid., pp. 272–81; see also section 1.3, p. 25.
19. Hollister, op. cit., pp. 340–45; Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 142–6; Daftary, *The Ismâʿîlîs: their history and doctrines*, pp. 125, 180.
20. Ibid., p. 180; Rizvi, op. cit., Vol. I, p. 147. Generally on the dynasty see Lari, *History of Sindh*, pp. 45–53; Sumra, *The Soomras*, pp. 134–240.
21. Asghar Ali Engineer, *The Bohras*, 2nd revised ed. (Delhi: Vikas Publishing House, 1993), passim; Daftary, op. cit., pp. 299–323; Hollister, op. cit., pp. 271–305.
22. Ibid., pp. 351–63; Daftary, op. cit., pp. 478–90. The tombs of several of those Pirs are located

in present-day Pakistan, most noteworthy among them those of Pir Shams ud-Din (Shams-i Tabrizi) in Multan and of Pir Sadr ud-Din near Uchch (Daftary, pp. 478–9).

23. Daftary, op. cit., pp. 498–516.
24. M. W. Khân, *Tashkîl-i Pâkistân mên shî'ân-i 'Alî kâ kardâr*, Vol. II, pp. 120–30.
25. Hollister, op. cit., p. 127; Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 189–90.
26. Ibid., pp. 192–95.
27. Ibid., pp. 199–205.
28. Ibid., pp. 220–9, 347–50.
29. Ibid., pp. 206–46; Qureshi, *Ulema in Politics*, pp. 47–98; Roy Choudhury, *The Din-i-Ilahi, the Religion of Akbar*, 3rd ed. (New Delhi: Munshiram Manoharlal Publ., 1985), pp. 177–97.
30. Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 343–8. In 1591–92 he was also entrusted with reporting on the revenue situation in the newly conquered Kashmir (ibid., p. 350).
31. See section 1.2, p. 15.
32. Ibid., Vol. II, pp. 4–33; Abolghasem Dadvar, *Iranians in Mughal Politics and Society (1606–1658)*, (Karachi: Indus Publications, 2000), passim.
33. Cole, op. cit., p. 26.
34. Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 36–7.
35. Ibid., pp. 10–14, 18–20, 33–6. Qureshi, *Ulema in Politics*, p. 102, quotes examples of disloyalty of some of Aurangzeb's Shia notables.
36. Ibid., p. 107; Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 39–41.
37. Ibid., pp. 50–60. Rizvi quotes also a prophecy of Shah Waliyullah Dihlavi (see section 1.2, p. 16) that "no *râfizîs* [a derogatory term for Shias] would be left in Delhi" which "came true" after a massacre perpetrated by Ahmad Shah Durrani's army in 1761. He contends, however, that "those who were still practising *taqîya* survived" (ibid., p. 60).
38. Ibid., pp. 61–5. Qureshi, op. cit., p. 130, blames Mirza Najaf for "sectarian bias amounting to grave intolerance".
39. The British allowed Shah 'Alam and two of his successors to reside in the Delhi Red Fort with royal attributes until the last Mughal (Bahadur Shah II.) was deposed after the suppression of the "Mutiny" in 1858.
40. Sumra, *The Soomras*, pp. 173–6; Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 139–42 (referring to him as Abdullah al-Ashtar).
41. Ibid., pp. 142–3.
42. Shia *sayyids* migrated from Iran to India especially after the Mongol invasions of the thirteenth and fifteenth centuries; see Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 153–9.
43. For a list of such shrines see Aziz, *Historical Handbook of Muslim India*, pp. 613–26. Pockets of Shia population in the Punjab can nowadays be found near all *sûfî* shrines (information provided by S. Iqbal Husain Kermani, 31 January 2001). See also below, Fn 99.
44. Shah Yusuf had migrated from Gardez (Afghanistan) to Multan in 1088. His descendants were granted *jâgîr*s (See Glossary, p. XVII) for the maintenance of their family and Shah Yusuf's shrine by Baqir Khan Najm, a Shia governor of Multan under the emperor Akbar; see Humaira Faiz Dasti, *Multan: A Province of the Mughal Empire (1525–1751)* (Karachi: Royal Book Company, 1998), p. 264; also Durrani, *History of Multan*, p. 24; Conran & Craik, *Chiefs and Families of Note in the Punjab*, Vol. II, pp. 313–16.
45. On S. Jalal ud-Din Haidar Naqvi Bukhari, also known as Makhdum Jahaniyan Jahangasht, see Qureshi, *Muslim Community*, p. 52; Ikrâm, *Âb-i Kausar*, 277–84. The *sajjâda-nishîn*s of Bukhari's *khânqâh* (See Glossary, p. XVII) in Uchch had become Shias by the eighteenth century (Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 72).
46. Named after the local dialect Seraiki, which is closer to Sindhi than to the Punjabi vernacular. The Seraiki belt comprises the districts of Bhakkar, Jhang, Dera Ghazi Khan, Muzaffargarh, Multan, Bahawalpur, Rajanpur and Rahimyar Khan in present-day Pakistan.

Its written literature has been mostly Shia religious poetry (*marâsî* etc.); see Tâhir Taunsâvî, *Sirâ'ikî kitâbîyât, âghâz tâ 1993*, (Islâmâbâd: Akâdamî-yi Kitâbîyât-i Pâkistân, 1994); also Rahman, *Language and Politics in Pakistan*, pp. 103–32.

47. They are descendants of Shaikh Baha ud-Din Zakariya (d. 1270) and his equally famous grandson "Rukn-i 'Alam"; see Ikrâm, op. cit., pp. 255–61, 263–7). They also call themselves "Asadi", claiming descent from Ali Ibn Abi Talib (authors interview with S. Iqbal Husain Kermani, 31 January 2001).
48. Conran & Craik, op. cit., pp. 303–9; Anjum, *Siyâsat kê fir'aun*, pp. 187–99.
49. He was a descendant of S. Jalal ud-Din Haidar of Uchch born in Qannauj (present-day U.P.) and lived near Patiala (East Punjab) and in Lahore before moving to the village near Jhang which has since been named after him. He acquired the name Shah Jiwna ("life-bringer") due to many cases of miraculous healing attributed to him; see Zubairî, *Tazkira-yi awlîya-yi Jhang*, pp. 211–17.
50. Anjum, op. cit., pp. 309–24. Among them were S. Mubarak Ali Shah (see section 4.1., p. 108), S. 'Abid Husain (ibid., p. 104), his daughter 'Abida Husain and her cousin S. Faisal Salih Hayat, currently the *sajjâda-nishîn* of Shah Jiwna.
51. See section 1.2, p. 14.
52. Rizvi, op. cit., Vol. I, pp. 198–9; Naqvi, *Tazkira*, pp. 301–2.
53. Unlike the other mentioned districts, D. I. Khan belongs to Khyber-Pakhtunkhwa province (1901–2010 NWFP).
54. No census data on the distribution of Shias in Pakistan are available, but the said districts are generally known as Shia strongholds. See also sections 5.4, p. 157, and p. 432, Fn 198.
55. Gazetteer of Muzaffargarh District 1929, p. 23, reprinted in *Extracts from the District & States Gazetteers of the Punjab (Pakistan)*, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1983), Vol. II.
56. Ibid., p. 33; Gazetteer of the Dera Ghazi Khan District, revised edition 1893–97, *Extracts from the District & States Gazetteers of the Punjab*, Vol. I, pp. 33–4; Conran & Craik, op. cit., Vol. II, pp. 346–51; Sumra, *The Soomras*, pp. 236–9; Ghulam Ali Khan Balûch Nutkânî, *Muraqa'-i Dêra Ghâzî Khân*, (Taunsâ Sharîf: Jumhûrî Kitâbghar, 1986).
57. *Razâkâr* 25/19–21 (8 June 1962; "Ta'rîkh-i 'Azâdârî No."), p. 106.
58. The most detailed study on the history of the Kurram valley up to the 1990s is the Ph.D. thesis of Bangash, *Political and Administrative Development of Tribal Areas*, here pp. 31–4.
59. Ibid., pp. 35–7.
60. Ibid., pp. 164–65. A similar request for a British take-over by the Shia Orakzais was rejected in 1903; see Lal Baha, *N.-W.F.P. Administration under British Rule 1901–1919*, (Islamabad: National Commission on Historical and Cultural Research, 1978), pp. 55–6. (The NWFP was renamed Khyber Pakhtunkhwa in 2010).
61. Its population in 1981 was close to 300,000 according to the official census (Bangash, op. cit., p. 15.). From 1984 to 1988 a *sayyid* from Paiwar was leading the TNFJ, then the largest Shia organisation in Pakistan (see section 6.3, pp. 219–31). For other examples of the Kurram Agency's importance for twentieth century Shia movements see below, p. 366, Fn 58; p. 394, Fn 180; p. 403, Fn 390; p. 409, Fn 109.
62. Lari, *History of Sindh*, pp. 158–70; E.H. Aitken, *Gazetteer of the Province of Sind*, (Karachi: Indus Publications, 1986; reprint from 1907), pp. 113–19, 134–9; Mubarak Ali, *A Social and Cultural History of Sind*, (Lahore: Book Traders, 1987), pp. 223–312.
63. Aitken, *Gazetteer of the Province of Sind*, pp. 510–19; A list of Khairpur rulers is given in H.T. Sorley, *The Gazetteer of West Pakistan. The Former Province of Sind (including Khairpur State)*, (Lahore: Government of West Pakistan, 1968), p. CXLIV.
64. Husain, *Nuqûsh-i râh*, pp. 87–9.
65. Naqvî, *Tazkira*, pp. 235–6; Faiz Mohammad Soomro, *Cultural History of Sind*, (Karachi a.o.:

National Book Foundation, 1977), pp. 139–43; C. Shackle, "Sind … Language and literature", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. IX, p. 637.

66. Husain, *Nuqûsh-i râh*, p. 194; *Razâkâr* 25/19–21:104 (8 June 1962); Sayyid Muhmmad Latif, *Lahore, its history, architectural remains and antiquities*, (Lahore: New Imperial Press, 1892), p. 271; Muhammad Baqir Malik, *Lahore, past and present*, (Lahore. Punjab University, 1952).
67. Husain, *Nuqûsh-i râh*, pp. 173–5. Kasra is a large village in the Rawalpindi District inhabited entirely by Shias. The services of the Kazimi *sayyids* of Kasra, including S. La'al Shah and Shah Chun Chiragh (a seventeenth century *sûfî* buried in Rawalpindi), for the promotion of *'azâdârî* all over the Punjab are mentioned in *Razâkâr* 25/19–21:102–3 (8 June 1962).
68. Conran & Craik, op. cit., Vol. I, pp. 295–301; Husain, *Nuqûsh-i râh*, pp. 194, 206; on the Faqir family see also Som Anand, *Lahore: Portrait of a Lost City*, (Lahore: Vanguard Books, 1998), pp. 128–38.
69. Conran & Craik, op. cit., Vol. II, pp. 297–302.
70. Anjum, op. cit., passim; P.H.M. van den Dungen, *The Punjab Tradition. Influence and Authority in Nineteenth Century India*, (London: Allen & Unwin, 1972), pp. 42–108; I. Talbot, *Punjab and the Raj*, 1849–1947, (New Delhi 1988), pp. 48–66.
71. Roger Savory, "Kizil-bâsh", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. V, pp. 243–5; idem., *Iran under the Safavids* (Cambridge, London, New York: Cambridge University Press, 1980), pp. 18–37.
72. Ali Khan Qizilbash was appointed governor of Qandahar by Nadir Shah after having been his "right-hand man" during his Indian campaign. He also accompanied Ahmad Shah Durrani during his 1861–2 campaign against Delhi but was murdered on his instigation in 1870; see Conran & Craik, op. cit., Vol. I, pp. 253–4.
73. Ibid., pp. 255–7; Husain, *Nuqûsh-i râh*, p. 199.
74. Conran & Craik wrote in 1909 that "for more than eighty years Ali Raza Khan and his descendants have served the British Government with a devotion which has been as perfect as it has been disinterested … it would be difficult throughout Hindustan to find a family, however bound to the English Government by gratitude or duty, which has, for its sake, risked so nobly and disinterestedly life and everything that can make life desirable" (op. cit., pp. 258–9).
75. Nawab Nawazish Ali Khan was awarded the titles "Sir" in 1880 and "Knight Companion of the Indian Empire" in 1888. He became a member of the Punjab Legislative Assembly in 1887 (ibid.).
76. Nawab Nâsir Ali Khan had administrated the family's estates in Awadh until 1890. He held also various posts in the Indian Civil Service for twenty-five years (ibid., p. 258).
77. Nawab Fateh Ali Khan was a son of Nisâr Ali Khan (d 1878), himself the youngest son of Ali Riza Khan. He was nominated a member of the Punjab Legislative Assembly in 1897 and of the Governor General's Legislative Council in 1904 and received highest honorary titles (ibid., p. 258). During World War I he donated Rs. 22,000 and made other contributions to the British war effort (Anjum, op. cit., p. 249).
78. Ibid., p. 250; author's interview with Begum Afsar Riza Qizilbash (Lahore, 5 January 2001). On Nisâr Ali Khan see his obituary in *Razâkâr* 7/17:3 (24 April 1944).
79. Abu'l-Qasim al-Ha'iri, the son of an Iranian immigrant to Kashmir, had studied in Lucknow, Najaf and different Shia seminaries of Iran. He was the author of thirty printed and twenty-four other books on *tafsîr*, *fiqh* and other subjects. His son S. Ali al-Ha'iri (1871–1941) also earned fame as a Shia *muballigh* and *munâzir*; see Naqvi, *Tazkira*, pp. 46–8, 189–91; Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 106–7.
80. Ibid., pp. 103–4; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 234–6. Khwaja Muhammad Latif Ansari, "Panjâb mên shî'a tablîgh kî ta'rîkh", *Razâkâr* 18/13:4 (1 April 1955); 18/14:4 (8 April 1955).
81. An English translation of the Deed of Endowment dated 17 June 1892 and kept in the Nawab

Palace in Empress Road (Lahore) mentions real estate in Lahore (Qila Gujar Singh, Mochi Gate, Mo'minpura) and in the villages Bela Basti Ram, Baghbanpura, Bhojiwal, Khaliqabad, Rakhpura, Bhoptian, Sattokatla, Niaz Beg, and Hanjerwal. The *Qizilbash Waqf* became a bone of contention between its *mutawallî* Muzaffar Ali Khan Qizilbash and Shia communal organisations before it was nationalised by the Bhutto government in 1974; see section 5.5, pp. 161, 166, 169–70.

82. Husain, *Nuqûsh-i râh*, pp. 195, 213; Razâkâr 25/19–21:108 (8 June 1962).
83. Husain, *Nuqûsh-i râh*, pp. 247–52.
84. Minority Support Group, *The Shia Hazara of Pakistan*, pp. 8–9.
85. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 333.
86. Husain, *Nuqûsh-i râh*, p. 180.
87. Ibid., pp. 357–62; J. A. Haywood, "Marsiya … in Urdu literature", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VI, pp. 610–12.
88. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 357.
89. One example is quoted in section 4.2, p. 109; see also section 6.4, p. 233 and the source given in Fn 325 to chapter 6 (p. 438).
90. Metcalf, *Islamic Revival in British India*, pp. 64–7, 217–18.
91. Naqvî, *Tazkira*, passim; general on *munâzarât* in the subcontinent see Metcalf, op. cit., pp. 215–33; Umar, Islam in Northern India, pp. 211–22.
92. See sections 1.2, p. 19; 1.3., pp. 25–26.
93. Naqvî, *Tazkira*, passim. Zaman, "Sectarianism", p. 697 Fn 28, lists up the relevant page numbers from the Persian edition of Naqvi's biographical notices on Shia *'ulamâ'*. Metcalf, referring to Muslim-Hindu *munâzarât*, writes that "each side invariably claimed that they had won" (op. cit., p. 231).
94. Muhammad Siddiq, "Dil-azâr litrachar kî zabtî kâ mutâlaba", *Razâkâr* 26/33:3 (1 September 1963). According to that article the most successful *munâzirs* in the early twentieth century were "those who could criticise and denigrate the beliefs of other sects in the most insulting terms".
95. Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 157–8; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 355–7, 676–7. Preachers of the *Madrasat ul-Wâ'izin* were also sent to Burma, East Africa, and even Europe. Some of the most influential Shia *'ulamâ'* in Pakistan during its first decades have graduated from that *madrasa*; see sections 3.1, pp. 56–57, and Fn 212–43 to chapter 3 (pp. 375–77).
96. This differentiation had been introduced only with the 1911 Census of India on demand of the *All-India Shia Conference*; see Hasan, *Sectarianism in Indian Islam*, p. 20.
97. Namely 4 per cent of the Muslims in the NWFP, 5 per cent in Kashmir (including Gilgit and Baltistan), 2 per cent in the Punjab and Delhi, and 3 per cent in the Bombay province (which then still comprised Sindh); see a table in Hasan, op. cit., p. 4, quoting from the *Census of India 1921*, Vol. I, p. 120.
98. See a quotation from the *Census of India 1921*, Vol. I, Part I, (Calcutta: Government of India Printing, 1924), pp. 119–20: "The trustworthiness of the return of Shias must always be suspected as their religion allows them to conceal their sectarian identity, a privilege of which, owing to the contempt and hatred with which they were frequently regarded by the Sunnis, they have frequently availed themselves in the past".
99. See section 3.1, p. 55. S. Husain 'Arif Naqvi has claimed in a conversation with the author (Islamabad, November 2000) that a great number of *sayyids* who were revered as *sajjâda-nishîns* and *pîrs* in rural Punjab and Sindh have declared themselves openly Shias in 1947, when the wealth of these *pîrs* had much increased because they had bought land and houses from fugitive Hindus and Sikhs at throwaway prices or even received their property as "religious gifts". These "crypto-Shia" *pîrs* would have taken along many of their *murîds*, thus increasing the ratio of Twelver Shias in West Pakistan's population

significantly. Some Pakistani Shia intellectuals have confirmed this information in interviews, but others have not subscribed to Naqvi's theory.

100. For estimates of Shia demographic strength in Pakistan see below, p. 363, Fn 4 to chapter 3, and the Index, entry "Shias", sub-entry "demography".
101. See also the preface, p. xi.
102. See section 1.1, p. 4.
103. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. I, p. 157.
104. Ibid., pp. 250, 263–5.
105. Qureshi, *The Muslim Community of the Indo-Pakistani Subcontinent*, p. 162–3. Even Qureshi, who writes apologetically about the orthodox *'ulamâ'* of that time, concedes that "the Sunnis should have been ready to make greater efforts to win the Shî'ahs over to their side" (ibid.).
106. Literally: "Reformer of the Second Millennium", i.e. the second millennium of the Islamic calendar starting in 1591 AD. On his writings see Sh. Inayatullah, "Ahmad Sirhindî", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. I, pp. 297–98; Qureshi, *Ulema in Politics*, pp. 85–98; Yohanan Friedmann, *Shaikh Ahmad Sirhindi: An Outline of his Thought and a Study of his Image in the Eyes of Posterity* (Montreal & London: McGill Queen's University Press, 1971).
107. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. I, pp. 243–6.
108. Ibid., pp. 350–51.
109. Ibid., pp. 178–80, 212.
110. Ibid., pp. 233–4; on Mullah Ahmad Thattavi's scholarly career see ibid., pp. 227–32.
111. Ibid., p. 363.
112. Ibid., pp. 362–3; for a general discussion of that book, which was remarkable for listing many eminent *sûfîs* of the past as Shias, see ibid., pp. 351–7, 365–8.
113. Verbatim quotations (slightly edited) from ibid., pp. 375–6; more details of *Ihqâq ul-haqq*, which was written as a rejoinder to Fazlallah bin Ruzbihan's book *Ibtâl nahj ul-bâtil wa-ihmâl kashf ul-'âtil* (completed 1503), are given ibid., pp. 370–74.
114. Ibid., p. 377. Rizvi's term "innovators" probably refers to *bid'ât*, i.e. "unlawful innovations" added to orthodox Islamic ritual.
115. Ibid., pp. 377–83, discusses different versions of the event.
116. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 5.
117. See details on the careers of Ali Mardan Khan (d. 1657) and his son Ibrahim Khan, ibid., pp. 16–20. The latter even appointed a board of Shia *'ulamâ'* to compile a collection of polemical literature, the *Bayâz-i Ibrâhîmî*, during his second tenure as governor of Kashmir (1701–6); see ibid., p. 19.
118. A. S. Bazmee Ansari, "Dihlawî, Shâh Walî Allâh", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. II, pp. 254–5; Metcalf, *Islamic Revival*, pp. 35–43; Saiyid Athar Abbas Rizvi, *Shah Wali-Allah and his Times: A Study of Eighteenth Century Islam, Politics and Society in India*, Vols. I+II, (Canberra: Ma'rifat Publishing House, 1980).
119. Qureshi, *Ulema in Politics*, pp. 115–16.
120. I.e. those who believed that Ali Ibn Abi Talib was superior to the first three Caliphs without adopting other Shia doctrines; see Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, pp. 199–204.
121. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 69–70. Qureshi, *Ulema in Politics*, p. 116, considers *Izâlat ul-khifâ* a "well balanced piece of sober and solid research", written with the intention to "remove hatred and hostility and reduce differences to the level of academic and doctrinal disagreement".
122. Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, p. 255.
123. Ibid., pp. 260–61. A detailed account of all sections of the *Tuhfa-i Ithnâ'asharîya* is given ibid., pp. 261–355.

124. Ibid., pp. 337–52.
125. Ibid., pp. 357, 359–68, 378–88, 412–13. Hakim Mirza Muhammad Kamil wrote some further polemic books against Sunnis and was poisoned in 1819. He is remembered by Indian Shias as the "Fourth Martyr"; see Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 96–7.
126. Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, pp. 388–411, 461–6.
127. Ibid., pp. 368–78, 414–61. His book *Tashyîd al-matâ'in* (discussed ibid., pp. 414–50) is a rejoinder to Shah Abd ul-'Aziz' account of Shia indictments against the first three Caliphs, 'A'isha and the *sahâba* generally, as well as against his arguments for their defence (see ibid., pp. 305–37). On Mufti S. Muhammad Quli see also Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 164–8.
128. Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, p. 190.
129. Metcalf, *Islamic Revival*, pp. 48–9.
130. Cole, *Roots of North Indian Shî'ism*, pp. 93–5.
131. Named after his town of birth Rae Bareli in Awadh. Among Muslims of the subcontinent he is better known as S. Ahmad Shahîd.
132. Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, pp. 485–97; generally on S. Ahmad see also Qureshi, *Ulema in Politics*, pp. 140–52; Metcalf, op. cit., pp. 52–68.
133. Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, pp. 478–9; Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 89, 305–7.
134. Ibid., pp. 90–91; Cole, op. cit., pp. 233–9.
135. Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, pp. 497–508. The *mujâhidîn*, volunteers recruited by S. Ahmad mainly in north Indian towns from Delhi to Bengal, still occupied some villages near the upper Indus river until 1863 when they were expelled by the British.
136. A. S. Bazmee Ansari, "Ismâ'îl Shahîd", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. IV, pp. 196–7.
137. Metcalf, *Islamic Revival*, pp. 56, 200–1; Rizvi, *Shâh Abd al-'Azîz*, p. 509, mistakenly refers to *Taqwîyat ul-îmân* as an Urdu translation of the first chapter of Muhammad Ibn Abd ul-Wahhab's *Kitâb at-tauhîd*.
138. Ibid., pp. 517–22. The main objections of Sunnis to the book concerned its narrow definition of *tauhîd* and *shirk* and remarks about the Prophet Muhammad which were considered sacrilegious.
139. On the *Ahl-i hadîth*, which started as a group of reformers led by S. Nazîr Husain Muhaddith Dihlavi (d. 1902), see Ahmad, *Islamic Modernism*, pp. 113–22; Metcalf, *Islamic Revival*, pp. 268–96; Martin Riexinger, *Sanâ'ullâh Amritsarî (1868–1948) und die Ahl-i Hadîs im Punjab unter britischer Herrschaft* (Würzburg: Ergon Verlag, 2005). A self-statement of the sect is given by Muhammad Ibrâhîm Mîr, *Ta'rîkh-i ahl-i hadîth*; an example of many polemics by Barelvi Sunnis against it is Ziyâ'ullâh Qâdirî, *Wahhâbî mazhab* (Sialkot: Qâdirî Kutubkhâna, n.d.).
140. For example, the *Ahl-i hadith* do not recognise any of the four orthodox schools of *fiqh*, whereas the Wahhabis follow the Hanbali school. Responding to a campaign by S. Muhammad Husain, editor of the newspaper *Ishâ'at us-Sunna* (Lahore), provincial governments throughout India replaced the word "Wahhabi" with *Ahl-i hadîth* in official correspondence by 1889 (Qureshi, *Ulema in Politics*, p. 173; Metcalf, op. cit., p. 281).
141. Metcalf, op. cit., pp. 291–2.
142. For an exception in Baltistan (1946) see Fn 10 to chapter 3 (p. 363).
143. Metcalf, op. cit., pp. 87–137, 348–60; Qureshi, op. cit., pp. 221–6.
144. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, p. 451.
145. Metcalf, op. cit., p. 152, referring to the *Fatâwâ-i Rashîdîya*, a collection of Gangohi's *fatwâs*.
146. On S. Ahmad Khan see Christian W. Troll, *Sayyid Ahmad Khan: A Reinterpretation of*

Muslim Theology (New Delhi: Vikas Publishing House, 1978); see also section 2.1, pp. 32–33, and references ibid.

147. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 370. For his 1878 review of that translation titled *Tuhfa-i Hasan* see ibid., pp. 399–402.
148. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 371.
149. See section 2.1, pp. 32–33.
150. Rizvi, op, cit., Vol. II, pp. 392–3; Metcalf, op. cit., pp. 328–9.
151. On Muhsin ul-Mulk see Ikram, *Modern Muslim India*, pp. 82–95.
152. Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 409–10. A rebuttal in three volumes titled *Âyât-i muhkamât* was written by his younger brother, S. Amir Hasan (ibid.).
153. Cole, op. cit., p. 240.
154. Cole writes: "Since many Sunnîs revered the Prophet's family and marched at Muharram, only cursing the Caliphs established a Shî'î identity decisively. Requiring such imprecations became a means of social closure." (ibid.). Yet even in Lucknow Sunnis and Shias continued to hold Muharram processions jointly until 1905 (see below).
155. Hjortshoi, "Shi'i Identity and the Significance of Muharram in Lucknow", pp. 289, 298–301. Sectarian clashes in Lucknow have occured as recently as June 2013 and August 2014.
156. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 300–5. They were interrupted only by the invasions of Ahmad Shah Durrani and the subsequent reign of his agent Najib ud-Daula; see ibid., pp. 60–62.
157. Ibid., p. 65; J. A. Haywood, "Mazhar", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VI, p. 956.
158. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 341–6.
159. Cole, op. cit., pp. 240–43; Bayly, "Pre-History of 'Communalism'", pp. 186, 195.
160. See section 1.1, p. 12.
161. For the first Shia organisations in India see section 1.3, pp. 25–27.
162. Robinson, *Separatism among Indian Muslims*, pp. 2–3, 345.
163. Cole, op. cit., p. 243; Crooke, *The North-Western Provinces of India*, pp. 263–4; Rieck, "Sectarianism", p. 436; see also below, pp. 20–21, for British pre-emptive measures in Lucknow 1906–9.
164. Katherine Prior, "Making History: The State's Intervention in Urban Religious Disputes in the North-Western Provinces in the Early Nineteenth Century", *Modern Asian Studies*, (1993) pp. 179–203, here pp. 191–9.
165. Ibid., pp. 199–200.
166. Metcalf, op. cit., pp. 199–215.
167. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, p. 332; Hjortshoj, "Shi'i Identity", p. 298. For a specification of *tabarrâ* see below, p. 23; for Shia apologetic explanations of *tabarrâ* from the 1950s and 1960s in Pakistan see sections 3.5, pp. 91–92; 4.2, p. 113.
168. Hjortshoj, op. cit., pp. 298–9; editorial "History of Madh-e-Sahaba", *Moonlight* (Lucknow), 6 May 1939, reproduced in S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, pp. 9–12, here pp. 9–10.
169. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, p. 332.
170. S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, p. 10.
171. Hasnain & Husain, *Shias and Shia Islam in India*, p. 170; Hasan, "Traditional Rites and Contested Meanings", p. 128.
172. See section 1.3, pp. 25–26.
173. Case prepared by S. Sultan Ahmad of Patna on the *madh-i sahâba* controversy (1939), quoted in S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, pp. 4–9, here p. 4.
174. See section 2.1, pp. 36–37.
175. Ibid., pp. 37–38.
176. Ganju, "The Muslims of Lucknow", p. 287. Maulana Abd ul-Shakur Faruqi (1877–1962) had

previously taught at the *Nadwat ul-'Ulamâ'* Lucknow. He also founded a monthly, *al-Najm*, which was published as a weekly during the height of Shia-Sunni tensions in the 1930s; see 'Umar Kamâl ud-Dîn, *Khânawâda-i Kâzimîya kâ adabî khidmât*, (Delhi 1997), p. 111.

177. Hasan, "Traditional Rites", p. 130.
178. On the *Majlis-i Ahrar* see below, p. 355, Fn 73 to chapter 2, and section 2.1, p. 41.
179. Ganju, op. cit., p. 290; Hasan, *Sectarianism in Indian Islam*, p. 8.
180. Ibid., pp. 8–9.
181. S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, p. 15.
182. On the JUH see below, p. 355, Fn 72 to chapter 2. Husain Ahmad Madani (1874–1957) was also *Shaikh ul-Hadîth* of the Deoband seminary; see Bukhari, *Akâbir 'ulamâ'-i Deoband*, pp. 100–5; Qureshi, *Ulema in Politics*, pp. 340–5.
183. Hasan, *Sectarianism*, p. 9; Ganju, op. cit., p. 291.
184. Hasan, *Sectarianism*, pp. 9–10; Khaliquzzaman, *Pathway to Pakistan*, p. 212.
185. Hasan, "Traditional Rites", p. 124; S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, p. 7.
186. See section 2.1, pp. 40–41.
187. Hasan, *Sectarianism*, p. 10.
188. *Razâkâr* 9/2:2 (8 January 1946).
189. Among them were S. Ghulam 'Abbas of Raju'a Sadat and Major S. Mubarak Ali Shah of Shah Jiwna (both Jhang Dist.); see "Sardarân-i Jhang kî 'adîm al-nazîr qurbânîyân", *Razâkâr* 2/19:1+15 (1 June 1939); Qâsimî, *Sawânih-i hayât ... Haqq Nawâz Jhangwî*, pp. 85–7.
190. Hasan, *Sectarianism*, p. 11.
191. *Razâkâr* 2/15:3 (24 April 1939).
192. Statement in *Pioneer* (Lucknow and Delhi), 22 June 1939, reproduced in S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, pp. 29–31, here p. 29. A rejoinder of S. Asghar Husain, president of the *Tanzîm ul-Mu'minîn*, is reproduced ibid., pp. 34–6.
193. *Razâkâr* 9/2:2.
194. See below, 2. 349, Fn 238.
195. Also known as "Nasîr ul-Millat", he later became a member of the U.P. Provincial Assembly for fourteen years and principal of the Shia Arabic College in Lucknow. During the *Tabarrâ Agitation* he was also seriously injured by gunfire; see Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 619–20.
196. Also known as "Sa'îd ul-Millat"; on his biography see ibid., pp. 546–9.
197. S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, p. 52.
198. Khaliquzzaman, op. cit., p. 215–16; S. A. Husain, *Madh-e-Sahaba: Tabarra Controversy*, p. 4.
199. Ibid., pp. 16–18.
200. Ibid., pp. 5–6. For developments in Lucknow after 1963 which culminated in a severe riot in May 1969 see ibid., pp. 7–15; Hjortshoj, op. cit., p. 299–300, and a booklet of Abul Mohsin, *What really happened in Lucknow on May 26, 1969. Victimization of Shia Minority* (Lucknow: Central Shia Relief Committee, 1969).
201. Muhammad Siddiq, "Shi'ôn kô ab kyâ karnâ châhiyê?", *Razâkâr* 2/26:3 (1 October 1939).
202. Letter from Gandhi to S. Asghar Husain, 12 June 1939, quoted from S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, pp. 40; 44.
203. Syed Ashfaque Husain, "The truth about Tabarra", *Moonlight* (Lucknow), 1 May 1939, quoted in S. A. Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari*, pp. 12–14 (Italics in the original; *laanat* replaced with *la'nat*).
204. Typical for that school of thought are G. Pandey, *The Construction of Communalism in Colonial North India* (New Delhi: Oxford University Press, 1990); K.N. Panikkar (ed.) *Communalism in India* (New Delhi: Manohar Publications, 1991); Mushirul Hasan,

Nationalism and Communal Politics in India 1855–1930 (New Delhi: Manohar Publications, 1991). Among western scholars the thesis of the "creation" of communalism in India by the British has been propagated especially by Sandria Freitag, *Collective Action and Community: Public Arenas and the Emergence of Communalism in North India* (Berkeley: University of California Press, 1989). For a counter-position see C. A. Bayly, "Pre-History of 'Communalism'? Religious Conflict in India, 1700–1860", pp. 177–203.

205. Veena Das (ed.), *Mirrors of Violence. Communities, Riots and Survivors in South Asia* (Oxford: Oxford University Press, 1990); Achin Vanaik, *The Furies of Indian Communalism: Religion, Modernity and Secularization* (London: Verso, 1997).
206. Harish Sharma, *Communal Angle in Indian Politics* (New Delhi, Jaipur: Rawat Publications, 2000); on the historical background see John Zavos, *The Emergence of Hindu Nationalism in India* (New Delhi: Oxford University Press, 2000).
207. Robinson, *Separatism*, pp. 2–3, referring to Qureshi, *The Muslim Community of the Indo-Pakistan Subcontinent*, as the most prominent example of that school of thought. See also Hafeez Malik, *Muslim Nationalism in India and Pakistan* (Washington D.C., 1963).
208. See for example Ikram, *Modern Muslim India and the birth of Pakistan*, p. 65.
209. Instead, the terms "sectarian organisation" and "sectarianism" are frequently used which, of course, have a negative connotation.
210. See examples—also for the use of the word *qaum*—in sections 4.3, p. 116; 4.5, p. 134; 5.2, pp. 148–49; 5.8, pp. 192–93; also p. 350, Fn 420 to chapter 3.
211. Hasnain & Husain, *Shias and Shia Islam in India*, pp. 163–5.
212. See section 4.5, p. 144.
213. See section 2.2, pp. 31–41.
214. Cole, *Roots of North Indian Shi'ism*, p. 271.
215. Ibid. pp. 281–2; Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 141, 148, 151, 172.
216. Ganju, "The Muslims of Lucknow", pp. 282–4.
217. Both were founded by S. Abu 'l-Hasan "Abbu Sahib" (1834–1917); see Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 155–6; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 32–4, 676. The former was opened in the *Jâmi' Masjid* of Asif ud-Daula and transferred to a new building in 1911 (ibid., p. 4).
218. For field studies about the working of such *anjumans* in Karachi and Hyderabad (Deccan) in the late 1980s see Schubel, *Religious Performance*, and Pinault, *The Shiites;* idem, "Shi'a Muslim Men's Associations and the Celebration of Muharram in Hyderabad, India", in: *JSAMES* 16(1992)1, 38–62.
219. See section 2.1, p. 33.
220. Safî, *Sahîfat ul-millat ma'rûf bi lakht-i jigar*, p. 8. This source, on which much of the following has to rely, was made available to the author by S. Anwar Abbas (Lucknow, 29 January 2001). Its main part consists of a history of the AISC in verses (*nazm*) which were composed by *"Lisân ul-Qaum"* Maulana S. Ali Naqi Safî of Lucknow (1862–1937) and recited at its annual sessions from 1909 to 1933, together with explanations in prose from his son S. Manzur Ali Wasîy and a preface from Mumtaz Husain Jaunpuri.
221. See section 2.1, p. 34.
222. See section 1.2, pp. 20–21.
223. S. Agha Hasan, known as "Qudwat ul-'Ulamâ'", also founded an *Anjuman-i Yâdgâr-i 'Ulamâ'* in 1910 and a Shia *Bait ul-Mâl* ("Public Treasury") in 1919; see Rizvi, op.cit., Vol. II, pp. 147–8.
224. Ibid. and *Razâkâr* 27/2–3:3 (Inaugural address of S. Ibn Hasan Najafi at the Shia *'ulamâ'* convention in Karachi, January 1964).
225. On Bilgrami and Tayyabji see below, p. 353–53, Fn 14, 18, 35 and 54 to chapter 2. *Sahîfat ul-millat*, pp. 7–8, also names Muhsin ul-Mulk and the Agha Khan III as opponents of the

anjuman. One aim of the *anjuman* was "to check the growth of liberal thinking". Its first initiative was the founding of an Arabic-medium *madrasa* in Lucknow (ibid.).

226. A civil servant and judge born in Panipat in the 1870s, who as a student in Aligarh had founded a society for promoting physical and moral reforms called *Ikhwân us-Safâ*; see Jain, *Muslims in India*, Vol. I, pp. 178–9; Robinson, *Separatism*, pp. 370; Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 396; for his political role see also section 2.1., p. 34.
227. An Urdu novelist, poet, translator and writer on scientific, philosophical and religious subjects born in Lucknow who taught Arabic and Persian at the Christian College of that town from 1888 to 1919 when he found employment at the Osmania University of Hyderabad (Deccan). He published his first journal *Ishrâq* in 1884 and a Shia journal *al-Hakam* from 1902 to 1907. See Munibur Rahman, "Ruswâ", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VIII, pp. 641–2; Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 151.
228. The Vice-Secretary of the *Anjuman-i Sadr us-Sudur* who became Secretary-General of the AISC 1907 and was re-elected at seven consecutive annual sessions (see below).
229. *Sahîfat ul-millat*, pp. 8–10.
230. Known as "Najm ul-Millat", he was one of the leading *mujtahids* of Lucknow in the first decades of the 20th century. He was principal of the *Madrasat Nâzimîya* since its foundation and helped to establish the *Madrasat ul-Wâ'izîn* in 1919; see Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 157–8; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 675–8.
231. From 1847 to 1935 the later Sindh province was attached administratively to Bombay.
232. A partial list of participants is given in *Razâkâr* 27/2–3:3–4 (16 January 1964). See also *Sahîfat ul-millat*, p. 10.
233. *Sarfarâz* (Lucknow) 79/19:2 (9 September 1999).
234. Hasnain & Husain, op. cit., pp. 158–9.
235. Hasan, *Sectarianism*, p. 19.
236. Ibid. and *Sahîfat ul-millat*, p. 11.
237. Short resumes of these twenty-five sessions are included in *Sahîfat ul-millat*, together with more detailed references to AISC activities in each preceding year in subsequent parts of the poem *Lakht-i jigar* (see above, Fn 17). Apart from that, only the publications of Mushirul Hasan, Ganju and Hasnain & Husain and some references in *Razâkâr* have been available for this tentative analysis of the AISC in its early decades. A thorough research on the AISC would have to make use of its organ *Sarfarâz* (see below) and other primary sources.
238. Known as "Nâsir ul-Millat" (1867–1942), he was the oldest son of the *mujtahid* S. Hâmid Husain Musavi and had to shoulder leadership responsibilities at an early age after the death of his father (1888). He was strongly involved in communal affairs like the movement for a Shia College; see Rizvi, op. cit., pp. 172–3; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 658–68.
239. A *mujtahid* from Lucknow.
240. Ruler of the largest princely state in the U.P. and a staunch pro-British conservative. Both he and his son Raja Riza Ali Khan were important sponsors of Shia institutions and *'ulamâ'*.
241. A former President of the Indian National Congress.
242. See see above, p. 342, Fn 79.
243. A *ta'alluqdâr* from Faizabad (U.P.).
244. See below and section 1.1, p. 10.
245. A *ta'alluqdâr* from Nurpur (Faizabad Dist.).
246. A notable from Pandrawal (Aligarh Dist.).
247. A civil servant (collector) from Fatehpur (U.P.).

248. A *ta'alluqdâr* from Devgaon (Faizabad Dist.).
249. A notable and civil servant (inspector of schools) from Delhi; co-founder of the AWSM (see below).
250. Then consul general of Iran in Lucknow: also known as Nasir ul-Mamalik.
251. A *mujtahid* from the Punjab.
252. S. Ibn al-Hasan (1874–1949) was a *mujtahid* from Lucknow who had studied in Iraq 1909–17; see Husain, *Matla'*, pp. 42–3.
253. S. Kalb-i 'Abbas Naqvi (1891–1974) was a lawyer from Rae Bareili who was elected to the U.P. Legislative Council from 1937 to 1946. He was a member of Central Working Committee of the AISC from 1914 till death, Honorary Secretary-General of the AISC from 1935 till death and a founding member of the AISPC 1929 (see below), besides from holding important offices in numerous other Shia institutions; see Jain, *Muslims in India*, Vol. II, p. 84, and an obituary published by the Fakhre Qaum S. Kalbe Abbas Memorial Committee (Lucknow), made available to the author by his son, S. Anwar 'Abbas. See also section 2.2, pp. 48, 50.
254. A Member of the U.P. Legislative Council. The AISC organ *Sarfarâz* was founded in 1925 on his initiative and named after him (*Sahîfat ul-millat*, pp. 167–8).
255. An advocate from Lucknow.
256. Ruler of the Khairpur Principality (Sindh). He could not attend due to illness, but acted as host and sponsor of the 21st AISC annual session in Sukkur.
257. A landlord from Beganpuli (Madras).
258. He was then Vice-Chancellor of the Bombay University.
259. Raja S. Riza Ali Khan (1906–49) was the son and successor of S. Hamid Ali Khan of Rampur; see Jain, op. cit., Vol. II, pp. 116–17.
260. Also known as Prince Afsar ul-Muluk, he was a son of Wajid Ali Shah, the last ruler of Awadh.
261. This town in West Punjab was renamed Sahiwal in the 1970s.
262. *Sahîfat ul-millat*, p. 141. Before the AISC annual session in Multan, Mumtaz Husain Jaunpuri tabled a resolution in that sense in the AISC Subject Committee, but it was rejected (ibid.).
263. I was not able to find out the year of foundation of the PuSC. According to *Razâkâr* 2/36:3 (24 December 1939) it became dormant after some years, but was re-established in Talagang in 1936 and held an annual session in Ludhiana in the same year. For a report of its December 1938 session in Dokoha Sadat (Jullundhur Dist.) see *Razâkâr* 1/7–8:4 (24 December 1938). On its development 1940–47 see section 2.2., pp. 45, 49, 53.
264. *Sahîfat ul-millat*, p. 116.
265. See section 2.1., pp. 35–36, 40.
266. *Sahîfat ul-millat*, pp. 20, 26.
267. Ibid., pp. 150–51.
268. Ibid., pp. 152, 165. Some opponents of the AISC took the unwillingness of the great *mujtahids* to travel to Bombay as a pretext for trying to stall the Bombay session by all means, including the mobilisation of Sunni *'ulamâ'* against it (ibid., p. 165).
269. Ibid., p. 206.
270. The initiative for a "Shia Sugar Factory" had come from Khan Bahadur S. Muhammad Hadi, then Assistant Director of Agriculture, U.P. It was opened in Amroha in 1909 but closed down in 1915 (*Sahîfat ul-millat*, pp. 15, 60).
271. S. 'Abid Husain Naqvi, "Hamâre qaumî kârnâma", *Razâkâr* 9/1:6 (1 January 1946). Only after the foundation of Pakistan a branch of the Shia Orphanage was opened in Jhang.
272. *Sahîfat ul-millat*, preface, p. 31. S. 'Abid Husain Naqvi, *Razâkâr* 9/1:6, also mentions an

"economic plan" of S. Kalb-i Husain, a son of S. Agha Hasan (1892–1963); on the latter's biography see Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 433–36.

273. On its foundation see *Sahîfat ul-millat*, pp. 167–68.
274. Ibid., pp. 10–11, mentions the following Shia journals at the time of the foundation of the AISC (1907): *Akhbâr-i Imâmîya, Tazkira, al-'Awârif, al-Hukm, Bâyân* (all Lucknow); *Ithnâ'asharîya* (Delhi), *al-Shams, Sâlih, Shî'a* (Khajwa, Saran Dist.), and *'Asr-i Jadîd* (Meerut). The last one, founded by Khwaja Ghulam us-Saqlain in 1903, was Muslim communalist but not Shia communalist. Important later additions from the Punjab were *Durr-i Najaf* (Sialkot, 1908) and *Shî'a* (Lahore, 1921).
275. *Sahîfat ul-millat*, pp. 28–9 (preface) and 20–24 (main part), attributes the first initiative for establishing a Shia College to S. Ali Naqi Safi, the author of *Lakht-i jigar* (see above, Fn 220).
276. Hasan, *Sectarianism*, p. 29; Robinson, *Separatism*, pp. 234–5. Qizilbash had failed in 1913–14 to prevent a transformation of the Muslim League to a less conservative pro-British line (ibid., pp. 230–34) and devoted most of his energies to the Shia College project thereafter.
277. No annual session of the AISC took place in 1916 for that reason (*Sahîfat ul-millat*, p. 79).
278. Ibid., pp. 59, 92–93.
279. *Sahîfat ul-millat*, pp. 152, 168.
280. S. 'Abid Husain Naqvi, "Hamâre qaumî kârnâma", *Razâkâr* 9/1:6.
281. On the history of the AWSM see *Razâkâr* 16/40–41 (8 November 1953; Special AWSM No.). Its assets were divided between Indian and Pakistani branches after 1947 and it is still very active in Pakistan, publishing also a monthly, *Anjuman-i Wazîfa*, from Lahore. Reports on the annual sessions of the AWSM (including detailed accounts of its sources of income and expenses) can be found in *Razâkâr* (usually in September) and other Shia journals.
282. *Sahîfat ul-millat*, pp. 179, 219, 232.
283. Ibid., p. 35. In March 1912 Russian troops intervened against the renegade leader Yusuf Khan, who had taken control of the town of Mashhad and parts of the Iranian province of Khorasan, bombarding Mashhad and killing hundreds of Shia pilgrims and other civilians; see M. Streck, "Mashhad", in: *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VI, pp. 713–16, here p. 715.
284. Ibid., p. 125. On the 1920 uprising in Iraq and its aftermath see Peter Sluggett, *Britain in Iraq 1914–1932* (London: Ithaca Press, 1976), pp. 39–43, 78.
285. The destruction of the tombs of Fatima, and several Shia Imams in *Jannat ul-Baqî'* (Medina) had enormous repercussions throughout the Shia world; see A. J. Wensinck, "Baki ul-Gharkad", in: *Encyclopaedia of Islam*, Vol. I, pp. 957–8; R. B. Winder, "al-Madîna" (part II), in: *Encyclopaedia of Islam*, Vol. V, pp. 998–1007, here p. 994. In India it led to the establishment of numerous *anjumans* which tried to build up public pressure for their reconstruction. The AISC devoted a special session in Amroha to the problem (1926) and established an *Anjuman-i Tahaffuz-i Ma'âthir-i Mubâraka* (*Sahîfat ul-millat*, pp. 179–80, 261). The destruction of *Jannat ul-Baqî'* is still being remembered with annual protest days by a number of Shia organisations in India and Pakistan until present times.
286. *Sahîfat ul-millat*, p. 219.
287. See section 2.1, p. 34–35.
288. Very little information about the early years of the AISPC in addition to that provided by Hasnain & Husain, op. cit., pp. 159–62 could be found out during research for this book. In any case, the contention in Hasan, *Sectarianism*, p. 32, that the AISC was "renamed AISPC" before 1911 is completely mistaken. An important founding member of the AISPC, S. Kalb-i Abbas Naqvi, remained affiliated with the AISC, however (see above, Fn 253).

289. Hasnain & Husain, op. cit., pp. 159–62. For AISPC positions taken since late 1939 see section 2.2, pp. 42, 46, 48.
290. Ghazipuri, "Shî'a âpnê huqûq kâ tahaffuz kyûn chahtê hain?", *Razâkâr* 9/31:2 (16 August 1946).
291. S. Ali Zahîr, the eldest son of S. Wazir Hasan, a prominent member of the Muslim League until 1937 (see section 2.1, pp. 35–36, 39–40), was elected president of the AISPC in 1941 and again in 1945. On his political career see Jain, op. cit., Vol. I, pp. 80–81; on some of his activities in the 1940s see section 2.2, pp. 46, 48, 52.
292. Ganju, "The Muslims of Lucknow", p. 289. The bill, introduced by Zahîr in the U.P. Legislative Assembly, could be passed only after Indian independence (ibid.).
293. See section 2.1, pp. 40–41.
294. See section 2.2, pp. 48, 51.
295. On the *Unionist Party* see section 2.1, p. 39.
296. *Razâkâr* 6/46–47:4 (1–8 October 1943). On the 1943 resolution of the PuSPC see section 2.2, pp. 45–46.

2. SHIAS AND THE PAKISTAN MOVEMENT

1. One exception was the relative small Shia *'ulamâ'* class.
2. See sections 3.1, pp. 58, 63; p. 71; 4.3, p. 119; 6.3, p. 227. Entirely devoted to that subject are the two volumes of M. W. Khân, *Tashkîl-i Pâkistân mên shî'ân-i 'Alî kâ kardâr* [The deeds of Shias for the establishment of Pakistan].
3. Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 227–30.
4. Aziz Ahmad, *Islamic Modernism*, pp. 6–12. The book was written nearly a quarter of a century before the famous travelogue *Talkhîs al-ibrîz* of the Egyptian scholar Rifa'a Rafi' al-Tahtawi. Mirza Abu Talib Khan in 1775 served as prime minister under Nawab Asaf ud-Daula of Awadh and later for different British colonial officers in Bihar and Bengal (Rizvi, op. cit, pp. 230–32).
5. Ibid, pp. 97–100. The paper was closed and Maulana Muhammad Baqir was executed by the British during the 1857 "Mutiny". On Muhammad Baqir and his son Muhammad Husain Azad (1830–1901), a teacher at the Lahore College and renowned writer, see also Naqvî, *Tazkira*, pp. 293–4.
6. See Ahmad, op. cit., pp. 21–3 (where some biographical details are confused with those of a Sunni Maulana with the same name) and Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 366–8. The *Risâla fî ma'âkhidh al-'ulûm* was translated into English by his disciple S. Amir Ali (see below) in 1868.
7. Ibid, pp. 407–8; Ahmad, op. cit, pp. 57–64; Jain, *Muslims in India*, Vol. I, pp. 141–22.
8. Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 376–8.
9. He became the first Muslim barrister at the Calcutta High Court in 1873 and the first Muslim judge at the same court in 1890. In 1878 he was appointed member of the Bengal Legislative Council and in 1884 of the Imperial Legislative Council. On his further career see Jain, op. cit., Vol. I, pp. 85–6; W. Cantwell Smith, "Amîr 'Alî", *Encyclopaedia of Isla*m, Vol. I, pp. 441–2; K. K. Aziz, *Ameer Ali. His Life and Work* (Lahore: Publishers United, 1968); Shan Muhammad (ed.), *The Right Hon'ble Syed Ameer Ali. Political Writings* (New Delhi: Ashish Publishing House, 1989); Muhammad Yusuf Abbasi, *The Political Biography of Syed Amer Ali* (Lahore: Wajidalis Ltd., 1989).
10. Ahmad, op. cit., pp. 89–94; Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 420–27.
11. Ahmad, op. cit., p. 88; Rizvi, op. cit. Vol. II, pp. 421–2.
12. The organisation, then renamed Central National Mohammedan Association, had fifty-

three branches in various parts of the subcontinent by 1888 but gradually ceased to function after S. Amir Ali's departure for England in 1904. See Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 432; Ikram, *Modern Muslim India*, p. 105.

13. Ibid. and M. W. Khân, *Tashkîl-i Pâkistân*, Vol. I, p. 98. On the 1906 deputation see below.
14. M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 98–9. He defended his plan in a letter to Badr ud-Din Tayyabji, a Bohra Twelver Shia barrister of Bombay who presided over the third annual session of the Congress that year (ibid.). See also below, Fn 54.
15. Preliminary classes at Aligarh started in 1875. Generally on the Aligarh College see Mumtaz Moin, *The Aligarh Movement (origin and early history)* (Karachi: Salman Academy, 1976); Shah Muhammad, *The Aligarh Movement* (Meerut 1978); David Lelyveld, *Aligarh's First Generation: Muslim Solidarity in British India* (New Jersey: Princeton University Press, 1978).
16. Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 389–90. Shia members of the founding committee of the college were Salar Jang (Prime Minister of Hyderabad), Khalifa S. Muhammad Hasan (Chief Minister of Patiala State, Punjab), Nawab Mushtaq Ali Khan of Rampur, Nawab Fateh Ali Khan Qizilbash (Lahore), the Raja of Mahmudabad, S. Husain Bilgrami, S. Amir Ali, the Agha Khan III, S. Tahir Saif ud-Din (Bombay), S. Husain Bakhsh Gardezi (Multan), Mir Turab Ali (Agra), Muhammad Husain Shauq Saharanpuri, Mumtaz Husain Jaunpuri, S. Ghulam us-Saqlain (Meerut) and S. Âl-i Nabiy (Agra); see M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 74–5.
17. Until 1858, when the British confiscated a major portion of the Mahmudabad estate, it had comprised over 600 villages, covering an area of more than 400 square miles in the districts of Sitapur, Barabanki, Kheri and Lucknow; see S. I. Husain, *The Life and the Times of Raja Saheb of Mahmudabad*, Vol. I, p. 3.
18. Rizvi, op. cit., pp. 389–90. S. Husain Bilgrami (1844–1926) was Director of Public Instructions at Hyderabad (Deccan) from 1887 to 1902. On his further career and his services for the Aligarh College, along with his brothers Major S. Hasan (d. 1916) and S. Ali (1851–1911), see ibid., pp. 404–6; Jain, op. cit., Vol. I, pp. 133–5; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 334–35.
19. S. I. Husain, op. cit., Vol. I, p. 5.
20. Ibid, pp. 8–9, mentions his visit to Karachi in 1911, where the Shia Mir Imambakhsh Talpur of the Khairpur State also pledged a donation of Rs. 100,000 for Aligarh.
21. Jain, op. cit., Vol. I, p. 77.
22. Ibid, p. 55. On the Agha Khan III (Sultan Muhammad Shah), who had become spiritual head of the Khoja Isma'ilis and of Nizari Isma'ili communities world-wide in 1885, see Daftary, *Ismâ'îlîs*, pp. 518–44, and references ibid., p. 721, Fn 174.
23. Qureshi, *The Muslim Community*, pp. 242–3.
24. M. W. Khân, op. cit., Vol. I, p. 81.
25. See sections 1.2, p. 18; 1.3, p. 29; a non-specified sectarian dispute led to the withdrawal of Raja Amir Hasan Khan's grant in 1888 (see above).
26. M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 77–81, 90; see also below, p. 41.
27. Qureshi, *The Muslim Community*, pp. 246–7, 252; Ikram, *Modern Muslim India*, pp. 35–6; Farman Fatehpuri, *Pakistan Movement and Hindi-Urdu Conflict* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1987), pp. 58–217; Rahman, *Language and Politics in Pakistan*, pp. 59–78.
28. Robinson, *Separatism*, pp. 133–9; Jain, op. cit., Vol. II, pp. 67–8. Muhsin ul-Mulk had to scale down his protest campaign after pressure from the U.P. governor, but in 1903 he organised an *Anjuman-i Taraqqî-i Urdû* as a wing of the Muslim Educational Conference (ibid.).
29. S. Karamat Husain taught law at Aligarh 1891–6 and thereafter practised as a barrister in Allahabad until his appointment as a judge at the High Court of that town in 1908. Later he became a member of the U.P. Legislative Council. He is especially known for his efforts to promote female education; see Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 412–18.

30. A graduate of Aligarh from Amroha who practised law in Lucknow and had been a member of the Indian National Congress until the late 1890s; see Jain, op. cit., Vol. I, pp. 190–91; Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 433.
31. See below, Fn 33, and p. 349, Fn 226 to chapter 1.
32. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 434; According to Rizvi, S. Karamat Husain had formed an *Urdu Defence Association* in Allahabad already in 1898.
33. Ibid, pp. 435–6. Ghulam us-Saqlain in 1903 started publishing the monthly *ʿAsr-i Jadîd* from Meerut, which pleaded for a Muslim political organisation. Selected articles have been published in Khwâja Ghulâm us-Saqlain Pânîpatî, *Taʿzîyatnâma*, (Meerut: ʿAsr-i Jadîd Press, 1915).
34. Ibid, pp. 435–6; on S. Husain Bilgrami see above, Fn 18.
35. Qureshi, *The Struggle for Pakistan*, pp. 29–30. The initiative for the deputation came from Muhsin ul-Mulk, who drafted the memorandum together with S. Husain Bilgrami (Ikram, op. cit, pp. 89–92; he refers to Bilgrami as "Nawab Imad ul-Mulk"). Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 435, and M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 102, mention only Bilgrami as the author of the memorandum.
36. He was born near Patna and became a leading lawyer of Bihar in the 1890s; in 1917 he was appointed judge at the Patna High Court. S. Ali Imam presided over the second annual session of the Muslim League in Amritsar (1908) and was elected its vice-president in 1910 and again in 1916, but later became opposed to separate electorates for Muslims (Jain, op. cit., Vol. I, pp. 73–5, Robinson, *Separatism*, p. 431).
37. Rizvi, op. cit., Vol. II, p. 436.
38. Ikram, op. cit., p. 195. The Karachi session was presided over by the Bombay businessman Rafiʿ ud-Din Adamji Pirbhai (1846–1910), a Bohra Ismaʿili who had been a member of the delegation to Lord Minto (Jain, op. cit., Vol. I, p. 48).
39. Muhammad Yusuf Abbasi, *London Muslim League (1908–1928). An Historical Study* (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research, 1988).
40. Ibid, p. 106; Jain, op. cit., Vol. I, p. 86. In January 1909 he led a Muslim deputation to Lord Morley in London in this connection.
41. Ikram, op. cit., p. 85; see also excerpts from his speech read by Mian Muhammad Shafiʿ in M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 105–6.
42. Jain, op. cit., pp. 85–6.
43. Robinson, op. cit., pp. 231–5.
44. He was born in a well-to-do family of the Jaunpur District (U.P.) and had joined the Lucknow Bar in 1903. From 1930 to 1934 he was chief judge at the Lucknow High Court and after retirement practised as a barrister at the Allahabad High Court; see Jain, op. cit., Vol. II, pp. 207–8; Robinson, op. cit., pp. 371–2.
45. Jain, op. cit., Vol. II, p. 207; M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 107, 112, 117, 120. The amendments went into force in March 1913 (Ikram, op. cit., p. 240).
46. Qureshi, *Struggle for Pakistan*, pp. 36–8.
47. Khaliquzzaman, *Pathway to Pakistan*, pp. 28–32.
48. Wolpert, *Jinnah of Pakistan*, pp. 42–8; S. I. Husain, *The Life and Times*, Vol. I, p. 11. In the Lucknow Pact, which was never implemented, the Muslim League relinquished its demand for separate electorates in return for a guaranteed quota of seats in assemblies and governments in a future independent India.
49. S. I. Husain, op. cit., Vol. I, p. 8. According to M. W. Khân, the Agha Khan had remained Acting President after his resignation in December 1913 until he was replaced in that function by the Raja of Mahmudabad. The latter was formally elected President of the League on 1 January 1915 (op. cit., Vol. I, pp. 120–21). He was also a member of the Imperial

Legislative Council from 1909–16 and of the U.P. Executive Council in the 1920s (Jain, op. cit., Vol. I, pp. 77–8).

50. M. W. Khân, op. cit., Vol. I, p. 107; S. I. Husain, op. cit., Vol. I, p. 11. The League head office remained in Lucknow until 1927 when it was shifted to Delhi.
51. Ibid, p. 10, quoting from Khaliquzzaman, op. cit, p. 38. The Raja of Rampur had also arrested the Ali brothers on behalf of the British; see Jain, op. cit., Vol. I, p. 191.
52. Ibid, p. 78; Wolpert, op. cit., p. 34, gives the credit to S. Wazir Hasan and Maulana Muhammad Ali.
53. As Wolpert puts it, Jinnah "left the Aga Khan's 'Sevener' Khoja community ... opting instead to join the less hierarchically structured Isna 'Ashari sect of 'Twelver' Khojas, who acknowledged no leader" (op. cit., p. 18). Some examples of Jinnah's indifference towards Islamic tenets are given ibid, pp. 78–9, 341.
54. Ibid, p. 18. Badr ud-Din Tayyabji (1844–1906), a Bohra Twelver Shia, was the first Muslim to head the Indian National Congress (elected during its third annual session, Madras 1887); see Jain, op. cit., Vol. II, pp. 195–7, and references ibid.
55. Wolpert, op. cit., pp. 33–4.
56. Ibid, pp. 34–102; Ikram, op. cit., pp. 240–50.
57. See section 2.2, pp. 43, 49–50.
58. Ahmed, "The Shi'is of Pakistan", p. 286, Fn 7.
59. Wolpert, op. cit., p. 53; S. I. Husain, op. cit., Vol. I, p. 34.
60. Ibid., p. 14. Among the other trustees were S. Wazir Hasan, Choudhry Khalîq uz-Zaman and Raja S. Muhammad Mahdi of Pirpur (see below).
61. See section 1.3, p. 29.
62. Jain, op. cit., Vol. I, p. 77; S. I. Husain, op. cit., Vol. I, pp. 9–10. The initiative for the foundation of a university in Lucknow had also come from him; see Ganju, "Muslims of Lucknow", p. 284.
63. Ahmad, *Islamic Modernism*, pp. 123–31.
64. Ibid, pp. 130–31; Rizvi, op. cit., Vol. II, pp. 439–44.
65. Prominent leaders of the movement were the Ali brothers, Abu 'l-Kalam Azad, Hasrat Mohani, Abd ul-Bari Farangi-Mahalli and Maulana Mahmud al-Hasan of Deoband; see A.C. Niemeijer, "Khilâfa", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. V, p. 7.
66. Ibid.; on the *Khilâfat* Movement see also Ahmad, op. cit, pp. 131–40; Khaliquzzaman, op. cit, pp. 42–73; K. K. Aziz, *The Indian Khilafat Movement 1915–1933. A Documentary Record* (Karachi: Pak Publishers, 1972).
67. Khaliquzzaman, op. cit., pp. 47–9.
68. Wolpert, op. cit., pp. 66–7.
69. He was a lawyer from Moradabad District and member of the U.P. Legislative Council since 1912 who had settled down in Allahabad since 1916. In 1924 he presided over an annual meeting of the Muslim League in Bombay; see Jain, op. cit., Vol. II, pp. 115–16.
70. Ibid.
71. Ahmad, op. cit., p. 138; Ikram, op. cit., pp. 195–6.
72. The *Jam'îyat al-'Ulamâ'-i Hind* was founded in 1919 at the height of the *Khilâfat* agitation by *'ulamâ'* from Deoband and the Lucknow seminaries *Farangi Mahall* and *Nadwat ul-'Ulamâ'*. Its majority faction remained in political alliance with the Congress throughout the following decades; see Qureshi, *Ulema in Politics*, pp. 348–56; Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 2–3; Friedmann, "The Attitude of the Jam'iyyat-i 'Ulamâ'-i Hind", passim.
73. The *Majlis-i Ahrâr* was founded in 1931 by mostly Punjabi Muslims who had been active in the *Khilâfat* Movement. It was basically a religious group making extensive use of religious demagogy; see Aziz, *Party Politics in Pakistan*, pp. 159–61; Jânbâz Mîrzâ, *Kârvân-i Ahrâr*, (Lahaur: Maktabat-i Tabsira, 1975); Muhammad Rafiq Akhtar, *The Great Orator: A*

Biography of Amir-e-Shariat Syed Ataullah Shah Bokhari, (Multan: Aalmi Majlis Ahrar-e-Islam, 1988).

74. Wolpert, op. cit., pp. 89–102.
75. Ibid, pp. 99–101.
76. Jain, op. cit., Vol. I, p. 74. He later distanced himself from the League and in 1931 chaired a *Nationalist Muslim Conference* in Lucknow which passed a resolution in favour of joint electorates.
77. Ikram, op. cit., p. 199.
78. Ibid, pp. 199–200; Qureshi, *Struggle for Pakistan*, pp. 59–64.
79. Ibid, pp. 65–87.
80. Wolpert, op. cit., pp. 105–6, 119–38.
81. Ibid, p. 123; Ikram, op. cit., p. 181.
82. S. I. Husain, *The Life and Times*, Vol. I, p. 12.
83. On his biography see ibid., Vols. I+II, passim; Jain, op. cit., Vol. I, pp. 87–8. For his political career up to 1947 see below and section 2.2, pp. 52–53. He left India for Iraq shortly after partition and did not move to Pakistan until 1957. There he turned down repeated offers to head the Pakistan Muslim League as well as ministerial and other high positions and boons. In May 1968 he left for London where he directed the Islamic Centre at Regent's Park until his death. He lies buried in Mashhad (Iran).
84. M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 187–8.
85. S. I. Husain, op. cit., Vol. I, pp. 35–7.
86. Even the neutral scholar Wolpert refers to him as "Jinnah's foremost supporter in the U.P. next to Liaqat Ali Khan" (op. cit., p. 144).
87. S. I. Husain, op. cit., Vol. II, is replete with anecdotes from different contemporaries confirming these traits of his character.
88. See "Some Memoirs by the Raja of Mahmudabad", in: C. H. Philips & Mary Doreen Wainwright, *The Partition of India. Politics and Perspectives 1935–1947*, (London: Allen and Unwin, 1970), pp. 381–90; also S. I. Husain, op. cit., Vol. II, pp. 243–49. Jinnah had admonished him already as a twelve-year-old boy that he must consider himself "an Indian first and then a Muslim" (ibid., Vol. I, p. 45; Wolpert, op. cit., p. 79).
89. S. I. Husain, op. cit., Vol. I, pp. 19 and 211, referring to a visit of Amir Ahmad Khan to Jinnah in London.
90. Wolpert, op. cit., p. 140.
91. Quoted from the full text of the letter in S. I. Husain, op. cit., Vol. II, pp. 231–3. In his reply dated 24 June the Agha Khan agreed to pay Rs. 20,000 to subsidise papers supporting the Unionist Party against Jinnah (ibid, p. 235.).
92. M. W. Khan, op. cit., pp.
93. Wolpert, op. cit., p. 142; Jain, op. cit., Vol. I, p. 148. Chundrigar was nominated by the Muslim League as Minister of Commerce in the Interim Government of India in October 1946 and held different high offices in Pakistan, including that of Prime Minister from October to December 1957 (ibid.).
94. Wolpert, op. cit., pp. 142–3; Jain, op. cit., Vol. I, pp. 221–2. Ispahani was the scion of a Calcutta commercial and financial empire and member of the Bengal Legislative Assembly 1937–47. In Pakistan he held positions such as Ambassador to the U.S. (1947–52) and Minister of Industries and Commerce (1954–5). He is also the author of *Quaid-e-Azam Jinnah As I Knew Him* (2nd revised ed., Karachi 1967).
95. Qureshi, *Struggle for Pakistan*, p. 83.
96. Khaliquzzaman, op. cit., p. 165. Raja Ghazanfar Ali Khan had been a member of the Muslim League since the early 1920s and had been loyal to Jinnah at most occasions. For example, he had opposed the election of Mian Muhammad Shafi' as President of the Muslim League

at a session in Lahore on 31 December 1927–1 January 1928 (M. W. Khân, op. cit., Vol. I, p. 172). He rejoined the League with the 1937 Lucknow Pact (see below) and thereafter remained its staunch supporter (Jain, op. cit., Vol. I, pp. 172–73). On his later role see sections 2.2, p.50; 3.1, pp. 58–59, 65.

97. Wolpert, op. cit., pp. 151–2; Baxter, "Union or Partition", pp. 46–50.
98. Wolpert, op. cit. pp. 151–4; M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 205–6.
99. S. I. Husain, op. cit., Vol. I, pp. 49–50.
100. M. W. Khân, op. cit., Vol. I, p. 202.
101. S. I. Husain, op. cit., Vol I, pp. 55–6; Khaliquzzaman, op. cit., p. 173.
102. Wolpert, op. cit., p. 157; S. I. Husain, op. cit., Vol. I, pp. 94–6. The Muslim Students' Federation had been formed in 1936 and held its first plenary session in Lucknow. On its activities 1938–47 see ibid, pp. 97–124, and Mukhtar Zaman, *Students' Role in the Pakistan Movement*, (Karachi: Quaid-e-Azam Academy, 1978), passim.
103. S. I. Husain, op. cit., Vol. I, p. 121.
104. Jain, op. cit., Vol. II, p. 207.
105. Hasan, *Sectarianism*, p. 20; Jain, op. cit., Vol. I, p. 80.
106. Hasan, op. cit., pp. 20–21, according to whom the AISPC was then "under the firm control" of S. Wazir Hasan and S. Ali Zahîr. On the said campaign, which was aimed at luring Muslims away from the "reactionary" Muslim League, see Qureshi, *Struggle for Pakistan*, pp. 93–6.
107. Resolution No. 6 of the AISPC annual session in Rae Bareli 1937, quoted in Hasnain & Husain, *Shias and Shia Islam in India*, p. 160.
108. A lawyer and politician who had been a member of both the Congress and the Muslim League since 1917 and 1919, respectively, and participated prominently in various political movements; see Jain, op. cit., Vol. II, pp. 6–8, and his autobiography, *Pathway to Pakistan*, passim.
109. Ibid, p. 148; M. W. Khân, op. cit., Vol. I, p. 204.
110. Khaliquzzaman, op. cit., pp. 141–2. He had been secretary of the Muslim Unity Board, a U.P. electoral alliance, since 1932.
111. Ibid, p. 145; Wolpert, op. cit., pp. 145–6.
112. Hasan, op. cit., p. 39 Fn 56; *Razâkâr* 8/37:3 (1 October 1945).
113. Khaliquzzaman, op. cit., pp. 213–16; on the 1939 events see section 1.2, pp. 21–22.
114. Muhammad Siddiq, "Shîʿa aur Muslim Lîg", *Razâkâr* 9/7:3 (16 February 1946); Ghazipuri, "Shîʿa âpnê huqûq kâ tahaffuz kyûn chahtê hain?", *Razâkâr* 9/31:2 (16 August 1946). The commission was formed in 1937 or 1938.
115. See examples in section 2.2, pp. 43, 48–50.
116. Wolpert, pp. 160, 164–5; Qureshi, op. cit., pp. 99–104. The Pirpur Report was submitted in November 1938.
117. A lawyer born in Batala (Gurdaspur Dist.) who was member of the Punjab Legislative Assembly 1924–6 and again 1934–45. He was one of the founders of the *Majlis-i Ahrâr* and became its Secretary in 1931, when he led a civil disobedience movement against the Hindu Maharaja of Kashmir. In 1946 he resigned from the party; see Jain, op. cit., Vol. I, pp. 109–10; Naqvî, *Tazkira*, pp. 321–2.
118. Qureshi, *Ulema in Politics*, p. 354; see also a quotation from Mazhar Ali Azhar's pamphlet *Mister Jinnâh kâ Islâm* in Naqvi, *Bibliography*, Vol. I, pp. 537–8.
119. Jain, op. cit., Vol. I, p. 109.
120. He was a graduate of Deoband and one of the founders of the JUH. In 1931 he became president of the *Ahrâr*; see ibid, p. 186.
121. S. Da'ud Ghaznavi, who belonged to the *Ahl-i hadîth* sect, was Secretary-General of the

Ahrâr in 1931 together with Mazhar Ali Azhar. In 1946 he left the Congress and joined the Muslim League; see Râhî, *Tazkira-i ʻulamâʼ-i Panjâb*, Vol. I, pp. 180–82.

122. Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 3–5; Qureshi, op. cit., pp. 348–55.
123. Most important among them were Ashraf Ali Thanvi (1864–1943), who was expelled from the JUH and joined the Muslim League in 1939, and Shabbbir Ahmad ʻUsmani, who founded the *Jamʻîyat-i ʻUlamâʻ-i Islâm* (JUI) in 1945; see Pirzada, op. cit., pp. 5, 8–10; Qureshi, op. cit., pp. 357–62, and p. 369, Fn 95 to chapter 3.
124. The reasons for their stance are explained in Ziya ul-Hasan Faruqi, *The Deoband School and the Demand for Pakistan*, (Lahore: Progressive Books, 1962), pp. 92–121, and Friedman, "The Attitude of the Jamʻiyyat-i ʻUlamâʼ-i Hind", passim.
125. *Razâkâr* 2/36:4 (24 December 1939). Amir Haidar Khan headed the AISC from 1940 to 1946 when he was elected to the U.P. Legislative Assembly on a Muslim League ticket with the help of his elder brother (Author's interview with his son, Muhammad Amir Sajjad; Lucknow, 28 January 2001). He remained in India after partition and headed institutions such as the Shia Central Waqf Board and the sponsoring trust of the *Madrasat ul-Wâʻizîn* Lucknow; see Shâdânî, *Sawânih*, pp. 60–65; *Illustrated Weekly of India*, 20 February 1972, p. 33.
126. *Razâkâr* 2/36:4.
127. Hasnain & Husain, *Shias and Shia Islam in India*, p. 160.
128. Syed Sharifuddin Pirzada (ed.), *Foundations of Pakistan, All India Muslim League Documents 1906–1947*, (Karachi: National Publishing House, 1970), Vol. II, p. 341.
129. M. W. Khân, *Tashkîl-i Pâkistân mên shîʻân-i ʻAlî kâ kardâr*, Vol. I, pp. 226–8.
130. S. I. Husain, *The Life and the Times of Raja Saheb of Mahmudabad*, Vol. I, p. 264.
131. Ibid., pp. 263–4.
132. See below, p. 53, and p. 361, Fn 197.
133. *Razâkâr* 3/13:1+14 (24 April 1940); 8/32:3 (24 August 1945).
134. He was born from a middle class family in the Patna District and had been a judge at the Patna High Court 1919–20. From 1923–30 he was the first Indian Vice-Chancellor of the Patna University and from 1932–40 a member of the Governor's Executive Council of Bihar and Orissa. In 1938 he had been Indian delegate to the League of Nations; see Jain, *Muslims in India*, Vol. II, pp. 167–8.
135. *Razâkâr* 3/13:4–7 (24 April 1940); commentary ibid., p. 3.
136. During a visit to Lucknow in January 2001 I tried in vain to find copies of Shia journals or other sources containing protocols of the 1940 All-Parties Shia Conference.
137. Qureshi, *Struggle for Pakistan*, p. 174; Wolpert, *Jinnah of Pakistan*, p. 193. He thereafter dubbed Jinnah "the greatest enemy of Islam and Muslims in India" (Jain, op. cit., Vol. II, p. 168).
138. Muhammad Siddiq, "Panjâb Shîʻa Kânfarans aur shîʻân-i Panjâb kê farz-i mansabî", *Razâkâr* 4/4:3 (16 November 1941).
139. Karim Bakhsh Haidari, "Shîʻa aur siyâsat-i Hind", *Razâkâr* 5/17:6 (8 May 1942).
140. Ghulam Muhammad Baltistani, "Shîʻôn kî qaumî zindagî mên tanzîm kî zarûrat", *Razâkâr* 6/18:5 (1 March 1943); Muhammad Siddiq, "Anjuman-sâzî—maraz barhtâ gayâ jôn jôn dawâ kî", *Razâkâr* 6/19:3 (8 March 1943).
141. Karim Bakhsh Haidari, "Hamârî Pûlitikâl Kânfarans kî pâlisî aur prûgrâm", *Razâkâr* 8/2:1 (8 January 1945).
142. Karim Bakhsh Haidari, "Shîʻa aur siyâsat-i Hind", *Razâkâr* 5/17:6 (8 May 1942).
143. Ibid.
144. Ibid.; on the Cripps Mission see Qureshi, op. cit., pp. 176–98.
145. *Razâkâr* 4/4:3 (16 November 1941). Ihsan Ali Khan later wrote that he had never sought

to preside over the PuSC, but that the *'ulamâ'* S. Muhammad Dihlavi and S. Zafar Mahdi had "obliged" him to do so (*Razâkâr* 6/7:3; 8 December 1942).

146. Khwaja Muhammad Latif Ansari, "Panjâb Shî'a Kânfarans kê liyê êk lamha fikrîya", *Razâkâr* 5/18:8–9 (16 May 1942); Muhammad Ihsan Ali Khan, "Panjâb Shî'a Kânfarans kê maujûda ta'attul kê asbâb", *Razâkâr* 6/7:3 (8 December 1942).
147. Muhammad Siddiq, "Razâkâr kâ dô-bâra ijrâ", *Razâkâr* 4/1:3 (24 October 1941).
148. *Razâkâr* 6/7:3 (8 December 1942); 7/43:1 (8 November 1944).
149. Muzaffar Ali Khan Qizilbash (1907–82) had studied law in Cambridge and returned to Lahore in 1936. In 1937 he was elected to the Punjab Assembly on a Unionist Party ticket. On his further political career see below and sections 3.1, 3.6 and 5.2; also an obituary in *Razâkâr* 46/41:1 (1 November 1982) and Anjum, *Siyâsat kê fir'aun*, pp. 250–59. He was elected Secretary-General of the PuSPC in 1938 and elected PuSPC President in 1943. After the death of his brother Nawab Nisar Ali Khan in April 1944 he became head of the family and heir to its huge estates (ibid., p. 255; *Razâkâr* 7/20:1; 16 May 1944). For his family background see section 1.1, pp. 10–11).
150. *Razâkâr* 6/34:3 (1 July 1943) refers to a meeting of the PuSPC Council in Lahore on 27 June 1943 which opened a permanent office to deal with preparations for the convention.
151. Translation from *Razâkâr* 6/48:2 (16 October 1943). The resolution was tabled by Sardar Karim Bakhsh Haidari of Alipur (Muzaffargarh Dist.), who later shifted to unconditional loyalty to the Muslim League; see Muhammad Siddiq, "Haidarî sâhib kâ ghair-zammadâr bâyân", *Razâkâr* 8/17:3 (1 May 1945); "Haidarî sâhib kî khidmat mên iltimâs", *Razâkâr* 9/5:3 (1 February 1946).
152. Quoted in *Razâkâr* 6/51:3 (8 November 1943).
153. Ibid.; Abu'l-Kalam Azad (1888–1958) headed the Indian National Congress from late 1939 to 1946; see Jain, op. cit., Vol. I, pp. 40–46, and references ibid.
154. In that speech Amir Haidar Khan had said: "There is no doubt that we are a part of Islam and will remain so … in general matters we must remain united with all Muslim sects, especially if we are confronted with a national (*qaumî*) enemy. Yet we have doubtless a special quality (*haisîyat*), and we don't like any interference with that …" (*Razâkâr* 6/51:3; 8 November 1943).
155. *Razâkâr* 6/51:1(8 November 1943); 6/52:6+10 (16 November 1943).
156. *Razâkâr* 7/14:3 (1 April 1944).
157. *Razâkâr* 7/16:3 (16 April 1944), quoting from *Shî'a* (Lahore) of 8 April and *Nazzâra* (Lucknow) of 24 April 1944.
158. S. Nâsir Ali Shah Gardezi, "Qâ'id-i A'zam aur shî'a tahaffuzât", *Razâkâr* 7/16:8+10 (16 April 1944).
159. Qureshi, "The Politics of the Shia Minority", pp. 116–18.
160. See section 2.1, p. 41.
161. Literally "refusers", a pejorative term applied on Shias since the first century of Islam for not recognising the caliphate of the first three Caliphs; see Ethan Kohlberg, "Râfida", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VIII, pp. 386–9.
162. Referring to the "unlawful innovations" (*bid'ât*) in religion ascribed to Shias by a section of the Sunni *'ulamâ'*; see section. 3.5, p. 96.
163. The term *munâfiqûn* is frequently used in the Koran referring to the opponents of the Prophet Muhammad; see A. Brocket, "al-Munâfikûn", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VII, pp. 561–2.
164. *Razâkâr* 7/45:1 (24 November 1944); Hasan, *Sectarianism in Indian Islam*, p. 40, Fn 69.
165. *Madh-i sahâba* processions had been forbidden since 1940. According to *Razâkâr* 9/2:2 (8 January 1946) they were allowed again in late 1945, when the Congress had resumed

charge of the U.P. provincial government, in order to create sectarian tensions and weaken the Muslim League during the 1945–6 elections.

166. The TAS was founded by Nur ul-Hasan Bukhari (1911–79), a former school headmaster from a village near Rajanpur (then Dera Ghazi Khan Dist.) who had studied at the *Dâr ul-'Ulûm* Deoband 1936–9, and his friend Dost Muhammad Quraishi (1920–74). See Bukhârî, *Akâbir 'ulamâ'-i Deoband*, pp. 356–60; Râhî, *Tazkira-i 'ulamâ'-i Panjâb*, Vol. I, pp. 183–5; see also p. 380, Fn 325 to chapter 3.
167. See a report in *Razâkâr* 8/13:6–7; Maulana Zafar ul-Mulk had led the *madh-i sahâba* in Lucknow. Another speaker was the JUH leader Husain Ahmad Madani. According to an editorial in *Razâkâr* 8/13:3 (1 April 1945), *fatwâs* declaring Shias *wâjib ul-qatl* (deserving death) were given at the meeting.
168. Among the places affected in the years 1940–47 were Ambala, Amritsar, Biguwal, Dokoha Sadat, Kamalia, Kot Radha Krishan, Malir Kotla, Mandi Chishtian, Nurpur, Qasur, Sonipat, Shujaabad, and others; see *Razâkâr* 6/51:3 (8 November 1943); 8/3:1 (16 January 1945); 8/17:2 (1 May 1945); 8/38:3 (8 October 1945); 10/3:8 (24 December 1946).
169. M. W. Khân, *Tashkîl-i Pâkistân*, Vol. I, pp. 236–8.
170. Ibid., pp. 234–5; *Razâkâr* 8/16:3 (24 April 1945).
171. *Razâkâr* 7/30:3 (1 August 1944).
172. Ibid.
173. He had been the President of the Indian Merchants' Chamber in 1930 and Mayor of Bombay in 1931; see Jain, op. cit., Vol. II, p. 29; Hasnain & Husain, *Shias and Shia Islam in India*, pp. 161–3.
174. *Razâkâr* 8/16:3 (24 April 1945); for a critical examination of Lalji's telegram by Karim Bakhsh Haidari see *Razâkâr* 8/19:4–5 (16 May 1945).
175. *Razâkâr* 8/25:1–2 (1 July 1945).
176. *Razâkâr* 8/22:1+10 (8 June 1945). According to the 1921 Census, Shias had made up for only 2 per cent of the Punjab's population (see p. 343, Fn 97 and 98 to chpater 1).
177. *Razâkâr* 8/20:3 (24 May 1945).
178. "Qaum kô 'ulamâ'-i shî'a kâ ahamm mashwara", *Razâkâr* 8/27:7 (16 July 1945); commentary in *Razâkâr* 8/28:3 (24 July 1945).
179. Wolpert, op. cit., pp. 243–6; Qureshi, *Struggle for Pakistan*, pp. 234–7.
180. *Razâkâr* 8/32:3 (24 August 1945).
181. Quoted from S. I. Husain, op. cit., Vol. I, pp. 258–59.
182. *Razâkâr* 8/38:3 (8 October 1945); wording of the demands in *Razâkâr* 9/11:3 (16 March 1946).
183. *Razâkâr* 8/39:3 (16 October 1945).
184. *Razâkâr* 8/38:3; the editor of *Razâkâr* wrote in his comment that "the opposite was true" regarding the situation in the Punjab (ibid.).
185. Report in *Razâkâr* 8/40:1–2 (24 October 1945); speeches of Husain Bhai Lalji ibid, p. 3–8, and of S. Muhammad Nasîr in *Razâkâr* 8/41:4–6 (1 November 1945); commentary of Muhammad Siddiq, who had attended the conference, in *Razâkâr* 8/42:3 (8 November 1945).
186. Full text of the resolution in *Razâkâr* 8/40:2 (24 October 1945).
187. *Razâkâr* 8/43:3 (16 November 1945). A so-called *Husaini mahâz* (civil disobedience movement) had been launched by Shias of Qasur after *'azâdârî* processions had been banned there in 1938 and 1939.
188. Ibid.
189. In December 1945, Shias of Saharanpur (a town in U.P. near the provincial border of Punjab) went as far as inviting Sunnis to make recitations in praise of the first three Caliphs in *imâmbârgâhs* and Shia mosques if they wished so (*Razâkâr* 9/2:2, 8 January

1946, quoting from *al-Manshûr*, Delhi). Two months later Muhammad Siddiq wrote: … "Now the workers of the Muslim League, in response to the call [of Jinnah], everywhere spread appeals that Muslims should unite and get rid off sectarianism, because it means ignorance. As a result it has become a sign of ignorance in the Muslim League even to call oneself a Shia. Our Shia brothers who have become unconditional members of the Muslim League are indulging in … a sell-out of religion" ("Shî'a aur Muslim Lîg"; *Razâkâr* 9/7:3; 16 February 1946).

190. *Razâkâr* 8/41:3 (1 November 1945); on Zafar Ahmad 'Usmani see Bukhârî, *Akâbir 'ulamâ'-i Deoband*, pp. 181–88.
191. *Razâkâr* 8/43:3 (16 November 1945).
192. *Razâkâr* 8/42:1 (8 November 1945).
193. Hasnain & Husain, op. cit., p. 163; M. W. Khân, op. cit., Vol. I, pp. 252–4. Raja Amir Ahmad Khan of Mahmudabad and the Shia *'âlim* Ibn Hasan Jarchavi had also campaigned for Jinnah in Bombay during that contest; see S. I. Husain, op. cit., Vol. I, p. 87.
194. These were Jinnah himself, Amir Ahmad Khan of Mahmudabad and Capt. S. 'Abid Husain (Jhang).
195. Baxter, "Union or Partition", p. 63.
196. *Razâkâr* 9/17:8 (1 May 1946). The number of Shias elected in the NWFP is not mentioned in the article. There were no elections in Balochistan and the Princely States of Bahawalpur and Khairpur of the later West Pakistan. See also a list of results in Aziz, *Historical Handbook*, pp. 499–509.
197. *Razâkâr* 9/9:4 (1 March 1946). He conveniently omitted those words of Jinnah's letter which were critical of the All-Parties Shia Conference and its aims (see above, p. 43), just as has been done by Shia journals in Pakistan which have quoted the letter in the following years and decades. In *Razâkâr* 9/11:3 (16 March 1946) Muhammad Siddiq pointedly commented: "The Shias do not want to know from the Maharajkumar of Mahmudabad what Jinnah wrote to him in 1940, but rather which reply he received from the Muslim League to the demands from September 1945".
198. Karim Bakhsh Haidari, "Shî'a jamâ'at aur Muslim Lîg intikhâbî natâ'ij kî raushnî mên", *Razâkâr* 9/17:8 (1 May 1946).
199. A number of Shia notables in the Punjab had still reservations against the Muslim League by mid-1946. *Razâkâr* 9/30:4 (8 August 1946) mentioned Qizilbash, S. Abd ul-Jalil Shah Gardezi (Multan), Mian Sultan Ali (Nangiana), Chaudhry Faqir Husain, (Amritsar Dist.), Pir S. Nasir ud-Din Shah (Lyallpur), Professor Nâsir Ali Khan (Panipat) and Mehr Talib Husain (Garh Maharaja). The journal remained a mouth-piece of criticism of the Muslim League right until partition, while at the same time remaining opposed to the Congress and its allies; see Muhammad Siddiq, "Kuch âpnê muta'alliq", *Razâkâr* 9/19:3 (16 May 1946); see also below, Fn 209.
200. *Razâkâr* 9/17:8 (1 May 1946). On the important Muslim League Working Committee session in Delhi see Wolpert, op. cit., pp. 261–2; Qureshi, op. cit., 246–7.
201. *Razâkâr* 9/17:8 (1 May 1946); Hasnain & Husain, op. cit., p. 162.
202. Ibid. and *Razâkâr* 9/35:3 (16 September 1946).
203. S. Ali Zahîr was later appointed member of the Constituent Assembly of India and ambassador to Iran and Iraq (1947–51). From 1951 to 1967 he was a member of subsequent provincial cabinets in the U.P., holding the Congress ticket for the Lucknow West constituency until 1969; see Jain, op. cit., Vol. I, p. 81; Hasnain & Husain, op. cit., p. 173; Wright, "The Politics of Muslim Sectarian Conflict in India", p. 72. For Lalji's further career see the *Illustrated Weekly of India*, 20 February 1972, p. 25.
204. *Razâkâr* 9/30:2 (8 August 1946); 9/32:1 (24 August 1946). Six other Shias besides the Raja

had been named by the Muslim League among the 79 Muslim members of the Constituent Assembly, i.e. Jinnah himself, S. Tajammul Husain from Bihar, Shaikh Karamat Ali and Raja Ghazanfar Ali Khan from Punjab, Mirza Abu'l Hasan Ispahani and Prince Yusuf Mirza from Bengal (*Razâkâr* 9/27:3; 16 July 1946). On 22 November 1946 the Muslim League withdrew its representation in the Constituent Assembly altogether (Wolpert, op. cit., p. 296).

205. Ibid., p. 293; two of the four ministers nominated by the Muslim League for that government, which remained in office until June 1947, were Shias (I.I. Chundrigar and Raja Ghazanfar Ali Khan) (ibid.).
206. Khwaja Muhammad Latif Ansari, "Kuch Panjâb Shî'a Kânfarans kê muta'alliq", *Razâkâr* 10/10:1 (16 February 1947).
207. Muhammad Siddiq, "Sadr-i Panjâb Shî'a Kânfarans kî khidmat mên iltimâs", *Razâkâr* 9/16:2+11 (24 April 1946); answer of Ihsan Ali Khan and rejoinder by Muhammad Siddiq *Razâkâr* 9/23:7+3 (16 June 1946); S. Akhtar Husain Sha'iq Ambalvi, "Nawâb Hâjjî Ihsân 'Alî Khân sâhib kê liyê lamha fikrîya", *Razâkâr* 9/30:4+7 (8 August 1946).
208. Anjum, *Siyâsat kê fir'aun*, p. 256; the author depicted Qizilbash as "the iron man of the Tiwana government".
209. Report of the session in *Razâkâr* 9/36:5–6 (24 September 1946). Speeches against specific acts of the Muslim League were held there by S. Muzaffar Ali Shamsi, Sha'iq Ambalvi, Mir Baqir Husain Ja'fari, Jamil Husain 'Alavi, S. Ghazanfar Ali Ferozpuri and S. Muhammad Ali Shamsi; the latter had tabled a resolution demanding to exclude Raja Ghazanfar Khan, Shaikh Karamat Ali and Major Mubarak Ali Shah from the PuSPC for one year (ibid.).
210. *Razâkâr* 10/3:8 (24 December 1946).
211. The first session of the Constituent Assembly of Pakistan took place in Karachi on 11 August 1947; see Qureshi, op. cit., pp. 304–6; Wolpert, op. cit., pp. 337–9; see also p. 369, Fn 103 to chapter 3.
212. The commission was headed by Maulana Shabbir Ahmad 'Usmani; the other members were Professor Zafar Ahmad, Pir Balaghat Ali Shah, and the Maulanas Ibrahim Sialkoti, Azad Sajjadi, Muhammad Danapuri, Zâhir Qasimi and Khwaja Hasan Nizami (*Razâkâr* 10/23:3).
213. See p. 369, Fn 103 to chapter 3.
214. Muhammad Siddiq, "Kyâ ab bhî hamârê huqûq kî tahaffuz kâ waqt nahîn âyâ?", *Razâkâr* 10/23:3 (24 July 1947); S. Abrar Husain Pawri, "Kyâ Lîgî shî'a âpnê farz kî taraf mutawajjih hain?", *Razâkâr* 10/25:8 (8 August 1947).

3. SHIAS IN PAKISTAN UNTIL 1958

1. Centres of Shia population in East Punjab (including the newly created province of Haryana) had been Ambala, Ludhiana, Batala, Dokoha Sadat, Malir Kotla, Karnal and Rohtak. According to Cole, "the large Shî'î community of … eastern Punjab went to Pakistan in its entirety" (*Roots of North Indian Shî'ism*, p. 289). The only exception was Malir Kotla in Ludhiana District (formerly Patiala State) which has remained a centre of *'azâdârî* in post-1947 India; see Hasnain & Husain, *Shias and Shia Islam in India*, p. 232.
2. More than 5.3 millions of *muhajirs*, half of them peasants, were settled in West Punjab in 1947, forming 25.7 per cent of the province's population in 1951; see Mohammad Waseem, "Partition, Migration and Assimilation: A Comparative Study of Pakistani Punjab", in: Ian Talbot & Gurharpel Singh (eds.), *Region and Partition. Bengal, Punjab and the Partition of the Subcontinent*, (Karachi: Oxford University Press, 1999), pp. 203–27, here 211; also Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba Pakistan", pp. 145–6.

3. On some prominent *'ulamâ'* among the immigrants see section 3.4, pp. 79–80. More important was the high percentage of Shias among the professional elite in the federal capital Karachi and other towns. Most Pakistani Shias interviewed by the author 1999–2001 said that their community had still an edge in education and higher positions, a claim which is also confirmed by anti-Shia propaganda; see for example a quotation from 1978 in Mumtaz Ahmad, "Revivalism, Islamization, Sectarianism", p. 109.
4. Momen, *Introduction*, p. 282, estimated Pakistan's total Shia population to have reached 12 million in 1980, as compared to 34 million in Iran, 10 million in India and 7.5 million in Iraq. Momen put their share of the population at 14.5 per cent (ibid.); Ahmed, "Shi'is of Pakistan", p. 275, at 10–20 per cent, Keddie, *Shi'a of Pakistan*, p. 3, and Abou Zahab, op. cit., p. 143, at 15–20 per cent.
5. Hasnain & Husain, op. cit., p. 114, claim that "unlike some other Muslim groups, the percentage of Shias migrating to Pakistan after partition was quite low". However, the majority of Shia *muhâjirs* settled in West Pakistan.
6. Ahmad Hasan Dani, *History of the Northern Areas of Pakistan* (Islamabad: National Institute for Historical and Cultural Research, 1989), pp. 331–5.
7. Ibid., pp. 338–52; Martin Sökefeld, "Jang Azâdî: Perspectives on a Major Theme in Northern Areas' History", in: Irmtraud Stellrecht (ed.), *The Past in the Present. Horizons of Remembering in the Pakistan Himalaya* (Köln: Rüdiger Köppe Verlag, 1997), pp. 61–81.
8. The revolt against Kashmir rule in and around Gilgit was led exclusively by the Gilgit Scouts and local volunteers. These also took part in the campaigns in Baltistan and the Kargil and Zanskar Districts which were later re-conquered by India. The Kashmiri garrison in Baltistan's capital Skardu was besieged and made surrender with the help of scouts from the Princely State of Chitral, which fully acceded to Pakistan only in 1955. On the Baltistan campaign see Dani, op. cit., pp. 376–401, and Muhammad Yûsuf Husainâbâdî, *Baltistân par êk nazar*, (Skardu 1984), pp. 67–142.
9. Rieck, "Sectarianism", pp. 440–41; generally on the conflict about the status of the Northern Areas see Sökefeld, *Ein Labyrinth von Identitäten in Nordpakistan*, pp. 251–330.
10. Since the late nineteenth century, the *Ahl-i hadîth* had gained a foothold in the area by making converts among the local *Nûrbakhshî* sect in Baltistan, which was also an object of intense Shia proselytising (Rieck, "The Nûrbakhshîs of Baltistan", pp. 169–79). The Sunni version about the clashes of July 1946, which were triggered by a dispute about a mosque in Skardu, is given by Abd ul-Rashîd Ansârî Baltistânî, *Wâdî Baltistân kê mazhabî hâlât* (Karachi: Anjuman-i Islâmîya Baltistân, 1956) and in *Razâkâr* 9/31:10+12 (Reprint from *Zamîndâr*, Lahore, 10 August 1946). For the Shia version see Muhammad Amîn Baltistânî, *Da'wat-i ittihâd* (Lahore: Anjuman-i Imâmîya, 1957), and *Razâkâr* 9/35:5 (16 September 1946); 10/1:3 (8 December 1946); 10/2:3 (16 December 1946); 10/7:7 (24 January 1947); 10/8:1+11 (1 February 1947); 10/11:7 (24 February 1947); 10/13:9 (24 March 1947).
11. Rieck, "From Mountain Refuge to Model Area", passim; idem, "A Stronghold of Shia Orthodoxy in Northern Pakistan", passim.
12. Literally: "Chief of Memorisers of the Koran". Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 428–33, portrays him as "doubtless the greatest Shia *'âlim* in Pakistan". On his biography see also Naqvî, *Tazkira*, pp. 243–5, and *Payâm-i 'Amal* 12/4–5 (Special obituary No., June–July 1968); also Ghulam Muhammad Khan, "Hâfiz sâhib qibla Peshâwar mên", *Razâkâr* 31/24:6, 31/25:2, 31/26:2+8 (1–16 July 1968). A collection of his sermons was edited by Afzâl Husain, *Kifâyat al-wâ'izîn*, 2 Vols. (Lahore: Khalîfa Sayyid Hasan Mahdî, 1990).
13. Naqvî, *Tazkira*, pp. 279–80; Muhammad Bashîr Ansârî, *Ittihâd al-tarîqain* (Karachi: Rahmatullah Book Agency, n.d.), pp. z-h (preface).
14. In mid-1948, Ansari would still brand opponents of his line as "agents of the Congress"

(*Razâkâr* 11/24:8). One year later, he wrote that the situation of Shias in Pakistan would be worse than that of the Muslims in India if they had failed to support the Muslim League collectively (letter to Sha'iq Ambalvi, 18 July 1949; *Razâkâr* 12/30:8). Hafiz Kifayat Husain, for his part, had advocated only "conditional support" of the Muslim League; see *Razâkâr* 6/52:10 (16 November 1943).

15. Rizvî, *Silsilat al-dhahab*, p. 118. (The book contains autobiographical sketches from one of the founding members of the APSC and long-time chairman of its section in the Rawalpindi District).
16. *Razâkâr* 11/5:3 (8 January 1948). The West Punjab Shia Political Conference apparently ceased to exist after the founding of the APSC.
17. Rizvi, *Silsilat al-dhahab*, p. 118. This was confirmed during an interview of S. Mehrban Ali Rizvi with the author (Rawalpindi, 20 February 1999). Qizilbash is not mentioned as a speaker at the Lahore Convention of March 1948 in *Razâkâr*, but as a donor of Rs. 4,000 for a Shia Hostel and a Shia Vocational School at that occasion (*Razâkâr* 11/16:5; 1 April 1948).
18. He remained in this office from August 1947 to July 1948 (Callard, *Pakistan*, p. 342); on his later career see below and Jain, *Muslims in India*, Vol. I, pp. 172–3.
19. *Razâkâr* 11/14:1–2, 8 (16 March 1948); resolutions of the Lyallpur meeting in *Razâkâr* 11/15:5–6 (24 March 1948). Qizilbash was included among the 19 council members mentioned there.
20. Naqvî, *Tazkira*, pp. 355–6. Kararvi was born in Karari (Allahabad Dist., U.P.) and had graduated from the *Sultân ul-Madâris* (Lucknow) in 1938. In 1946 he had campaigned for the Muslim League in the NWFP. In 1950 he founded the weekly *Shihâb-i Thâqib* (Peshawar) which he ran for the rest of his life. On his later activities and offices see below, Fn 62, and sections 5.3, p. 154; 6.2, p. 217.
21. *Razâkâr* 11/16:6 (1 April 1948). The statutes of the SMUP were laid down in a session in Peshawar, 29–31 August 1948; see Najm ul-Hasan Kararvi (ed.), *Nizâm al-'amal-i Idârat-i Shî'a Majlis-i 'Ulamâ'-i Pâkistân* (Peshawar, n.d). Among the goals of the SMUP stated there were enhancing the Shias of Pakistan to follow the precepts of the *sharî'a*, safeguarding of their religious, civil, cultural, social, economic and political rights, representation of Shia *'ulamâ'* in the federal government, and the founding of Shia *dînî madâris*, libraries and publishing houses (ibid., p. 5–6). Ansari explained his view of the role of the SMUP in September 1972, then still presiding over it (*Razâkâr* 36/36:1).
22. This was alleged by S. Muhammad Ali Shamsi, then leader of the West Punjab Muslim Students Federation, in a speech at the APSC on 21 March. Those who had been recommended instead of Ansari were Mufti Ja'far Husain (see below) and S. Muhammad Baqir Chakralvi (*Razâkâr* 11/16:6).
23. *Razâkâr* 11/18:7 (16 April 1948). The reporter of *Razâkâr* commented: "This was the most important resolution from the viewpoint of the APSC".
24. Shaikh Ghulam Muhammad Baltistani, "Âl Pâkistân Shî'a Kânfarans kê muta'alliq mêrê ta'assurât", *Razâkâr* 11/24:9 (1 June 1948).
25. This was claimed by Baqir Husain Ja'fari, Secretary-General of the ITHS (see below), during his first annual report read in Rawalpindi, April 1949 (*Razâkâr* 12/18:5; 8 May 1949). A list of the said demands, which were distributed in the form of a poster, is not given. However, resolutions of the APSC did demand separate religious education for Shias in schools (No. 5), the allocation of mosques and *imâmbârgâhs* for Shia *muhâjirs* (No. 13), and the abolishment of all bans on *'azâdârî* (No. 22). One resolution (No. 14) called for the establishment of a Shia daily press (*Razâkâr* 11/18:7; 16 April 1948).
26. *Razâkâr* 11/15:4 (24 March 1948); 11/16:6 (1 April 1948).
27. The full text of his speech is given in *Razâkâr* 11/15:3–4 (24 March 1948).

28. *Razâkâr* 11/16:6 (1 April 1948).
29. Ibid.; Ansari left the APSC shortly after and joined the ITHS.
30. *Qaum* has different meanings in Urdu, ranging from "sect" to "tribe" and "nation". The word is also generally used in the Shia press to refer to the Shias themselves.
31. Translation from *Razâkâr* 11/18:7 (16 April 1948) where it is reproduced as "Resolution No. 10", but everywhere else it is always referred to as "Resolution No. 6". The person who tabled it remains obscured. During the founding session of the *All-Pakistan Shia Board* four years later (see below), Raja Ghazanfar Ali Khan told that a similar statement had already been included in an address of thanksgiving of the PuSC to the Punjab Chief Minister Sikandar Hayat Khan at its annual session in Qasur (December 1937); see *Razâkâr* 15/5:8 (1 February 1952).
32. *Razâkâr* 12/11:1 (16 March 1949); 12/18:6 (8 May 1949); Fâ'izî, *Sonêhrî hurûf*, p. 17.
33. S. Muzaffar Ali Shamsi (1910–76), who had been *sajjâda-nashîn* and head of the municipal council in his hometown Dinanagar in East Punjab, had moved to Lahore after partition. A gifted orator, he was one of the driving forces behind the ITHS from the outset and became its Secretary-General for West Pakistan in 1955 (countrywide in 1961). In 1954 he founded the weekly *Shahîd* (Lahore) which was still issued in early 1999 from Nisbet Road No. 15. On his split from the mainstream Shia movement in the 1960s see sections 4.3, pp. 123–24; 4.5, p. 138
34. Mufti Ja'far Husain was born in Gujranwala, where he founded one of the first Shia *madrasas* in West Punjab after his return from studies in Lucknow and Najaf in 1942 (*Razâkâr* 6/3:1). In 1948 he was the only native Shia *mujtahid* of Pakistan. On his later career see sections 3.2, 4.5, 5.5, 6.1, 6.2; also Naqvî, *Tazkira*, pp. 94–6; Kâzimî, *Muftî Ja'far Husain*, Fâ'izî, *Sonêhrî hurûf*, passim.
35. *Razâkâr* 19/14:4 (Report of the Secretary-General at the ITHS convention of March 1956). Baqir Husain Ja'fari (see above, Fn 25) told in 1949 that he himself had visited Mufti Ja'far Husain, Hafiz Kifayat Husain and Azhar Hasan Zaidi (none of whom had attended the APSC) in Lahore to urge them for action (*Razâkâr* 12/18:6; 8 May 1949). Shaikh Muhammad Siddiq, the editor of *Razâkâr*, was also among the founders of the ITHS (Interview with the author, Lahore, 27 February 1999); see also Fâ'izî, *Sonêhrî hurûf*, p. 18.
36. Hafiz Kifayat Husain, "Âl Pâkistân Shî'a Kânfarans shî'a qaum kî tarjumân nahîn. Sadr kî bayân sê mujhê mayûsî hai", *Razâkâr* 11/18:1.
37. Yet *Razâkâr* maintained its independence from the ITHS and would often criticise its shortcomings in later years. A good reflection of the journal's attitude towards the ITHS was given by the editor shortly before an annual convention of the ITHS in Sargodha, 20–21 February 1954 (*Razâkâr* 17/7:3; 16 February 1954). Since 1966 *Razâkâr* wrote against the ITHS; see section 4.5, p. 138.
38. *Shî'a*, founded in 1921 by Malik Sadiq Ali 'Irfani—referred to as "father of the press" (*Bâbâ-i sihâfat*) by Pakistani Shias—had supported the Muslim League unconditionally in the 1940s. The journal remained antagonistic to *Razâkâr* until 1964, when both supported the movement of S. Muhammad Dihlavi (see section 4.3).
39. The editor of *Asad*, S. Akhtar Husain Sha'iq Ambalvi (d. 1986), had been in the service of Nawab Qizilbash since the early 1940s. He had been assistant editor of *Razâkâr* and a leading member of the ITHS until 1950. In March 1955 he was elected Secretary-General of the APSC (*Asad* 5/7:5) and remained in this function until 1980, when he was appointed Secretary-General of the TNFJ by Mufti Ja'far Husain (replaced in 1984 by his successor).
40. It was a Lahore District ITHS meeting which was attended by Shias of neighbouring districts, too (*Razâkâr* 11/27:4).
41. Among them were Sha'iq Ambalvi, Khwaja Muhammad Latif Ansari and the Maulanas Faiz Muhammad Makhialvi, Ahmad Bakhsh Anwar, Muzammil Husain, S. Mahdi Hasan

ʿAlavi and Zafar Mahdi (*Razâkâr* 11/27:4, 11/28:7, 11/29–30:8–9; 24 June–16 July 1948). A list of participants published before the meeting included also Muhammad Bashir Ansari (*Razâkâr* 11/26:1; 16 June 1948).

42. Resolution No. 8, translated from *Razâkâr* 11/29–30:9 (16 July 1948).
43. Ibid.
44. He was born in Bijnor and had moved to Lahore in 1947. At that time, he was already famous for his regular *majâlis* in the town and other parts of Pakistan. From 1967 until his death he was Chairman of the ITHS; see Naqvî, *Tazkira* p. 60, and a collection of his sermons, *Khatîb-i Âl-i Muhammad*, (Lahore, n.d.).
45. *Razâkâr* 11/29–30:8–9. On later disputes among the Shia *ʿulamâʾ* of Pakistan about the proper use of *khums* see section 4.4., pp. 125–26.
46. *Razâkâr* 11/29–30:9.
47. Callard, *Pakistan. A Political Study*, pp. 13–20.
48. Already at the second annual meeting of the ITHS Punjab (April 1951), landlords presided over most sessions (*Razâkâr* 14/17–18:7–12). In 1953 a landlord from Multan District succeeded Mufti Jaʿfar Husain as the Chairman of the ITHS; see section 3.2, p. 73; also section 4.1, p. 108.
49. See above, Fn 25.
50. Translation from Sultan Mirza Dihlavi, "Shîʿa markaz-i ʿaqâʾid-o-ʿamal", *Razâkâr* 17/6:2 (8 February 1954). On Sultan Mirza, a civil servant and judge who became famous for his book *al-Balâgh al-mubîn* (Delhi 1945) in defence of Shia doctrines, see Naqvî, *Tazkira*, pp. 307–8.
51. With these words ITHS members would frequently refer to their organisation.
52. *Razâkâr* 11/48:3 (1 December 1948); further references to the article in *Ihsân* are found in *Razâkâr* 12/6:3 (8 February 1949) and 12/18:6 (8 May 1949).
53. *Razâkâr* 11/47:2 (24 November 1948) reports about the speeches against *Ihsân* held at *Karbalâʾ-i Gâme Shâh* (Lahore) on 20 November by Mufti Jaʿfar Husain and other ITHS leaders. On Abu Saʿîd Bazmi (d. 1951), a journalist and emigrant from Bhopal (Madhya Pradesh) to Lahore who died 1951, see Muhammad Aslam, *Wafâyât-i mashâhîr-i Pâkistân* (Islamabad 1990), p. 10, and *Razâkâr* 12/4:4 (24 January 1949).
54. *Razâkâr* 12/6:3 (8 February 1949).
55. The editorial of *Ihsân* was partially reproduced in *Razâkâr* 11/50:3 (16 December 1948).
56. *Razâkâr* 12/6:3 (8 February 1949). According to another Sunni journal (*Tanzîm-i Ahl-i Sunnat*, 22–29 November 1949), *Ihsân* was later fully rehabilitated by a decision of the Lahore High Court (quoted in *Razâkâr* 13/1:9). In 1951–2 it was among those Urdu newspapers which received funds from the Education Department for distributing copies in hospitals, jails, schools and colleges (*Munir Report*, pp. 82–3).
57. *Razâkâr* 12/6:3–4 (8 February 1949); 12/19:4 (10 May 1949). Choti is the ancestral village of the Leghari *sardars* who had instigated the ban. In 1946 they had built a Sunni *madrasa* near the tomb of a local saint (ʿIdan Laʿl Shah) that was also reclaimed by local Shias. For a later report on the village see *Newsline* 5/1989, pp. 97–100.
58. Report and list of participants in *Razâkâr* 12/16:1–3 (8 February 1949). The convenor was Seth Yahya Bhai, a wealthy Shia trader and philanthropist from Lahore. While most participants were residents of the Punjab, the Maulanas S. Muhammad Naqi Najafi, S. Sultan, Munawwar Ali, S. Anis al-Hasan Amrohavi, Javad al-Asghar and ʿInayat Husain Haidari had come from Karachi. According to the head of an *Anjuman-i Shabâb-i Shîʿa-i Parachinâr*, Mirza Muhammad Qasim, 2,000 Shias from the Kurram Agency (NWFP) had been ready to participate but were prevented by acute troubles in Afghanistan to leave for Rawalpindi (ibid., p. 2).
59. Ibid., p. 3; *Razâkâr* 19/14:4 (8 April 1956).

60. *Razâkâr* 12/16:4–5 (8 February 1949). Resolution No. 10 reminded the government of the fact that many Shia *muhâjirs* had not yet been granted the same right to hold religious ceremonies as they had enjoyed in their places of origin; Resolution No. 20 demanded new *auqâf* and *imâmbârgâhs* for them, while Resolution No. 38 demanded recompensation for their other material losses.
61. A Karachi branch of the ITHS was founded only in January 1953 during the All-Pakistan Shia Convention in that town (see section 3.2., pp. 70–72) with Maulana Rashid Turabi as its Chairman and the advocate S. Israr Husain as its Secretary-General, followed by branches in other towns of Sindh (*Razâkâr* 19/14:4).
62. Their joint statement was published both in *Shî'a* and *Razâkâr* on 1 May 1949; Hafiz Kifayat Husain denied any achievement of Kararvi (*Razâkâr* 12/19:3), who was later accused of having tried to "dissolve" both the ITHS and the APSC to found another organisation led by himself; see Maqbul Husain Quraishi, "ITHS kî haqîqat par gumrâh-kun tabsira", *Razâkâr* 12/29:7 (1 August 1949).
63. I was unable to find out the contents of that compromise. *Shî'a*, 8 July 1949, claimed that the ITHS had yielded to the basic aims of the APSC at the Sialkot meeting. That was strongly denied by Sha'iq Ambalvi, then Acting Secretary-General of the ITHS, in *Razâkâr* 12/30:8–9, where he also accused Muhammad Bashir Ansari of a breach of faith by conveying contents of the compromise to *Shî'a* before the councils of both organisation had approved it.
64. *Razâkâr* 12/31:1, 12–13 (16 August 1949). On the *Ta'lîmât-i Islâmîya Board* see section 3.2, pp. 69–70.
65. *Razâkâr* 12/36:7–8 (24 September 1949). Qizilbash, who had applied for membership of the Muslim League only *after* the establishment of Pakistan (Anjum, *Siyâsat kê fir'aun*, p. 252), seems to have kept his options within the Shia community open until having achieved full rehabilitation among the new ruling class; see also above, p. 364, Fn 17.
66. *Razâkâr* 13/12:7 (24 March 1950), and the reprint of a poster from Lahore calling for its boycott in *Razâkâr* 13/9:3 (1 March 1950). Among the participants were Nawab Qizilbash, some other landlords, and members of the SMUP like Najm ul-Hasan Kararvi, Shaikh Javad Husain (Hangu), Safdar Husain Mashhadi (Peshawar) and Shabih ul-Hasnain Muhammadi (Lahore).
67. *Razâkâr* 13/7:3–4 (16 February 1950); 13/9:3 (1 March 1950); 14/15–16:9 (24 April 1951).
68. The ITHS had planned to organise a special reception for the Shah in Lahore but was denied permission from the government (*Razâkâr* 13/9:3). Raja Ghazanfar Ali Khan, for his part, brought the ambassadors of Iran and Iraq to a reception in Lahore hosted by S. Anwar Ahmad, director of the Punjab Education Department, on that occasion (*Razâkâr* 14/15–16:9).
69. *Razâkâr* 13/12:7 (24 March 1950). Some members of the ITHS who attended the meeting despite the boycott had also suggested replacing Resolution No. 6 with the "Sialkot formula" agreed between Hafiz Kifayat Husain and Muhammad Bashir Ansari in July 1949 (ibid.).
70. Accounts in *Razâkâr* 13/22:3 (8 June 1950) and 13/26:3 (8 July 1950) do not specify the occasion for the banned procession. For an overview on Shia religious commemoration days throughout the Islamic lunar year see Momen, *Introduction*, p. 239.
71. According to *Razâkâr* 13/22:1, all Shia settlements in the Sialkot District were completely sealed off, and arriving passengers at Narowal railway station were submitted to enquiries about their sectarian identity. Allegedly arrested Shias were left without water, food and sanitary facilities during twenty-four hours; homes and mosques were forcefully entered by the police (*Razâkâr* 13/26:3).

72. *Razâkâr* 13/30:3 (8 August 1950).
73. *Razâkâr* 14/22:7 (8 June 1951). The identity of the "traitor" is not given there, and I could not find it out.
74. *Razâkâr* 13/29:3 (1 August 1950).
75. *Razâkâr* 13/32:3 (24 August 1950). Detailed arguments for the rejection of the proposed Shia Board were given ibid.
76. *Razâkâr* 14/17–18:1–2 (8 May 1951). He hailed from Sonipat near Delhi and had headed the publications department of the *Madrasat ul-Wâʿizîn* in Lucknow before moving to Multan in 1947; see Husain, *Matlaʿ-i anwâr*, pp. 481–2; Naqvî, *Tazkira*, p. 263.
77. Ibid.; see a quotation from Sonipati's speech in section 3.4, p. 103; also Government of the Punjab (Legislative Department), *The Punjab Legislative Assembly Elections Act, 1950 (Punjab Act XIX of 1950)* (Lahore: Government Printing, 1951), p. 2.
78. *Razâkâr* 14/17–18:10 (8 May 1951). Amir Haidar Khan complied and also explained the circumstances of his request and Jinnah's reply in an article in the *Muslim Review* (Lucknow), March–April 1951 (quoted in *Razâkâr* 14/31:3; 16 August 1951). While the more critical remarks of Jinnah regarding the Shia request for "guarantees" (see section 2.2, p. 43) were still not made public, Amir Haidar Khan blamed the Shias of Pakistan—somewhat unjustly—for not having woken up as long as the *Qâ'id-i Aʿzam* was still alive.
79. *Razâkâr* 14/17–18:10 (8 May 1951). More specifically, it was demanded to appoint at least one Shia minister to the Federal Government and two Shias among the six delegates from the Punjab to the Constituent Assembly. One resolution lauded the inclusion of S. Ali Husain Shah Gardezi in the cabinet of the new Punjab Chief Minister, Mian Mumtaz Daultana (ibid.).
80. Quoted by Niʿmatullah Jan Amritsari, "Idâra kyûn?", *Razâkâr* 14/15–16:9 (24 April 1951).
81. See an address of thanksgiving by the ITHS (n.d.) and Raja Ghazanfar Ali's reply from 18 January 1952 in *Razâkâr* 15/4:1 (24 January 1952).
82. *Razâkâr* 15/5:7 (1 February 1952).
83. *Razâkâr* 14/47:8; 14/48:9; 15/1:3 (16 December 1951–1 January 1952). Both Hafiz Kifayat Husain and Muhammad Bashir Ansari were arrested for a short time during that agitation, which was but one in a series of similar campaigns for the right to build Shia mosques in specific quarters of Pakistani towns; see also section 4.5, pp. 135–36.
84. *Razâkâr* 15/5:7–8 (1 February 1952). These statements were important, because Hafiz Kifayat Husain had been the first renowned religious leader to speak out publicly against the APSC in April 1948. On the other hand, Raja Ghazanfar Ali Khan defended once more the Resolution No. 6 of March 1948 (see above, p. 365, Fn 17).
85. *Razâkâr* 15/5:7. No approval of the draft statutes (quoted ibid.) during the joint session on 20 January is mentioned, however. Resolutions passed on that day included only the demand for separate *dînîyât* and five less important demands (ibid.: p. 8).
86. The list included from the side of the ITHS: Mufti Jaʿfar Husain, Hafiz Kifayat Husain, Muzaffar Ali Shamsi, Nawab Ihsan Ali Khan, S. Muhammad Ahmad Sonipati, S. Kazim Jaʿfari, Karim Bakhsh Haidari, S. Muhammad Ali Shamsi, Pir S. Nawazish Ali (Jahanian Shah), S. Malik Mahdi Hasan ʿAlavi, S. Jamil Husain Rizvi and Khwaja Muhammad Latif Ansari; from the APSC: Muhammad Bashir Ansari, S. Hadi Ali Shah Bukhari, Sadiq Ali ʿIrfani, Professor Muhammad Sadiq Quraishi, S. Nâsir Ali Shah Gardezi, Agha Shah Zaman, Shaikh Ali Nazr Ijtihadi, Sahibzada Mir Ghulam Husain Talpur, Najm ul-Hasan Kararvi, Nawab Ali Haidar Khan, Abu al-Hasan and Mirza Ahmad Ali (*Razâkâr* 15/5:8; 1 February 1952).
87. See section 3.3, p. 77.
88. *Razâkâr* 15/11:9 (16 March 1952).
89. *Razâkâr* 15/20:8 (24 May 1952).

90. See his account nineteen years later in *Razâkâr* 35/40:2 (24 October 1971).
91. *Razâkâr* 19/14:5 (Report on activities of the ITHS, read in March 1956). On attempts to unite ITHS and APSC in later years see sections 3.6, p. 101–02; 4.1, p. 108; 5.4, p. 158.
92. See above, pp. 65–66.
93. See section 2.2, pp. 43–53.
94. One of the first persons to speak out on the need to safeguard the constitutional status of Shias in Pakistan after August 1947 was Sardar Karim Bakhsh Haidari, "Pâkistân kê shîʿôn kî siyâsî tanzîm", *Razâkâr* 10/26:18 (8 September 1947). On his different stance during the last years before partition see above, p. 359, Fn 151 to chapter 2.
95. Shabbir Ahmad ʿUsmani (1885–1949) had been a senior teacher at the Deoband seminary. In November 1945 he was elected President of the JUI which had then split from the JUH; see Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 9–11; Binder, *Religion and Politics in Pakistan*, pp. 29–30; Jain, *Muslims in India*, Vol. II, p. 201.
96. Binder, op. cit., p. 98. One resolution passed at that meeting demanded the appointment of a leading *ʿâlim* to the office of a "Shaikh ul-Islam" with appropriate ministerial and executive powers over the *qâzîs* throughout the country. The JUI also planned to mobilise public opinion in Pakistan in favour of a "purely Islamic constitution" (ibid.)
97. Binder, op. cit., pp. 100–4; Nasr, *The Vanguard of the Islamic Revolution*, pp. 118–19.
98. This party, which represents the Barelvi school of thought—as opposed to the Deobandi affiliation of the JUI—was formally established on 28 March 1948, with Maulana Abu'l-Hasanat Qadiri as its president and Maulana Ahmad Saʿîd Kazimi as its *Nâzim-i Aʿlâ*; see Mujeeb Ahmad, *Jam'iyyat ʿUlama-i-Pakistan*, pp. 1–4.
99. The *Majlis-i Tahaffuz-i Khatm-i Nubuwwat* (Council for Safeguarding the Finality of Prophethood) was formed in June 1952. It included also some Shias; see below, p. 68, and Fns 106 and 128 (pp. 369–70); also *Report of the Court of Inquiry constituted under Punjab Act II of 1954 to enquire into the Punjab Disturbances of 1953* (hereunder *Munir Report*), pp. 75–8.
100. A list of such organisations can be found in Pirzada, op. cit., p. 239.
101. The bill had failed to pass in 1937 because of opposition from the landholding classes (Binder, op. cit., p. 102). When it was tabled on 9 January, the provincial government had announced its intention to "Islamise" most other aspects of personal law, too. A ten-member commission was appointed to advise the Punjab government on that matter, including the Shias Shaikh Karamat Ali and Pir ʿAshiq Husain (*Razâkâr* 11/6:3).
102. Binder, op. cit., p. 100.
103. The first Constituent Assembly, which also acted as the Federal Legislature of Pakistan until its dissolution in October 1954, had only three *ʿulamâʾ* among its seventy-six nominal members (Shabbir Ahmad ʿUsmani, Muhammad Akram Khan, ʿUbaidullah Baqi). On its functioning see Callard, *Pakistan. A Political Study*, pp. 77–118.
104. Binder, op. cit., p. 96; *Munir Report*, passim.
105. Binder, op. cit., passim. Other and probably more serious obstacles were the conflicting interests of East and West Pakistan and the weak institutional base of the Constituent Assembly itself; see ibid., pp. 345–61; Callard, *Pakistan*, pp. 77–85, 101–23.
106. See below, Fn 128. The ITHS is also mentioned among the fourteen religious organisations which took part in the "All-Pakistan Muslim Parties Convention" against the Ahmadis in Karachi, 16–18 January 1953 (*Munir Report*, p. 78).
107. Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations of Pakistan*, p. 46 (clause No. 4). The full text of Liaqat Ali's speech on that occasion is given ibid., pp. 47–51. No mention of the *sharîʿa* is made in the "Objectives Resolution" (Binder, op. cit., p. 153).
108. Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, p. 46 (clauses No. 5, 7 and 8); Binder, op. cit., p. 142.

109. The twenty-five-member BPC, formed on the same day when the "Objectives Resolution" was passed and chaired by Tamiz ud-Din Khan, had only one Shia member, Shaikh Karamat Ali; see list of members in Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 53–4; after his death in 1951 he was replaced by S. Ali Husain Shah Gardezi (ibid., p. 86).
110. Binder, op. cit., pp. 155–6.
111. Ibid., p. 157; *Razâkâr* 12/31:1. S. Sulaiman Nadvi (1894–1953), the director of the *Nadwat ul-'Ulamâ'* Academy in Lucknow, was made its chairman, but he did not arrive in Pakistan until the end of 1950. The other four members were Mufti Muhammad Shafî', Professor Abd ul-Khaliq, Dr Muhammad Hamidullah and Maulana Zafar Ahmad Ansari.
112. Binder, op. cit., pp. 159–82 and 383–429 (Appendices A and B).
113. Binder, op. cit., pp. 183–207; Shaukat Ali, *Pakistan. A Religio-Political Study*, pp. 24–5. The full text is given in Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 52–83.
114. These were laid down in a brief section "Directive Principles of State Policy" (ibid., pp. 54–5).
115. Binder, op. cit., p. 213.
116. Ihtisham ul-Haqq (1915–80) who hailed from Attara (U.P.) and had graduated from the *Dâr ul-'Ulûm* Deoband was one of the founders of the JUI in 1945. He moved to Karachi in 1947 and was active in the establishment of religious institutions, such as the mosque in Jacob Lines and the *Dâr ul-'Ulûm* in Tando Allahyar (Sindh), and in politics. In the 1970s he became a supporter of the Pakistan People's Party; see Bukhârî, *Akâbir 'ulamâ'i-Deoband*, pp. 257–64; also below, Fn 336 (p. 381), and sections 5.3, p. 154, 6.1, p. 204.
117. Quoted fully in Shaukat Ali, *Pakistan*, pp. 27–30; Urdu original in Kâzimî, *Muftî Ja'far Husain*, pp. 18–20. On the participants see Binder, op. cit., pp. 213–16, and an account of Ihtisham ul-Haqq in *Musâwat* (Lahore), 26 February 1979, quoted in *Razâkâr* 43/10–11:3. According to Pirzada, 19 of the 31 delegates were members of the JUI (op. cit., p. 18).
118. Shaukat Ali, op. cit., p. 29 (point No. 9).
119. Ibid., p. 31; Binder, op. cit., p. 216.
120. See sections 3.5, pp. 86–98; 4.2, pp. 103–12.
121. Binder, op. cit., p. 281; for the full text see Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 84–156.
122. Binder, op. cit., pp. 259–68; *Munir Report*, pp. 75–80.
123. Namely (2b) the prohibition of drinking, gambling and prostitution in all their various forms; (2c) elimination of bank interest (*ribâ*) as soon as it may be possible to do so; (2d) promotion and maintenance of Islamic moral standards; and (2e) proper organisation of *zakât*, *auqâf* and mosques; clause (3) called for setting up an organisation for making the teachings of Islam known to the people, and for *amr bil-ma'rûf* and *nahy 'an al-munkar*; see Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, p. 87.
124. Ibid.
125. Ibid., p. 88. The Urdu word *millat*, which is used here in the English original text (italics added), stands both for "nation" and "community of faith".
126. Ibid., pp. 88–90. An important element of that procedure was thought to be "a Board consisting of not more than five persons well-versed in Islamic Laws" whom the Head of State would appoint for a period of five years.
127. Binder, op. cit., pp. 282–92.
128. *Munir Report*, pp. 130–32. Seven more members, including the Shia *'âlim* Muhammad Isma'il (see below, p. 395; Fn 216 to chapter 4)) were co-opted on 18 January. On 22 January a three-member deputation of the "Action Committee", including Muzaffar Ali Shamsi, met Prime Minister Khwaja Nazim ud-Din (*Munir Report*, pp. 132–3).
129. Binder, op. cit., p. 282.

130. See detailed reports in *Razâkâr* 16/4 (24 January 1953) and 16/5 (1 February 1953). The All Pakistan Shia Convention was initially scheduled for 9–11 January but then postponed to 10–12 January 1953 (*Razâkâr* 16/4:1).
131. *Razâkâr* 16/4:1 mentions one Major Hasan, patron of Maulana Rashid Turabi's journal *al-Muntazar*, as the organiser. A Karachi branch of the ITHS, headed by Rashid Turabi, was founded only on the sidelines of the said convention (*Razâkâr* 19/14:4).
132. S. Ibn Hasan Jarchavi, born in Jarcha (Bulandshahr District, U.P.), had received religious education and degrees from the Islamia College Lahore and the Aligarh University. From 1931–8 he had taught at the *Jâmi'a Millîya* College in Delhi, thereafter serving Raja Amir Ahmad Khan of Mahmudabad in different functions. This had also provided him with better access to Jinnah than perhaps any other Shia *'âlim*, and he was invited by the latter to attend a session of the Muslim League Working Committee in April 1946 (*Razâkâr* 16/4:8; see also section 2.2, p. 52). From 1948 to 1951 Jarchavi had been principal of the Shia Degree College in Lucknow. He became the first professor of Shia theology at the Karachi University and founded an Institute of Islamic and Cultural Research in Karachi; see Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 43–6; Naqvî, *Tazkira*, p. 42; also obituaries in S. La'îq al-Hasan Rizvî Sabzawârî Jârchawî, *Jârcha. Sawânih-i 'Allâma Ibn Hasan Rizvî ... Sabzawârî Jârchavî.* (Lahore, 1981), pp. 6–45, and *Razâkâr* 37/29:1+3 (1 August 1973). Muhammad Amir Sajjad of Mahmudabad in an interview with the author (Lucknow, 28 January 2001) has downplayed Ibn Hasan Jarchavi's significance as a Shia *'âlim* but conceded his political influence on his late father.
133. His presidential address is reproduced fully in *Razâkâr* 16/4:8–9. No Shias had been appointed to the federal cabinet since the resignation of Isma'il I. Chundrigar and Raja Ghazanfar Ali Khan in May and July 1948, respectively. Shia members of the Constituent Assembly had also resigned or died by early 1953.
134. The number of "10 million Shias" in Pakistan has been frequently given by Shia leaders in the 1950s without any proof for their claim; see also above, Fn 4 (p. 363).
135. Translated from *Razâkâr* 16/5:2.
136. These were Article 1, clause 5 (Preamble), Article 2, clauses 2, 2a and 4 (Directive Principles of State Policy), and Article 3 (Procedure for Preventing Legislation Repugnant to the Holy Quran and the Sunna); see *Razâkâr* 16/5:2 and Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 86–88.
137. Taken from the "Objectives Resolution" (see quotation above, p. 68). As explained later by Ibn Hasan Jarchavi when meeting the prime minster with a Shia delegation, Shias were afraid that their *'azâdârî* processions on public roads an places might be termed as "contrary to public morality" (*Razâkâr* 16/8–9:1; see also section 3.5, pp. 90–96).
138. See above, Fn 123. Special provisions for Shias were demanded in connection with clauses (2d), (2e) and (3). In addition, it was required that clause (8) would mention that no religious instruction would be given in schools on matters disputed among the sects, and the government would be obliged to provide for all children instruction of the tenets of their own sect (*Razâkâr* 16/5:2).
139. Translated from *Razâkâr* 16/4:3 (24 January 1953).
140. *Razâkâr* 16/8–9:1 (1 March 1953).
141. *Nawâ-i Waqt*, 21 February 1953, quoted in *Razâkâr* 16/8–9:3; ibid. quotations from the Lahore daily *Zamîndâr*, 20 February, critical of the Shia demands. The editor of *Razâkâr* dismissed such objections, arguing that there would be only two important *mazâhib* within Islam, Sunnis and Shias, whereas differences between Sunni groups like Deobandis, Barelvis and *Ahl-i hadîth* were only theological without constitutional relevance (ibid.). He quoted from a statement of Maududi in the JI organ *Tarjumân ul-Qur'ân* 38/3–4 (June–

July 1952) to support his thesis and also reminded of the "22 Principles" of January 1951 (see above).

142. Quoted in *Razâkâr* 16/7:3 (16 February 1953). The term *tashayyu'*, which means "party-building" in Arabic, is generally used to refer to the Shias, who were first known as the *shî'at 'Alî* ("party of Ali").
143. Martial law had to be imposed in Lahore on 6 March 1953 after the movement had taken a violent turn there and in other towns of the Punjab; see Binder, op. cit., p. 292, and *Munir Report*, pp. 151–86.
144. Binder, op. cit., p. 296.
145. Maududi and Abd us-Sattar Niyazi, a leader of the JUP, were even sentenced to death in May 1953 because of their alleged instigation of violence, but later pardoned and released in April 1955; see Nasr, *Vanguard*, pp. 139–41.
146. *Razâkâr* 16/21:1 (1 June 1953). According to Ibn Hasan Jarchavi, members of the Working Committee from different parts of Pakistan had pledged to collect the following amounts: Karachi: Rs. 50,000; Punjab: Rs. 35,000; NWFP: Rs. 8,000; Sindh and Balochistan: Rs. 10,000; Bahawalpur State and Khairpur State: Rs. 2,500 each; East Bengal: Rs. 2,000 (ibid.).
147. *Razâkâr* 19/14:5 (Report of the ITHS Secretary-General, March 1956). Another "annual conference" had been scheduled in Karachi in the fall of 1954, but had to be annulled because of the general political crisis of the country (ibid.).
148. He was *sajjâda-nishîn* of Qitalpur near Kabirwala (Multan) and an uncle of S. Fakhr Imam, a renowned politician of Jhang (Speaker of the National Assembly, 1985–6).
149. *Razâkâr* 19/14:5 (8 April 1956); a list of participants given there does not include Jarchavi.
150. *Razâkâr* 17/6:2 (8 February 1954). Already in January 1952 the APSC had appointed its Chairman for the Sindh province (Sahibzada Mir Ghulam Husain Talpur) as one of 12 delegates to the *All-Pakistan Shia Board* (*Razâkâr* 15/5:8; 1 February 1952).
151. Binder, op. cit., pp. 345–61. In October 1955, the "One Unit scheme" was enacted, which abolished the provinces of Punjab, Sindh, Karachi, NWFP, Balochistan and the Princely States of Kalat, Bahawalpur and Khairpur in favour of the one province "West Pakistan". ITHS and APSC followed suit to abolish their old provincial divisions, with S. Ali Husain Shah Gardezi becoming chairman of the ITHS for West Pakistan (*Razâkâr* 19/14:7).
152. Callard, *Pakistan*, pp. 118–19.
153. Ibid., p. 142. The other Shia members of that cabinet were M.A.H. Ispahani from Bengal and Col. (retd.) S. 'Abid Husain from Jhang (ibid., p. 343).
154. Ibid., p. 45.
155. These were Isma'il I. Chundrigar and S. 'Abid Husain, who was replaced in October 1955 by S. Amjad Ali; see Aziz, *Party Politics in Pakistan*, p. 267.
156. Callard, *Pakistan*, p. 121; Shaukat Ali, *Pakistan*, p. 45, considers the 1956 constitution "basically a handiwork of Prime Minister Chaudhry Muhammad Ali".
157. The full text is reproduced in Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 247–332.
158. On his biography see Salim, *Iskandar Mirza*, passim, and Mirza, *From Plassey to Pakistan*, pp. 131–254.
159. Shaukat Ali, *Pakistan*, p. 43.
160. Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 250–51.
161. Ibid., p. 253.
162. Ibid., p. 301.
163. Ibid.
164. Shaukat Ali, *Pakistan*, pp. 44–5.
165. However, in an article "Pas che bâyad kard?" Khwaja Muhammad Latif Ansari expressed dissatisfaction with Article 198 because it mentioned only "personal law". He feared that "God beware, a group like the *Tanzîm-i Ahl-i Sunnat* might come to power and create a

situation like in Saudi Arabia", because the constitution would protect only "personal" rights of minorities (*Razâkâr* 19/11–12:4).

166. A report on the session in Abbasnagar Bagh (outside the Mochi Gate of Lahore's Old City) in *Razâkâr* 19/13:1–3 (1 April 1956) gives a list of 42 Shia *anjumans* from all over Pakistan which had sent their young *razâkâr*s to take part in a large camp of tents; a *qaumi bazâr* was arranged with bookstalls of different publishing houses and other Shia organisations (*Razâkâr*, the daily *Safîna, Idâra Maʿârif al-Islâm, Imamia Mission Pakistan*, AWSM, and others); see also a commentary in *Razâkâr* 19/14:3 (8 April 1956).
167. *Razâkâr* 19/14:7 (8 April 1956); on that resolution see section 3.1, p. 64.
168. *Razâkâr* 19/14:8–10 (8 April 1956); 19/16:11 (24 April 1956).
169. See section 3.5, pp. 86–98.
170. "Religious lessons" or "religious instruction" in schools; hereunder the Urdu term is used for convenience.
171. See sections 4.5, p. 144; 5.5, pp. 168–69.
172. See Resolution No. 5 of the APSC from 21 March 1948 (*Razâkâr* 11/18:7) and Resolution No. 7 of the ITHS from 20 June 1948 (*Razâkâr* 11/29–30:9).
173. *Razâkâr* 11/36:2 (1 September 1948); 12/28:6 (24 July 1949).
174. Shias found 120 objectionable points in the two volumes of *Âsân tarîkh* ("Easy history") written by Maulvi Abu Kamal Mahmud Rajhvi alone, which was withdrawn from schools in Punjab in 1952 (*Razâkâr* 15/39:9; 16 October 1952). Already in 1950 some of its most controversial parts had been removed after Shia protests (*Razâkâr* 13/17:3; 1 May 1950).
175. Resolution No. 19 of 16 April 1949 (*Razâkâr* 12/16:4; 24 April 1949).
176. Resolution No. 33 of 17 April 1949 (*Razâkâr* 12/16:5); on such degrees see section 3.4, p. 84.
177. Hakim Muhammad Hasan Jaʿfari, "Kyâ mushtaraka nisâb-i dînîyât qaum-i shîʿa kî âwâz hai?", *Razâkâr* 17/3:6 (16 January 1954).
178. See section 5.8, p. 189.
179. *Razâkâr* 13/17:3 (1 May 1950).
180. Binder, op. cit., p. 197.
181. *Razâkâr* 14/15–16:12 (24 April 1951). I could not find out their identity.
182. *Razâkâr* 17/3:6 (16 January 1954).
183. *Razâkâr* 14/15–16:12 (24 April 1951).
184. Ibid. (letter dated 23 March 1951).
185. *Razâkâr* 17/3:6. According to that source, Ansari sent his syllabus 50–60 days after the ITHS delegation had submitted its own.
186. He was then one of the leading members of the Gardezi family of Shia landlords in Multan; see also above, Fn 109 (p. 370) and 151.
187. Statement of Sadiq Ali ʿIrfani made at the joint session of ITHS and APSC on 20 January 1952 (see section 3.1, pp. 65–66). ʿIrfani also claimed that ITHS and APSC had agreed on a common syllabus, but Gardezi had "done nothing" to make good his promise (*Razâkâr* 15/5:7; 1 February 1952).
188. See section 3.1, p. 65–66.
189. Literally: "seeing" i.e. reciting in the original Arabic wording from the book, as opposed to memorising (*hifz*).
190. S. Ahmad ʿAlî Shâh Kâzimî, *Mas'ala-i dînîyât kî haqîqat kâ inkishâf*, [undated pamphlet, probably from early 1954], pp. 3–4; the resolutions are quoted in English in that Urdu pamphlet.
191. Ibid., p. 4.
192. *Razâkâr* 17/8:2 (24 February 1954). The six Sunnis were the Maulanas Ahmad Ali, Abu al-Hasanat, Ghulam Murshid, Muhammad Ali, ʿAla ud-Din Siddiqi, Da'ud Ghaznavi and Muhammad Ilyas (ibid.).

193. Kâzimî, *Mas'ala-i dînîyât*, pp. 5–6. These included Books from the Shias Sadiq Ali ʿIrfani, Mazhar Ali, Mirza Yusuf Husain and Muhammad Bashir Ansari; the latter and Hafiz Kifayat Husain also submitted collections of translated verses from the Koran (ibid.).
194. Ibid., p. 6. Muhammad Bashir Ansari accompanied him to the first two of the meetings.
195. *Razâkâr* 17/8:2 (24 February 1954).
196. See their letters in *Razâkâr* 16/45:3 and 16/46:8 (16 and 24 December 1953) and critical comments on them by Muhammad Hasan Jaʿfari in *Razâkâr* 17/3:6–7 (16 January 1954); also Sultan Mirza Dihlavi, "Mushtaraka nisâb-i dînîyât", *Razâkâr* 17/12:1–2 (24 March 1954).
197. *Razâkâr* 17/13:3+9 (1 April 1954); 17/15:1 (16 April 1954).
198. Muhammad Siddiq, "Ab aur chahte kyâ hô?", *Razâkâr* 17/13:3, and idem, "Mafâd-i qaumî aur shakhsîyât", *Razâkâr* 17/30:3 (16 August 1954), criticised Hafiz Kifayat Husain just like the others. S. Shakîl Husain Rizvi, "Mushtaraka nisâb-i dînîyât kâ zammadâr kaun hai?", *Razâkâr* 17/25:2 (1 July 1954), put the entire blame on Muhammad Bashir Ansari.
199. His statement on the issue is quoted in *Razâkâr* 17/36:2 (1 October 1954).
200. *Razâkâr* 17/30:5 (16 August 1954).
201. Ibid. and *Razâkâr* 19/14:7 (8 April 1956). One of the Sunni members of the commission, Mufti Muhammad Shafiʿ, was also in favour of separating the Shia and Sunni curricula; see section 4.5, p. 141.
202. Apparently this did not apply to the Shia majority area of the Kurram Agency; see Bangash, *Political and Administrative Development of Tribal Areas*, p. 177.
203. See section 4.1, p. 108.
204. See sections 1.1, pp. 3–4; 1.2, pp. 20–22; 1.3, pp. 25–26. S. Bashir Husain Bukhari (Sargodha) in a 1956 article attributed "95 per cent of Shia *tablîgh* activities in pre-1947 India" to preachers trained at the *madâris* of Lucknow, especially the *Madrasat ul-Wâʿizîn* (*Razâkâr* 19/41:4; 1 November 1956).
205. It had been founded in 1924 by S. Husain Bakhsh Gardezi implementing a decision made at the AISC annual session in Multan 1921. After his death his nephew S. Muhammad Abd ul-Jalil Gardezi took charge of the *madrasa* (*Razâkâr* 1/5:3; 1 December 1938). Complaints about its neglect started already in 1939 (*Razâkâr* 2/29:15; rejoinder *Razâkâr* 2/31:15); see also Karim Bakhsh Haidari, "Kuch Madrasat Bâb ul-ʿUlûm Multân kê mutaʿalliq", *Razâkâr* 21/13:5; 1 April 1958) and S. Muhammad Sibtain Naqvi, "Madâris-i shîʿa-i Pâkistan kâ dûsrâ daur", *az-Zahrâ*, Dhû al-Qaʿda 1400H (September 1980), pp. 25–31, here p. 25–6.
206. It was founded 1939 by the Nangiana family of notables; see ibid., pp. 26–7, and Munawwar Husain, *Jâmiʿ al-fatâwî*, pp. 36–7.
207. He had studied in Lucknow and Lahore before returning to his home village Chakrala (Mianwali Dist.); from 1925–45 he stayed at Chak No. 38 Khanewal (Multan Dist.) and later in Budh Rajhbana (Jhang Dist.), where his teaching activities were sponsored by a lady from the Sial family (Râhî, *Tazkira-i ʿulamâʾ-i Panjâb*, Vol. II, pp. 642–3; Naqvî, *Tazkira*, pp. 276–7; a list of his fourteen most important disciples ibid.).
208. He was born in Talagang (Attock Dist.) and moved to Khushab in 1932 (Naqvî, *Tazkira*, p. 252; list of eleven prominent disciples ibid.).
209. *Razâkâr* 6/3:1+3 (8 November 1942); 6/4:10 (16 November 1942); Fâʿizî, *Sonehrî hurûf*, pp. 15–16.
210. Naqvî, *Tazkira*, pp. 203–4. *Durr-i Najaf*, founded in 1908, was one of the first Shia journals in the Punjab. It was still being published in 2001.
211. He was renowned both for his asceticism and his emphasis on strict observance of tenets of the *sharîʿa* which was then quite unusual for hereditary *pîrs*. The foundation of some

of the first Shia *madâris* in West Pakistan in the Sargodha area (former Shahpur Dist.) is mainly attributed to his influence on local landlords; see his biography in Munawwar Husain, *Jâmiʿ al-fatâwî*, pp. 15–55, and Naqvî, *Tazkira*, p. 228.

212. A famous preacher and *munâzir*, who had studied in the Sunni *Dâr ul-ʿUlûm* of Deoband from 1891 to 1903 and later at the *Madrasat ul-Wâʿizîn* Lucknow; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 231–2.
213. He had graduated from *madâris* in Rampur and Lucknow, including the *Madrasat ul-Wâʿizîn*, from where he was sent for *tablîgh* to Dera Ghazi Khan before moving to Khairpur; see also below, Fn 253, and Naqvî, *Tazkira*, p. 112.
214. He had graduated from *madâris* in Multan, Meerut and Lucknow and also studied medicine and practised as a physician. In 1970 he became Friday preacher at the *Jâmiʿ Masjid Shâh Gardezi* in Multan. In 1984 he was proposed to succeed Mufti Jaʿfar Husain as the leader of the TNFJ (see section 6.3, p. 220), and he was still a member of the TJP Supreme Council in the late 1990s; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 205–6.
215. He had a reputation of exemplary modesty and piety; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 334–5, including a list of his most important disciples.
216. He settled down in the Suraj Miyani ("Shia Miyani") suburb of Multan in 1941 where he founded the *Jâmiʿat Makhzan ul-ʿUlûm* in 1951 (see below, Fn 254), earning the title *Ustâz al-ʿUlamâʾ* through his teaching and writing activities (Naqvî, *Tazkira*, pp. 246–48). His nephew S. Sajid Ali Naqvi from the same village in the Pindi Gheb Tehsil became leader of the TNFJ in 1988 (see section 7.1, p. 239).
217. He served in different *dînî madâris* before founding the *Jâmiʿat ʿIlmîya Bâb al-Najaf* in his home village in 1955 (see below). From 1964 to 1965 he was principal of the *Jâmiʿat ul-Muntazar* Lahore and in 1971 he succeeded Dhakko (see section 4.4, passim) as principal of the *Dâr ul-ʿUlûm Muhammadîya* Sargodha; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 107–8, and section 5.6, pp. 176–77.
218. He became co-founder and first principal of the *Jâmiʿat ul-Muntazar* Lahore after his return from Najaf in 1954 (see below). From 1964 to 1973 he continued his studies in Najaf and Qom, thereafter founding a *Dâr ul-Tablîgh ul-Islâmî* in Kot Addu; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 58–9.
219. He became teacher at the *Jâmiʿat ul-Muntazar* Lahore in 1956 and its principal from 1965 until his death; see Bukhârî, *Muhsin ul-Millat*, passim; Naqvî, *Tazkira*, pp. 155–58 and *Misbâh ul-Qurʾân* 1/1990 (Special obituary No.). On his other important activities see sections 5.6, p. 179; 6.1, pp. 202, 205; 6.2, p. 238; 6.3, p. 220.
220. He became principal of the *Dâr ul-ʿUlûm Muhammadîya* Sargodha after his return from Najaf in 1960 and later one of the most controversial but also highly respected Pakistani Shia *ʿulamâʾ*; see sections 4.4 and 5.6, passim.
221. See for example Muhammad Siddiq, "Shîʿîyân-i Panjâb kî qaumî zindagî kâ jâʾiza", *Razâkâr* 2/36:3–4 (24 December 1939); Malik Muhammad Sharif, "Hamârê ʿulamâʾ-i dîn", *Razâkâr* 9/25:5–6 (1 July 1946).
222. Karim Bakhsh Haidari, "Pâkistân kê shîʿôn kî siyâsî tanzîm", *Razâkâr* 10/26:18.
223. Prominent examples of the latter were Hafiz Kifayat Husain (see section 3.1, pp. 56–57), S. Safdar Husain Mashhadi, Mirza Yusuf Husain and Jawad Husain (see below).
224. The overall population of Karachi according to the 1961 Census was already 2,048,745. In an interview with the author (6 January 2001) S. Jaʿfar Naqvi estimated the Shia population of Karachi to be 20 per cent, the majority of them *muhâjirs*.
225. He moved to Karachi from Moradabad (U.P.), where he had served as a lecturer of Arabic and Persian in a government highschool, in 1950 and served as *muhtamim* of the *Jâmiʿat Imâmîya* from 1953 until his death; a prolific writer of books and articles, he became known as *Adîb-i Aʿzam*; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 167–8.

226. See section 4.3, pp. 117–18.
227. He was born in Yazd and had moved to Madras in 1923. Before migrating to Karachi in 1947 he was a professor of Arabic and Persian at different universities of British India (Naqvî, *Tazkira*, pp. 366–67). His writings include *Fundamentals of Islam according to the Qur'an as presented by Mohammad and the Ale Mohammad* and *Genuineness of the Holy Qur'an in its text and its Arguments* (Karachi: The Pakistan Herald Press, 1972 and 1974).
228. See above, p. 371, Fn 132.
229. He was born in Hyderabad (Deccan) and had received an M.A. degree in philosophy apart from his religious studies in Najaf and learning of the art of *zâkirî* from different teachers. In 1940 he was elected to the Legislative Assembly of the Hyderabad State. He had to resign 1942 after differences with the Nizam of Hyderabad but was successful as a political activist of the Muslim League ("*Khâtîb-i Pâkistân*"). In 1949 he moved to Karachi where he edited the journal *al-Muntazar* from 1950–53. Since the 1960s he was considered the best speaker at *majâlis* in Karachi, if not in all Pakistan; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 122–23; Amir Husain Chaman, *Minbar kâ dûsra nâm. 'Allâma Rashîd Turâbî kê fann-o-shakhsîyat par pehlî, wâhid aur maqbûl kitâb*, (Karachi, Islamabad: Print Media Publications, 2000), passim.
230. See p. 424, Fn 38 to chapter 6.
231. He was born in Amritsar and became famous as a *munâzir* and writer of polemical literature; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 53–4.
232. See section 3.1, pp. 56–57.
233. Ibid., See ibid., p. 60, and above, Fn 44 (p. 366).
234. He was born in Lucknow and moved to Lahore in 1950, where he became one of the most active promoters of Shia *dînî madâris* and the publishing of Shia religious literature; he is also the author of *Matla'-i anwâr*, a collection of biographies of Shia *'ulamâ'* in India and Pakistan; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 337–8.
235. He was born in Saharanpur (U.P.) and taught at the Punjab University Lahore after graduating from the *Madrasat ul-Wâ'izîn* Lucknow. From 1940 to 1947 he was Secretary-General of the PuSC and from 1949 to 1951 manager of the *Dâr ul-'Ulûm Muhammadîya* Sargodha, thereafter moving to Daska (Sialkot Dist.); see Naqvî, *Tazkira*, pp. 321–3; also below, p. 83, and sections 2.2, p. 45; 3.1, p. 59.
236. He was born in Bombay and moved to Peshawar after studies in Lucknow, Najaf and Qom in 1940 on orders of Ayatollah Abu al-Hasan Isfahani. From 1961 until his death he edited the monthly *al-Hujjat*; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 153–4.
237. See below, p. 395, Fn 216.
238. See section 3.1, p. 57.
239. He was born in Lucknow where he had studied at *Sultân ul-Madâris, Madrasat Nâzimîya* and *Madrasat ul-Wâ'izîn*. From 1933 to 1936 he served as *qâzî* in Parachinar and thereafter until 1946 in Darya Khan (Mianwali Dist.). From late 1946 until October 1947 he was sent to Skardu (Baltistan). After a short stay in Lucknow he migrated to Pakistan in 1948, settling down in Mianwali from 1950 to 1974, when he became principal of a newly-founded *Madrasat ul-Wâ'izîn* in Lahore (Naqvî, *Tazkira*, pp. 394–96). On his activities in the 1960s and 1970s see sections 4.3, 5.2, 5.5, and 5.8, passim.
240. He was born in Mubarakpur (Azamgarh Dist., U.P.) and graduated from the *Madrasat ul-Wâ'izîn* Lucknow in 1928. After numerous *tablîghî daurât* he settled down in Hangu (NWFP) in 1944 where he became actively engaged in favour of the Muslim League (Naqvî, *Tazkira*, pp. 96–97).
241. He was born in Shahjipur (Azamgarh Dist., U.P.) and studied in Benares, Lucknow and Najaf. After teaching in different *dînî madâris* he founded the *Jâmi'at Husainîya* in Jhang in 1964 (Naqvî, *Tazkira*, p. 161).

242. See section 3.1, p. 58, and above, Fn 20 (p. 364).
243. He was born in Shikarpur (Bulandshahr Dist., U.P.) and graduated from the *Madrasat Nâzimîya* Lucknow in 1946. In the following years he made *tablîghî daurât* in Sindh, settling down as a school teacher in Hyderabad in 1953 and editing the monthly *al-Maʻrifat* (Naqvî, *Tazkira*, p. 111).
244. Naqvi's *Tazkira* includes biographical notes on some 100 further *ʻulamâ'* born in the "Indian provinces" as well as a list of 150 names of *ʻulamâ'* "who did not supply biographical information despite repeated requests" (ibid., pp. 11–16). According to Naqvi, 55 per cent of these were *muhajirs* (personal communication to the author). The number of participants at the 1964 Karachi *ʻulamâ'* convention (some 200–250) can also serve as a rough indicator; see section 4.3, pp. 116–17.
245. On the *zâkirs* as rivals of the *ʻulamâ'* see below and section 4.4, pp. 124–33; also Schubel, *Religious Performance*, pp. 90–106.
246. See section 6.1, pp. 204–06.
247. See a pamphlet of Darul Uloom Mohammadia Sargodha, *Introduction*, (Lahore: Nami Press, n.d. [1964?]), p. 3.
248. One argument brought forward repeatedly was that since the Shia minority was defined only by its religious allegiance, it would altogether disappear before long if it did not take care for keeping alive the tradition of religious learning.
249. See above, Fn 21 (p. 364).
250. Resolution No. 7 of the April 1949 convention in Rawalpindi (*Razâkâr* 12/16:4); another resolution (No. 26) called on the *Madrasat Bâb ul-ʻUlûm* Multan to start immediately with the training of preachers and *muballighûn* (ibid.:5).
251. See the source quoted in Fn 247, p. 3. The list of sponsors was headed by the landlords Pir S. Nawazish Ali Shah, Pir S. Qalandar Husain Shah and Mian Sultan Ali Nangiana, while Pir S. Fazl Shah (see above, Fn 211) was named as the "patron" (ibid., pp. 4–5). A large abandoned Hindu temple was still in place on that *madrasa's* premises during a visit of the author in January 2001.
252. *Razâkâr* 17/45:3 (8 December 1954).
253. *Razâkâr* 13/47:3 (16 December 1950); its founder was S. Khadim Husain Naqvi (see above, Fn 213).
254. Its founder, S. Gulab Ali Shah Naqvi, had started giving lessons in local mosques and *imâmbârgâhs* since 1941. Construction of the original *madrasa* building took place from 1951 to 1958; see a pamphlet *Jâmiʻat Makhzan ul-ʻUlûm al-Jaʻfarîya Shîʻa-Miyânî Multân Pâkistân 41 tâ 1993 khidmât kê musalsal bâwan sâl*, p. 2. A huge new building was still under construction in 2001.
255. It was founded by Muzaffar Ali Khan Qizilbash and financed by the *waqf* donated by his grand-uncle Nasir Ali Khan in 1892 (see section 1.1, p. 10). Its location was changed from *Karbalâ'-i Gâme Shâh* to the Nawab Palace in Empress Road in 1959, but returned to the original premises in 1974, when the *madrasa* in Empress Road was renamed *Madrasat ul-Wâʻizîn* (see section 5.5, p. 166). The manager of the *Jâmiʻat Imâmîya* Lahore throughout three decades was Sha'iq Ambalvi.
256. Also known as *Madrasat ul-Wâʻizîn Pâkistân*, it was founded on the initiative of S. Zafar Hasan Amrohavi, Muhammad Bashir Ansari, S. Musayyab Ali Zaidi, Dr S. Nadim ul-Hasan Naqvi and S. ʻInayat Husain Jalalvi with financial help from Nawab Qizilbash; see a pamphlet *Jamia Imamia, the cradle of learning and knowledge*, (Karachi, n.d.), pp. 1, 12.
257. Founded on the initiative of Khwaja Hajji Muhammad Tufail of Narowal and Shaikh Akhtar ʻAbbas, the *Jâmiʻat ul-Muntazar* started working in the premises of the Husainiya Hall near Mochi Darwaza of Lahore's Old City; in 1957 it was moved to the Wasanpura quarter; on its later expansion see sections 4.4, p. 127; 5.5, p. 172.

258. It was founded on the initiative of Pir S. Fazl Shah; see Munawwar Husain, *Jâmiʿ al-fatâwî*, pp. 40–41.
259. *Razâkâr* 18/23:1 (1 June 1955); 20/46:11 (8 December 1957). This *madrasa* was important because of the reputation of its founder, Maulana Husain Bakhsh (see above, Fn 217).
260. *Razâkâr* 11/49:11 (8 December 1948); 13/15:10 (16 April 1950).
261. *Razâkâr* 12/37:3 (1 October 1949).
262. *Razâkâr* 17/28:10 (24 July 1954); 21/6:4 (8 February 1958); its founder, Hafiz Saifullah Jaʿfari from Ludhiana (1925–80), had been a Sunni Deobandi *ʿâlim* who had converted to Shiʿism only one year before. He became famous as *Saif ul-Munâzirîn*. See Naqvî, *Tazkira*, pp. 143–5; also obituaries in *Razâkâr* 44/32:4 (24 August 1980); 44/34–35:3 (8–16 September 1980).
263. *Razâkâr* 18/11:2 (16 March 1955).
264. *Razâkâr* 20/2:10 (8 January 1957).
265. Appeals for *chanda* (which has also the meaning of "annual subscription") were usually made at the annual sessions of each *madrasa*, which were always presided over by local notables (S. Husain ʿArif Naqvi, personal communication).
266. See section 4.4, pp. 125–26.
267. See section 6.2, pp. 209–10.
268. *Fitra* is the term for *zakât* paid at the *ʿÎd ul-Fitr*, traditionally the equivalent of 3 kg wheat per head.
269. See section 4.4, p. 125.
270. Ever since the 1950s, the Shia press in Pakistan has been replete with such appeals, often in very sentimental language.
271. *Razâkâr* 18/28:6b (24 July 1955).
272. He quotes in Arabic: "*Man bakâ ʿalâ al-Husain au abkâ au tabâkâ wajibat lahu al-janna*".
273. Translated from ʿAta Muhammad, "Hamârî dînî darsgâhên aur un kî maqâsid", *Razâkâr* 20/10:9.
274. It was still being published in 2001. Its editors during the first years were S. Sibt-i Ahmad, Khan Ghulam Shabbir Khan and Mulazim Husain Asghar.
275. Translated from Ghulam Shabbir Khan, "Fiqh-i jaʿfarîya aur hamârî zammadâriyân", *al-Muballigh* 1/4:2 (May 1957).
276. Ibid.
277. See sections 4.4, pp. 124–33; 5.6, pp. 171–80.
278. Most noteworthy among them were Hafiz Kifayat Husain and Mufti Jaʿfar Husain. In fact there was hardly any Shia *ʿâlim* in Pakistan who would not read *majâlis* in Muharram.
279. See sections 3.5, p. 96; 4.4, p. 132.
280. The call for "revolutionary change" frequently occurs in editorials of *Razâkâr* since its foundation in 1938 and other Shia journals, mostly in the sense of overcoming religious laxity and political apathy of the Shia community.
281. The term *dimâghî ʿayyâshî kâm* has been used frequently in the Shia press for denigrating the *zâkirs*. Its literal meaning is approximately "luxury of the brain".
282. This statement stands in obvious contradiction to the following text, although such idealists have also existed. A prominent example seems to have been Pir S. Fazl Shah (see above, Fn 211).
283. The same English expression ("mishanarî sistam") is used in the Urdu text.
284. Translation from Khwaja Muhammad Latif Ansari, "Pas cheh bâyad kard?", *Razâkâr* 19/11–12:4–5.
285. Muhammad Siddiq, "Ansârî sâhib zindabâd", *Razâkâr* 22/3:3–4 (16 January 1959). However, these preachers—financed mainly by the Khojas of Karachi—were sent to existing Khoja Twelver-Shia communities in Africa and were later also criticised for leading a comfort-

able life in luxury; see idem, "Ithnâ-ʻasharî muballighûn-i Afrîqâ kî khidmat mên", *Razâkâr* 23/18:3 (8 May 1960).

286. See sections 4.4, pp. 129–30, 5.6, p. 174.
287. The *Jâmiʻat ul-Muntazar* started its first three-month course for preachers in June 1955 (*Razâkâr* 18/28:6b; 24 July 1955).
288. *Razâkâr* 18/18:8 (8 May 1955); 18/19:3 (16 May 1955); on S. Ali Naqi see Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, p. 152; Schubel, *Religious Performance*, pp. 79–84.
289. Lists of books and pamphlets published by the *Imamia Mission* can be found in its monthly journal *Payâm-i ʻAmal* (started from February 1957) which in the 1960s became the Shia monthly with the largest circulation in Pakistan.
290. *Razâkâr* 19/33:10 (1 September 1956). It was supervised during its first year by the same Muhammad Latif Ansari whose plea is quoted above (*Razâkâr* 20/40:3). The initiative faltered under the new atmosphere created by the Ayub Khan regime; see section 4.1, p. 105.
291. For an early survey of the *dînî madâris* set up by different denominations in Pakistan see Hafiz Nazr Ahmad, *Jâʼizat-i madâris-i ʻarabîya islâmîya-i maghribî Pâkistân* (Lâhaur: Muslim Academy, 1972), passim.
292. The writer is referring to the exams for reaching the grade "Maulvi Fâzil" (see below, Fn 294) which were held at these schools under supervision of the government's Secondary Schools Board and were equivalent to entry exams for universities (*al-Muballigh* 3/12:2–3; January 1960). From 1949 to 1959 it was compulsory for students of *dînî madâris* to make such exams under government supervision (Interview of the author with Nusrat Ali Shahani, Lahore, 21 January 2001).
293. Translated from *Razâkâr* 17/45:3 (8 December 1954).
294. The degree "Maulvi Fazil", first introduced by the Oriental College of the Punjab University (Lahore) in the 1920s, was equivalent to a B.A. degree in Arabic, such as could be obtained on completing the fourteenth class of a degree college.
295. see section 1.3, p. 29–30.
296. Translated from S. Bashir Husain Bukhari, "Hamâre dînî madâris aur un kî zammadâriyân", *Razâkâr* 19/41:4 (1 November 1956).
297. *Razâkâr* 28/47:3 (16 December 1965); *al-Hujjat* 1–2/1966, pp. 27–36.
298. *Razâkâr* 28/47:3.
299. "Najaf-i ashraf mên Pâkistânî talaba", *Razâkâr* 18/24:2 (24 June 1955). According to that letter from Maulana Husain Bakhsh (Jara), Muhsin al-Hakim had then wondered whether Pakistanis had no love for religion (ibid.). The number seems too small, given my own information obtained from the Northern Areas (see below, Fn 301), but has been confirmed by S. Husain ʻArif Naqvi.
300. Muhammad Siddiq, "Najaf-i ashraf aur ham", *Razâkâr* 14/7:3 (16 February 1951); idem, "Najaf-i ashraf kê Pâkistânî talaba", *Razâkâr* 15/47:3 (16 December 1952).
301. In the early 1990s I collected the names of some 350 Shia *ʻulamâʼ* from the Northern Areas alone said to have studied in Iraq until 1978, most of them in the 1950s and 1960s; see Rieck, "A Stronghold of Shiʻa Orthodoxy" pp. 392–3.
302. After a visit at the *Dâr ul-ʻUlûm Muhammadîya* Sargodha in December 1954, Hafiz Kifayat Husain expressed his hope that it would "soon reach equality with the *madâris* of Lucknow" (*Razâkâr* 18/4:2; 24 January 1955). On the later ambitions of the *Jâmiʻat ul-Muntazar* Lahore see sections 5.6, p. 172; 6.2, p. 216.
303. Karim Bakhsh Haidari, "Dînî madâris kî tanzîm", *Razâkâr* 18/11:2 (16 March 1955); "Dînî darsgâhôn kî tanzîm", *Razâkâr* 19/52:1 (24 December 1956).
304. Khwaja Muhammad Latif Ansari, "Pas cheh bâyad kard?", *Razâkâr* 19/11–12:4–5 (16–24 March 1956).

305. See above, Fn 296.
306. ʿAta Muhammad, "Hamârî dînî darsgâhên aur un kî maqâsid", *Razâkâr* 20/10:9 (8 March 1957).
307. Ibid.
308. Ghulam Shabbir Khan, "Dînî darsgâhôn kâ nisâb", *al-Muballigh* 1/5:2–3 (June 1957). He was referring to Haidari's article in *Razâkâr* 19/52:1 (see above, Fn 303).
309. *al-Muballigh* 1/5:2–3 (June 1957).
310. S. Nasîr Husain Naqvî, "Shîʿa ʿarabî madâris kâ daur-i jadîd", *Razâkâr* 21/19:5 (16 May 1958), referring to a detailed report of the convention in *al-Muballigh* 2/4 (May 1958). I could not obtain a copy of that number.
311. Naqvî, *Tazkira*, pp. 361–2.
312. See *Hauza-i ʿIlmîya Jâmiʿat ul-Muntazar kâ taʿâruf*, p. 8.
313. See sections 4.4, p. 126; 6.1, pp. 202–03; Fn 169 to chapter 6 (p. 430).
314. See sections 1.2, pp. 18–19; 2.2, p. 47; Fn 187 to chapter 2, p. 360; also Crooke, *The North-Western Provinces of India*, pp. 263–4.
315. See section 3.2, pp. 67–68.
316. See section 1.2, p. 17.
317. Metcalf, *Islamic Revival*, pp. 125–37.
318. See section 6.4, pp. 231–32.
319. The *Ahl-i hadîth* were the first denomination to set up a supervisory body for their *dînî madâris* in Pakistan (*Wafâq ul-Madâris us-Salafîya*) in 1955; see Tariq Rahman, "Madressahs in Pakistan. A phenomenal growth", *Dawn*, 10 April 2000.
320. The Barelvi school of thought, named after Ahmad Riza Khan of Bareilly (1856–1921), emerged towards the end of the nineteenth century mainly as a reaction to Deobandi and *Ahl-i hadîth* attacks against the prevalent customs of saint-worshipping; see Sanyal Usha, *Devotional Islam and Politics in British India. Ahmad Riza Khan Barelwi and his Movement, 1870–1921* (Delhi: Oxford University Press, 1996), and Metcalf, op. cit., pp. 296–313. Ahmad Riza Khan in his writings expounded some doctrines close to those of Shias, like the creation of the Prophet Muhammad from light and his omnipresence and unique knowledge of the unknown (*ʿilm ul-ghaib*) (ibid., pp. 300–1).
321. See section 1.2, pp. 14, 22–23.
322. See section 3.2, p. 69; further examples of goodwill in sections 4.5, p. 141; 5.5, p. 163; 6.1, p. 204; 7.2, pp. 255–56.
323. On its foundation in 1944 see section 2.2, p. 47.
324. Aziz, *Party Politics in Pakistan*, pp. 161–2. The TAS had attracted members of the *Majlis-i Ahrâr* already at the time of its foundation.
325. Some leading members of the TAS hailed from the Dera Ghazi Khan District (then including the present-day district of Rajanpur), namely Nur ul-Hasan Bukhari, Dost Muhammad Quraishi, Abd us-Sattar Taunsavi, Ahmad Khan Patafi from Jampur and Qa'im ud-Din ʿAbbasi from Rajanpur (Author's interview with Akhtar Rahi, Islamabad 10 March 1999; see also Râhî, *Tazkira-yi ʿulamâ'-i Panjâb*, Vol. I, pp. 183–5; Vol. II, p. 564).
326. Translated from *Razâkâr* 14/17–18:2 (1–8 May 1951). Yet Shia candidates won four seats in the Jhang District in 1951; below, Fn 418 (p. 384–85).
327. In 1952 that district also comprised Bhakkar and Layyah, which became district headquarters of their own right in 1982.
328. Literally "refusal", a derogative term for Shiʿism since the first century of Islam; see Ethan Kohlberg, "Râfida", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. VIII, p. 3869.
329. Translation from *Daʿwat*, 18 August 1952, reprinted in *Razâkâr* 15/32:1. The ban for Nur ul-Hasan Bukhari to enter the district was lifted three months later; see *Razâkâr* 15/44:11 (24 November 1952).

330. *Munir Report*, pp. 78–80. (This was just one month before Nur ul-Hasan Bukhari wrote the article quoted above).
331. Bashir Husain Bukhari, "Mas'ala-i 'azâdârî aur ham", *Razâkâr* 18/35:7 (24 September 1955). Apparently the meeting took place before the month of Muharram 1372H (21 September–20 October 1952).
332. See quotations from the *Da'wat* editorial "Sabb-o-shatm", 13 November 1952, in *Razâkâr* 15/43:3 (16 November 1952); also "Kitâb-o-sunnat kî ta'bîr" in *Razâkâr* 16/7:3 (16 February 1953); other journals allegedly "trying to outdo each other in enmity to Shias" at that time were the JAH organ *al-I'tisâm* (Gujranwala) and *al-Shams* (Sargodha), *al-Siddîq* and *Tulû'-i Islâm* (Lahore) (*Razâkâr* 16/8–9:3; 1 March 1953).
333. *Razâkâr* 16/36:3 (8 October 1953).
334. On 18 and 30 August 1954 the TAS had organised days in memory of the second and third Caliphs in Dera Ismail Khan, apparently only for provoking the Shias; they were followed by congregations in Sunni mosques of the town on 8–10 Muharram (7–9 September 1954) (*Razâkâr* 17/31–33:43). Besides, Section 144 PPC (ban on assemblies) was imposed in Layyah Tehsil because of a new anti-Shia movement launched by Maulvi Abd us-Sattar Taunsawi (*Razâkâr* 17/37–38:24; 8–16 October 1954).
335. *Razâkâr* 18/34:3 (16 September 1955).
336. Muhammad Siddiq, "Karâchî kâ ghamnâk aur 'ibratnâk hâditha", *Razâkâr* 18/35:3. According to that account, rumours had been spread that Shias would "kill a Sunni child on *'Âshûrâ'* every year". Maulana Ihtisham ul-Haqq Thanvi was named as one of the preachers who allegedly had "poisened the atmosphere of Karachi since some years" (ibid.).
337. *Razâkâr* 18/33:3 (8 September 1955).
338. See calls for the convention in *Razâkâr* 18/34:1+3 and 18/35:7 (16 and 24 September 1955). The APSC was opposed because it held an annual convention on 28–30 October that year in Lahore (report in *Asad* 5/21:2–19).
339. Report in *Razâkâr* 19/2:1+12 (8 January 1956).
340. See section 3.2, pp. 73–74.
341. *Razâkâr* 19/14:8 (8 April 1956), referring to Resolution No. 7.
342. *Razâkâr* 19/26:7 (8 July 1956); 20/9:3 (1 March 1957).
343. See detailed reports about the situation in Dera Ismail Khan, where the Shias decided to refrain from Muharram processions that year (*Razâkâr* 19/33:8; 1 September 1956), and in Sargodha, where Section 144 PPC was imposed on the entire district during the month of Muharram (*Razâkâr* 19/34:4; 8 September 1956). During a Muharram speech in Sargodha, Khalid Mahmud denounced Shias as "the firewood of hell" and derided their *mâtam* ceremonies as "the punishment for their denial of the first three Caliphs" (ibid.). Short reports from *'Âshûrâ'* in other places are given in *Razâkâr* 19/34:3.
344. *Razâkâr* 19/34:2 (8 September 1956).
345. *Razâkâr* 19/38:3 (8 October 1956). The meeting, convened by Dr Muhammad Abdullah Khan Jatoi (*Nâzim-i A'lâ* of the TAS), took place in the office of the JAH and was presided over by Maulana Ahmad Ali, Vice-Chairman of the JUI. Also present were the Chairmen of the JUP (S. Abu'l-Hasanat Muhammad Ahmad), the JAH (S. Muhammad Da'ud Ghaznavi) and the TAS (Nur ul-Hasan Bukhari), the Barelvis Maulana Abd us-Sattar Niyazi and S. Khalil Ahmad (*Hizb al-Ahnaf*, Lahore), Maulana Jamil Ahmad Thanvi, two leading instructors of the Deobandi *Jâmi'at Ashrafîya* in Lahore (Abd ur-Rahman and Zia ul-Haqq), and the TAS propagandists Manzur Ahmad and Khalid Mahmud. Notably absent were representatives of the *Jamâ'at-i Islâmî*.
346. Literally "*tabarrâ*-playing", a derogative expression.

347. I.e. the wives of the Prophet Muhammad, especially ʿA'isha, who is criticised by Shias for having sided with the rivals of Ali Ibn Abi Talib after the Prophet's death.
348. Translated from *Razâkâr* 19/38:3 (8 October 1956). Resolution No. 4 seems to deliberately ignore the fact that the said freedoms were *not* granted absolutely in the constitution; see above, p. 90, and section 3.2, pp. 68, 74.
349. For such arguments from Muhammad Siddiq see *Razâkâr* 19/38:3 (8 October 1956); 20/22:3 (8 June 1957); 21/32:3 (8 September 1958). During a meeting of all Shia *anjumans* in the Barkat Ali Islamiya Hall Lahore in 1957 a detailed resolution was passed demanding punishment for any Shia who would abuse venerable religious figures during processions (Statement of Muzaffar Ali Shamsi in July 1963, *Razâkâr* 26/36:4. He was probably referring to the All-Parties Shia Convention in December that year; see section 3.6, pp. 98–99). See also quotations from Muhammad Siddiq in section 4.2, p. 113, and from a press conference of S. Muhammad Dihlavi in February 1964, section 4.3, p. 120.
350. See section 1.2, p. 23.
351. *Razâkâr* 19/42:12 (8 November 1956); 19/45:2 (1 December 1956). Its Shia members were Hafiz Kifayat Husain, Nawab Ihsan Ali Khan, Major Mubarak Ali Shah and Muzaffar Ali Shamsi from the ITHS, Nawab Qizilbash, S. Hadi Ali Shah Bukhari, Muhammad Bashir Ansari and Mirza Ahmad Ali from the APSC and Muhammad Ismaʿil as a neutral member (*Razâkâr* 19/46:9; 8 December 1956).
352. *Razâkâr* 20/9:3 (1 March 1957).
353. Ibid. and *Razâkâr* 20/22:3 (8 June 1957). Siddiqi would become more reconciled with Shia viewpoints since the late 1960s; see sections 4.5, p. 140; 5.2, p. 149; 5.5, p. 163.
354. *Razâkâr* 20/9:3.
355. Muhammad Siddiq, "Mas'ala-i sabb-o-shatm kâ wâhid hall", *Razâkâr* 20/22:3 (8 June 1957).
356. Translated from *Razâkâr* 20/24:3 (24 June 1957).
357. Ibid.
358. Muhammad Siddiq, "Tanzîmwâlon kî fitna-angîzî aur un kê khatarnâk ʿazâ'im", *Razâkâr* 20/11:3 (16 March 1957).
359. Ibid.; six years later, Muzaffar Ali Shamsi confirmed that the government of Khan Sahib had granted thirty-three new licences for *ʿazâdârî* processions in 1956 (*Razâkâr* 26/36:5; 24 September 1963).
360. *Razâkâr* 20/11:3 (16 March 1957), referring to Resolution No. 3.
361. *Razâkâr* 20/12:3. (24 March 1957). Durrani was a retired inspector of schools from the Dera Ghazi Khan area (S. Husain ʿArif Naqvi; personal-communication).
362. The term "life-blood" (literally "live artery", *râg-i hayât*) has become almost a standard expression of Shia religious leaders in Pakistan when referring to the *ʿazâdârî* processions.
363. *Razâkâr* 20/22:2 (8 June 1957).
364. Ibid.; see also section 4.4, p. 128.
365. List of the members in *Razâkâr* 20/22:2 (8 June 1957).
366. Muhammad Siddiq, "Ânêwâlâ Muharram aur ham", *Razâkâr* 20/23:3 (16 June 1957).
367. Translated from a quotation in *Razâkâr* 20/21:3 (1 June 1957). Obviously the argument is based on the Koran, Sura Âl ʿImrân, Verse 169: "And reckon not those who are killed in the way of God as dead; nay, they are alive and are provided sustenance from their Lord."
368. Ibid. and *Razâkâr* 20/12:3 (24 March 1957).
369. *Razâkâr* 20/31:1–2 (16 August 1957) mentions Ahmadpur East and Sitpur (see below), Kotli Lodhran (Sialkot Dist.), Jhund (Campbellpore Dist.), Pindi Sayyidpur (Jhelum Dist.), Khangarh (Multan Dist.) and Lahore. Attacks on a *Chihlum* procession at Mufti Baqir (Lahore) with 25 injured followed in September that year; see *Razâkâr* 20/37:1 (1 October 1957); 21/17:1 (1 May 1958).

370. Ibid. The procession was organised by Shia *muhâjirs*. According to Muhammad Siddiq, who visited the area with a delegation shortly after, such an atmosphere had been created in and around Sitpur, "that it was considered a crime to be Shia" (*Razâkâr* 20/33:3; 1 September 1957).
371. *Razâkâr* 20/31:1; 20/32:2; 20/33:3 (16 August—1 September 1957).
372. *Razâkâr* 21/44–5 (8–16 December 1958).
373. *Razâkâr* 20/32:1–2 (24 August 1957). However, the Sunni police officer in charge of Ahmadpur East was lauded during that meeting for having prevented worse with swift action (ibid.).
374. Ibid.; this statement was still made an issue during the inquiry about the 1963 sectarian riots in Lahore; see *Razâkâr* 26/36:5 (24 September 1963) and section 4.2, p. 112.
375. See quotations from a speech of Information Minister Hasan Mahmud in Ahmadpur East on 16 August 1957 in *Razâkâr* 20/32:3 (24 August 1957).
376. Literally "the great majority", a term frequently used by different Sunni groups in Pakistan to refer to the Sunnis of the country collectively.
377. Quoted in *Razâkâr* 20/39:3 (translation).
378. Interestingly, that same argument has been put forward thirty-seven years later by S. Ali Khamenei, the "Spiritual Guide" of the Islamic Republic of Iran, when forbidding self-injury during Muharram processions; see S. Ali Khâmenê'î, *'Âshûrâ': bâyânât-e rahbar-e mu'azzam-e enqelâb-e eslâmî wa-esteftâ'ât-e âyât-e 'uzâm pîramûn-e 'azâdârî-ye 'âshûrâ'* (Qom: Daftar-e Tablîghât-e Eslâmî-e Houze-ye 'Elmîye, 1994).
379. On the opposition of some twentieth century Shia *'ulamâ'* to certain *'azâdârî* ceremonies see Werner Ende, "The Flagellations of Muharram and the Shi'ite 'Ulamâ'", in: *Der Islam* (Berlin, New York) 55(1978)1, pp. 19–36.
380. Translated from the quotation in *Razâkâr* 20/32:2 (24 August 1957).
381. See section 3.5, pp. 98–99.
382. Schubel, *Religious Performance*, pp. 78–80; *Razâkâr* 25/19–21 (1 June 1962; "Ta'rîkh-i 'Azâdârî No."), passim.
383. Plenty of historical evidence in support of these arguments is given by Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 283–352; see also Hollister, *Shi'a of India*, pp. 177–9; Cole, *Roots of North Indian Shî'ism*, p 88; Zaman, "Sectarianism", p. 703, Fn 46. In some towns like Multan most *ta'zîyas* in Muharram were still taken out by Sunnis in the 1990s; see Hussain Chaudhry, "The Ritual of Remembrance", *Newsline* 6/1991, pp. 59–60.
384. Muhammad Siddiq, "Ek nâyâ fitna", *Razâkâr* 20/40:3 (24 October 1957).
385. *Razâkâr* 20/45:3 (1 December 1957).
386. *Razâkâr* 21/13:3 (1 April 1958). More than thirty years later it was still mentioned as a "proof of Shia misdeeds" in the biography of the founder of the *Sipâh-i Sahâba*; see Qâsimî, *Sawânih-i hayât ... Haqq Nawâz Jhangvî*, pp. 42–3.
387. He became president of the JUP from June 1970 to July 1972; see Mujeeb Ahmad, *Jam'iyyat 'Ulama-i-Pakistan*, pp. 50–52 and 229.
388. Translated from *Razâkâr* 20/47:3 (16 December 1957).
389. See an editorial "Kyâ yehî Islâm kî khidmat hai?", weekly *Himâyat ul-Islam* (Lahore), 20 September 1957, reprinted in *Razâkâr* 20/37:2 (1 October 1957); Muhhamad Siddiq, "Islâmîyân-i Pâkistân kê liyê lamha fikrîya", *Razâkâr* 20/47:3 (16 December 1957); idem, "Êf afsôsnâk khabar", *Razâkâr* 21/7:3 (16 February 1958).
390. *Razâ-i Mustafâ* (Gujranwala), 28 Muharram 1378h, quoted in *Razâkâr* 21/30:3 (24 August 1958).
391. Salim, *Iskandar Mirza*, p. 271; on Qizilbash's alliance with President Mirza which facilitated his appointment see ibid., p. 242.

392. See section 1.1, pp. 10–11. On *ʿazâdârî* traditions in Lahore and other Shia centres of Pakistan during the 1950s, see S. M. H. Husain, *Nuqûsh-i râh*, passim.
393. *Razâkâr* 21/21:4 (1 June 1958).
394. *Razâkâr* 21/21:6. In an article of *Daʿwat* it was promised that "not a trace of sectarian rioting" would remain if such a ban was pronounced (ibid.).
395. See congratulations to Qizilbash for that step in *Daʿwat*, 19 May 1958, quoted in *Razâkâr* 21/21:6.
396. *Razâkâr* 21/19:2 (16 May 1958); 21/22:3 (8 June 1958).
397. *Razâkâr* 21/24–25:2 (1 July 1958).
398. *Razâkâr* 21/32:3 (8 September 1958).
399. *Razâkâr* 21/32:4.
400. *Razâkâr* 21/31:3 (1 September 1958) reports only assaults on *ʿazâdârî* processions in Jhang and Kohdarra (Sialkot Dist.).
401. *Razâkâr* 21/32:4. Its Shia members were Raja Ghazanfar Ali Khan, Azhar Hasan Zaidi, Muzaffar Ali Shamsi and Sha'iq Ambalvi; Sunni members were the JI chairman Maududi and the Maulanas Ahmad Ali, Da'ud Ghaznavi, Sahibzada Faiz ul-Hasan, ʿAla ud-Din Siddiqi and Abu'l-Hasanat Muhammad Ahmad (ibid.).
402. See section 4.1, p. 103.
403. See section 4.2, pp. 110–11.
404. These elections never took place. Not even a time-schedule was published before the proclamation of martial law in October 1958.
405. Worst affected was the Jhang District, see section 3.4, p. 96; on the 1951 precedent see ibid., pp. 88–89.
406. Protocol in *Razâkâr* 20/48:4–7 (24 December 1957).
407. Ibid., pp. 4–5, 7.
408. Ibid., p. 4.
409. Ibid., p. 5. Among the opponents present were Karim Bakhsh Haidari, Khwaja Muhammad Latif Ansari and S. Muhammad Ali Zaidi (Lahore) from the ITHS and Malik Fath Sher, Hakim Muhammad Hasan Jaʿfari (Gujranwala), Khan Ghulam Qadir Khan (Khanewal), and S. Hadi Ali Shah Bukhari from the APSC.
410. Ibid., pp. 5–6. Other prominent speakers in support of the demand were Maulana Muhammad Ismaʿil and Muzaffar Ali Shamsi.
411. Ibid., p. 6 (translation of Resolution No. 1, para 6).
412. See section 3.1, pp. 60, 65. The only exception had been draft rules for a "Shia Muslim League" which were set up by Muzaffar Ali Shamsi at the time of the formation of the *All-Pakistan Shia Board* in January 1952 and which included the demand for reserved seats (*Razâkâr* 15/5:7; 15/8:9). Such a "Shia Muslim League" had never materialised, however.
413. See section 2.2, p. 49.
414. Ibid., pp. 44, 48.
415. (I could not find any source giving numbers and/or names of Shias elected into these two assemblies in 1951 and 1953).
416. By 1953 these had resigned or died; see section 3.2, p. 71, and Fn 133 to chapter 3 (p. 371).
417. See section 3.2, p. 69, and Fn 109 to chapter 3 (p. 369–70).
418. These were S. Ghulam ʿAbbas (Jalalpur Pirwala; Multan Dist.); S. Ali Husain Gardezi (Multan); Pir S. Naubahar Shah (Qitalpur; Multan Dist.); Nawab Muzaffar Ali Khan Qizilbash and S. Jamil Husain Rizvi (Lahore); S. Manzur Husain Shah Bukhari, Chaudhry Muhammad Siddiq and Chaudhry Khadim Husain (Sheikhupura Dist.); Mian Dost Muhammad Bhatti (Pindi Bhattiyan; Gujranwala Dist.); Major S. Mubarak Ali Shah and Col. S. ʿAbid Husain (Shah Jiwna; Jhang Dist.); Mehr Nawazish Ali Khan Sial (Garh Maharaja; Jhang Dist.); S. Altaf Husain Shah (Chiniot; Jhang Dist.); S. Nazr Husain

(Koranga; Lyallpur Dist.); Chaudhry Muhammad Hasan (Jaranwala; Lyallpur Dist.); Malik Fath Sher (Mianwali); S. Nazr Husain Shah (Layyah; Mianwali Dist.); Chaudhry Sultan Khan (Chakri; Campbellpore Dist.); S. Murid Husain (Sialkot); Shaikh Hidayat Ali Wakil (Narowal; Sialkot Dist.); Malik Faiz Husain (Bajwa; Sialkot Dist.); S. Hasan Ali Shah (Shergarh; Montgomery Dist.); see *Razâkâr* 14/16:14 (24 April 1951).

419. Callard, *Pakistan*, pp. 61–2.
420. Literally "workers of the people" (*qaumî karkunôn*), a term frequently applied for the rank and file members of Shia communal organisations.
421. Translation from Sha'iq Ambalvi, "Hamâra das-sâla nâkâmîyân aur us kâ sabab", *Asad*, 18 January 1958, reprinted in *Razâkâr* 21/4:3.
422. He had been elected in March 1956 but hat delegated most of his duties in the ITHS to Muzaffar Ali Shamsi when he became a minister in the Government of West Pakistan shortly after. See *Razâkâr* 24/14–15:11 (8–16 August 1961); see also Fn 83 to chapter 5 (p. 407).
423. *Razâkâr* 21/1:2. The article also mentions a joint statement of 13 Shia personalities (no names given), the secretary of a *Shia Municipal Society*, and the secretary of a *Ja'fariya Welfare Corps*.
424. *Razâkâr* 21/1:2 (1 January 1958). All these arguments were rejected by the editor, especially the warning of similar demands from "other Muslim sects". He insisted that there were only two major sects (*firqât*) in Islam, Sunnis and Shias, all other being their "branches" (ibid.).
425. *Razâkâr* 21/13:3 (1 April 1954). A printed poster of the TAS containing that demand was shown at the meeting of the APSC on 16 March 1958 (see below). For later attempts to impose a *Nâmûs-i sahâba*-bill see section 7.2, pp. 251–52, 254.
426. *Asad*, 18 January 1958, reprinted in *Razâkâr* 21/4:3 (24 January 1958).
427. *Razâkâr* 21/12:3, 8 (24 March 1958).
428. *Asad*, 26 March 1958, reprinted in *Razâkâr* 21/17:6 (1 May 1958). Ambalvi had been known as the most loyal political lieutenant (opponents would call him "lackey") of Qizilbash since fifteen years.
429. Ibid.; Qizilbash had served in the cabinet of Feroz Khan Noon since 16 December 1957; from 18 October to 11 December 1957 he had already been a minister in the cabinet of Ismail I. Chundrigar (Aziz, *Party Politics in Pakistan*, p. 268).
430. *Razâkâr* 21/17:6 (1 May 1958).
431. Ibid.
432. See section 3.4, p. 97.
433. Speech of Shamsi on *'Id al-Fitr* (4 April 1958), quoted in *Razâkâr* 21/17:1–2. See also section 3.4, p. 95.
434. See sections 4.3, p. 122; 4.5, pp. 136 and 139.
435. See section 5.3, pp. 152–4.

4. THE AYUB KHAN ERA, 1958–1968

1. Khalid bin Sayeed, "Collapse of Parliamentary Democracy in Pakistan", in: *Middle East Journal* 13(1959)4, pp. 389–406, here pp. 398–401.
2. These were Amjad Ali and Ghulam Ali Talpur (Aziz, *Party Politics in Pakistan*, p. 268). Qizilbash had been the third Shia minister of that cabinet until he became Chief Minister; see section 3.6, p. 102.
3. Statement of Sha'iq Ambalvi in front of the Lahore Inquiry Commission (see section 4.2, p. 112. August 1963 (*Razâkâr* 26/32:3). See also Ziring, *The Ayub Khan Era*, pp. 3–4, for a list of the federal cabinets in the period 1958–68.

4. Mirza, *From Plassey to Pakistan*, pp. 240–54; Salim, *Iskandar Mirza*, 295–310.
5. See section 3.5, p. 100.
6. *Razâkâr* 22/2:3 (16 January 1959), quoting from Martial Law Rules No. 7, 37 and 51.
7. One early example of open defiance of the orders quoted above was the publication of the book *Khilâfat-i Mu'âwîya wa-Yazîd* of Mahmud Ahmad 'Abbasi shortly before the Muharram of 1379H (July 1959); see *Razâkâr* 22/27:3 and further reviews in *Razâkâr* 22/28:3; 22/41:7; 22/42–46:6; 24/16–20:5; 25/11:5); on Sunni rejoinders to that book see Sayyida 'Andlîb Zahrâ Kâmûnpûrî, *Ahl-i sunnat aur khilâfat-i Mu'âwiya wa-Yazîd*, (Lahore: Maktabat Imamîya, 1963). It took the government four years to ban that book which was considered by Shias as one of the most provocative ever published in Pakistan.
8. On 10 March that year (21 Ramadan 1380H, death anniversary of the Imam Ali) there were attacks on Shia processions in Karachi (*Razâkâr* 24/11:3; 24/12:7).
9. On some incidents in Dera Ismail Khan, Kot Addu, Mailsi and Peshawar on the 10 Muharram 1381H (23 June 1961) see *Razâkâr* 24/26:3. In Sadda (Kurram Agency) fire was opened on a Muharram procession in 1961, leading to fighting that spread to other villages (Bangash, *Political and Administrative Development*, p. 184). On 10 Muharram 1382H (12 June 1962) sectarian clashes were reported only from Karachi (*Razâkâr* 25/22–23:2).
10. See section 4.2, pp. 109–10.
11. Ziring, op. cit., p. 14
12. Anjum, *Siyâsat ke fir'aun*, pp. 256–58.
13. Ibid., p. 259.
14. See sections 4.3, p. 121; 4.5, pp. 139–40.
15. Anjum, op. cit., p. 258; on Mumtaz Husain Qizilbash see also an obituary in *Razâkâr* 28/12:6–7 (24 March 1965).
16. S. 'Abid Husain, the head of a branch of the Shah Jiwna *sayyid* family, had been a member of the Constituent Assembly of Pakistan and held several ministerial posts in the 1950s; on his career and that of his daughter 'Abida Husain see Anjum, op. cit., pp. 311, 318–24.
17. See for example his speech on *'Îd al-Fitr* 1379H (29 March 1960) in *Razâkâr* 23/15:3.
18. He was apparently referring to Shia rivals of the ITHS in the first place, but possibly also to politicians who backed Sunni extremists.
19. Translation from *Razâkâr* 24/14–15:11 (8–16 April 1961).
20. See for example Muhammad Siddiq, "Islâm—amn-o-salâmatî kâ paighâm", *Razâkâr* 22/1:3 (1 January 1959); idem, "Mazhabî âzâdî kâ sahîh mafhûm", *Razâkâr* 22/2:3 (8 January 1959). It is noteworthy that the editor of *Razâkâr* had never been afraid of criticising any powerful person since the foundation of the journal in 1938.
21. For example Muhammad Siddiq, "Hamârê dînî madâris aur un kî tanzîm kî zarûrat", *Razâkâr* 23/5:3 (1 February 1960); Karim Bakhsh Haidari, "Nawâ-i talkh", *Razâkâr* 27/1:3 (1 January 1964).
22. Nasr, *Vanguard*, pp. 152–5; Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 24–8; Mujeeb Ahmad, *Jam'iyyat 'Ulama-i-Pakistan*, pp. 32–3; Shaukat Ali, *Pakistan*, pp. 69–73, 85–7.
23. A good account of Ayub Khan's attitude towards the religious leaders is given ibid., pp. 51–73.
24. *Razâkâr* 22/16:1 (24 April 1959); 22/17:3 (1 May 1959).
25. Malik, "Waqf in Pakistan", pp. 74–6; Malik, *Islamisierung*, pp. 78–80. By September 1960, already 800 *auqâf* were covered by the new regulations (*Razâkâr* 23/37:1; 1 October 1960). Their annual income in 1960–61 was Rs. 2.086 million and in 1965–6 Rs. 3.97 million (Malik, *Islamisierung*, p. 97).
26. On the Punjab Waqf Ordinance of 1952 see Muhammad Siddiq, "Ham aur hamârê auqâf", *Razâkâr* 15/1:3 (1 June 1952). It was not implemented before the 1959 Waqf Ordinance went into effect.

27. Ibid.; Muhammad Siddiq, "Qânûn-i auqâf aur shîʿa", *Razâkâr* 15/3:3 (16 January 1952); see also the written promise of Jinnah from 1940 (section 2.2., p. 43). For initial reactions in 1959 see *Razâkâr* 22/16:1 (24 April 1959); 22/17:3 (1 May 1959).
28. See *Razâkâr* 24/14–15:8 (8–16 April 1961) and section 4.3, pp. 117, 119.
29. See sections 4.3, pp. 123–24; 5.5, pp. 166, 169–70.
30. See section 1.1, p. 7; also the list of Shia deputies in Fn 418 to chapter 3, pp. 384–85.
31. Khalid bin Sayeed, *The Political System of Pakistan*, pp. 95–7.
32. By 1962 the Auqaf Department had nationalised 247 *dînî madâris* (Malik, *Islamisierung*, p. 95). On attempts to nationalise the *Dâr ul-ʿUlûm Muhammadîya* Sargodha, which were averted by Qizilbash and other Shia notables, see *al-Muballigh* 12/6:2–3 (July 1968).
33. Malik, op. cit., pp. 167–9; on the Shia response see section 4.4, p. 126.
34. Shaukat Ali, *Pakistan*, pp. 65–9; Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 26–8.
35. *Razâkâr* 27/21:3 (16 July 1964); 27/22:3 (24 July 1964).
36. At that time, five Shias were members of the West Pakistan Assembly, all of whom were apparently absent at the day the bill was passed. But even the Law Minister Ghulam Nabi Memon had then hinted at possible contradiction of the law with Shia personal law and asked the Shia *ʿulamâ'* for a written comment (*Razâkâr* 27/21:3; 27/22:3).
37. Ziring, op. cit., pp. 15–18.
38. Among the tasks of the commission were named "to examine the progressive failure of parliamentary government in Pakistan … and to determine the causes and the nature of the failure"; see Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, p. 395; full text of the report ibid., pp. 395–534.
39. Ibid., pp. 395–6.
40. *Razâkâr* 23/20:3 (24 May 1960); Pirzada, op. cit., p. 25, referring to a report in the JUI organ *Tarjumân-i Islâm* (Lahore), 27 May 1960.
41. This seems to be an error; the relevant article in the 1956 constitution was No. 18, see Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, p. 251, and section 3.2, p. 74.
42. Literally: "what I follow and my companions", referring to a *hadîth* attributed to the Prophet Muhammad. With other words: Sunni Islam, abiding to the example of both the Prophet and the *sahâba*.
43. That would apparently imply a ban on conversion from Sunni Islam to Shiʿism, too.
44. Translated from *Razâkâr* 23/22:3 (8 June 1960).
45. See section 3.2, pp. 71–72.
46. *Razâkâr* 23/20:3 (24 May 1960). I could not find out anything about the outcome of that discussion.
47. See Articles 10–12 on "freedom of religion" of Part II ("Fundamental Rights") in Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 539–40; Article 17 forbade discrimination in public services on the ground of religion etc. (ibid., p. 541). Part II ("Principles of Policy"), Article 1, included the same explanation about "Qur'an and Sunnah as interpreted by any Muslim sect" as Article 198 of the 1956 constitution (ibid., p. 543; see section 3.2, p. 74).
48. Malik, "Legitimizing Islamization—The Case of the Council of Islamic Ideology in Pakistan", pp. 253–55; Malik, *Islamisierung*, p. 45. On its later functions see ibid., pp. 49–66; list of members 1962–84 with explanations ibid., pp 431–42.
49. Ibid., pp. 45–8.
50. Ibid., p. 48. The only Shia member of its research staff from 1964 to 1995 was Dr S. Ali Raza Naqvi, a *muhâjir* from Amroha (U.P.) and author of a *Standard Dictionary Persian to Urdu*. No Shia scholar has been employed at the Islamic Research Institute after 1995.
51. Malik, op. cit., pp. 45–57.
52. Ibid., p. 431; *Razâkâr* 25/31:1 (16 August 1962).
53. *Razâkâr* 27/14:3 (8 April 1964).

54. *Razâkâr* 28/44:3 (24 November 1965).
55. See section 4.5, p. 138.
56. See section 3.6, pp. 101–02.
57. See section 4.4, pp. 125–26.
58. Shias of Multan city and its suburb Shia Miyani had held Friday congregational prayers in turns at both places since 1955, but after a quarrel between locals and *muhâjirs* in 1962 the latter had termed the prayers in Shia Miyani as invalid (*bâtil*). The controversy was going on for several months in the fall of that year, with both sides asking for *fatwâs* from S. Muhsin al-Hakim (Najaf) and S. Ahmad Ali (Lucknow); see *Razâkâr* 25/38:4; 25/40:5+8; 25/42:3+9; 25/47:1+8 (8 October–16 December 1962).
59. They were also blamed for indulging in mutual rivalries; see Muhammad Siddiq, "Hamârî qaumî anjumanôn kî farâ'iz", *Razâkâr* 24/6:3 (8 February 1961); idem, "Qâbil-i taqlîd", *Razâkâr* 24/39–40:3 (16–24 October 1961); for similar criticism already in the 1940s see section 2.2, p. 44.
60. Hafiz Kifayat Husain, "Zarûrî ittilâʿ", *Razâkâr* 25/16:1 (24 April 1962); Muhammad Siddiq, "Ek zarûrî mashwara", *Razâkâr* 25/16:3; idem, "Bi-ghair tahqîq kê chanda nâ dîjiyê", *Razâkâr* 25/18:3 (8 May 1962).
61. Report in *Razâkâr* 24/14–15:8–13 (8–16 April 1961). On the March 1956 convention see section 3.2, pp. 74–75.
62. Muzaffar Ali Shamsi was later reviled for having publicly insulted and threatened Hafiz Kifayat Husain; see *Razâkâr* 35/25–26:1 (1–8 July 1971); 35/40:2 (24 October 1971). According to S. Jaʿfar Naqvi (Karachi), the dispute started because Shamsi wanted to make money from ITHS publications and Hafiz Kifayat Husain objected (Interview with the author, 6 January 2001).
63. *Razâkâr* 24/5:3+5 (1 February 1961). In February 1960 Hafiz Kifayat Husain had still led an ITHS delegation to Shah Mohammad Reza Pahlevi of Iran; see *Razâkâr* 23/9–10:1 (1 March 1960).
64. See his keynote speech at the 1961 ITHS convention in *Razâkâr* 24/14–15:9–10 (8–16 April 1961) and his obituary in *Razâkâr* 39/22:3 (8 June 1975). On his political career see also Anjum, op. cit., pp. 311–15.
65. See section 4.5, p. 135.
66. According to his own account, he had since 1956 been performing most functions of the ITHS Secretary-General in the place of Justice S. Jamil Husain Rizvi who had been elected to that post in the same year (*Razâkâr* 24/14–15:11). On Rizvi see section 5.4, p. 158.
67. Muzaffar Ali Shamsi, "Tanzîm kê nâm par intishâr nâ phailâ'îyê", *Razâkâr* 24/39–40:19 (16–24 October 1961); see also section 4.3, p. 115.
68. *Razâkâr* 25/42:4 (8 November 1962); Shamsi repeated his resignation with the same result at an ITHS Council meeting in Rawalpindi in August 1964, at that time "ordered" by S. Muhammad Dihlavi himself to stay in office (*Razâkâr* 27/27–28:5; 1–8 September 1964).
69. See sections 4.3, p. 121; 4.5, p. 138.
70. *Razâkâr* 24/14–15:8. The need to have a Shia daily newspaper has been repeated again and again at meetings of the Shia organisations since the 1940s; see also section 6.1, p. 206.
71. Ibid.; there had been a small hostel for Shia students in Lahore run by the AWSM since 1938. The new building was ready only in mid-1972, see *Razâkâr* 36/24:1 (24 June 1972); *Payâm-i ʿAmal* 16/5:27 (July 1972).
72. *Razâkâr* 26/4:1+5 (24 January 1963); 26/5:2–3 (1 February 1963).
73. *Razâkâr* 26/16:3 (24 April 1963).
74. *Razâkâr* 23/15:3 (16 April 1960). In British India there had been four official holidays in Muharram which had been cut down to one after 1947. A two-day holiday was reinstalled in 1978 under Zia ul-Haqq.

75. *Razâkâr* 27/1:1 (1 January 1964), quoting from the report on the 1963 Lahore incidents (see below).
76. *Razâkâr* 24/32:3 (24 August 1961). Among them were the *'ulamâ'* Khwaja Muhammad Latif Ansari, Hafiz Saifullah and Nâsir Husain; the latter two were sentenced to 6 months of prison each (ibid.).
77. Abd ul-Qadir Hisari, "Irshâdât-i rasûl", *Tanzîm-i Ahl-i Hadîth*, 28 July 1961, quoted in *Razâkâr* 24/30:3 (8 August 1961); see also Muhammad Siddiq, "Mazmûm rawash", *Razâkâr* 24/30:3; "Phir vôhî sharr-angîzî", *Razâkâr* 25/29:3 (1 August 1962); idem, "Ghamm-i Husain aur haftrôza Tanzîm-i Ahl-i Hadîth", *Razâkâr* 25/32:5 (24 August 1962).
78. Muhammad Siddiq, "Mudîr-i haftrôza Tanzîm-i Ahl-i Hadîth Lahaur kî afsôsnâk rawash", *Razâkâr* 24/30:3. Accusations of *pîr-parastî* and *qabr-parastî* were directed mainly at the Barelvis, the majority Sunni denomination in Pakistan.
79. See section 4.1, p. 108. The article in *Da'wat* quoted below constructed a rather far-fetched link between both issues; see Muhammad Siddiq, "Mudîr-i Da'wat kî nirâlî mantiq", *Razâkâr* 26/6:3.
80. Translation from Nur ul-Hasan Bukhari, "Mâtamî julûsôn kê liyê shî'a hazrât kî 'alaihadda hadd-bandî", *Da'wat*, 1 February 1963, quoted in *Razâkâr* 26/24:3 (24 June 1963) and (partially) in *Razâkâr* 26/6:3 (8 February 1963).
81. For the demographic distribution of Shias in Pakistan, see sections 1.1, pp. 7–8; 3.1, pp. 55–56. By 1963—and still today—Shia-majority areas were confined to Baltistan and the Gilgit Agency, the Kurram Agency of the NWFP, and scattered villages in the northern and western districts of the Punjab from Sialkot and Rawalpindi down to Rajanpur. Even in cities like Lahore, Karachi and Multan there were only a few quarters with a Shia majority in 1963.
82. See references in Fn 383 to chapter 3 (p. 383).
83. *al-Muballigh* 7/4:32 (May 1963); *Razâkâr* 26/15:3 (16 April 1963); 26/16:3+7 (24 April 1963).
84. *Razâkâr* 26/28:3 (24 July 1963).
85. *Razâkâr* 26/38:3 (8 October 1963).
86. Ibid. and *Razâkâr* 26/28:2 (24 July 1963); on the 1957 precedent see section 3.5, p. 96.
87. Report of the Inquiry Committee, quoted in *Pakistan Times*, 23 December 1963 (Urdu translation in *Razâkâr* 27/1:1; 1 January 1964).
88. Official figures according to *Pakistan Times*, 4 June 1963, including Sunni attackers injured by police action; Muzaffar Ali Shamsi later spoke of up to 250 injured Shias (statement in front of the Inquiry Committee, 16 August 1963; *Razâkâr* 26/36:9).
89. According to the eye-witness Sha'iq Ambalvi, higher-ranking police-officers had done their best, but the rank-and-file policemen were afraid to interfere (*Razâkâr* 26/32:3; 24 August 1963).
90. *Razâkâr* 26/22:3 (8 June 1963) mentioned only incidents in Narowal, Chiniot and Quetta apart from Lahore and Theri. *Pakistan Times* (4 June 1963 and after) reported on the latter two incidents, but apart from that only on peaceful processions in a number of other towns, including Quetta.
91. *Razâkâr* 26/22:3. Section 144 PPC (ban on assemblies) was imposed in the entire Khairpur District thereafter. A detailed account of the violence in Theri, Lahore and Narowal was published fifty years later by the Blog *Sharaabtoon* under the title "The Most Unfortunate Incident: The Theri Massacre and Fifty years of Sectarian Violence in Pakistan"; URL: http://sharaabtoon.blogspot.com/2013/06/the-most-unfortunate-incident-theri.html.
92. *Razâkâr* 26/25:3 (1 July 1963).
93. *Razâkâr* 26/24:3 (24 June 1963). In Narowal, another hot-spot of sectarian tensions, the local Shias had refrained from taking out a procession after being advised so by the police. Likewise, there had been no procession in Theri (ibid.).

94. Muzaffar Ali Shamsi explicitly denied any responsibility of the government, the Lahore administration or the police when interrogated by the Inquiry Commission (*Razâkâr* 26/31:9; see below). Both he and Qizilbash would be attacked years later for their alleged "silence" regarding the Muharram 1963 events; see *Razâkâr* 36/30–31:5 (8–16 August 1972); 26/45:1 (1 December 1972).
95. *Razâkâr* 26/24:4 (24 June 1963); 26/28:3 (24 July 1963).
96. Translation from Raja Lehrasb Ali Khan, "Firqawarâna fasâdât kyûn?", *Razâkâr* 26/24:2 (24 June 1963).
97. Address at a public rally in Sargodha, 4 June (*Dawn*, 5 June 1963; also quoted in *Razâkâr* 26/23:3).
98. See section 4.1, p. 106. In December 1963, under heavy pressure from the Sunni *'ulamâ'*, Pakistan was renamed an "Islamic Republic" and all existing as well as future laws were brought within the purview of the principle barring legislation repugnant to the Koran and the Sunna; see Shaukat Ali, *Pakistan*, pp. 78–9.
99. Muhammad Siddiq, "Jaltê par têl", *Razâkâr* 26/23:3 (16 June 1963), quoting from an editorial of Kausar Niyazi in his weekly *Shihâb* (Lahore). Such accusations were repeated by some witnesses and officials during the inquiry on the Lahore riots; see *Razâkâr* 26/36:7–8 (24 September 1963).
100. The groups participating were JUI, TAS, *Majlis-i Ahrâr, Majlis-i Tahaffuz-i Khatm-i Nubbuwat, Anjuman-i Tauhîd-o-Sunnat* and *Hizbullâh* (*Razâkâr* 26/24:3; 24 June 1963)
101. Ibid.; the latter three persons had been leading activists of the Anti-Ahmadiya movement of 1952–3, see *Munir Report*, passim.
102. *Razâkâr* 26/25:3 (1 July 1963).
103. *Razâkâr* 26/28:2 (24 July 1963); see also section 3.5, p. 91.
104. It was appointed on 5 June and headed by Abd ul-Rashid Khan, then Commissioner of the Dera Ismail Khan Division (*Pakistan Times*, 6 June 1963).
105. *Razâkâr* 26/29:1+5 (1 August 1963). On Mian Ghulam Qadir see also Mujeeb Ahmad, *Jam'iyyat 'Ulama-i-Pakistan*, pp. 49–50.
106. According to Mian Ghulam Qadir, the number of Muharram processions in Lahore had increased from two to twelve since 1947 (*Razâkâr* 26/29:1). Kausar Niyazi in his editorial in *Shihâb* (see above, Fn 99) had reminded of the fact that the route of the main procession in Lahore had been fixed in the late nineteenth century when the population of the city was only 250,000 and that it was narrow and difficult and passing near centres of sectarian tensions (*Razâkâr* 26/23:3). By 1963 it took twenty-two hours for the 3.5 miles from the *Qizilbash Haveli* in the Old City to *Karbalâ'-i Gâme Shâh* (*Razâkâr* 27/1:1; see also a report on the 1962 procession in *Razâkâr* 25/22–23:2).
107. *Razâkâr* 26/29:1 (1 August 1963).
108. Ibid. (author's translation); incidentally, some extremists in Multan allegedly shouted slogans in favour of the Caliph Yazid shortly after and threatened to celebrate a "*Yaum-i Yazîd*" when being prevented by the police from disturbing a joint Sunni-Shia procession on the *'Îd Mîlâd an-Nabîy* (4 August 1963); see *Razâkâr* 26/38:3 (8 October 1963).
109. The full protocol is reproduced in *Razâkâr* 26/36:3–11 (24 September 1963). He was then still referred to as *Mujâhid-i Millat* by that journal. In *Razâkâr* 26/32:3+7 (24 August 1963) a resumé of the statements of Sha'iq Ambalvi, Secretary-General of the APSC, in front of the commission on 18 August is given.
110. *Razâkâr* 26/36:7 (24 September 1963). This way of investigation was ridiculed in an editorial of *al-Irshâd* (Karachi), "Fasâdât kî tahqîq yâ 'aqâ'id kî?", reprinted in *Razâkâr* 26/35:6 (16 September 1963).
111. *Razâkâr* 26/36:7.

112. Ibid. pp. 8–9; likewise, he denied that the participants of the attacked procession had carried any arms other than some 40–50 chains used for self-flagellation.
113. *Razâkâr* 26/29:1 (1 August 1963); 26/30:3 (8 August 1963).
114. Muhammad Siddiq, "Dil-âzâr litrachar kî zabtî kâ mutâlaba", *Razâkâr* 26/33:3 (1 September 1963). The practice of reprinting old *munâzara* literature is still *en vogue* with extremists of both sides in present time. See Naqvi, *Bibliography*, Vol. II, pp. 309–402; Naqvî, *Kitâbîyât ʿalaih-i imâmîya*, passim; see also section 6.4, pp. 233–34.
115. Translation from Muhammad Siddiq, "Êk zarûrî wazâhat", *Razâkâr* 26/31:3 (16 August 1963).
116. *Razâkâr* 26/40:3 (24 October 1963).
117. See section 4.3, p. 117.
118. *Pakistan Times*, 23 December 1963; Urdu translation and comment in *Razâkâr* 27/1:1–2 (1 January 1964).
119. *Pakistan Times*, 23 December 1963; see also above, Fn 106.
120. *Pakistan Times*, 23 December 1963; *Razâkâr* 27/1:1–2.
121. Ibid., p. 2.
122. However, one Maulvi Qazi Fazlallah, whom Shias considered the main responsible for the Theri massacre, was assassinated in 1971; see Fn 292 to chapter 5 (p. 417).
123. See sections 4.3, p. 123; 4.5, pp. 135–36.
124. See section 3.6, p. 102.
125. On some of the suggestions brought forward in 1962 see *Razâkâr* 25/6:6 (February 1962); 25/9–10:9 (1–8 March 1962); 25/16:4 (24 April 1962).
126. See section 4.1, p. 104.
127. See ibid., p. 108.
128. See Hasan Baltistani, "Karâchî mên qaumî mashâghil aur us par tanqîd kê silsila mên chand maʿrûzât", *Razâkâr* 22/35:4 (24 September 1959), referring to criticism of some articles "Qaumî qiyâdat" (presumably in the weekly *Shîʿa*), and a rejoinder of Muhammad Siddiq, *Razâkâr* 22/36:3.
129. This was obvious from an article of Muzaffar Ali Shamsi, "Tanzîm kê nâm par intishâr nâ phailâ'iyê", in which he ridiculed such ideas and rejected accusations that ITHS had achieved nothing during the last fourteen years (*Razâkâr* 24/39–40:19; 16–24 October 1961).
130. See sections 1.3, p. 25; 2.2 p. 44; 3.4, p. 84.
131. The traditional garment of Shia *ʿulamâ'*, here in the sense of the *ʿulamâ'* themselves.
132. I.e. "Representative of the [Hidden] Imam"; on that concept of the role of the Shia *ʿulamâ'* see Momen, *Introduction*, p. 193.
133. Literally: "Sign of God in both worlds".
134. I.e. "Proof of Islam and the Muslims". That title has been quite unfamiliar among Pakistani Shia *ʿulamâ'* prior to the 1979 Iranian revolution.
135. He is referring to Hafiz Kifayat Husain; for a more specific identification of his and other *ʿulamâ's* alleged shortcomings see Haidari's article quoted below.
136. Translation from Karim Bakhsh Haidari, "Hamâre qaumî idâra kî na'î sadârat", *Razâkâr* 24/5:5 (1 February 1961).
137. Literally: "singers of odes", i.e. panegyrics.
138. I.e. a *sûfî* master, who derives his influence mostly from his "spiritual power" as perceived by his followers and disciples.
139. On alleged *ghulûw* (exaggeration) in Shia religious practice in Pakistan see sections 4.4, pp. 128–29; 5.6, p. 176.
140. See section 3.3, pp. 77–78.
141. Until 1958 special passports for pilgrims wishing to visit the holy sites in Saudia Arabia,

Iran, Iraq and Syria were issued in all district capitals without many formalities. Thereafter, more and more bureaucratic obstacles were gradually created for pilgrims; see Ghulam Shabbir Khan, "Ziyârât-i ʿatabât-i ʿâliyât par nâ-rawâ pâbandiyân aur Pâkistânî zâʾirîn kî hâlât-i zâr", *Razâkâr* 41/25:3 (1 July 1977).

142. These are the following collections of Shia *ahâdîth*: 1) *al-Kâfî fî ʿilm ad-dîn* of Muhammad al-Kulainî (d. 939); 2) *Man lâ yahduruhu al-faqîh* of Ibn Bâbûya (d. 991); 3) *Tahdhîb al-ahkâm* of Shaikh Muhammad al-Tûsî (d. 1067); 4) *al-Istibsâr* of the same author; see Momen, *Introduction*, p. 174.
143. Translation from Karim Bakhsh Haidari, "Nawâʾ-i talkh", *Razâkâr* 27/1:3 (1 January 1964).
144. *al-Muballigh* 1/5:2 (June 1957). On Karim Bakhsh Haidari see also section 3.4, pp. 79, 85–86.
145. See sections 3.4, pp. 82–83; 4.4, pp. 127–31.
146. On top of such critics of the *ʿulamâʾ* was Muhammad Siddiq, the editor of *Razâkâr*; see "Dînî madâris kâ jâʾiza", *Razâkâr* 23/13:3 (1 April 1960); "Ithnâ-ʿasharî muballighûn-i Afrîqâ kî khidmat mên", *Razâkâr* 23/18:3 (8 May 1960); "Âpnâ jâʾiza"; *Razâkâr* 25/47:3 (16 December 1962); see also section 4.4, pp. 127–28.
147. *Razâkâr* 27/4:1 (24 January 1964). Almost the entire class of *ʿulamâʾ* with degrees from the large *madâris* of Northern India, Iraq and Iran had participated, including Mufti Jaʿfar Husain, Hafiz Kifayat Husain and most other *ʿulamâʾ* mentioned in section 3.4, pp. 78–80. Prominent absentees were only Rashid Turabi (see Fn 229 to chapter 3, p. 376), who at that time was about to surpass Dihlavi's popularity as a preacher, and Agha Mirza Mahdi Pooya (see Fn 227 to chapter 3, p. 376), who was principally opposed to Shia communal demands (Author's interview with S. Jaʿfar Naqvi, Karachi 6 January 2001).
148. He was elected Vice-Chairman of the MAUSP (see below) at the 1964 Karachi Convention and would accompany S. Muhammad Dihlavi during all his tours to different towns and districts in Pakistan (*Razâkâr* 35/35:4; 16 September 1971); see also references in Fn 239 to chapter 3, p. 376).
149. *Razâkâr* 35/35:4 (obituary for S. Muhammad Dihlavi); Mirza Yusuf Husain did not give names, but prominent *ʿulamâʾ* in Hyderabad at that time were Habib ul-Hasan Najafi, Hashmat Ali and S. Thamar Husain Zaidi; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 100, 111.
150. *Razâkâr* 35/35:4.
151. See the full text in *Razâkâr* 26/46–47:3 (16 December 1963). The invitation was signed by S. Thamar Hasan Zaidi and Hashmat Ali from Hyderabad and thirteen *ʿulamâʾ* from Karachi, among them Muhammad Naqi Lakhnawi, S. Zafar Hasan Amrohavi and S. Anis ul-Hasan Amrohavi.
152. The 1953 All-Pakistan Shia Convention had been held at the same premises, see section 3.2, pp. 70–71. The residence of S. Muhammad Dihlavi (Ferdowsi Colony) was nearby.
153. S. Ibn Hasan Najafi, born 1928 in Lucknow, had learned in Najaf during his childhood and moved to Lahore in 1953, where he was a close collaborator of the weekly *Razâkâr*. Since 1958 he lived in Karachi, serving for the Publications Department of the government and later teaching at Karachi University. He had worked for the *Yâdgar-i Murtazâvî Institute* and later became director of the *Khorasan Islamic Centre* in Karachi. In 1958 he earned fame with an Urdu translation of *Asl al-shiʿa wa-usûlihâ* from Muhammad Husain Âl Kashif ul-Ghita; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 43–4.
154. *Razâkâr* 27/2–3:3–4 (8–16 January 1964).
155. *Razâkâr* 27/4:5–6 (24 January 1964).
156. *Razâkâr* 27/4:1. Zaidi, "Mutâlabât aur Khatîb-i Aʿzam", p. 81, mentions "the elimination of objectionable contents from schoolbooks" as the fourth principal demand of the conference.
157. Ibid.; S. Ibn Hasan Najafi was elected *Nâzim-i Aʿlâ* of the Action Committee (ibid.) and Mirza Yusuf Husain Vice-Chairman.

158. Literally: "Leader of the Ja'farite (i.e. Twelver Shia) people".
159. On his biography see Jauhar & Rizâ, *Khatîb-i A'zam*, [a collection of obituaries and other articles published by his sons], passim; Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 465–7; Naqvî, *Tazkira*, pp. 257–8; Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. II, pp. 101–3. His father S. Aftab Husain had been a teacher of Arabic and Persian at the Delhi Arabic School and had established a Shia *madrasa* there with the help of the Nawab Hamid Ali Khan of Rampur (ibid.).
160. In his article "Mêrê dôst" (Jauhar & Rizâ, *Khatîb-i A'zam*, pp. 108–14) Hajji Da'ud Nâsir recalls how he had repeatedly invited S. Muhammad Dihlavi to speak at *majâlis* in Bombay, but the latter had refused to accept any payment for them. When he was finally obliged to accept Rs. 25,000 for his services, he immediately donated them to a fund for Khoja Twelver Shia mosques.
161. Jauhar & Rizâ, op. cit., p. 41; *Razâkâr* 1/2:3 (8 November 1938).
162. Jauhar & Rizâ, op. cit., p. 44.
163. Ibid., pp. 44–5, 76–8.
164. He was the former head of the Muslim League in Bombay who moved to Karachi after 1947. He later set up a trust for Shia religious publications. Dihlavi shortly before his death dedicated his private library to another trust headed by Hasan Ali Pirbhai (ibid., p. 76).
165. Jauhar & Rizâ, op. cit., pp. 111–12.
166. He was mentioned in protocols of ITHS conventions only on rare occasions; see *Razâkâr* 12/7:2 (16 February 1949); 19/13:1 (1 April 1956); 24/16:3 (24 April 1961).
167. According to his son S. Ahmad Jauhar, he even retreated from preaching to a large extent in the 1950s (Jauhar & Rizâ, op. cit., p. 45). Most of Dihlavi's writings remained unpublished manuscripts, except for a treatise on the 12th Imam, *Nûr ul-'Asr*, (Karachi: Ferdowsi Colony, 1972.).
168. Both Muzaffar Ali Shamsi and Sha'iq Ambalvi were present (*Razâkâr* 35/23:2; 16 June 1971), but since only *'ulamâ'* were allowed to speak at the convention, S. Azhar Hasan Zaidi made such a proclamation for the ITHS and Maulana Mushtaq Ahmad of Multan on behalf of the APSC (*Razâkâr* 31/19:3; 24 May 1968).
169. Muhammad Bashir Ansari, "1964 Karâchî kanwenshan kâ haqîqat", *Razâkâr* 36/36:1 (24 September 1972); in that article Ansari also claimed that he himself had suggested the name of *Majlis-i 'Amal 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân*.
170. *Razâkâr* 27/9–10:8 (1–8 March 1964).
171. Literally: "its pillars (*arkân*)".
172. The example of Aligarh (see sections 1.2, p. 18; 2.1, p. 33) has been brought forward on countless occasions to argue for separate Shia *dînîyât*.
173. He is making allusions to the way the Auqaf Department made use of the income of *auqâf* for its own purposes; see Malik, *Islamisierung*, pp. 78–81, 103–4.
174. Translation from *Razâkâr* 27/9–10:3 (1–8 March 1964).
175. Zaidi, "Mutâlabât aur Khatîb-i A'zam", p. 86 (no exact date is given there and in other sources available to the author).
176. Ibid.
177. Ibid. and *Razâkâr* 27/29:9 (press conference of S. Muhammad Dihlavi in Rawalpindi, 27 August 1964).
178. Protocols and commentary in *Razâkâr* 27/27–28:3+5; 27/29:7–8 (1–16 September 1964). Zaidi, "Mutâlabât", p. 86, writes about "30,000 participants", perhaps confusing that gathering with some other Shia convention.
179. See his inaugural speech on 28 August 1964; *Razâkâr* 27/27–28:5. S. Ajmal Husain was a medical doctor and nephew of Justice S. Jamil Husain (see section 5.4, p. 158). On his contribution to the movement in 1968 see section 4.5, p. 144.

180. These were S. Muhammad ʿAbbas and Nawab Nasrullah Khan from the Kurram Agency (where Rs. 5,000 had been collected for the event), Col. (retd.) Ali Ahmad Shah (former President of Azad Kashmir), Mir Ghulam Husain Khan Talpur (Khairpur), Pir S. Qalandar Husain Shah (Sargodha), Malik Ibrahim Khan Bangash (Hangu), the MNA S. Asghar Ali and the ITHS chairman S. Mubarak Ali Shah (*Razâkâr* 27/29:7–8).
181. Ibid.; the board was appointed only in January 1965 and comprised three sections: 1) *Dînîyât* section: Mirza Yusuf Husain, S. Maqbul Ali, S. Najm ul-Hasan Kararvi, Muhammad Latif Ansari, S. Qamar ʿAbbas, S. Mahdi Hasan ʿAlavi 2) *ʿAzâdârî* section: Muzaffar Ali Shamsi, Col. S. Afaq Husain, Sha'iq Ambalvi, Muhammad Siddiq, Shabih ul-Hasnain Muhammadi, Sadiq Ali ʿIrfani; 3) *Auqâf* section: Dr S. Iʿjaz Husain (East Bengal), S. Ali Naqi (Karachi), Shaikh Abd ul-ʿAziz Akhtar (Rahimyar Khan), Khaqan Babar, S. Muhammad Ali Zaidi, S. Husain Naqvi (all Lahore), Sardarzada S. Zafar ʿAbbas (Jhang), S. Ghazanfar Ali Shah Bukhari (Sargodha); see *Razâkâr* 28/5:7.
182. *Razâkâr* 27/29:8 (16 September 1964); see section 4.1, p. 107, and Fn 47 to chapter 4, p. 387.
183. *Razâkâr* 27/29:8.
184. *Razâkâr* 27/27–28:3 (1–8 September 1964).
185. See below and Fn 181. More than half of the members of his Advisory Board were affiliated either to the ITHS or the APSC.
186. *Razâkâr* 27/27–28:5.
187. *Razâkâr* 27/33:3 (16 October 1964).
188. *Pakistan Times*, 25 October 1964, p. 7.
189. *Razâkâr* 27/35:3 (1 November 1964), referring to a joint session of Shia *anjumans* in Lahore on 25 October.
190. *Razâkâr* 27/36:1 (8 November 1964).
191. *Razâkâr* 27/35:3 (1 November 1964); 27/39:3 (1 December 1964). No confirmation of this meeting or list of participants could be obtained from daily press sources. Possibly it took place on the sidelines of a visit of Princess Ashraf Pahlavi of Iran in Lahore on 11 November (*Pakistan Times*, 12 November 1964).
192. Zaidi, "Mutâlabât", p. 86; for the full text of the memorandum see *Razâkâr* 28/1:1 (1 Januray 1965).
193. Ibid.
194. Mrs. Jinnah—a Shia like her late brother—had been named the candidate of the "Combined Opposition Parties" on 18 September 1964. Ayub Khan was re-elected president for a five-year term by the "Basic Democrats" on 2 January 1965; see Ziring, *The Ayub Khan Era*, p. 39.
195. Thus goes the account of Mirza Yusuf Husain, who was present at the meeting; see *Razâkâr* 27/42:1 (24 December 1964). The editor of *Razâkâr* repeatedly claimed that the President had termed the Shia demands "reasonable" (*maʿqûl*) (*Razâkâr* 28/3:3; 16 January 1965; *Razâkâr* 28/28:3; 24 July 1965), but this was not included in the verbatim quotation given by Mirza Yusuf Husain.
196. *Razâkâr* 27/42:1 (24 December 1964).
197. *Razâkâr* 27/39:3 (1 December 1964).
198. Author's interview with S. Khurshid ʿAbbas Gardezi, (Multan, 1 March 1999). Mushtaq Husain had been employed with the Cooperative Department and later made his living as a private businessman. He was also Friday preacher at the mosque of Suraj-Miyani ("Shia-Miyani"), a suburb of Multan, and Secretary-General of the local *Anjuman-i Yâdgâr-i Husain*. On his later role see sections 4.5, pp. 139–42; 5.3, p. 151; 5.4, p. 159; 5.5, p. 162.
199. *Razâkâr* 28/34–35:1–2 (8–16 September 1965) mentions a pamphlet *Mâr-i âstîn* ("Snake in the sleeve") with heavy accusations against the said "traitors" published in Karachi in

January 1965. Shortly after an independent branch of the ITHS was set up in Karachi; see also section 4.5, p. 138.

200. Ali Ahmad Khan Ja'fari, born in Agra (U.P.), was professor at the Islamia College Lahore. He had previously been in the service of Nawab Muzaffar Ali Khan Qizilbash and his elder brother Nisâr Ali Khan.
201. *Razâkâr* 29/25:3 (24 June 1966). Dihlavi hesitated almost two months until deciding about the five Shia delegates.
202. These were the Chief Secretary of the Government of West-Pakistan, the Home Secretary, the Chief Administrator of the Auqaf Department, Sardar Abd ul-Rashid, and the Secretary of Education, S. Muhammad Sharif; see *Razâkâr* 28/7:3 (16 February 1965).
203. Zaidi, "Mutâlabât", pp. 86–7; see also below.
204. *al-Muballigh* 9/3:4–6 (April 1965); *Razâkâr* 28/13:3 (1 April 1965).
205. *Razâkâr* 28/29:3 (1 August 1965) contains the first reference to the term. In the following year, the *Shia Mutâlabât* ("Demands") *Committee* was to become a new organisation of its own, comprising hundreds of branches; see section 4.5, pp. 133–35.
206. *Razâkâr* 28/29:3.
207. *Razâkâr* 28/33:1 (1 September 1965).
208. S. Baqir Ali, "Markazî *Idârat-i* Tahaffuz-i Huqûq-i Shî'a kî aghrâz-o-maqâsid aur kârkardagî", *Razâkâr* 29/39:6 (8 October 1966); see also *Razâkâr* 30/7–8:8 (16–24 February 1967); 30/43:3 (16 November 1967).
209. *Razâkâr* 36/18:6 (8 May 1972).
210. The Indian attack along the border with West Pakistan, concentrating on the Lahore frontline, started on 6 September.
211. *Razâkâr* 29/25:3 (24 June 1966).
212. *Razâkâr* 28/43:3 (16 November 1965). Already in September 1965, Dihlavi was quoted with the compaint: "The Imam Zain ul-'Abidin remembered the calamities of Damascus with the words: *'al-Shâm, al-Shâm'*; I am crying *'al-Lahaur, al-Lahaur'* out of distress because of the situation in Lahore" (*Razâkâr* 28/34–35:1; 8–16 September 1965).
213. See section 4.5, pp. 133–35.
214. See section 4.5, pp. 133–45.
215. See section 3.4, pp. 81–82.
216. He was born in Kapurthala (Jullundhur Dist., East Punjab). His father had been an *'âlim* of the *Ahl-i hadîth* sect and he had studied at Sunni seminaries, including the *Dâr ul-'Ulûm* Deoband. During his stay as Friday preacher in Toba Tek Singh he converted to Shi'ism around 1935. Thereafter he participated in dozens of *munâzarât* between Shia and Sunni *'ulamâ'*, becoming famous as the *Muballigh-i A'zam* ("Greatest Preacher"). From 1956 onwards he published the fortnightly *Sadâqat* from his residence in Gojra (Lyallpur Dist.). In 1964 he moved to Lyallpur (later Faisalabad) where he founded the *Madrasat Dars-i Âl-i Muhammad*; see Husain, *Matla'-i anwâr*, pp. 482–83; Naqvî, *Tazkira*, pp. 264–8; *Payâm-i 'Amal* 20/6:9–13 (August 1976). On his role in propagating Shaikhiya doctrines in the 1970s see section 5.6, pp. 176–78.
217. Momen, *Introduction*, pp. 179–80. *De facto*, the amount of *khums* paid to the *'ulamâ'* has always been left at the discretion of the believers themselves. In Sunni Islam there is no tradition of this tax except in the case of war booty. See also Abdulaziz Abdulhussein Sachedina, "Al-Khums: The Fifth in the Imami Shi'i Legal system", in: *Journal of Near East Studies* 39(1980), pp. 276–89; Norman Calder, "Khums in Imami Shi'i Jurisprudence from the Tenth to the Sixteenth Century A.D.", in: BSOAS 45(1982)1, pp. 39–47.
218. Muhammad Isma'il, "Bâyân-i khums", part I-IV, *Sadâqat*, 23 October–30 November 1959; referred to in *Razâkâr* 22/41:3 (8 November 1959); 22/45:3 (8 December 1959).

219. On the collection and disbursement of *khums* in pre-1856 Lucknow see Cole, *Roots*, pp. 198–204.
220. Most Pakistani Shias interviewed by the author on the subject have confirmed that. According to Murtaza Pooya, only among the Khoja Twelver Shia community of Karachi (and Khoja migrants to Africa) this obligation has been observed fairly faithfully (Interview with the author, 13 November 2000); see also sections 6.2, p. 215; 7.1, pp. 247–48.
221. *Razâkâr* 22/42:3 (16 November 1959). The editor of *Razâkâr* had refused to print a rejoinder of Gulab Ali Shah, considering its language "detrimental to the dignity of the *'ulamâ'*", but mentioned that polemics and counter-polemics had been published in other Shia journals.
222. Nasîr Husain, "Barâhîn-i khums", *al-Muballigh* 3/11:4–6 (December 1959); see also the editorials ibid., p. 2 and *al-Muballigh* 4/1:1 (February 1960).
223. *al-Muballigh* 3/12:2 (January 1960). According to that source the *madrasa* had received only Rs. 2,720 *khums* since its foundation ten years earlier.
224. Muhammad Siddiq, "Mu'addabâna darkhwâst", *Razâkâr* 22/44:3 (1 December 1959); idem, "Âkhirî hall", *Razâkâr* 22/45:3 (8 December 1959).
225. *Razâkâr* 22/44:3. (He suggested instead referring to Pakistani authorities like S. Muhammad Baqir Chakralvi or S. Zain ul-'Abidin, then Friday preacher of Multan).
226. S. Hasan Ali Shah Kazimi, "Najaf-i ashraf sê i'lân-i haqq", *Razâkâr* 24/37:6 (1 October 1961), quoting from answers of Muhsin al-Hakim to Maulana S. Nawaz Hasan Hamadani in *Shî'a*, 1 September 1961.
227. *Razâkâr* 24/37:6 (1 October 1961).
228. *Razâkâr* 24/41:1 (1 November 1961).
229. See section 5.6, p. 178.
230. One of the first was from S. Gulab Ali Shah, *Tibyân ul-khums* (Multan 1961); he also wrote *Furû'-i dîn mên zakât-o-khums kâ maqâm* (Naqvî, *Tazkira*, p. 247); another was from S. Ibn Hasan Najafi, *Mas'ala-i khums*, (Karachi: al-Mashhad Printing Press, 1964). Mirza Yusuf Husain, *Kitâb ul-khums*, (Lahore: Insaf Pres, n.d.), quoted *fatwâs* of Muhsin al-Hakim and twelve renowned Pakistani *'ulamâ'* refuting Muhammad Isma'il's position (Naqvi, *Bibliography*, Vol. II, pp. 29–30).
231. See section 3.3, p. 86.
232. Details of the new draft syllabus with requirements for the degrees of "Maulvî", "Maulvî Alim", "Fâzil", "Maulvî Fâzil", "'Imâd ul-Afâzil" and "Sultân ul-Afâzil" were given in *al-Muballigh* 4/2:4–6 (March 1960). According to the 1960–61 annual report of the *Anjuman-i Muhammadîya* Sargodha, syllabi were unified after the April 1960 meeting (Supplement to *al-Muballigh* 5/2 [March 1961] p. 6.).
233. *al-Muballigh* 6/1:2 (February 1962); 6/2:31 (March 1962). On the committee and its recommendations see Malik, *Islamisierung*, pp. 170–75.
234. See the booklet *Hauza-i 'Ilmîya Jâmi'at ul-Muntazar kâ ta'âruf*, pp. 8–9. That source also conceded that the activities of the *Majlis-i Nazârat* "did not make the required progress". One reason may have been that Shaikh Muhammad Husain Najafi of Sargodha, i.e. the controversial Dhakko (see below), was made Secretary of the *Majlis-i Nazârat* in 1962 (ibid., p. 8).
235. Malik, *Islamisierung*, pp. 167–9.
236. See section 3.3, pp. 84–85.
237. *al-Muballigh* 3/12:2–3 (January 1960); Supplement to *al-Muballigh* 5/2, p. 6 (March 1961).
238. Author's interview with Nusrat Ali Shahani (Lahore 21 January 2001).
239. *al-Muballigh* 8/9:2 (October 1964).
240. See references in Fn 219 to chapter 3 (p. 375).
241. He succeeded Shaikh Akhtar 'Abbas, who had left in 1964 for eight years of advanced

religious studies in Najaf and Qom, and the interim principal Maulana Husain Bakhsh of Jara (1964–5).

242. The *Jâmi'at ul-Muntazar Trust* was founded in 1966. Its leading members were Sufi Muhammad Anwar, Hajji Muhammad Husain Rizvan, Hajji Sharif Husain, Hajji Amir Ali, Seth Nawazish Ali, Khwaja Muhammad Ashraf, and Khallu Karamat Ali (*Misbâh ul-Qur'ân*, 1/1990, pp. 19, 25).
243. Ibid., pp. 12, 19.
244. The *Jâmi'at us-Saqlain* Rawalpindi, founded in 1962, was later enlarged and renamed *Madrasat Âyatullâh al-Hakîm*; see Fn 200 to chapter 5 (p. 413).
245. The *Jâmi'at Husainîya* Jhang was founded in 1964 by S. Zamîr ul-Hasan Najafi (Naqvî, *Tazkira*, p. 161).
246. The *Dars-i Âl-i Muhammad* of Lyallpur was founded in 1964 by Muhammad Isma'il with a special emphasis on the art of *munâzara*; see *Razâkâr* 27/23:7 (1 August 1964); 28/47:3 (16 December 1965).
247. On Dhakko see Naqvi, *Tazkira*, pp. 296–98; Naqvi, "Controversy", pp. 141–44; Dogar, *Maulânâ Muhammad Husain Dhakko sê 150 su'âl*, pp. 13–16.
248. *al-Muballigh* 8/9:30 (October 1964). However, his initial career was facilitated in the first place by the *sayyids* of his hometown Jahanian Shah, who had made the most important financial contributions to the *Dâr ul-'Ulûm* Sargodha through *auqâf* (Interview with S. Iqbal Husain Kermani, Lahore 31 January 2001).
249. See section 3.4, pp. 81–82.
250. *Masâ'ib* is a terminus for the sufferings of the *ahl al-bait*, especially of the Imam Husain.
251. "Traditions" (*riwâyât*) in the sense of *ahâdîth*, i.e. events and sayings handed down from the life of the *ahl al-bait*.
252. Literally "exaggeration", a terminus in Shi'ism for excessive veneration of the Imams; see S. H. M. Jafri, *Origins and Early Development of Shi'a Islam*, (London, New York: Longman, 1979), pp. 300–4; M. G. S. Hodgson, "Ghulât", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. II, pp. 1093–5.
253. Literally "delegation", i.e. the belief that God delegated some of his powers to the Imams; see Naqvi, "Controversy", pp. 135–6.
254. Translated from Ghulam Shabbir Khan, "Islâh-i majâlis aur hamârî dhammadârî", *al-Muballigh* 5/8:2–3 (September 1961).
255. For a discussion of the above-mentioned questions of Shia doctrine and religious practice in Pakistan see Naqvi, "Controversy", pp. 140–43, 149; Dogar, *150 su'âl*, pp. 36–74; idem., *'Allâma Mîrzâ Yûsuf Husain Lakhnavî sê 300 su'âl*, pp. 31–47. See also Naqvi, *Bibliography*, Vol. I, pp. 121–83, for annotated references to literature on Shia doctrines (*'aqâ'id*) in Pakistan and India. The inclusion of *'Alî walîyu'llâh* in the call for prayer and the formula *Yâ 'Alî madad* have been less controversial and have been opposed only by Dhakko and a small number of his supporters.
256. S. Murtaza Husain, "Shî'ôn kâ 'ilmî mâhaul aur us kâ mustaqbal", *Razâkâr* 16/22–23:8 (16 June 1953).
257. Muhammad Husain [Dhakko], *Ahsan ul-fawâ'id fî sharhi 'l-'aqâ'id*, (Sargodha: Maktabat al-Hamadânî, 1964). The 47 chapters of the book deal with Shia beliefs on God, human beings and their nature, the hereafter, prophets and Imams, and related subjects.
258. Dhakko, *Ahsan ul-fawâ'id*, pp. 139–42, 421–48.
259. S. Zamîr ul-Hasan Rizvi Najafi, *Ma'âlim al-sharî'a fî'l-naqd wa'l-tabsira 'alâ 'aqâ'id al-shî'a*, (Ahmadpûr Siyâl: Jâmi'at ul-Ghadîr, n.d.).
260. S. Muhammad 'Arif Naqvi, *Kâshif ul-haqâ'iq fî jawâb tafwîz ahsan ul-fawâ'id*, (Jhang: Dâr ul-'Ulûm Husainîya, n.d.).
261. Literally: "one who is cutting short"; the word also means "sinner" or "guilty" in Urdu.

262. I.e those who can only grasp the "husk" (*qashr*) of religious knowledge; see Naqvi, "Controversy", p. 142.
263. Dogar, *150 su'âl*, pp. 16–17.
264. Muhammad Husain Dhakko, "Islâh al-majâlis wa'l-mahâfil", parts I-X, *al-Muballigh* 9/8–9—10/8; also published as a book, (Sargodha: Maktabat al-Muballigh, 1967).
265. I.e. heavenly reward for pious deeds.
266. Translated from *al-Muballigh* 9/10:5–6 (November 1965).
267. Ibid., pp. 6–8.
268. Dogar, *150 suâl*, p. 40.
269. *al-Muballigh* 10/3–4:4–5 (April–May 1966).
270. Ibid., pp. 5–6.
271. Ibid., pp. 6, 8.
272. Ibid., p. 6.
273. Ibid., p. 8.
274. Translated from *al-Muballigh* 10/2:4 (March 1966).
275. Ibid.; in that and the remaining five parts of his series Dhakko was mainly elaborating on "the conditions of true *zâkirs*" as he wanted them to perform.
276. Dogar, *150 su'âl*, p. 41.
277. Ibid., p. 39; Muhammad Husain Dhakko, *Usûl al-sharî'a*, 2nd ed., p. 58.
278. In 1965, Muhammad Isma'il had founded the *Dars-i Âl-i Muhammad* (see above, Fn 216) and Zamîr ul-Hasan had become chief instructor of the *Jâmi'at Husainîya* in Jhang; Mirza Yusuf Husain in 1974 became principal of a newly-founded *Madrasat ul-Wâ'izîn* in Lahore, which was also supported by Ansari (see Fn 143 to chapter 5, p. 410).
279. See Naqvi, "Controversy", p. 144; Muhammad Bashir Ansari, *Haqâ'iq ul-wasâ'it*, Vol. I, pp. 19–23, 46–48.
280. See Muhammad Husain Dhakko, *Usûl al-sharî'a fî 'aqâ'id al-shî'a*, (Sargodha: Maktabat al-Muballigh, 1967), passim. According to the 2nd edition (Sargodha 1972), p. 71, the preface to the first edition was written in September 1966.
281. Ibid., pp. 150–226.
282. Ibid., pp. 414–423.
283. Literally: "investigators"; *Muhaqqiq* is also an honourable title of some leading Shia authorities of former centuries; see Momen, *Introduction*, p. 317.
284. I.e. the school of thought which believes in *tafwîz*.
285. See D. MacEoin, "Shaykhiyya", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. IX, pp. 403–5.
286. The founder of the Shaikhiya school of thought in Shi'ism (1753–1826); see ibid. and A. Bausani "al-Ahsâ'î", *Encyclopaedia of Islam*, Vol. I, p. 304; Momen, *Introduction*, pp. 225–30.
287. On some early preachers of Shaikhiya doctrines in British India see Naqvi, "Controversy", pp. 137–9.
288. He is probably referring to Abd ul-'Ali al-Haravi (1861–1922) and his disciple S. Muhammad Sibtain Sirsavi; see Naqvi, "Controversy", p. 139; on these two *'ulamâ'* see also Naqvî, *Tazkira*, pp. 179–81.
289. Translated from Dhakko, *Usûl al-sharî'a*, 2nd ed., pp. 424–5.
290. Ibid., pp. 426–32.
291. Dhakko referred to his conflict with the preachers as one between "truth" (*haqq*) and "falsehood" (*bâtil*) in his preface to *Usûl al-sharî'a* (2nd. ed., pp. 3–9). In his 1986 interview with Dogar, he was still defending that position vigorously (Dogar, *150 su'âl*, p. 50).
292. Muhammad Hasnain Sâbiqî, *Jawâhir ul-asrâr fî manâqib an-nabîy wa'l-a'imma al-athâr*, (Talagang: Maktabat Hamadânî, n.d.).
293. Muhammad Bashir Ansari, *Haqâ'iq ul-wasâ'it*, (Rawalpindi, n.d.).

294. Mirza Yusuf Husain, *Haqâ'iq ul-'aqâ'id*, (Mianwali, n.d.).
295. S. Muhammad 'Arif Naqvi, *Asrâr ul-sharî'a fî 'aqâ'id-i ithnâ-'asharîya*, (Jhang, n.d.).
296. See references in Naqvi, *Bibliography*, Vol. I., p. 127.
297. *Nawâsib* (sg. *nâsibî*) is a derogatory term used by Shias for those who are blamed for "hating" the Imam Ali Ibn Abi Talib and the *ahl al-bait*., i.e. generally Sunni extremists.
298. Muhammad Bashir Ansari, *Haqâ'iq ul-wasâ'it*, Vol. I., p. 410; quoted in Naqvi, "Controversy", p. 144.
299. Naqvi, "Controversy", p. 143–4.
300. See section 5.6, pp. 175–80.
301. Naqvi, "Controversy", p. 149.
302. See section 4.5, passim.
303. See sections 4.3., p. 117; 4.5., pp. 144–45.
304. *al-Muballigh* 8/8:33–34 (September 1964) mentioned Dhakko's "excellent speech" at the August 1964 Rawalpindi Convention, and the journal regularly published articles in support of the Shia *Mutâlabât* Movement during the following years. However, *Razâkâr*, the mouth-piece of the movement in these years, hardly ever mentioned Dhakko in its reports on SMC activities and deliberately kept silent on the controversy provoked by him.
305. See section 5.6, p. 173.
306. See section 4.5, pp. 142–43. For example, in November 1967 the APSC chose Sargodha to hold its first countrywide convention since seven years (*Razâkâr* 30/43:3). An article in the July 1968 issue of *al-Muballigh* praised Qizilbash and the APSC Vice-Chairman S. Hadi Ali Shah Bukhari for their role in foiling attempts to nationalise the *Dâr ul-'Ulûm* (*al-Muballigh* 12/6:2–3).
307. Zaidî, "Mutâlabât aur Khatîb-i A'zam", p. 87. The term was first used for five Shia representatives named by Dihlavi for negotiations with the government; see section 4.3, p. 123.
308. Supportive of Dihlavi were the weeklies *Razâkâr* and *Shî'a* (both Lahore), *Durr-i Najaf* (Sialkot) and *Shihâb-i Thâqib* (Peshawar), the fortnightly *al-Muntazar* (Lahore), and the monthlies *Payâm-i 'Amal*, *Ma'ârif al-Islâm* (both Lahore), *al-Hujjat* (Peshawar), *al-Ma'rifat* (Hyderabad) and *al-Muballigh* (Sargodha). The APSC organ *Asad* (Lahore) and the fortnightly *al-Irshâd* (Karachi) kept their distance from Dihlavi's movement, while Muzaffar Ali Shamsi's weekly *Shahîd* (Lahore) became outright opposed in 1966.
309. A quarter in Baghdad were frequent altercations between local Shias and Sunnis have taken place since the tenth century; see *Encyclopaedia of Islam*, Vol. IV, pp. 652–3.
310. Translated from *Razâkâr* 29/4:3 (24 January 1966).
311. See section 3.1, pp. 59–62.
312. *Razâkâr* 29/11:3 (16 March 1966). His statement came in reply to a suggestion from Zakir Husain Mashhadi to merge the APSC with the ITHS into a *Tahaffuz-i Huqûq-i Shî'a Conference* while alternating its leading positions between the Chairmen and Secretary-Generals of both organisations.
313. S. Muhammad Riza Rizvi, "Muzaffar 'Alî Shamsî âpnê alfâz kê â'îna mên", *Razâkâr* 29/28:5 (16 July 1966).
314. See Fn 39 to chapter 3 (p. 365). Mutual polemics between Sha'iq Ambalvi and Muhammad Siddiq, the editor of *Razâkâr*, were frequent in their respective editorials throughout the following decade.
315. *al-Muballigh* 10/3–4:76. Ja'fari was one of the five representatives appointed by Dihlavi in January 1965, see section 4.3, p. 123.
316. The names of those *'ulamâ'*, which are prohibited from entering certain districts for periods from 30 to 90 days on orders of the respective D.C.s, are regularly being published in the Pakistani press shortly before Muharram.
317. Muhammad Siddiq, "'Ulamâ'-i kirâm par pâbandîyân", *Razâkâr* 29/21:3 (24 May 1966).

318. S. Mushtaq Husain Naqvi and Muhammad Siddiq gave details of such problems in Multan and Lahore in *Razâkâr* 29/22:1, 3 (1 June 1966); see also *Razâkâr* 29/40:3 (16 October 1966); 30/3:3 (16 January 1967).
319. Protocols in *Razâkâr* 29/34–35:1–12 (1–8 September 1966); *al-Muballigh* 10/8:27–30 (September 1966); *al-Muntazar* 8/14–15:14–22 (5–20 September 1966); *Payam-i ʿAmal* 10/8:25–30 (October 1966).
320. *Razâkâr* 29/34–35:1, 12 (1–8 September 1966).
321. *Razâkâr* 29/28:3 (16 July 1966).
322. Translated from *Razâkâr* 29/34–35:2 (1–8 September 1966).
323. *Razâkâr* 29/34–35:11.
324. Translated from *Razâkâr* 29/34–35:6; on S. Ibn Hasan Jarchavi see section 3.2, p. 71.
325. *Razâkâr* 29/34–35:6; list of members ibid.
326. See a complete list of members in *Razâkâr* 29/38:6 (1 October 1966).
327. Ibid.; its members included Prince ʿAbbas Mirza and S. Ibn Hasan Jarchavi (Karachi); S. Abd ul-Jalil Gardezi, S. Ali Husain Shah Gardezi and Pir S. Naubahar Shah (Multan); S. Mubarak Ali Shah and S. Ghulam ʿAbbas (Jhang).
328. Ibid.; its members were S. Muhammad Dihlavi, Prince ʿAbbas Mirza, S. Hatim ʿAlavi, S. Zafar Hasan Amrohavi and S. Israr Husain.
329. The reference is to the last three journals mentioned in Fn 308 (see above).
330. Translated from *Razâkâr* 29/34–35:7.
331. Ibid (translation).
332. Among them the demands to lift bans against *ʿulamâʾ* and *zâkirs* during Muharram (No. 5), to issue pilgrims' passports without demanding financial security (No. 10) and to stop the seizure of Shia "objectionable literature" (No. 11); see *Razâkâr* 29/34–35:7+10 (1–8 September 1966).
333. On the CII see section 4.1, p. 107.
334. Muhammad Nâsir Qasimi, "Islâmî Mushâwaratî Kaunsil kâ hâlîya faisla", *Razâkâr* 29/45:1 (24 November 1966); the CII recommendations of 1966 are reproduced in Mirza Yusuf Husain, "Êk shubha kâ izâla", *Razâkâr* 36/47:1 (16 December 1972).
335. *Razâkâr* 29/43–44:1 (8–16 November 1966).
336. *Razâkâr* 31/42–43:7 (16–24 November 1968). Mufti Jaʿfar Husain had been appointed to replace Hafiz Kifayat Husain in November 1965.
337. Muhammad Siddiq, "Kânfarans kî pâlisî wâzih hô gâʾê", *Razâkâr* 30/11:3 (16 March 1967). The same argument had been fielded by Mirza Yusuf Husain at the SMC Council meeting in Jhang (*Razâkâr* 29/43–44:1).
338. *Razâkâr* 30/15:3 (16 April 1967).
339. See section 4.1, p. 104.
340. Resolution No. 2 of the Multan Convention explicitly denounced Shamsi for a press statement appearing on 28 August (*Razâkâr* 29/34–35:7). In *Shahîd* of 5 September he had claimed that no members of the Gardezi family had participated, drawing angry rejoinders (*Razâkâr* 29/37:1); see also *Razâkâr* 29/39:1 (8 October 1966).
341. S. Muhammad Baqir, "Markazî Idârat-i Tahaffuz-i Huqûq-i Shîʿa kî aghrâz-o-maqâsid aur kârkardagî", *Razâkâr* 29/39:6+8 (8 October 1966); "Idâra kî kaunsil kê ijlâs kâ bâykat" ("Call for boycott of the ITHS Council meeting"), signed by S. Israr Husain, S. ʿInayat Husain Jalalvi, S. Zafar ʿAbbas Zaidi and S. Ali Husain ʿÂmir Jaʿfari, *Razâkâr* 29/40:7 (16 October 1966).
342. Muhammad Siddiq, "Idâra kî kaunsil kâ ijlâs", *Razâkâr* 29/39:3. His argument was that all office holders had been elected for only one year seven years ago and none of them had since paid his annual membership fee of Rs. 2. (The last "annual session" of the ITHS had taken place in April 1961, however; see section 4.1, p. 108).

343. Yet he continued to play some role until his death in 1976; see sections 5.4, pp. 157–58, 164; 5.8, p. 191.
344. Protocol in *Razâkâr* 30/7–8:1+8 (16–24 February 1967).
345. Lists of newly founded SMCs were regularly published in *Razâkâr* since early 1966; the series continued until November 1967. In July that year, S. Mushtaq Husain claimed that there were 250 SMCs with 10,000 *razâkâr*s "ready for marching" (Supplement to *Razâkâr* 30/28).
346. On S. Mushtaq Husain see section 4.3, p. 123. He remained in that function until 1975.
347. Translated from *Razâkâr* 30/7–8:8 (Resolution No. 3).
348. Ibid. (Resolution No. 4).
349. *Razâkâr* 30/11:3 (16 March 1967). Khaqan Babar was a son of the Shia *Ahrâr* leader Mazhar Ali Azhar (see section 2.1, p. 41).
350. *Razâkâr* 30/11:3 (16 March 1967); see also section 4.3, pp. 123–24.
351. S. Mushtaq Husain Naqvi, Supplement to *Razâkâr* 30/28:a (24 July 1967).
352. General Musa mentioned the meeting (without giving the exact date) in his autobiography *Jawan to General*, p. 206. It was also attended by Amir Ahmad Khan of Mahmudabad, ʿAla ud-Din Siddîqî and the ministers Muhammad Ali Hoti and S. Ahmad Saʿîd Kermani.
353. Ibid. and *Razâkâr* 30/22:3 (8 June 1967); editorial "Shîʿa mutâlabât—âkhirî manzil mên", *Payâm-i ʿAmal* 11/5:4–6 (July 1967).
354. *Razâkâr* 30/23:3 (16 June 1967).
355. An advocate and MNA from Sialkot close to the APSC, who had already in 1949 mediated between the APSC and its Shia rivals; see section 3.1, p. 63.
356. On the Raja of Mahmudabad see section 2.1, pp. 38–40.
357. Mufti Muhammad Shafiʿ (1897–1976) was born in Deoband and graduated from the *Dâr ul-ʿUlûm* of that town in 1916. He became a leading member of its teaching staff rising to the position of Grand Mufti in the 1930s. In 1945 he was among those founding members of the JUI who supported the Muslim League. In 1947 he moved to Karachi where he founded a *Dâr ul-ʿUlûm* and became known as the "Grand Mufti of Pakistan"; see Bukhârî, *Akâbir ʿulamâ'-i Deoband*, pp. 189–95; Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, p. 9.
358. ʿAla ud-Din Siddiqi (1907–77) was born in Lahore and had graduated from both *dînî madâris* and secular colleges in his hometown. He was an activist of the Muslim League in the 1940s and made an academic career, becoming Head of the Department of Islamic Studies and later Vice-Chancellor of the Punjab University. From 1964 to 1970 he was Chairman of the CII; see Râhî, *Tazkira-yi ʿulamâ'-i Panjâb*, Vol. I, pp. 385–7; Malik, *Islamisierung*, pp. 432–3.
359. Maulana Abd ul-Hamid Badayuni (1898–1970) had been a long-term activist of the Muslim League, who played a prominent role during the Pakistan Movement in the 1940s. He became President of the JUP in January 1969.
360. Maulana Kausar Niyazi (1934–94) was the pen-name of Hayat Khan, a long-time member of the JI and editor of the weeklies *Kausar* and later *Shihâb* (Lahore). After 1967 he became a supporter of Zulfiqar Ali Bhutto who made him Minister of Religious Affairs in 1972. In 1994, shortly before his death, he was appointed Chairman of the CII by Benazir Bhutto; see Muhammad Ishâq Bhattî, *Nuqûsh-i ʿazmat-i rafta*, (Lâhaur: Maktabat-i Quddûsîya, 1999), pp. 495–521; Chaman, *Mêrî yâdgar mulâqâtên*, pp. 215–34; also his obituary in *Herald* 4/94, pp. 96a-b.
361. Dr Fazl ur-Rahman (1919–88) was director of the Islamic Research Institute from 1961 to 1968, when he had to resign under the pressure of the orthodox Sunni *ʿulamâ'* and even leave the country; see Ahmad, "Activism of Ulama in Pakistan", p. 267.
362. *Razâkâr* 30/26:3 (8 July 1967. The Raja of Mahmudabad could not attend and was replaced

by S. Hadi Ali Shah Bukhari (ibid. and *Razâkâr* 31/44:3; 1 December 1968). This meant that four of the five Shia participants were affiliated to the APSC or close to it.

363. Account of the recommendations from S. Muhammad Dihlavi, 19 November 1968 (*Razâkâr* 31/44:3); see also below, p. 166 (wording of the official statement of 1 November 1968).
364. *Razâkâr* 30/32:1 (24 August 1967).
365. Supplements to *Razâkâr* 30/28 and 30/29 (24 July and 8 August 1967); see also Mushtaq Husain's commentary in *Razâkâr* 30/43:3 (16 November 1967). Sha'iq Ambalvi, for his part, had written in a derogatory way about Dihlavi's movement in *Asad* in early June; see *Razâkâr* 30/23:3 (16 June 1967).
366. *Razâkâr* 30/24:3 (24 June 1967).
367. See quotations from the report about a meeting of Sunni parties in Multan, 24 July 1967, in *Razâkâr* 30/32:1 (24 August 1967).
368. Report in *al-Muntazar* 9/13 (2 August 1967), pp. 13–29. It was organised by leaders of the TAS and the *Majlis-i Ahrâr* like Abu Zarr Bukhari, son of Ata'ullah Shah Bukhari. Speakers included Abd ul-Sattar Taunsavi, Muhammad Ali Jullundhri, Ghulamullah, Chaudhry Ghulam Rasul and Nur ul-Hasan Bukhari (ibid.).
369. The "Sunni Conference" was denounced as a "fraud" in the Barelvi journal *Sawâd-i A'zam* (Lahore), 1 September 1967, for "usurping the name of a holy organisation" of the Barelvis in pre-partition India; quoted in *Razâkâr* 30/36:3. On the "All-India Sunni Conference" founded in 1925 see Mujib Ahmad, *Jam'iyyat 'Ulama-i-Pakistan*, pp. XIX–XXVIII.
370. Mufti Mahmud (1909–80) was born in a village near Dera Ismail Khan (NWFP) and graduated from different Deobandi *dînî madâris* in Northern India until 1941. Since 1951 he taught at the *Madrasat Qâsim ul-'Ulûm* in Multan where he became head instructor and *Shaikh ul-Hadîth*. A leading member of the JUI since 1948, he was elected to the National Assembly for the first time in 1962 as an independent candidate (Bukhârî, *Akâbir 'ulamâ'-i Deoband*, pp. 374–5). For his further political career see Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, passim, and (especially concerning his attitude towards Shias) below, pp. 155, 182–83, 186–87, 190, 194, 199, 208–09.
371. Kausar Niyazi's participation was most surprising, since he had been a member of the board which approved the Shia demands (see above). His speech at the "Sunni Conference" was also in contradiction to positions taken by him in later years; see excerpts in *al-Muntazar* 9/13:25.
372. Ibid., p. 27–8; see also sections 3.5 and 4.2, passim.
373. *al-Muntazar* 9/13:28–29 (2 August 1967).
374. Translation from *Razâkâr* 30/33:3 (1 September 1967).
375. Musa, *Jawan to General*, p. 206.
376. Ziring, *The Ayub Khan Era*, pp. 94–6; Tariq Ali, *Pakistan. Military Rule or People's Power?* (London: Jonathan Cape, 1970), pp. 145–53.
377. *Razâkâr* 30/42:3 (8 November 1967).
378. *Razâkâr* 31/2:1 (8 January 1968).
379. Detailed reports on the events in Hyderabad are given in *Razâkâr* 31/7–8:1–3 (16–24 February 1968).
380. *Razâkâr* 31/10:1 (8 March 1968).
381. *Asad*, 18 February 1968, quoted in *Razâkâr* 31/10:3.
382. Namely with his press statement of 24 October 1964 (see section 4.3, p. 121), when sending an APSC representative to the Joint Waqf Administration Board on 24 August 1965 (ibid., p. 124), and when pre-empting the SMC Convention in Lahore in June 1967 (see above) with false promises; see *Razâkâr* 30/43:3 (16 November 1967).
383. *Razâkâr* 31/23:1 (24 June 1968).
384. *Razâkâr* 31/25:3 (8 July 1968).

385. *Razâkâr* 31/26:4+5 (16 July 1968). He had fallen ill there and stayed only in Dhaka. It was his first and only trip to East Pakistan since starting his campaign in 1964.
386. Report on the session in *Razâkâr* 31/26:4–5 (16 July 1968).
387. *Razâkâr* 31/36:1–2 (1 October 1968); 31/38–39:5–6 (16–24 October 1968).
388. *Razâkâr* 30/43:3 (16 November 1967) made allusions about "a political Mullah" in the service of Qizilbash, and *Razâkâr* 31/42–43:1 (16–24 November 1968) wrote of "a *malang*" who had been fielded as a counterweight to Dihlavi by his opponents. I was not able to find hints about the identity of these persons.
389. These included some who had been former protegés of Qizilbash and would become so again some years later, like Najm ul-Hasan Kararvi and Muhammad Bashir Ansari. Ansari is even reported to have incited Mushtaq Husain Naqvi "to give a good trashing to the traitors" during the latter's speech at Mochi Gate on 25 October (*Razâkâr* 31/40:1). He also spoke out against Qizilbash at the Rawalpindi Convention on 3 November (*Razâkâr* 31/42–43:6).
390. Report in *Razâkâr* 31/38–39:5–6 (16–24 October 1968); 31/40:2+8 (1 November 1968). Bangash has pointed to the fact that the Shias of the Kurram Agency enthusiastically supported the SMC although its three central demands were already fulfilled in their home area (*Political and Administrative Development of Tribal Areas*, pp. 176–77.).
391. *Razâkâr* 31/42–43:1+2 (16–24 November 1958).
392. Report in *Razâkâr* 31/40:1+8 (1 November 1968). It claims that 15–20,000 people attended the meeting.
393. Such accusations had been made since the time of the stalled Hyderabad Convention of February 1968; see *Razâkâr* 31/7–8:3 (16–24 February 1968).
394. *Razâkâr* 31/42–43:3 (16–24 November 1968).
395. Ibid.
396. Quoted from *Pakistan Times*, 2 November 1968.
397. See reports in *Razâkâr* 31/42–43:3–8; *Payâm-i ʿAmal* 12/10:24–9 (December 1968); *al-Muntazar* 10/19:6–9 (20 November 1968).
398. *Razâkâr* 31/42–43:5. The meeting of a five-member delegation with the Governor took place as scheduled and was satisfactory; see also Musa, *Jawan to General*, p. 207.
399. See section 3.1, pp. 64–65.
400. *Razâkâr* 31/42–43:7. He was dubbed *"Khatîb-i Âl-i Yazîd"* or something like that instead of *"Khatîb-i Âl-i Muhammad"*.
401. Ibid.
402. Ibid.
403. *Razâkâr* 31/44:1–2, 4–6 (1 December 1968).
404. *Razâkâr* 31/42–43:8; he was accused under Section 13 of the Public Order Ordinance of 1960 but released on bail shortly after. The process against him on different sedition cases would continue for years, however.
405. S. Mushtaq Husain Naqvi, "Mudîr-i Asad kî zûd-pêshmânî", *Razâkâr* 31/46:2 (16 December 1968).
406. Ibid.
407. *Razâkâr* 31/45:1 (8 December 1968).
408. Ziring, *The Ayub Khan Era*, pp. 99–106. A detailed account is given by Tariq Ali, op. cit. (Fn 376), pp. 156–216.

5. THE YAHYA KHAN AND BHUTTO ERA, 1969–1977

1. *Razâkâr* 33/21:3 (8 June 1969).
2. Burki, *Historical Dictionary of Pakistan*, pp. 219–21; Lawrence Ziring, "Militarism in Pakistan:

The Yahya Khan interregnum", in: W. H. Wriggins (ed.), *Pakistan in Transition* (Islamabad: University of Islamabad Press, 1975), pp. 198–232, here p. 200.

3. *Razâkâr* 33/12–13:3 (1–8 April 1969). The largest number of new licences for processions was issued in the Multan District (ibid.).
4. See section 5.7, p. 181.
5. Ibid., pp. 181–82.
6. *Razâkâr* 33/27:1 (24 July 1969); 33/33:3 (8 September 1969). The delegation was scheduled to speak to the Governor of West Pakistan who had excused himself on short notice.
7. The latter meeting took place on the sidelines of the third annual session of the SMC Council in Rawalpindi (13–14 September 1969).
8. *Ma'rifat* (Hyderabad) 1/1970, quoted in *Razâkâr* 34/2:3 (author's translation).
9. *Razâkâr* 34/6:1–2, 4 (8 February 1970). A first session of the board was originally scheduled for 16 March 1970, but later postponed because that date corresponded to 7 Muharram that year (*Razâkâr* 34/11–12:3; 16–24 March 1970).
10. Then Vice-Principal of the *Dâr ul-'Ulûm Muhammadîya* Sargodha (Naqvi, *Tazkira*, p. 361–2).
11. A professor at the Islamia College Lahore hailing from Batala (East Punjab).
12. A migrant from Dhaka to Karachi.
13. Then General Editor of the District Gazetteers Service East Pakistan (*al-Muballigh* 14/2–3:64; March–April 1970).
14. Ibid.; its Sunni members were Dr Ishtiaq Husain Quraishi (Vice-Chancellor, Karachi University), Dr Siraj ul-Haqq (Head of Islamic Studies, Dhaka University), Mr. Abd ul-Bâri (Head of Islamic Studies, Rajshahi University), Mr. A.F.M. (retd. Director of Public Instruction, Dhaka), Mr. Ahmad Husain (Officer on Special Duty, Education Department of East Pakistan), and Maulana Abd ul-Quddus (Head of *Dînîyât* Department, Peshawar University).
15. *Razâkâr* 34/14:3 (8 April 1970). The members of the 1967 board, whose recommendations had been accepted by the government in November 1968, had approved only separate chapters on Shia *dînîyât* in a common textbook; see section 4.5, p. 140.
16. *Razâkâr* 34/20:2 (24 May 1970).
17. Ibid.; on the 1966 CII recommendations see section 4.5, p. 138.
18. *Razâkâr* 34/17:1–2 (1 May 1970).
19. *Razâkâr* 34/20:3 (24 May 1970).
20. *Razâkâr* 37/16:3 (24 April 1973).
21. He was at that time preparing to contest the December 1970 National Assembly elections on a ticket of the Muslim League (Qayyum group), but later withdrew his candidature due to poor chances; s. *Razâkâr* 35/5–6:2 (1–8 February 1971).
22. *Razâkâr* 34/25:7 (1 July 1970); 34/27:8 (16 July 1970).
23. Muhammad Siddiq, "Hamârê mutâlabât aur Shî'a auqâf", *Razâkâr* 36/22:3 (8 June 1972).
24. Only the shrines of Shah Yusuf Gardezi (Multan) and Sakhi Sarwar (Dera Ghazi Khan Dist.) in Punjab and some smaller shrines in Sindh were declared Shia shrines, and Sunnis stopped to visit them (S. Husain 'Arif Naqvi, personal communication). For a report on the Sakhi Sarwar shrine see *Herald* 6/1993, pp. 101–6.
25. Farzand Raza, *Dînî batên*, Vols. I–VI, (Karachi: Hasan Ali B. Ibrahim Trust, n.d.).
26. Zakir Husain Faruqi, *Dînîyât*, (Lahore: Imamia Mission Pakistan, n.d.).
27. *Razâkâr* 34/27:8 (16 July 1970); 34/29:5 (1 August 1970).
28. Muhammad Siddiq, "Shî'a dînîyât kô sarkârî madâris mên bi-lâ ta'khîr râ'ij kiyâ jâ'ê", *Razâkâr* 35/21–22:3 (1–8 June 1971).
29. See reports in *Razâkâr* 33/25 (8 July 1969) and most subsequent issues of that year. On the

events in Iraq during that time see Majid Khadduri, *Socialist Iraq. A Study in Iraqi Politics Since 1968* (Washington D.C.: The Middle East Institute, 1978), p. 68.

30. In August 1969 the attempt of a Jewish extremist to burn down the *Masjid al-Aqsâ* in Jerusalem had shaken the entire Muslim world. It had been the catalyst for the convening of a conference of heads of states from 25 Islamic countries in Rabat where the "Organisation of Islamic Conference" (OIC) was founded. The second OIC summit was held in March 1974 in Lahore.
31. *Razâkâr* 33/36:1–2, 6 (1 October 1969). The convention was followed by the 3rd annual session of the SMC Council on September 13–14; see *Razâkâr* 33/33:1+3 (8 September 1969); *al-Muntazar* 11/15–16:37–40 (20 September–5 October 1969).
32. Translation from S. Shâhid Ali Naqvi, "Shîʿa siyâsî jamâʿat kî tashkîl, hâlât kâ ahammtarîn taqâzâ", *Razâkâr* 33/28:1.
33. Translation from *al-Muntazar* 11/14 (5 September 1969), pp. 21–23. The other signatories were S. Afzal Haidar, S. Muhammad Taqi Shah, S. Muhammad Zamir Zaidi and Ghulam Rabbani Mirza.
34. *Razâkâr* 33/37:3 (8 October 1969).
35. Among them were the editors of *Razâkâr* (Muhammad Siddiq), *Shîʿa* (Sadiq Ali ʿIrfani) and *Durr-i Najaf* (Bashir Husain Bukhari). The journal *al-Muntazar* (Lahore), founded already in 1959, became a mouth-piece of the SPP in late 1969 and remained so for some years.
36. In a statement printed in *al-Muntazar* 11/15–16:41 (20 September–5 October 1969) Dihlavi termed the formation of a political party of the Shias "the greatest necessity of the time".
37. *Razâkâr* 33/43:7 (24 November 1969); Muhammad Siddiq later claimed that he had been aware of the "socialist" aims of the SPP founders from the outset, but had kept silent because they were part of the *Mutâlabât* Movement which was then passing through a difficult stage. He had only warned the SMC leaders about their intentions, but Dihlavi, who "often failed in his knowledge of human nature", had not listened to his advice (*Razâkâr* 34/25:3; 1 July 1970).
38. Report in *al-Muntazar* 11/17:18–21 (20 October 1969).
39. Among them only S. Afzal Haidar made a distinguished career later. He became senior advocate at the Supreme Court of Pakistan, member of the CII, and for a short time Minister of Justice in the Punjab Government. See also his publications, Syed Afzal Haidar, *The Bhutto Trial*, Vols. I+II, (Lahore: National Commission on History and Culture, 1996), and idem., *Velayat-e-Faqih*.
40. See sections 2.2, pp. 51–52; 3.6, p. 100.
41. *Nidâ-i Qaum* (Lahore), 5 June 1970, quoted in *Razâkâr* 34/26:3; 34/30:1. On the *fatwâ* of Muhsin al-Hakim, in which he had denounced "any connection with the Communist Party" as *harâm* and "support for *kufr*", see Joyce N. Wiley, *The Islamic Movement of Iraqi Shi'as* (Boulder & London: Lynne Rienner Publishers, 1992), p. 36.
42. Muhammad Siddiq, "Guzârish-i ahwâl-i wâqiʿî", I-III, *Razâkâr* 34/25:3, 34/26:3, 34/27:3 (1–16 July 1970).
43. *Razâkâr* 34/32:8 (24 August 1970). Already on 24 February 1970, Dihlavi had been one of 113 (mostly Sunni) *ʿulamâ'* who had signed a *fatwâ* declaring socialism as *kufr* and cooperation with socialists as *harâm*. Other Shia signatories of that *fatwâ* were Mufti Jaʿfar Husain and S. Ibn Hasan Jarchavi (Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, p. 32; Shah, *Religion and Politics in Pakistan*, p. 101).
44. Report on the meeting in Hyderabad on 19 June in *Razâkâr* 34/25:5 (1 July 1970).
45. He had been one of the driving forces behind the SPP's foundation in 1969 and was sometimes referred to as its "patron". See his article "Pâkistân mên shî ʿôn kâ mustaqbal", *al-Muntazar* 11/15–16:32–3 (20 September–5 October 1969).

46. *Razâkâr* 34/26:3 (8 July 1970), quoting from *Asad*, 18 October 1969.
47. *Razâkâr* 34/30:1 (8 August 1970).
48. Najm ul-Hasan Kararvi moved closer to the PPP in the following years and was rewarded with membership in the CII in 1974; see Malik, *Islamisierung in Pakistan*, p. 433.
49. *Razâkâr* 34/6:3 (8 February 1970), quoting from article 7 of the JUI manifesto.
50. *Razâkâr* 34/43:1 (16 November 1970).
51. See section 3.2, p. 69.
52. *Razâkâr* 34/6:3. His denial came in August 1970 in reply to a questionnaire which Muzaffar Ali Shamsi had sent to different party leaders (*Razâkâr* 34/32:3).
53. *Mashriq* (Lahore), 16 June 1970, quoted in *Razâkâr* 34/24:3.
54. Muhammad Siddiq, "Kô'î shî'a jamâ'at-i islâmî kârkun nahîn ban saktâ", *Razâkâr* 34/24:3. On the different grades of membership of the JI see Nasr, *Vanguard*, p. 70.
55. *Razâkâr* 34/32:3 (24 August 1970); 34/33:4 (1 September 1970). At that time even Bhutto had started to talk of "the socialism of the *khulafâ'-i râshidûn*" (*Razâkâr* 34/32:1).
56. *Mashriq*, 16 August 1970, quoted in *Razâkâr* 34/32:3 (24 August 1970).
57. See section 3.2, p. 69.
58. See Muhammad Siddiq, "Maulâna Maudûdî sâhib kâ bâyân", *Razâkâr* 34/32:3; Raja Lehrasb Ali Khan, "Hoshyâr! Ey mard-i 'âqil, hoshyâr!", *Razâkâr* 34/33:1–2, 4; Abd ul-'Aziz Akhtar, "Qur'ân-o-sunnat kî kô'i ta'bîr kisî musallama islâmî firqa par us kî marzî kî khilâf musallat nahîn kî jâ saktî", *Razâkâr* 34/34–35:6; Kazim Ali Rasâ, "Maudûdî sâhib kê nâm", (ibid.:6); Muhammad Bashir Ansari, "Shî'îyân-i Pâkistân kê liyê khatra kî ghantî", *Razâkâr* 34/42:1.
59. Mirza Yusuf Husain, "Maulânâ Maudûdî sâhib jawâb dên", *Razâkâr* 34/45–46:4 (1–8 December 1970). Maududi's book *Khilâfat sê mulûkîyat tak* ("From caliphate to monarchy"), published first in the JI organ *Tarjumân ul-Qur'ân* in 1966, had drawn numerous rejoinders by Sunni authors who attributed some of its contents to Shia influences; see *Razâkâr* 31/25:3 (8 July 1968); *Razâkâr* 33/2:3 (8 January 1969); see also Nasr, *Maududi an the Making of Islamic Revivalism*, p. 119.
60. On 2 August, 1970, the JI organ *Jasârat* (Lahore) had published positive comments of Shamsi about Maududi on its front page (*Razâkâr* 34/42:7; 8 January 1970).
61. Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 30–33; on Mufti Mahmud see Fn 370 to chapter 4 (p. 402).
62. Muhammad Siddiq, "Shî'a-sunnî ittihâd kî zarûrat", *Razâkâr* 34/40:3 (24 October 1970). According to that article, Sialvi had called on the Sunnis of the Jhang District not to vote for Shias, but at the same time allied himself with some Shia candidates in the Sargodha District. On his 1957 *fatwâ* against Shias see section 3.5, pp. 96–97.
63. He was a descendant of Wajid Ali Shah, the last King of Awadh (deposed 1856).
64. Protocol in *Razâkâr* 34/42:6–8 (8 November 1970). Najm ul-Hasan Kararvi was also present and successfully tabled a resolution demanding to have the Shia interpretation of Koran and Sunna included in a new constitution.
65. Ibid., p. 7. In 1957 he had opposed the idea; see section 3.6, p 101.
66. S. Muhammad Dihlavi, "Shî'a kis kô wôt dên?", *Razâkâr* 34/42:4 (8 November 1970).
67. The SPP is not mentioned in the list of contestants in Iftikhar Ahmad, *Pakistan General Elections* 1970 (Lahore: Punjab University, 1976), pp. 40–52. According to Sa'adat Ali Mirza, who had been convenor of the SPP in Lahore City but later disagreed with the "un-Islamic" theories of other SPP members, almost all branches of the SPP had been dissolved by October 1970; see his pamphlet *Izhâr-i haqîqat* quoted in *Razâkâr* 34/39:3 (16 October 1970).
68. *Razâkâr* 34/47:4–6 (16 December 1970).
69. Iftikhar Ahmad, *Elections 1970*, p. 79. The JUI (Hazarvi group) won six NA-seats from the

NWFP and one from Balochistan; the JUP won four seats from Punjab and three from Sindh, while the JI won only one seat each from Punjab and the NWFP and two from Sindh (ibid.).

70. *Report on the General Elections in Pakistan 1970–71*, quoted in Nasr, *Vanguard*, p. 167. PA seats distribution among religious parties was as follows: Punjab: JI 1; JUI(H) 2; JUP 4; Sindh: JI 1; JUP 7; NWFP: JI 1; JUI(H) 4; Balochistan: JUI(H) 3.
71. Bhutto himself had fuelled fears about the fanaticism of the religious parties among the Shias and other minorities; see Shah, *Religion and Politics*, p. 103; see also section 5.7, p. 187.
72. *Chattân* (Lahore), 21 December 1970, quoted in *Razâkâr* 35/5–6:1 (1–8 February 1971).
73. Quoted from Sha'iq Ambalvi, "Shîʿa ʿulamâ'-i kirâm aur qaumî karkunôn kô dhâmkîyân", *Asad*, 24 January 1971 (reprinted in *Razâkâr* 35/7:3; 16 February 1971).
74. See S. Mushtaq Husain Naqvi, "Hâliya ilekshan aur shîʿa firqa", *Razâkâr* 35/5–6:1–2, 5, 7 (1–8 February 1971). Data in this paragraph are taken from that article which was written in reply to the editorial of *Chattân* referred to above (Fn 72).
75. These were S. Nazim Husain, Ahmad Bakhsh Fahim and S. Mumammad Raziy Shah Gardezi. Other Shias voted into the Punjab Assembly in 1970 were S. Irshad Husain Shah (Muzaffargarh Dist.; Pakistan Democratic Party); S. Muhammad Shah (do); Ghulam ʿAbbas Quraishi (Muzaffargarh Dist.; Council Muslim League); Pir Nawazish Ali Shah (Sargodha Dist.; Council Muslim League); Capt. Ahmad Nawaz Shahbani (Mianwali Dist.; Convention Muslim League); S. Muhammad Taqi Shah (Jhang Dist.; Independent); S. Altaf Husain (do); Khan Nawazish Ali Khan (do); Chaudhry Muhammad Aslam (Rawalpindi Dist.; Independent); Ghulam ʿAbbas Bukhari (Multan Dist.; Qayyum Muslim League).
76. These were Dr Mubashir Hasan (Lahore), Dr Mahmud ʿAbbas Bukhari (do), S. Nâsir Ali Rizvi (Multan Dist.) and S. ʿAbbas Husain Gardezi (do); the fifth Shia MNA was Malik Sadiq (Jhelum Dist; Independent).
77. Namely Makhdum S. ʿAta ur-Rahman (Qayyum Muslim League), who was voted into the NWFP Provincial Assembly from Dera Ismail Khan.
78. The first session of the (rump) National Assembly took place on 14 April 1972. The Provincial Assemblies of West Pakistan were convened for the first time on 23 March that year.
79. See section 5.6, pp. 171–72.
80. Muhammad Siddiq, "Qaumî ittihâd kaisê hô?", *Razâkâr* 35/12:2 (24 March 1971); S. Jamil Husain Rizvi, "Mujawwaza ittihâd-i qaumî ke mutaʿalliq wazâhatî bâyân", *Razâkâr* 35/19:1 (16 Mai 1971).
81. Ibid.
82. Report on the session in *Razâkâr* 35/37:1–4 (1 October 1971).
83. He was born in Patiala State (East Punjab) where he had been a local leader of the Muslim League. In 1947 he narrowly escaped arrest and killing on the orders of the Maharaja of Patiala and moved to Lahore. In 1951 he was elected to the Punjab Assembly from Mandi Bahauddin (Gujrat Dist.) and in 1955 named to the West Pakistan Assembly. He held the portfolios of law and rehabilitation in the West Pakistan cabinet of Dr Khan Sahib (1956–7). After the imposition of martial law in 1958 he was appointed Advocate General of West Pakistan. From 1960 until his retirement in 1965 he was Judge at the High Court of West Pakistan. He was appointed to the CII from 1974 to 1977 and again in 1981. From 1950 until his death he was repeatedly elected President of the AWSM Pakistan; see obituaries in *Mâhnâmah-i Anjuman-i Wazîfa* (Lahore), August 1997, pp. 11–14, and *Razâkâr* 45/33–34:3 (1–8 September 1981). See also his memoirs, *Pakistan Story*, (Lahore: Ziya Husain Rizvi, 1973), dealing mainly with events in Patiala State 1947.
84. See section 5.8, pp. 188–95.
85. See section 5.5, p. 170.

86. *Razâkâr* 35/37:3–4 (1 October 1971).
87. See sections 5.5, p. 162; 5.7, pp. 181, 183; 5.8., p. 191. Jamil Husain Rizvi once referred to Mushtaq Husain as "my *lâthî* (stick)"; see *Razâkâr* 36/19:5 (16 May 1972).
88. These were Sadiq Ali ʻIrfani (Punjab), Maulana Hashmat Ali (Sindh), Shaikh Jawad Husain (NWFP), S. Husain Naqvi (Balochistan) and S. Muhammad Ahmad ʻAbidi (East Pakistan); see *Razâkâr* 35/37:2–3; other SMC office-holders elected on that occasion ibid.
89. Ibid., pp. 1–2.
90. Ibid., p. 4. The initiative came from Gardezi himself, who pledged a donation of Rs. 10,000 immediately. A detailed list of donations can be found in *Razâkâr* 36/20:3 (24 May 1972).
91. *Razâkâr* 35/37:4 (1 October 1971).
92. *Razâkâr* 35/40:1–2 (24 October 1971); 35/42:1–2 (8 November 1971).
93. The text of the 1973 constitution is reproduced in Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 837–1030. An interim constitution had been enacted by the National Assembly during its first session in April 1972 (text ibid., pp. 675–794).
94. Dr Mubashir Hasan, a Khwaja born in Panipat (East Punjab), was a close associate of Bhutto since 1967, when the PPP was founded at his Lahore residence. As Minister of Finance he became also head of the institution which supervised the nationalisation of industries. He resigned in October 1974 when Bhutto formed a new cabinet; see his book *The Mirage of Power. An Inquiry into the Bhutto Years 1971–1977* (Karachi: Oxford University Press, 2000), passim.
95. Part II (Fundamental Rights and Principles of Policy), Articles 20–22, 33; see Mahmood (ed.), op. cit., pp. 849, 853. On such safeguards in previous constitutions see sections 3.2, pp. 73–4; 4.1, p.107 and Fn 47 to chapter 4 (p. 387). However, in Part IX (Islamic Provisions), Article 227 did not contain the explanation that Koran and Sunna would be applied on the personal law of each sect "as interpreted by that sect" (ibid., p. 956). Such a clause was added only in 1980; see section 6.2, p. 214.
96. Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, p. 849.
97. This point has been stressed by Keddie, *The Shi'a of Pakistan*, pp. 8–9.
98. See section 5.7, pp. 180–88.
99. Rieck, "Sectarianism", p. 440.
100. Keddie, *The Shi'a of Pakistan*, pp. 8–9. This has been confirmed by most Shias interviewed by the author.
101. See section 5.2, pp. 150–51.
102. See below, pp. 169–71. A resolution in this sense was first passed at a meeting of the District SMC Lahore on 18 July 1971 (*Razâkâr* 35/28:1). Later resolutions specified the *auqâf* of Alireza-Abad, Mominpura and *Karbalâ-i Gâme Shâh* (all in Lahore and surroundings) as those "usurped" by Nawab Qizilbash; see *Razâkâr* 36/44:4 (24 November 1971); 36/45:8 (1 December 1972).
103. See his article "Hoshyâr! Ey mard-i ʻâqil, hoshyâr!", *Razâkâr* 34/33:1–2 (1 September 1970).
104. Translation from his article "Sadr muhtaram kî khidmat mên," *Razâkâr* 36/3:3 (16 January 1972), which also referred to Shia *auqâf* and *ʻazâdârî*. (The term "sect" (*firqa*) is used in Urdu without any negative connotations).
105. *Razâkâr* 36/21:1 (1 June 1972).
106. Report on the convention in *Razâkâr* 36/30–31:1–5 (8–16 August 1972); see also *Razâkâr* 37/38:2 (quoting from a speech of Mirza Yusuf Husain in Lahore, 17 September 1973).
107. *al-Muballigh* 16/8:1 (August 1972); *Razâkâr* 36/30–31:1. Qizilbash's version is given in a pamphlet of the APSC, *Mudîr-i muhtaram-i haftrôza Razâkâr kê nâm khatîb-i millat Maulânâ Shabîh ul-Hasnain Muhammadî kâ khatt* ("A letter of … Shabih ul-Hasnain Muhammadi to the editor of *Razâkâr*", 12 December 1972), pp. 5–6.

108. *Razâkâr* 36/30–31:1. Some boys distributing posters were caught and admitted that they had been sent by Sha'iq Ambalvi, the manager of the *Jâmi'at Imâmîya* Lahore (ibid., p. 5).
109. Ibid., pp. 2–3. The account also mentions the order of the procession: The Shias of the Kurram Agency and other Pashtun Tribal Areas marched on top, followed by those from the Campbellpore, Mianwali and Gujrat Districts in military formation and led by retired army officers. Then came the volunteers from other districts of the Punjab, and at the end those from Azad Kashmir, the Northern Areas and Sindh.
110. *Razâkâr* 36/30–31:4; According to Jamil Husain Rizvi, Bhutto expressed his surprise that the *dînîyât* matter had not been settled under a Shia president (Yahya Khan) and a Shia minister (Qizilbash) entrusted with its solution; see Zafar Hasan Amrohavi, "Shî'a nisâb-i dînîyât kê silsila mên chand zarûrî bâtên", *Razâkâr* 37/6–7:2 (8–16 February 1973).
111. *Razâkâr* 36/30–31:4. The NWFP provincial government from May 1972 until February 1973 was headed by the JUI leader Mufti Mahmud. In Balochistan there was at that time a coalition government of the JUI with Baloch nationalists headed my Sardar 'Ata'ullah Mengal. When the latter was deposed by Bhutto in February 1973, Mufti Mahmud stepped down as Chief Minister of the NWFP in protest; see Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 66–73.
112. *Razâkâr* 36/30–31:4 and *Nawâ-i Waqt*, 9 August 1972, quoted in *Razâkâr* 36/30–31:6+8.
113. Namely Jamil Husain Rizvi, Mushtaq Husain Naqvi, Mirza Yusuf Husain and Muhammad Bashir Ansari, the latter two representing the MAUSP.
114. *Razâkâr* 36/30–31:5–6.
115. *Razâkâr* 36/32:1 (24 August 1972); list of the actual participants ibid.
116. Ibid.; Pirzada had wanted to call it off and only gave in after strong protest by the SMC delegates.
117. Letter of Shabih ul-Hasnain (see Fn 107), pp. 5–6.
118. Speech of Mirza Yusuf Husain in Lahore, 17 September 1973, quoted in *Razâkâr* 37/38:2.
119. *Razâkâr* 36/36:3 (24 September 1972). On the June 1970 decision see section 5.2, p. 151.
120. *Razâkâr* 36/36:3.
121. After the August 16 conference had taken place despite the APSC boycott, Qizilbash had been worried to be "left out of the picture". On his request Pirzada asked Jamil Husain Rizvi to withdraw two of the five SMC members of the commission, although their names had already been published in the press; Rizvi had refused; see Muhammad Siddiq, "Pânj kê bejâ sât kyûn?", *Razâkâr* 36/36:3.
122. Ibid.
123. *Razâkâr* 36/37–38:1 (1–8 October 1972). The inclusion of the hard-line anti-Shia Maulana Nur ul-Hasan Bukhari in the commission was remarkable. He held provocative speeches on both first sessions and was intractable opposed to separate textbooks; see Safdar Husain Mashhadi, "Judâgâna shî'a nisâb-i dînîyât", *al-Hujjat* 12/2–3:9–16 (November 1972), here p. 10.
124. Ibid., p. 11–12.
125. M. Siddiq, "Ghalat-fahmîyôn kê izâla kê liyê wazâhat", *Razâkâr* 36/46:3 (8 December 1972).
126. See Mirza Yusuf Husain, "Ek shubah kâ izâla", *Razâkâr* 36/47:1+4 (16 December 1972); S. Murtaza Husain, "Nisâb-i dînîyât kê muta'alliq wâzih i'lân", *Razâkâr* 36/48:1 (24 December 1972).
127. Safdar Husain Mashhadi, "Judâgâna shî'a nisâb-i dînîyât", *al-Hujjat* 12/2–3:12. The Shia *'ulamâ'* named for this committee were Muhammad Bashir Ansari, Ibn Hasan Najafi, Mufti Ja'far Husain and S. Murtaza Husain.
128. *Razâkâr* 36/44:1; (24 November 1972; reprint of an editorial from *al-Irshâd*, Karachi, n.d.).
129. *Razâkâr* 36/46:3 (8 December 1972).
130. Ibid. and *Razâkâr* 36/44:1. Jamil Husain Rizvi made it clear that the demand was not to

employ Shia teachers ("Zarûrî wazâhat", *Payâm-i ʻAmal* 16/8:35). At that time it was decided that the "oriental teachers", whether Shia or Sunni, would teach both Sunni and Shia *dînîyât* (*Razâkâr* 36/44:1).

131. Muzaffar Ali Shamsi's weekly *Shahîd* on 20 October 1972 listed the names of the seven "signatories of a joint *dînîyât* syllabus" followed by an appeal "to eliminate the rotten elements from the body of the *qaum*"; reproduced in *Razâkâr* 37/1:4 (1 January 1973).
132. *Razâkâr* 36/44:2 (24 November 1972). On these recommendations see section 4.5, pp. 138, 140.
133. See section 4.5, p. 138.
134. See statements of Ghulam Rabbani Mirza against ʻAbbas Haidar ʻAbidi and Najm ul-Hasan Kararvi in *Musâwat*, 22 August 1972, quoted in *Razâkâr* 36/36:3. Two days later Shâhid Ali Naqvi, another founder of the SPP, resigned from his post as Secretary-General claiming that "in the present time, while the progressive forces are trying to create an egalitarian society, there is no need to adhere to a special Shia organisation" (*Pakistan Times*, 25 August 1970, quoted in *Razâkâr* 36/36:3).
135. On ʻAbbas Haidar ʻAbidi (1932–94) see Chaman, *Mêrî yâdgâr mulâqatên*, pp. 253–66; he was succeeded in 1975 by S. Sikandar Husain Shah (d. 1991) as Chairman of the SPP (*Razâkâr* 39/27:4).
136. *Durr-i Najaf*, 1–8 January 1973, p. 8, quoted in *Razâkâr* 37/8:1 (24 February 1973). The statement was strongly resented because it implied an equal status of the *sahâba* and the Shia Imams.
137. "Maujûda nisâb-i dînîyât kô pûrî shîʻa qaum mustaradd kar chukî hai", *Mashriq*, 19 November 1972, quoted in a rejoinder of Mushtaq Husain Naqvi, *Razâkâr* 36/44:2–4, 8 (24 November 1972).
138. Ibid., p. 4.
139. Translation from Safdar Husain Mashhadi, "Bigare dilôn kâ islâh" ("Reform of corrupted hearts"), *al-Hujjat*, n.d., reprinted in *Razâkâr* 37/13:2 (1 April 1973).
140. *al-Irshâd*, n.d., quoted in *Razâkâr* 36/44:1 (24 November 1972).
141. Namely during the session on 13 October 1974, in Lahore (see below and *Razâkâr* 38/40:1).
142. Muhammad Siddiq, "Kuch shîʻa auqâf kê mutaʻalliq", *Razâkâr* 37/16:3 (24 April 1973).
143. Ibid.; the *Jâmiʻat Imâmîya* Lahore was duly renamed *Madrasat ul-Wâʻizîn* in April 1974, with Mirza Yusuf Husain becoming its principal. See *Razâkâr* 38/22:1 (8 June 1974); 44/34–35:5 (8–16 September 1980); also Fn 255 to chapter 3 (p. 377). Shortly after he and Muhammad Bashir Ansari wrote to Zafar Hasan Amrohavi, the *muhtamim* of the *Jâmiʻat Imâmîya* Karachi, asking him to send back all books which the two had donated to his *madrasa* in the 1950s because they were needed in Lahore (*Razâkâr* 38/22:1).
144. *Razâkâr* 37/13:2 (1 April 1973), quoting from *al-Muntazar*, 20 March 1973; Muhammad Siddiq, "Nawâb Qizilbâsh khamûsh kyûn hai?", *Razâkâr* 37/17:3+8 (1 May 1973).
145. Mirza Yusuf Husain, *Millat-i Jaʻfarîya kê liyê bishârat-i ʻuzmâ'*, (Lâhaur: Majlis-i ʻAmal ʻUlamâ'-i Shî ʻa-i Pâkistân, 1973). The pamphlet referred to a meeting of the MAUSP on 10 April 1973 where a resolution in support of the September 1972 decision had been signed by leading representatives of the APSC and ITHS; see a list of 20 signatories ibid., p. 4, and *Razâkâr* 37/19:1 (16 May 1973).
146. "Bishârat-i ʻuzmâ'"; *Razâkâr* 37/19:1. On later statements of the ITHS and the APSC organ *Asad* see Muhammad Siddiq, "Bishârat-i ʻuzmâ' aur hâmiyân-i ittihâd," *Razâkâr* 37/22:3 (8 June 1973).
147. *Razâkâr* 37/27–28:3 (16–24 July 1973).
148. See above, Fn 143. Already in September 1973, Mirza Yusuf Husain had joined those *ʻulamâ'* who gathered regularly in Qizilbash's palace in Lahore (*Razâkâr* 37/35:2–3; 16 September 1973).

149. *Razâkâr* 37/27–28:4 (16–24 July 1973).
150. Ibid., p. 5. At that time, only Najm ul-Hasan Kararvi and the PPP-MNA S. ʿAbbas Husain Gardezi spoke in favour of patience with the government.
151. Ibid., p. 8; *Razâkâr* 38/21:1 (1 June 1974).
152. *Razâkâr* 37/27–28:8.
153. *Razâkâr* 37/32:3 (24 August 1973); 37/36:3 (24 September 1973).
154. Muhammad Siddiq, "Mas'ala-yi judâgâna shîʿa nisâb-i dînîyât", *Razâkâr* 38/12:2 (24 March 1974); *Payâm-i ʿAmal* 17/11–12:80–81 (January–February 1974).
155. Jamil Husain Rizvi, "Husainî mahâz kyûn?", *Razâkâr* 38/37:2 (1 October 1974).
156. Ibid.
157. Munir D. Ahmed, "Ausschluß der Ahmadiyya aus dem Islam. Eine umstrittene Entscheidung des pakistanischen Parlaments", in: *Orient* 16(1975)1, pp. 112–43, here pp. 126–8.
158. Ibid., p. 128; "Wazîr-i Aʿzam zindabâd", *al-Muntazar* 16/18:3–5 (20 September 1974); "Qâdîyânî mas'ala hamêsha kê liyê hall kar diyâ gayâ hai", ibid., pp. 10–13; "Shîʿa mutâlaba-i dînîyât aur hukûmat", *Payâm-i ʿAmal* 18/8:3–5 (October 1974), here p. 4.
159. See sections 5.7, p. 186; 6.4, p. 233.
160. *Razâkâr* 38/33:1 (1 September 1974).
161. *Razâkâr* 38/38:2 (8 October 1974). A call for participation in the *Husainî mahâz* published ibid. (p. 1) used almost exactly the same wording as the call for the establishment of *Mutâlabât* Committees from January 1966 which is partially reproduced in section 4.5, p. 134.
162. The Shia participants were: Jamil Husain Rizvi, Murtaza Husain, ʿAbbas Husain Gardezi, Mushtaq Husain Naqvi and Khwaja Ali Muhammad from the SMC; Mirza Yusuf Husain, Shabih ul-Hasnain Muhammadi and Najm ul-Hasan Kararvi from the MAUSP; Nawab Qizilbash, S. Hadi Ali Shah Bukhari, Agha Shah Zaman and Sha'iq Ambalvi from the APSC; Azhar Hasan Zaidi, Mahdi Hasan ʿAlavi, Muhammad Ali Zaidi and Muzaffar Ali Shamsi from the ITHS; Pirzada was assisted by the Federal Minister of Trade, the Punjab Minister of Education (Dr Abd ul-Khaliq) and some high-ranking officials of the Education Department (*Razâkâr* 38/40:1; 24 October 1974).
163. Ibid., pp. 1–2.
164. Ibid., p. 2; On demand of the APSC and ITHS delegates, Pirzada also distributed copies of that letter.
165. The latter provision was included after strong insistence of Mushtaq Husain Naqvi; see ibid.
166. See section 5.2, p. 151.
167. *Nawâ-i Waqt*, 14 October 1974, quoted in *Razâkâr* 38/39:1–2 (translation).
168. Ibid.
169. *Razâkâr* 38/42:1–2, 8 (8 November 1974).
170. Muhammad Siddiq, "Qizilbâsh waqf", *Razâkâr* 38/32:1. According to Riza Ali Khan Qizilbash, 900 of 1,020 acres were distributed, and the family henceforth had to supplement expenses for *majâlis* and Muharram processions from their private property. They filed a legal case which was won in 1991, but the land was not returned to the *waqf* (Interview with the author, Lahore 6 February 2001).
171. *Razâkâr* 38/32:1 (24 August 1974). The article drew a rejoinder from Sha'iq Ambalvi in *Asad*, 2 September, replied by Muhammad Siddiq, "Mudîr-i Asad kî diyânat mulâhaza hô!", *Razâkâr* 38/34:2.
172. Quoted in *Razâkâr* 38/37:2 (translation).
173. On the SMUP see section 3.1., p. 58; its leading office-holders had not changed since its foundation in 1948.

174. *Razâkâr* 37/35:2–3 (16 September 1973). Shabih ul-Hasnain Muhammadi took up residence there and was involved in reorganising the APSC (*Razâkâr* 38/21:1).
175. *Asad*, 10 June 1974, quoted in *Razâkâr* 38/25:3 (1 July 1974).
176. *Razâkâr* 38/21:1 (1 June 1974). On the amendments of SMC statutes in July 1973 see above, p. 166.
177. For example, the advertisement of Hadi Ali Shah against the *dînîyât* compromise in November 1972 (see above, p. 165) had also complained about Rizvi's "statement-mongering" (*bâyân-bâzî*) on the *Qizilbash Waqf* (*Razâkâr* 36/44:4).
178. *Razâkâr* 38/45:1; (Muhammad Bashir Ansari had not participated in the meeting on 13 October).
179. Muhammad Siddiq, "Nawâb [Qizilbash] pâlisî sê taʿalluq rakhnewâle ʿulamâʾ kî afsôsnâk rawash", *Razâkâr* 38/46:3, mentions their pamphlet *Shîʿa judâgâna dînîyât kâ hashr—S. Jamîl Husain Rizwî ... kî hîla-sâziyôn kâ natîja* (printed by the Qizilbash Waqf Fund) and several SMC rejoinders to it.
180. Translation from *Razâkâr* 38/40:3 (24 October 1974).
181. Muhammad Siddiq, "Judâgâna shîʿa waqf bôrd kâ mutâlaba aur ʿulamâʾ", *Razâkâr* 38/45:2 (1 December 1974).
182. *Razâkâr* 38/48:2 (24 December 1974)
183. Ibid.
184. Ibid., pp. 1–2.
185. See section 5.8, p. 189.
186. See section 5.8, 189–195.
187. See section 4.4, pp. 129–33.
188. See below. The reference is to followers of the Iraqi Shia *ʿâlim* Muhammad al-Khalisi; see Werner Ende, "Erfolg und Scheitern eines schiitischen Modernisten: Muhammad ibn Muhammad Mahdî al-Hâlisî (1890–1963)", in: Udo Tworuschka (ed.), *Gottes ist der Orient, Gottes ist der Okzident.* [Festschrift für Abdoljavad Falaturi], (Köln, Wien: Böhlau Verlag, 1991), pp. 120–30.
189. Muhammad Siddiq, "Shîʿîyat ke tahaffuz kî zarûrat", *Razâkâr* 35/25–26:3 (1–8 July 1971); idem, "Dîn kâ zawâl kyûn?", *Razâkâr* 35/29–30:3 (1–8 August 1971); Anonymous, "Wâʿizîn-o-zâkirîn tawajjuh farmâʾên", *al-Muballigh* 17/12–18/1 (Jan.-Feb. 1974), pp. 16–20.
190. *Al-Muntazar* 12/10:15–17 (5 July 1970) lists S. Muhammad Dihlavi, S. Muhammad Yar Shah, Maulana Nasîr Husain and some leading *ʿulamâʾ* of Multan and Hyderabad as signatories of a declaration of support for Shariʿatmadari; see also Muhammad Siddiq, "Intihâʾî afsôsnâk", *Razâkâr* 34/37:3 (1 October 1970); idem, "Dîn kâ zawâl kyûn?", *Razâkâr* 35/29–30:3.
191. These were S. Safdar Husain Najafi, the director of the *Jâmiʿat ul-Muntazar*, S. Murtaza Husain and S. Ali al-Musavi from Skardu (Baltistan). See Agha S. Ali al-Musavi, "ʿAllâma Sayyid Safdar Najafî, mêrê ʿazîz dôst", *Misbâh ul-Qurʾân* 1/1990, pp. 24–30, here p. 27; see also section 6.1, p. 202.
192. See his editorial "Marjaʿ-i ʿâlam-i tashayyuʿ kê intikhâb mên nâ-pasandîda mudâkhalât", *al-Irshâd*, (n.d.), quoted in *Razâkâr* 34/37:3 (1 October 1970). The article claimed that a majority of the leading Shia *ʿulamâʾ* of India and Pakistan would support Khomeini as the new *marjaʿ*.
193. *Razâkâr* 34/44:2 (24 November 1970). Muhammad Bashir Ansari was among the supporters of al-Khuʾi while Najm ul-Hasan Kararvi pleaded for Muhammad Kazim Qommi (ibid.).
194. *Razâkâr* 35/40:3. It was coinciding during the first five months with the campaign for general elections (see section 5.3, pp. 154–56.).
195. Muhammad Siddiq, "Dîn kâ zawâl kyûn?", *Razâkâr* 35/29–30:3; S. Zafar Hasan Amrohawi,

"Marjaʿ al-taqlîd kis kô manê jâʾê?", *Razâkâr* 35/36:3 (24 September 1971); idem, "Marjaʿ i taqlîd kâ faisla", *Razâkâr* 35/40:3 (24 October 1971).

196. Ibid.; according to Murtaza Pooya, especially those Pakistani Shias who used to pay *khums* became *muqallids* of Khuʾi (Interview with the author, 13 November 2000). For the majority of the country's Shias the question of *taqlîd* had little relevance at all; see Keddie, *Shiʾa of Pakistan*, p. 11.
197. *Hauza-i ʿIlmîya Jâmiʿat ul-Muntazar kâ taʿâruf*, p. 5. See appeals for donations in *Razâkâr* 34/41:2 (1 November 1970); *Razâkâr* 35/5–6:7 (1–8 February 1971); S. Ali al-Musavi told about his house-to-house begging tours to rich Shias of Lahore together with Safdar Husain Najafi in *Misbâh ul-Qurʾân*, 1/1990, pp. 25–6 (see above, Fn 191).
198. *Razâkâr* 41/16:3 (24 April 1977). By that time 86 students had graduated from the *Jâmiʿat ul-Muntazar* (ibid.). For its further expansion see *Hauza-i ʿIlmîya Jâmiʿat ul-Muntazar kâ taʿâruf*, pp. 6–7. On S. Safdar Husain see references in Fn 219 to chapter 3 (p. 375).
199. According to *Payâm-i ʿAmal* 17/1–2:65 (March–April 1973) he had the intention of qualifying able Shia students to the rank of *mujtahids* in that institution, also named *Jâmiʿat ush-Shîʿa*. That ambition could not be achieved, however, even in the coming decades.
200. It was actually the renamed *Jâmiʿat us-Saqlain* (founded 1962) which was enlarged with funds from the Ayatollah's son, S. Mahdi al-Hakim, who later sought refuge in Pakistan from the Iraqi regime. After some years of closure it was reopened in 1977 on the initiative of Ayatollah Muhammad Reza Golpayegani (*Razâkâr* 41/41:3). Among its teaching staff was S. Sajid Ali Naqvi, the later leader of the TNFJ/TJP (see section 7.1, p. 239).
201. See above, Fn 143 (p. 410). Its principal and vice-principal until 1988 were Mirza Yusuf Husain and S. Muhammad ʿArif Naqvi, respectively.
202. It was founded in 1974 by Shaikh Muhsin Ali Najafi from Manthoka (Baltistan) and had branches in nine other towns in Pakistan twenty-six years later; see its brochure *Jamiatu Ahlil Bait Islamabad 1974–2000*, pp. 3–4. From 1976–81 it published a monthly *az-Zahrâʾ*. See also Naqvî, *Tazkira*, pp. 255–6.
203. *al-Muballigh* 15/12:16 (January 1972). According to other versions he had to leave because he had become too controversial. He was succeeded by Maulana Husain Bakhsh of Jara (Dera Ismail Khan); see also below, Fn 240 (p. 415).
204. For some early examples see Muhammad Siddiq, "Hamâre ʿulamâʾ-o-zâkirîn", *Razâkâr* 34/2:2 (quoting excerpts of a pamphlet of Malik Mumtaz Husain, Sialkot, from *Shîʿa*, 24 November 1969); statements of Maulana Shams ul-ʿAbbas Ayyubi (Quetta) quoted in *Razâkâr* 35/27:2 (16 July 1971).
205. No special person is referred to.
206. Translation from Muhammad Siddiq, "Shîʿa ʿawâm kê liyê lamha fikrîya", *Razâkâr* 36/27–28:3.
207. See a comparable editorial from 1976 quoted in section 5.8, pp. 192–93.
208. See section 5.5., pp. 166, 169–70.
209. Rizvi tried to mediate between Dhakko and Muhammad Bashir Ansari since early 1974 (*Payâm-i ʿAmal* 18/3:44–46.). In late 1975 Rizvi invited Dhakko to read a *majlis* in his house and later stated that he had not heard a word from Dhakko contradicting his own "purely Shia beliefs" (Letter to Muhammad Ismaʿil, quoted in *Razâkâr* 40/3:4). On Mushtaq Husain's views see his November 1975 article "Yeh jaghra ʿilmî sê ziyâda shakmî hai", *Razâkâr* 39/43:4–5 (written as a rejoinder to an article of Zafar Hasan Amrohavi quoted in Fn 218).
210. Muhammad Siddiq, "Ijtihâd", *Razâkâr* 37/48:1 (24 December 1973).
211. Mirza Yusuf Husain, *Mudîr-i Razâkâr kê ʿaqâʾid-i bâtila*, quoted in *Razâkâr* 38/5–6:3 (1–8 February 1974). The pamphlet was printed by Najm ul-Hasan Kararvi, although the latter later denied his involvement.

212. Ibid.; he had quoted from Muhammad Husain Âl Kashif ul-Ghita, *Asl al-shî'a wa-usûluhâ*, transl. S. Ibn Hasan Najafi, 3rd ed. (Lahore: Insaf Press, 1968), pp. 86–90.
213. S. Mushtaq Husain Naqvi, "Afsôsnâk ghûghâ-ârâ'î", *Razâkâr* 38/10:2 (8 March 1974).
214. An article in *Zulfiqâr* (Peshawar), 1 July 1974, referred to a "front" in numerous Shia journals against the fees taken for *majlis-khwânî*; see Ya'qub Ali Raziy, "Majâlis-i tablîgh kâ mu'âwaza", reprinted in *Razâkâr* 38/26:1 (8 July 1974).
215. The reference is probably to cases when preachers do not keep appointments for certain *majâlis* because they have received more lucrative offers elsewhere.
216. The contrasting of *'ulamâ-i haqq* and *'ulamâ'-i sû'* was frequently applied by both camps of the conflict; see for example Dhakko's introduction to *Usûl-i sharî'a*, 2nd ed., pp. 7–8, and Sarhaddî (ed.), *Majmû'at radd al-muqassirîn*, p. 7.
217. Translation from Muhammad Siddiq, "'Azâdârî kâ mukhâlif kaun hai?", *Razâkâr* 38/18:3 (8 May 1974).
218. See his articles "Âkhir yeh jhagrâ kaisê khatm hôgâ", *Razâkâr* 39/36:1 (24 September 1975); "Us jhagrê kô khatm kîjiyê!", *Razâkâr* 39/43:1 (16 November 1975); "Âkhir yeh jhagrâ kaisê khatm hôgâ!" [again], *Razâkâr* 39/46:1 (8 December 1975).
219. Translation from *Razâkâr* 38/18:3 (8 May 1974).
220. See for example Sha'iq Ambalvi, "Khudâ râ qaum kî hâlât rahm kîjiê", *Asad*, 18 July 1974, reproduced in *Razâkâr* 38/29:3; Muhammad Siddiq, "Mutahârib gurûhôn kê 'ulamâ' kî khidmat mên dardmandâna apîl", *Razâkâr* 39/18–19:3 (8–16 May 1975); Zafar Hasan Amrohawi, "Âkhir yeh jhagrâ kaisê khatm hôgâ!", *Razâkâr* 39/36:1 (24 September 1975); S. Iqtidar Husain Kazimi, "Shî'a kâ dushman shî'a", *Razâkâr* 39/37:7 (1 October 1975); Akhtar Husain, "'Aqâ'id kê mabâhis aur un kê natâ'ij", *Razâkâr* 39/45:4 (1 December 1975).
221. See section 5.5, p. 170.
222. See a short notice about the foundation of a *Shî'a Jam'îyat al-'Ulamâ'-i Pâkistân* during the annual session of the *Dars-i Âl-i Muhammad* in Lyallpur in *Razâkâr* 37/40:7 (24 October 1973). Muhammad Isma'il was its Chairman, S. Mahbub Ali Shah Senior Vice-Chairman and Taj ud-Din Haidari Second Vice-Chairman; see also below, Fn 240.
223. *al-Muballigh* 18/7, back page (August 1974). Eight *'ulamâ'* were named as Vice-Chairmen, including Nasîr Husain (Khushab), S. Gulab Ali Shah (Multan) and Hafiz Saifullah Ja'fari (Nowshera Virkan, Gujranwala Dist.).
224. Naqvi, "Controversy", pp. 143–4.
225. Abd al-Reza Ibrahimi Kermani was the son of Abu'l-Qasim Khan Ibrahimi, the fourth *khalîfa* (successor) of Muhammad Karim Khan Kermani, who was one of three main disciples of S. Kazim Rashti (the other two being Hasan Gauhar and Ali Muhamad "al-Bâb", founder of the Babiya sect). He was murdered shortly after the victory of the Iranian revolution in 1979.
226. Ihqaqi was born in Karbala as a son of Ayatollah Mirza Musa al-Usku'i al-Ha'iri (1279–1364H), the third *khalîfa* of Hasan Gauhar (see Fn 225). He lived in Kuwait since the 1960s. A list of his representatives in Pakistan can be found in Mirza Hasan al-Hâ'irî al-Ihqâqî, *Ahkâm-i Shî'îyân*, transl. Muhammad Hasnain Sâbiqî, (Chakwâl: Dâr at-Tablîgh al-Ja'farîya, 1992), Vol. I., pp. "wâw"-"yâ" (preface). It includes both the son and the main disciple of Muhammad Isma'il, Zia Husain Zia and Abd ul-Hasan Sarhaddi, Taj ud-Din Haidari (Gujranwala), S. Bashir Husain Bukhari (Sargodha) and S. Sikandar Husain Shah (Lahore; head of the SPP 1975–92). See also Mîrzâ Mûsâ al-Uskû'î al-Hâ'irî, *Ihqâq ul-haqq*, (Najaf: Matba'at an-Nu'mân, 1385H/1965).
227. Dr Rasa (d. 1994) was a homoeopathist from Hyderabad (Deccan) who had moved to Pakistan after 1947. He was the only representative of Kermani in Pakistan, but his branch of the Shaikhiya was more influential in Pakistan than the Ihqaqi branch until 1975 (S. Husain 'Arif Naqvi, personal communication).

228. Sabiqi was born in Talagang (Attock Dist.) and had taught at Shia *dînî madâris* in Khairpur, Sargodha, Ahmadpur Sial and Faisalabad. In 1976 he founded his own *Jâmiʿat us-Saqlain* in Multan, also editing a journal *al-Saqlain.* His writings include *Jawâhir al-asrâr*, a rejoinder to Dhakko's *Usûl-i sharîʿa*, see Naqvî, *Tazkira*, pp. 291–3, and references in Naqvi, *Bibliography*, Vol. II, p. 737.
229. Naqvi, "Controversy", p. 145; *Razâkâr* 38/39:1 (16 October 1974).
230. *Razâkâr* 38/40:3 (24 October 1974).
231. S. Muhammad Husain Zaidi Barsati, "Hôshyâr! Qaum-i shîʿa hôshyâr!", *Razâkâr* 38/41:1–4. For more articles on the Shaikhiya from the same author see *Razâkâr* 38/44:4, 38/45:6, 39/5:4. He also wrote a number of books and pamphlets, such as *Shaikhîyat kyâ hai aur Shaikhî kaun hai*, (Chiniot, Idâra Intishârât Haqâʾiq ash-Shîʿa, 1986), *al-ʿAqâʾid al-haqqîya waʾl-farq bainaʾl-shîʿa al-haqqîya al-jaʿfarîya al-ithnâʿasharîya waʾl shaikhîya al-munharifa az-zâlla al-muzilla*, (Chiniot, do, 1996), and *Tabsira al-mahmûm ʿala islâh ar-rusûm wa-îzâh al-mauhûm* (Chiniot, do, 1996) in support of Dhakko.
232. Dr Rasa lost both lawsuits two years later; see *Razâkâr* 41/4:3 (24 January 1977).
233. See section 4.4, pp. 131–32.
234. See above, Fn 188 (p. 412). On allegations that Khalisi was a "Wahhabi" see below, p. 201; also Ende, op. cit. (Fn 188), p. 129, Fn 28; Dogar, *Maulânâ Muhammad Husain Dhakkô sê 150 suʾâl*, pp. 97–9.
235. See section 4.4, pp. 131–32.
236. He later published a pamphlet, *Ek mukhlisâna tahrîk aur us kâ injâm* (Sargodha, n.d.), giving the details of that failed attempt, including his correspondence with the said *ʿulamâʾ*. Later he became a follower of the Shaikhiya himself (see above, Fn 226).
237. See Sarhaddî (ed.), *Majmûʿat radd al-muqassirîn*, pp. 28, 32, 36. On Muhammad Bashir Ansari's position see his letter (dated 10 October 1975) to Kazim Ali Rasa in the latter's book *Guldasta-i muwaddat*, (Karachi: Kitâbkhâna Ibrâhîmî Kirmânî, 1976), p. 8. He claimed that the believers had always "different grades of belief" and "even Abu Dharr and Salman al-Farisi could not have agreed totally in that matter". On the question of *taqlîd* in the *usûl ad-dîn* see also Momen, *Introduction*, pp. 174–5.
238. *Asad*, 18 July 1974, quoted in *Razâkâr* 38/29:3; Anonymous, "Agar ʿulamâʾ-i shîʿa nê maidân-i ʿâmm mên munâzarat kiyâ tô injâm-i Gulistân kyâ hôgâ?", *al-Muballigh* 19/3:2 (April 1975); S. Mushtaq Husain Naqvi, "Yeh jhagrâ ʿilmî sê ziyâda shakmî hai", *Razâkâr* 39/43:4–5 (16 November 1975); Muhammad Siddiq, "Hôshmandî kâ taqâzâ", *Razâkâr* 40/8:3 (24 February 1976).
239. *Razâkâr* 39/21:3 (1 June 1975).
240. Quotations from his statement in *Razâkâr* 39/21:3; see also Sarhaddî (ed.), *Majmûʿat radd al-muqassirîn*, pp. 9, 17. Maulana Husain Bakhsh, who had headed the *Dâr ul-ʿUlûm Muhammadîya* Sargodha since November 1971, became principal of the *Dâr al-ʿUlûm Husainîya* Jhang in May 1975. Later he also assumed the presidency of Muhammad Ismaʿil's "Shia JUP" (*Razâkâr* 39/47:1; see above, Fn 222).
241. *Razâkâr* 39/36:2 (24 September 1975); Naqvi, "Controversy", pp. 145–6.
242. I.e. pertaining to the "hidden meaning" of holy scriptures.
243. Literally: "shortening", i.e. belittling the status of the *ahl al-bait*; see section 4.4, p. 129.
244. Translation from *Razâkâr* 39/41:3 (1 November 1975).
245. Ibid., pp. 3, 6, quotes statements against Shaikh Ahsaʾi and S. Kazim Rashti from Shariʿatmadari, Khomeini, S. Abdullah Shirazi, S. Abuʾl-Qasim al-Khuʾi, S. Abd ul-Aʿla Sabzawari, S. Nasrullah Mustanbat, S. Mirza Hasan al-Musavi al-Bojnurdi and S. Muhammad Baqir al-Sadr.
246. See statements in that sense from S. Muhammad ʿArif (*Razâkâr* 39/41:1; 1 November 1975),

from Mirza Yusuf Husain (*Razâkâr* 40/40:6; 24 October 1976) and from Muhammad Bashir Ansari (*Razâkâr* 41/4:3; 24 January 1977).

247. *Razâkâr* 39/43:3, 8 (16 November 1975).
248. *Razâkâr* 39/43:1. For Muhammad Isma'il's version of the meeting, see Sarhaddi (ed.), *Majmû'at radd al-muqassirîn*, pp. 18 and 24.
249. Sha'iq Ambalvi, "Muddâ'î sust, gawâh chust", *Asad*, 26 November 1975, reprinted in *Razâkâr* 39/47:1 (16 December 1975).
250. On Muhammad Isma'il's campaign against the alleged misuse of *khums* in former years see section 4.4, pp. 124–25.
251. Translation from Sarhaddî (ed.), *Majmû'at radd al-muqassirîn*, pp. 2–3.
252. On *khums* he is quoting from the Koran, Surat al-Anfâl, Verse 41. The quote on *zakât* is recurring in many Suras, see Muhammad Fu'âd Abd ul-Bâqî, *al-Mu'jam al-mufahras lil-alfâz al-Qur'ân al-karîm*, (al-Qâhira: Matba'at Dâr al-Kutub al-Misrî, 1364 h), pp. 331–2.
253. Namely by depriving them of their due from the *zakât*; see also section 4.4, pp. 124–26.
254. Translation from Sarhaddî (ed.), *Majmû'at radd al-muqassirîn*, pp. 7–9.
255. Ibid., pp. 28, 39.
256. Ibid., p. 10. As late as 1987 Safdar Husain Dogar, after conducting a long interview with Dhakko, made him swear on the Koran that he was not the paid agent of any state or party; see Dogar, *150 su'âl*, pp. 110–11.
257. Sarhaddî (ed.), *Majmû'at radd al-muqassirîn*, p. 14, referring to *Usûl al-sharî'a*, 1st ed., pp. 267–74.
258. Dogar, *150 su'âl*, p. 82.
259. Ibid., pp. 82–108.
260. See an 81-page pamphlet of Muhammad Hasnain Sabiqi, *Khâlisîyat-nâma*, (Khairpur Miras: Muntazar Shî'a Organisation, n.d. [1986]), and comments of Dhakko on it in Dogar, *150 su'âl*, pp. 91–109.
261. See section 4.4, pp. 129–30.
262. Dhakko had elaborated on that subject already in the first two chapters of his *Usûl al-sharî'a*, (2nd ed., pp. 37–48).
263. Dogar, *150 su'âl*, p. 30.
264. Dogar, *150 su'âl*, p. 64. Khalisi had recommended to omit the formula *ashhadu anna 'Alîyan walîyu'llâh* in the call for prayer already in the 1940s; see Ende, op. cit., p. 124. See also section 5.7, p. 186.
265. Naqvi, "Controversy", p. 149. During my interviews with Pakistani Shias 1999–2001 I heard some strong criticism of Dhakko, but also acknowledgements of his sincerity and high intellectual calibre. According to Nusrat Ali Shahani, Dhakko's speeches at *majâlis* would then still attract large audiences (Interview with the author, Lahore, 21 January 2001).
266. Text of the agreement and list of its signatories (including Dhakko, Muhammad Isma'il and Muhammad Bashir Ansari) in Dogar, *150 su'âl*, p. 46. A detailed account of the meeting was given in a pamphlet of Kazim Husain Asîr Jarahvi, *al-Haqq ma'a 'Alî*; it is quoted with ridiculing comments from Muhammad Siddiq in *Razâkâr* 40/30–31:3 (8–16 August 1976).
267. *Razâkâr* 40/27:7 (16 July 1976).
268. *al-Qâ'im* 11/1990, p. 14, quoting from an earlier interview with Safdar Husain Najafi.
269. Kâzim 'Alî Rasâ, *Guldasta-i muwaddat*, (see above, Fn 237). See quotations from letters of Ansari in that pamphlet with comments from Mumtaz Husain Naqvi and Muhammad Siddiq in *Razâkâr* 40/28:1 (24 July 1976) and 40/32:3+8 (24 August 1976).
270. Letter of Ansari from 5 May 1975; Rasâ, *Guldasta-i muwaddat*, pp. 3–4. Ansari had also asked to provide him with a list of the writings of Ahmad Ahsa'i and S. Kazim Rashti (letter from 3 March 1975; ibid., pp. 5–6).

271. Translated from a letter of Ansari to S. Manzur Husain Bukhari, quoted in *Razâkâr* 40/37:3 (1 October 1976).
272. See sections 5.7, p. 186; 5.8, pp. 193–94.
273. Mumtaz Husain Naqvi, "Âkhir yeh tazâdd kyûn?", *Razâkâr* 40/28:1 (24 July 1976); Muhammad Siddiq, "Maulânâ Muhammad Bashîr sâhib kâ tâza farmân", *Razâkâr* 40/37:3 (1 October 1976).
274. Quoted in *Razâkâr* 41/4:3 (24 January 1977). In his declaration Ansari also announced a series of articles to be published by him in the fortnightly *Zulfiqâr* (Peshawar) on "The judgement between Shiʿism and Shaikhiya".
275. Mirza Yusuf Husain, "Dr Rasâ aur haqîqat-i hâl", *Razâkâr* 40/40:6 (24 October 1976).
276. Naqvi, "Controversy", pp. 147–49; see also above, Fn 226 (p. 414).
277. See section 6.3, pp. 219–221.
278. See sections 6.2, pp. 207; 6.3, p. 219; also Fn 186 to chapter 6 (p. 431).
279. Muhammad Husain Dhakko, *Islâh ul-rusûm az-zâhira bi-kalâm al-ʿitra at-tâhira*, (Sargodha: Maktabat as-Sibtain, 1995); for reactions to that book see Naqvi, "Controversy", p. 149.
280. Schubel, *Religious Performance*, pp. 90–99.
281. See section 4.2, p. 110.
282. Ibid., p. 131, and sections 4.3, p. 123; 4.5, pp. 135–36.
283. Sarhaddî (ed.), *Majmûʿat radd al-muqassirîn*, p. 7 (see the quotation from that pamphlet in section 5.6, p. 178).
284. See section 5.2, p. 148.
285. *Razâkâr* 33/12–13:3 (1–8 April 1969); 33/15:8 (24 April 1969); 33/34–35:1 (16–24 September 1969); 34/5:3 (1 February 1970). Hasan Mujtaba and Mazhar Zaidi described the event twenty-five years later as "a watershed in Jhang's sectarian violence"; see "A Tale of Two Cities", *Newsline* 9/1994, pp. 35–37. See also the version of the *Sipâh-i Sahâba* in Qâsimî, *Sawânih-i hayât-i Maulânâ Haqq Nawâz Jhangwî*, pp. 47–51.
286. It was still visible on the gate in 1994; see a photo in *Newsline* 9/1994, p. 35.
287. Ghazi Ghulam Mustafa, "Jhang kâ qazîya nâ-murzîya", *Razâkâr* 34/4:1–2 (24 January 1970); Muhammad Siddiq, "Rût kî tabdîlî mas'ala kâ hall nahîn hai", *Razâkâr* 34/5:3 (1 February 1970).
288. Other complaints concerned stone-throwing on a procession in another quarter of the town and the cancellation of some licences by the D.C. (*Razâkâr* 34/13:1; 1 April 1970).
289. *Razâkâr* 36/10–11:5–6 (8–16 March 1972). The procession on 17 May was led by Mushtaq Husain Naqvi.
290. See section 5.4, p. 156. For a Shia interpretation of their electoral defeat also Muhammad Siddiq, "Islâm-pasandôn kî ʿibratnâk shikast kyûn?", *Razâkâr* 35/5–6:3+7 (1–8 February 1971).
291. *Razâkâr* 35/11:3 (16 March 1971) reported one dead and 40 injured.
292. A noteworthy incident was, however, the assassination (on 4 June) of one Qazi Fazlallah, who was considered by Shias as the main responsible for the murderous arson of Theri in 1963 (see section 4.2, p. 110). S. Danyal Shah, the brother the former licence-holder for processions in Theri (killed in 1963), was arrested as a suspect, and Shias feared a plot to get rid of processions in Theri for good; see *Razâkâr* 35/42:2 (8 November 1971).
293. See a detailed report on the events and their aftermath in *Razâkâr* 36/10–11:5–6 (8–16 March 1972).
294. *Razâkâr* 36/18:3 (8 May 1972).
295. Ibid., pp. 3–4.
296. *Razâkâr* 37/9:1–2 (1 March 1973); cases were filed against him and 27 other participants of the procession thereafter.

297. Muhammad Siddiq, "Intihâ'î afsôsnâk", *Razâkâr* 37/23:3 (16 June 1973); see also *Razâkâr* 37/27–28:5 (16–24 July 1973).
298. After Shia-Sunni clashes in Parachinar in August 1970 a number of Shia notables had been arrested and sent to the Dera Ismail Khan jail; see *Razâkâr* 34/31:3 (16 August 1970); *al-Muballigh* 14/8:2 (September 1970). Bangash, *Political and Administrative Development*, pp. 185–86, refers to a conflict over the size of the minaret of a Sunni mosque in Parachinar in 1971 (1970?) which spread to other villages. Thereafter local Shia organisations were banned for some years by the Political Agent; see *Razâkâr* 38/42:2 (8 November 1974).
299. See complaints of S. Riza Husain and Hajji Nur Ali Khan at the SMC Council meeting in Multan (15–16 July 1973) in *Razâkâr* 37/27–28:5 and similar remarks in *Razâkâr* 37/30:3 (8 August 1973). On later attacks on Shias in the Kurram Agency see sections 6.2, p. 218; 6.3, pp. 229; 8.2, passim).
300. Rieck, "Sectarianism", p. 442.
301. Shaukat Ali, *Pakistan. A Religio-Political Study*, pp. 121–55; Shah, *Religion and Politics in Pakistan*, pp. 174–202.
302. Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 30–33.
303. Ibid., pp. 58–65.
304. See section 5.5, p. 162.
305. Pirzada, op. cit., pp. 66–7. In August 1972 Mufti Mahmud appointed a commission chaired by himself to formulate recommendations for such legislation. Its other members were Shams ul-Haqq Afghani (then professor at the Islamic University Bahawalpur), Muhammad Yusuf Binori (founder of a large Deobandi *madrasa* in Karachi), Abd ul-Ghani Khattak (Chairman of the Peshawar High Court Bar Association), and Amirzada Khan (provincial Minister of Law); see Muhammad Siddiq, "Hanafî stêt kyûn?", *Razâkâr* 36/32:2+8 (24 August 1972).
306. Pirzada, op. cit., p. 73.
307. See section 5.5, pp. 167–68.
308. One of them was Chaudhry Harun ar-Rashid of Hafizabad (Gujranwala Dist.) who told about his recent conversion during a session of the SMC Council in December 1974 (*Razâkâr* 38/48:2). By June 1976 he had become Provincial Chairman of the SMC Punjab (*Razâkâr* 40/22:2).
309. *Payâm-i ʿAmal* 18/9:27 (November 1974); *Razâkâr* 40/22:2 (8 June 1976).
310. See section 5.5, pp. 168–69.
311. *Razâkâr* 38/48:2 (24 December 1974).
312. *Razâkâr* 39/10–11:7 (8–16 March 1975).
313. *Razâkâr* 39/24:2 (24 June 1975).
314. In Chakwal a *Chihlum* procession was shot at on instigation of one Qazi Mazhar Husain (*Razâkâr* 39/10–11:7; 8–16 March 1975), the author of anti-Shia pamphlets like *Ham mâtam kyun nahîn kartê hain* and *Shîʿa dînîyât kâ ghair-munsifâna sâzish* (*Razâkâr* 40/9:1; 1 March 1976). In Karachi *Chihlum* processions were stone-pelted (*Razâkâr* 39/14:1; 8 April 1975).
315. *Asad*, 6 March 1975, reprinted in *Razâkâr* 39/14:1 (8 April 1975).
316. Ibid.
317. *Dawn* (Karachi), 30 April 1975.
318. Its Sunni signatories were Ihtisham ul-Haqq Thanvi, Abd ul-Ghaffar Salafi, Saʿadat Ali Qadiri, Mustafa al-Azhari (MNA), Muhammad Shafiʿ Okarvi (MNA), Hasan Musanna Nadvi, S. Abd ul-Qadir Gailani, Mufti Faqir Muhammad, Zahîr ul-Qasimi, Salimullah Khan, Muhammad Taqi ʿUsmani and Dr Tanzil ur-Rahman; Shia signatories were S. Nasîr ul-Ijtihadi, ʿAqîl Turabi, ʿAbbas Kumaili, S. Tauqir Husain Zaidi and S. Ahmad Jauhar (son of the late S. Muhammad Dihlavi); see *Dawn*, 16 May 1975.

319. This amendment was introduced on the insistence of S. Nasîr ul-Ijtihadi; see *Razâkâr* 39/21:1 (1 June 1975); *al-Muballigh* 19/7:12–13 (August 1975).
320. *Dawn*, 16 May 1975, with some additions translated from the complete Urdu text (given in *Razâkâr* 39/21:1 and in *al-Muballigh* 19/7:9–13). The important point 11 was omitted in *Dawn*.
321. *Dawn*, 22 May 1975.
322. Ibid. (The order remained almost without practical consequences, as has been the case with similar former or later orders).
323. *Dawn*, 21 May 1975; *Razâkâr* 39/24:2 (24 June 1975).
324. Translated from *Razâkâr* 39/23:1 (Resolution No. 2).
325. Ibid. (Resolution No. 3).
326. *Razâkâr* 39/26:1 (Resolution No. 1). The same argument was made in a commentary of the SPP to point 11 of the said "Code of Ethics": If the Sunnis were allowed to celebrate the birthday of the Prophet, why should not Shias do the same, apart from celebrating the birthdays of his *ahl al-bait*? And why should not Sunnis also perform *'azâdârî* for the Imam Husain, as had indeed been a regular practice in the subcontinent for centuries? (*al-Muballigh* 19/7:12–13).
327. *Razâkâr* 39/26:1 (Resolution No. 4).
328. S. Muhammad Riza Rizvi, "Zâbita-i akhlâq kî bât", *Razâkâr* 39/22:5 (8 June 1975).
329. None of the leading *'ulamâ'* or notables had been included. S. Nasîr ul-Ijtihadi (1931–90) was a popular preacher whom even Mirza Yusuf Husain branded as a "dangerous political opportunist"; see Dogar, *'Allâma Mîrzâ Husain Lakhnawî sê 300 su'âl*, p. 28; also section 5.8, p. 193, and Fn 260 to chapter 6 (p. 435). For a sympathetic portrait of Ijtihadi see Chaman, *Mêrî yâdgâr mulâqâtên*, pp. 157–70.
330. See section 5.8, p. 189.
331. *Razâkâr* 41/9–10:3 (1–8 March 1977). Literal translation: "There is only one God and Muhammad is the messenger of God; Ali is the friend of God, the heir of the messenger of God and his direct successor". Momen, *Introduction*, p. 178, translates *walîyu'llâh* "the guardian of the religion of God".
332. *Razâkâr* 41/9–10:3 (1–8 March 1977).
333. *Razâkâr* 40/8:3 (24 February 1976). Similar petitions were filed at the High Courts of Karachi and Peshawar.
334. Reply of Mufti Mahmud to a questionnaire of Shahid Hasan Zaidi, *Payâm-i 'Amal* 20/5:27–28 (July 1976). See also an open letter of Mirza Yusuf Husain to Mufti Mahmud, referring to a speech of the latter in Lahore on 29 March 1976 (*Razâkâr* 40/14:3; 8 April 1976).
335. Shabih ul-Hasnain Muhammadi, "Fâtih-i Têksilâ kî ashk-fashâ'î", *Razâkâr* 41/7:2 (16 February 1977).
336. Decision of Chief Justice Sardar Muhammad Iqbal on writ petition No. 159/76, quoted in *Razâkâr* 40/42–43:2 (8–16 November 1976). On Shia misunderstandings about the new wording see section 5.8, pp. 193–94.
337. See section 5.8, pp. 190–91.
338. *Razâkâr* 40/42–43:3 (8–16 November 1976).
339. Nasr, *Vanguard*, pp. 182–3; Shah, *Religion and Politics*, pp. 208–23.
340. See sections 6.1, p. 199; 6.2, pp. 208–09.
341. *Jang*, 21 February 1977, quoted in Jum'a Khan, "Muftî Mahmûd nê 1977 mên sach bolâ! 1979 mên jhût kyûn bolâ?", *Razâkâr* 43/30–31:4 (8–16 August 1979).
342. Nasr, *Vanguard*, p. 183.
343. For the change of mind of the SMC in August 1977 see section 5.8, pp. 194–95.
344. Muhammad Siddiq, "Muftî Mahmûd âpnê aslî rôp mên", *Razâkâr* 43/26–27:3 (8–16 July 1979).

345. S. Wazarat Husain, founding member and long-time Secretary-General of the TNFJ, has stated that "no Shias took part in the anti-Bhutto demonstrations of 1977" (Interview with the author, 8 January 2001). Many other Shias interviewed have given similar statements.
346. See section 5.8, p. 194.
347. Agha Murtaza Pooya (b. 1941), a son of Mirza Mahdi Pooya (see Fn 227 to chapter 3, p. 376), had entered politics at that time. He later founded the daily newspaper *The Muslim* (published from Islamabad May 1979—November 1998) and a *Hizb-i Jihâd* prior to the 1988 elections. From 1990 to 1996 he was Director of the state-funded Institute of Strategic Studies in Islamabad; see Richard H. Curtiss, "Agha Murtaza Pooya, a journalist-scholar", *The Muslim*, 4 October 1996.
348. Interview with the author, 13 November 2000; Pooya, too, had no doubts that the great majority of Shias was still pro-Bhutto in 1977 (and throughout the following 10–15 years). On the shift of the mainstream Shia organisation TNFJ to Islamism in the mid-1980s see section 6.3, pp. 222–29.
349. On the role of the JUI in the movement see Pirzada, *Jamiat Ulema-i-Islam*, pp. 150–204; on that of the JUP see Mujeeb Ahmad, *Jam'iyyat 'Ulama-i-Pakistan*, pp. 131–46; on that of the JI see Nasr, *Vanguard*, pp. 183–7.
350. See section 6.1, pp. 197–98.
351. See section 5.5, p. 170.
352. See his report at the SMC Council meeting in Lahore (14–15 December 1974) in *Razâkâr* 38/48:1 (24 December 1974).
353. Dogar, *'Allâma Mîrzâ Husain Lakhnawî sê 300 su'âl*, pp. 78–9. For the wording of the complete Shia *kalima* see section 5.7, p. 186.
354. Ibid.
355. *Razâkâr* 39/23:1 (16 June 1975).
356. S. Mushtaq Husain Naqvi, "Shî'a dînîyât kê musannif 'ulamâ' kî mazhaka-khîz qalâbâzî", *Razâkâr* 39/45:1 (1 December 1975).
357. Ibid. and "Mushtê ba'd az jang", *Razâkâr* 39/45:4+8 (1 December 1975); S. Muhammad Ja'far, "Hô kyâ gayâ hai?", *Razâkâr* 39/48:1 (24 December 1975; reprinted from *al-Irshâd*, Karachi, 16 November).
358. Muhammad 'Abbas, *Kutub-i dînîyât mên tarmîm-o-tansîkh kê chand namûnê*, undated pamphlet [1975?]. These changes mainly concerned Ali Ibn Abi Talib and his achievements, which were subtly played down with some omissions and unwarranted mentioning of other *sahâba* in certain historical accounts (ibid., pp. 3–8).
359. *Payâm-i 'Amal* 18/10:3–4 (December 1974).
360. See sections 5.2, p. 150; 5.5, pp. 168–69. These problems were still unresolved in November 1988 when Benazir Bhutto formed her first government. See a pamphlet of the TNFJ and the Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân, *Hamâre mutâlabât*, n.d., pp. 5–6, urging Benazir to "correct the mistake of her father and give peace to his soul".
361. See section 5.7, p. 184.
362. *Razâkâr* 39/23:1 (16 June 1975).
363. See section 5.6, pp. 176–80.
364. *Payâm-i 'Amal* 19/10:4 (December 1975).
365. *Razâkâr* 40/8:3 (24 February 1976); see also above, Fn 209 (p. 413).
366. Reports in *al-Muballigh* 20/2:2–8; 20/3:2–10; *Razâkâr* 40/11:1; 40/18:2–3; 40/15:1–2; 40/21:3+5.
367. S. Mushtâq Husain Naqvi, "Dâstân-i dard", *Razâkâr* 40/18:2 (8 May 1976).
368. Ibid.; Mushtaq Husain mentions one unnamed leader who let himself drive to a police station and demanded to be arrested. When he was told that he would first have to vio-

late the ban against approaching an *imâmbârgâh*, for example, he just drank a cup of tea with the officers and then proceeded to the Government Resthouse (ibid.).

369. *al-Muballigh* 20/2:2–3 (reprint from *Asad*, 24 March 1975); *Razâkâr* 40/21:3.
370. *Razâkâr* 40/15:2. The SMC Council meetings of December 1974 and June 1975 had taken place in Rizvi's house in Lahore, Fane Road No. 11.
371. *Shahîd*, 28 March 1975, quoted in *Razâkâr* 40/18:2.
372. See his obituary in *al-Muballigh* 20/5–6 (June–July 1976), cover page.
373. See a protocol in *Razâkâr* 40/22:1–4 (8 June 1976), here p. 1.
374. Ibid.; by contrast, too few councillors from the Punjab, the NWFP and Balochistan had shown up at an SMC Council meeting in Hyderabad on 4 May 1975, and it had to be repeated with the same agenda in Lahore on 1 June (*Razâkâr* 39/18–19:1).
375. *Razâkâr* 40/22:2–3.
376. Ibid., p. 3.
377. Ibid., p. 4.
378. Translation from Muhammad Siddiq, "Nawâ-i talkh. Kuch qaum kî zabûn-hâlî kê muta'alliq", *Razâkâr* 40/34–35:3 (8–16 September 1976). See also his comparable editorial of July 1972 quoted in section 5.6, p. 173.
379. *Razâkâr* 40/34–35:3.
380. *al-Muntazar* 17/5–6:23 (20 May 1975); see also advertisements of that organisation in subsequent issues of *al-Muntazar*.
381. Report on his press conference (14 October 1975) in *Razâkâr* 39/37:6+8. The same organisation shortly after published huge posters against Maulana Muhammad Isma'il because of his Shaikhiya leanings; see Naqvi, "Controversy", p. 146.
382. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, [a biography of the ISO leader Dr Muhammad Ali Naqvi], pp. 44–45; see also an Urdu pamphlet distributed by the ISO Central Office (Imamia Hostel, Reti Gan Road, Lahore) in 1974, *Imâmîya Styûdants Arganaizêshan Pâkistân*, p. 5. From 1978 to 1988 the ISO has regularly reported on its activities in its monthly organ *Râh-i 'Amal* (Lahore), replaced since 1989 by the monthly *al-'Ârif* (Lahore).
383. *Misbâh ul-Qur'ân*, 1/1990, pp. 14–15, 27–8; T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 47–62; on the early years of the ISO see also Abou Zahab, "The Politicization of the Shia Community", pp. 99–102.
384. See sections 6.1, pp. 202, 204, 206; 6.2, pp. 212–13; 6.3, pp. 221–22, 229.
385. See section 5.5, 169–70.
386. *Razâkâr* 40/42–43:1 (8–16 November 1976).
387. See Muhammad Siddiq, "Kalima kî bahs", *Razâkâr* 41/9–10 (1–8 March 1977), and rejoinders to Ansari from Shabih ul-Hasnain Muhammadi, "Jenâb-i Fâtih-i Têksilâ … kâ haqq-o-sadâqat sê farâr", *Razâkâr* 41/1:3 (1 January 1977); idem, "Fâtih-i Têksilâ … kî ashk-fishânî", *Razâkâr* 41/7:2 (16 February 1977).
388. See section 5.7, pp. 186–87, and an article of Mirza Yusuf Husain in *Razâkâr* 41/35:2 (16 September 1977; also *Payâm-i 'Amal* 21/8:36–38 (October 1977), quoting from his correspondence with officials of the ministry in August and September 1977.
389. They are listed in Ghulam Shabbir Khan, "Ziyârât-i 'atabât-i 'âliyât par nâ-rawâ pâbandiyân aur Pâkistânî zâ'irîn kî hâlât-i zâr", *Razâkâr* 41/25:3 (1 July 1977).
390. Ibid., pp. 3–4. The article written by the convenor of an "All-Pakistan Pilgrims Welfare Committee" in Sargodha gives a short account of the changing rules for pilgrims to Iran and Iraq since 1947. It was also distributed as a pamphlet (*al-Muballigh* 22/1–2:2).
391. *al-Muntazar* 19/1:3–4 (5 March 1977). Others included S. Safdar Husain Najafi and Shabih ul-Hasnain Muhammadi. On the initiative of Murtaza Pooya see section 5.7, p. 188.
392. S. Mumtaz Husain Khawar, "Mutawaqqa' intikhâbât aur millat-i ja'farîya", *al-Muballigh* 21/7–8:5–7 (August–September 1977).

393. *Razâkâr* 41/23–24:3+8. Both Ijtihadi and Zaidi, whom Bhutto and Kausar Niyazi had selected to replace Jamil Husain Rizvi and Najm ul-Hasan Kararvi, were popular preachers, but without knowledge of *fiqh* and legal affairs. The decision was not implemented because of Bhutto's ouster. Instead, Mufti Ja'far Husain was re-appointed to the CII by Zia ul-Haqq; see section 6.1, p. 198.
394. *Nawâ-i Waqt*, 11 August 1977, reprinted in *Razâkâr* 41/32:4.
395. Muhammad Siddiq, "Ânêwalê ilekshan aur shî'a", *Razâkâr* 41/33–34:3–4 (1–8 September 1977).
396. S. Ahmad Jauhar, "Âl pârtîz shî'a kanwenshân aur maujûda sûrat-i hâl", *Razâkâr* 41/40:1–2 (24 October 1977).
397. See sections 6.1, pp. 199, 205; 6.2., pp. 208, 210, 217.
398. See section 6.1, pp. 205–07. The SMC, like the APSC, ITHS, and other Shia organisations of the pre-1979 era was never formally dissolved, however.

6. THE ZIA UL-HAQQ ERA, 1977–1988

1. Keddie, *Shi'a of Pakistan*, pp. 12–13.
2. D. Khalid, "The Final Replacement of Parliamentary Democracy", pp. 26–7.
3. According to Murtaza Pooya, the success of the PNA movement in Pakistan did encourage the *'ulamâ'* in Iran and frighten the Shah (Interview with the author, 17 November 2000). Haidar, *Velayat-e-Faqih*, concedes that Khomeini was "watching with interest the 1977 movement in Pakistan" (p. 74), but assumes that he "must have gained tremendous experience from the tumultuous year of 1977 that the people of Pakistan spent in a self-defeating movement, which lacked the backing both of an ideology and men of dependable character" (p. 76). A detailed account of the preparations of Khomeini and his supporters for a confrontation in 1977 is given by Amir Taheri, *The Spirit of Allah. Khomeini and the Islamic Revolution* (London: Hutchinson & Co., 1985), pp. 222–51.
4. A good reflection of Zia's self-view is given by the apologetic account of Shaukat Ali, *Pakistan*, pp. 195–210; see also Parveen Shaukat Ali, *Politics of Conviction. The Life and Times of Muhammad Zia-u-Haq* (London: The London Centre for Pakistan Studies, 1997), passim.
5. Murtaza Pooya, interview with the author, 13 November 2000. Pooya also claimed that Ayatollah Khamenei, President of the Islamic Republic of Iran since 1981 and later Khomeini's successor, felt very close to Zia ul-Haqq, and even tried to persuade him "to go for the leadership of the Muslim world".
6. That was true especially with respect to Zia's close alliance with both the U.S. and Saudi Arabia. On difficulties of adjusting this line with friendly relations to Iran see Harrop, "Pakistan and Revolutionary Iran", pp. 110–26; see also section 6.3, p. 226.
7. Shaukat Ali, *Pakistan*, p. 181; Shah, *Religion and Politics*, p. 222. (Ironically, Sunday was reintroduced as the weekly holiday in 1997 by the Prime Minister Nawaz Sharif, who otherwise repeatedly allied himself with the Islamist lobby; see sections 7.1, p. 246; 7.2, p. 262).
8. The twelve-member CII, approved by the Federal Government on 4 June 1977, was meant to comprise the PNA leaders Maududi, Mufti Mahmud and Ahmad Shah Nurani and to be assisted by six eminent scholars from other Islamic countries, including an unnamed *mujtahid* from Iran; see *Dawn*, 5 June 1977; *Razâkâr* 41/23–24:3+8 (16–24 June 1977).
9. *Dawn*, 30 September 1977. For a list of members see Malik, *Islamisierung*, p. 434.
10. *Dawn*, 2 October 1977. That ban was extended several times and partially lifted in 1984.
11. *Dawn*, 3 October 1977.
12. *Dawn*, 14 November and 28 November 1977.
13. *Dawn*, 29 November 1977.

14. *Payâm-i ʿAmal* 21/11:36–37 (January 1978); the others were S. Hadi Ali Shah Bukhari, S. Nasîr ul-Ijtihadi, S. ʿAbbas Haidar ʿAbidi, S. Najm ul-Hasan Kararvi, Murtaza Pooya, S. Mahbub Ali Shamsi, Ghazanfar Ali Shah and Sadiq Ali ʿIrfani.
15. Ibid.; the others concerned implementation of the well-known "three demands", problems of pilgrims and Shia mosques.
16. See sections 5.7, p. 187; 5.8, p. 194.
17. *Jasârat* (Karachi), 10 January 1978, quoted in *Razâkâr* 42/10–11:4 (8–16 March 1978).
18. Muhammad Siddiq, "Pâkistân aur Islâmî â'în", *Razâkâr* 42/10–11:3+8.
19. Bhutto stood accused for murdering a political opponent by the Lahore High Court since 11 October 1977. On 18 March 1978 a death sentence was pronounced against him, which was later upheld. He was executed on 4 April 1979.
20. Quoted in S. Mumtaz Husain Khawar, "Ham kab khâb-i ghaflat sê bîdâr hôngê", *Razâkâr* 42/16:3 (24 April 1978); see also *Razâkâr* 42/14–15:3 (8–16 April 1978). The conference was organised by a "Council for Safeguarding the Rights of the Sunnis" (*Majlis-i Tahaffuz-i Huqûq-i Ahl-i Sunnat);* see *Dawn*, 11 March 1978.
21. *Razâkâr* 42/14–15:3; the reference was to Martial Law Order No. 33 of 28 February 1978 which had extended the ban on political activities.
22. Zia named the sixteen-member Advisory Council on 14 January, including the later Foreign Minister Agha Shahi as a Shia member. On 5 July 1978 Zia appointed a twenty-one-member cabinet, followed by a twenty-four-member cabinet on 21 August (see below).
23. *Dawn*, 1 May 1978; *Razâkâr* 42/21:3 (1 June 1978). Shia *ʿulamâ'* invited to that board were Mirza Yusuf Husain (MAUSP), S. Murtaza Husain (SMC), Shaikh Jawad Husain (SMUP) and S. Mahdi Hasan ʿAlavi (ITHS). Sunni members included such hard-liners as Nur ul-Hasan Bukhari (TAS) and Zia ul-Qasimi (later a leader of the *Sipâh-i Sahâba*).
24. Separate *dînîyât* were first abolished in classes 6–8 and since 1979 in classes 9–10 (S. Husain ʿArif Naqvi, personal communication).
25. *Payâm-i ʿAmal* 22/4:32 (June 1978); *Razâkâr* 42/24:3 (24 June 1978). Maududi had been among those Sunni religious leaders who had long since approved to separate *dîniyât* for Shias. The SMC also recalled the position of Mufti Muhammad Shafiʿ in favour of them (see section 4.5, p. 141).
26. S. Naubahar Shah, son of the late SPP leader S. Sikandar Husain Shah, has even claimed that separate *dînîyât* were abolished "with consent of the Shias" (Interview with the author, 23 January 2001). Nosheen Ali, "Outrageous state", paragraph 42 (no page numbers in online edition) quotes a Shia leader (Abbas Husain) with the words: "...a separate curriculum for Shias was eventually introduced ... in the 1970s. But the person who was grading the Shia section of the *Islâmîyât* syllabus remained Sunni, so Shias were easily singled out for discrimination. In the exam that one has to take to join the Civil Service, Shia youth particularly suffered as the rate of failure increased. And so, access to government jobs decreased. It was at this point that Punjabi Shia youth told the Tehrik-e-Jafaria Pakistan: we are suffering because of your policies. So finally, Shias themselves got rid of the separate curriculum that they had worked so hard to introduce." Note: The TNFJ, founded in April 1979 (see below) was renamed *Tahrîk-i Ja'farîya Pakistan* (TJP) only in 1993 (see section 7.1, p. 278).
27. *Dawn*, 3 March and 4 March 1978.
28. *Dawn*, 16 March 1978.
29. *Razâkâr* 43/10–11:1 (8–16 March 1979); on special Shia rules for *hudûd* see below, Fn 55; for *zakât* see section 6.2, p. 210.
30. According to Muhammad Husain Akbar, the influence of Safdar Husain Najafi, (see below) had been decisive for bringing about the conference; see *Misbâh ul-Qur'ân*, 1/1990, p. 57; also Bukhârî, *Muhsin ul-Millat*, p. 48.

31. See report in *Razâkâr* 42/22:1–2, 4 (8 June 1978).
32. But not in the 1973 constitution before the amendment of its Article 203 in 1980; see section 6.2, p. 214, and Fn 95 to chapter 5 (p. 408).
33. Translation from *Razâkâr* 42/22:4 (8 June 1978).
34. *Razâkâr* 42/22:1.
35. Muhammad Siddiq, "Fiqh-i jaʿfarîya kânfarans aur Maulâna Muhammad Bashîr", *Razâkâr* 42/34–35:3+8 (8–16 September 1978).
36. The *majlis* was held on the occasion of the death of Ansari's wife. The only noteworthy supporter of his claim to leadership was then S. ʿIrfan Haidar ʿAbidi, a popular *zâkir* from Sindh. See *Razâkâr* 42/32:4 (24 August 1978); on I. H. ʿAbidi see section 6.2, p. 217.
37. For example, *Razâkâr* 42/40:5 (24 October 1978) reported the meeting of a delegation of his *Shîʿa Islâmî Jamâʿat* with A. K. Brohi, then Minister of Education.
38. S. Muhammad Raziy (1913–99), a grandson of the famous *mujtahid* Najm ul-Hasan (see section 1.3, p. 26), was a great orator and scholar of Arabic literature born in Lucknow. After completing his studies in Najaf (1939–1941) he became chief instructor at the *Madrasat Nâzimîya* Lucknow. In 1948 he moved to Karachi, where he was Secretary-General of the *Jâmiʿat ʿArabîya* for some time and founded a Husaini Highschool. He remained sympathetic to Zia ul-Haqq throughout his rule and was appointed to his *Majlis-i Shûrâ* in 1982; see Naqvi, *Tazkira*, pp. 303–4; Chaman, *Mêrî yâdgar mulâqâtên*, pp. 125–42.
39. Nasr, *Vanguard*, p. 191; that cabinet was dissolved on 21 March 1979.
40. K. M. Arif, *Working with Zia. Pakistan's Power Politics 1977–88* (Karachi: Oxford University Press, 1995), pp. 287–9.
41. Among them were Najm ul-Hasan Kararvi, Muhammad Bashir Ansari, Mirza Yusuf Husain, Shabih ul-Hasnain Muhammadi and ʿAqîl Turabi (S. Husain ʿArif Naqvi, personal communication; see also *The Frontier Post*, 1 October 1992). The Pakistani Shia press had mainly appealed to the Shah to make concessions to the religious leadership in the framework of the existing regime; see for example Sha'iq Ambalvi, "Shîʿîyân-i Pâkistân marâjiʿ-i ʿuzâm kê sâth hain", *Asad* 10–18 August 1978, quoted in *Razâkâr* 42/30–31:2 (8–16 August 1978).
42. S. Nasîr Husain Naqvi (transl.), "Hukûmat-i Islâmî yâ wilâyat-i faqîh", parts I+II, *al-Muballigh* 16/1: 8–15 (February 1972); 16/2:7–14 (March 1972).
43. Bukhârî, *Muhsin ul-Millat*, p. 162; Agha S. Ali al-Musavi, "ʿAllâma S. Safdar Najafî, mêrê ʿazîz dôst", *Misbâh ul-Qur'ân* 1/1990, pp. 24–30, here page 27; see also section 5.6, p. 172.
44. The 1975 invitation was conveyed by Seth Nawazish Ali, one of the main sponsors of the *Jâmiʿat ul-Muntazar* and later managing trustee of the *Misbâh ul-Qur'ân Trust*, during a visit to Najaf; see Seth Nawazish Ali, "ʿAllâma S. Safdar Husain Najafî, chand yâdên—chand bâtên", *Misbâh ul-Qur'ân*, 1/1990, pp. 18–23, here pp. 20–21.
45. See section 6.2, p. 216.
46. Muhammad Ali Naqvi was born near Lahore in 1950 and assassinated in 1995. His father, S. Amîr Husain, who had taught in the *Jâmiʿat Imâmîya* Lahore and served as a preacher among Khoja Twelver Shia emigrants in East Africa, was related to Safdar Husain Najafi through marriage of his sister. Muhammad Ali had been one of the founders of the ISO and its Central Chairman 1976–7. Although working as a medical doctor since 1978, he remained very much involved in the activities of the ISO until his death. See his biography from T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, passim.
47. See sections 6.2, pp. 212–13; 6.3, pp. 221–22, 229; from late 1978 onwards, the ISO organ *Râh-i ʿAmal* (Lahore) has strongly reflected the "Iranian" line, which has been upheld by its successor, the monthly *al-ʿÂrif* (Lahore), since 1989.
48. Interview with Hafiz S. Muhammad Sibtain Naqvi, chairman of the *Wafâq* 1991–94, in *al-Qâ'im* May–June 1992, pp. 7–9.; see also an interview with Hafiz Riyaz Husain, al-*Qâ'im*, Wafâq-i ʿUlamâ'-i Shîʿa-i Pâkistân Number, n.d. [1986], pp. 5–18., here p. 6.

49. He was born in Alipur (Muzaffargarh Dist.) in 1941. Being a nephew of the pioneer of Shia *dînî madâris* S. Muhammad Yar Shah, he had joined the *Jâmi'at ul-Muntazar* since 1957, interrupted only by a stay in Najaf for attending *dars-i khârij* from 1963 to 1969. Thereafter he became vice-principal of the *Jâmi'at ul-Muntazar* and its principal after the death of Safdar Husain Najafi in December 1989; see his interview quoted above and Naqvi, *Tazkira*, pp. 127–8.
50. See section 6.2, p. 218.
51. *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kê aghrâz-o-maqâsid*, Lahore, n.d. [1979].
52. I could not find out anything about that organisation, presumably a "paper organisation" on the lines described in section 5.8, pp. 192–93, or a leftover from the AISPC (see section 1.3, p. 30).
53. S. Jamil Husain Rizvi, "Qaum kê ittihâd kê muta'alliq", *Razâkâr* 42/48:4 (24 December 1978). On the 1971 merger initiative see section 5.4, pp. 157–58.
54. These ordinances were: Prohibition (Enforcement of Hadd) Order 1979; The Offence of Zina (Enforcement of Hadd) Ordinance 1979; The Offences Against Property (Enforcement of Hadd) Ordinance 1979; and The Offence of Qazf (Enforcement of Hadd) Ordinance 1979; see Haydar, "Politicization", pp. 78, 92. For details on these laws and their implementation see Kennedy, *Islamization of Laws*, pp. 41–3, 55–66, 71–4.
55. According to the *fiqh-i ja'farîya*, only three fingers of the left hand can be amputated in that case instead of the whole hand as in Hanafi *sharî'a* law; see Qureshi, "The Politics of the Shia Minority in Pakistan", p. 126.
56. *Razâkâr* 43/10–11:1 (8–16 March 1979).
57. "Nizâm-i Hanafî?", *Hurrîyat* (Karachi), 13 February 1979, quoted in *Razâkâr* 43/10–11:1 (8–16 March 1979). Such benches were disbanded in 1980 and a "Federal Shariat Court" was established instead; see Kennedy, *Islamization*, pp. 35–37.
58. *al-Muballigh* 23/1–2:10–11 (February–March 1979); *Razâkâr* 43/10–11:1.
59. See section 5.3, p. 154. Ihtisham ul-Haqq had also switched his allegiance from opposition to support of the PPP some years earlier.
60. On the 1951 *'ulamâ'* conference see section 3.2, p. 69.
61. *Musâwâ*t (Lahore), 26 February 1979, quoted in *Razâkâr* 43/10–11:3 (8–16 March 1979).
62. *Nawâ-i Waqt*, 7 March 1979, quoted in *Razâkâr* 43/10–11:3.
63. Its members were the same persons as in December 1977 (see above, p. 199, and Fn 14, p. 423) plus Mufti Ja'far Husain; only S. Hadi Ali Shah was replaced by S. Nusrat Ali Shah (*Payâm-i 'Amal* 23/2:25).
64. *Razâkâr* 43/10–11:3.
65. *Razâkâr* 43/14–15:8. Other resolutions demanded amendments of the February 10 ordinances and the addition of a paragraph to the 1973 constitution which would assure that Islamic laws would be applied on each sect according to its own interpretation of Koran and Sunna.
66. Ibid.
67. The Bhakkar Tehsil (1979 still part of the Mianwali Dist.) is one of the few areas in Pakistan with a majority of Shia population apart from Gilgit-Baltistan and the Kurram Agency.
68. S. Wazarat Husain, born 1928 in Saharanpur (U.P.), had migrated to Bhakkar in 1947 and had started practicing as a lawyer in 1959. In the 1960s he had headed the "Council Muslim League" in the Bhakkar Tehsil. In 1973 he mobilised donations from Shia dignitaries to build the *Qasr-i Zainab*, a replica of the tomb of Zainab in Damascus visited by Shia pilgrims from all over Pakistan, in the town. Since 1979 he has remained in the forefront of Shia communal organisations, becoming Senior Vice-President of the TJP in 1998 (Interview with the author, 8 January 2001).

69. Hafiz Riyaz Husain, "'Allâma S. Safdar Najafî, qaumî khidmât", *Misbâh ul-Qur'ân* 1/1990, pp. 11–17, here p. 15; Bukhârî, *Muhsin ul-Millat*, p. 48. Both sources refer to a convention of Shia *anjumans* from all over Pakistan in Gujranwala shortly after the *Fiqh-i Ja'farîya* Conference in Sargodha (see above, p. 200) where the decision to set up a TNFJ under the leadership of Mufti Ja'far Husain was taken.
70. Khadim Husain Leghari, "Shî'îyân-i Haidar-i karrâr kâ ijtimâ'-i 'azîm", *Razâkâr* 43/17:1+4, wrote about estimates "up to one million participants". S. Wazarat Husain claimed participation of "7–800,000" (Interview with the author, 8 January 2001) S. Husain 'Arif Naqvi, who had also attended the convention, estimated that only 25–30,000 Shias had gathered in Bhakkar (personal communication, November 2000). I was not able to find reports from neutral sources.
71. Translation: "What do the Shia masses want? One centre, one message!"
72. Translated from *Razâkâr* 43/16:1 (24 April 1979). The speech was also published as a pamphlet by the *Majlis-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya* Bhakkar (1979).
73. *Razâkâr* 43/17:1 (1 May 1979). S. Muhsin Naqvi, a famous poet and *zâkir* from Bhakkar, was murdered in 1995.
74. Translated from *Payâm-i 'Amal* 23/4:24 (June 1979). The 15 resolutions are also reproduced in *Razâkâr* 43/16:3 (24 April 1979).
75. See section 3.1, p. 59.
76. See section 4.5, pp. 138, 144.
77. See section 5.5., p. 164. Moreover, in August 1977 both Mufti Ja'far Husain and the SMC leadership had opted for supporting the PNA; see section 5.8, pp. 194–95.
78. See section 6.2, pp. 216–27.
79. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp 98–99.
80. *Musâwî* can also be translated "just" or "suitable".
81. *Payâm-i 'Amal* 23/4:25 (June 1979). On the Shia *azân* see 5.8, p. 188.
82. *Payâm-i 'Amal* 23/4:26; according to *Razâkâr* 43/17:4 promises for much more donations were made at that day, including Rs. 70,000 from Shias of Sargodha, Rs. 40,000 from Multan and Rs. 15,000 from Islamabad. Most of these never materialised, and the project was never followed up; see section 6.2, pp. 211–12.
83. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 73. All of its members were *'ulamâ'*. A list of the original TNFJ Supreme Council members could not be obtained, but according to S. Wazarat Husain there was little or no difference to its composition as given in Fn 186 (p. 431).
84. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 73; its other members were Hafiz Riyaz Husain and Sha'iq Ambalvi (Lahore), S. Imdad Husain Shah Hamadani (Sargodha), Col. (retd.) Muhammad Khan (Chakwal), and S. Iqtidar Ali Mazhar (retd. Secretary of Information Department NWFP; Peshawar).
85. Author's interview with S. Wazarat Husain, 8 January 2001. According to S. Hamid Ali Musavi, the statutes were passed only at a session of the TNFJ Executice Committee in Sialkot on 20 October 1982 (Interview in *al-Qâ'im* 5/1985, p. 13).
86. *Dastûr al-'Amal Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya-i Pâkistân* (Gujranwala: Shu'ba-i Nashr-o-Ishâ'at-i Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya-i Pâkistân, n.d. [1980?]), p. 2. The wording is reminiscent of Article 5 of the Constitution of the Islamic Republic of Iran, which was finalised in November 1979.
87. *Dastûr al-'Amal*, p. 2.
88. See sections 6.3, pp. 219–20. 7.3, pp. 270–72.
89. *Nawâ-i Waqt*, 27 April 1979; T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 74.
90. Ibid.; the other Shia leaders attending the talks were Qizilbash, S. Hadi Ali Shah Bukhari and Sha'iq Ambalvi (APSC); Jamil Husain Rizvi and Sadiq Ali 'Irfani (SMC); S. Mahbub

Ali Shamsi and S. Kazim Ali Shah (ITHS); S. Ghazanfar Ali Shah, Murtaza Pooya, S. Nasîr ul-Ijtihadi, S. ʿAbbas Haidar ʿAbidi; S. ʿInayat Ali Shah and ʿAqîl Turabi (*Razâkâr* 43/18–19:1; 8–16 May 1979).

91. Ibid. and T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 75–6.
92. Ibid., p. 76.
93. According to the report in *Dawn*, 6 May 1979, Mufti Jaʿfar Husain had withdrawn his resignation during the meeting. Although he did not attend any session of the CII after expiry of the April 30 ultimatum, he never entirely removed the misunderstanding until a June 1980 interview with *Nawâ-i Shîʿa*; see quotations from that interview and a commentary from Muhammad Siddiq in *Razâkâr* 44/25:1+3 (1 July 1980).
94. *Nawâ-i Waqt*, 7 May 1979; the demand was repeated at numerous press conferences throughout 1979 and the following years.
95. *Dawn*, 5 May 1979; according to Mirza Yusuf Husain he was still a member of the CII when joining an official *ʿulamâʾ* delegation to Iran in February 1980 (see below and Dogar, *ʿAllâma Mîrzâ Yûsuf Husain Lakhnâwî sê 300 suʾâl*, p. 27); see also *Razâkâr* 44/25:3.
96. *Dawn*, 1 June 1979. Sunni participants included Pir Karam Shah, Zafar Ahmad Ansari, Zia ud-Din Ahmad, Abd ul-Khaliq Ishaq, Muhammad Taqi ʿUsmani, Abd ul-Quddus Hashimi and Muhammad ʿUmar.
97. Mirza Yusuf Husain, "Daura-i Irân-o-ʿIrâq kâ maqsad", *Razâkâr* 44/17:3 (1 May 1980). According to that account, the Committee remained inactive from July to October 1979.
98. On 25 May it had been announced that such an ordinance would be issued "within a few days"; see *Dawn*, 26 May 1979. On the meaning of the *ʿushr* tax, see below.
99. U.S. Embassy Report, 9 July 1979, reproduced facsimile in *Documents from the U.S. Espionage Den*, Vol. 46, "Pakistan-2" (Tehrân: Dâneshjûyân-e Mosalmân Pîrû-ye Khatt-e Emâm, 1980), p. 87. After the formation of a Central Zakat Council to supervise *zakât* collection and disbursement, arrangements for the constitution of District and Tehsil Zakat Committees were finalised on 1 July and rules for local *zakât* bodies were approved on 19 July (*Dawn*, 2 July and 20 July 1979).
100. *Documents from the U.S. Espionage Den*, Vol. 46, (Pakistan-2), p. 88; *Mashriq* (Lahore), 3 July 1979, quoted in *Razâkâr* 43/26–27:8 (8–16 July 1979).
101. Ibid. and *Razâkâr* 43/30–31:1 (8–16 August 1979).
102. *Dawn*, 7 July 1979.
103. *Razâkâr* 43/33:1 (1 September 1979); *Payâm-i ʿAmal* 23/8:15–16 (October 1979).
104. Among them were the ITHS Chairman S. Azhar Hasan Zaidi and the former SPP Chairman ʿAbbas Haidar ʿAbidi; see *Razâkâr* 43/34–35:6 (8–16 September 1979).
105. *Hurrîyat* (Karachi), 9 June 1979, quoted in *Razâkâr* 43/24:4 (24 June 1979).
106. See section 5.7, p. 187; 5.8, pp. 194–95.
107. Jumʿa Khan, "Muftî Mahmûd Yazîd kê sâth yâ Husain kê tarafdâr?", *Amn* (Karachi), 13 June 1979, quoted in *Razâkâr* 43/26–27:1–2; Muhammad Siddiq, "Muftî Mahmûd âpnê aslî rûp mên", *Razâkâr* 43/26–27:3 (8–16 July 1979).
108. Jumʿa Khan in the article quoted above mentioned the civil law left by the British, martial law and law of *sharîʿa* courts in some areas and cases; so did Mirza Yusuf Husain (see Fn 22); S. ʿArif Husain al-Husaini later referred to the customary law in the Tribal Agencies as a fourth different kind of law implemented in Pakistan (T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 125).
109. *Sadâ-i Baltistân* (Karachi), 16 June 1979, quoted in *Razâkâr* 43/25:4; the reference is to a press conference of Mufti Jaʿfar Husain in Karachi.
110. Mirza Yusuf Husain, "Nûrânî Miyân kî nâʾî mantiq", *Razâkâr* 43/36:1.
111. Interview with Mufti Jaʿfar Husain in *Nawâ-i Shîʿa*, June 1980, quoted in *Razâkâr* 44/25:1; interview with S. ʿArif Husain by Abuʾl-Intisar (*Razâkâr*), Chiniot 29 December 1984, reproduced as a pamphlet *Haqîqat-i hâl*, p. 13.

112. Khalid, "The Final Replacement of Parliamentary Democracy", pp. 16–38.
113. On the inauguration speech of Zia ul-Haqq see *Dawn*, 10 October 1979; text of the joint declaration of the seminar, which called, among other things, for the application of *ijtihâd* in matters of Islamic law, in *Dawn*, 12 October.
114. Ibid.
115. Mirza Yusuf Husain, "Daura-i Irân-o-ʿIrâq kâ maqsad", *Razâkâr* 44/17:3 (1 May 1980). Those who attended were Mufti Jaʿfar Husain, Mirza Yusuf Husain, S. Muhammad Raziy, Ibn Hasan Najafi, Najm ul-Hasan Kararvi, S. Hadi Ali Shah Bukhari, Jamil Husain Rizvi, Murtaza Pooya, Muhammad Murtaza (Islamabad), Dr Sibt ul-Hasan (Rawalpindi), Muhammad Rafiq Bangash (Peshawar) and S. Badshah Husain (Parachinar); also the Ministers for Religious Affairs (Mahmud A. Harun) and Railways (General S. Jamal Mian) and the CII Chairman Muhammad Afzal Cheema (ibid. and Dogar, *300 su'âl*, p. 20).
116. S. Muhammad Raziy claimed at that meeting that there was "no *mujtahid* in Pakistan" (Dogar, *300 su'âl*, p. 22). Yet the same *ʿâlim* always used to refer to himself as "Muhammad Raziy Mujtahid", even when answering on the telephone (Author's interview with Murtaza Pooya, November 2000).
117. At a press conference on 17 April 1980, he claimed that he had rejected the proposal because he knew the rulings of the Shia *marâjiʿ* on *zakât* well (*Razâkâr* 44/17:3). Later he spoke of an attempt by Zia ul-Haqq to bribe him with that offer for travelling on government expense (Interview with *Nawâ-i Shîʿa*, June 1980, quoted in *Razâkâr* 44/25:1; 1 July 1980). By contrast, Mirza Yusuf Husain claimed that Mufti Jaʿfar Husain had tacitly agreed (Dogar, *300 su'âl*, p. 24).
118. Ibid., pp. 25–6.
119. Ibid., pp. 26–7.
120. Mirza Yusuf Husain, "Daura-i Irân-o-ʿIrâq kâ maqsad", *Razâkâr* 44/17:3.
121. Dogar, *300 su'âl*, pp. 16, 27.
122. *Razâkâr* 44/17:3 (1 May 1980); *Razâkâr* 44/25:1 (1 July 1980). Members of the TNFJ Supreme Council had been appointed by Mufti Jaʿfar Husain himself; see section 6.1, p. 206.
123. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 101, 105; *Razâkâr* 44/21:2 (1 June 1980).
124. See section 4.3, p. 117.
125. Iʿjaz Husain Mirza, "Muftî sâhib qibla kî mukhâlafat kyûn?", *Razâkâr* 44/17:6 (1 May 1980); interview with Mufti Jaʿfar Husain in *Nawâ-i Shîʿa*, June 1980, quoted in *Razâkâr* 44/25:1.
126. Apart from Mufti Jaʿfar Husain, he is possibly referring to the TNFJ Supreme Council.
127. Translation from Jamshid Ali Baluch, "Bê-bâk tabsira", *Razâkâr* 44/21:2+4.
128. Interview in *Nawâ-i Shîʿa*, June 1980, quoted in *Razâkâr* 44/25:1.
129. The editor of *Razâkâr* even reported that Mufti Jaʿfar Husain came to his office several times and apologised for his failure to answer all letters because of his duties such as writing, holding *majâlis* and administrating *dînî madâris*, only to be told that he should have thought about that when accepting leadership in Bhakkar. The Mufti then allegedly replied that "everybody has his shortcomings"; see Muhammad Siddiq, "Kuch rahbar-i millat kê mutaʿalliq", *Razâkâr* 44/18–19:3+6 (8–16 May 1980).
130. Among them were Mirza Yusuf Husain (MAUSP), Jamil Husain Rizvi and Ali Muhammad Khwaja (SMC), S. Hadi Ali Shah Bukhari (APSC) and Lt. Col. (retd.) S. Fida Husain (ITHS); see Iʿjaz Husain Mirza, "Muftî sâhib qibla kî mukhâlafat kyûn?", *Razâkâr* 44/17:6 (1 May 1980).
131. Haydar, "Politicization", p. 82.
132. *Dawn*, 21 June 1980; Haydar, "Politicization", pp. 79–80, gives the date mistakenly as 30 June. The provisions of this ordinance relating to *ʿushr* did not come into force until 1983 (see below).
133. Malik, *Islamisierung*, pp. 143–50.

134. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 77. On Muhammad Baqir as-Sadr, who was executed together with his sister on 9 April 1980, see Chibli Mallat, *The Renewal of Islamic Law. Muhammad Baqer as-Sadr, Najaf, and the Shi'i International*, (Cambridge: Cambridge University Press, 1993).
135. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang kâ aghâz", p. 241.
136. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 102. The total number of participants at the Islamabad Convention, including local Shias from the capital and Rawalpindi, has generally been estimated as having reached at least 150,000.
137. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 242.
138. Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, pp. 42–3. *Dawn*, 3 July 1980, reported that Zia had told Mufti Ja'far Husain that Shias would be free to make their own arrangements for the collection, administration and disbursement of *zakât*.
139. Its text is included in a pamphlet of Shabih ul-Hasnain Muhammadi, *Yâddâsht jisê Jenrâl Muhammad Ziyâ' ul-Haqq … kî khidmat mên … 3 July 1980 kô pêsh kiyâ*, pp. 5–6. Other members of the delegation included Haidar Ali Mirza (Shia Youth League), Asghar Ali Shamsi (SPP) and Khaqan Babar (APSC) (ibid., p. 4).
140. Ibid., p. 3. Shabih ul-Hasnain even claimed that due to the influence of the MAUSP delegation policemen were disarmed to prevent bloodshed during the convention (ibid., p. 4); see also Dogar, *300 su'âl*, pp. 17–18.
141. Muhammad Husain Shad of Shorkot (Jhang Dist.) was killed by a teargas shell and became famous as the "First Martyr for the *fiqh-i ja'farîya*".
142. Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, pp. 43–5; according to T. R. Khân, Mufti Ja'far Husain himself had ordered the siege of the Secretariat (*Safîr-i nûr*, p. 79; *Safîr-i inqilâb*, p. 103).
143. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", pp. 242–43; Munir D. Ahmed writes that at least one Corps Commander is said to have threatened to occupy the military General Headquarters in Rawalpindi, should any action against the demonstrators be taken ("Shi'is of Pakistan", p. 282; see also Haydar, "Politicization", p. 92 Fn 23). Four months earlier a conspiracy to assassinate Zia ul-Haqq during the 23 March Pakistan Day parade had been pre-empted. Among the ringleaders arrested was the Shia Major General (retd.) Tajammul Husain Malik, founder of an "Islamic Revolution Party" (1979). He was released after Zia's death in October 1988; see Tajammul Hussain Malik, *The Story of my Struggle*, (Lahore: Jang Publishers, 1991), pp. 233–7; Burki & Baxter, *Pakistan under the Military*, p. 160.
144. Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, p. 45. Mufti Ja'far Husain was accompanied by Safdar Husain Najafi, S. Gulab Ali Shah, the advocate S. Shabbir Husain Naqvi (then Secretary-General of the TNFJ), and Lt. Col. (retd.) S. Fida Husain Naqvi (ibid.).
145. Reproduced facsimile in T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 83.
146. Mushahid Hussain, *Pakistan's Politics. The Zia Years*, (Delhi: Konark Publishers, 1991), p. 114.
147. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 243.
148. *Dawn*, 16 September 1980. The announcement had been preceded by several days of discussions with prominent scholars and *'ulamâ'* from all sects where unanimous agreement was reached.
149. Quoted from Qureshi, "The Politics of the Shia Minority", pp. 127–8 (italics added). His source is Circular 3750 CD2(6) Section 1(3) issued by the Minister of Finance, Central Zakat Administration, Islamabad (*Dawn*, 20 June 1982).
150. *Dawn*, 18 September 1980; Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, p. 956.
151. See sections 3.2, p. 74, and Fn 47 to chapter 4 (p. 387).
152. *Dawn*, 18 September 1980; *Pakistan Penal Code (Act No XLV of 1860), 1983 Edition*, (Lahore: Law Times Publications), p. 87.
153. *Razâkâr* 45/8:2 (Resolution No. 2). It was argued that existing clauses in Chapter 25 PPC

were sufficient. Other points of criticism were that the term *sahâba* was not explained clearly and the wording "by any imputation, innuendo or insinuation", which would give the police a tool to intimidate Shia preachers. At that time lawsuits had already been filed against some Shia preachers for violating the ordinance.

154. *Razâkâr* 45/8:2 (Resolution No. 1).
155. Malik, *Islamisierung*, pp. 139–40.
156. Interview with Mufti Ja'far Husain, 30 July 1982, quoted in *Razâkâr* 46/30–31:5; *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kâ tîsra sâlâna târîkhî ijtimâ', mukhtasar rîpûrt*, 22–23 Mârch 1984, p. 50; Mayer, "Islamization and Taxation in Pakistan", p. 73. (The regulation was abolished after 1983).
157. Ibid., pp. 73–5.
158. Resolution No. 1 of the Third Annual Convention of the *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a* (Lahore, March 1984) claimed that taxation of Shia landlords was 50 per cent higher for lands from 2.5 to 12.5 acres, 100 per cent for 12.5 to 25 acres, 150 per cent for 25 to 150 acres and 200 per cent for lands above 150 acres; see *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kâ tîsra sâlâna târîkhî ijtimâ', mukhtasar rîpûrt*, pp. 50–51. According to S. Iqbal Husain Kermani (himself a Shia landlord) the figures were much exaggerated (Interview with the author, 1 February 2001).
159. *Razâkâr* 45/20:3–4 (24 May 1981); 45/25–26:2 (1–8 July 1981). For details on these funds and their distribution during the first five years see Malik, *Islamisierung*, pp. 118–36.
160. *Razâkâr* 45/20:3, quoting from criticism of his appointees for the NWFP in *Shihâb-i Thâqib* (Peshawar), 8–16 April 1981.
161. *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kâ tîsra sâlâna târîkhî ijtimâ'*, pp. 41–42; see also Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, p. 58.
162. For such an appeal from Mufti Ja'far Husain of December 1980 see *Razâkâr* 45/1–2:8; also a strong-worded appeal from Shaikh Akhtar 'Abbas of March 1985 in *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kê chôthê sâlâna ijtimâ' kî tafsîlî rîpûrt*, (Lahore, 1985), p. 9.
163. Malik, *Islamisierung*, p. 140; Shirazi, *System of Zakât in Pakistan*, p. 39. Only in December 1999 the Supreme Court of Pakistan decreed that Sunnis as well as Shias had the right to apply for exemption from *zakât* deduction.
164. Malik, *Islamisierung*, p. 181.
165. Ibid., p. 189.
166. Ibid., p. 201.
167. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", pp. 243–4; see also section 6.4, pp. 231, 236.
168. Malik, *Islamisierung*, pp. 25264.
169. The *Wafâq ul-Madâris ash-Shî'a*, formed at a session in the *Jâmi'at ul-Muntazar* on 29–30 March 1979, was the first effective organisation for supervising all Shia *dînî madaris* and unifying their curricula. In April 1981 Safdar Husain Najafi was elected its chairman; see *Hauza-i 'Ilmîya Jâmi'at ul-Muntazar kâ ta'âruf*, p. 9; for its predecessors ibid., p. 9, and section 4.4, p. 126.
170. The decision was taken on 12 September 1982 (Malik, *Islamisierung*, p. 201). A notification from the University Grants Commission sent to directors of *dînî madâris* was dated 17 November 1982 (reproduced ibid., p. 445). It acknowledged, among others, the degree "Sultân ul-Afâzil" issued by the *Wafâq ul-Madâris ash-Shî'a* as equivalent to the M.A. in Arabic and Islamic Studies for the purpose of teaching Arabic and Islamic Studies in colleges and universities and for pursuing higher studies in these subjects.
171. See sections 6.3, p. 223; 6.4, p. 231.
172. In the 1980s Iranian Cultural Centres were working in Islamabad, Karachi, Hyderabad, Lahore, Peshawar, Quetta and Multan. In the 1990s some of these centres and their staff have become the target of terrorist or mob attacks.

173. During a visit to Qom and Mashad, March 1994, I was told that some 1,000–1,500 Pakistani *tulabâ* were studying at Iranian religious schools at that time. Presumably the number was smaller in the 1980s.
174. A delegation of the *Jâmi'at ul-Muntazar* visiting Iran had asked Khomeini to dispatch a *mujtahid* qualified to give lessons of *dars-i khârij* to Lahore already in April 1979. Ayatollah Husain Nuri came to inspect the *madrasa* but was not ready to stay in Pakistan; another Iranian cleric even asked "whether there was electricity in Pakistan"; see Seth Nawazish Ali, "'Allâma S. Safdar Husain Najafî, chand yâdên—chand bâtên", *Misbâh ul-Qur'ân*, 1/1990, pp. 20–21, and Agha S. Ali al-Musavi, "Allâma S. Safdar Najafî, mêrê 'azîz dôst", ibid., pp. 26–7.
175. See complaints from early 1984 in *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kâ tîsra sâlâna târîkhî ijtimâ'*, pp. 18–21, blaming the government for expelling Ayatollah Taheri "following her master's voice" (i.e. the U.S.). Yet he came back every year for delivering lectures up to 1996 (Author's interview with Nusrat Ali Shahani, 21 January 2001).
176. Muhammad Siddiq mentioned diatribes against Mufti Ja'far Husain sent to him for publication in *Razâkâr* before September 1980 by Mirza Yusuf Husain, Ali Ghazanfar Kararvi, Sajjad Husain Bukhari and Shabih ul-Hasnain Muhammadi (*Razâkâr* 44/33:1).
177. Shabih ul-Hasnain Muhammadi, *Yâddâsht* (see above, Fn 139), p. 2.
178. Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, p. 57.
179. Interview with Sha'iq Ambalvi in *al-Qâ'im*, April 1985, pp. 9–24, here pp. 22–3. On reason may have been that Mufti Ja'far Husain had made the same Ambalvi, who had been his friend since four decades, Secretary-General of the TNFJ at that time.
180. Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, p. 59; Kâzimî, *Muftî Ja'far Husain*, p. 75.
181. Ibid., quoting from an interview with Safdar Husain on 22 August 1983.
182. List of all members in Malik, *Islamisierung*, p. 435.
183. Many Shias had protested against the appointment of Kararvi for lack of qualification (*Razâkâr* 45/29–30:4). Talib Jauhari (b.1939) hailed from Bihar and had been a college lecturer in Karachi as well as the principal of the *Jâmi'at Imâmîya* there; see Naqvî, *Tazkira*, p. 308.
184. No successor for Jamil Husain Rizvi was found for at least one year. Anyhow the SMC had become more or less obsolete since the Bhakkar Convention. Chairmen of what had remained from the SMC in the 1980s and 1990s included his son S. Talib Haidar Rizvi, S. 'Abbas Husain Gardezi (Multan) and S. Mazhar 'Abbas Zaidi (Karachi).
185. He died on 24 September 1982; see obituaries in *Razâkâr* 46/37:2 (1 October 1982); 46/41:2 (1 November 1982). Muzaffar Ali Khan left no male heir. His daughter Afsar Riza Qizilbash entered the National Assembly as a member of the Muslim League in 1985 on one of the reserved seats for women and became a minister in the Junejo government 1985–8. In 1988 she contested and lost the NA elections on a PPP ticket; see Anjum, *Siyâsat kê fir'aun*, pp. 259–60.
186. A list of members of the TNFJ Supreme Council published shortly after it session in Gujranwala on 15 June 1982 was as follows: Safdar Husain Najafi, Hafiz Riyaz Husain and Akhtar 'Abbas (Lahore); Taj ud-Din Haidari (Gujranwala); Sajid Ali Naqvi (Rawalpindi); Muhammad Husain Dhakko and Nasîr Husain Najafi (Sargodha); Malik I'jaz Husain (Khushab); S. 'Ashiq Husain (Ahmadpur Sial); S. Gulab Ali Shah (Multan); S. Muhibb Husain (Bahawalpur); Thamar Husain Zaidi (Hyderabad); Talib Husain Jauhari and S. Raziy Ja'far Naqvi (Karachi); Husain Bakhsh and Ghulam Hasan (Jara); S. 'Abid Husain Shah (Parachinar); Jawad Husain (Hangu); Mirza Muhammad Alim (Peshawar); Agha Tawassuli (Quetta); Kifayat Husain (Muzaffarabad, AJK); Ghulam Haidar (Gilgit); Ghulam Muhammad and S. Ali Musavi (Skardu); taken from a TNFJ pamphlet, *Islâmâbâd shî'a kanwenshan kî dûsrî sâlgirah aur hukûmat kê wa'da-îfâ'î kâ hâl*, (Lahore 1982).

187. In August 1980 Khomeini had called for the overthrow of three regimes allied to the West in the region, including that of Pakistan; Radio Tehran had dubbed Zia ul-Haqq a "stooge of the Americans" (*Dawn*, 4 September 1980; *Kuwait Times*, 10 September 1980). Such polemics cooled down somewhat after Iraq's attack on Iran in September that year.
188. Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, pp. 51–5 (including the text of a press conference he gave in Qom).
189. Press conference of Mufti Ja'far Husain on 22 December 1981, *Nawâ-i Waqt*, 23 December 1981.
190. Ibid. On the *Majlis-i Shura*, which held only ten sessions from January 1982 to July 1984, see Shah, *Religion and Politics*, pp. 273–74. Among the Shia *'ulamâ'* appointed as members were S. Muhammad Razîy and Shabih ul-Hasnain Muhammadi, but no TNFJ members.
191. Muhammad Siddiq, "Tanzîm-i nau kî zarûrat", *Razâkâr* 45/48:3 (24 December 1981); Shuja' Malik, "Wafâqî tanzîm kî zarûrat", *Razâkâr* 46/10–11:4 (8–16 March 1982); S. Asif Husain Shirazi, "Tanzîm-i nau kî zarûrat", ibid., pp. 4+6; S. Ali Shah Bukhari, "Shî'a qiyâdat kâ fuqdân", ibid., p. 6.
192. *Razâkâr* 46/13–14:3–5. Its convenor was 'Aqîl Turabi, a member of the *Tahrîk-i Istiqlâl* of Air Marshall (retd.) Asghar Khan. On his activities see also Qureshi, "Politics of the Shia Minority", pp. 128–30.
193. He was born in Khairpur in 1950 and had obtained a degree in political science from Karachi University. Since the late 1970s he became one of the most popular *zâkirs* in Pakistan. During the 1980 Islamabad Convention he gave full support to the TNFJ. He died in a road accident in 1998; see Chaman, *Mêrî yâdgar mulâqâtên*, pp. 268–81; see also Fn 196.
194. Interview with *Sang-i Mîl* (Multan), 9 April 1982, quoted in *Razâkâr* 46/21:2 (1 June 1982).
195. See section 5.3, pp. 152–54.
196. According to T. R. Khân, the government tried to prop up the *Imamia Council* as a possible alternative to both rivalling wings of the TNFJ in 1984 (*Safîr-i nûr*, p. 119). However, Mujahid Husain writes that 'Irfan Haidar 'Abidi was a long-time supporter of the PPP, who called Zia ul-Haqq a "second Yazid" ("Firqawarâna jang", p. 254).
197. Interview with Hafiz Riyaz Husain, *al-Qâ'im*, Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân No., n.d. [1986], p. 11; see also section 6.1, pp. 199–200.
198. *Fihrist-i marâkiz-i dînîyât zîr intizâm-i Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân*, (Lahore, n.d. [1985]). At that time the districts with the largest number of such centres were Sargodha (106), Muzaffargarh (76), Baltistan (74), Gilgit (66), Dera Ghazi Khan (62), Bhakkar (54), Kohat (39), Layyah (39) and Jhang (30) (ibid., p. 5.).
199. Translated from *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân kâ tîsra sâlâna târîkhî ijtimâ', mukhtasar rîpûrt*, 22–23 Mârch 1984, p. 9.
200. By 1985 it had 1,423 regular members; see a pamphlet *Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân, êk kârwân rawân dawân*, Lahore n.d. [1985], p. 3.
201. Bangash, *Political and Administrative Development*, p. 181. S. 'Arif Husain linked the attack to the activities of American relief teams, alleging a conspiracy "to cut of the Shia centres in Pakistan from the influence of the Iranian revolution"; see T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 58–60.
202. Bangash, op. cit., pp. 187–99; see also section 6.3, pp. 229–30.
203. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 246.
204. *Dawn*, 20 January 1983.
205. See Burki & Baxter, *Pakistan under the Military*, p. 167; on the background of the clashes see 'Alî Akbar Shâh, *Jaltî Masjidên*, passim. The Iranian Consul General in Karachi, Muhammad Ali Sadeq Niyarki, was accused of taking sides too openly and had to leave Pakistan (*Kuwait Times*, 5 March 1983; Ahmed, "The Shi'is of Pakistan", pp. 284–5). On

15 April a planned protest march of 100,000 Shias was called off at the eleventh hour, but 2,000 Shias defied the ban.

206. For an account of his final months see Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, pp. 67–71; Kâzimî, *Muftî Ja'far Husain*, pp. 41–50.
207. Interview with *Jang*, 10 July 1983, reproduced in Fâ'izî, *Sonehrî hurûf*, pp. 60–66. The MRD agitation started on 14 August and lasted for several months; see Burki & Baxter, op. cit., pp. 167–9.
208. *al-Qâ'im* 5/1985, p. 14, and 2/1986, p. 8 (Interviews with S. Hamid Ali Musavi and S. Sajid Ali Naqvi). T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 85, mistakenly gives the date as 18 October. Invitations for the meeting were sent by S. Wazarat Husain, whose initiative to hold a convention in Bhakkar had been the starting point of the TNFJ in 1979 (see section 6.1, p. 204).
209. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 87; *Dastûr al-'Amal Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya-i Pâkistân*, pp. 3–4 (Article 4). All members of the Executive Committee had been named by Mufti Ja'far Husain. Likewise the TNFJ Leader had been entitled to name 30 members of the Central Council, while the others were to be elected from amongst the provincial and lower level TNFJ units in Punjab (40), Sindh (20), NWFP (15), Balochistan (10), Northern Areas (8) and AJK (2) (ibid.).
210. Ibid., p. 86. According to Sha'iq Ambalvi, 30 of the missing members were actually named by Safdar Husain Najafi; see his interview in *al-Qâ'im* 4/1985, pp. 19–24, here p. 20.
211. Haydar, "Politicization", p. 87. Among those present were Mirza Yusuf Husain, Ahmad Hasan Nuri, and S. Sajid Ali Naqvi (leader of the TNFJ from 1988).
212. Naqvi, *Tazkira*, p. 99–100; interview with Musavi in *al-Qâ'im* 5/1985, pp. 6–19, here pp. 8–9.
213. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 96–8, provides details to support this view, among them an alleged private statement of Zia that he had "deflated the Shia balloon" (p. 98).
214. See detailed quotations in Haydar, "Politicization", pp. 87–90.
215. See section 4.4, pp. 131–33; 5.6, pp. 175–80.
216. Naqvi, "Controversy", pp. 147–48.
217. Burki & Baxter, *Pakistan under the Military*, pp. 168–9.
218. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 88.
219. Each group of the TNFJ, which split into two factions on 10 February 1984, later claimed that it had been the first to set the date for the election of a new leader. S. Wazarat Husain confirmed his own claim in an interview with the author, 8 January 2001.
220. Haidar, "Politicization", p. 87.; T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 98–9.
221. On his biography see Naqvî, *Tazkira*, p. 205–6.
222. See T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 88–9; interview with Sha'iq Ambalvi, *al-Qâ'im* 4/1985, pp. 19–24, here p. 22.
223. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 89. Sha'iq Ambalvi claimed that Safdar Husain Najafi had strongly desired to become leader of the TNFJ at that time, but had not dared to accept his nomination because 600 supporters of Mufti Ja'far Husain had gathered outside the premises of *Qasr-i Zainab* in Bhakkar and threatened to revolt in case of his election (*al-Qâ'im* 4/1985, p. 23).
224. See T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 90–91; interview with S. 'Arif Husain al-Husaini, *al-Qâ'im* 5/1985, pp. 25–32, here p. 27.
225. See his detailed biography *Safîr-i nûr*, passim; also Zâkir Husain, *Husainî Husain kî râh par*; Kâzimî, *Shahîd 'Allâma 'Ârif Husain al-Husainî*. The al-'Ârif Academy (Lahore) has also published four volumes of his speeches, *Guftâr-i sidq* (1992), *Payâm-i nûr* (1995), *Sukhan-i 'ishq* (1996) and *Âdâb-i kârwân* (1997).
226. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 28–31; on his family background since the early sixteenth century see ibid., pp. 23–7.
227. Ibid., pp. 39–42.

228. Ibid., pp. 44–9; allegedly Husaini was once arrested by the SAVAK and ordered to sign a declaration that he would refrain from all activities against the Shah, which he refused (ibid., p. 45).
229. Ibid., pp. 49–57. Apart from such activities in Parachinar, he also tried to organise demonstrations in front of the Iranian consulate in Peshawar, which were prevented by the police (ibid., p. 57).
230. Ibid., pp. 78, 80; Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 261.
231. See section 6.2, p. 218.
232. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 58–59.
233. Ibid., pp. 60–70; Husaini set up an "*ʿAlamdâr* Foundation" and a "Martyrs Foundation" in Parachinar in 1980. In 1983 he organised a campaign of civil disobedience against the Political Agent, forcing him to dissolve a managing committee which had channelled development funds to certain tribal chieftains (ibid., pp. 64–66). On details of the dispute see Bangash, *Political and Administrative Development of Tribal Areas*, pp. 209–10.
234. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 100–1.
235. Ibid., pp. 95, 107, 111. During Husaini's first press conference in Bhakkar after his election Dhakko sat at his side. Thereafter some friends had advised Husaini to remove Dhakko from the photograph taken at the occasion to avoid being identified with him, which he refused (ibid., p. 92). In mid-1985 Husaini said that it had taken him one and a half years to convince his people that he was both a Shia and a supporter of *ʿazâdârî* (ibid., p. 113).
236. Ibid., pp. 105–7; T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 108–10.
237. Ibid., p. 113; *Safîr-i nûr*, pp. 114–15.
238. *Haqîqat-i hâl*, p. 2. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 108, also admits that Husaini did not have more supporters among the *ʿulamâʾ* than Musavi at the beginning.
239. He gave a detailed account of fourteen of such initiatives in *Haqîqat-i hâl*, pp. 3–8; see also *Safîr-i nûr*, pp. 108–10. According to these accounts, Musavi always avoided a meeting or set the condition that Husaini first acknowledge him as the Leader of the TNFJ. For Musavi's version see *al-Qâʾim* 5/1985, pp. 15–16.
240. *Safîr-i nûr*, p. 112. The event is also mentioned by ʿAbid ʿAskari in an obituary for Safdar Husain Najafi, giving the latter the credit for having changed Husaini's mind. The meeting took place in the house of Seth Nawazish Ali on 28 February 1985 (*al-Qâʾim* 5/1990, pp. 46–7).
241. *Safîr-i nûr*, p. 105; *Safîr-i inqilâb*, p. 112.
242. Ibid., pp. 205–33.
243. Translation from a pamphlet *Sayyid al-shuhadâʾ Imâm Husain … kê chaudasau-sâla jashn-i wilâdat kê mauqiʿ par qâʾid-i millat-i jaʿfarîya kâ paighâm* (Peshawar, 3 Shaʿban 1404H), pp. 4–6.
244. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 119, 214–16. The *Yaum-i Murdabâd Amrîkâ* was observed in Pakistan for the first time on 16 May 1986 and abandoned after the death of Husaini (ibid., p. 216), but the *Yaum al-Quds* with demonstrations against Israel has remained a regular event ever since 1984 and has sometimes also been observed by the *Jamâʿat-i Islâmî* and other Sunni groups (see section 7.3, p. 267).
245. See section 6.4, pp. 231–34.
246. Ahmed, "The Shi'is of Pakistan", p. 285. The JI leader Maududi had met with Khomeini already in 1963 and had been arrested in early 1964 after the JI organ *Tarjumân ul-Qurʾân* had severely criticised the Shah (Nasr, *Vanguard*, pp. 154, 253). In 1978 Maududi had been among the first Pakistani party leaders to back the Iranian revolution, and the JI had sent a delegation to Khomeini in early 1979 congratulating his victory (Ahmed, "Shi'is of Pakistan", p. 285). See also the report about the visit of two representatives of Khomeini

to Maududi and other JI leaders in 1979 in Chaman, *Mêrî yâdgar mulâqâtên*, pp. 48–53. In his biography on Maududi, however, Nasr has emphasised the different approaches of both men; see Nasr, *Mawdudi*, references on p. 217.

247. On continuous attempts by Iranian leaders since 1979 to pose as the "vanguard of Islamic unity" see Buchta, *Iranische Schia und Islamische Einheit*, pp. 51–113, 245–74.
248. See text of the inaugural speech of S. Wazarat Husain at the session in Bhakkar, 10 February 1984 (Urdu pamphlet published by the TNFJ), p. 7.
249. *Haqîqat-i hâl*, p. 14. (The convention did not take place during that year).
250. Ibid., pp. 5–6; T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 110–11.
251. Ahmed, "Shi'is of Pakistan", pp. 282–3.
252. *al-Wafâq* (Lahore), No. 7, November 1984, pp. 17–19; Harrop, "Pakistan and Revolutionary Iran", pp. 122–3.
253. *al-Muntazar* 26/23:3–4 (20 January 1985); 27/5:16 (20 April 1985); 27/6–7:2 (5–20 May 1985).
254. A pejorative word for "Wahhabi", also used to refer to the Saudi Arabian regime (Najd is the heartland and birthplace of the Wahhabi movement). Likewise "Najdiyat" stands pejoratively for "Wahhabism" or the Saudis.
255. Sabra and Shatila are two Palestinian refugee camps in Beirut where massacres were committed in September 1982.
256. Translation from T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 118–19.
257. *Haqîqat-i hâl*, p. 14; *Safîr-i nûr*, p. 126.
258. Harrop, "Pakistan and Revolutionary Iran", pp. 114–17.
259. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 120–21. Thus the Pakistani press reported that Husaini had called Zia ul-Haqq a "true follower of Islam", and had said that after the wish of Iran's President Khamenei it was the duty of every follower of the *fiqh-i ja'farîya* to cooperate with the President in the task of promoting Islam in the country (*Dawn*, 12 December 1984).
260. *Safîr-i nûr*, pp. 122. On 7 December Zia received a Shia delegation comprising Mirza Yusuf Husain, Nasîr Husain (Sargodha), Jawad Husain (Hangu), Talib Jauhari, 'Abbas Haidar 'Abidi and Nasîr al-Ijtihadi; the latter even said, Zia should remain president for life, while the others complained about unfulfilled promises; see Dogar, *'Allâma Mîrzâ Yûsuf Husain Lakhnâwî sê 300 su'âl*, pp. 27–30.
261. Ahmed, "Shi'is of Pakistan", p. 282.
262. *Safîr-i nûr*, p. 123. At the same time, the TNFJ(H) decided to cooperate with the MRD in its campaign for full restoration of democratic rights but not to become a formal member (ibid., pp. 246–8).
263. Ahmed, "Shi'is of Pakistan", p. 284; Keddie, "Shi'a of Pakistan", p. 10; see also a speech of Musavi of August 1980, reproduced in a pamphlet of S. Riza Husain Shah, *Asl rûdâd nâmnihâd ittihâd kânfarans mun'aqida Asadâbâd nazd-i Dîna, Zala' Jhelum, bi-târîkh 30 Âgast 1986*, pp. 8–9.
264. Several sympathisers of Husaini interviewed by the author have termed the Musavi-Junejo Accord a hoax which was later disclaimed by the government (among them Murtaza Pooya, 13 November 2000). S. Wazarat Husain said it only concerned *'azâdârî* (Interview 8 January 2001).
265. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 128–9. Karachi was left out because of the recent sectarian clashes there.
266. Ibid., pp. 129, 143–4.
267. Ibid., p. 141.
268. Ibid., pp. 129, 135–6. (The account, although partisan, seems credible in that respect).
269. Ibid., pp. 130–4.

270. Ibid., pp. 136–7; ibid., pp. 137–9 reproduction of a message from Husaini to *zâkirs*, preachers and *'azâdârs* of 17 July 1985, harping strongly on a sentimental Shia chord.
271. Ibid., pp. 143–50. An ultimatum was delivered at the Second Annual Convention of the TNFJ(H) in Malir (Karachi) on 10 April 1986. On 22 April the government promised to release all Shias arrested in Quetta, and Husaini made a triumphant visit to the town two days later (ibid.).
272. *Dawn*, 18 July 1985; it was headed by the Minister of Law, Iqbal Ahmad Khan, and included the Shia members Mrs. Afsar Riza Qizilbash (MNA), Riyaz Husain Naqvi (Secretary-General of the TNFJ-M); the advocate Saghir Husain Naqvi, and Brig. (retd.) Sher Ali Khan.
273. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 126; *Dawn*, 27 July 1985.
274. Kennedy, *Islamization of Laws*, pp. 88–9; Shah, *Religion and Politics*, pp. 286–91.
275. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 161–6.
276. *Dawn*, 1 May 1986; Kennedy, *Islamization of Laws*, pp. 89–91.
277. *Safîr-i nûr*, p. 279; the offer was conveyed through Iran's ambassador in Islamabad.
278. *Le Monde*, 15 January 1986; Qasimi, *Sawânih-i hâyât-i Maulânâ Haqq Nawâz Jhangwî*, pp. 420–21. The TNFJ(H) organised the popular receptions for Khamenei under the name of *Tahrîk-i Wahdat-i Islâmî* ("Movement for Islamic Unity"), a camouflage which was later criticised even by its Secretary-General Wazarat Husain; see his interview in *al-Qâ'im*, Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân Number, n.d. [1986], pp. 25–9, here p. 28.
279. Harrop, "Pakistan and Revolutionary Iran", pp. 125–6; Husaini met Khamenei during a reception at the residence of Iran's ambassador and explained his rebuttal of Zia ul-Haqq (*Safîr-i nûr*, p. 279).
280. See above, Fn 271. On 21 April 1986, General (retd.) Muhammad Musa, the newly appointed Governor of Balochistan, received a TNFJ(H) delegation led by Sajid Ali Naqvi (*Safîr-i nûr*, p. 146).
281. See section 6.4, p. 237.
282. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 153–9. On his relations with Sunni *'ulamâ'*, whom he regularly approached during his tours in Pakistan, see ibid., pp. 170–92. T. R. Khân claims that Maulana Fazl ur-Rahman, who led the more moderate faction of the JUI (as opposed to that of Samî' ul-Haqq), had cordial relations with Husaini (ibid., p. 192).
283. Ibid., pp. 250–51.
284. Ibid.; members of the commission were S. Safdar Husain Najafi, Shaikh Muhsin Ali, S. Sajid Ali Naqvi, S. Sharaf ud-Din Musavi, S. Wazarat Husain, General (retd.), S. Tasawwur Husain, Muhammad Husain Hasani, S. Shamim 'Abbas Bukhari, S. Ali Naqi, and S. Thâqib Naqvi. The text of the manifesto titled "Our Way" is reproduced in Muhammad 'Uthmân and Mas'ûd Ash'ar (eds.), *Pâkistân kî siyâsî jamâ'atên* (Lahore: Sang-i Mîl Publications), pp. 774–811. For an analysis see Haydar, "Politicization", pp. 83–84; see also Husaini's explanations of the manifesto in Lodhi, "Pakistan's Shia movement", passim.
285. Haydar, "Politicization", p. 84; Lodhi, "Pakistan's Shia movement", p. 812. Yet it demanded "effective representation" of all recognised Islamic schools of thought, as well as unhindered observance of Muharram and the right to proselytise for one's faith (Zaman, "Sectarianism", p. 696).
286. He was referring to accusations of Sunni radicals that Shias consider the Koran to be falsified (see section 6.4, p. 233).
287. Translation from *Safîr-i nûr*, pp. 257–62; the full text of Husaini's speech ibid., pp. 256–65.
288. Translation from the pamphlet *6 Jûlay Mochî Darwâza Lahaur mên Qur'ân-o-Sunnat Kânfarans kyûn zarûrî hai*, pp. 2–3.

289. See section 7.1, p. 240.
290. One of them was Husaini's right-hand man Dr Muhammad Ali Naqvi who served as a doctor in Iran for some months in 1986/87; see T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 88–9.
291. Interview with S. Wazarat Husain, *al-Qâ'im*, Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân Number, n.d. [1986], pp. 26–9.
292. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 118.
293. See section 7.1, pp. 240–41.
294. Bangash, *Political and Administrative Development of Tribal Areas*, pp. 191–5; Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 247.
295. Bangash, op. cit., pp. 194–5.
296. Martin Kramer, "Islam's Enduring Feud", *Middle East Contemporary Survey* Vol. XI (1987), pp. 153–79, here pp. 172–4. Pakistani Shias had also been among the demonstrators which clashed with Saudi security forces.
297. Harrop, "Pakistan and Revolutionary Iran", pp. 119–21; see also section 6.4, p. 237.
298. Kramer, "Islam's Enduring Feud", pp. 175–6.
299. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 217–18. A "*Hajj* seminary" in the Faletti's Hotel of Lahore on 24 June 1988 was the last conference which Husaini attended before his death (ibid.).
300. Ibid., pp. 135–36; *Safîr-i nûr*, pp. 268–72. These conferences took place in Multan (8 March 1988), Faisalabad (18 March 1988) and Dera Ismail Khan (17 June 1988).
301. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 317–18, quoting a warning from Murtaza Pooya at that time. According to Pooya, the Iranian leadership, too, had advised Husaini to moderation, especially after the 1987 visit of Khamenei to Pakistan (Interview with the author, 13 November 2000).
302. See section 7.1, p. 241.
303. According to Mujahid Husain, a plan to assassinate Zia ul-Haqq on that occasion had been vetoed by Dr Muhammad Ali Naqvi ("Firqawarâna jang", p. 260). Incidentally, Dr Naqvi had been jailed in Saudi Arabia since some weeks at that time, and some Shias had approached Zia during the funeral prayers for Husaini and asked him to help Dr Naqvi and other TNFJ members get released, which he did (*Safîr-i inqilâb*, p. 224).
304. See the account of Mohammad Yousaf & Mark Adkin, *The Bear Trap. Afghanistan's Untold Story* (Lahore: Jang Publishers, 1992), p. 14.
305. M. Yusuf, "The War Within", *The Star* (Karachi), 15 September 1988.
306. See section 8.3, pp. 311–12.
307. See Zulfikar A. Khalid, "Evolution of Saudi-Pakistan Strategic Relationship 1947–1990: Military Security and Economic Factors", in: *Strategic Studies* (Islamabad) 13(1989)1, pp. 53–78. Most Pakistani Sunnis of the Deobandi and *Ahl-i hadîth* denominations also had high notions of the way the *sharî'a* was implemented in Saudi Arabia and paid reverence to the Saudi monarchy as custodian of the holiest places of Islam.
308. I.e. "Leader of all Muslims world-wide". On the propagation of that claim see Karl-Heinrich Göbel, *Moderne Schiitische Politik und Staatsidee nach Taufîq al-Fukaikî, Muhammad Gawâd Mugnîya, Rûhullâh Humainî (Khomeyni)* (Opladen: Leske + Budrich, 1984), p. 239; Buchta, *Iranische Schia und Islamische Einheit*, pp. 70–71.
309. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 257.
310. See sections 1.2, pp. 20–21; 2.2, pp. 47–48; 3.5, pp. 86–98; 4.2, pp. 108–11; 5.7, pp. 180–88.
311. Zaman, "Sectarianism in Pakistan", pp. 705–13; Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba Pakistan", passim.
312. See sections 6.1, p. 199; 6.2, pp. 208–09.
313. In July 1986 Fazl ur-Rahman was elected convenor of the MRD for one year (*Dawn*, 23 July 1986). During the 1988 and 1990 NA elections his faction of the JUI was opposed to the

PPP, but the alliance was revived during the second government of Benazir Bhutto 1993–6; see section 7.2, p. 250.

314. Jalalzai, *Sectarianism*, pp. 149–51. Samiʿ ul-Haqq was first Secretary-General of the Darkhwasti faction, and since 1995 he headed a JUI faction of his own.
315. For example, by submitting the "private Shariat bill" in 1985 (see section 6.3, p. 226), which was opposed by the JUI-F, and through a close alliance with the *Sipâh-i Sahâba* ever since that organisation was formed (see below).
316. A. A. Shâh, *Jaltî Masjidên*, p. 102. According to that source, its first chairman was Maulana Salimullah Khan and its Secretary-General Maulana Isfandiyar Khan. According to *Herald* 8/1991, p. 95, the latter was the founder and chairman, while its Secretary-General was Mufti Wali Hasan of the *Jâmiʿat Binôrîya* in Korangi (Karachi), which has since grown to become the largest Deobandi *madrasa* in Pakistan (see a report in *Newsline* 6/2000, pp. 81–6).
317. A. A. Shâh, *Jaltî Masjiden*, pp. 103–25. Among the slogans raised at an *ʿAzmat-i Sahâba* Conference in February 1983 were "Khomeini *murdabâd*!" and "Shias, your death is coming!" (ibid., pp. 122–23). See also a pamphlet *Sâniha-i Karâchî aur Sawâd-i Aʿzam kâ aslî chehra* (Lahore: Idârat-i Sawâd-i Aʿzam-i Imâmîya, n.d. [1983?]).
318. Qâsimî, *Sawânih-i hayât-i Maulânâ Haqq Nawâz Jhangwî shahîd*, p. 26; see also quotations from Balakôtî, *Amîr-i ʿAzîmat* (another detailed biography of Jhangvi), in Zaman, "Sectarianism", pp. 699–703.
319. Ibid., p. 699; Qâsimî, *Sawânih-i hayât*, pp. 36–9. The mosque, which had formerly been a stage for the famous *Majlis-i Ahrâr* leader ʿAtâ'ullah Shah Bukhari, was later named after Haqq Nawaz.
320. Sadiq Jafri & Shams Malik, "The Jhang Saga", *The News*, 2 March 1991.
321. According to Qâsimî, Haqq Nawaz made it "a condition" for accepting the office of a preacher that he would be given full freedom "to take the enemies of the *sahâba* to task" (*Sawânih-i hayât*, p. 89).
322. Zaman, "Sectarianism", p. 706; Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba", pp. 146, 149.
323. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 255. Most important among them were the Sial family and the *sayyids* of Rajuʿa and Shah Jiwna; see Anjum, *Siyâsat kê firʿaun*, pp. 304–25.
324. Qâsimî, *Sawânih-i hayât*, pp. 81–6.
325. See an interesting quotation from Balakôtî, *Amir-i ʿAzimat*, pp. 20–23, in Zaman, "Sectarianism", p. 700. On resentment of Sunni radicals against the influence of Shia *ʿazâdârî* processions on ordinary Sunnis see also section 4.2, pp. 109–10.
326. Husain, "Firqawarâna jang", p. 252.
327. This seems to refer to Shia criticism of the wives of the Prophet, especially of ʿA'isha.
328. Qâsimî, *Sawânih-i hayât*, pp. 91–3 (abbreviated translation). These, of course, were only "headlines" which would be expounded in great detail during sermons; some more far-fetched allegations about Shia beliefs are listed ibid., p. 284; see also Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba", pp. 154–5, and *Maulânâ Haqq Nawâz Jhangvî kî pandrah ta'rîkh-sâz taqrîrên* (Lahore: Idârat-i Nashriyât-i Islâmî, 1991), passim.
329. A good example of such literature is Nuʿmânî, *Irânî inqilâb, Imâm Khumainî aur shîʿîyat* (published in Pakistan in 1983); see also comments on that book in Rizvi, *Socio-Intellectual History*, Vol. I, pp. 394–7.
330. Zaman, "Sectarianism", p. 704; see also Nuʿmânî, op. cit., pp. 19–21.
331. Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba", p. 154.
332. Mujahid Husain considered the language of Ghulam Husain Najafi's book *Sahm-i masmûm fî jawâb nikâh Umm Kulthûm* peculiarly insulting. This and other books of the same author were translated into Arabic by the *Sipah-i Sahaba* and distributed in Saudi Arabia and

other Arab countries ("Firqawarâna jang", p. 256). Generally on Shia polemical literature in Pakistan see Naqvi, *Bibliography*, Vol. II, pp. 121–40, 309–402.

333. Qâsimî, *Sawânih-i hayât*, pp. 94–103. (No dates are given in that source regarding the said measures against Haqq Nawaz).
334. Ibid., pp. 108–9; Haqq Nawaz was "Patron" of the SSP, while Shaikh Hâkim was elected its Chief and Muhammad Yusuf Mujahid its Secretary-General. *"Anjuman"* was dropped as part of the name in 1992 to avoid the abbreviation "ASS". The 6th of September is being celebrated as a national holiday ("Defence of Pakistan Day") since 1966.
335. Qâsimî, op. cit., pp. 108–9.
336. Zaman, "Sectarianism", pp. 701–2.
337. Qâsimî, op. cit., pp. 103–5.
338. Ibid., pp. 110–11.
339. He had headed the TAS, which was lauded by Haqq Nawaz and other SSP leaders as "the only organisation in Pakistan having wholeheartedly confronted Shia provocations", since the death of Nur ul-Hasan Bukhari (January 1984). Maulana Taunsavi remained a staunch supporter of the SSP, although some of his associates resented the "upstart" Haqq Nawaz (Qâsimî, op. cit., pp. 275–6).
340. He was the son of Maulana Ghulamullah Khan from Rawalpindi, to whom Qâsimî refers as the founder of that organisation (op. cit., p. 280). According to other sources, the *Jam'îyat-i Ishâ'at al-Tauhîd wa'l-Sunna* was founded by Maulana Muhammad Tahir in Panjpir (Swabi Dist., NWFP); see Rieck, "Sectarianism", p. 445, Fn 131.
341. A Naqshbandi *sûfî* and *sajjâda-nishîn* from Kundian (Mianwali Dist.). In 2000 he was still the Chairman of that organisation (S. Husain 'Arif Naqvi; personal communication).
342. Details in Qâsimî, *Sawânih-i hayât*, pp. 113–36. Only in June 1987 he was arrested near Layyah and kept in the Mianwali jail for some weeks (ibid., pp. 137–61, 241–52).
343. Zaman, "Sectarianism", pp. 702–3 (italics in the original).
344. Ibid., p. 701 (italics in the original).
345. See section 3.4, pp. 81–83, and Rieck, "A Stronghold of Shia Orthodoxy in Northern Pakistan", pp. 388–91.
346. Malik, *Islamisierung*, pp. 252–64. See also a table on the growths of *dînî madâris* in the Punjab 1975–94 in Zaman, "Sectarianism", p. 710.
347. Ibid., pp. 705–9; Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba", pp. 151–4; Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", p. 255.
348. Saudi Arabia alone spent $26 billion on aid and soft loans for Iraq in the 1980s. See Andreas Rieck, "Iraq and Saudi Arabia: from Rivalry to Confrontation", in: Derek Hopwood, Habib Ishow & Thomas Koszinowski (eds), *Iraq: Power and Society* (Reading: Ithaca Press, 1993), pp. 319–39, here p. 328.
349. S. Iqbal Husain Kermani has pointed to the fact that the SSP have, in their speeches and writings, elevated the Caliph Mu'awiya almost to the status of one of the *khulafâ'-i râshidûn*. Since Mu'awiya was the first ruler who introduced hereditary monarchy in Islam, that would have been a perfect indirect way of defending the Saudi monarchy against Iranian propaganda (Interview with the author, 31 January 2001). See also section 4.2, p. 110.
350. It has been observed that especially large numbers of such *madâris*—as compared with the density of population—have been built in Balochistan and the Seraiki belt of southern Punjab, as if to create "a wall blocking off Iran from the centres of Shia population in Pakistan"; see Talat Aslam, "The Madrassah Factor", *Herald* 9/1992, p. 34.
351. On such accusations from the TNFJ Leader Husaini see section 6.3, pp. 226–27. They have been repeated in countless articles on the sectarian problem by Pakistani journalists in the 1990s.

352. See his interview in *The Scenario* (Islamabad), May 1998, pp. 13–14; also his article "The IJI: its founding, farewell and final rites", *The Muslim*, 19 October 1992, p. 7. Pooya had also advised ʿArif Husain al-Husaini to scale down his attacks on Zia in May 1988 (T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 318).
353. See Feroz Ahmed, "The Rise of Muhajir Separatism in Pakistan", in: *Journal of Asian and African Affairs* 1(1989)2, pp. 97–129; idem., *Ethnicity and Politics in Pakistan* (Karachi: Oxford University Press, 1999), pp. 89–159.
354. According to Qâsimî, defending himself against charges at courts was the "second most important occupation" of Haqq Nawaz since the mid-1980s (*Sawânih-i hayât*, pp. 289–92).
355. Ibid., p. 248, accuses the D.C. of Mianwali, Tahir Zaidi ("a fanatical Shia"), of having caused all kinds of problems for Haqq Nawaz when he was jailed in that district in 1987; see also below, p. 238.
356. This attitude of opportunist negligence became even more wide-spread in the last two decades; see section 7.2, pp. 250, 255, 259; section 8.1, pp. 278, 283–84, 286, 290, 296.
357. See above; after the JUI-F, the JI had parted ways with Zia in 1984 (Nasr, *Vanguard*, pp. 195–6).
358. See section 6.3, p. 226.
359. Qureshi, "The Politics of the Shia Minority", pp. 130–31; *Dawn*, 23 June and 4 August 1985.
360. Dr Israr Ahmad had been Secretary-General of the JI's student wing in the early 1950s, but left the party in 1957 after differences with Maududi. In the 1980s he gained prominence through religious sermons on Pakistan TV, but later became opposed to Zia ul-Haqq. On his biography and ideas see Muhammad Ishâq Bhattî, *Bazm-i arjmandân* (Lâhaur: Maktabat Quddûsîya, 1999), pp. 527–600.
361. Keddie, *Shi'a of Pakistan*, p. 17. He also claimed that the Imams Hasan and Husain had participated in Yazid's campaigns against Constantinople (*Dawn*, 16 September 1986). Later he argued for a ban of all processions on *ʿÂshûrâ'* and *Milâd an-Nabîy* because they were a "constant source of sectarian disturbances and bloody clashes" (*Dawn*, 8 October 1986).
362. Keddie, *Shi'a of Pakistan*, p. 18; *Dawn*, 18 and 26 September 1986. Eleven *imâmbârgâhs* were burnt in Lahore on that day, but there were no killings, and compensation was paid immediately after (Murtaza Pooya, interview with the author, 14 November 2000).
363. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 152–3. (ʿAbbas was the flag-bearer of Imam Husain in Karbala. Black flags are traditionally hoisted not only on *imâmbargâhs*, but on many Shia houses in Pakistan).
364. Mujahid Husain, "Firqawarâna jang", mentions *al-Mukhtâr* (an armed organisations of the TNFJ [Musavi group] set up in 1986 which remained by and large passive) and *al-ʿAbbas* (p. 248) and plans to transform the ISO into a military organisation (p. 262). A rare admission that the ISO kept weapons was made my Amanullah Khan Sial in an interview with *The News* (International Weekend Magazine), 15 March 1991, p. 39. See also Fn 59 to chapter 7 (p. 444).
365. For example, in the case of repeated attacks on Shias in the Kurram Agency (see sections 6.2, p. 218; 6.3, p. 229) and in Gilgit 1988 (see below).
366. *Dawn*, 24 January 1987. According to informed sources, he had also ordered to report on the Shias' ratio in the population and in government services of the province (ibid.).
367. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 160–61.
368. This point has been stressed by Pooya; see his 1992 article quoted in Fn 352.
369. *Dawn*, 9, 10 and 17 July 1987; *Dawn*, 2 February 1988.
370. Qâsimî, *Sawânih-i hayât*, p. 421. For a detailed account of the Zia regime's "complaisance towards Shias" as viewed by the SSP see ibid., pp. 418–32.

371. On Zahîr see Jâwêd Jamîl Daskavî, *ʻAllâma Ihsân Ilâhî Zahîr* (Lahore: Jang Publishers, 1990); on some of his writings see Ende, "Sunni polemical writings", pp. 226–7.
372. *Dawn*, 25 March 1987; Zahîr died on 30 March in Saudi Arabia where he had been flown for treatment.
373. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 163–4, referring also to a meeting of Zahîr with Husaini shortly before his assassination. The government later withheld a video tape of the JAH convention where the bomb had exploded from Zahîr's relatives (*Herald* 9/1989, p. 23).
374. See section 6.3, pp. 227–28.
375. List of participants in Qâsimî, op. cit., pp. 165–6, 174–8. The convention was chaired by Maulana Khan Muhammad of the *Majlis-i Tahaffuz-i Khatm-i Nubûwat* and held in the office of that group.
376. See section 6.3, pp. 225–26.
377. Qâsimî, op. cit., pp. 210–37, 252.
378. See section 6.3, pp. 229–30.
379. *Dawn*, 15 October 1987. On the 1983 precedent from the *Sawâd-i Aʻzam* see A. A. Shâh, *Jaltî masjidên*, pp. 122–8.
380. Rieck, "Sectarianism", p. 442; Wolfgang Holzwarth, *Die Ismailiten in Nordpakistan. Zur Entwicklung einer religiösen Minderheit im Kontext neuer Außenbeziehungen* (Berlin: Das Arabische Buch, 1994), pp. 87–92.
381. Rieck, "Sectarianism", pp. 443–4.
382. *Newsline*, March–April 1992, p. 61; Zaman, "Sectarianism", p. 711; Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba", p. 150. On the electoral achievements of his successors since 1990 see sections 7.2, p. 251; 8.1, pp. 278, 284, 286, 296.
383. Ibid., pp. 250–52, and tables pp. 260–61.

7. THE INTERIM DEMOCRATIC DECADE, 1988–1999

1. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 329–30. Khomeini himself had wished to have Husaini buried in his *madrasa*.
2. Ibid. He was greeted with slogans "Murderer!" and was not allowed to lay down flowers on Husaini's corpse. See also Fn 303 to chapter 6 (p. 437).
3. S. Muhammad Saqlain Kazimi, "ʻAllâma Sayyid Safdar Husain Najafî kî zindagî kê châr pahlû", *al-Qâʼim* 4–5/1990, pp. 36–9, here p. 38. That election was only per interim; he was formally elected only 30 days later (Author's interview with S. Wazarat Husain, 8 January 2001).
4. See section 7.3, pp. 271–73.
5. See Fn 216 to chapter 3 (p. 375).
6. Naqvî, *Tazkira*, p. 133.
7. See section 6.3, p. 219.
8. Interview of Sajid Ali Naqvi in *al-Qâʼim* 2/1986, pp. 7–14, here p. 10.
9. The chief witness in the Husaini murder case has stated that Captain Majid Gilani (see below) showed them Sajid Ali's house in the Trunk Bazar of Rawalpindi, explaining that he and two Maulvis from Multan and Quetta (probably S. Iftikhar Husain Naqvi and Yaʻqub Ali Tawassuli) would also have to be killed; see T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 379.
10. Tahrîk-i Jaʻfarîya Pâkistân, *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 8; Wazarat Husain was elected one of three Vice-Presidents of the organisation (then renamed TJP) in 1995 and Senior Vice-President in 1998 (Interview with the author, 8 January 2001).
11. On Dr Muhamad Ali Naqvi see section 6.1, p. 7, Fn 46.
12. S. Iftikhar Husain Naqvi, born 1951 near Muzaffarabad (Multan Dist.), had studied at the *Jâmiʻat Makhzan ul-ʻUlûm* Multan after his matric exam and in Najaf from 1969 to1976.

Thereafter he taught at *Makhzan ul-ʻUlûm* (1977–8) and at the *Jâmiʻat Ahl ul-Bait* Islamabad before opening a *Madrasat Âyatullâh Khumainî* in Mari (Mianwali Dist.) in 1981; see Naqvî, *Tazkira*, pp. 64–5. He was put in charge of TNFJ international relations in 1990 and appointed provincial chairman of the TJP in Punjab in 1993. In 1996 he became Central Secretary-General of the TJP.

13. Yaʻqub Ali Tawassuli, a Hazara from Quetta, was born in 1943 and studied in Najaf 1956–76 (Naqvî, *Tazkira*, p. 371). He had been provincial chairman of the TNFJ in Balochistan since its foundation in 1979 and remained so throughout Sajid Ali's term. From 1988 to 1993 he was also Senior Vice-President of the TNFJ.
14. Munir Husain Gilani, hailing from Lahore, was a member of the PPP. From July to October 1993 he was Minister of Education in the caretaker government of Moin Qureshi (see below). He later created a pro-PPP "Islamic Democratic Front".
15. Dawn, 20 August 1988. In that statement Sajid Ali declared himself "strongly shocked" by the loss of "a great soldier of the *sharîʻa*". However four month later, during a visit to Gilgit, he declared that Zia's era "symbolised the worst form of dictatorial and tyrannical rule" (*The Muslim*, 24 December 1988); see also below, p. 245.
16. Haydar, "Politicization", p. 85. The PPP backtracked from a promise made to its former MRD allies to contest elections jointly and preferred to do it alone in 1988; see Lamb, *Waiting for Allah*, pp. 53–4.
17. A list of TNFJ candidates for thirty-three NA-seats was published in *The Muslim*, 16 October 1988, including twenty-five in Punjab, four in Sindh, three in the NWFP, and one in Balochistan. S. Iftikhar Husain Naqvi contested the NA elections from Jhang and Layyah, Dr Muhammad Ali Naqvi from Chiniot. Most candidates apparently were not *ʻulamâ'*.
18. TNFJ candidates received only 42,216 out of 19,591,265 votes (0.22 per cent); see *Newsline*, 9/1993, p. 42. On the general effects of the scattered Shia electorate see also section 5.4, pp. 156–57.
19. T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 144. On the failed attempt of the *Shia Political Party* 1969–1970 see section 5.3, pp. 152–54.
20. Haydar, "Politicization", p. 85.
21. The "mollifying" effect of this change on the TNFJ was clearly admitted by T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 144–5.
22. For example, with the "Jerusalem Day" (see section 6.3, p. 223), which was still observed annually by the TJP throughout the 1990s; see also below, Fn 82 and 84.
23. They are reproduced in T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 340–65; 399–411.
24. Rahimullah Yusufzai, "Headway made in Hussaini murder probe", *The Muslim*, 8 October 1988; T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 334. Siraj had been sentenced to death already in 1965 for murder but had later been pardoned, and he had since been involved in numerous other murder cases. In June 1989 he was promised pardon as chief witness; see his testimony ibid., pp. 369–83.
25. See above, Fn 9.
26. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 373–6. The author portrays Majid Gilani (born 1958 in a family of Barelvi *pîrs* in Jhang) as a rakish and arrogant man "not following any religion", whose quick promotion to a sensitive post in the army had remained mysterious (ibid., pp. 385–7).
27. Ibid., p. 385, leaves it to the reader to decide which countries had an interest to kill Husaini in the light of his political stance. The author also quotes from Siraj's testimony about Majid Gilani's meeting with a foreigner in Islamabad, whom Gilani referred to as "one of the people who want to have the Maulvis killed and will pay for it". In addition to 1 million Rs. in cash the killers were allegedly promised a trip to the U.S. (ibid., p. 378).

28. Ibid., 366–8, 373–5.
29. Ibid., p. 384. According to *Herald* 8/1989, p. 41, Siraj had surrendered to the police only six days earlier.
30. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 336, 391.
31. Ibid., pp. 393–4, 432.
32. Nawaz Sharif had been Chief Minister of the Punjab since 1985. After his defeat against Benazir Bhutto in the 1988 National Assembly elections he had concentrated on his stronghold in the Punjab, where the so-called "Islamic Democratic Alliance" (*Islâmî Jumhûrî Ittihâd*, IJI) comprising his faction of the *Pakistan Muslim League* (PML), the MQM, and several religious parties like JI, JUI-S, JUP, JAH and Murtaza Pooya's *Hizb-i Jihâd* had won the 1988 provincial elections.
33. Maqbool Malik, "Courting Trouble?", *Herald* 8/1989, pp. 40–42; Rahimullah Yusufzai, "A General in Distress", *Newsline* 8/1989, pp. 60–62.
34. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 395–415.
35. Ibid., p. 417. ʿAwan had been accused of implication in the murder of leaders of the JI student wing *Islâmî Jamʿîyat-i Tulabâʾ* and had fled to Sindh.
36. *Herald*, November 1989, pp. 18–20.
37. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 418; text of the Supreme Court judgement in *The Nation*, 27 October 1989.
38. *Frontier Post*, 13 May 1990; see also below, Fn 51.
39. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, p. 418.
40. Ibid., p. 419, mentions one Bawa Nafis al-Hasan of Qasur and one Nazir Husain Shah who made public statements in favour of Fazl-i Haqq in Lahore but were humiliated by members of the TNFJ and ISO; see also T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 146.
41. S. A. Jafri, "The General in his Labyrinth", *Herald* 10/1991, pp. 50–51; Kaleem Omar, "Marked Man", *Newsline* 10/1991, p. 38. Akhundzada was arrested one year later (13 October 1992) but released on bail 20 days later (*Frontier Post*, 13 November 1992). Seventeen months later a Peshawar court ordered the arrest of Sajid Ali Naqvi for alleged involvement in the murder (*The News*, 19 April 1994). The cases against Akhundzada and Sajid Ali were withdrawn only on 31 March 1997. On the Fazl-i Haqq murder trial see also Tahrîk-i Jaʿfarîya Pâkistân, *1992 tâ 1994 Kârkardagî ripûrt*, pp. 50–54.
42. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 434–5.
43. *The Muslim*, 25 February 1992. Gilani also implicated him in the 1988 assault on Shias around Gilgit (see section 6.4., p. 268).
44. T. R. Khân, *Safîr-i nûr*, pp. 435–7.
45. Ibid., p. 439. Taslim Riza Khan sees a connection between this verdict and the appointment of Moin Qureshi as the head of an interim government with the blessing of the U.S. and the Pakistan Army on 18 July (see below, Fn 87). See also a brief account of the entire trial in Tahrîk-i Jaʿfarîya Pâkistân, *1992 tâ 1994 Kârkardagî ripûrt*, pp. 45–50.
46. *Dawn*, 20 December 2011; the surviving accused were Hashim Khan, Badiʿ uz-Zaman and Sajid.
47. *Dawn*, 26 May 1989. The Barelvi scholar Muhammad Tahir ul-Qadiri, born 1951 Jhang, had studied both general and Islamic law at the Punjab University, were he received a PhD in 1986. He had earned fame through lectures on TV in the 1980s, and in 1984 had founded a modernist religious academy in Lahore, the *Idârat-i Minhâj ul-Qurʾân*. In 1990 his *Pâkistân ʿAwâmî Tahrîk*, which propagated "a thorough socio-economic and political revolution based on the teachings of the Koran and the Sunna", had 60,000 registered members (*Newsline*, 8/1990, p. 51). In recent years, Qadiri has gained worldwide prominence through a 600-page *fatwâ* condemning the terrorism of *Al-Qaʿida* and declaring that all suicide

bombers would be "punished in hellfire" (March 2010), and by organising a "Long March" of hundreds of thousands of supporters to Islamabad to press for electoral reforms in Pakistan (January 2013).

48. Translated from the TNFJ pamphlet *Iʿlâmîyat-i Ishtirâk-i ʿAmal* [one of several titles] (Rawalpindi: Markazî Daftar Jâmiʿat al-Hakîm, 1990), pp. 7–8.
49. Ibid., *Mukhtasar Ripûrt-i Ishtirâk-i ʿAmal*, p. 5.
50. Ibid., p. 9.
51. An article in the *Frontier Post* (13 May 1990) alleged that the whole enterprise was a ploy from Asghar Khan who paid back an obligation to Fazl-i Haqq by distracting the TNFJ from its constant demand to re-arrest the latter. According to that version, Tahir ul-Qadiri was inducted into the alliance only "to camouflage the deal".
52. See Akhtar Husain, *Politic of Alliances in Pakistan 1954–1999*, (Islamabad: National Institute of Pakistan Studies/Quaid-i-Azam University, 2008), p. 189. Other members of the PDA were Asghar Khan's *Tahrîk-i Istiqlâl* and a faction of the PML (Qasim group).
53. *Kârkardagî Ripûrt Mâh-i Âgast 1990* (Rawalpindi: Markazî Daftar-i Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Jaʿfarîya Pâkistân, 1990), pp. 5–6. Reports on Sajid Ali's attendance of meetings of PDA leaders on 18 and 19 September idem, *Kârkardagî Ripûrt Mâh-i Satambar 1990*, p. 4.
54. Prominent among them was Ahmad Khan Sial in Jhang, who did not win a seat in 1990, however.
55. The PDA won only forty-five out of 205 Muslim seats in the National Assembly and sixty-five out of 483 seats in the four Provincial Assemblies (47 of them in Sindh); none of these seats was won by a TNFJ candidate.
56. *Kârkardagî Ripûrt Mâh-i Uktûbar 1990* (Rawalpindi: Markazî Daftar-i Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Jaʿfarîya Pâkistân, 1990), p. 10.
57. Interview in September or October 1990, quoted in T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 148–9.
58. See sections 7.2 and 8.1, passim.
59. A paramilitary organisation of the TNFJ apparently set up in 1986 (see section 6.4, p. 267). TNFJ-members interviewed by the author have been reluctant to give any information about the *Pâsbân-i Islâm* and other armed Shia groups. Most Shia mosques, *imâmbârgâhs* and other institutions visited by the author in Pakistan 1998–2001 have been protected by heavily-armed guards, apparently employed by local Shia communities with licences from the government.
60. [TNFJ] Markazî Daftar Madrasat Âyatullâh al-Hakîm, *Ripûrt-i Ijlâs-i Markazî Kaunsil munʿaqida 11–13 Maʾî 1990 bi-maqâm-i Faisalâbâd*, pp. 4–5.
61. The 18 Dhû al-Hijja is celebrated by Shias as the day when the Prophet Muhammad designated Ali Ibn Ali Talib his successor at a place called Ghadîr Khumm, according to a *hadîth*; see Momen, *Introduction*, pp. 15, 239.
62. Translation from the pamphlet *Yaum-i Ghadîr yaʿnî jashn-i takmîl-i dîn. Khitâb-i Namâyanda-i Walî-i Faqîh, Qâʾid-i Millat-i Jaʿfarîya ... Sayyid Sâjid ʿAlî Naqvî* (Jaʿfarîya Kaunsil Zilaʿ Islamabad, 1990), pp. 9–11.
63. Translated from *Kârkardagî Ripûrt Mâh-i Âgast 1990* (Rawalpindi: Markazî Daftar-i Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Jaʿfarîya Pâkistân, 1990), p. 13.
64. See a facsimile reproduction of Khamenei's Persian "letter of designation" for Sajid Ali Naqvi and its Urdu translation, ibid., pp. 22–3. (Khamenei had been elected "Supreme Leader" of the Islamic Republic of Iran on 4 June 1989, one day after the death of Khomeini).
65. See section 7.2, p. 252.
66. See section 6.4, p. 236.
67. Munir D. Ahmed, "Pakistan", in: Thomas Koszinowski & Hanspeter Mattes (eds.), *Nahost Jahrbuch 1991* (Opladen: Leske + Budrich, 1992), pp. 128–35, here pp. 128–9.

68. Ibid.; important sections of legislation, such as the entire realm of economy, were excluded from the purview of the Shariat bill.
69. See a pamphlet *Sharî'at bil. Kyâ khôyâ? Kyâ pâyâ?*, (Rawalpindi: Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya Pâkistân, 1991), pp. 1–4. On Article 227 of the constitution see section 6.2, p. 214.
70. *Newsline*, 3–4/1992, p. 61; Zaman, "Sectarianism", p. 711.
71. Ibid., p. 713; *The Muslim*, 7 March 1992.
72. Maulana Sami' ul-Haqq, who led the JUI fraction known until 1994 as "Darkhwasti group", had criticised the "deformed" Shariat bill, and in November 1991 he resigned from his post as Vice-Chairman of the IJI. The IJI gradually disintegrated in 1992.
73. These were Shaikh Muhammad Yusuf and Intizar Ahmad Ansari; see *The News*, 5 March 1992; *Newsline*, 3–4/1992, p. 61.
74. *Frontier Post*, 30 October 1992; see also section 7.2., p. 250.
75. *Herald*, 3/1995, p. 57. According to his biographer, Dr Naqvi had become somewhat disillusioned about the TNFJ in 1992 and concentrated more on his professional life, possibly because he considered a "sectarian" party outdated; see T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 150.
76. Tahrîk-i Ja'farîya Pâkistân, *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 8.
77. Translation from ibid., p. 85 (back cover).
78. Translation from the pamphlet *Namâyanda-i Walî-i Faqîh Qâ'id-i Millat-i Ja'farîya 'Allâma Sayyid Sâjid 'Alî Naqvî kâ ahamm i'lâmîya, Nizam-i khums-o-mâlîyât* (Rawalpindi, 22 Rabî' II 1411H = 12 November 1990), pp. 2–3.
79. Ibid., p. 4.
80. See for example Tahrîk-i Ja'farîya Pâkistân, *Ripûrt Tanzîmî Kanwenshan 97 ... Islâmâbâd*, p. 4.
81. Tahrîk-i Ja'farîya Pâkistân, *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 2. Financial help for the relatives of "martyrs" is also mentioned but the amount of rupees is omitted (ibid.).
82. Ibid., p. 10, mentions twelve sessions of the Central Cabinet and five of the Supreme Council 1992–4. More costly (but probably financed with Iranian help) were international conferences on *Hajj* (8–9 June 1991), on Iraq (15–16. April 1992) and on Kashmir and Palestine (28–29 July 1992). The latter followed a seminar on "*Intifâdas* in Kashmir, Afghanistan and Palestine" organised by Murtaza Pooya in Islamabad (*The Muslim*, 11 May 1992).
83. 80,000 posters, 10,000 books and 350,000 pamphlets were printed 1992–4; see *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 9.
84. Ibid., p. 19 states that the TNFJ leader was travelling fifteen days inside Pakistan each month approximately. To this numerous trips of the TNFJ higher echelon to Iran, Syria, Lebanon, Afghanistan and other foreign countries must be added.
85. Lawyers were needed mainly for the Husaini and Fazl-i Haqq murder trials and related charges against TNFJ/TJP members (see above). Expenses for Shia activists arrested during demonstrations and in connection with sectarian violence were probably included under the entry "prisoners".
86. The TNFJ/TJP central office alone sent 19,487 letters 1992–4 (*Kârkardagî Ripûrt*, p. 8).
87. Ibid., pp. 22–3. The "Long March" was planned to force Nawaz Sharif to resign after a stalemate in his power-struggle with President Ghulam Ishaq Khan. It was called off on orders of the Chief of Army Staff, Wahid Kakar, who forced both Sharif and Ishaq Khan to step down on 18 July; see Zaffar Abbas, "Enter the Army", *Herald*, 7/1993, pp. 19–24a.
88. *The News*, 13 September 1993.
89. *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, pp. 24–5.
90. Ibid.
91. Another has been the persistent ethnic and factional violence in Karachi. See Sohail Mahmood, *The Sind Report*, (Lahore: Classic, 1989); A. B. S. Jafri, *Behind the killing fields of Karachi. A City refuses to surrender*, (Karachi: Royal Book Company, 1996). On the new

wave of militancy and terrorism in Pakistan after the events of 2001 see section 8.1, passim.

92. The JUI-F was not a member of the PPP-led government, but its Chairman, Maulana Fazl ur-Rahman, was made Head of the Foreign Relations Committee of the National Assembly in 1993. The alliance dated back to 1983 when the JUI-F had supported the MRD (see section 6.4, p. 232).
93. See section 7.1, pp. 241–42.
94. Qâsimî, *Sawânih-i hayât … Haqq Nawâz Jhangvî*, pp. 452–5. Two of them were sentenced to death.
95. Abou Zahab, "Le Sipah-e Sahaba", pp. 150–51. The four accused had blamed Shaikh Muhammad Iqbal for falsely implicating them (Qâsimi, op. cit., p. 453); see also below, p. 255, and Hasan Mujtaba & Mazhar Zaidi, "A Tale of Two Cities", *Newsline* 9/1994, pp. 35–9, here p. 38.
96. See section 7.1, p. 246; on Îsâr ul-Haqq see Zaman, "Sectarianism", pp. 710–11.
97. *The Muslim*, 29 April 1991.
98. I. A. Rehman, "City of Strife", *Newsline* 7/1992, pp. 55–56; *The Muslim*, 21 November 1991, claimed that already 80 had been killed in Jhang since the murder of Haqq Nawaz in February 1990. See however the lower official figures for the whole of Punjab in Table 3 below, p. 260.
99. Adnan Adil, "Sects and violence", *Newsline* 3–4/1992, p. 61. Tariq received 56,000 votes, as compared to 57,000 votes won by Îsâr ul-Haqq Qasimi in 1990 (*The News*, 16 March 1992).
100. *The News*, 5 May 1992.
101. Ibid. and Zaman, "Sectarianism", p. 713.
102. See below, p. 259.
103. *The Frontier Post*, 5 May 1992.
104. Sajaad Ahmed, "Cleaning up their act", *The Frontier Post*, 31 July 1992.
105. Ibid. and *The Muslim*, 18 and 21 June 1992; *Newsline* 7/1992, p. 55.
106. *The Nation*, 2 July 1992, reported such a meeting with President Ghulam Ishaq Khan. The Punjab Chief Minister Ghulam Haidar Wyne received SSP leaders for the same purpose.
107. Nasim Zehra "The Sectarian Factor", *Herald* 8/1992, pp. 65–8 (here pp. 65–6). Fifteen people were killed and forty injured in this worst sectarian incident in Peshawar so far.
108. *The Frontier Post*, 3 August 1992.
109. *The Frontier Post*, 27 and 28 July 1992.
110. *The Muslim*, 28 July 1992.
111. *The Muslim*, 7 November 1992, quoting the Minister of Interior Chaudhry Shujaʿat Husain. One week earlier recommendations of his ministry to ban seven organisations had been published in the press, namely the SSP, its military wing *al-Badr*, the *Majlis-i Tahaffuz-i Khatm-i Nubuwwat*, the TNFJ, its student wing *ʿAlamdar*, the ISO, and the *Mukhtar Force* of the TNFJ (Musavi group); see *The Frontier Post*, 30 October 1992.
112. See reports in *Dawn*, 5 February 1993, and following days. Only 2,000 SSP activists participated in the final March from Rawalpindi to Islamabad (*Dawn*, 13 February 1993).
113. See section 7.1, p. 242.
114. According to Zaman "Sectarianism“, p. 698, the SMP was founded already in 1991; see also Jalalzai, *Sunni-Shia Conflict*, pp. 271–8.
115. Mazhar Zaidi, "The Godfather", *Newsline* 2/1995, pp. 52–3; Zaman, "Sectarianism", pp. 697–8; interview with Ghulam Riza Naqvi in *Herald* 10/1996, pp. 57–9.
116. Murid ʿAbbas Yazdani, born in a village of the Pind Dadan Khan Tehsil (Jhelum Dist.) in

1961, had studied in Qom; on his relations with S. Ghulam Riza Naqvi, see Zaigham Khan, "Crime and Punishment", *Herald* 12/1996, pp. 55–7.

117. Interview with S. Ghulam Riza Naqvi in *Herald* 10/1996, p. 57. He also dreamt of setting up a joint Shia-Sunni "Quds Force" for the "liberation of Jerusalem" (*Newsline* 2/1995, p. 53).
118. For example, once he had threatened that whoever used filthy language against Shias would be "shot into the mouth" (*The Muslim*, 2 October 1991).
119. Aamer Ahmad Khan even considered the SMP the brainchild of Dr Muhammad Ali Naqvi and wrote that Dr Naqvi had jokingly referred to disapproval of the SMP by the TJP as "strategic criticism" (*Herald* 3/1995, p. 58). See however the different attitudes of the TJP and SMP towards the 1995 "Code of Ethics", pp. 256–57 below.
120. Aftab Alexander Mughal, "A Feast of Violence", *Newsline* 4/1993, p. 54.
121. According to Abou Zahab, murderous attacks against Shias were more numerous in areas where these were a small minority and had no tradition of taking revenge, like the Bahawalpur Division ("Le Sipah-e Sahaba", pp. 156–7; see also below, p. 260, Table 4).
122. See below, p. 260, Table 3.
123. I.A. Rehman, "Rout of the Mullahs", *Newsline* 10/1993; *The News*, 12 October 1993.
124. Faruq Leghari (PPP) was elected President of Pakistan by the National Assembly and the Senate in November 1993. In the Punjab the PPP struck a coalition with a breakaway faction of the PML headed by Mian Manzur Wattoo until September 1995, when Wattoo was ousted and replaced by Muhammad ʿArif Nakai (also PML). In Sindh the PPP had won an absolute majority, but formed a coalition government with the MQM.
125. I. A. Rahman, "A Critique of Pakistan's Blasphemy Laws", in: Tarik Jat a.o., *Pakistan between Secularism and Islam* (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1989), pp. 196–204.
126. Aamer Ahmed Khan, "The Blasphemy Law. The Bigot's Charter?", *Herald* 5/1994, pp. 45–6.
127. Ibid., p. 45.
128. *The News*, 22 January 1994; Aftab Alexander Mughal, "Day of the Bigot", *Herald* 3/1994, p. 107.
129. *Herald* 5/1994, p. 46. SMP supporters thereafter approached Sajid Ali Naqvi asking him for a *fatwâ* allowing to kill Aʿzam Tariq, which he refused (*Newsline* 2/1995, p. 53–4). The SMP leader S. Ghulam Riza Naqvi still upheld his call for murdering Tariq in his interview with *Herald* 10/1996, p. 59. See also Aftâb Husain Jawâdî, *as-Saif al-bâriq fî radd khutbât Aʿzam Târiq*, (Rawalpindi: Markaz-i Mutâlaʿât-i Islâmî, 1421H).
130. "Azam makes history in NA", *The News*, 8 June 1994.
131. Interview with Aʿzam Tariq in *Newsline*, 9/1994, pp. 28–9; see also Zaman, "Sectarianism", p. 702.
132. *The News*, 8 June 1994; *Herald* 6/1994, p. 31.
133. Aamer Ahmed Kan, "The Wrong End of the Stick", *Herald* 12/1995, pp. 34–8, here p. 36; idem, "Playing with Fire", *Herald* 9/1996, pp. 77–8.
134. Aamer Ahmed Khan, "The Rise of Sectarian Mafias", *Herald* 6/1994, pp. 27–31.
135. The *Harakat ul-Ansâr* had been active mainly in Kashmir since 1990. In 1997 the group changed its name to *Harakat ul-Mujâhidîn* after the U.S. State Department had put it on the black list of terrorist organisations.
136. Riyaz Basra (1967–2002), a native of Sargodha, had volunteered for the Afghan war in the 1980s and in 1988 contested NA elections in Lahore on a SSP ticket. Before his arrest in 1992 he had killed Sadiq Ganji, the director of the Iranian Cultural Centre in Lahore (December 1990), and two TNFJ members (*The News*, 6 May 1994). Since 1995 he had a 20 million Rs. reward on his head, but was apparently committing numerous further sectarian murders. See also Rana Jawad, "Fatal Accomplishments", *Newsline* 9/1997, pp. 42–3;

Amir Mir, "Danger Man", *Newsline* 5/1999, pp. 39–40. On his death in May 2002, see section 8.1., p. 278.

137. Mohammad Hanif, "In the Name of Religion", *Newsline* 9/1994, pp. 24–34, here p. 27.
138. *The News*, 9 June 1994.
139. M. H. Askari, "When it turns violent", *Dawn*, 21 September 1994. The Governor was himself blamed for receiving a proclaimed offender like the SMP leader Ghulam Riza Naqvi; see *Newsline* 2/1995, p. 54.
140. Mazhar Zaidi, "The Shias Strike Back", *Newsline* 2/1995, pp. 50–54, here p. 54; Jalalzai, *Sunni-Shia Conflict*, pp. 274–8.
141. *The Muslim*, 18 and 20 July 1994.
142. Zaffar Abbas "Sects and Violence", *Herald* 12/1994, p. 20; *Newsline* 2/1995, p. 50.
143. Ibid., pp. 51–2, and *Herald* 12/1994, p. 20.
144. Aamer Ahmed Khan, "Striking at the Roots", *Herald* 2/1995, pp. 62–4, here p. 62; Mohammed Hanif, "Young Guns", *Newsline* 2/1995, pp. 34–40.
145. See Babar's interview in *Newsline* 2/1995, pp. 41–2. The *Taleban* had first appeared on the Afghan scene in October 1994, and in March 1995 they controlled most Pashtun provinces of southern Afghanistan. On the alleged role of Pakistani military and intelligence institutions in their creation see Anthony Davis, "How the Taliban became a military force", in: William Maley (ed.), *Fundamentalism Reborn? Afghanistan and the Taliban* (London: Hurst & Company, 1998, pp. 43–71; Ahmed Rashid, "Pakistan and the Taliban", ibid. pp. 72–89; idem, *Taliban*, pp. 183–95.
146. Yazdani was arrested under a charge of plotting to kill the SSP leaders Tariq and Faruqi; see *Newsline*, 2/1995, p. 52.
147. *Dawn*, 26 June 1995. On his subsequent release and re-arrest, see below.
148. Aamer Ahmed Khan, "Playing With Fire", *Herald* 3/1995, pp. 56–8, here p. 57. According to that account, Iqbal was not only a political rival and suspect in the murder of Haqq Nawaz Jhangvi and Îsâr ul-Haqq Qasimi (see above), but also a former SSP member who had exposed many criminal activities of the SSP.
149. Ibid., pp. 57–8; Dr Naqvi was assassinated in Lahore on 7 March 1995; see T. R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, p. 278.
150. Namely the *Masjid Abu'l-Fazl* in Pir Ilahi Bakhsh Colony and the *Mahfil-i Murtaza* in PECHS; see *Dawn*, 26 February 1995; *Herald*, 3/1995, pp. 36a–36b; *Newsline*, 3/1995, pp. 76–7.
151. Ibid. and *Dawn*, 11 March 1995.
152. *Dawn*, 8 March 1995. It was also claimed that many of the controversial books which the SSP made a centre-piece of its anti-Shia propaganda were already banned and no longer in print.
153. *Dawn*, 25 March 1995. The JUP leader Ahmad Shah Nurani was elected Chairman of the MYC, and Maulana Sami' ul-Haqq (JUI-S) Secretary-General. The other nine members were Abd us-Sattar Niyazi (heading a rivalling faction of the JUP), Qazi Husain Ahmad (JI), Sajid Mir (JAH), Maulana Ajmal Qadiri (JUI-F), Isfandiyar Khan (*Sawâd-i A'zam*), Zia ul-Qasimi (SSP), Tahir ul-Qadiri (*Pâkistân 'Awâmî Tahrîk*), Murtaza Pooya (*Hizb-i Jihâd*) and Sajid Ali Naqvi (TJP).
154. Zaigham Khan, "Faith Healing", *Newsline* 6/1995, pp. 46–50.
155. *Dawn*, 25 March 1995. On the 1951 *'ulamâ'* conference see section 3.2, p. 69.
156. *Dawn*, 10 April 1995; list of more than 50 participants ibid.
157. Zaigham Khan, "Code Comfort", *Herald* 6/1995, p. 49.
158. Ibid.; this led to a split within the SMP; see Mazhar Zaidi, "Divided They Stand", *Newsline* 7/1995, p. 73; Zaigham Khan, "Crime and Punishment, *Herald* 12/1996, pp. 55–7. For Ghulam Riza Naqvi's criticism of the MYC Code of Ethics see also his interview in *Herald* 10/1996, p. 59.

159. For example, the MYC observed the 50th anniversary of the United Nations as a "Black Day" because of the U.N.' s alleged "anti-Islam role" (*Dawn*, 25 October 1995).
160. Translation from Tahrîk-i Jaʿfarîya Pâkistân, *Millî Yekjihatî Kaunsil zâbita-i akhlâq par êk nazar*, n.d. [1995], pp. 2–3.
161. Ibid., p. 3.
162. Murid ʿAbbas Yazdani, then in jail, declared the central cabinet of the SMP dissolved in early July and cancelled the membership of Ghulam Riza Naqvi, branding his followers in Thokar Niaz Beg "terrorists who have nothing to do with the SMP"; see Mazhar Zaidi, "Divided They Stand", *Newsline* 7/1995, p. 73.
163. Mazhar Zaidi, "Warning Signals", *Newsline* 11/1995, pp. 52–3.
164. Ibid. and *Dawn*, 11 September 1995; see also above, Fn 124.
165. Aamer Ahmed Kan, "The Wrong End of the Stick", *Herald* 12/1995, pp. 34–8, here p. 36.
166. Ibid., p. 34. After the attack on the Egyptian embassy (19 November), which was carried out by the group *Islamic Jihad* on orders of Ayman al-Zawahiri and had claimed 16 lives, the PPP government felt once more the need to confront not only the militant groups of many Muslim countries present in Pakistan as a legacy of the Afghan war, but also their Pakistani allies.
167. Ibid., p. 35; "Sectarianism re-emerging?", *The Nation*, 16 January 1996.
168. Aamer Ahmed Khan, "Playing with Fire", *Herald* 9/1996, pp. 77–8.
169. Ibid. and *Dawn*, 16 August 1996.
170. *Dawn*, 19 August 1996; *Herald* 9/1996, p. 78.
171. The fighting started after derogatory remarks of a school teacher against the *ahl al-bait*, but had apparently been prepared long before (*The Frontier Post*, 16 September 1996). It was also linked to the preoccupation of the Kurram Militia with anti-smuggling duties since some months, which prevented it from intervening forcefully. For details of the background see Amir Zia, "Tribes and Tribulations", *Newsline* 10/1996, pp. 71–5, and M. Ilyas Khan, "Land for Peace", ibid., pp. 76–82; Behroz Khan, "Sectarian Spillover", *Newsline* 10/1999, pp. 76–9.
172. *Dawn*, 13 September 1996. One Muhammad Mujahid confessed in November 1996 that he had killed Yazdani on the orders of Ghulam Riza Naqvi; see references in Fn 177 below.
173. *The Nation*, 24 September 1996; Zaigham Khan, "The Fanatics Strike Back", *Herald* 10/1996, pp. 52–7.
174. *The Muslim*, 30 September 1996.
175. *The Nation*, 5 October 1996.
176. See section 7.3, pp. 269–70.
177. Zaigham Khan, "Crime and Punishment", *Herald* 12/1996, pp. 55–7; idem, "Blood on the Mosque Floor", *Herald* 6/1997, pp. 50–57, here pp. 56–7. Another raid against Thokar Niaz Beg was conducted in April 1997; see Aamer Ahmed Khan, "Moving Targets", *Herald* 8/1997, pp. 36–8, here p. 38.
178. *Dawn*, 31 December 1996. Out of fear from retaliation of his group, his arrest was recorded in Lahore; see *Herald* 7/1997, p. 57. S. Ghulam Riza Naqvi was still under arrest in October 2012; see http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5336-thousands-of-shiites-throng-lahore-high-court-on-hearing-of-ghulam-raza-naqvi-case
179. See his interview in *Herald* 12/1996, p. 56. In fact, the terrorist infrastructure of SMP almost disintegrated after the arrest of S. Ghulam Riza Naqvi.
180. *Dawn*, 19 January 1997; Mazhar Zaidi, "Living with violence", *Newsline* 3/1997, pp. 77–8. Another 80 people were injured by the blast. One Mehram Ali was caught immediately after and sentenced to death on 15 September that year. His execution on 11 August 1998 was the first such verdict implemented on a sectarian terrorist in the 1990s.
181. See section 7.3, p. 269.

182. *Dawn*, 20 January 1997.
183. *Dawn*, 21 February 1997.
184. The PPP did not win a single seat in the National Assembly from the Punjab and won only three seats in the Punjab Provincial Assembly.
185. See below, Table 3. These are official figures, whereas the actual death toll was probably higher; see Zaman, "Sectarianism", p. 712.
186. *Newsline* 3/1997, p. 78; *Herald* 6/1997, p. 53; Aamer Ahmed Khan, "Moving Targets", *Herald* 8/1997, pp. 36–8; Rana Jawad, "Punjab's Killing Fields", *Newsline* 9/1997, pp. 38–45, here p. 39.
187. Ibid., p. 43; Adnan Adil, "Police scores win against sectarian terrorists", *The Friday Times*, 18–24 July 1997, p. 15; Azmat Abbas, "Punjab's worst year of sectarian violence", *Dawn*, 1 January 1998.
188. Idrees Bakhtiar, "Licence to Kill?", *Herald* 9/1997, pp. 25–7; Aamer Ahmed Khan, "Act of Desperation", ibid., pp. 28–31; Idrees Bakhtiar, "Legal Minefield", ibid., pp. 32–4; Zahid Hussain, "A License to Kill", *Newsline* 9/1997, pp. 24–30; I. A. Rehman, "Act of Terrorism", ibid., pp. 33–5.
189. Rauf Klasra, "Reasons for court's failure to decide sectarian cases", *Dawn*, 19 January 1998; Zaigham Khan, "Courting Trouble", *Herald* 2/1998, p. 48.
190. Abdul Sattar Qamar, "The Great Escape", *Herald* 1/1998, p. 77.
191. Zaigham Khan, "Raising the Stakes", *Herald* 10/1997, pp. 52–3.
192. Faisalabad Division comprises the Jhang District.
193. Rana Jawad, "Bloody Sunday", *Newsline* 2/1998, pp. 52–4; Zaigham Khan, "The Tragedy of Mominpura", *Herald* 2/1998, pp. 46–9.
194. Rizwan Qureshi, "The Road to Destruction", *Herald* 4/1998, pp. 57–8. Behroz Khan, "Havoc at Hangu", *Newsline* 5/1998, pp. 38, 41.
195. Ibid.; 50 houses were blown up and looted in the Shakukhel village. More than two dozens of people from both sides died in three days of fighting, which was also considered a revenge for the Parachinar clashes of 1996; see *Newsline* 10/1999, p. 77.
196. Rashid, *Taliban*, pp. 73–4.
197. Ibid. pp. 74–77; Abou Zahab, "The Regional Dimension", p. 123; Andreas Rieck, "Irans Politik im Afghanistankonflikt seit 1992", in: Conrad J. Schetter & Almut Wieland-Karimi (eds.), *Afghanistan in Geschichte und Gegenwart*, (Frankfurt/M.: IKO, 1999), pp. 109–28, here pp. 124–8.
198. Rashid, *Taliban*, p. 134. The missile attack, meant as retaliation for the bombing of the U.S. embassies in Kenya and Tanzania on 7 August, took place on 20 August 1998.
199. The bill proposed to insert a new Article 2 B of the constitution stating: (1) "The Holy Quran and Sunnah of the Holy Prophet ... shall be the supreme law of Pakistan ... (2) The federal government shall be under obligation to make steps to enforce the Shariah, to establish salat [the five obligatory prayers], to administer zakat and to promote *Amr Bil Ma'roof* and *Nahi Anil Munkar* (sic) (to prescribe what is right and forbid what is wrong) ..."; see Zohra Yusuf, "Heil Sharif!", *Newsline* 9/1998. pp. 29–30; I.A. Rehman, "The Divine Right of Nawaz Sharif?", ibid., pp. 19–25; Zafar Abbas, "In Good Faith?", *Herald* 9/1998, pp. 32a–32c.
200. Zaigham Khan, "Fight to the Finish?", *Herald* 11–12 1998, pp. 50–53; Azmat Abbas, "Terror Tactics", ibid., pp. 54–6; Amir Mir, "Death by Design?", *Newsline* 2/1999.
201. Three people died when a bomb exploded under a bridge on Sharif's usual road to his residence; see *Dawn*, 4 January 1999. Allegedly Riyaz Basra had written a letter to the prime minister before, informing him that "there is no room left to pardon you, and we pronounce a death sentence on you" (*Newsline* 5/1999, pp. 39–40). Three members of the *Lashkar-i Jhangvi*, who were allegedly involved in the Raiwind bomb explosion, were

killed in an "encounter" some weeks later (*Dawn*, 31 January 1999; see also *Newsline* 10/1999, p. 69).

202. *Dawn*, 5 January 1999; Zaigham Khan, "Life after Death", *Herald* 2/1999, pp. 67–8.
203. *Dawn*, 13 February 1999, reporting such a request from Senator S. ʿAbid Husain; Sajid Ali Naqvi, too, urged TJP activists to purchase licensed arms for themselves (*Dawn*, 15 February 1999).
204. Zaigham Khan, "Peace at Raiwind", *Herald* 5/1999, pp. 48–9.
205. Ibid. and *Dawn*, 2 and 14 April 1999.
206. *Dawn*, 11 June 1999.
207. *Dawn*, 15 June 1999.
208. *Dawn*, 23 August 1999. The ordinance made declaring other Muslims *kâfir* and insulting the *sahâba* or *ahl al-bait* punishable by one to fourteen years.
209. *Dawn*, 10 July 1999. On 4 July Nawaz Sharif had been obliged to announce a call for the withdrawal of Kashmiri *mujâhidîn* from advanced positions on the Kargil frontline, where they had created much trouble for the Indian troops during ten weeks; see "The Great Kargil Debacle" (cover story), *Newsline* 7/1999, pp. 20–40.
210. Amir Mir, "Unholy Crusade", *Newsline* 10/1999, pp. 64–9. The author linked it to a deadline for the introduction of a stiffer blasphemy law set by Malik Ishaq, a leader of the *Lashkar-i Jhangvi*, which expired on 30 September (ibid., p. 67).
211. *Dawn*, 11 September 1999.
212. *Dawn*, 29 September 1999; he was gunned down along with two other Shias in Dera Ismail Khan.
213. *Dawn*, 2 October 1999; Massoud Ansari, "Dawn of Another Night", *Newsline* 10/1999, pp. 72–3. The mosque was situated near the *Imâmbârgâh al-Hurr*, Alfalah Colony.
214. *Dawn*, 2 October 1999. He was then Punjab vice-president of the Pakistan Medical Association.
215. *Dawn*, 5 and 12 October 1999.
216. *Dawn*, 8 October 1999; *Newsline* 10/1999, p. 66.
217. Sharif's sudden tough stance on the *Taleban* and the SSP was allegedly part of his last-ditch attempt to win U.S. backing against a military coup which he anticipated. See Nasim Zehra, "Sharif agreed to US plan", *Gulf News*, 1 June 2000.
218. The JI had tried to gather them in a *Pakistan Islamic Front*, but had only achieved some limited understanding with the JUP (Nurani group) in Sindh; it won only three seats in the NA and the JUP none. A *Muttahida Dînî Mahâz* of the JUI-S and the SSP had won two NA seats, and an *Islâmî Jumhûrî Mahâz* led by the JUI-F had won four NA seats through seat adjustment with the PPP in the NWFP; see I. A. Rehman, "Rout of the Mullahs", *Newsline* 10/1993, pp. 44–6.
219. See the text of Sajid Ali's speech in Gilgit (15 December 1993) in Tahrîk-i Jaʿfarîya Pâkistan, *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, pp. 61–3.
220. *The News*, 21 December 1993; *The Frontier Post*, 21 December 1993.
221. Translation from *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, pp. 15–16. A slightly different version of these five points was presented by Sajid Ali Naqvi during his opening address of a TJP convention in March 1997; see Tahrîk-i Jaʿfarîya Pâkistân, *Ripûrt-i Tanzîmî Kanwenshan 97 … Islâmâbâd*, pp. 2–4.
222. See section 6.3, p. 227.
223. See section 7.1, p. 244.
224. *The News*, 24 December 1993. The CII had been reconstituted with the new chairman Kausar Niyazi (who died on 19 March 1994) and the appointment of S. ʿIrfan Haidar ʿAbidi, S. Afzal Haidar and S. Zakir Husain Shah as Shia members (*The Frontier Post*, 17 December 1993).

225. From 1985 to 1999 the Senate consisted of eighty-seven members elected for a term of six years by the four Provincial Assemblies (nineteen each), the Federally Administered Tribal Areas (eight), and from the Federal Capital (three); see Mahmood (ed.), *Constitutional Foundations*, pp. 865–6.
226. These were S. Muhammad Jawad Hadi (NWFP) and S. Iftikhar Husain Naqvi (Punjab). S. Muhammad Taqi Naqvi and S. Hafiz Riyaz Husain (Punjab) were not interested, while Haidar Ali Jawadi (Sindh) and Ya'qub Ali Tawassuli failed to obtain registration; see Tahrîk-i Ja'farîya Pâkistan, *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, pp. 25–6.
227. He had been a fellow student of S. 'Arif Husain Husaini in Najaf and Qom and was serving as principal of the *Jâmi'at ul-Shahîd 'Arif Husain* in Peshawar since the death of the latter.
228. *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 26. He was elected for six years and remained Senator until October 1999, when all assemblies were "kept in abeyance" after the military coup. In 1997 S. 'Abid Husain Husaini became the second TJP Senator from Parachinar (see below).
229. The TJP Political Council, formalised since September 1994, comprised the provincial chairmen, two members named by the Central Cabinet, and twenty-one further representatives (Punjab 9; Sindh 5; NWFP 4; Balochistan 2; Northern Areas 2; AJK 1); see *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 27.
230. See section 7.2, p. 254.
231. *The Muslim*, 9 June 1994; *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, pp. 70–72.
232. Ibid., pp. 32–45, including the full text of S. Jawad Hadi's speech in the Senate on 14 July 1994.
233. Some of such verses are quoted on the following pages of the pamphlet (see reference in Fn 234).
234. Translation from Markaz-i Mutâla'ât-i Islâmî Pâkistân, *Nâm-nihâd nâmûs-i sahâba bil kâ 'ilmî jâ'iza*, n.d. [Rawalpindi 1994], p. 4. The author of the pamphlet was Malik Aftab Husain, who three years later edited a large compendium under the pseudonym Abu Mus'ab Jawadi, *Tahqîqî Dastâwîz* (Rawalpindi: Markaz-i Mutâla'ât-i Islâmî Pâkistân, 1997). It was compiled in reply to a collection of quotations from Shia writings documenting insults against the *sahâba* which was submitted to Prime Minister Nawaz Sharif in September 1991 and later published by (Abu Rihan) Zia ur-Rahman Faruqi, *Ta'rîkhî Dastâwîz* (Jhang: Shu'ba-i Nashr-o-Ishâ'at-i Sipâh-i Sahâba-i Pâkistân, 1995).
235. *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, pp. 64–70.
236. See section 7.1, pp. 247–48.
237. See sections 3.1, p. p. 56; 5.5., p. 160.
238. Many of the local Sunnis have always demanded the merger of the Northern Areas with AJK or the NWFP instead; see Rieck, "Sectarianism", p. 440.
239. Ibid., p. 446.
240. Ibid., p. 447; Zaigham Khan, "The Writing on the Wall", *Herald* 11/1994, pp. 52–4; on the powers and functions of the council see idem. "Package Deal", ibid., p. 56.
241. *1992 tâ 1994 Kârkardagî Ripûrt*, p. 80; *Herald* 11/1994, pp. 53–4. When asked why the TJP did not contest other seats as well, Sajid Ali Naqvi said that the TJP wanted to "avoid getting into situations which would create unrest" (interview ibid., p. 57).
242. *Dawn*, 11 November 1994.
243. Zaigham Khan, "Trouble in Paradise", *Herald* 8/1996, pp. 61–5; see also Martin Sökefeld, "From Colonialism to Postcolonial Colonialism: Changing Modes of Domination in the Northern Areas of Pakistan", in: *Journal of Asian Studies* 64(2005)4, pp. 939–74.
244. See above, pp. 263–64.

245. *Dawn*, 21 July 1995. On the TNSM ("Movement for the Enforcement of the *Sharî'a* of Muhammad"), which had started agitation with road blocks on the Malakand pass in May 1994 and became violent in November that year, see Zaffar Abbas, "Showdown in Malakand", *Herald* 5/1994, pp. 60–61; Tahir Mehdi, "Malakand's Holy War", *Newsline* 11/1994 pp. 24–36.
246. See section 7.2, p. 257.
247. *Dawn*, 17 February 1996. On the introduction of the "Jerusalem Day" in Pakistan on orders of Khomeini see section 6.3, p. 223.
248. *Dawn*, 17 March 1996; *Dawn*, 3 July 1996.
249. *Dawn*, 8 July 1996.
250. The first of Muharram had been made a holiday by the provincial government in 1994 on demand of the SSP as a commemorative day for the Caliph 'Umar.
251. To avoid sacrilege, the preferred way to dispose of worn-out copies of the Koran and other Islamic books in Pakistan is to collect them and have them drowned in the Indian Ocean; see the report "The Holy Task", *Newsline* 7/1996, pp. 100–4.
252. The Shia *azân* comprises the Shia *kalima*; see sections 5.7, p. 187; 5.8, p. 189.
253. Abbreviated translation from the pamphlet *'Allâma Yazdânî kâ khatt Sadr-i Pâkistân kê nâm* (Shu'ba-i Nashr-o-Ishâ'at-i Sipâh-i Muhammad Pâkistân, n.d.), pp. 9–14.
254. See section 7.2, pp. 257–58.
255. Zaigham Khan, "Divided They Stand", *Herald* 9/1998, pp. 48a–49, here pp. 48b–49.
256. See section 7.1, p. 247.
257. Arif Jamal, "An ideological metamorphosis", *The News*, 14 November 1999.
258. Ibid. and *Herald* 9/1998, p. 48a.
259. *Tahrîk* 1/1997, p. 32.
260. *Dawn*, 20 November 1996.
261. *Dawn*, 23 December 1996. The JI had meanwhile decided to boycott the forthcoming parliamentary elections.
262. *Dawn*, 27 December 1996.
263. *Dawn*, 5 February 1997; see also quotations from a speech of Amanullah Khan Sial held at a TJP convention six weeks later, Tahrîk-i Ja'farîya Pâkistân, *Ripûrt-i Tanzîmî Kanwenshan 97 … Islâmâbad*, pp. 16, 25, 53.
264. See quotations from his address at the same convention ibid., pp. 14, 52.
265. *Dawn*, 17 December 1996; on S. Hamid Ali Musavi see section 6.3, pp. 219–224.
266. Author's interview with S. Muhammad Taqi Naqvi (Multan, 7 February 2001).
267. S. 'Abid Husain, born 1945, had been principal of two *dînî madâris* in Parachinar since the 1980s.
268. *Dawn*, 1 April 1997; on his implication in that case see section 7.1, p. 242.
269. Tahrîk-i Ja'farîya Pâkistân, *Ripûrt-i Tanzîmî Kanwenshan 97*, pp. 32–3, 36.
270. Translation from ibid., pp. 28–9.
271. Translation from ibid., pp. 39–0.
272. *Dawn*, 23 July 1997; Aamer Ahmed Khan, "Moving Targets", *Herald* 8/1997, pp. 36–8, here p. 38.
273. *The News*, 28 June 1998; *Dawn*, 29 June 1998.
274. *Herald* 9/1998, p. 49; on that bill see section 7.2, p. 262.
275. Arif Jamal, "An ideological metamorphosis", *The News*, 14 November 1999. The 11 dissidents were Senators S. Jawad Hadi and S. 'Abid Husain, TJP Senior Vice-President Haidar Ali Jawadi, Ya'qub Tawassuli and Muhammad Jum'a Asadi from Quetta, S. Husain al-Asghar from Karachi, and five *'ulamâ'* hailing from the Northern Areas but residing in Islamabad (Muhsin Ali), Lahore (Muhammad Shafi', Muhammad Shafa', S. Ali al-Musavi) and Karachi (Ali Madad).

276. *The News*, 13 July 1998. Members of the Reconciliation Committee (constituted on Iranian advice) were S. ʿAbid Husain, Shaikh Muhsin Ali and Hafiz Riyaz Husain.
277. *The News* and *Dawn*, 5 August 1998; *Herald* 9/1998, pp. 48a–49.
278. Ibid. and *Dawn*, 15 August 1998.
279. The *Imamia Organisation* was formed in the late 1970s. It comprised former ISO members as well as non-academics who shared the aims of the ISO. On later conflicts between the *Imamia Organisation* and the ISO see T.R. Khân, *Safîr-i inqilâb*, pp. 180–82.
280. *Herald* 9/1998, p. 48b.
281. *Hizbullah* was founded in 1983 after attempts to bring the Lebanese mainstream Shia organisation *Amal* under Iranian ideological tutelage had failed in 1982. The *Hizb-i Wahdat* was formed at a convention of eight different Afghan Shia groups in Tehran in early 1989.
282. Already during the 1987 visit of Khamenei to Pakistan, the name *Tahrîk-i Wahdat-i Islâmî* had been used as a camouflage for the TNFJ; see Fn 278 to chapter 6 (p. 436). Significantly, another Shia communal organisation under strong Iranian influence founded in Pakistan in 2008 was named *Majlis-i Wahdat-i Muslimîn* ("Council of Unity of Muslims"). The latter has quickly eclipsed the TJP (renamed ITP 2002) in recent years; see section 8.3, pp. 311–24.
283. See section 7.2, p. 261.
284. Arif Jamal, "An ideological metamorphosis", *The News*, 14 November 1999.
285. *Dawn*, 3 August 1999. He then argued that Pakistan "could not afford fresh elections". The TJP also remained aloof when a so-called *Grand Democratic Alliance* of 28 opposition parties was formed against Nawaz Sharif in September 1999.
286. *Dawn*, 1 November 1999, reported that "some 1,000 district representatives from all over Pakistan" had gathered in Islamabad. Sources loyal to Sajid Ali claimed that the convention was attended by 250 people only, the majority among them "children from a *madrasa* in Islamabad"; see Asim Hussain, "Sajid Naqvi's ouster splits TJP", *The News*, 2 November 1999.
287. Translation from the pamphlet *Tanzîm-i nau kanwenshan 30–31 Uktûbar 1999*, published by the TJP Central Organising Committee, Islamabad, pp. 2–4.
288. S. Fazil Husain Musavi, born 1950 in Chalt, a village in the former Nager Principality (Gilgit Dist., Northern Areas), had been one of several TNFJ vice-presidents under S. ʿArif Husain al-Husaini. He had not returned to Pakistan after his arrest by Saudi authorities in August 1987, following the clashes in Mecca (see section 6.3, p. 230), and had lived in Los Angeles most of the time.
289. *Dawn*, 22 November 1999.
290. On 19 November 2000 he was replaced by S. Shahid Husain Naqvi, a former teacher at the *Jâmiʿat ul-Muntazar* Lahore who had been elected senior vice-president of the TJP dissident faction on 31 October 1999.
291. *Dawn*, 2 and 5 November 1999.
292. "Naqvi still TJP President", *The Nation*, 2 November 1999. Another round of elections for the Northern Areas Council (see above) took place on 2 November. The TJP won only 6 out of twenty-four seats (*Dawn*, 5 November 1999), but its leading office-holders in the Northern Areas remained loyal to Sajid Ali Naqvi.
293. *The Nation*, 2 November 1999. The report specified that three former ISO die-hards, Maqsud Gill, Ali Riza Bhatti and Shauqat Shirazi, had already engineered the formation of the *Shurâ-i Wahdat* in August 1998, "luring the TJP Senators through their agenda of confrontation with sectarian opponents". Maqsud Gill, a former TJP information secretary had been expelled from the TJP Central Council already in December 1996 along with two other dissidents; see Arif Jamal, "An ideological metamorphosis", *The News*, 14 November 1999.

294. Asim Hussain, "Sajid Naqvi's ouster splits TJP", *The News*, 2 November 1999.
295. Ibid. and *The Nation*, 2 November 1999 (listing parts of the ISO and a *Ja'fariya Students Organisation* among Sajid Ali's supporters).
296. See section 8.3, pp. 308–09, 318, 323–24.

8. THE MUSHARRAF AND ZARDARI ERAS, 2000–2013

1. See Murtaza Razvi, *Musharraf. The Years in Power* (New Delhi: Harper Collins Publishers, 2009), pp. 59ff.
2. See section 7.2, passim.
3. *Dawn*, 13 April 2000. A hand grenade had allegedly been thrown on the worshippers from the roof of an adjacent SSP mosque. On the next day, a planned similar attack on an *imâmbârgâh* in Quetta could be prevented by the police.
4. *Dawn*, 5 May 2000; see section 7.2, p. 262.
5. *Dawn*, 29 November 2000; he was referring to the *Lashkar-i Jhangvî* terrorists and their training in *Taleban*-controlled Afghanistan.
6. *Dawn*, 5 and 6 January 2001. Local tribal elders held the Afghan *Taleban* responsible (*Dawn*, 17 January 2001).
7. *Dawn*, 2 and 3 March 2001; *Dawn*, 11 March 2001; a curfew in Hangu was lifted only seventy-six days later, after an agreement between local Shia and Sunni representatives (*Dawn*, 17 May 2001).
8. *Dawn*, 24, 25, 26, and 27 January 2001; LeJ operative Haqq Nawaz Jhangvi had been sentenced to death for the 1990 murder of Sadiq Ganji, director of the Iranian Cultural Centre in Lahore (see Fn 136 to chapter 7; p. 447). He was hanged on 28 February 2001.
9. *Dawn*, 5 March and 13 March 2001.
10. *Dawn*, 15 and 17 March 2001.
11. *Dawn*, 15 August 2001.
12. Hassan Abbas, *Pakistan's Drift into Extremism*, pp. 218–20.
13. I.e. the majority faction of the JUI led by Maulana Fazl ur-Rahman a smaller faction (JUI-S) was led since the 1980s by Maulana Samî' ul-Haqq, director of the *Dâr ul-Ulûm Haqqânîya* in Akora Khattak.
14. The MMA was formed on 2 January 2002. Before contesting the elections in October that year, it had organised resistance against attempts of the government to establish greater control over the *dînî madâris*.
15. On *Lashkar-i Taiba* see Stephen Tankel, *Lashkar-e-Taiba: From 9/11 to Mumbai* (London: The International Centre for the Study of Radicalisation and Political Violence, April/May 2009).
16. *Jaish-i Muhammad* was founded in March 2000 by Mas'ud Azhar (born 1968 in Bahawalpur), a former leading member of the Jihadi groups *Harakat ul-Ansâr* and *Harakat ul-Mujâhidîn* who had been in Indian custody from 1994 to 1999. The group has ever since closely cooperated with *Al-Qâ'ida*.
17. The TNSM was founded in 1992 by Sufi Muhammad, a former member of the *Jamâ'at-i Islâmî* who in 1994 led an insurrection in Malakand Division (Districts of Dir, Swat, Bajaur, and Chitral) with the objective of enforcing the implementation of *sharî'a* laws there. He was arrested in November 2001 after having mobilised thousands of Pakistani volunteers to fight alongside the *Taleban* in Afghanistan. The group regained prominence in early 2009, when the NWFP government signed a short-lived agreement with the TNSM on the implementation of *sharî'a* laws in Malakand in return for an indefinite cease-fire.
18. The ban went into effect on 14 January. It was followed up with a reference filed by the federal government in the Supreme Court under Article 17 of the Constitution and the

Political Parties Act, blaming both the SSP and the TJP of "working against the integrity and sovereignty of Pakistan" (*The News*, 3 February 2002). Both parties filed review petitions challenging their ban (*The News*, 14 April 2002).

19. "Hafiz Hussain Ahmad meets Sajid Naqvi", *The News*, 14 January 2002; for the consequences of the ban for the TJP see section 8.3, pp. 308–09.
20. According to Azmat Abbas, 2,200 activists of the five banned groups were arrested in the weeks following January 14, but among them "not a single proclaimed offender accused of sectarian violence"; see "Taming the Militants", *Herald* 3/2002, pp. 23–7, here p. 24.
21. "10 die in Pindi mosque firing", *The News*, 27 February 2002.
22. "Karachi sees fresh sectarian violence", *The Friday Times*, 22–28 February 2002; "Shi'ite doctors still in crosshairs", *The Friday Times*, 15–12 March 2002; Zahra Chughtai, "Innocence Lost", *Herald* 4/2002, pp. 44–46; Hussain Askari, "Death stalks the lifesaver", ibid., pp. 47–51.
23. "Top LJ terrorist killed in encounter", *The News*, 12 March 2002; "Vehari police kill three LJ terrorists", *The News*, 15 March 2002.
24. See section 7.2., p. 254.
25. "Basra among 4 dead in encounter", *The News*, 15 May 2002; "Chapter in 20-year old sectarian killings closed", ibid.
26. "Basra was caught 6 months ago", *The News*, 15 May 2002; "Basra encounter: a poorly staged drama", *Dawn*, 17 May 2002; Salman Aslam, "The making and unmaking of Basra", *The News*, 19 May 2002.
27. Daniel Pearl was abducted on 23 January 2002 in Karachi. On 21 February a videotape was released, allegedly showing his beheading by his captors. On 15 July 2002 Umar Sa'id Shaikh, an operative of *Jaish-i Muhammad*, was sentenced to death for the murder of Pearl.
28. Ibne Nasim, "Jaish connection", *Weekly Independent*, 16–22 May 2002; Suleman Hosain, "The Jaish-Lashkar nexus", *Weekly Independent*, 23–29 May 2002.
29. "Sindh IGP announces arrest of Akram Lahori, four comrades", *Daily Times*, 2 July 2002; "LJ terrorists to be brought to Lahore for probe", *The News*, 3 July 2002; "Lashkar in the dock", *Weekly Independent*, 4–10 July 2002; "34 killed by Akram Lahori in 9 attacks", *The News*, 6 July 2002; "Lahori admits killing 40 people", *The News*, 20 July 2002.
30. "Special Report: Trail of Terror", *Herald* 8/2002, pp. 46–8.
31. "SSP activist gets death in Qadri murder case", *Dawn*, 12 April 2003; "Lahori, two others given capital punishment", *Dawn*, 27 April 2003; "Court uphold death sentence to LJ chief" [Abdul Hayee], *The News*, 3 June 2003; "Two Lashkar men awarded death, chief gets life", *Dawn*, 20 August 2003; "4 LJ men sentenced to death", *Dawn*, 16 November 2003.
32. *The News*, 1 August 2002.
33. *The News*, 2 October 2002.
34. "Banned SSP chief Azam Tariq freed", *The News*, 31 October 2002.
35. "Disqualification of Azam Tariq sought", *Dawn*, 19 November 2002; "Punjab asks SC to expel Azam from NA", *The News*, 9 January 2003.
36. Hassan Abbas, *Shiism and Sectarian Conflict in Pakistan*, p. 42.
37. "Azam Tariq forms new party", *The News*, 21 April 2003.
38. "SSP leaders establish Millat Islamia Pakistan", *The Nation*, 11 September 2003; "Azam announces formation of Millat-e-Islamia party", *The News*, 1 October 2003; "MIP seeks MMA support for Shariat Bill in NA", *The Nation*, 2 October 2003.
39. "Azam Tariq shot dead in Islamabad", *The News*, 7 October 2003; for obituaries of Tariq see Mohammad Shehzad, "End of a violent chapter", *The News*, 12 October 2003; Arif Jamal, "Violence never ends", ibid.; Shahwar Faryal, "Who killed Azam Tariq?, *Weekly Independent*, 9–15 October 2003.
40. "One killed as mob goes on rampage in Capital", *The News*, 8 October 2003; Nusrat Javeed, "Madrasa students had a method in choosing targets", *The News*, 10 October 2003.

41. "Millat-e-Islamia not responsible for sectarian violence: Ludhianvi", *The Nation*, 16 October 2003.
42. "Naqvi, 7 others nominated in Azam's murder FIR", *The Nation*, 10 October 2003; "Naqvi says charges total nonsense", ibid.
43. "Sajid Naqvi, others acquitted in Azam Tariq murder case", *The Nation*, 28 November 2004. Another suspect, S. Muhammad Muhsin Shah, had meanwhile been arrested in Gilgit; see *Dawn*, 8 June 2004.
44. *The News*, 23 February 2003; during the funeral of the victims on the following day, enraged Shia youths attacked two fast-food outlets and burned down a gas station (*The News*, 24 February 2003).
45. *The News*, 9 June 2003.
46. *The News*, 5 and 6 July 2003; Minority Support Group, *The Shia Hazara of Pakistan*, p. 17. An angry mob attacked several Sunni *madrasas* on the same day.
47. "Foreign hand behind Quetta attack likely: Jamali", *The News*, 6 July 2003; "Evidence points to foreign hand: PM", *The News*, 7 July 2003.
48. "More suspects arrested in Quetta attack", *The News*, 18 July 2003.
49. Press conference of the I.G.P. Balochistan, Dr Shoaib Suddle, *The News*, 6 September 2003; Badini was arrested in Karachi on 13 June 2004; see "Notorious terrorist arrested", *The News*, 15 June 2004.
50. *Dawn*, 4 October 2003; just like after the 22 February Karachi terrorist attacks, mourners tried to vent their anger against KFC and McDonald's fast-food outlets.
51. See "3 religio-political outfits banned again", *The News*, 16 November 2003; "Banned groups activists arrested", *The News*, 17 November 2003; "60 offices, seminaries sealed in Punjab", *Dawn*, 17 November 2003; Husain Haqqani, "Skepticism over crackdown", *The Nation*, 19 November 2003; Arif Jamal, "Back to ban", *The News*, 30 November 2003.
52. These were *Jâmi'at ul-Ansâr, Jamâ'at ul-Furqân* and *Hizb ul-Tahrîr*.
53. 303 of "sectarian" activists enlisted on 4th Schedule under Anti-Terrorist Act 1997 were Sunnis (SSP or LeJ) and 74 were Shias (TJP or SMP); see a detailed list in *The News*, 7 February 2004.
54. Prior to the 2002 elections, the PML had formally split into one wing supporting Musharraf which named itself PML-Q in a reference to the *Qâ'id-i A'zam* Jinnah, and another wing which remained loyal to Nawaz Sharif and has since been known as PML-N. The PML-N won only nineteen of 342 seats in the National Assembly in 2002 against 118 of the PML-Q, but it became the second largest party with eighty-nine seats in the 2008 elections and won the 2013 elections with 166 seats.
55. International Crisis Group, *The State of Sectarianism in Pakistan*, p. 29.
56. The agreement was signed with Nek Muhammad Wazir, who then engaged himself to register foreign militants and stop cross-border attacks into Afghanistan. He did not abide by the terms of the agreement and was killed by a U.S. drone attack in June 2004.
57. "Suicide bomber dies in Pindi Imambargah blast", *The News*, 29 February 2004.
58. Minority Support Group, *The Shia Hazara of Pakistan*, p. 17; "Inquiry ordered into massacre: 45 deaths confirmed, Quetta under curfew", *Dawn*, 4 March 2004; "Quetta attack death toll 47", *The News*, 4 March 2004; "Preliminary report on Quetta carnage submitted", *The News*, 1 March 2004.
59. See ibid. and "Al-Qaeda involved in Quetta attack: Suddle", *The News*, 9 March 2004; "Lashkar-e-Jhangvi prime suspect", *The News*, 5 March 2004. Dawud Badini was again among the alleged masterminds; see "Quetta Ashura attackers identified: Suddle", *The News*, 17 May 2004; "Badini confesses role in killing of 100 Shias", *The News*, 16 September 2004.

60. "33 victims buried amid tension: 32 killed in security men's firing, alleges Shia leader", *Dawn*, 5 March 2004; "Police fired at Quetta procession, says minister", *The News*, 8 March 2004.
61. "Govt rejects charge of 'police killings' in Quetta", *Dawn*, 6 March 2004.
62. "220 claims of property damage sent to Jam", *Dawn*, 7 March 2004.
63. "14 killed, 200 hurt in Karachi mosque blast", *The News*, 8 May 2004; "Death toll rises to 15 in mosque blast", *Dawn*, 12 May 2004.
64. "Mosque blast sparks off widespread violence", *Dawn*, May 2004; One killed in Karachi gunfire", *The News*, 9 May 2004.
65. Mufti Shamezai, then *Shaikh ul-Hadîth* at the *Jâmi'at Binorîya*, the largest Deobandi *madrasa* in Karachi, was shot dead along with his son, his nephew, and his driver in front of that *madrasa*, followed by violent protests of his supporters; see "Mufti Shamezai killed in Karachi ambush", *The News*, 31 May 2004; "Angry mob damages property, 20 vehicles", *Dawn*, 31 May 2004.
66. "16 dead, 36 injured in Karachi mosque blast", *The News*, 1 June 2004; Syed Shoaib Hasan, "Fear City", *Herald* 6/2004, pp. 64–7.
67. "30 die in Sialkot mosque explosion", *The News*, 2 October 2004; "Sectarian terrorist kills 30 in Sialkot", *The Nation*, 2 October 2004; "Sialkot blast victims buried amid violent riots", *The News*, 3 October 2004.
68. Adnan Adil, "Intense endeavours", *The News*, 10 October 2004.
69. "4 die in Lahore mosque suicide blast", *The News*, 11 October 2004; "Thousands attend funeral of Lahore blast victims", *The News*, 12 October 2004.
70. "Multan car bomb kills 41, injures 100", *The News*, 8 October 2004; "Protests, strike paralyse life in Multan", *The News*, 9 October 2004. One Amjad Husain Shah from Bhakkar, a member of the banned SMP, was arrested shortly after as the alleged mastermind; see "Multan blast suspect arrested", *The News*, 20 October 2004; "Shias, Deobandis form new militant group", *The News*, 22 October 2004.
71. See "Mufti Jamil shot dead in Karachi", *The News*, 10 October 2004; Arif Jamal, "Now, more intense", *The News*, 17 October 2004.
72. He had been Friday preacher in Gilgit's central Shia mosque since 1990. In 2004 he had led a high-profile protest movement against controversial school curricula; see section 8.3, pp. 309–10.
73. "11 killed in Gilgit violence", *Dawn*, 9 January 2005.
74. "Religious leader shot dead in Lahore", *The News*, 2 April 2005; Ghulam Husain Najafi, born 1939 in Sargodha, was the author of controversial books and had survived three earlier assassination attempts.
75. "20 killed in Bari Imam suicide blast", *The News*, 28 May 2005; Ikramullah, "Terrorists hit Islamabad", *The Nation*, 29 May 2005. Possibly this was an attempt to assassinate the TNFJ(M) leader S. Hamid Ali Musavi, who was not present at the *majlis*, however; see "New wave of terror", *The News*, 5 June 2005.
76. "Suicide blast kills 6 in Karachi mosque", *The News*, 31 May 2005; "6 die as mob sets US food outlet on fire", *The News*, 1 June 2005.
77. "Six die in Gilgit violence", *Dawn*, 14 October 2005.
78. "Killer of 130 persons arrested: police", *The News*, 5 March 2005;
79. "Wanted LJ activist Asif Choto arrested", *The News*, 29 September 2005.
80. See above, p. 277, and section 7.2, p. 261.
81. "37 die in two Hangu blasts, violence", *Dawn*, 11 February 2006; "Hangu attack, violence toll 40", *The News*, 11 February 2006; "Ceasefire in Hangu as three more die", *The News*, 12 February 2006; Rahimullah Yusufzai, "In the extreme north", *The News*, 19 February 2006.

82. "Masterminds of Hangu massacre identified", *Dawn*, 23 March 2006.
83. "Tension grips Karachi", *The News*, 13 April 2006; "Sunni Tehrik leadership wiped out", *Dawn*, 13 April 2006; "Troops deployed to restore calm in Karachi", *The News*, 14 April 2006; Zulfiqar Shah, "The final blow", *The News*, 16 April 2006; "Three LJ activists indicted in Nishtar Park blast case", *Dawn*, 2 September 2009; Amir Mir, "LJ-TTP nexus found in Karachi blasts", *The News*, 6 February 2010.
84. "Bomber kills Hasan Turabi", *The News*, 15 July 2006; "Violence in Karachi as Turabi laid to rest", *The News*, 16 July 2006; Turabi had survived another assassination attempt on 6 April that year.
85. Sohail Abdul Nasir, "The Talibanization of the North-West Frontier", The Jamestown Foundation, (Washington DC), *Terrorism Monitor*, 4 (June 2006) 12; Bill Roggio, "The Fall of Northwestern Pakistan: An Online History", *The Long War Journal*, 13 September 2006, http://www.longwar jounal.org /archives/2006/09/the_fall_of_wazirist.php
86. Hassan Abbas, "The Road to Lal Masjid and its Aftermath", The Jamestown Foundation, (Washington DC), *Terrorism Monitor*, 5(July 2007)142; Qandeel Siddique, *The Red Mosque operation and its impact on the growth of the Pakistani Taliban*, Norwegian Defence Research Establishment (FFI) Rapport 2008/01915, 8 October 2008. According to official accounts, 102 people were killed during the operation, including11 army commandos.
87. On the violence in Kurram since 2007 see section 8.2, passim.
88. "Two die in Hangu bomb blast", *The News*, 26 January 2007.
89. "Curfew in Hangu for second day; 4 die in violence", *Dawn*, 31 January 2007.
90. "Suicide bomber strikes in D I Khan", *The News*, 30 January 2007. The arrested gang members had allegedly been recruited in South Waziristan by Baitullah Mahsud, the later leader of the TTP.
91. "Third suicide attack in four days; 3 dead: Rockets fired in Bannu, Tank; Six suspected bombers held in D.I. Khan; Explosives seized in Kohat", *Dawn*, 30 January 2007.
92. "TNFJ leader shot dead in D.I. Khan", *Dawn*, 15 February 2007; "DI Khan tense after sectarian killings", *The News*, 11 March 2007; "Three killed in DI Khan sectarian shooting", *The News*, 26 April 2007; "One killed in DI Khan sectarian violence", *The News*, 6 May 2007.
93. "PPP leader shot dead in Peshawar", *The News*, 7 May 2007; "PPP leader Qamar Abbas shot dead", *Dawn*, 7 May 2007.
94. "NWFP director information shot dead in Peshawar", *The News*, 6 June 2007.
95. "Baitullah ordered Benazir's murder, reveals FIA report", *Daily Times*, 19 June 2010.
96. In February 2011 the PML-N finally parted ways with the PPP, but remained at the helm in Punjab.
97. Javed Aziz Khan; "889 killed, 2,072 hurt in 61 suicide attacks this year", *The News*, 22 December 2008; idem., "Pakistan suffers 497 blasts in 2009", *The News*, 29 December 2009; Amir Wasim, "Terror incidents claimed 3,300 lives this year", *Dawn*, 31 December 2009; Anis Malik, "3,169 killed in terror incidents in last two years", *The News*, 9 April 2011; Usman Manzoor, "3,879 people lost lives in 2012 in war on terror", *The News*, 1 January 2013.
98. Umar Cheema, "Five leaders of banned groups contesting polls", *The News*, 11 January 2008.
99. "12 die in suicide attack on Peshawar Imambargah", *The News*, 18 January 2008; "Teenage bomber wreaks havoc in Peshawar: 12 worshippers dead, 25 injured", *Dawn*, 18 January 2008; "Shoot-at-sight orders issued after Peshawar bombing", *The News*, 19 January 2008.
100. See section 8.2, p. 301.
101. "Tense calm in Hangu after sectarian strife", *The News*, 22 March 2008.
102. "Four gunned down in Hangu", *The News*, 18 June 2008.
103. "Operation extended to Kurram", *The News*, 21 July 2008; "Operation in Hangu wound

up", *The News*, 24 July 2008; "Al-Qaeda man, 32 Taliban held in Hangu: Malik", *The News*, 26 July 2008; "Jirga asks govt to withdraw troops from Hangu", *The News*, 30 July 2008; "Two Chechens among 16 militants killed in Hangu", *Dawn*, 23 August 2008; "Soldier killed, 10 hurt in Hangu suicide blast", *The News*, 5 November 2008.

104. "Seven killed in D.I. Khan", *Dawn*, 27 May 2008.
105. "32 killed in DIK hospital suicide blast", *The News*, 20 August 2008; "Govt under attack in NA on sectarian killings", *The News*, 21 August 2008.
106. "Terror attack on funeral in D.I. Khan: Nine killed, 43 injured", *Dawn*, 22 November 2008.
107. See "Plot to bomb Muharram processions foiled", *The News*, 20 January 2008. According to that report, the police recovered 500 grams of cyanide from the possession of arrested militants in Karachi.
108. "Suicide bomber sows terror in Bhakkar, attacks MNA: At least 22 killed, 62 injured", *Dawn*, 7 October 2008.
109. "Eight hurt in Peshawar Imambargah bomb blast", *The News*, 245 November 2008; "22 die in Peshawar car-bomb blast", *The News*, 6 December 2008.
110. "One shot dead, two injured in Quetta attack", *The News*, 13 August 2008; "Three killed in Quetta", *The News*, 23 September 2008; "Five injured in Quetta shopping centre blasts", *The News*, 29 September 2008; "Allama Zakiri, guard shot dead near Quetta", *The News*, 22 November 2008.
111. "Two high-profile accused escape from custody", *The News*, 19 January 2008; "Jhangvi activists escape from jail", *Dawn*, 19 January 2008; Amir Mir, "Usman Kurd, the man who caused fall of Raisani govt", *The News*, 15 January 2013.
112. "Four feared dead in Hangu", *The News*, 10 January 2009; "Six more killed in Hangu", *The News*, 11 January 2009; "Fierce battles in Hangu leave 26 dead", *Dawn*, 11 January 2009; "Hangu clashes death toll hits 40", *The News*, 12 January 2009; "Army takes control as five more killed in Hangu", *The News*, 13 January 2009.
113. "32 die as suicide bomber hits DI Khan funeral", *The News*, 21 February 2009.
114. "Cycle bomb kills six in DI Khan", *The News*, 27 January 2009.
115. "Six die in DI Khan target killings", *The News*, 28 April 2009; "14 hurt as grenade hurled at mosque in DI Khan", *The News*, 7 May 2009; "Official, driver shot dead in DI Khan", *The News*, 3 June 2009; "Target killings claim two more lives in Dera", *The News*, 5 June 2009; "Three die in DI Khan target killings", *The News*, 8 June 2009; "PPP leader among two shot dead in Dera", *Dawn*, 18 June 2009; "Six die in DI Khan target killings", *The News*, 7 July 2009; "Two shot dead in Dera Ismail Khan", *The News*, 7 August 2009.
116. "Accord inked to reconcile rival sects in Dera", *The News*, 4 July 2009; "Agreement on ending violence in D.I. Khan", *Dawn*, 4 July 2009.
117. "Attack on procession", *The News*, 6 February 2009; "Carnage outside D.G. Khan mosque: 30 dead", *Dawn*, 6 February 2009; "Mobs on rampage in DG Khan", *The News*, 7 February 2009; "Two DG Khan suicide attack accused held", *The News*, 7 April 2009.
118. 24 die in Chakwal suicide attack", *The News*, 6 Aril 2009; "Thousands attend funeral of Chakwal attack victims", *The News*, 7 April 2009.
119. "Girl killed in suicide blast attempt on Imambargah", *The News*, 25 December 2009.
120. In 2009 the 10 Muharram came twice, in the years 1430 and 1431 of the Islamic calendar.
121. "Karachi burns after attack on Ashura procession", *The News*, 30 December 2009; S. Raza Hassan, "City closes in mourning for Ashura attack victims; Thousands of shops in wholesale market reduced to ashes; Question mark over security arrangements as terror wreaks havoc", *Dawn*, 30 December 2009; "Karachi attacks", ibid.; "Ashura blast aftermath", *The News*, 31 December 2009; Umar Cheema, "Police found inefficient in handling Karachi looters", *The News*, 5 January 2010.

122. "TTP claims responsibility for bombing", *The News*, 31 December 2009; "Taliban own Karachi Ashura carnage", *Dawn*, 31 December 2009; on later denials by the TTP see Huma Yusuf, "Violence in Karachi", *Dawn*, 11 January 2010; "LeJ involved in Karachi Ashura blast, NA told", *The News*, 14 January 2010.
123. "DSP gunned down in Quetta", *Dawn*, 15 January 2009.
124. See "Hazara leader's killing sparks violence in Quetta", *The News*, 27 January 2009; "Violence in Quetta after Hazara leader's murder", *Dawn*, 27 January 2009. One Hafiz Usman of LeJ later confessed the crime; see "Terrorist involved in target killings held in Quetta", *The News*, 13 November 2009.
125. "Man, three sons gunned down in Quetta", *The News*, 25 February 2009; "Two killed in Quetta", *The News*, 2 March 2009; "Five gunned down in Quetta", *The News*, 4 March 2009; "BA slams target killings of Hazaras, demands arrest of terrorists", *The News*, 26 March 2009; "Seven hurt in Quetta attack", *The News*, 14 April 2009; "Two killed in Quetta target killing", *The News*, 23 June 2009; "Principal gunned down in Quetta", *The News*, 24 June 2009; "Professor gunned down in Quetta", *Dawn*, 25 July 2009; "Two more shot dead in Quetta", *The News*, 26 July 2009; "Four fall prey to target killing in Quetta", *The News*, 18 August 2009; "Doctor among 3 killed in Quetta", *Dawn*, 18 August 2009; "Religious leader escapes murder attempt in Quetta", *The News*, 22 August 2009; "Bid to kill Allama Domki foiled", *Dawn*, 22 August 2009; "FC man among two killed in Quetta attacks", *The News*, 16 October 2009.
126. See above, Fn 97. On 10 October 2009, a squad of terrorists even launched a brazen assault on the Army Headquarters in Rawalpindi; see Bill Roggio, "Pakistani commandos break siege on Army headquarters", *The Long War Journal*, 10 October 2009, http://www.longwarjournal.org/archives/2009/10/pakistani_commandos.php.
127. See above, Fn97.
128. Bill Roggio, "Taliban insurgency expands into Punjab", *The Long War Journal*, 7 February 2009, http://www.longwarjournal.org/archives/2009/02/taliban_insurgency_e.php; Hassan Abbas, "Defining the Punjabi Taliban Network", West Point, *CTC Sentinel* 2(2009)4, pp. 1–4; Nasir Jamal, "South Punjab sees Taliban connection as stigma, I+II", *Dawn*, 23 and 25 May 2009; Ayesha Siddiqa, "Terror's Training Ground", *Newsline* 9/2009, Raheel Khan, "Untangling the Punjabi Taliban Network", West Point, *CTC Sentinel* 3(2010)3, pp. 7–9.
129. "Banned SSP chief killed in Khairpur", *Dawn*, 18 August 2009; "Hyderi's killing disrupts life throughout Sindh", ibid.; "FIR registered against Hyderi's killing", *The News*, 20 August 2009; see also above, p. 285 (killings in Dera Ismail Khan).
130. "PML-Q assails Punjab govt for giving 'patronage' to banned outfit", *The News*, 23 February 2010; "Punjab govt accused in NA of supporting terror groups", *Dawn*, 23 February 2010; Khalid Hurral & Babar Dogar, "Jhang fears return of sectarian violence", *The News*, 27 February 2010.
131. "Alluring banned outfits: Shahbaz debunks Taseer", *The News*, 9 March 2010; Babar Sattar, "Hobnobbing with terror", *The News*, 13 March 2010; Muhammad Anis, "25 PPP MPs won polls with banned outfit's support", *The News*, 6 July 2010.
132. "Shahbaz asks Taliban not to attack Punjab", *The News*, 15 March 2010; "I was quoted out of context, says Shahbaz", *The News*, 16 March 2010; Babar Sattar, "Lost in translation?" *The News*, 20 March 2010.
133. "40 killed as terrorists strike Data Darbar", *The News*, 2 July 2010.
134. "Punjab to swoop on 17 banned outfits", *The News*, 5 July 2010; "Banned outfits not to be allowed under new names", *The News*, 6 July 2010; "22 SSP offices sealed, over 170 activists held", *The News*, 12 July 2010.
135. "25 killed as twin blasts rock Karachi", *The News*, 6 February 2010; Amir Mir, "LJ-TTP

nexus found in Karachi blasts", ibid.; "Karachi mourns as death toll climbs to 33", *The News*, 7 February 2010.

136. "12 die in Quetta suicide blast", *The News*, 17 April 2010; "Complete strike in Quetta against suicide attack", *The News*, 18 April 2010.
137. "41 killed in twin Kohat suicide bombings", *The News*, 18 April 2010.
138. "15 injured as suicide bomber hits Sargodha Imambargah", *The News*, 19 July 2010; "Complete strike against suicide attack in Sargodha", *The News*, 20 July 2010.
139. "Mourning procession attacked", *The News*, 2 September 2010; "Death toll from Lahore bombings rises to 31", *Dawn*, 3 September 2010; "JIT to probe Lahore suicide blasts", *The News*, 3 September 2010. The LeJ claimed responsibility for the attacks which were carried out by teenagers.
140. "54 killed as Quds Day rally bombed in Quetta", *The News*, 4 September 2010; "Complete shutter down in Quetta as Mezan Chowk blast victims laid to rest", *The News*, 4 September 2010; "73 Killed in Suicide Attack in Quetta", http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2010/09/06/73-killed-in-suicide-attack-in-quetta/; Amjad Hussain, "Who to be blamed for Quetta Carnage?", http://blogs.aaj.tv/2010/09/who-to-be-blamed-for-quetta-carnage/.
141. "Ban Religious Processions", http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2010/09/06/editorial-ban-religious-processions/; "Quetta mulling ban on religious processions", *The News*, 6 September 2010.
142. "18 killed, 32 hurt in Kohat suicide attack", *The News*, 9 December 2010; Editorial "The Kohat attack", *The News*, 10 December 2010.
143. "Child killed as grenade hurled on procession in Peshawar", *The News*, 17 December 2010; "Peshawar on red alert for Ashura", *Dawn*, 17 December 2010.
144. "Murder of leader in Choti Zirin", *The News*, 19 March 2010; "Violence in Choti: 1,500 booked", *Dawn*, 20 March 2010.
145. "Shoot-to-kill orders in Gilgit to check target killings", *The News*, 4 April 2010; "Two killed as sectarian groups clash", *The News*, 15 August 2010; "Shoot-on-sight order in Gilgit after heavy firing", *Dawn*, 26 August 2010; "CM warns of clamping curfew in Gilgit", *The News*, 27 August 2010.
146. "Three cops held for Gilgit killings ", *The News*, 30 August 2010.
147. "Target Killing of Shia Commune—a Premeditated Conspiracy, MWM", 15 June 2010, http://www. shiitenews.com/index.php/pakistan/1425-target-killing-of-shia-commune—a-premeditated-conspiracy-mwm-; "MQM Shia MPA Raza Haider Shot dead", 2 August 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1609-mqm-shia-mpa-raza-haider-shot-dead; Usman Manzoor, "How MPA Raza Haider was shot by Lashkar men", *The News*, 14 April 2011.
148. "Three killed near Quetta", *The News*, 30 January 2010; "Two gunned down, four hurt in Quetta", *The News*, 19 March 2010; "Three more die in Quetta target killing", *The News*, 21 March 2010; "Balochistan MPAs slam target killings", *The News*, 6 April 2010; "Two students gunned down in Quetta", *The News*, 7 April 2010; "2 Hazaras Killed in HazarGanji", 28 Sept 2010, http://hazaranewspakistan.wordpress.com /2010/10/02/2-hazaras-killed-in-hazarganji/; "Target killings [Quetta]", *The News*, 29 October 2010; "4 Hazaras Killed", 31 Oct 2010, http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2010/10/31/4-hazaras-killed/; "Three killed in target killing spree in Quetta ", *The News*, 16 December 2010.
149. Amir Mir, "Why Hazaras are being killed", *The News*, 6 October 2011.
150. "8 Hazaras Killed in Rocket Attack, Firing", 6 May 2011, http://hazaranewspakistan.wordpress.com /2011/05/06/8-hazaras-killed-in-rocket-attack-firing/; "Six killed in Quetta sectarian attack", *The News*, 7 May 2011; "Strike in Quetta to protest killing", *Dawn*, 7 May 2011.
151. "6 Hazaras Killed, 4 Severely Injured in Sariab Attack", 18 May 2011, http://hazaranews-

pakistan. wordpress.com/2011/05/18/6-hazaras-killed-4-severely-injured-in-sariab-attack/; "Seven killed, four injured in Quetta firing", *The News*, 19 May 2011.

152. "A hero's murder", *The News*, 18 June 2011. The Hazara S. Abrar Husain had represented Pakistan at the Olympics in 1984, 1988, and 1992, and had won a gold medal at the 1990 Asian Games in Beijing.
153. "Gunmen kill four pilgrims in Quetta bus attack", *The News*, 23 June 2011.
154. "Murders of faith in a land of violence", *Dawn*, 29 June 2011.
155. "11 more shot dead in Quetta", *The News*, 31 July 2011; "Partial strike in Quetta against killings", *Dawn*, 31 July 2011.
156. Quoted (slightly edited) from Minority Support Group, *The Shia Hazara of Pakistan*, p. 14.
157. "No security provided to Eid congregation in Quetta, says angry MNA", *The News*, 3 September 2011.
158. "26 shot dead in Mastung sectarian attack", *Dawn*, 20 September 2011; "26 pilgrims taken out of bus, shot dead in Mastung", *The News*, 21 September 2011; "Partial strike in Quetta against sectarian attack", *Dawn*, 21 September 2001; "Protests, shutter down strike in Quetta", *The News*, 22 September 2011; "Failure to protect Shia pilgrims", ibid.; "BHC takes suo moto notice of Mastung killings", *The News*, 23 September 2011.
159. "Quetta target killings claim three lives", *The News*, 24 September 2011.
160. Another sectarian attack near Quetta", *Dawn*, 4 October 2011; "14 Hazaras killed in Quetta bus attack", *The News*, 5 October 2011.
161. Abubakar Siddique and Khudainoor Nasar, "Pakistan's Tiny Hazara Minority Struggles To Survive", 4 October 2011; http://www.rferl.org/articleprintview/24349098.html.
162. "Suicide bomber blows himself up in Quetta", *The News*, 6 November 2011.
163. "Pakistan: Protect Shia Muslims. Hold Accountable Extremist Groups Responsible for Killings", 3 December 2011; http://www.hrw.org/news/2011/12/03/pakistan-protect-shia-muslims.
164. Saeed Shah, "Al-Qaida linked group claims Kabul suicide attack on Shia pilgrims, *The Guardian* (London), 6 December 2011; Fabrizio Foschini, "Ashura Attacks (3): A new type of violence in Afghanistan", *The Afghanistan Analysts Network*, 7 December 2011, https://www.afghanistan-analysts.org/ashura-attacks-3-a-new-type-of-violence-in-afghanistan/; "Karzai sees Lashkar-i-Jhangvi behind sectarian massacre", *The News*, 8 December 2011.
165. "Over 40 alleged terrorists released in Balochistan in a year", *The News*, 28 September 2011.
166. Alex Rodriguez, "Pakistani criminal justice system proves no match for terrorism cases", *Los Angeles Times*, 28 October 2010; "98 pc terrorists released by courts: Iftikhar", *The News*, 11 April 2011; "Terrorism: judicial flaws", *Dawn*, 17 April 2011; "The reason terrorism suspects go free", *Dawn*, 18 April 2011; Editorial "Acquittals & failure" *The News*, 17 July 2011; "Acquittals in terrorism cases: Prosecuting in fear", *Dawn*, 15 August 2011; "Terrorists being freed by courts due to weak probe, evidence: PM", *The News*, 7 February 2013; Babar Sattar, "Judge-proof system?", *The News*, 16 March 2013.
167. "SL team attack mastermind granted bail", *The News*, 12 July 2011; Amir Mir, "Lashkar's Ishaq had clout even in jail", *The News*, 15 July 2011.
168. Ibid.; see above, Fn 126.
169. "Terrorist Malik Ishaq of LeJ continues to preach violence", 19 September 2011, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/3455-terrorist-malik-ishaq-of-lej-continues-to-preach-violence-; Editorial "Ineffectual ban", *The News*, 27 November; "Malik Ishaq of LeJ provided Government protection/Asian Human Rights Commission Report", 3 October 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3504-pakistan-malik-ishaq-of-lej-provides-government-protection—asian-human-rights-commission-report-; Amir Mir, "Blood Flows Freely in Pakistan", *Asia Times Online*, 5–11 October 2011, http://www.

atimes.com/atimes/South_Asia/MJ05Df01.html. On Malik Ishaq's re-arrest in 2013 see below, p. 295.

170. See section 8.2, pp. 304–05.
171. "Suicide attacks kill 14 in Lahore, Karachi", *The News*, 26 January 2011; "Chehlum procession in Lahore culminates peacefully despite blast", ibid.; "Terrorists strike double blow", *Dawn*, 26 January 2011; Editorial "Chehlum blasts", *Dawn*, 27 January 2011.
172. "11 die as militants attack passenger coach in Hangu", *The News*, 14 March 2011.
173. In August 2009 the former "Northern Areas" had been renamed Gilgit-Baltistan, together with a political reform package which included upgrading of the *Northern Areas Council* to a thirty-three-member *Gilgit-Baltistan Legislative Assembly*; see also section 7.3, p. 266.
174. "Kohistan sectarian attack 18 shot dead after being pulled out of four buses", *The News*, 29 February 2012; "Passengers hauled off buses and gunned down: 16 killed in Kohistan sectarian attack", *Dawn*, 29 February 2012; "Tension prevails in GB after Kohistan killings", *The News*, 1 March 2012; Editorial "Sectarian conflict", ibid.; "10 terrorists responsible for Kohistan massacre identified", 1 March 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4112-10-terrorists-responsible-for-kohistan-massacre-identified.
175. "14 killed in sectarian violence in Gilgit, Chilas", *The News*, 4 April 2012; "Bloodletting continues in Gilgit despite curfew and troop deployment", *Dawn*, 4 April 2012. Ten weeks later a video appeared showing dozens of men in Chilas raising slogans such as *"Shia Kâfir"* and joking with each other while killing bus passengers with gunfire or stoning them to death; see "Chilas Tragedy: Video containing brutal massacre of Shia Muslims made public", 25 June 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4566-chilas-tragedy-video-containing-brutal-massacre-of-shia-muslims-made-public; "Biased Chief Secretary Gilgit-Baltistan stops cable operators from broadcasting Chilas Tragedy Video", 28 June 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4583-biased-chief-secretary-gilgit-baltistan-stops-cable-operators-from-broadcasting-chilas-tragedy-video.
176. "Curfew continues in Gilgit, Kidnappers free 34 hostages", *Dawn*, 10 April 2012.
177. "Malik says no clues of sectarianism in GB clashes", *The News*, 5 April 2012.
178. "Gilgit-Baltistan Legislative Assembly passes Pakistan's first law to curb sectarianism", 29 May 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4425-gilgit-baltistan-legislative-assembly-passes-pakistans-first-law-to-curb-sectarianism. On earlier "codes of ethics", which may have served as models, see sections 5.7, pp. 184–85; 7.2, p. 256.
179. "Operation in Hunza Nagar instead of Kohistan & Chilas: PPP scared of MWM's popularity?", 23 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4287-operation-in-hunza-nagar-instead-of-kohistan-a-chilas-ppp-scared-of-mwms-popularity;
"Re-opening of mosques hinges on accepting unjust code of conduct in Gilgit", 9 May 2012,http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4346-re-opening-of-mosques-hinges-on-accepting-unjust-code-of-conduct-in-gilgit.
180. "19 pulled out of buses, shot dead in sectarian attack", *Dawn*, 16 August 2012; "22 pulled off buses, shot dead at Babusar Top", *The News*, 17 August 2012; "Babusar killings: Sunnis refused to identify Shias in front of terrorists", *The News*, 19 August 2012.
181. Ameen Abbasi, "Chehlum procession", *The News*, 16 January 2012; "Bomb attack on Chehlum procession leaves 18 dead", *Dawn*, 16 January 2012.
182. "14 killed in IED blast in Kohat", *The News*, 19 July 2012.
183. "Three lawyers killed in Karachi sectarian attack", *Dawn*, 26 January 2012.
184. "Al Quds rally participants attacked: Two killed in Karachi blast", *Dawn*, 17 August 2012.
185. "Twin blasts kill seven in Karachi", *The News*, 19 September 2012; "Infant, six others killed: Twin blasts hit Bohra community in Karachi", *Dawn*, 19 September 2012; Editorial "The new target", *The News*, 20 September 2012.

186. "13 killed in Karachi violence", *The News*, 7 November 2012.
187. "Two killed in blast near Imambargah: Sectarian attack unnerves Karachi", *Dawn*, 19 November 2012; "Three killed in Karachi bomb blast", *The News*, 19 November 2012.
188. "Sectarian, militant attacks jolt nation", *The News*, 22 November 2012.
189. Ibid. and Shakeel Anjum, "20 mourners killed in Pindi suicide hit", *The News*, 22 November 2012; "Pindi blast death toll 23; TTP claims responsibility", *The News*, 23 November 2012; "Thousands attend funeral prayers of suicide blast victims", ibid.
190. "Eight killed in DI Khan blast near Muharram procession", *The News*, 25 November 2012.
191. "Six more killed in DI Khan Ashura blast", *The News*, 27 November 2012.
192. "Would-be suicide bomber killed in Lakki", *The News*, 24 November 2012.
193. See section 8.2, pp. p. 306.
194. "3 Hazaras Shot Dead", 25 January 2012, http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2012/01/25/3-hazaras-shot-dead/; "Non-stop killings on sectarian grounds. Hazaras demand protection from government", *Dawn*, 26 January 2012.
195. Eight die in sectarian attack and clashes in Quetta", *Dawn*, 29 March 2012; "Six Hazaras gunned down in Quetta", *The News*, 30 March 2009; "Protest strike in Quetta against Hazara killings", *Dawn*, 30 March 2012; "Shutter down in Quetta against target killings", *The News*, 31 March 2012.
196. "Six killed in Quetta sectarian assault", *Dawn*, 10 April 2012; "Eight killed in firing at Quetta shop, Turbat bus", *The News*, 10 April 2012; "Six victims of Quetta target killing laid to rest", *The News*, 11 April 2012.
197. "Eight Hazaras shot dead in Quetta;15-day toll rises to 26", *Dawn*, 14 April 2012; "Eight Hazaras among nine killed in Quetta", *The News*, 15 April 2015.
198. "Two more killed in Quetta", *The News*, 22 April 2012.
199. "Suicide Attack in Hazara Town", 26 April 2012, http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2012/04/26/suicide-attack-in-hazara-town-2/. According to another report, the terrorist was shot dead when he tried to cross a police checkpoint forcibly; see "Police foil suicide attack bid in Quetta", *The News*, 27 April 2012.
200. See "Debate in the British Parliament on Killings of Hazaras in Quetta", 3 March 2012, http://haza-ranewspakistan.wordpress.com/2012/03/03/adjournment/.
201. Editorial "Hazara killings", *Dawn*, 16 April 2012; "SC seeks report on Quetta sectarian killings", *The News*, 17 April 2012; Haider Changezi, "The 'State' of Failure", 27 April 2012, http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2012/04/27/the-state-of-failure/; Mahvish Ahmad, "Hazara killings: divide and rule policy prevents unification", *Dawn*, 28 April 2012; "Hazara killings a systematic genocide", *The Express Tribune*, 29 April 2012; Ameer Martin, "Hazaras at history's crossroads", *The News*, 1 June 2012.
202. See Minority Support Group, *The Shia Hazara of Pakistan. A Community Under Siege*, passim.
203. 16 killed in blast at Quetta seminary", *Dawn*, 7 June 2012; "Blast outside Madrassa kills 14 in Quetta", *The News*, 8 June 2012.
204. "Five killed in Quetta blast", *The News*, 19 June 2012; Editorial "Quetta horrors", *The News*, 21 June 2012.
205. "Lashkar-i-Jhangvi claims responsibility: 13 lives lost in brutal attack on Shia pilgrims", *Dawn*, 28 June 2012; "13 killed in attack on pilgrims' bus in Quetta", *The News*, 29 June 2012.
206. Mumtaz Alvi, "Ethnic cleansing of Hazaras going on in systematic manner", *The News*, 29 June 2012.
207. "Three more Hazaras killed in Quetta", *The News*, 17 August 2012; "Three killed as sectarian attacks on Hazaras continue", *Dawn*, 27 August 2012.

208. "Judge gunned down in Quetta sectarian attack", *Dawn*, 30 August 2012; "Sessions judge, guard, driver killed in Quetta", *The News*, 31 August 2012; "Martyr judge's father says terrorists remained on the scene for two hours", 31 August 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4966-martyr-judges-father-says-terrorists-remained-on-the-scene-for-two-hours.
209. "Two die in post-attack violence. Seven Hazaras gunned down in Quetta", *Dawn*, 2 September 2012; "Quetta bleeds again as seven Hazaras shot dead", *The News*, 2 September 2012.
210. Bomb attack on bus kills three pilgrims in Mastung", *Dawn*, 19 September 2012; "Three pilgrims killed in Mastung bus attack", *The News*, 19 September 2012.
211. "Four more people shot dead in Quetta", *The News*, 7 November 2012; "3 Hazaras shot dead in Quetta", *Dawn*, 7 November 2012; "Three shot dead in Quetta", *The News*, 11 November 2012.
212. "Three killed, two injured in Mach firing", *The News*, 13 November 2013.
213. "Jaish-ul-Islam claims responsibility: 20 Shia pilgrims killed in Mastung attack", *Dawn*, 31 December 2012; "19 die as car bomb hits convoy of pilgrims", *The News*, 31 December 2012.
214. "At least 93 lives lost in Quetta explosions", *Dawn*, 11 January 2013; "96 killed in Quetta bomb blasts", *The News*, 11 January 2013; "Angry mob killed four workers, says Faisal Edhi", *Dawn*, 12 January 2013.
215. "Desperate Hazaras want army rule in Quetta", *Dawn*, 11 January 2013; "Hazaras stage sit-in, look to army as toll reaches 118", *The News*, 12 January 2013; "Hazaras refuse to call off Alamdar Road sit-in", *Dawn*, 12 January 2013; "Quetta's dead remain unburied", *Dawn*, 13 January 2013.
216. "FC given powers of police in Quetta", *The News*, 13 January 2013.
217. See "Candlelight vigil for victims of Quetta blasts", *Dawn*, 11 January 2013; "Candlelight vigil for Quetta, Swat blast victims", *The News*, 12 January 2013; Abdul Zahoor Khan Marwat, "Hazara genocide and national cohesion", *The News*, 1 February 2013. On agitation and demands of the MWM and other Shia organisations after the January 10 terrorist attack see section 8.3, pp. 320–22.
218. "Governor's rule imposed in Balochistan", *Dawn*, 13 January 2013; "Balochistan placed under governor's rule: PM Raja Ashraf", *The News*, 14 January 2013; "Hazaras end sit-in, bury the dead", *The News*, 15 January 2013; "Victims of Quetta bomb blasts laid to rest, finally", *Dawn*, 15 January 2013.
219. Among other things, Raisani said: "This is openly a sectarian strife. What happened in Quetta on the Alamdar Road was the result of sectarian Shia-Sunni tussle. It is happening in Gilgit-Baltistan, the Punjab, and Khyber Pakhtunkhwa and all over the country. It's happening elsewhere in the world …"; see "Sacked Raisani claims his govt ousted over Reko Diq, not Hazara killings", *The News*, 15 January 2013; "Raisani again insists Reko Diq behind his removal, victimization", *The News*, 19 January 2013. On the background of the controversy about the *Reko Diq* concessions see Shaheen Sehbai & Ahmad Noorani, "The mystery behind Reko Diq scramble unfolds", *The News*, 29 February 2012.
220. A. Changezi, "Raisani the Victim?", 20 January 2013, http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2013/01/20/raisani-the-victim/; see also above, Fn 201.
221. Amir Mir, "Punjab govt may not act against LeJ", *The News*, 22 February 2013, quoting the Federal Minister of Interior who also disclosed that the tanker bomb was assembled in Lahore and transported to Quetta. Initial reports spoke of 800–1,000kg explosives, but a later investigation concluded that much less were used in the blast. Due to water shortage in *Hazara Town*, 100–120 water tankers entered and left the area daily, making it dif-

ficult to scan each of them; see Muhammad Ejaz Khan, "Hazaras agree to bury the dead, end Dharna today", *The News*, 20 February 2013.

222. "Large number of women, children among dead in Quetta: Terror comes back to haunt Hazaras; blast kills 67", *Dawn*, 16 February 2013; "Hazaras face yet another pogrom", *The News*, 17 February 2013; "Death toll tops 84; Army deployment sought: Outrage across country at Quetta carnage", *Dawn*, 18 February 2013; "Unbowed Hazaras refuse to bury dead", ibid.
223. "Govt vetoed Hazaras' demand: Army was ready for Quetta deployment", *Dawn*, 19 February 2013; "Four suspects killed, seven held in FC operation", *Dawn*, 20 February 2013.
224. Amir Mir, "Quetta carnage was avoidable had Kurd been nabbed", *The News*, 19 February 2013; Editorial "Crucial questions", *Dawn*, 20 February 2013.
225. "Quetta dead to be buried today: Relatives agree to end sit-in", *Dawn*, 20 February 2013; "Hazaras agree to bury the dead, end Dharna today", *The News*, 20 February 2012; "Grief-stricken Hazaras bury the dead as angry youths protest", *Dawn*, 21 February 2013; see also section 8.3, p. 323.
226. Quoted from Amir Mir, "Lashkar-e-Jhangvi warns of attack on Quetta Jail", *The News*, 20 February 2013 (slightly edited).
227. "LJ leader Malik Ishaq detained", *Dawn*, 22 February 2013; on his release in 2012 see above, p. 290.
228. "Govt asked to put LJ leader on trial", *Dawn*, 23 February 2013; Amir Mir, "Is Malik Ishaq's arrest a face-saving exercise by Punjab?", *The News*, 24 February 2013.
229. Balochistan has placed no request for Malik Ishaq", *The News*, 1 March 2013.
230. Amir Mir, "Punjab govt may not act against LeJ; PML-N has seat adjustments with defunct SSP", *The News*, 22 February 2013.
231. See ibid. and Amir Mir, "Defunct SSP chief confirms talks with PML-N", *The News*, 25 February 2013; idem., "Shahbaz became Punjab CM because of defunct SSP", *The News*, 28 February 2013. On earlier dealings of Sana'ullah with Ludhianvi see above, p. 286.
232. "Punjab acted half-heartedly against terrorists: Malik", *The News*, 25 February 2013; "List of 734 LeJ men provided, PML-N govt must act now, says Malik", *The News*, 4 March 2013; "Malik accuses Punjab govt of striking deal with LeJ", *The News*, 5 March 2013; "Sindh will become peaceful if Punjab cracks down on LeJ: Malik", *The News*, 6 March 2013.
233. "Police belie PML-N claims, saying Lashkar and Sipah operate freely in Punjab", *The News*, 16 March 2013.
234. Suicide bomber kills 28 outside mosque in Hangu", *The News*, 2 February 2013; "Hangu suicide blast death toll reaches 30", "*The News*, 3 February 2013; Editorial "Sectarian mayhem", ibid.
235. A blast had taken place on 18 November 2012 at almost the same place; see above, p. 291.
236. "Blast ravages Shia neighbourhood", *Dawn*, 3 March 2013; "Tragedy strikes again: 45 die, over 70 hurt in Karachi blast", *The News*, 4 March 2013; "Wounded yet seething with rage", ibid.; "Karachi shuts to mourn its dead: Shooting and arson keep city on edge", *Dawn*, 5 March 2013; "Four killed in Karachi violence 15 injured, 10 vehicles torched", *The News*, 5 March 2013; "Protests and tears as victims laid to rest", ibid.; "Government's apathy visible after Karachi blast", *The News*, 6 March 2013.
237. "PPP Kurram Agency chief Dr Riaz shot dead in Peshawar", *The News*, 10 January 2013; "Another doctor killed in Peshawar", *The News*, 23 January 2013; "Another lawyer shot dead in Peshawar", *The News*, 19 March 2013; "Shia officer slain, son injured in Peshawar", *The News*, 28 March 2013; "Anger grows over sectarian target killings", *The News*, 30 March 2013.

238. "Eye specialist, son killed in Lahore sectarian attack", *The News*, 19 February 2013; "Father, son were shot dead at point-blank range", *The News*, 21 February 2013.
239. "Shia intellectual Prof Sibta-e-Jafar assassinated in Karachi", 18 March 2013, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/6517-shia-intellectual-prof-sibta-e-jafar-assassinates-in-karachi; "Allama Baqar Zaidi injured, his guard martyred in terrorist attack in Karachi", 27 April 2013, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/6819-allama-baqar-zaidi-injured-his-guard-martyred-in-terrorist-attack-in-karachi.
240. "PML-N moves to pacify ASWJ", *The News*, 16 March 2013; "PML-N to distance itself from extremists", *The News*, 12 April 2013; "PML-N has alienated religious parties", *The News*, 11 May 2013.
241. Amir Mir, "LeJ terror suspect contesting on PML-N ticket", *The News*, 6 May 2013. Amjad Faruqi had been killed in 2004; see above, p. 281.
242. Amir Mir, "SSP leader who fixed bounty on Taseer given PML-N ticket", *The News*, 7 May 2013.
243. Amir Mir, "55 charged terrorists allowed to contest polls", *The News*, 24 April 2013.
244. "Disqualification of notorious terrorist Aurangzeb Farooqi sought", 7 April 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6670-disqualification-of-notorious-terrorist-aurangzeb-farooqi-sought. S Iftikhar Murshed quoted Faruqi with these words: *"I shall make the Sunnis so strong against the Shias that no Sunni will even wish to shake hands with a Shia ... They will die their own death. We won't even have to kill them. We will make it hard for the Shias to even breathe"*; see "Illusions of peace", *The News*, 10 March 2013. On 25 December 2012, Faruqi had himself survived an assassination attempt; see Kamran Mansoor, "Five cops among 15 killed in Karachi attacks", *The News*, 26 December 2012.
245. Tauseef-ur-Rahman, "Bannu attack heralds TTP onslaught on ANP poll campaign", *The News*, 1 April 2013; "Security concern grows as attacks on ANP leaders continue", *The News*, 15 April 2013; "Two killed, 15 injured in bomb attack on MQM election office", *The News*, 24 April 2013; "Six dead, 15 hurt in bomb attack near MQM office", *The News*, 26 April 2013; "11 die as bomb rocks ANP office in Karachi", *The News*, 27 April 2013; "Blasts hit MQM election office, PPP meeting in Karachi"; *The News*, 28 April 2013; Mosharraf Zaidi, "Lobbing grenades at our democracy", *The News*, 1 May 2013; "Poll campaigns attacked in Sindh, KP, Balochistan, *The News*, 2 May 2013; "Twin blasts near Nine Zero kill three, injure 30", *The News*, 5 May 2013; Amir Mir, "TTP vows to sabotage elections, derail democracy", ibid; "Taliban flex muscle in Karachi ahead of Pakistan vote", *Daily Times*, 11 May 2013.
246. See Amir Mir, "US drones killed 2,183 Jihadis, 487 civilians since 2004", *The News*, 03 January 2013; "US drones to be shot down after May 11: Imran", *The News*, 5 May 2013; International Crisis Group (Brussels), *Drones: Myths and Reality in Pakistan*, Asia Report No. 247, 21 May 2013.
247. "NA passes 18th Amendment Bill", *The News*, 9 April 2010; "NA unanimously adopts 18th Amendment", *Dawn*, 9 April 2010.
248. "Protest over rejection of vote recount plea by Ludhianvi", *The News*, 21 May 2013; "Terrorist Ahmed Ludhianvi vows to go to assemblies, despite losing elections", 31 May 2013, http://www.shiitenews.com /index.php/pakistan/7070-terrorist-ahmed-ludhianvi-vows-to-go-to-assemblies-despite-losing-elections.
249. "Over 100 activists of banned outfits released in Punjab", *The News*, 22 May 2013; "SSP leader Malik Ishaq released from Chohang jail", *Pakistan Today*, 23 May 2013. Malik Ishaq was rearrested shortly after; see "Malik Ishaq bail plea adjourned", *The News*, 24 July 2013.
250. "Shocking details of links between policemen and LeJ emerge", *The News*, 25 May 2013.
251. "Taliban warn authorities over execution of militants", *The News*, 14 August 2013; "LeJ

men to be hanged despite warning", *The News*, 15 August 2013; Amir Mir, "Hanging of LeJ militants a test case for govt", ibid.

252. "Nawaz halts execution of death sentences", *The News*, 18 August 2013.
253. "Varsity bus bombed; Suicide attack in hospital; 14 girls, deputy commissioner among 25 killed in Quetta", *Dawn*, 16 June 2013; "30 killed as blasts, firing rock Quetta", *The News*, 16 June 2013; "Weeping families identify Quetta victims", *The News*, 17 June 2013; Amir Mir, "Quetta suicide attacks were acts of revenge by LeJ", *The News*, 18 June 2013.
254. See section 6.3., p. 230.
255. "Suicide bombing at Peshawar Madrassa kills 14", *The News*, 22 June 2013.
256. "Terrorists strike in Quetta, Peshawar, NWA", *The News*, 1 July 2013; "Hazaras bury blast victims amid tight security", *The News*, 2 July 2013.
257. "Suicide bomber killed in Quetta", *The News*, 28 July 2013.
258. "Four Hazaras gunned down in Quetta", *The News*, 16 July 2013; "Two Hazara men killed", *The News*, 23 July 2013.
259. "DIG among 30 police personnel killed", *Dawn*, 9 August 2013; "Another outrage: Quetta funeral bombing", ibid.; "DIG, SP, DSP among 38 killed", *The News*, 9 August 2013.
260. See section 8.2, p. 307.
261. Shakeel Anjum, "Bhara Kahu suicide bomber identified", *The News*, 12 August 2013; idem, "Suicide attack on Ali Masjid in Bhara Kahu", *The News*, 15 August 2013.
262. On violence in the Kurram Agency in the 1980s and 1990s see sections 6.2, p. 218; 6.3, pp. 221 and 229; 7.2, p. 258.
263. While all Turis in the Kurram Agency are Shias, most locals of the Bangash tribe are Sunnis; see also section 1.1, p. 8.
264. Fabrizio Foschini, "Facts and Fiction on the Frontier: The Haqqanis and the Kurram peace deal", *The Afghanistan Analysts Network*, 14 April 2011, http://www.afghanistan-analysts.org/facts-and-fiction-on-the-frontier-the-haqqanis-and-the-kurram-peace-deal.
265. See section 8.1, p. 277.
266. See Mahsud, *Militancy and Conflict in Kurram*, pp. 4–6, Raheel Khan, *Militancy and Conflict in Orakzai*, p. 3; Abou Zahab, "Sectarianism in Pakistan's Kurram Tribal Agency", passim.
267. Quoted from Mahsud, op. cit., p. 3 (slightly edited); see also Javed Aziz Khan, "Parachinar under curfew after sectarian clashes", *The News*, 7 April 2007; idem., "40 die as Parachinar sectarian violence spreads", *The News*, 8 April 2007; idem., "16 more killed in Kurram clashes", *The News*, 9 April 2007; Rahimullah Yusufzai, "Eight more killed as rivals use heavy weapons in Kurram", *The News*, 11 April 2007; Ali Afzal Afzaal & Iqbal Hussain, "45 more killed in Kurram violence", *The News*, 12 April 2007; idem., "Jirga brokers ceasefire in Kurram agency", *The News*, 13 April 2007.
268. Mahsud, op. cit., p. 8.
269. Dr Mohammad Taqi, "Kurram: sacrificed at the global jihad altar", *Daily Times*, 24 February 2011; see also idem, "Kurram: the forsaken FATA", *Daily Times*, 4 November 2010.
270. Farhat Taj, "Life in Kurram", *The News*, 19 October 2009.
271. "Normalcy returns to most of Kurram Agency", *The News*, 15 April 2007; *Dawn*, 17 November 2007, referred to 150 killed and some 300 injured during the clashes in April.
272. Javed Afridi, "Kurram tribesmen start raising funds to buy arms", *The News*, 4 May 2007.
273. "Nine perish in Parachinar suicide blast", *The News*, 5 August 2007.
274. "20 killed in Parachinar clashes, curfew imposed", *The News*, 17 November 2007; "80 killed in three days of clashes", *Dawn*, 19 November 2007; "28 die before jirga brokers truce in Kurram Agency", *Dawn*, 20 November 2007.
275. "50 dead in fresh Parachinar clashes", *The News*, 25 November 2007; "Eight killed in Kurram violence", *The News*, 24 December 2007; "Five more killed as clashes continue in Kurram", *The News*, 26 December 2007; "32 more killed in Kurram sectarian violence", *The News*,

27 December 2007; "20 killed in fresh Kurram Agency clashes", *The News*, 31 December 2007; "Eight more killed in Kurram Agency", *Dawn*, 3 January 2008; "Sporadic fire in Parachinar despite truce", *Dawn*, 7 January 2008.

276. "Tribesmen forced to travel via Afghanistan", *Dawn*, 31 December 2007.
277. "Kurram peace agreement signed", *The News*, 14 January 2008.
278. According to a March 2012 article, Baitullah Mahsud, (2007–2009 leader of the TTP), had sent a group of 400 Mahsud militants to Kurram in October 2007 led by Qari' Husain, "a notorious anti-Shia commander who burned down several villages and killed dozens of Shias". Two months later Qari Husain was replaced by Faqir 'Alam Mahsud, who allegedly "personally beheaded at least 100 Shias from Kurram, and several Sunnis accused of cooperating with the Shias"; see Zia Ur Rehman, "The battle for Kurram", *The Friday Times*, 2–8 March 2012.
279. "40 die as suicide bomber hits Parachinar poll office", *The News*, 17 February 2008; "PPP rally bombed; 40 dead: Grisly end to electioneering", *Dawn*, 17 February 2008; "Polls put off as Parachinar bombing toll rises to 47", *Dawn*, 18 February 2008.
280. "Parachinar candidate survives new attack", *Dawn*, 27 February 2008. He was, however, assassinated five years later in Peshawar; see below, p. 306.
281. "Six killed in Parachinar ambulance ambush", *The News*, 28 March 2008.
282. "Three die in attack on convoy in Lower Kurram", *The News*, 6 April 2008; "Attack on convoy sparks clashes in Parachinar", *Dawn*, 6 April 2008.
283. "Heavy fighting in Kurram after convoy attack: Four drivers, three militants killed", *Dawn*, 20 June 2008; "11 hostages slain in Kurram Agency", *The News*, 24 June 2008.
284. "30 soldiers taken hostage in Kurram", *Dawn*, 1 July 2008.
285. Mahsud, *Militancy and Conflict in Kurram*, p. 4.
286. Numbers compiled from daily press reports between 15 August and 14 September 2008. The figure of more than 1,500 killed and 5,000 others injured in the Kurram Agency since April 2007 given in *The News*, 19 September 2008, seems quite exaggerated, even after deducting the casualties of 2007 (see above, pp. 299–301).
287. "Kurram Jirga to broker ceasefire till Dec 31", *The News*, 28 September 2008.
288. "Kurram tribes ready to burry the hatchet", *Dawn*, 26 September 2008.
289. "Kurram warring tribes ink peace agreement", *The News*, 17 October 2008; "Agreement kindles hope of peace in Kurram", *Dawn*, 17 October 2008.
290. "Kurram Agency Road reopens, Jirga gets villages vacated", *The News*, 21 November 2008; "84 hostages freed in Kurram Agency", *The News*, 17 December 2008; "Tribals swap 160 hostages in Kurram", *The News*, 18 December 2008.
291. "No end to sufferings in Parachinar", *The News*, 27 March 2009; "Shortage of medicines kills 11 kids in Kurram", *The News*, 21 April 2009; "Helicopter service for Parachinar ordered", *Dawn*, 11 June 2009.
292. Three killed as groups exchange fire in Kurram", *The News*, 17 June 2009; "Six die as clashes continue in Kurram", *The News*, 22 June 2009; "Kurram jirga again fails to broker peace", *Dawn*, 24 June 2009; "Kurram clashes claim 17 lives", *Dawn*, 25 June 2009; "Kurram clashes leave 33 dead", *Dawn*, 28 June 2009; "Fierce clashes precede truce: Troops out in Kurram after foes hold fire", *Dawn*, 2 July 2009; Editorial "Action at last", *The News*, 3 July 2009; "Kurram PPP backs military operation", *The News*, 6 July 2009.
293. See Dressler & Jan, *The Haqqani Network in Kurram*, p. 6. On the anti-Shia background of Hakimullah Mahsud, who in August 2009 succeeded Baitullah Mahsud as the "Amir" of the TTP, see Mukhtar A. Khan, "A profile of the TTP's new leader—Hakimullah Mehsud", in: Combating Terrorism Center at West Point, *CTC Sentinel*, 3 October 2009, pp. 1–4.
294. In late April 2009 the Pakistan Army began a series of military operations in the Swat

valley which had been under de facto control of militants since July 2007. The "Operation Right Path" dislodged the TTP permanently from Swat by July 2009; see Daud Khan Khattak, *Militancy and Conflict in the Swat Valley* (Washington D.C.: The New America Foundation, 2010), pp. 10–11.

295. Dressler & Jan, op. cit., p. 6.
296. "Kurram clashes leave 33 dead", *Dawn*, 28 June 2009.
297. Editorial "Kurram clashes", *The News*, 30 June 2009.
298. "Turis accused of fomenting insurgency in Kurram Agency", *The News*, 26 June 2009.
299. Jane Perlez and Pir Zubair Shah, "Power Rising, Taliban Besiege Pakistani Shiites", *The New York Times*, 26 July 2008; Farhat Taj "Life in Kurram", *The News*, 19 October 2009.
300. On 17 October 2009, 28,000 infantry and airborne troops started entering strongholds of the TTP in the eastern parts of South Waziristan. Until 12 December the "Operation Path to Deliverance" had driven out the TTP from their bases in the Mahsud tribal region. The areas of the Ahmadzai Wazirs closer to the Afghan border were spared because of an agreement with the local Taliban leader Mullah Nazir; see Imtiaz Ali, "Military Victory in South Waziristan or the Beginning of a Long War?", The Jamestown Foundation, *Terrorism Monitor* 7(Dec. 2009)38; Mansur Khan Mahsud, *Militancy and Conflict in South Waziristan* (Washington D.C.: The New America Foundation, 2010), pp. 16–17.
301. "Nine militants die in Kurram jets blitz", *The News*, 10 November 2009; "Jets kill nine militants in Kurram, Orakzai"; *The News*, 11 November 2009.
302. "25 trucks carrying edibles reach Parachinar", *The News*, 16 November 2009.
303. Dressler & Jan, *The Haqqani Network in Kurram*, p. 6; "Arms recovered from militants training centre", *The News*, 27 November 2009; "10 militants killed in Kurram", *Dawn*, 1 December 2009; "15 militants, three soldiers killed in Kurram", *The News*, 13 December 2009; "23 militants killed in Kurram", *The News*, 16 December 2009; "27 militants killed in Kurram", *Dawn*, 17 December 2009.
304. Mahsud, *Militancy and Conflict in Kurram*, p. 6.
305. "Gunmen kidnap 64 on Kurram Agency border", *The News*, 16 May 2010; "Kidnappers free 40 hostages in Kurram", *The News*, 17 May 2010.
306. "11 Kurram travellers slain in Afghanistan", *Dawn*, 11 July 2010.
307. "Kurram travellers suffer second ambush in one week: Convoy attack leaves 18 dead", *Dawn*, 18 July 2010; "18 killed in Kurram convoy attack", *The News*, 18 July 2010.
308. "48 die in two-day Kurram clashes", *The News*, 18 September 2010; "Kurram clashes toll crosses 100", *Dawn*, 18 September 2010; "36 more killed, villages set on fire in Kurram", *The News*, 19 September 2010; "Ceasefire in Kurram", *The News*, 28 September 2010.
309. Jalaluddin Haqqani (born 1950 in Paktia province) was one of the most influential Afghan Mujahidin field commanders of the 1980s with strong relations to Pakistan's *Inter-Services Intelligence* as well as to Arab supporters of the Afghan jihad, including Usama Bin Laden, whose return to Afghanistan in 1996 he had facilitated. He had joined the *Taleban* in 1995 and became a minister in their government. Since 2008 fighters from his network, based mainly in North Waziristan and some eastern provinces of Afghanistan, have carried out a number of high-profile terrorist attacks against Afghan and American targets, especially in Kabul; see Imtiaz Ali, "The Haqqani Network and Cross-Border Terrorism in Afghanistan", The Jamestown Foundation, *Terrorism Monitor* 6(March 2008)6; Matt Dupee, "Haqqani Network: Reign of terror", *The Long War Journal*, 2 August 2008; http://www.longwarjournal.org /archives/2008/08/the_haqqani_network.php; Jeffrey A. Dressler, *The Haqqani Network. From Pakistan to Afghanistan* (Washington D.C.: Institute for the Study of War, 2010).
310. Anand Gopal, Mansur Khan Mahsud, and Brian Fishman, *Militancy and Conflict in North Waziristan* (Washington D.C.: The New America Foundation, 2010), passim; Bill Roggio,

"US pressures Pakistan to target North Waziristan", *The Long War Journal*, 8 May 2010, http://www.longwarjournal.org//archives/2010/05/us_pressures_pakista.php; Baqir Sajjad Syed, "Accord for operation in North Waziristan", *Dawn*, 20 May, 2010; Rahimullah Yusufzai, "The looming twin offensives", *The News*, 1 June 2010; "Kayani had assured of Army action in NWA, says Mullen", *The News*, 15 October 2010.

311. Zulfiqar Ali, "Taliban trying to end tribal clashes in Kurram", *Dawn*, 16 September 2010; "Haqqani's two sons mediating in Kurram", *Dawn*, 21 October 2010; "Taliban may strike deal with Turi tribe", *The News*, 29 October 2010.
312. Dr Mohammad Taqi, "Kurram: the forsaken FATA", *Daily Times*, 4 November 2010; S Iftikhar Murshed, "As the Haqqani network relocates", *The News*, 12 December 2010.
313. Foschini, "Facts and Fiction on the Frontier" (see above, Fn 264).
314. "Parachinar: Shia Clerics rejected deal with any Taliban group", 1 November 2010, http://www. shiitenews.com/index.php/pakistan/1925-parachinarshia-clerics-rejected-deal-with-any-taliban-group- That (partisan) article was referring to a *jirga* of more than 500 tribal elders in Parachinar, which was probably exaggerated.
315. "Kurram residents hope for peace as Islamabad talks enter decisive phase", *The News*, 4 December 2010; Editorial "Accord and discord", *The News*, 8 December 2010.
316. "Convoy of fuel, food torched in Kurram", *The News*, 5 January 2011; "Plunder, torching of trucks", *The News*, 14 January 2011; "Kurram militants snatch vehicle with 7,000 chickens", *The News*, 17 January 2011.
317. Farhat Taj, "The Kurram conundrum", *Daily Times*, 5 February 2011.
318. "Kurram roads to open tomorrow: Malik", *The News*, 4 February 2011; Dressler, & Jan, *The Haqqani Network in Kurram*, pp. 10–11.
319. "Pakistani rival tribes end fight in northwest", *Dawn*, 9 February 2011; "Road to Kurram reopens after four years", *The News*, 9 February 2011.
320. Daud Khattak, "A Haqqani-brokered peace in Kurram agency?", 16 February 2011; http://afpak. foreignpolicy.com/posts/2011/02/16/a_haqqani_brokered_peace_in_kurram_agency; "Kurram deal—Haqqanis' Afghan insurance policy", *Dawn*, 19 February 2011; Editorial "Kurram peace deal", *Dawn*, 20 February 2011; Dr Mohammad Taqi "Kurram: sacrificed at the global jihad altar", *Daily Times*, 24 February 2011; Foschini, "Facts and Fiction on the Frontier" (see above, Fn 264); Dressler, & Jan, *The Haqqani Network in Kurram*, pp. 11–12.
321. "Kurram deal—Haqqanis' Afghan insurance policy", *Dawn*, 19 February 2011.
322. "TTP warns violators of Kurram peace deal", *The News*, 8 February 2011; Two editorials, "Kurram agreement" (*The News*, 9 February 2011) and "Kurram peace deal" (*Dawn*, 14 February 2011), were very critical of the fact that a wanted criminal with a bounty of Rs 5m on his head was posing as "guarantor" of the peace agreement.
323. "Action urged against Kurram peace deal violators", *The News*, 24 March 2011; "Four die as rocket hits Afghan family's van in Kurram", *The News*, 28 March 2011; Dressler & Jan, *The Haqqani Network in Kurram*, p. 11.
324. "Eight killed in attack on passenger vans in Kurram", *The News*, 26 March 2011; "Attack on passengers: Kurram elders refuse to get national identity cards", *Dawn*, 26 March 2011.
325. Dr Ashraf Ali, "Save the Kurram peace deal", *The News*, 31 March 2011.
326. "Issue of Parachinar road's forced closure raised in NA", *Dawn*, 12 April 2011; "Is Parachinar not part of Pakistan, asks NA panel chief", *The News*, 25 April 2011.
327. See section 8.3, pp. 314–15.
328. "Kurram commander quits TTP over suicide attacks", *Dawn*, 28 June 2011; Rahimullah Yusufzai, "Rebel TTP commander claims his group is getting offers of support", *The News*, 30 June 2011.
329. "Kurram operation", *The News*, 11 July 2011.

330. Arif Jamal, "Haqqani Network Growing Stronger at the Expense of the Tehrik-e-Taliban", The Jamestown Foundation, *Terrorism Monitor* 9(August 2011)31.
331. "Military operation launched in Kurram Agency", *The News*, 4 July 2011; "Forces enter militant strongholds in Kurram", *The News*, 5 July 2011; "40 militants killed in Kurram", *Dawn*, 6 July 2011; "35 militants killed in Kurram clash", *The News*, 7 July 2011; "Four more militants killed in Kurram clash", *The News*, 10 July 2011; "Kurram offensive displaces 85,000: officials", *The News*, 13 July 2011.
332. "Kurram tribesmen repulse militants' attack", *The News*, 22 July 2011; "11 militants killed in Kurram ", *The News*, 23 July 2011; "13 militants killed in Kurram, Orakzai", *Dawn*, 23 July 2011; "27 militants 'killed' in North Waziristan", *The News*, 27 July 2011; "Nine militants, six Lashkar men killed in Kurram", *The News*, 29 July 2011.
333. Dr Mohammad Taqi, "The sham operation in Kurram" *Daily Times*, 7 July 2011; "Army operation in Kurram Agency a state-sponsored drama: Kurram Tribe", 11 July 2011, http://www.shiitenews.com /index.php/pakistan/3220-army-operation-in-kurram-agency-a-state-sponsor-drama-kurram-tribe-.
334. Daud Khattak, "'Clearing' Kurram", 25 August 2011; http://afpak.foreignpolicy.com/posts/2011/08/25/clearing_kurram.
335. "10 killed as passenger van attacked in Kurram", *The News*, 17 July 2011; "Funerals held as death toll in Kurram attack reaches 11", *The News*, 18 July 2011.
336. "Six vehicles torched in Kurram, 10 passengers kidnapped", *Dawn*, 17 July 2011; "Five trucks torched, over 10 kidnapped in Kurram Agency", *The News*, 18 July 2011.
337. "11 killed as two vehicles ambushed in Kurram", *The News*, 3 September 2011.
338. "Kurram convoy fails to proceed to Peshawar", *The News*, 8 September 2011; "Security threats leave travelers stranded in Kurram", *The News*, 17 October 2011.
339. Mazhar Tufail, "Parachinar hit badly by Taliban, sectarianism", *The News*, 18 September 2011.
340. Murree accord implemented", *The News*, 31 October 2011; "Kurram tribesmen urged to make peace deal a success", *Dawn*, 6 November 2011.
341. See below, p. 306 and Fn 346.
342. "Six soldiers, 20 militants killed in Kurram", *The News*, 26 January 2012; "20 militants killed in Kurram", *The News*, 27 January 2012; "Eight soldiers, 35 militants killed in Kurram clash", *The News*, 1 February 2012; "Uzbeks among 38 militants killed", *The News*, 2 February 2012; "35 militants, 8 security men killed in Kurram clash", *Dawn*, 2 February 2012, "Seven FC soldiers killed in Kurram attack", *The News*, 4 February 2012.
343. "Parachinar suicide attack leaves 29 dead", *The News*, 18 February 2012; "Parachinar suicide blast claims at least 23 lives", *Dawn*, 18 February 2012; "Kurram blast death toll reaches 41", *The News*, 19 February 2012; Editorial "Parachinar attack", ibid.
344. "Parachinar suicide blast claims at least 23 lives", *Dawn*, 18 February 2012.
345. "Parachinar suicide attack leaves 29 dead", *The News*, 18 February 2012.
346. "Youth of Parachinar rally demands execution of Taliban terrorist Mullah Fazal Saeed", 21 February 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4075-youth-of-parachinar-rally-demands-execution-of-taliban-terrorist-mullah-fazal-saeed. (For the last suicide attacks in Parachinar before February 2012 see above, pp. 300 and 301).
347. "TTIP commander's homes, filling station demolished by forces", *The News*, 22 February 2012.
348. "Two killed as coach hits roadside bomb in Kurram", *The News*, 13 March 2012; "16 injured as passenger coach hits IED in Kurram", *The News*, 17 March 2012; "Two soldiers among 16 injured in Kurram blast", *The News*, 3 April 2012; "Three injured as passenger vehicle attacked in Kurram", *The News*, 24 May 2012; "Four involved in attack on van arrested in Kurram Agency", *The News*, 30 May 2012.

349. "14 killed in Parachinar sectarian attack", *Dawn*, 10 September 2012; "14 killed, 65 injured in Parachinar car bombing", *The News*, 11 September 2012; "Parachinar closed as blast victims laid to rest", *The News*, 12 September 2012.
350. "Tribal elder shot dead in Kurram", *The News*, 18 October 2012; "Security man killed, 14 injured in Kurram blast", *Dawn*, 7 November 2012; "Levies personnel killed, 27 hurt in Kurram blast", *The News*, 8 November 2012.
351. "PPP leader from Kurram killed in Peshawar", *Dawn*, 9 January 2013; "PPP Kurram Agency chief Dr Riaz shot dead in Peshawar", *The News*, 10 January 2013; "Slain PPP leader laid to rest in Parachinar", *The News*, 11 January 2013; see also above, p. 301.
352. "Over 30,000 attends Syed Qaiser's Election rally at Parachinar", 9 May 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6900-over-30-000-attends-syed-qaiser-s-election-rally-at-parachinar "Women protest rigging in Kurram", *The News*, 15 May 2013; "Re-election for NA-37 Kurram sought", *The News*, 23 May 2013.
353. "Taliban say their target was Munir Orakzai: JUI-F rally attacked in Kurram; 19 dead", *Dawn*, 7 May 2013; "23 killed, over 70 injured in blast at JUI-F rally", *The News*, 7 May 2013.
354. "Twin blasts in Parachinar kill 45", *Dawn*, 27 July 2013; "Twin suicide blasts kill 48 in Parachinar", *The News*, 27 July 2013; "Parachinar blasts death toll reaches 60", *The News*, 28 July 2013; Kamila Hyat, "Messages from militants", *The News*, 1 August 2013.
355. "New TTP group emerges to avenge drone attacks", *PakTribune*, 8 July, 2013.
356. Bill Roggio, "Ansarul Muhajideen claims double suicide attack in Kurram", *The Long War Journal*, 27 July 2013, http://www.longwarjournal.org/threat-matrix/archives/2013/07/ansarul_muhajideen_ claims_doub.php.
357. "Two killed in Kurram IED blast", *The News*, 27 July 2013.
358. "Shias want to revive anti-Taliban militias", 28 July 2013, http://www.gulf-times.com/pakistan/186/details/361035/shias-want-to-revive-anti-taliban-militias; "Protest against Parachinar blasts", *The News*, 29 July 2013.
359. On challenges to his leadership in 1998–1999, see section 7.3, pp. 270–72; on renaming of the TJP in 2002 see below.
360. See below, pp. 311–24.
361. For a thorough analysis of Iranian attitudes towards violence against Shias in Pakistan from the 1980s to early 2012 see Vatanka, "The Guardian of Pakistan's Shia", passim.
362. See section 8.1, pp. 281, 287–88. There were many more attacks on *sûfî* shrines in Pakistan in the years after 2007, and some assassinations of Barelvi *'ulamâ'*.
363. See section 8.1, p. 278.
364. "TJP criticises government for giving bases to US", *Dawn*, 17 October 2001; "Sajid Naqvi backs government's Afghan policy; deplores US air strikes", *Dawn*, 31 October 2001.
365. See section 8.1, p. 278.
366. "TJP rejects ban, renames party as MJP", *The News*, 14 January 2002.
367. "Govt turns down banned TJP request", *The News*, 11 July 2002.
368. "EC gets registration papers from 74 parties", *Dawn*, 7 August 2002.
369. Suherwardy, "MMA treats Shia party shabbily", *The Friday Times*, 25 April–1 May 2003.
370. "Sajid Naqvi held as crackdown begins", *The News*, 16 November 2003; see also section 8.1, p. 279.
371. "Shia ulema join hands against Sajid Naqvi's arrest", *The News*, 20 November 2003; Arif Jamal, "Back to ban", *The News*, 30 November 2003. On the political context of the ban of the ITP see section 8.1, pp. 279–80.
372. "MIP seeks MMA support for Shariat Bill in NA", *The Nation*, 2 October 2003. Among the legislation proposed in that draft bill was punishment for violating the honour of both the *sahâba* and the *ahl al-bait* and renouncement of Shias to pronounce *'Alî walîyu'llâh*

in their call for prayers. On an earlier controversy about this formula, which is part of the Shia profession of faith, see section 5.7, pp. 186–87.

373. See section 8.1, p. 276.
374. "Naqvi offered three conditions for release", *The News*, 1 December 2003.
375. "Sajid Naqvi released", *Dawn*, 28 March 2004; "Naqvi released on bail in Azam Tariq murder case", *The Nation*, 28 March 2004.
376. See section 8.1, p. 279.
377. "Qazi, Sajid discuss military operation", *The News*, 2 April 2002.
378. See ibid. and "Qazi terms Quetta incident a conspiracy", *Dawn*, 4 March 2004.
379. "Victims' burial delayed", *Dawn*, 4 March 2004; see also section 8.1, p. 280.
380. "America responsible for Quetta incident: JUI", *Dawn*, 5 March 2004; "Ulema accuse agencies for Quetta carnage", *The Nation*, 8 March 2004.
381. See section 8.1, p. 281.
382. See ibid.
383. Stöber, "Religious Identities Provoked", pp. 389–93; Nosheen Ali, "Outrageous State, Sectarianized Citizens", para 8 and 9 [no page numbers].
384. See section 8.1, p. 281.
385. Stöber, op. cit., pp. 394–5; Nosheen Ali, op. cit., para 9.
386. Such attempts had been made since early 2002, but had later stagnated; see Massoud Ansari, "Madrassahs unreformed", *Newsline*, August 2007; "Pakistan madrassa reforms in tatters", *Daily Times*, 17 July 2009; "Madressah reforms making no headway", *Dawn*, 13 January 2011.
387. See Fn 97 to chapter 8 (p. 459).
388. See section 7.3, pp. 270–72.
389. The ITP was included repeatedly in lists of banned organisations; see "List of 25 banned outfits issued", *The News*, 5 August 2009; "Punjab to swoop on 17 banned outfits", *The News*, 5 July 2010; "Banned outfits not to be allowed under new names", *The News*, 6 July 2010; "Zakat collection", *The News*, 3 August 2011 (referring to a list of 22 banned outfits which the Punjab Police was directed to stop from collecting *zakât* and other donations during the month of Ramadan).
390. See http://ecp.gov.pk/Misc/PartyPosition/NAPosition.pdf; the JUI-F also won ten of sixty-five seats in the Balochistan PA and 2 of 371 seats in the Punjab PA.
391. Muhammad Anis, "MMA revived sans JI, JUI-S", *The News*, 19 October 2012. Sajid Naqvi had also chaired a last meeting of the MMA Supreme Council in December 2007; see "Fazl to issue MMA tickets to candidates", *The News*, 12 December 2007.
392. "Azmat-e-Shuhada conference held", *The News*, 4 August 2008.
393. See section 7.3, p. 271.
394. See https://www.facebook.com/MWMPak/info.
395. Ibid., "Chronicle", comments to the link to a video showing a "landmark speech" of S. Hasan Zafar Naqvi at the August 2008 conference; see http://www.youtube.com/watch?v=LqXBnHtqlFs.
396. "Majlis-e-Wahdat holds first party convention", 10 April 2010, http://www.shiitenews.com/index. php/pakistan/1240-majlis-e-wahdat-holds-first-party-convention.
397. See International Crisis Group (Brussels), *Islamic Parties in Pakistan*, Asia Report No. 216, 12 December 2011, pp. 19–20. On https://www.facebook.com/MWMPak/info (visited on 24 November 2013) the members of the MWM Supervising Council were listed as: Mirza Yusuf Husain, Jumʿa Asadi, S. ʿAlam Musavi, and Raza Najafi. The same source listed the members of the MWM Supreme Council as: Raja Nasir ʿAbbas Jaʿfari, Sheikh Hasan Salahuddin, Sheikh Haidar Ali Jawadi, S. Hasan Zafar Naqvi, S. Rahat al-Husaini, S. Ali Murtaza Zaidi, S. Mazhar Kazimi, Muhammad Amin Shahidi, S. Haidar ʿAbbas ʿAbidi,

S. Hasnain Raza Gardezi, Maqsud Domki, S. Shabbir Bukhari, Abdul Khaliq Asadi, S. Hashim Musavi, Hafiz Husain Nuri, Br. Zahid Ali Kachu, Br. Sarfraz Husaini, and Br. S. Nasir ʿAbbas Shirazi.

398. See "A particular mindset trying to push Shia Muslims to wall", 7 June 2012, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/4473-a-particular-mindset-trying-to-push-shia-muslims-to-wall.

399. Quoted (slightly edited) from Vatanka, "The Guardian of Pakistan's Shia" [no page numbers given].

400. Among them were Mirza Yusuf Husain, Jumʿa Asadi, and S. Zafar Hasan Naqvi.

401. International Crisis Group, *Islamic Parties in Pakistan*, (Fn 397), p. 20.

402. "Shia Ulema's and orgnaizations [sic!] announces three days of mourning", 28 December 2009, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/908-shia-ulemas-and-orgnaizations-announces-three-days-of-mourning-; on the 2009 *ʿÂshûrâʾ* terrorist attack in Karachi see section 8.1, pp. 285–86.

403. "Rally condemns Karachi killings, and demands Chief Justice to take suo motu action on killings of Shia Muslims", 8 February 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1090-rally-condemns-karachi-killings-and-demands-cheif-justice-to-take-suo-motuaction-on-killings-of-shia-muslims; "Majlis-e-Wahdate Muslameen stages protest demonstrations in Sindh", 27 March 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1210-majlis-e-wahdate-muslameen-stages-protest-demonstrations-in-sindh-; see also section 8.1, p. 287.

404. "Majlis-e-Wahdate Muslameen to observe countrywide protest on Friday", 22 April 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1265-majlis-e-wahdate-muslameen-to-observe-countrywide-protest-on-friday; "America and Israel involved in genocide of Shia Muslims in Pakistan", 23 April 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1266-america-and-israel-involved-in-genocide-of-shia-muslims-in-pakistan.

405. "ISO and MWM stage sit-in protest outside Punjab Assembly against the Shia Killings", 26 April 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1273-iso-and-mwm-stage-sit-in-protest-outside-punjab-assembly-against-the-shia-killings-; see also section 8.1, p. 286.

406. "Majlis-e-Wahdat holds first party convention", 10 April 2010, http://www.shiitenews.com/index. php/pakistan/1240-majlis-e-wahdat-holds-first-party-convention; "Maulana Raja Nasir Abbas elected MWM first General Secretary", 11 April 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1242-maulana-raja-nasir-abbas-elects-mwm-first-general-secretary-.

407. "Quetta: Shia community starts Long March towards Quetta on 4th July", 25 May 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1353-quetta-shia-community-starts-long-march-towards-quetta-on-4th-july.

408. "MWM starts 'Defa-e-Tasheo' [sic!] campaign against the Shia genocide", 17 June 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1430-mwm-starsts-qdefa-e-tasheoq-campaign-against-the-shia-genocide-; "MWM announce to besiege the Parliament and provincial assemblies", 18 June 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1433-mwm-announce-to-besiege-the-parlia-ment-and-provincial-assemblies-.

409. "Karachi: MWM Difaa-e-Tashayyo rally against Shia genocide", 20 June 2010, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/1445-karachi-mwm-difaa-e-tashayyo-rally-against-shia-genocide-; "Rallies held despite ban: ISO protests against Shia killings", 22 June 2010, http://pakistanpal. wordpress.com/tag/majlis-e-wahdat-e-muslimeen/.

410. "Wahdat-e-Millat convention will hold on August 1st at Islamabad, MWM", 12 July 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1539-wahdat-e-millat-convention-will-

hold-on-august-1st-at-islamabad-mwm-; "Peace Caravan to take medicine & food to besieged Parachinar: Allama Nasir Abbas MWM", 2 August 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1610-.peace-carvan-to-take-medicine-a-food-to-besieged-parachanar-allama-nasir-abbas-mwm.

411. "MWM Karachi set up relief fund for flood victims", 7 August 2010, http://www.shiite-news. com/index.php/pakistan/1625-mwm-karachi-setup-relief-fund-for-flood-victims-; "MWM leaders celebrate Eid with IDPs at Al-Mehdi Relief Camps", 13 September 2010, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/1747-mwm-leaders-celebrate-eid-with-idps-at-al-mehdi-relief-camps-.
412. "Protest demos in Karachi to condemn Lahore blasts", 2 September, http://www.shiite-news. com/index.php/pakistan/1700-protest-demos-in-karachi-to-condemn-lahore-blasts-; "Protest Demonstration and Sit-In by MWM Pak, ISO Pak and I.O. Pak.", 5 September 2010, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/1712-protest-demonstration-and-sit-in-by-mwm-pak-iso-pak-and-io-pak-; see also section 8.1, p. 287.
413. "Shia leaders announce three Days mourning" [MWM together with the *Shia Ulama Council* headed by S. Sajid Naqvi], 21 September 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1767-shia-leaders-announce-three-days-mourning-; "MWM protest against Rangers", 24 September 2010, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/1777-mwm-protest-against-rangers-.
414. "Shiite Scholars demand halt to US influence in Pakistan", 4 October 2010, http:/www.shiite-news.com/index.php/pakistan/1812-shiite-scholars-demand-halt-to-us-influence-in-pakistan-.
415. See ibid. and "Azadari is an integral part of our religion", 22 November 2010, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/2031-azadari-is-an-integral-part-of-our-religion; "Majlis Wehdat vows not to accept restriction on Muharram processions", 10 December 2010,http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2123-majlis-wehdat-vows-not-to-accept-restriction-on-muharram-processions.
416. "Azadari is an integral part of our religion", 22 November 2010.
417. "Stronger Shias necessary for Pakistan's sovereignty, Allama Raja Nasir Abbas", 31 January 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2412-stronger-shias-necessary-for-pakistans-sover-ginity-allama-raja-nasir-abbas-; "Bedaria Ummat-e-Muslimah Rally to support the uprising in Egypt, Tunisia, Kashmir, and North African Countries", 6 February 2011, http://www.shiitenews.com/index. php/pakistan/2445-karachi-bedaria-ummat-e-muslimah-rally-to-support-the-uprising-in-egypt-tunisia-kashmir-and-north-african-countries; "MWM rally backs Uprising in Muslims Countries", 28 February 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2548-mwm-rally-backs-uprising-in-muslims-countries-.
418. "About 1000 top Pakistani Shiite clerics backs Bahraini uprising" [including leaders of the TJP/ITP], 24 March 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2701-about-1000-top-pakistani-shiite-clerics-backs-bahraini-uprising-; "MWM Convention backs Uprising in Middle East and Bahrain", 12 April 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2803-mwm-convention-backs-uprising-in-middle-east-and-bahrain-; "Lahore: Shia Organizations takes out rally to support Bahraini people", 2 May 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2878-lahore-shia-organizations-takes-out-rally-to-support-bahraini-people-.
419. However, Shias in Pakistan did protest in 2013 when Shia shrines in Syria were attacked by opposition groups; see "Shiites rally in Karachi to protest the terrorist attack on shrines of companions of Holy Prophet (PBUH)", 5 May 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6875-shiites-rally-in-karachi-to-protest-the-terrorist-attack-on-shrines-of-companions-of-holy-prophet-pbuh; "Friday to be observed day of protest against the des-

ecration of Islamic sanctities in Syria", 16 May 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6946-friday-to-be-observed-day-of-protest-against-the-desecration-of-islamic-sanctities-in-syria.

420. "MWM demands execution of Raymond Davis", 19 February 2011, http://www.shiitenews.com /index.php/pakistan/2497-mwm-demands-execution-of-raymond-davis. Raymond Davis was arrested in Lahore on 27 January 2011 after shooting dead two armed men who had allegedly threatened him when he stopped his car at a traffic light. He was released and flown out of Pakistan on 16 March after the payment of *diyya* ("blood money") to the families of the victims.
421. "ISO America Murdabad Rally" 15 May 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2944-iso-america-murdabad-rally. The ISO rally was also addressed by MWM spokesmen, one of whom termed America "the biggest terrorists of the world"; see ibid.
422. "MWM will attend the sit-in protest of Tehreek-e-Insaf, Maulana Hassan Zafar", 21 May 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2970-mwm-will-attend-the-sit-in-protest-of-tehreek-e-insaf-maulana-hassan-zafar-.
423. For a very critical comment on that attitude of the MWM see "Who will free Pakistan's Shias from the Iranian-agenda scholars?", 5 February 2012, http://pakistanblogzine.wordpress.com/2012/02/05/who-will-free-pakistans-shias-from-the-iranian-influenced-mullahs/; see also below, pp. 316–17.
424. "MWM stages sit-in outside parliament house", 24 July 2011, http://www.shiitenews.com/index. php/pakistan/3289-mwm-stages-sitin-outside-parliment-house.
425. "Is Parachinar not part of Pakistan, asks NA panel chief", *The News*, 25 April 2011; "Parachinar residents holds protest rally outside Pakistani Parliament against insecurity", 26 April 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2864-parachinar-residents-holds-protest-rally-outside-pakistani-parliament-against-insecurity-; "Coffin wearing sit-in protest at National Assembly on 9th May against the blockade of Kurram Agency, MNA Sajid Turi", 5 May 2011, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/2893-coffin-wearing-sit-in-protest-at-national-assembly-on-9th-may-against-the-blockade-of-kurram-agency-mna-sajid-turi-; "Parachinar youth in shrouds stage rally in Islamabad against besiege of Parachinar", 10 May 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/2920-parachinar-youth-in-shrouds-stage-rally-in-islamabad-against-besiege-of-parachinar-; "Protesters from Parachinar conditionally pack up agitation camp", *The News*, 6 August 2011.
426. "Open letter to civil society from Parachinar: Freedom Convoy Needed for Pakistani Gaza", 15 June 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3076-open-letter-to-civil-society-from-parachinar-freedom-convey-needed-for-pakistani-gaza-parachinar-; "Open Letter: MWM appeals to donate food & medicine for Parachinar Peace Caravan", 16 July 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3245-open-letter-mwm-appeals-to-donate-food-a-medicine-for-parachinar-peace-caravan-; "MWM Caravan reaches at Parachinar", 1 August 2011, http://www.shiitenews.com/index. php/pakistan/3309—mwm-caravan-reachs-at-parachinar-kurram-agency-.
427. "MWM leaders met with MQM, ANP, and JI leaders for Karachi peace", 08 August 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3332-mwm-leaders-met-with-mqm-anp-and-ji-leaders-for-karachi-peace-.
428. See section 8.1, p. 289.
429. "MWM & ISO staged countrywide Protest against killing of Pilgrims in Mastung", 21 September 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3462-pakistan-mwm-a-iso-staged-countrywide-protest-against-killing-of-pilgrims-in-mastung-.
430. "MWM: Agencies supports killers of 700 Shia Muslims in Quetta" 18 October 2011, http://www. shiitenews.com/index.php/pakistan/3565-mwm-agencies-supports-killers-of-

700-shia-muslims-in-quetta, refering to a joint press conference of Iʿjaz Beheshti, Asghar ʿAskari, Nisar Faizi, and ʿAbbas Zaidi in Sukkur.

431. "Beginning of Shia Unity: Azmat-e-Shohada Conference Quetta", 28 October 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3604-beginning-of-shia-unity-azmat-e-shohada-conference-quetta.
432. "Majlis-e-Wahdat, Jamaat-e-Islami meeting to ease tension in Punjab University", 29 December 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3830-majlis-e-wahdat-jamaat-e-islami-meeting-to-ease-tension-in-punjab-university-. (On 22 December 2011, IJT activists had violently attacked Shia students which tried to prepare a programme of *Yaum-i Husain* at the campus).
433. These had been suspended after an attack of NATO helicopters and jet fighter on two border check-post in Salala (Mohmand Agency) had killed 24 Pakistani soldiers on 26 November 2011. The NATO supply lines were reopened only in July 2012, after the U.S. had tendered a formal apology.
434. "Majlis-e-Wehdat and Tehreek-e-Insaf agreed on 13 points agenda including to eradicate American influence from Pakistan", 10 January 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3889-majlis-e-wehdat-and-tehreek-e-insaf-agreed-on-13-points-agenda-including-to-eradicate-american-influence-from-pakistan.
435. See section 8.1, p. 290.
436. "MWM Karachi rally against 18 Shia pilgrim killings", 28 February 2012, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/4101-mwm-karachi-rally-against-18-shia-pilgrim-killings; "Countrywide mourning day against Kohistan Tragedy and Quran-burning in Afghanistan was held on Friday", 2 March 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4122-countrywide-mourning-day-against-kohistan-tragedy-and-quran-burning-in-afghanistan-was-held-on-friday; "MWM announces civil disobedience if demands not met by March 8", 6 March 2012, http://www.shiitenews.com/index. php/pakistan/4138-mwm-announces-civil-disobedience-if-demands-not-met-by-march-8; "Gilgit: Allama Rahat Hussaini announces launching of movement", 9 March 2012, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/4153-gilgit-allama-rahat-hussaini-announces-launching-of-movement.
437. "MWM announces to hold "Quran-o-Ahlulbait (ra) Conference on 25th March at Nishtar park Karachi", 5 March 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4133-mwm-announces-to-hold-quran-o-ahlulbait-ra-conference-on-25th-march-at-nishtar-park-karachi.
438. "Government machinery against Quran wa Ahl-e-Bait (A.S.) Conference's publicity campaign: Allama Hassan Zafar", 14 March 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4169-govern-ment-machinery-against-quran-wa-ahl-e-bait-as-conferences-publicity-campaign-allama-hassan-zafar; "Over 200000 to participate in Quran wa Ahl-e-Bait (A.S.) Conference", 24 March 2012; http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4195-over-200000-to-participate-in-quran-wa-ahl-e-bait-as-conference; "A mammoth public meeting was held under the aegis of Majlis-e-Wahdat-e-Muslimeen", 25 March 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4196-a-mammoth-public-meeting-was-held-under-the-aegis-of-majlis-e-wahdat-e-muslimeen; "Shia revival: massive participation makes Quran wa Ahl-e-Bait Conference successful", 26 March 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4198-shia-revival-massive-participation-makes-quran-wa-ahl-e-bait-conference-successful.
439. "A mammoth public meeting was held…", 25 March 2012 (see above, Fn 438).
440. Ibid.
441. Sarah Khan, "While General Kayani looked the other way: Quran-o-Ahlebait Conference in Karachi", 25 March 2012, http://lubpak.com/archives/74713.

442. Quoted from Sarah Khan, ibid. (slightly edited); for mainstream press reporting on the event see Fasahat Mohiuddin, "US, Israel threat to Pakistan", *The News*, 26 March 2012; "MWM urges government not to reopen Nato supply routes", *Business Recorder*, 26 March 2012; "People urged to unite against sectarianism", *Dawn*, 26 March 2012; "MWM rally sees massive turnout in Karachi", *Daily Times*, 26 March 2012.
443. The *Difâʿ-i Pâkistân Council* (Defence of Pakistan Council) was formed shortly after the November 2011 attack on the Salala checkpost (see above, Fn 433). It joined together dozens of Islamist parties and groups, including the ASWJ and the *Jamâʿat ud-Daʿwa* (formerly *Lashkar-i Taiba*).
444. Inter-Services Public Relations, i.e. the public relations department of Pakistan's Armed Forces.
445. Quoted (slightly edited) from "MWM must not act as a Shia version of Difa-e-Pakistan Council", 26 March 2012, http://pakistan-blogzine.wordpress.com/2012/03/27/mwm-must-not-act-as-a-shia-version-of-difa-e-pakistan-council/.
446. Quoted (slightly edited) from Jehangir Hafsi "A critical analysis of the MWM resolution at the Karachi Shia rally", 28 March 2012, http://lubpak.com/archives/74905.
447. See section 8.1, p. 291.
448. "MWM Karachi demonstration against Shia genocide in Gilgit, Karachi and Quetta", 4 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4217-mwm-karachi-demonstration-against-shia-genocide-in-gilgit-karachi-and-quetta; "Countrywide protest against genocide of Shia Muslims continues on Friday", 6 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4224-countrywide-protest-against-genocide-of-shia-muslims-continues-on-friday.
449. "MWM sit-in outside Parliament House to protest against Chilas Tragedy", 6 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4228-mwm-sit-in-outside-parliament-house-to-protest-against-chilas-tragedy; "Third day: MWM Parliament House Islamabad protest against Chilas & Karachi killings", 8 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4235-third-day-mwm-parliament-house-islamabad-protest-against-chilas-a-karachi-killings; "Sit-in outside Parliament House against genocide of Shia Muslims entered 7th day", 12 April 2012, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/4249-sit-in-outside-parliament-house-against-genocide-of-shia-muslims-entered-7th-day; "Sit-in ends after Govt assure to meet all demands in 15 days", 14 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4257-sit-in-ends-after-govt-assure-to-meet-all-demands-in-15-days. The promises of the government included: (1) the formation of a judicial commission to probe into the Chilas murders comprising one judge each from the Supreme Court and from a High Court, a Shia and a Sunni scholar, and a lawyer; (2) a common curriculum acceptable to all sects in Gilgit-Baltistan; (3) lifting of the curfew in Gilgit; (4) the release of local Shias arrested on suspicion of breaching peace.
450. "MWM sit-in at Numaish roundabout against genocide of Shia Muslims", 10 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4241-mwm-sit-in-at-numaish-roundabout-against-genocide-of-shia-muslims.
451. See section 8.1, p. 291.
452. "State institutions' undeclared alliance with terrorists: MWM Chief", 30 April 2012, http://www. shiitenews.com/index.php/pakistan/4310-state-institutions-undeclared-alliance-with-terrorists-mwm-chief.
453. "Gilgit-Baltistan Govt orders to expel Allama Nasir Abbas Jafri, ban on his entry for 90 days", 18 July 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4701-gilgit-baltistan-govt-orders-to-expel-allama-nasir-abbas-jafri-ban-on-his-entry-for-90-days; "MWM's countrywide protest against arrest warrant of Allama Nasir Abbas Jafri", 19 July 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4702-mwms-countrywide-protest-against-

arrest-warrant-of-allama-nasir-abbas-jafri; "Gilgit-Baltistan Govt withdraws ban on Allama Nasir Abbas Jafri's entry into province", 19 July 2012, http://www. shiitenews.com/index.php/pakistan/4705-gilgit-baltistan-govt-withdraws-ban-on-allama-nasir-abbas-jafris-entry-into-province.

454. "Majlis e Wahdat e Muslimeen to be registered with Election Commission soon: Allama Shaheedi", 26 April 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4300-majlis-e-wahdat-e-muslimeen-to-be-registered-with-election-commission-soon-allama-shaheedi.
455. "Allama Nasir Abbas Jafri says political parties never benefited Shia Muslims", 28 May 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4421-allama-nasir-abbas-jafri-says-political-parties-never-benefited-shia-muslims.
456. "Quran-o-Ahl-e-Bait (AS) Conference held in Bhakkar", 11 June 2012, http://www.shiite-news.com /index.php/pakistan/4486-quran-o-ahl-e-bait-as-conference-held-in-bhakkar.
457. See section 6.3, pp. 227–28; "Allama Hassan Zafar appeals to Shias to fill Minar-e-Pakistan on July 1", 25 June 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4560-allama-hassan-zafar-appeals-to-shias-to-fill-minar-e-pakistan-on-july-1; "MWM will show its mass support and strength on July 1 at Minar-e-Pakistan Lahore", 26 June 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4570-mwm-will-show-its-mass-support-and-strength-on-july-1-at-minar-e-pakistan-lahore; "MWM to announce comprehensive roadmap today to rid Pakistan of crisis", 30 June 2012, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/4597-mwm-to-announce-comprehensive-roadmap-today-to-rid-pakistan-of-crisis.
458. "Controversy emerges on whether Allama Sajid Naqvi was invited or not", 20 June 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4539-controversy-emerges-on-whether-allama-sajid-naqvi-was-invited-or-not.
459. See above, pp. 315–17; none of the press reports listed in Fn 460 gave estimates of the number of participants, but *The News*, 2 July 2012, termed it "the second largest gathering of Shias at this historic ground after that of 1987".
460. "Pakistan's Shias announce active participation in politics", 1 July 2012, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/4599-pakistans-shias-announce-active-participation-in-politics; "MWM vows to safeguard Pakistan ideology", *The Nation*, 2 July 2012; Asim Husain, "New party warns GHQ, Presidency of siege", *The News*, 2 July 2012; "MWM's Quran-o-Sunnat conference at Minar-e-Pakistan, Lahore. A show of tremendous Shia strength and power", 2 July, 2012, http://jafrianews.com/2012/07/02/mwm-s-quran-o-sunnat-conference-at-minar-e-pakistan-lahore-a-show-of-tremen-dous-shia-strength-and-power/.
461. See above, p. 318.
462. "Over 100 including Allama Shaheedi booked on false charges of terrorism", 8 August 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4828-over-100-including-allama-shaheedi-booked-on-false-charges-of-terrorism; on the release of Malik Ishaq and his re-arrest in 2011 see section 8.1, pp. 290 and 295.
463. "Countrywide protest against Babusar tragedy and bomb attack on Quds Day rally", 24 August 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/4908-countrywide-protest-against-babusar-tragedy-and-bomb-attack-on-quds-day-rally; see also section 8.1, p. 291.
464. "MWM establishes camp of protest in Islamabad", 3 September 2012, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/4984-mwm-establishes-camp-of-protest-in-islamabad; the purpose was condemning the "inaction" of the government and intelligence agencies against anti-Shia terrorists.
465. "MWM announces All Shia Parties Conference on Sept. 15", 29 August 2012, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/4948-mwm-announces-all-shia-parties-conference-on-sept15; "All Shia Parties Conference protest against judiciary for acquitting terror-

ists", 15 September 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5071-all-shia-parties-conference-protest-against-judiciary-for-acquitting-terrorists.

466. "Islamabad becomes war zone as protests turn violent", *The News*, 21 September 2012; "Death, destruction mar Yaum-e-Ishq-e-Rasool", *The News*, 22 September 2012.
467. "Firing kills one in Karachi rally near US Consulate", *The News*, 17 September 2012; "Participant of Labaik Ya Rasool Allah rally Syed Raza Taqvi martyred in Karachi", 17 September 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5073-participant-of-labaik-ya-rasool-allah-rally-syed-raza-taqvi-martyred-in-karachi; "US Consul General, top police officials to be nominated in the FIR: Allama Jafri", 18 September 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5087-us-consul-general-top-police-officials-to-be-nominated-in-the-fir-allama-jafri.
468. Mehreen Zahra-Malik, "Political anatomy of a religious protest", *The News*, 19 September 2012. (This article was the first substantial analysis of the MWM appearing in Pakistan's mainstream press, which has otherwise reported very little on the new Shia movement).
469. "Lahore: Thousands Shiite Muslims demanding expel of US Ambassador from Pakistan", 7 October 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5232-lahore-thousands-shiite-muslims-demanding-expel-of-us-ambassador-from-pakistan.
470. "Allama Jafri sees French revolution like conditions in Pakistan", 15 October 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5289-allama-jafri-sees-french-revolution-like-conditions-in-pakistan.
471. See section 7.2, pp. 255–58.
472. "MWM to establish Shia Solidarity Council, says Allama Shaheedi", 5 November 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5434-mwm-to-establish-shia-solidarity-council-says-allama-shaheedi.
473. "Allama Nasir Abbas Jafri asks govt to shoulder responsibility during Moharram instead of encouraging terrorists", 14 November 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5513-allama-nasir-abbas-jafri-asks-govt-to-shoulder-responsibility-during-moharram-instead-of-encou-raging-terrorists.
474. "Allama Raja Nasir Abbas says it is obligatory on Shiites to come out of houses for Azadari", 23 November 2012, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5586-allama-raja-nasir-abbas-says-it-is-obligatory-on-shiites-to-come-out-of-houses-for-azadari.
475. "MWM announces support to the long march to be led by Tahir-ul-Qadri", 8 January 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5948-mwm-to-participate-in-the-long-march-to-be-led-by-tahir-ul-qadri. Tahir ul-Qadiri had announced the "Long March" from Lahore to Islamabad on 23 December 2012. It took place largely peaceful from 14–17 January 2013, ending with a face-saving compromise; see Tariq Butt, "Tahirul Qadri books 40,000 buses costing Rs800m for long march", *The News*, 10 Januray 2013; idem, "Tahir ul Qadri's demands almost impossible to meet", *The News*, 17 January 2013; Ansar Abbasi, "All fooled again in the name of democracy, corruption saved", *The News*, 18 January 2013.
476. "Allama Shaheedi says parleys with Taliban tantamount to betray the martyrs of terrorism", 9 January 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5960-allama-shaheedi-says-parleys-with-taliban-tantamount-to-betray-the-martyrs-of-terrorism.
477. See section 8.1, pp. 293–94, and "Countrywide Shia Protesters Slam Quetta Bombings", 11 January 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5983-countrywide-shia-protesters-slam-quetta-bombings; "Pakistani Shiites' sit-in, demos, mark solidarity with martyrs of Quetta", 12 January 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5986-pakistani-shiites-sit-in-demos-mark-solidarity-with-martyrs-of-quetta; "Shia Muslims sit-in paralyses Karachi, disconnects city from upcountry", 13 January 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5989-shia-muslims-sits-in-paralyse-karachi-disconnects-

city-from-upcountry; "Countrywide sit-ins as Hazaras continue protest", *The News*, 14 January 2013; "Protests staged in KP to show solidarity with Hazaras", ibid.

478. "Desperate Hazaras want army rule in Quetta", *Dawn*, 11 January 2013.
479. Quoted (slightly edited) from Kamil Hazara, "Shia Genocide: Shia leaders present their demand as Quetta sit-in continues", 11 January 2013, http://lubpak.com/archives/238131 (posted by Abdul Nishapuri).
480. The QSQ had been formed in April 2012, then headed by the provincial minister Sardar Saʿadat Ali; see "Shia Hazara Muslims form Quetta Solidarity Council", 18 April 2012, https://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/4274-shia-hazara-muslims-form-quetta-solidarity-council.
481. Quoted from Ahmad Noorani, "HRW launches campaign against media", *The News*, 9 February 2013.
482. Unrealistic were notably the demands No. 2, 4, 5, 11, and 14, although the government negotiation team may have made promises regarding fulfillment of these demands, too.
483. "Govt surrenders to Shiites demands, Balochistan Govt sacked, Governor rule imposed", 14 January 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/5990-govt-surrenders-to-shiites-demands-balochistan-govt-sacked-governor-rule-imposed; "Pakistan Shia Muslims' countrywide sit-in ends on Monday noon", 14 January 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/5992-pakistan-shia-muslims-countrywide-sit-in-ends-on-monday-noon.
484. See section 8.1, p. 294.
485. "Sit-in, rallies against Hazara killings in Lahore, other cities", *The News*, 18 February 2013; "Quetta carnage: Protests cripple life in country", *The News*, 19 February 2013; "Protests paralyse life in Lahore", ibid.; "Sit-ins, protests against Hazara killings", ibid.; "Major parties protest Hazaras' massacre, walk out of Senate", ibid.
486. "Protest against Quetta killings outside White House", *Dawn*, 18 February 2013; "UK minister condemns Hazara killings", *The News*, 18 February 2013; "London Dharna wants army take over of Quetta", *The News*, 19 February 2013; "Lord Tariq Ahmad condemns sectarian killings", *The News*, 5 March 2013. (There had been a comparable echo in the UK and U.S. to major massacres targeting Shias in Pakistan since at least 2011.)
487. "Quetta: Army should take over to end Balochistan violence: Allama Amin Shaheedi", 18 February 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6270-army-should-take-over-to-end-balo-chistan-violence-allama-amin-shaheedi; "Allama Shaheedi: Sit-in to continue till govt reaches written agreement", 19 February 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6281-allama-shaheedi-sit-in-to-continue-till-govt-reaches-written-agreement. For another list of 20 demands put forward jointly by 40 Shia *ʿulamâ'*, heirs and relatives of the Quetta victims and the *Quetta Solidarity Council* see "Eminent scholars, prayer leaders endorse Shia leadership's decisions", 22 February 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6315-eminent-scholars-prayer-leaders-endorse-shia-leadership-s-decisions.
488. "MWM, Quetta Solidarity Council calls end to sit-ins as talks with government conclude", 19 February 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6283-mwm-quetta-solidarity-council-call-end-to-sit-ins-as-talks-with-government-conclude; see also section 8.1, p. 294.
489. "Majlis-e-Wahdat-e-Muslimeen to contest 100 NA and PA seats", 1 March 2013, http://www. shiitenews.com/index.php/pakistan/6383-majlis-e-wahdat-e-muslimeen-to-contest-100-na-and-pa-seats.
490. "A grand Shia-Sunni religio-political alliance being formed", 23 March 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6553-a-grand-shia-sunni-religio-political-alliance-being-formed.

491. "MWM declares 3-point agenda for seat adjustment", *The Nation*, 31 March 2013.
492. These included a blind cleric (Ali Anwar; PS-102) and a female candidate (Sarwat 'Askari; PS-118), see "MWM's 12 candidates cleared to contest elections from Karachi", 11 April 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6707-mwm-s-12-candidates-cleared-to-contest-elections-from-karachi.
493. See below, p. 325.
494. Sohail Khattak, "Vote(s) of confidence: MWM banks on Shia voters across Sindh to sweep upcoming general elections", *The Express Tribune*, 20 April 2013.
495. "Allama Raja Nasir Abbas Jafri re-elected MWM Secretary-General for second term", 7 April 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6665-allama-raja-nasir-abbas-jafri-re-elected-mwm-secretary-general-for-second-term.
496. "MWM kicks off first election campaign", *The News*, 22 April 2013; "Allama Nasir Abbas Jafari appeals to voters to vote for the Camp", 22 April 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6782-allama-nasir-abbas-jafari-appeals-to-voters-to-vote-for-the-camp.
497. "MWM announces manifesto of Peace, Humanity and Unity", 22 April 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6781-mwm-announces-manifesto-of-peace-humanity-and-unity.
498. Quoted from Kalbe Ali, "The sectarian knot", *Dawn*, 24 April 2013 (slightly edited).
499. Quoted (slightly edited) from Haider Changezi, "Hazara on Hazaar rah?", 3 May 2013, http://hazaranewspakistan.wordpress.com/2013/05/03/hazara-on-hazaar-rah/. (The reference in the last sentence was to a video message of Amin Shahidi posted in the internet under the link https://www. facebook.com/photo.php?v=140208832812344&set=vb.236915603027213&type=2&theater).
500. See "TTP announces to target MQM activists", *The News*, 3 November 2012; Fahim Zaman, "Taliban in Karachi: the real story", *Dawn*, 31 March 2013; "How the Taliban network made inroads into Karachi", *The News*, 24 June 2013.
501. "MQM Shia MPA Raza Haider Shot dead", 2 August 2010, http://www.shiitenews.com/index.php /pakistan/ 1609-mqm-shia-mpa-raza-haider-shot-dead; "Govt says MPA's killing 'trap' to destabilise country", *Dawn*, 3 August 2010; "Banned militant outfits destabilising Karachi: Malik", ibid.
502. "Karachi: MQM's anti-Shia slogans (Shia-Kafir) expose anti-Shia face of the party", 09 November 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/3637-karachi-mqms-anti-shia-slogans-shia-kafir-expose-anti-shia-face-of-the-party-; "Karachi: Three Shia injured in MQM-backed Wahabi terrorist attack on Sham-e-Ghariban Majlis", 7 December 2011, http://www.shiitenews.com/index.php/ pakistan/3748-karachi-three-shia-injured-in-mqm-backed-wahabi-terrorist-attack-on-sham-e-ghari-ban-majlis-; "Governor's meeting with terrorist Ludhanvi slammed", 6 January 2012, http://www. shiite-news.com/index.php/pakistan/3874-governors-meeting-with-terrorists-ludhanvi-slammed-; "MQM's tilt to sectarian outfits makes it anti-Shia party", 11 May 2012, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/4352-mqms-tilt-to-sectarian-outfits-makes-it-anti-shia-party; "Ruling MQM to make electoral alliance with outlawed Sipah-e-Sahaba", 31 December 2012, http://www.shiitenews. com/index.php/pakistan/5896-ruling-mqm-to-make-electoral-alliance-with-outlawed-sipah-e-sahaba; "MQM Delegation Visits Banned Pro-Taliban ASWJ's Office", 3 March 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6402-mqm-delegation-visits-banned-pro-taliban-aswj-s-office; "MQM Malir Unit 101 becomes Sipah-e-Sahaba's hideout, Shiites being threatened", 13 April 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6723-mqm-malir-unit-101-becomes-sipah-e-sahaba-s-hideout-shiites-being-threatened.
503. "MQM removes Labbaik Ya Hussain (AS) graffiti in Shia majority area", 12 April 2013,

http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6709-mqm-removes-labbaik-ya-hussain-as-graffiti-in-shia-majority-area; "MWM demands army deployment for free, fair elections in peaceful environment", 25 April 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6803-mwm-demands-army-deployment-for-free-fair-elections-in-peaceful-environment.

504. "MWM demands re-elections in Karachi, says MQM rigged polls", 12 May 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6918-mwm-demands-re-elections-in-karachi-says-mqm-rigged-polls.
505. See "Majlis e Wahdat Muslimeen (MWM) Final Candidate List Election 2013, 9 May 2013", http://bolegapakistan.blogspot.no/2013/05/majlis-e-wahdat-muslimeen-mwm-final.html.
506. "MWM reaches electoral adjustments with Sunni Tehrik and Jamiat Ulema-e-Pakistan", 9 May 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6909-mwm-reaches-electoral-adjustments-with-sunni-tehrik-and-jamiat-ulema-e-pakistan.
507. "Shia Ulema Council reaches electoral understanding with PPP", 2 April 2013, http://www.shiite-news.com/index.php/pakistan/6621-shia-ulema-council-reaches-electoral-understanding-with-ppp; "PPP and Shia Ulema Council form electoral alliance", 18 April 2013, http://www.shiitenews.com/ index.php/pakistan/6754-ppp-and-shia-ulema-council-forms-electoral-alliance. The ITP was later rewarded with a modest provincial government position; see "Islami Tehrik-e-Pakistan's Provincial Council nominates Kazim Shah for advisor to CM Sindh", 18 June 2013, http://www.shiitenews.com/ index.php/pakistan/7191-islami-tehrik-e-pakistan-s-provincial-council-nominates-kazim-shah-for-advisor-to-cm-sindh.
508. See a complete list of election results of all parties, http://ecp.gov.pk/Misc2013/voteBank.pdf.
509. "MWM's S Mohammad Raza elected MPA Balochistan from Quetta", 12 May 2013, http://majlis.org.uk/mwms-s-mohammad-raza-elected-mpa-balochistan-from-quetta/. The MWM candidate secured 7,320 votes against 5,769 votes for his closest rival Abd ul-Khaliq Hazara, the head of the *Hazara Democratic Party*. Total votes for the MWM in PA elections reached 8799 in Balochistan, 37,444 in the Punjab and 36,868 in Sindh; see http://en.wikipedia.org/wiki/Majlis_Wahdat-e-Muslimeen#cite_note-1 (retrieved on 2 December 2013).
510. See http://ecp.gov.pk/Misc2013/voteBank.pdf. (The PPP, which came third with 6,911,218 NA votes, won more seats in the NA than the PTI, however).
511. See also sections 5.4, pp. 156–57; 7.1, p. 240.
512. See section 8.1, p. 277. In 2013 the JUI-F got 1,461,371 votes for its NA candidates (3.22 per cent; 11 MNAs excluding reserved seats) and the *Jamâ'at-i Islâmî* got 963,909 votes (2.12 per cent; 3 MNAs excluding reserved seats).
513. See section Fn 18 to chapter 7 (p. 442).
514. "Allama Jafari says foreign countries manipulated elections in Pakistan", 22 May 2013, http://www.shiitenews.com/index.php/pakistan/6992-allama-jafari-says-foreign-countries-manipula-ted-elections-in-pakistan.

9. SUMMARY AND CONCLUSION

1. *Qaum* (Arabic and Urdu: "people"; "nation") is the preferred term used by Shias in Pakistan to refer of themselves collectively, rather than "minority". It is never translated in quotations from Urdu sources in this book.

BIBLIOGRAPHY

Interviews by the author

Islamabad

S. Husain ʿArif Naqvi (many visits 1991–2001).
Agha Shahi, former Foreign Minister, 15 June1998.
Agha Murtaza Pooya, owner of daily *The Muslim* and politician, 18 June1998 13 and 14 Nov. 2000.
Dr Safir Akhtar (Akhtar Rahi), Institute of Policy Studies, 10 March 1999.
Professor Aslam Syed, Historian, 14 Nov. 2000.
Abul ʿAmmar Bilal Mehdi, 14 Jan. 2001.
Anwar Ali Najafi, son of Shaikh Muhsin Najafi, 14 Jan. 2001.

Rawalpindi

S. Mehrban Ali Rizvi, founding member of *Pakistan Shia Conference*, 17 and 20 Feb. 1999.
Malik Aftab Husain, author and founder of *Markaz-i Mutâla'at-i Islâmi*, 21 Feb.1999.
Professor Tariq Rahman, 19 Jan. 2001.

Lahore

Aamer Ahmad Khan, (monthly *Herald*), 20 June 1998.
Mazhar Zaidi (monthly *Newsline*), 21 June 1998.
S. M. Taqi Jawa, former Information Secretary of SMC, 27 Feb. 1999.
Shaikh Muhammad Siddiq, founder and editor of weekly *Razâkâr*, 27 Feb. 1999.
Fida Husain, son of Shaikh Muhammad Siddiq, 27 Feb.1999; 3 Feb. 2001.
Nusrat Ali Shahani, Information Secretary, *Jamiʿat ul-Muntazar*, 3 March 1999, 21 Jan. and 5 Feb. 2001.
Tabrid Malik, former Information Secretary ISO, 1 Feb. 2001.
Irshad Nasir, former editor of Monthly *al-ʿArif* (ISO), 1 Feb. 2001.
S. Naubahar Shah, son of S. Sikandar Husain Shah, 21 and 23 Jan 2001; 2 Feb. 2001.
S. Iqbal Husain Kermani, landlord and descendant of Dawud Badagi Kermani of Sherghar (Punjab), 1 Feb. 2001.

S. Zia Haidar Rizvi, Advocate, son of Justice Jamil Husain Rizvi, 3 March 1999, 2 Feb. 2001.

S. Ja'far Husain, manager of Qizilbash *Waqf*, 27 Feb 1999; 6 Feb. 2001.

Begum Afsar Riza Qizilbash and Riza Ali Khan Qizilbash, 5 and 6 Feb. 2001.

Multan

S. Muhammad Kazim Naqvi, son of S. Gulab Ali Shah, 28 Feb. 1999.

S. Muhammad Taqi Naqvi, son of S. Gulab Ali Shah, Vice-President of TJP, 7 Feb. 2001.

S. Mushtaq Husain Naqvi, 1966–1975 Central Organising Secretary SMC, 28 Feb. 1999.

S. Khurshid Abbas Gardezi, grandson of S. Nasir ud-Din Gardezi, 1 March 1999.

Dr M. Hasnain Naqvi, Multan University, 9 Jan. and 7 Feb. 2001.

Sargodha

S. I'jaz Husain Kazimi, Director of *Dâr ul-'Ulûm Muhammadîya*, 4 Feb. 2001.

Chiniot

S. M. Husain Zaidi Barsati, homeopathic doctor and author, 4 Feb. 2001.

Bhakkar

S. Wazarat Husain Naqvi, founding member and long-time Secretary-General of TNFJ; Vice-President of TJP, 8 Jan. 2001.

Karachi

Shahjahan Ja'fari, 6 March 1999.

Professor Sardar Naqvi, 6 March 1999.

S. Ahmad Jauhar, son of S. Muhammad Dihlavi, 7 March 1999; 3 Jan. and 9 Feb. 2001

S. Ja'far Naqvi, former Manager of daily *The Muslim* (Islamabad), 6 Jan. and 8 Feb. 2001.

Peshawar

Dr Mumtaz Ali Bangash, 9 Nov. 2000; 11 March 2001.

Delhi

Professor Mushirul Hasan, 24 Jan. 2001.

Lucknow

Raja Muhammad Amir Sajjad of Mahmudabad, 28 Jan. 2001.

S. Anwar 'Abbas, son of AISC Secretary-General S. Kalb-i 'Abbas, 28 and 29 Jan. 2001.

S. Muhammad Wârith Hasan Naqvi, principal *Madrasat ul-Wâ'izîn*, 29 Jan. 01.

BIBLIOGRAPHY

Urdu newspapers and journals

Anjuman-i Wazîfa (monthly; Lahore)
al-'Ârif (monthly; Lahore)
Asad (weekly; Lahore)
Da'wat (weekly; Lahore)
Durr-i Najaf (weekly; Sialkot)
al-Hujjat (monthly; Peshawar)
al-Irshâd (fortnightly; Karachi)
al-I'tisâm (weekly; Lahore)
Jang (daily; Lahore, Rawalpindi)
Ma'ârif al-Islâm (monthly; Lahore)
al-Ma'rifat (monthly; Hyderabad)
Misbâh ul-Qur'ân (monthly; Lahore)
al-Muballigh (monthly; Sargodha)
al-Muntazar (fortnightly; Lahore)
Nawâ'-i Waqt (daily; Lahore)
Nidâ-i Qaum (weekly; Lahore)
Payâm-i 'Amal (monthly; Lahore)
Râh-i 'Amal (monthly; Lahore)
Razâkâr (weekly; Lahore)
Sadâqat (fortnightly; Gojra)
Sarfarâz (weekly; Lucknow)
Shahîd (weekly; Lahore)
Shî'a (weekly; Lahore)
Shihâb-i Thâqib (weekly; Peshawar)
Tahrîk (monthly; Rawalpindi; Islamabad)
az-Zahrâ (monthly; Islamabad)

English newspapers and journals

Business Recorder (daily; Karachi)
Daily Times (Lahore)
Dawn (daily; Karachi)
The Express Tribune (daily; Karachi, Lahore, Islamabad)
The Friday Times (weekly; Lahore)
The Frontier Post (daily; Peshawar)
The Herald (monthly; Karachi)
The Nation (daily; Lahore)
The News (daily; Karachi, Lahore, Islamabad)
Newsline (monthly; Karachi)
The Muslim (daily; Islamabad)
The Pakistan Times (daily; Lahore)
Weekly Independent (Islamabad)

Bibliography

(Only books and articles focusing on Shias in India and Pakistan and/or referred to repeatedly in the book are included; reference to further sources in the footnotes)

Books and articles in Urdu and Persian

Anjum, Wakîl, *Siyâsat kê fir'aun. Panjâb kê jâgîrdârôn kê 'urûj-o-zawâl kî kahânî* (Lâhaur, Rawalpindi, Karâchî: Ferozsons, 1992).

Balakôtî, Muhammad Ilyâs, *Amîr-i 'Azîmat: Hazrat Maulânâ Haqq Nawâz Jhangvî Shahîd* (Jhang: Jâmi'at 'Usmânîya, n.d.) [1990?].

Bukhârî, Hâfiz Muhammad Akbar Shâh, *Akâbir-i 'ulamâ'-i Deoband* (Lâhaur: Idâra-yi Islâmîyât, n.d.).

Bukhârî, Safdar, *Muhsin ul-Millat Hujjat ul-Islam 'Allâma Sayyid Safdar Husain Najafi … kî mukhtasar sawânih aur kârnâmê* (Lahaur: Jâmi'at al-Muntazar, 1990).

Chaman, Amîr Husain, *Mêrî yâdgâr mulâqâtên. Mihrâb-o-minbar kî nâmwar shakhsîyât sê mulâqât-o-marâsim kî un kahî aur dilchasb hikâyât* (Karachi, Islamabad: Print Media Publications, 2000).

Dogar, Safdar Husain, *'Allâma Mîrzâ Yûsuf Husain Lakhnâvî sê 300 su'âl* (Lâhaur: al-Qâ'im Publications, 1987).

———, *Maulânâ Muhammad Husain Dhakkô sê 150 su'âl*, 2nd ed. (Lâhaur: al-Qâ'im Publications, 1987).

Fâ'izî, Amîr Mukhtâr, *Sonehrî hurûf* (Lâhaur, Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân, n.d.[1984?]).

Haqîqat-i hâl [Interview with S. 'Arif Husain by Abu'l-Intisar (*Razâkâr*), Chiniot 29 December 1984, reproduced as a pamphlet].

Hauza-i 'Ilmîya Jâmi'at ul-Muntazar kâ ta'âruf (Lâhaur: Shu'ba-i Nashr-o-Ishâ'at-i Hauza-i 'Ilmîya Jâmi'at ul-Muntazar, 2001),

Husain, Zâkir, *Husainî Husain kî râh par* (Multan: Kitabnagar, 1988).

Husain, Mujâhid, "Firqawarâna jang kâ âghâz", in: Quarterly *Awâz*, Lâhaur 1(October 1997), 239–72.

Husain, Munawwar, *Jâmi' al-fatâwî ma'a sawânih-i hayât-i … Pîr Sayyid Fazl Shâh*, (Sargodha: Hâfiz Sayyid Riyâz Husain, 1975).

Husain, Sayyid Muhammad Hâdî, *Nuqûsh-i râh, ya'nî mazhabî siyâhat kî das-sâla sargudhasht* (Karâchî: Maktabat-i Mumtâz, 1958).

Husain, Sayyid Murtazâ, *Matla'-i anwâr* (Karâchî: Khurasan Islamic Research Center: 1981).

Ikrâm, Skhaikh Muhammad, *Âb-i Kausar, ya'nî Islâmî Hind-o-Pâk kî mazhabî aur 'ilmî ta'rîkh* (Lâhaur: Ferozsons, 1952)

Jauhar, Sayyid Ahmad & Sayyid Muhammad Rizâ, *Khatîb-i A'zam Maulânâ Sayyid Muhammad Dihlavî hâlât-i zindagî wa-ta'assurât* (Karâchî: Firdousî Colony, 1971).

Kâzimî, Ghazanfar, *Muftî Ja'far Husain, 1914–1983. Ayyâm-i rafta par mukhtasar nazar* (Lâhaur, n.d. [1983?]).

———, *Shahîd 'Allâma 'Ârif Husain al-Husainî* (Lâhaur: Imâmîya Publishers, n.D. [1988?]).

Khân, Muhammad Wasîy, *Tashkîl-i Pâkistân mên shî'ân-i 'Alî kâ kardâr* Vols. I+II (Karâchî: Idâra Mahfil-i Haidarî, 1982, 1983).
Khan, Sajjad Ali Khan (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari* (see Books and Articles in western langauges)
Khân, Taslîm Riza, *Safîr-i inqilâb* (Lâhaur: al-'Ârif Publications, 1996).
———, *Safîr-i nûr.* 2nd ed. (Lâhaur: al-'Ârif Publications, 1998).
Naqvî, Sayyid Hussain 'Arif, *Akâbirîn-i tahrîk* (Rawalpindi: Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya, 1990).
———, *Barr-i saghîr kê imâmîya musannifîn kî matbû'a tasânîf aur tarâjim* (A Bibliography of Imamia Books Published in Indo-Pak Sub-Continent), Vols. I + II, (Islamabad: Iran-Pakistan Institute of Persian Studies, 1997)
———, *Kitâbîyât 'alaih-i imâmîya dar Pâkistân* Vol. I (Islâmâbad: Dâr al-Tablîgh Imâmîya, 1999).
———, *Tazkira-yi 'ulamâ'-i imâmîya-yi Pâkistân* (Islamabad: Imâmîya Dâr al-Tablîgh, 1982)
Nu'mânî, Muhammad Manzûr, *Irânî inqilâb, Imâm Khumainî aur shî'îyat* (Lâhaur: Maktabat Madaniya, 1984).
al-Qâsimî, Muhammad Ziyâ', *Sawânih-i hayât-i Maulânâ Haqq Nawâz Jhangvî shahîd* (Faisalabad: Maktabat Qâsimîya, 1991).
Râhî, Akhtar, *Tazkira-yi 'ulamâ'-i Panjâb*, 1201h-1400h. Vols. I+II (Lâhaur: Maktabat-i Rahmânîya, 1981).
Rizvî, 'Alî Husain, *Ta'rîkh-i Shî'ân-i 'Alî* (Karâchî: Imamîya Akâdamî, 1992).
Rizvî, Sayyid Mehrban 'Alî, *Silsilat al-dhahab shajara-yi nasab* (Rawalpindi 1997).
Safî, Sayyid 'Alî Naqî, *Sahîfat ul-millat ma'rûf bi lakht-i jigar*, ed. Sayyid Manzûr 'Alî Wasî, (Lucknow: Nizâmî Press, 1939).
Sarhaddî, Abd ul-Hasan (ed.), *Majmû'at radd al-muqassirîn bi-qalam-i haqîqat i-raqam hazrat-i Muballigh-i A'zam* (Lyallpur: Dars-i Âl-i Muhammad, 1975).
Shâdânî, Sayyid Saghar 'Alî, *Sawânih-i hâyât-i Râjâ Sâhib Mahmûdâbâd Muhammad Amîr Khân* (Karâchî: Dâmin Ârt Press, 1986).
Shâh, 'Alî Akbar, *Jaltî Masjidên* (Karâchî: Sâjida Academy, 1983).
Zaidî, Sayyid Muhammad Rizâ, "Mutâlabât aur Khatîb-i A'zam", in: Sayyid Ahmad Jauhar & Sayyid Muhammad Rizâ, *Khatîb-i A'zam Maulânâ Sayyid Muhammad Dihlavî hâlât-i zindagî wa-ta'aththurât* (Karâchî: Firdousî Colony, 1971), 81–91.
Zubairî, Bilal, *Tazkira-yi awlîya-yi Jhang* (Jhang: Jhang Adabî Akâdamî, 2nd ed. 1968).
———, *Ta'rîkh-i Jhang*, (Jhang: Jhang Adabî Akâdamî, 1976).

Books and articles in Western languages

Abbas, Azmat, *Sectarianism: The Players and the Game* (Lahore: South Asia Partnership–Pakistan, 2002).
Abbas, Hassan, *Pakistan's Drift into Extremism. Allah, the Army, and America's War on Terror* (New Delhi: Pentagon Press, 2005).
———, *Shiism and Sectarian Conflict in Pakistan. Identity Politics, Iranian Influence, and Tit-for-Tat Violence* (Combating Terrorism Center at Westpoint, Occasional Paper Series, 2010).
Abbott, Freeland, *Islam and Pakistan* (Ithaca: Cornell University Press, 1968).

BIBLIOGRAPHY

Abdur Rashid, Shaikh, *History of the Muslims of the Indo-Pakistan Sub-Continent (1707–1806)* (Lahore: Research Society of Pakistan, 1978).

Abou Zahab, Mariam, "Le Sipah-e Shahaba Pakistan (SSP) dans le Penjab. Islamisation de la societe, ou conflit de classe?", *CEMOTI* 27, 1–6/1999, pp. 143–157.

———, "The Regional Dimension of Sectarian Conflicts in Pakistan", in: Christophe Jaffrelot (ed.), *Pakistan: Nationalism without a Nation?* (New Delhi: Manohar Publishers, 2002), pp. 115–129.

———, "The Politicization of the Shia Community in Pakistan in the 1970s and 1980s", in: A. Monsutti, S. Naef & F. Sabahi (eds.), *Worlds of Islam. The other Shiites. From the Meditarranean to Central Asia* (Bern, New York: Peter Lang, 2007), pp. 97–112.

———, "Sectarianism in Pakistan's Kurram Tribal Agency", in: *Terrorism Monitor*, The Jamestown Foundation, Volume: 7 Issue: 6, March 19, 2009.

Afzal, M. Rafique, *Political Parties in Pakistan, 1947–1971* (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research, 1998).

Ahmad, Aziz, "Activism of the Ulama in Pakistan", in: N. R. Keddie (ed.), *Scholars, Saints and Sufis* (Berkeley: University of California Press, 1972), pp. 257–72.

———, *Islamic Modernism in India and Pakistan 1857–1964* (London, Bombay, Karachi: Oxford University Press, 1967).

Ahmad, Iftikhar, *Pakistan General Elections 1970* (Lahore: Punjab University, 1976).

Ahmad, Imtiaz, "The Shia-Sunni Dispute in Lucknow 1905–1980", in: Milton Israel & N. K. Wagle (eds.), *Islamic Society and Culture*, (Delhi, 1983), pp. 335–50.

Ahmad, Khaled, *Sectarian War: Pakistan's Sunni-Shia Violence and its links to the Middle East* (New York: Oxford University Press, 2011).

Ahmad, Mujeeb, *Jam'iyyat 'Ulama-yi Pakistan 1948–1979* (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research, 1993).

Ahmad, Mumtaz, "Revivalism, Islamization, Sectarianism, and Violence in Pakistan", in.: Craig Baxter & Charles Kennedy (eds.), *Pakistan 1997* (Boulder, Westview Press, 1998), pp. 101–123.

Ahmed, Munir D., "The Shi'is of Pakistan", in: Martin Kramer (ed.), *Shi'ism, Resistance, and Revolution* (Boulder: Westview Press; London: Mansell Publ., 1987), pp. 275–87.

Ali, Mumtaz, *Political and Administrative Development of Tribal Areas. A Focus on Khyber & Kurram.* Unpublished Ph.D. thesis, University of Peshawar, Area Study Centre (Russia & Central Asia), 1996.

Ali, Nosheen, "Outrageous State, Sectarianized Citizens: Deconstructing the 'Textbook Controversy' in the Northern Areas, Pakistan", in: South Asia Multidisciplinary Academic Journal (SAMAJ), Vol. 2 (2008).

Ali, Shaukat, *Pakistan. A Religio-Political Study* (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research, 1997).

Amin, Mohammad, *Islamization of Laws in Pakistan* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1989).

Aziz, Khurshid Kamal, *An Historical Handbook of Muslim India 1700–1947*, 2 Vols. (Lahore, Karachi, Islamabad: Vanguard Books, 1995).

———, *Party Politics in Pakistan: 1947–1958* (Islamabad: National Commission on Historical and Cultural Research, 1976).

Bangash, Ali Mumtaz, *The Political Administration of Tribal Areas; A Historical and Organizational Perspective* (Area Study Centre: Central Asia, University of Peshawar), 1998.

Baxter, Craig, "Union or Partition: Some Aspects of Politics in the Punjab, 1936–45", in: Lawrence Ziring, Ralph Braibant and W. Howard Wiggins (eds.), *Pakistan: The Long View* (Durham: Duke University Press, 1977), pp. 40–69.

Bayly, C.A., "The Pre-History of 'Communalism'? Religious Conflict in India, 1700–1860", in: *Modern Asian Studies* 19(1985)2, pp. 177–203.

Binder, Leonard, *Religion and Politics in Pakistan* (Berkeley: University of California Press, 1961).

Buchta, Wilfried, *Die iranische Schia und die Islamische Einheit 1979–1996* (Hamburg: Deutsches Orient-Institut, 1997).

Burki, Shahid Javed, *Historical Dictionary of Pakistan* (Lahore: Mirza Book Agency, 1992).

Burki, Shahid Javed, & Craig Baxter, *Pakistan under the Military: Eleven Years of Zia ul-Haq* (Boulder: Westview Press, 1991).

Callard, Keith, *Pakistan. A Political Study* (London: George Allen and Unwin Ltd., 1957).

Cole, Juan R.I., *Roots of North Indian Shi'ism in Iran and Iraq: Religion and State in Awadh, 1722–1859* (Berkeley, Los Angeles: University of California Press, 1988).

Conran, W. L., & H. D. Craik, *Chiefs and Families of Note in the Punjab. A Revised Edition of "The Punjab Chiefs" by Sir Lepel H. Griffin and "Chiefs and Families of Note in the Punjab" by Charles Francis Massy*, 3 Vols. (Lahore: Civil an Military Gazette Press, 1909, 1910; repr. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1993).

Crooke, W., *The North-Western Provinces of India. Their History, Ethnology and Administration* (London: Malthus & Co., 1897; reprint Karachi: Oxford University Press, 1978).

Daftary, Farhad, *The Ismailis: their history and doctrines* (Cambridge, New York, a.o.: Cambridge University Press, 1990).

Dressler, Jeffrey, & Reza Jan, *The Haqqani Network in Kurram. The Regional Implications of a Growing Insurgency* (Washington, DC: Institute for the Study of War, 2011).

Durrani, Ashiq Muhammad Khan, *History of Multan (From the early period to 1849 A.D.)* (Lahore: Vanguard Books, 1991).

Ende, Werner, "Sunni Polemical Writings on the Shi'a and the Iranian Revolution", in: David Menashri (ed.): *The Iranian Revolution and the Muslim World* (Oxford: Westview Press, 1990), pp. 219–32.

———, "Sunniten und Schiiten im 20. Jahrhundert", in: *Saeculum* 36(1985)2, pp. 187–200.

Ende, Werner, & Rainer Brunner (eds.), *The Twelver Shia in Modern Times. Religious Culture & Political History* (Leiden: E.J. Brill, 2001).

Feyyaz, Muhammad, *Sectarian Conflict in Gilgit-Baltistan*, Background Paper, Pakistan Institute for Legislative Development and Transparency, May 2011.

Friedman, Yohanan, "The Attitude of the Jam'iyyat-i 'Ulamâ'-i Hind to the Indian National Movement and the Establishment of Pakistan" in: *Asian and African Studies* 7(1971), pp. 157–80.

Ganju, Sarojini, "The Muslims of Lucknow, 1919–1939", in: K. Ballhatchet and J. Harrison (eds.), *The City in South Asia, Pre-Modern and Modern* (London: Curzon Press 1980), pp. 279–97.

Gilmartin, David, *Empire and Islam: Punjab and the Making of Pakistan* (London: I.B. Tauris, 1989).

———, "Religious Leadership and the Pakistan Movement in the Punjab", in: *Modern Asian Studies* 13(1979)3, pp. 485–517.

Government of the Punjab, *Report of the Court of Inquiry constituted under Punjab Act II of 1954 to enquire into the Punjab Disturbances of 1953.* [Munir Report].

Haidar, Syed Afzal, *Velayat-e-Faqih. Imam Khomaini and Islamic Revolution* (Lahore: Gautam Publishers, 1996).

Harrop, W. Scott, "Pakistan and Revolutionary Iran: Adjusting to Necessity", in: *JSAMES* 13(198)1–2, pp. 110–27.

Hasan, Mushirul, *Legacy of a Divided Nation. India's Muslims since Independence* (Delhi, Mumbai, Calcuttta, Madras: Oxford University Press, 1997).

———, *Sectarianism in Indian Islam: The Shia-Sunni Divide in the United Provinces*, Occasional Papers on History and Society, Second Series, (New Delhi: Nehru Memorial Museum and Library, 1990).

———, "Traditional Rites and Contested Meanings: Sectarian Strife in Colonial Lucknow", in: Violette Graff (ed.), *Lucknow. Memoirs of a City* (Oxford, New York, New Delhi: Oxford University Press, 1997).

Hasnain, Nadeem & Shaikh Abrar Husain, *Shias and Shia Islam in India. A Study in Society and Culture* (New Delhi: Harnam Publications, 1988).

Haydar, Afak, "The Politicization of the Shia and the Development of the Tehrik-e-Nifâz-e-Fiqh-e-Ja'faria in Pakistan", in: Charles H. Kennedy (ed.), *Pakistan 1992* (Boulder: Westview, 1993), pp 75–93.

Hjortshoj, Keith, "Shi'i Identity and the Significance of Muharram in Lucknow, India", in: Martin Kramer (ed.), *Shi'ism, Resistance, and Revolution* (Boulder: Westview Press; London: Mansell Publ., 1987), pp. 289–309.

Hollister, John Norman, *The Shia of India* (London: Luzac, 1953).

Husain, S. Ashraf, *Madh-e-Sahaba: Tabarra Controversy and Law and Order* (Lucknow, Tanzeem-e-Millat, 1969).

Husain, Syed Ishtiaq, *The Life and the Times of Raja Saheb of Mahmudabad*, Vols. I+II (Karachi: Mehboob Academy, 1990, 1998).

Ikram, S.M., *Modern Muslim India and the birth of Pakistan (1858–1951)*, 2nd revised edition (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1965).

International Crisis Goup, *The State of Sectarianism in Pakistan*, Asia Report No. 95, (Brussels: April 2005).

Irfani, Suroosh, "Pakistan's Sectarian Violence: Between the 'Arabist Shift' and Indo-Persian Culture", in: Limaye, Satu P, Mohan Malik, and Robert G. Wirsing (eds.), *Religious Radicalism and Security in South Asia* (Honolulu, Asia-Pacific Center for Secrity Studies, 2004), pp. 147–169.

Jain, Naresh Kumar, *Muslims in India. A Biographical Dictionary*, 2 Vols. (New Delhi, Manohar Publications, 1979, 1983).

Jalalzai, Musa Khan, *Sectarianism and Ethnic Violence in Pakistan*, 3rd ed. (Lahore: Izharsons, 1996).

———, *The Sunni-Shia Conflict in Pakistan* (Lahore: Book Traders, 1998).

Jamal, Arif, (A Profile of Pakistan's Lashkar-i-Jhangvi), Combating Terrorism Center at West Point, *CTC Sentinel*, September 2009, pp. 11–14.

———, *A History Of Islamist Militancy In Pakistani Punjab* (Washington DC: The Jamestown Foundation, 2011).

Jones, Justin. *Shia Islam in colonial India: Religion, community and sectarianism* (Cambridge, New York: Cambridge University Press, 2011).

Kamran, Tahir, "Contextualizing Sectarian Militancy in Pakistan: A Case Study of Jhang", in: *Journal of Islamic Studies* 20(2009)1, pp. 55–85.

Keddie, Nikki, *The Shi'a of Pakistan: Reflections and Problems for Further Research* (Los Angeles: The G.E. von Grunebaum Center for Near Eastern Studies, University of California, Working Paper No. 23, 1993).

Kennedy, Charles H., *Islamization of Laws and Economy. Case Studies on Pakistan*, (Islamabad: Institute of Policy Studies, 1996).

———, (ed.) *Pakistan 1992*, (Boulder: Westview Press, 1993).

———, & Rasul Bakhsh Rais (eds.) *Pakistan 1995*, (Lahore: Vanguard, 1996).

———, & Craig Baxter (eds.) *Pakistan 1997*, (Boulder: Westview Press, 1998).

Khalid, D., "The Final Replacement of Parliamentary Democracy by the 'Islamic system' in Pakistan", in: *Orient* 20(1979)4, pp. 16–38.

———, "Pakistan's Relations with Iran and the Arab States", in: *JSAMES* 5(1982)3, pp. 16–22.

Khaliquzzaman, Choudhry, *Pathway to Pakistan* (London: Longmans Green & Co., 1961).

Khan, Raheel, *Militancy and Conflict in Orakzai* (Washington DC: The New America Foundation, 2010).

Khan, Sajjad Ali (compil.), *Shion ki Daur-e Bedari* (Lucknow, Tanzeemul-Mumineen, 1939).

Lamb, Christina, *Waiting for Allah: Pakistan's Struggle for Democracy* (New Delhi: Viking, 1991).

Lari, Suhail Zaheer, *A History of Sindh* (Karachi: Oxford University Press, 1994).

Lodhi, Maleeha, "Pakistan's Shia movement: an interview with Arif Hussaini", in: *Third World Quarterly* 10(1988)2, pp. 806–17.

Mahmood, Safdar (ed.), *Constitutional Foundations of Pakistan* (Lahore: Jang Publishers, 1990).

Mahsud, Mansur Khan, *Militancy and Conflict in Kurram* (Washington DC: The New America Foundation, 2010).

Malik, S. Jamal, *Islamisierung in Pakistan 1977–84. Untersuchungen zur Auflösung autochtoner Strukturen* (Stuttgart: Franz Steiner Verlag, 1989). English edition: *Colonialization of Islam* (New Delhi: Manohar Publ., 1996).

———, "Legitimizing Islamization—The Case of the Council of Islamic Ideology in Pakistan, 1962–1981", in: *Orient* 30(1989)2, pp. 251–68.

———, "Waqf in Pakistan: Change in Traditional Institutions", in: *Welt des Islams* 30(1990), pp. 63–97.

Mayer, Ann Elisabeth, "Islamization and Taxation in Pakistan", in: Anita M. Weiss (ed.), *Islamic Reassertion in Pakistan: the Application of Islamic Laws in a Modern State* (Syracuse: Syracuse University Press, 1986), pp. 59–77.

Metcalf, Barbara Daly, *Islamic Revival in British India: Deoband 1860–1900* (Princeton: Princeton University Press, 1982).

Minority Support Group, *The Shia Hazara of Pakistan. A Community Under Siege* (Birchwood Court: 2012)

Mirza, Humayun, *From Plassey to Pakistan* (Lanham, New York: Oxford University Press of America, 1999).

Momen, Moojan, *An Introduction to Shi'i Islam. The History and Doctrines of Twelver Shi'ism* (New Haven and London: Yale University Press, 1985).

Monsutti, Alessandro, "Image of the Self, Image of the Other. Social Organization and the Role of 'Ashura' among the Hazaras of Quetta (Pakistan)", in: A. Monsutti, S. Naef & F. Sabahi (eds.), *Worlds of Islam. The other Shiites. From the Meditarranean to Central Asia* (Bern, New York: Peter Lang, 2007), pp. 173–191.

Munir Report see Government of the Punjab, *Report of the Court of Inquiry…*

Musa, Mohammad, *Jawan to General—Recollections of a Pakistani Soldier*, 2nd revised and enlarged ed. (Karachi: East & West Publishing Company, 1987).

Naqvi, Syed Hussain 'Arif, *A Bibliography of Imamia Books …* see *Naqvî, Barr-i saghîr kê imâmîya musannifîn …* (Urdu).

———, "The Controversy about the Shaikhiyya Tendency among Shia 'ulamâ' in Pakistan", in: W. Ende & R. Brunner (eds.), *The Twelver Shia in Modern Times. Religious Culture & Political History* (Leiden: E.J. Brill, 2001), pp. 135–49.

Nasr, Seyyed Vali Reza, *The Vanguard of the Islamic Revolution: The Jama'at-i Islami of Pakistan* (Berkeley: University of California Press, 1994).

———, *Maududi and the Making of Islamic Revivalism* (Oxford: Oxford University Press, 1996).

———, "Islam, the State, and the Rise of Sectarian Militancy in Pakistan", in: Christophe Jaffrelot (ed.), *Pakistan: Nationalism without a Nation?*, (New Delhi: Manohar Publishers, 2002), pp. 85–114.

———, *The Shia Revival. How Conflicts within Islam Will Shape the Future* (New York, London: W.W. Norton & Company, 2006).

Pinault, David, *The Shiites. Ritual and Popular Piety in a Muslim Community* (New York: St. Martin's Press, 1992).

———, *Horse of Karbala: Muslim devotional life in India* (New York: St. Martin's Press, 2000).

———, "The Shias as a Minority Community in Pakistan and India", in: *Studies in Contemporary Islam* 5(2003)1–2, pp. 49–56.

Pirzada, Sayid A.S., *The Politics of the Jamiat Ulema-i-Islam Pakistan 1971–1977* (Karachi: Oxford University Press, 2000).

Qureshi, Ishtiaq Husain, *The Muslim Community of the Indo-Pakistan Subcontinent (610–1947). A Brief Historical Analysis* ('S-Gravenhage: Mouton & Co., 1962).

———, *The Struggle for Pakistan* (Karachi: University of Karachi, 1965).

———, *Ulema in Politics*, 2nd ed. (Karachi: Ma'aref Limited, 1974).

Qureshi, Saleem, "The Politics of the Shia Minority in Pakistan: Context and Developments", in: Dhirendra Vajpeyi & Yogendra K. Malik (eds.), *Religious and Ethnic Minority Politics in South Asia* (New Delhi: Manoharlal Publ., 1989), pp. 109–38.

Rahman, Tariq, *Language and Politics in Pakistan* (Karachi: Oxford University Press, 1996).

Rashid, Ahmed, *Taliban. Islam, Oil and the New Great Game in Central Asia* (London: I.B. Tauris, 2000).

Rieck, Andreas, "The Nurbakhshis of Baltistan—Crisis and Revival of a Five Centuries old Community", in: *Die Welt des Islams* (Leiden) 35 (1995) 2, pp. 1–30.

———, "Sectarianism as a Political Problem in Pakistan: The Case of the Northern Areas", in: *Orient* 36 (1995) 3, pp. 429–448.

———, "From Mountain Refuge to Model Area—Transformation of Shi'i Communities in Northern Pakistan", in: I. Stellrecht & M. Winiger (eds.), *Perspectives on History and Change in the Karakorum, Hindukush, and Himalaya* (Köln: Rüdiger Köppe Verlag, 1997), pp. 215–231.

———, "The Struggle for Equal Rights as a Minority: Shia Communal Organizations in Pakistan, 1948–1968", in: W. Ende & R. Brunner (eds.), *The Twelver Shia in Modern Times: Religious Culture & Political History*, (Leiden: Brill, 2000), pp. 271–87.

———, "A Stronghold of Shia Orthodoxy in Northern Pakistan", in: R. Brunner, M. Gronke, J.-P. Laut, U. Rebstock (eds.), Islamstudien ohne Ende. (Festschrift für Professor Werner Ende zum 65. Geburtstag), (Würzburg: Ergon Verlag, 2002), pp. 383–408.

Rizvi, Saiyid Athar Abbas, *Shah Abd al-'Aziz: Puritanism, Sectarian Polemics and Jihad* (Canberra: Ma'rifat Publishing House, 1982).

———, *A Socio-Intellectual History of the Isnâ 'Asharî Shî'îs in India*, Vols. I+II (Canberra: Ma'rifat Publishing House, 1986).

Robinson, Francis, *Separatism among Indian Muslims. The Politics of the United Provinces' Muslims 1860–1923*, Paperback edition (Delhi, Calcutta, Mumbai: Oxford University Press, 1997).

Saeed, Ahmad, *Muslim India (1857–1947). A Biographical Dictionary* (Lahore: Institute of Pakistan Historical Research, 1997).

Salim, Ahmad, *Iskandar Mirza, Rise and Fall of a President* (Lahore: Gara Publishers, 1997).

Schubel, Vernon, *Religious Performance in Contemporary Islam. Shi'i Devotional Rituals in South Asia* (Columbia: University of South Carolina Press, 1993).

Shah, Syed Mujawar Hussain, *Religion and Politics in Pakistan (1972–88)* (Islamabad: National Institute of Pakistan Studies, 1996).

Shirazi, Nasim Shah, *System of Zakât in Pakistan: An Appraisal* (Islamabad: International Islamic University, 1996).

Sivan, Emmanuel, "Sunni Radicalism in the Middle East and the Iranian Revolution", in: *IJMES* 21(1989)1, pp. 1–30.

Stöber, Georg, "Religious Identities Provoked: The Gilgit 'Textbook Controversy'

and its Conflictual Context", in: *Internationale Schulbuchforschung* (Hannover), Vol. 29 (2007), pp. 389–411.

Sumra, Maher Abdul Haq, *The Soomras* (Multan: Becon Books, 1992).

Umar, Mohammad, *Islam in Northern India During the Eighteenth Century* (New Delhi: Munshiram Manoharlal Publications, 1993).

Vatanka, Alex, "The Guardian of Pakistan's Shia", in: *Current Trends in Islamist Ideology*, Hudson Institute, Vol. 13 (June 2012).

Weiss, Anita M. (ed.), *Islamic Reassertion in Pakistan: the Application of Islamic Laws in a Modern State* (Syracuse, New York, 1986).

Wolpert, Stanley, *Jinnah of Pakistan* (New York, Karachi, Oxford: Oxford University Press, 1984).

Wright Jr, Theodore P., "The Politics of Muslim Sectarian Conflict in India", in: JSAMES VIII(Spring 1980)3, pp. 67–73.

Zaman, Muhammad Qasim, "Sectarianism in Pakistan: The Radicalization of Shi'i and Sunni Identities", in: *Modern Asian Studies* 32(1998)3, pp. 689–716.

Ziring, Lawrence, *The Ayub Khan Era: Politics in Pakistan 1958–1969* (Syracuse: Syracuse University Press, 1971).

INDEX

‘Abbas, Akhtar 79, 172, 176, 218, 377n, 396n, 430-31n
‘Abbas, S. Anwar 350n
‘Abbas, S. Muhammad 394n
‘Abbas, S. Qamar 283, 394n
‘Abbas, S. Tajammul 258
‘Abbas, (Sardarzada) S. Zafar 394n
Abbas Town (Karachi) 291, 295
‘Abbasi, Mahmud Ahmad 386n
‘Abbasi, Qa’im ud-Din 380n
Abbaspur 252
Abbottabad 288, 314
Abd ul-Baqi, Maulana 238, 242
Abd ul-Bâri 417n
Abd ul-Bari, Mian 64
Abd ul-Hakim, Maulana 163
Abd ul-Khaliq, Professor 370n, 411n
Abdullah, Hafiz 287
Abdullah, Maulana 253
Abd ul-Latif, Malik 140
Abd ul-Latif, Qazi 226
Abd ul-Majid (Ottoman Sultan) 37
Abd un-Nabiy, Shaikh 14
Abd ul Qayyum, Khalifa 285
Abd ul-Qayyum, Sardar 241
Abd ul-Quddus 404n
Abd ur-Rahman (Emir of Afghanistan) 8
Abd ur-Rahman (Lahore) 381n
Abd ur-Rashid (Chief Minister West Pakistan) 95
Abd ul-Rashid, Sardar 395n
Abd ul-Rashid Khan 390n
Abd ul-Shakur, Maulana see Faruqi
Abd ul-Wahid Khan 21
‘Abidi, ‘Irfan Haidar 217, 266, 424n, 432n, 451n
‘Abidi, S. ‘Abbas Haidar 164, 410n, 423n, 427n, 435n
‘Abidi, S. Haidar ‘Abbas 476n
‘Abidi, S. Muhammad Ahmad 159, 408n
Abu Bakr (Caliph) 113
Abu al-Hasan 368n
Abu ’l-Hasan “Abbu Sahib”, Sayyid 350n
Abu al-Hasanat 373n
Abu Ja’far, Raja S. 27
Abu Zarr 415n
‘Adil Shah, Yusuf 2; Adil Shahi dynasty 2
Afghans 1, 3, 6, 8-9, 183, 218, 221-22, 225, 229, 238, 249, 271, 281, 286, 303, 307, 454-55n, 471n
Afghan war(s) 11, 231, 250, 254, 445n, 449n
al-Afghani, S. Jamal ud-Din 37
Afghani, Shams ul-Haqq 418n

Afghanistan 8-11, 16, 87, 212, 222, 224, 228, 231, 252, 255, 261-62, 271, 275-78, 289, 298-304, 307, 315, 317, 336, 340n, 366n, 447-48n, 455n, 457n, 463n, 471n, 479n
Afsar ul-Muluk see Prince Afsar ul-Muluk
Afzal Agha 150, 159
Afzal Khan, Mir 251, 266
"agents" (alleged/suspected) 178, 222, 252, 315, 320, 363n, 416n; see also "conspiracy"
Agha Hasan, Sayyid 25-26, 28
Agha Khan I (Hasan Ali Shah) 4
Agha Khan III (Sultan Muhammad Shah) 33-35, 37-39, 348n, 353-54n, 356n
Agra 4, 27, 353n, 395n
ahl al-bait 1, 6f, 12, 14, 62, 87-88, 92, 128, 132-33, 164-65, 168, 179-80, 214, 218, 248, 257, 262, 265, 397n, 399n, 415n, 419n, 449, 451n, 475n; see also *Âl-i Muhammad*
Ahl-i hadîth 17, 33, 41, 57, 87-88, 109, 168, 187, 226, 236, 345n, 357n, 363n, 371n, 380n, 395n, 437n; see also *Jam'îyat-i Ahl-i Hadîth*
Ahlu Sunnat wal-Jamâ'at (ASWJ) 286-87, 291, 294-96, 310, 316, 321-22, 325, 335, 468n, 480n, 484n; see also *Millat-i Islâmîya; Sipâh-i Sahâba*
Ahmad, Ghafur 163, 187, 195
Ahmad, (Hafiz) Husain 278
Ahmad, (Dr) Israr 237, 262, 440n
Ahmad, Jamil 281
Ahmad, Manzur 91, 381n; see also Chinioti
Ahmad, Mushtaq 393n
Ahmad, Qazi Husain 255, 257, 309, 448n
Ahmad, S. Abu'l-Hasanat Muhammad 381n
Ahmad, S. Anwar 367n
Ahmad, S. Khalil 381n
Ahmad, S. Sultan 44, 346n
Ahmad, Zafar 362n
Ahmad, Zia ud-Din 427n
Ahmad Khan, Iqbal 191, 436n
Ahmad Khan, Sayyid 18, 32-34
Ahmad Shah, Ali 394n
Ahmad Shah Durrani 6, 8, 10, 340n, 342n, 346n
Ahmadis; Ahmadiya 12, 68, 70, 72, 89-90, 167-68, 183-84, 212, 232, 317, 369n, 390n, 411n; see also anti-Ahmadiya movement
Ahmadnagar 2
Ahmadpur East 81, 93-95, 382-83n
Ahmadpur Sial 127, 176, 415n, 431n
Ahsa'i, Ahmad 132, 175-79, 431-32n
Ahsan ul-fawâ'id 129, 131, 397n
'A'isha (wife of the Prophet Muhammad) 14, 345n, 382n, 438n
Ajmal, Mian Muhammad see Lahori, Akram
Akbar (Mughal emperor) 5, 14-15, 328, 340n
Akbar, Muhammad Husain 423n
Akram, Sheikh Waqas 296
Akram Khan, Muhammad 369n
Akhtar, Muhammad Abd ul-'Aziz 137, 150, 153, 158-59, 394n, 406n
Akhundzada, Anwar Ali 240, 242, 269, 276, 283, 443n
Âl Kashif ul-Ghita, Muhammad Husain 392n, 414n
Âl-i Muhammad 177-78, 202, 247, 267; see also *ahl al-bait*
Âl-i Nabiy, Sayyid 353n
'alam ("flag of 'Abbas") 18, 237
'Alamdar (TNFJ student wing) 434n
'Alamdâr Foundation (Parachinar) 453n
Alamdar Road (Quetta) 289, 293, 295, 321, 323, 466n
'Alavi, Abdullah al-Shattar 6
'Alavi, Jamil Husain 362n
'Alavi, S. Hatim 400n
'Alavi, S. Mahdi Hasan 189, 203, 361n, 368n, 394n, 411n, 423n

Ali, Ahmad 373n, 381n, 384n
Ali, (Hajji) Amir 397n
Ali, Chaudhry Muhammad 73, 372n
Ali, Gulshan 149
Ali, Hakim 258
Ali, Hasan 286
Ali, Hashmat 80, 148, 170, 392n, 408n
Ali, Karamat 51, 362n, 369-70n
Ali, Khallu Karamat 397n
Ali, Mazhar 374n
Ali, Mehram 449n
Ali, Mirza Ahmad 77, 80, 368n, 382n
Ali, Muhammad (India) 35
Ali, Muhammad (Pakistan) 283, 355n, 373n
Ali, Munawwar 366n
Ali, (Seth) Nawazish 397n, 424n, 431n, 434n
Ali, Nosheen 423n
Ali, (Sardar) Saʿadat 483n
Ali, S. Ahmad 388n
Ali, S. Amir 32-35, 37, 352-53n
Ali, (Raja) S. Asghar 27
Ali, S. Asghar 394n
Ali, S. Maqbul 394n
Ali, (Pir) S. Nawazish 368n, 377n
Ali, S. Riza 37
Ali, Shaukat (India) 35
Ali, Shaukat (Pakistan) 242
Ali Ibn Abi Talib 1, 7, 14-15, 20, 97, 110, 186, 341n, 344n, 382n, 399n, 420n
Ali Khan, Hamid 34-35; see also Rampur
Ali Khan, Khan Nawazish 407n
Ali Khan, Liaqat 52, 68, 70, 76, 356n, 369n
Ali Khan, Nâsir 361n
Ali Khan, Nawab Fazl 28
Ali Khan, Nawab Ihsan 45, 49, 77, 362-63n, 358n, 362n, 368n, 382n
Ali Khan, Nawab Shujaʿat 27
Ali Khan, Nur 418n
Ali Khan, Raja Ghazanfar 39, 44, 50, 57-59, 63, 65-66, 99, 356n, 362n, 365n, 367-68n, 371n, 384n
Ali Khan, Raja Lehrasb 111, 159, 161
Ali Khan, Raja Riza 349n
Ali Khan, Raja Yasin 27
Ali Khan, Sher 436n
Ali Shah, S. Ahmad 143
Ali Shah, S. (Pir) Balaghat 362n
Ali Shah, S. Ghazanfar 394n, 423n, 427n
Ali Shah, S. Karam 266
Ali Shah, S. Kazim 427n
Ali Shah, S. Mahbub 78, 414n
Ali Shah, S. Mubarak 99, 108, 123-24, 135, 138, 144, 341n, 347n, 384n, 394n, 400n
Ali Shah, S. Muratib 65
Ali Shah, S. Nasir 289
Ali Shah, (Pir) S. Nawazish, 377n
Ali Shah, S. Nusrat 425n
ʿAlî walîyu'llâh (in Shia call for prayer) 128, 179, 186-87, 189, 218, 397n, 416n, 419n, 475n
Aligarh College 18, 25, 29, 33-36, 119, 349n, 353-54n, 371n, 393n
Alim, Mirza Muhammad 431n
Alipur 79, 81, 157, 359n, 425n
Alireza-Abad 169, 408n
All-India Muslim Educational Conference 25, 33-34, 36, 353n
(All-India) Muslim League 21, 25, 30-31, 33-53, 57, 67, 87-88, 119, 329, 351-52n, 354-62n, 364-65n, 367n, 371n, 376n, 393n, 401n
All-India Shia Conference (AISC) 20, 25-30, 40, 42, 46, 48, 58, 348-51n, 358n, 374n
All-India Shia Political Conference (AISPC), 30, 40-42, 46, 48-50, 63, 350-52n, 357n, 425n
All-India Sunni Conference 402n
All-Pakistan *ʿAzâdârî* Convention 90, 93
All-Pakistan *Fiqh-i Jaʿfarîya* Conference (1978) 199-200, 426n
All-Pakistan Muslim Parties Convention 70, 89, 369n

All-Pakistan Shia Board 65-66, 77
All-Pakistan Shia Conference (APSC) 57-66, 73-75, 80, 90, 92, 94-102, 105, 107-8, 114, 116, 118, 121, 123-24, 134-35, 138-39, 141-42, 145, 149-51, 153-54, 157-60, 162-66, 168-70, 190, 193-94, 199, 201, 203, 206-7, 217, 329-33, 364-65n, 367-69n, 372-73n, 381-82n, 384-85n, 390n, 393-94, 399n, 401-2n, 408-12n, 422n, 426n, 428-29n; conventions (1948) 58-59, 80; (1950) 63-64; Resolution No. 6 (1948) 59-61, 64-65, 74, 329, 365n, 367-68n
All-Pakistan Shia Convention (1953) 70-72, 367n, 371n, 392n; (1955) 90; (1957) 96, 101; (1964) 120; (1970) 155; (1979) 204-6
All-Pakistan Shia *Mutâlabât* Convention (1966) 136-38
All-Pakistan Shia Revolutionary Front 193
All-Parties Muslim Conference (1929) 38
All-Parties Shia Conference (1940) 30, 42, 44, 49-51, 358n, 361n
All Shia Parties Conference (2012) 319, 481-82n
Allahabad 27-28, 34, 38, 353-55n, 364n
Allsop Committee 21, 23
Amal (Lebanon) 454n
Ambalvi, S. Akhtar Husain Sha'iq 98-99, 101, 123, 135, 140, 145, 150, 158, 169, 220, 362n, 364-65n, 367n, 377n, 384-85n, 389-90n, 393-94n, 399n, 402n, 408n, 411n, 426n, 431n, 433n
America, American 222-23, 226, 228, 230, 237, 255, 261, 275, 277-78, 281, 288, 296, 298, 308, 314-15, 319, 322, 337, 432n, 471n, 475-76n, 478-79n; see also anti-Americanism, U.S.
Amirzada Khan 418n
Amjad Ali Shah 3, 25
'Ammar Ibn Yasir 267
Amnesty International 316, 322
'Amr bin Hafs 6
Amritsar 47, 354n, 360-61n, 376n
Amroha 27-28, 350-51n, 354n, 387n
Amrohavi, Nasim 76
Amrohavi, S. Anis al-Hasan, 366n, 392n
Amrohavi, S. Zafar Hasan 79, 174, 377n, 392n, 400n, 409-10n, 413-14n
Anglo-Muhammadan law 16
Anjuman-i Sadr us-Sudûr (Lucknow) 26, 349n
Anjuman-i Shabâb-i Shî'a-i Parachinâr 362n
Anjuman-i Taraqqî-i Urdû 353n
Anjuman-i Tauhîd-o-Sunnat 390n
Anjuman-i Wazîfa (monthly journal) 351n, 407n
Anjuman-i Wazîfat-i Sâdât-o-Mu'minîn (AWSM) 29-30, 85, 159, 350-51n, 373n, 388n, 407n
anjumans 25-26, 44, 49, 59, 71, 81, 107, 122, 130, 52, 186, 348m, 351n, 373n, 382n, 394n, 426n
Ansâr ul-Mujâhidîn 307
Ansari, (Mullah) Abdullah see Makhdum ul-Mulk
Ansari, Intizar Ahmad 445n
Ansari, Khwaja Muhammad Latif 45, 59, 80, 83, 85, 365n, 368n, 372n, 379n, 384n, 389n, 394n
Ansari, Muhammad Bashir 57-58, 63, 66-67, 118, 131-33, 143-44, 163, 169-70, 175-76, 179-80, 186, 188-89, 193-94, 201, 205-6, 366-68n, 374n, 377n, 382n, 393n, 398-99n, 403n, 409-10n, 412-13n, 415-16n, 424n
Ansari, Taj ud-Din 111
Ansari, Zafar Ahmad 370n, 427n
Ansârî Baltistânî, Abd ul-Rashîd, 363n
anti-Ahmadiya movement 68, 70, 72, 89-90, 167, 183, 390n
anti-Americanism 308, 314-15, 334
anti-imperialism, anti-imperialist 183, 219, 226, 308, 334
anti-Islam(ic) 105, 234, 304, 319-20, 449n

Anti-Terrorism Act (1997) 259; Anti-Terrorism Courts 259; Anti-Terrorism Force 285, 287, 294; anti-terrorism strategy 276, 298
Anwar, Ahmad Bakhsh 365n
Anwar, Ali 484n
Anwar, Khurshid 253
Anwar, Sufi Muhammad 397n
Arab, Arabs 1, 216, 222, 235, 241, 254, 314, 439n, 471n
Arabia 6; see also Saudi Arabia
Arabic 15, 32, 84, 216, 349n, 372-73n, 375-76n, 378-79n, 393n, 424n, 430n, 439n
al-'Ârif (monthly journal) 230, 421n, 424n
al-'Ârif Academy (Lahore) 433n
Aristûjâh see Naqvi, S. Rajab Ali Shah
Asad (weekly journal) 59, 100, 135, 142, 169, 365n, 399n, 402n, 410-11n
Asadi, Abdul Khaliq 476n
Asadi, Muhammad Jum'a 453n, 475-76n
Asadis 341n
Asaf ud-Daula, Nawab 352n
Asaf-Jahi dynasty 18
al-Asghar, Javad 366n
al-Asghar, S. Husain 453n
Asghar, Mulazim Husain 378n
Asghar Khan, Air Marshall (retd.) 157, 243, 432n, 444n
ashâb 14; see also *sahâba*
ashâb-i thalâtha 51
Ashraf, Khwaja Muhammad 397n
Ashraf, Raja Pervaiz 293
Ashrafi, Tahir 321
'Âshûrâ' 20, 91, 94-95, 148, 181-82, 185, 237-38, 251, 280, 282-83, 285, 292, 309, 312, 381n, 383n, 440n, 457n, 460-63n, 465n, 476n
'Askari, 'Abid 434n
'Askari, Asghar 479n
'Askari, Sarwat 484n
Aslam, Chaudhry Muhammad 407
'Asr-i Jadîd (monthly journal) 351n, 354n
assassinations 14, 70, 230, 238, 242, 246, 250-52, 254-59, 279, 281, 283, 286, 297, 306, 310, 334-35, 391n, 417n, 424n, 441n, 448n, 456n, 458-62n, 467-68n, 470n, 474n, 484n; assassination attempts 262, 280, 301, 306, 429n, 458-59n, 468n; see also Shias, target killing of
'Ata ur-Rahman, Makhdum S. 407n
Ataturk, Mustafa Kemal 275
'Atiq ur-Rahman 150
Attara (U.P.) 370n
Attock 7, 79, 239, 276, 374n, 415n
auqâf (general) 36, 105-6, 191, 370n, 386n, 393n; (Shia) 3, 26, 30, 43, 81, 105, 116-17, 119, 123f, 137, 140-41, 144, 150, 153, 161, 170, 190, 205, 223, 250, 331, 367n, 394n, 397n, 408n; (Sunni) 144
Auqaf Board 105, 144, 148, 150-51, 158, 170
Auqaf Department 105, 119, 126, 140-41, 150-51, 161, 166, 170, 387n, 393n, 395n
Aurangzeb (Mughal emperor) 2, 5–6, 8, 15f, 18
Awadh (Oudh) 3-4, 10, 15-16, 18, 20, 30f, 79, 328, 339n, 342n, 345n, 350n, 352n, 406n
'Awami League 156
'Awami National Party (ANP) 264, 283, 296, 315, 468n, 478n
'Awan, Mukhtar Ahmad 242, 443n
Ayub Khan 73, 102-7, 111, 114, 120-23, 126, 134, 137, 141, 145, 147-48, 160, 180, 182, 276, 330-32, 379n, 386n, 394n
Ayyubi, Shams ul-'Abbas 413n
Azad, Abu'l-Kalam 22, 46
Azad, Muhammad Husain 352n
Azad Jammmu and Kashmir (AJK) 143, 241, 313, 394n, 409n, 431n, 433n, 452n
'azâdârî 3, 8-11, 17, 20, 25, 30, 62, 65, 81-82, 86-98, 109-112, 114, 116-17,

119-21, 123, 130, 134-35, 137, 140-41, 148, 154, 174, 178, 181f, 184, 186-87, 190-91, 205, 221, 223-25, 234, 236-37, 248, 265, 270, 298, 314, 320, 328, 330-31, 337, 342n, 360n, 362n, 364n, 371n, 382-84n, 394n, 408n, 419n, 434-35n; demands of banning 91, 95, 111, 154, 182, 234; importance for Shias 82, 93, 96, 112, 120, 134, 178, 182, 186, 320, 328, 382n, 477n, 482n; licences for 90, 93, 97, 111, 121, 181, 184, 191, 382n; promotion/sponsoring of 3, 8-11, 25, 97, 342n; protection of 65, 116-17, 148, 174, 178, 190, 225, 270, 298, 331, 337; restrictions on 30, 47, 64, 89-90, 109, 112, 123, 181, 184-86, 190, 205, 223-24, 265, 314, 331, 360n, 364n, 477n; spending on 81-82, 116, 174, 248, 331; Sunni opposition to 17, 20, 47, 62, 64, 86-97, 109-12, 119, 141, 154, 181-82, 234, 328, 330, 337; see also *Chihlum*, *julus*, *matam*, Muharram processions
ʻAzâdârî Conference 93
ʻAzâdârî-Council 94
Azamgarh (U.P.) 376n
azân 114, 189, 206, 233, 260, 267
Azhar, Masʻud 455n
Azhar, Mazhar Ali 41, 357-58n, 401n
al-Azhari, Mustafa 418n
ʻAziz ud-Din, Faqir 9
ʻAzmat-i Sahâba Conference 234, 238, 438n
ʻAzmat-i Shuhadâʼ Conference (2008) 311

“al-Bâb”, Ali Muhamad 414n
Bâb ul-ʻUlûm see *Madrasat Bâb ul-ʻUlûm*
Babar, Khaqan 112, 139, 169, 394n, 401n, 429n
Babar, Nasirullah 255, 262, 448n
Babiya sect 414n
Babu Sabu 184
Babur (Mughal emperor) 5
Babusar 291, 464n, 481n
Badayuni, Abd ul-Hamid 140, 401n
Badiʻ uz-Zaman 443n
Badini, Dawud 279, 457n
al-Badr (SSP military wing) 446n
Baghdad 134, 399n
Baha ud-Din Zakariya 341n
Bahadur Shah (Mughal emperor) 6
Bahawalpur 127, 230, 253, 260-61, 340n, 418n, 431n, 447n, 455n; Bahawalpur State 78, 361n, 372n
Bahmani kingdom 1-2
Bahraich 10
Bahrain 314, 317, 477n
Bajaur 455n
Balakot 17
Balkan wars 35
Baloch 7-8, 279, 287, 409n
Balochistan 11, 38, 63, 83, 87, 151, 156-57, 162, 167, 183, 219, 253, 283, 286, 290, 293-95, 297, 313, 315, 318, 321-25; 361n, 372n, 406-9n, 421n, 433n, 436n, 439n, 442n, 452n, 457n, 462-63n, 466-68n, 475n, 483n, 485n; Governor's rule in 293-94, 322-24, 466n, 483n
Baltistan 2f, 56, 90, 160, 290-91, 313, 315, 318-19, 328, 343n, 363n, 376n, 389n, 412-13n, 425n, 432n; see also Gilgit-Baltistan
Baltistani, Ghulam Muhammad 358n, 364n; see also Ghulam Muhammad
Baltistani, Hasan 391n
Baltistânî, Muhammad Amîn 363n
Bangash, Abd ul-Ali Khan 241
Bangash, Malik Ibrahim Khan, 394n
Bangash, Muhammad Rafiq 428n
Bangash, Mumtaz Ali 341n, 403n, 418n
Bangash tribe 8, 11, 157, 299, 301, 469n
Bangladesh 55
Bannu 283, 459n, 468n
Baqi, ʻUbaidullah 369n
Baqir, S. Muhammad 29, 352n
Bârâwafât 21-22
Bareilly, Ahmad Riza Khan of 380n

Barelvi, S. Ahmad (S. Ahmad Shahîd) 16, 345n
Barelvi(s) 87-88, 91, 97, 141, 226, 232, 237, 264, 276, 282, 287, 308, 317, 323, 325, 345n, 369n, 371n, 380-81n, 389n, 402n, 442-43n, 474n
Bârî Imâm shrine 281, 458n
Bari Shah Latif 150
Barsati see Zaidi Barsati
Basic Principles Committee (BPC) 69-72, 100, 369n
Basra, Riyaz 254, 260, 278, 447n, 450n, 456n
Batala 357n, 362n, 404n
bâtil 132, 388, 398n
Bayâz-i Ibrâhîmî 344n
Bayram Khan 5
Bazmi, Abu Sa'îd 62, 366n
Behal 79
Beheshti, I'jaz 479n
Beirut 222, 435n
Benares 27-28, 376n
Bengal 3, 15, 21, 26, 32, 35, 39, 90, 147, 156-57, 159, 345n, 352n, 356n, 362n, 372n, 394n; see also East Bengal
Bengali 106
Bhakkar 7, 63, 79, 89, 97, 157, 204-207, 210-12, 216, 220, 240, 284, 318, 333, 340n, 380n, 425-26n, 428n, 431-35n, 458n, 460n, 481n; Bhakkar Convention (1979) 204-207, 211, 431n, 433n
Bhara Kahu 297, 469n
Bhatti, Ali Riza 454n
Bhatti, Mian Dost Muhammad 440n
Bhatti Gate (Lahore) 110
Bhita'i, Shah Abd ul-Latif, 11
Bhopal 366n
Bhutto, Benazir 240, 242, 244, 248-49, 253, 255, 258, 265, 269, 283, 401n, 420n, 438n, 443n
Bhutto, Zulfiqar Ali 151, 154-57, 159-62, 165, 167-69, 171, 183-84, 187-89, 192-94, 198-99, 212, 332, 343n, 401n, 406-9n, 420n, 422-23n
bid'a, bid'atî 18, 47, 96, 344n, 359n
Bidar 1
Bihar 26, 42, 55, 352n, 354n, 358n, 362n, 431n
Bijapur 2
Bijnor (U.P.) 117, 366n
Bilal (early Muslim) 267
Bilgrami, S. Husain 26, 33-34, 353-54n
Bin Laden, Usama 288, 314, 471n
Binori, Muhammad Yusuf 418n
blasphemy law 253, 257, 262, 447n, 451n
Bogra, Muhammad Ali 73
Bohras 4, 51, 291, 353-55n, 465n
Bojnurdi see Musavi al-Bojnurdi
Bombay 4, 21, 26f, 29, 33, 36, 38f, 48, 51, 55, 118, 343n, 349-50n, 353-55n, 360-61n, 376n, 393n
Borujerdi, S. Muhammad Husain 85, 126
British in India 3-11, 16-25, 30-45, 49, 52-53, 56, 58, 75, 79, 86-87, 117, 119, 253, 269, 299, 329, 340-42n, 345-46n, 348n, 352-53n, 355n, 388n; in Iraq 30
Brohi, A.K. 199, 424n
Budh Rajhbana 374n
Bukhari, Abu Zarr 402n
Bukhari, Ata'ullah Shah 402n, 438n
Bukhari, Ghulam 'Abbas 407n
Bukhari, Mahmud 'Abbas 407n
Bukhari, Sajjad Husain 431n
Bukhari, S. Bashir Husain 85, 176, 200, 374n, 405n, 414n
Bukhari, S. Faqir Husain 149
Bukhari, S. Ghazanfar Ali Shah 394n
Bukhari, S. Hadi Ali Shah 63, 101, 124, 139, 143, 150, 165, 199, 208, 368n, 382n, 384n, 399n, 402n, 411n, 423n, 426n, 428n
Bukhari, S. Manzur Husain 129, 384n, 417n
Bukhari, S. Muhammad Raju Shah 7
Bukhari, S. Nur ul-Hasan 88-89, 94, 96-97, 109, 163, 360n, 380-81n, 402n, 409n, 423n, 439n

Bukhari, S. Shabbir 476n
Bukhari, S. Shamim ʿAbbas 436n
Bukhari Faqirs (Lahore) 9
Bulandshahr (U.P.) 56, 371n, 377n
"Burhan ul-Mulk", Mir Muhammad Amin 3
Burma 118, 343n
Bushara (Kurram) 229, 305

Cabinet Mission (1946) 52
Cairo 4
Calcutta 22, 28, 32, 34-35, 37, 352n, 356n
Caliph (Ottoman) 37
Caliphate 32, 37, 62, 93, 110, 113, 359n, 399n; goal of "Caliphate" in Pakistan 294
Caliphs (first two, three or four) 5, 15-16, 18, 20, 22, 47-48, 50-51, 75, 88, 91-92, 97, 112-13, 155, 214, 295, 344-46n, 359-60n, 381n; Shia cursing of 15-16, 18, 20, 22, 91-92; see also Abu Bakr; *khulafâʾ-i râshidûn; tabarrâ*; Umar
Census (India) 13, 29, 343n, 360n; (Pakistan) 341n, 375n
Central Asia 1, 3, 6, 327
Central Curricula Board 75
Central Jaʿfarîya Fund 244
Central Legislative Assembly (British India) 51-52
Central Shia Relief Committee (1948) 58
Central Zakat Council 208, 215, 427n
Chakrala 374n
Chakralvi, S. Muhammad Baqir Naqvi 78, 364n, 396n
Chaks 2
Chakwal 184, 285, 418n, 426n, 460n
Chalt (Nager) 454n
chanda 35, 44-45, 81, 108, 173, 192, 206, 218, 248, 378n
Changezi, Abd ul-Qayyum 322
Changezi, Haidar 465n, 484n
Changezi, Yunus 280
Chapra (Bihar) 42
Charkhel (Kurram) 303, 305
Charsadda 241
Chattân (weekly journal) 156, 407n
Chaudhry family 241
Cheema, Abd ul-Hafîz 190-91
Cheema, Muhammad Afzal 210, 428n
Cheema family 241
Chenab 7
Chichawatni 251
Chihlum 21, 109, 182, 184-85, 187, 190, 218, 238, 285, 287, 290-91, 382n, 418n
Chila (Jhang Dist.) 232
Chilas 290-91, 317, 464n, 480n
Chiniot 175, 319, 384n, 389n, 427n, 442n
Chinioti, Manzur Ahmad 237
Chiragh Ali 32
Chitral 238, 363n, 455n
Chittagong 159
Choti Zirin 62, 287, 462n
Chotoo, Asif 281, 296
Christian(s) 12, 32, 46, 135-36, 253, 317, 349n
Chundrigar, Ismaʿil Ibrahim 39, 73, 356n, 362n, 371-72n, 385n
CIA 314
civil disobedience 21-22, 53, 65, 142-44, 149, 168, 223, 357n, 360n, 434n, 479n; see also *Husainî mahâz; Tabarrâ Agitation*
Civil Service (India) 9, 32, 342n; (Pakistan) 61, 67, 90, 258, 267, 423n
"Code of Conduct" (2012) 291, 464n
"Code of Ethics" (1975) 184, 186, 435n; (1995) 256-57, 267-68, 419n, 447-48n
communalism, communalist (general) 347-48n; (Hindu) 24, 33; (Muslim) 24, 351n; (Shia) 13, 23-30, 36, 41, 58, 61, 67, 153, 155, 197, 264, 267, 327, 329, 331, 335, 337; see also Shias, communal mobilisation of
communism, communist 154, 405n
"conspiracy", "conspiracies" 221, 224, 226, 241-42, 262, 265, 267, 302, 308,

313-15, 317, 322, 429n, 432n, 462n, 475n; conspiracy theories 230, 317; see also "agents"; terrorism, "foreign hands" in
Constantinople 440n
Constituent Assembly (India) 53, 361-62n; (Pakistan) 53, 58, 67-69, 71, 73, 100, 362n, 368-69n, 371n, 386n
Constitution (Iran) 426n
Constitution (Muslim League) 35
Constitution (Pakistan) 46, 67-75, 90-91, 95, 98, 103, 106-7, 111, 120-22, 154, 160, 168, 186, 200-1, 208, 214, 246, 265, 270, 330, 372n, 382n, 387n, 406n, 408n, 424-25n, 450n, 455n; (Article 1) 387n; (Articles 1-3) 371n; (Article 2) 370n; (Article 2 B) 450n; (Articles 3–22) 73; (Article 10) 120; (Articles 10–12) 160; 387n; (Article 13) 73-74; (Article 17) 387n, 455n; (Article 18) 74, 90, 387n; (Articles 20–22, 33) 408n; (Articles 23-31) 74; (Article 129) 106; (Article 197) 74; (Article 198) 74, 372n, 387n; (Article 203) 208; 424n; (Article 227) 214, 246, 408n
Constitutional Amendment (15th) 262, 270; (17th) 280; (18th) 296
Convention Muslim League 104, 407n
conversion, converts (to Islam)1-2, 327; (to Shia Islam) 4, 6-8, 12, 36, 57, 184, 215, 235, 328-29, 378n, 387n, 395n; (from Shia to Sunni Islam) 14, 18, 235, 363n; fake converts 215
Council of Islamic Ideology (CII) 107, 138-39, 149-50, 163-64, 191, 194, 198, 200-1, 204, 206-8, 210, 217, 264-65, 387n, 400-1n, 405-7n, 422n, 427-28n, 451n; Shia representation in 107, 138, 149, 191, 194, 200-1, 204, 206-8, 217, 264-65, 405-7n, 422n, 427n, 451n
Council Muslim League 407n, 425n
Cripps, Sir Stafford 44
"crypto-Shia" 6, 343n
curriculum; curricula (government schools and colleges) 75, 78, 309, 374n, 423n, 458n, 480n; (religious schools) 216, 310, 430n; see also syllabus; textbook

Damascus 134, 395n, 425n
Danapuri, Muhammad 362n
Danyal Shah, Sayyid 417n
Dâr al-Hudâ Muhammadîya (Alipur) 79
Dâr ul-Muballighîn (Lucknow) 20
Dâr ul-Tablîgh al-Islâmî (Kot Addu) 172
Dâr ul-ʻUlûm Haidarîya (Nowshera Virkan) 81
Dâr ul-Ulûm Haqqânîya (Akora Khattak) 455n
Dâr ul-ʻUlûm Jaʻfarîya (Khushab) 81
Dâr ul-ʻUlûm Muhammadîya (Sargodha) 80-81, 84, 86, 125-27, 133, 172, 177, 287, 375-76n, 379n, 387n, 397n, 399n, 404n, 415n
Darel valley 290
Darkhwasti, Muhammad Abdullah 232; Darkhwasti faction (JUI) 438n, 445n
Darra Adamkhel 291
Darya Khan 376n
Daska 376n
Dasti, Abd ul-Hamid Khan 77
Dâtâ Darbâr shrine (Lahore) 287, 461n
Daultana, Mumtaz 72, 76, 368n
Davis, Raymond 314, 478n
Daʻwat (weekly journal) 72, 89, 92, 94, 109, 384n, 389n
Daʻwat-i Ittihâd 363n
Day of Deliverance (1939) 42
Day of Demands 72
"Death to America Day" 223
Deccan 1-2, 4-5, 11, 13; see also Hyderabad (Deccan)
Delhi 3-6, 9, 11-18, 28, 32, 35, 38, 51-52, 55, 61, 76, 118, 123, 277, 340n, 342-43n, 345n, 350n, 355n, 361n, 368n, 371n

Delhi Arabic School 118, 393n
Deoband 17-18, 87, 347n, 355n, 357n, 360n, 369-70n, 375n, 395n, 401n
Deobandi(s) 17, 33, 37, 40-41, 87-88, 97, 136, 226, 232, 236-38, 281, 292, 317, 322, 369n, 371n, 378n, 380-81n, 402n, 418n, 437-38n, 458n
Dera Ghazi Khan (D.G. Khan) 7-8, 62, 88, 144, 181-82, 259-61, 285, 287, 340-41n, 360n, 375n, 380n, 382n, 404n, 432n, 460n
Dera Ismail Khan (D.I. Khan) 7, 79, 199, 253, 283-85, 292, 341n, 381n, 386n, 390n, 402n, 407n, 413n, 418n, 437n, 451n, 459-61n
Dhaka 34, 90, 403-4n
Dhakko, Muhammad Husain 79, 124, 127, 129-33, 171-80, 207, 219, 332, 375n, 396-99n, 413-16n, 431n, 434n; "Dhakko group" 129, 132, 173, 221, 332
Dhillon, Khadim Husain 263
Dhoke Syedan 292
Diamir District 238; see also Chilas
Difâ'-i Pâkistân Council 317, 480n
Dihlavi, Kifayatullah 47
Dihlavi, Mirza Muhammad Kamil 16
Dihlavi, Muhammad Baqir 32
Dihlavi, S. Muhammad 57, 79, 102, 108, 114, 117-24, 134-45, 148-50, 153-54, 156, 158-59, 170, 188, 193, 206, 211, 331, 359n, 365n, 382n, 388n, 392-93n, 395n, 399-400n, 402-3n, 405n, 412n, 418n; biography 117-18, 393n
Dihlavi, S. Nazîr Husain Muhaddith 345n
Dihlavi, Shah Waliyullah 15, 17-18, 340n
Dihlavi, Sultan Mirza 366n, 374n
Dildar Ali, Sayyid 16
Dina 219-20, 263n
Dinanagar 365n
dînî madâris (general) 106, 126, 215-16, 235, 255, 310, 379n, 387n, 430n, 439n, 455n; funding of 255, 231; "mush-room-growth" of 216, 235; state control of 310, 387n, 455n
dînî madâris (Shia) 78-86, 106, 116, 124-27, 129, 131-32, 135, 172, 175, 200, 203, 217, 247-48, 268, 273, 364n, 374-76n, 379n, 392n, 415n, 425n, 428n, 430n, 453n
dînî madâris (Sunni) 84, 215-16, 231-32, 236, 258, 380n, 401-2n, 439n
dînîyât 50, 75-78, 108-9, 116-17, 11921, 136-41, 148-51, 159-68, 170-71, 175, 180, 183-84, 186-89, 193, 199-200, 205-206, 218, 223, 250, 264-65, 330-31, 368n, 393-94n, 404n, 409-10n, 412n, 423n; see also religious instruction
Dînîyât Centres 218
Dir (Malakand) 302
"Directive Principles" 70, 72, 74
Diyal Singh Library (Lahore) 66
Dogar, Safdar Husain 416n
Dogras 3
Dokoha Sadat 362n
Domki, Maqsud 476n
drone strikes (of U.S. in Pakistan) 296, 303, 314, 457n, 468n, 474n
Dughlat, Mirza Haidar 3
Durr-i Najaf (weekly journal) 78, 351n, 374n, 399n, 405n
Durrani, Taj Muhammad Khan 93-94, 382n

East Africa 83, 118, 343n, 424n
East Ahmadpur see Ahmadpur East
East Bengal 147, 159, 372n, 394n
East India Company 3, 16
East Pakistan 90, 142, 147, 151, 156-57, 159, 163, 182, 328, 403-4n, 408n
East Punjab 55, 79, 341n, 362n, 365n, 395n, 404n, 407-8n
Education Department (Pakistan) 75-77, 149, 151, 167, 189, 366n, 411n; (Punjab) 76, 367n
Egypt, Egyptian 228, 258, 352n, 449n, 477n
Elective Bodies Disqualification Order (EBDO) 104, 138

Enforcement of Hadd Ordinance (1979) 425n
Eritrea 224
Ethiopia 224
Europe 32, 292, 297, 343n
extremism; extremists (general) 254, 275, 280, 391n; (Shia) 128, 176, 254; (Sunni) 90, 103, 114, 215, 218, 224, 226, 231-33, 236, 246, 249-50, 254, 276, 280, 282, 283, 288, 297-99, 302-3, 308, 314, 316, 323, 326, 330-33, 336-37, 386n, 390n, 399n, 468n; appeasing of 70, 215, 262, 283, 293, 314, 337

Fahim, Ahmad Bakhsh 407n
Faisalabad 177, 244, 247, 259-61, 395n, 415n, 437n, 450n; see also Lyallpur
Faiz ul-Hasan, Sahibzada 163, 384n
Faizabad (U.P.) 3, 27, 29, 46, 349-50n
Faizi, Nisar 479n
Faqirs of Lahore see Bukhari Faqirs
Farangi Mahall 355n
Farangi-Mahalli, Abd ul-Bari 355n
Faruqi, Abd al-Shakur 20-21, 347n
Faruqi, Amjad 281, 296
Faruqi, Aurangzeb 296, 468n
Faruqi, Zakir Husain 151, 159, 189, 404n
Faruqi, Zia ur-Rahman 251, 258-59, 262, 448n, 452n
Faruqi, Ziya ul-Hasan 358n
Fatâwâ-i ʿAlamgîrîya 5
Fatima (daughter of Prophet Muhammad) 75, 88, 351n
Fatimids 4
fatwâ(s) 16, 51, 96-97, 122, 126, 132, 154, 156, 177, 210, 233, 270, 288, 345n, 360n, 388n, 396n, 405-6n, 444n, 447n
Fazal Elahi, Chaudhry 201
Fazl-i Haqq 230, 241-42, 269, 443-45n
Fazl-i Husain, Mian 39
Fazl ur-Rahman (Dr) 140, 401n
Fazl ur-Rahman (judge) 243
Fazl ur-Rahman (Maulana) 232, 234, 285, 436-37n, 446n, 455n
Fazl Shah, Pir S. see Naqvi
Fazlallah, Qazi (minister) 142-43
Fazlallah, Qazi (Maulvi) 391n, 417n
Fazlallah bin Ruzbihan 344n
Federal Shariat Court 217, 223, 265, 425n
Federally Administered Tribal Areas (FATA) 276, 280, 282, 286, 296, 298-303, 307, 409n, 452n
Ferozpur 45
Ferozpuri, S. Ghazanfar Ali 362n
fiqh 5, 18, 61, 141, 168, 187, 207, 213-14, 342n, 345n
fiqh (Hanafi) 43, 68, 155, 183, 199, 204, 208, 211, 236, 263
fiqh-i jaʿfarîya 3, 43, 47, 68, 75, 80, 82, 106, 115-16, 126, 129, 134, 141, 199-200, 203-212, 223, 225, 233, 247, 250, 263, 265, 268, 333, 422n, 425n, 429n, 435n; see also All-Pakistan *Fiqh-i Jaʿfarîya* Conference; *Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Jaʿfarîya*
fitna 72
fitra 81, 378n
flag of ʿAbbas see *ʿalam*
folk Islam 12, 87, 328
"Fourth Martyr" 345n
France, French 222, 278
Frontier Corps 280, 287, 294, 300-3, 305

Gailani, S. Abd ul-Qadir 418n
Gandhi, Mahatma 22, 37
Gangohi Rashid Ahmad 17
Ganji, Sadiq 447n, 455n
Gardez 340n
Gardezi, S. ʿAbbas Husain 159, 167, 192, 407-8n, 411n, 431n
Gardezi, S. Abd ul-Jalil Shah 136, 166, 361n, 373-74n, 400n
Gardezi, S. Ali Husain Shah 66, 76, 137, 368n, 370n, 372n, 374n, 400n
Gardezi, S. Hasnain Raza 476n
Gardezi, S. Husain Bakhsh 353n, 374n
Gardezi, S. Jamal ud-Din Yusuf Shah 7, 340n, 400n

Gardezi, S. Khurshid ʻAbbas 394n
Gardezi, S. Mumammad Raziy Shah 407n
Gardezi, S. Nâsir Ali 193
Gardezi, S. Nâsir Ali Shah 47, 359n, 368n
Gardezi family 9, 136, 373n, 400n
Garh Maharaja 361n, 384n
Gauhar, Hasan 414n
Gaza 315, 478n
Germany 35
Ghadîr Khumm 444n
Ghallu, Irshad 258
Ghazanfar, S. Ali 26-27
Ghaznavi, Abdul Ahad 163
Ghaznavi, S. Da'ud 41, 357n, 373n, 381n, 384n
Ghulam ʻAbbas, S. 347n, 384n, 400n
Ghulam Haidar 431n
Ghulam Hasan 431n
Ghulam Muhammad (Baltistani) 160, 358n, 364n, 431n
Ghulam Murshid 373n
Ghulam Qadir, Mian 112, 390n
Ghulam Qadir Khan 384n
Ghulam Rasul, Chaudhry 402n
Ghulam us-Saqlain, Khwaja 27, 34, 351n, 354n
Ghulam us-Saqlain, Sayyid 353
Ghulam Shabbir Khan, Khan 378n, 380n, 392n, 397n, 421n
Ghulamullah 402n
Ghulamullah Khan 439n
ghulûw 116, 128-29, 131, 176, 179
Gilani, Mâjid Riza 241-42, 441-43n
Gilani, Munir Husain 240, 442n
Gilani, Yusuf Raza 283, 313
Gilgit 3, 56, 160, 183-84, 238, 281, 288, 291, 309-10, 317-19, 336, 343n, 363n, 389n, 431-32n, 440n, 442-43n, 451n, 454n, 457-58n, 462n, 464n, 479-80n
Gilgit Scouts 56, 363n
Gilgit-Baltistan 290-91, 313, 315, 318, 328, 425n, 464n, 466n, 480-81n (see also Northern Areas)
Gill, Maqsud 454n
Gobindgarh 183
Gojra 395n
Golkonda 2
Golpayegani, S. Muhammad Reza 172, 210, 413n
Government of India Act (1935) 38
Governor General (India) 43, 342n
(Pakistan) 67, 72-73, 118, 148, 207
Grand Democratic Alliance (1999) 454n
Gujarat 4
Gujranwala 75, 78, 206, 260-61, 365n, 381n, 384n, 414n, 418n, 426n, 431n
Gujrat 296, 407n, 409n
Gulbarga 1

Hadi, S. Muhammad 27
Hadi, S. Muhammad Jawad 264-66, 452-53n
hadîth 32, 75, 81, 96-97, 129, 141, 173-74, 265, 387n, 392n, 397n, 444n
hadd 425n; see also *hudûd*
Hafizabad 418n
Hafsi, Jehangir 317, 480n
Haidar, Raza 288
Haidar, S. Afzal 405n, 422n, 451n
Haidar, S. Jalal ud-Din 30; see also Naqvi Bukhari
Haidar Khan, Nawab Ali 368n
Haidari, Ali Sher 286
Haidari, ʻInayat Husain 366n
Haidari, Karim Bakhsh 79, 85-86, 115-16, 358-61n, 368-69n, 374-75n, 379-80n, 384n, 386n, 391-92n
Haidari, Taj ud-Din 414n, 431n
al-Ha'iri, Mirza Musa al-Usku'i 414n
al-Ha'iri, S. Abu'l-Qasim 10, 12, 342n
al-Ha'iri, S. Ali 27-28, 342n
al-Ha'iri al-Ihqaqi, Mirza Hasan 175, 414n
al-Hakim, S. Mahdi 413n
al-Hakim, S. Muhsin 85, 126, 154, 156-57, 171, 202, 379n, 388n, 396n, 405n
Hâkim, Shaikh 439n
Hamadan 2

Hamadani, Fayyaz Husain 124
Hamadani, S. Ali 2
Hamadani, S. Imdad Husain 200, 219, 426n
Hamadani, S. Nawaz Hasan 396n
Hamidullah, Muhammad 370n
Hangu 117, 143, 169, 261, 277, 282-85, 290, 295, 300-1, 303, 305, 336, 367n, 376n, 394n, 431n, 435n, 450n, 455n, 458-60n, 464n, 467n
Haqqani, Fazl Sa'id 304-6
Haqqani, Jalaluddin 303, 471n
Haqqani network 303-5, 307, 469-73n
Harakat ul-Ansâr 254, 262, 447n, 455n
Harakat ul-Mujâhidîn 447n, 455n
Harban Nala 290
Haripur 57
Harun, Mahmud A. 207, 213, 428n
Harun ar-Rashid, Chaudhry 418n
Hasan (2nd Shia Imam) 261n
al-Hasan, Bawa Nafis 443n
al-Hasan, Habib 117
al-Hasan, Mahmud 355n
Hasan, Mubashir 160, 407-8n
Hasan, S. Agha "Qudwat ul-'Ulamâ'" 26, 29, 348n, 351n
Hasan, S. Amir 346n
Hasan, (Khalifa) S. Muhammad 353n
Hasan, S. Wazir 28, 34-36, 39-41, 118, 352n, 355n, 357n
Hasan, (Mufti) Wali 438n
Hasani, Muhammad Husain 436n
Hashim Khan 241, 443n
Hashimi, Abd ul-Quddus 427n
Hassu Bulail 96
Hauza 'Ilmîya (Lahore) 127, 202-3, 207, 218; (Mashhad) 252
Hayat, Faisal Saleh 280, 341n
Hayat Khan, Sikandar 39, 365n
Hazar Ganji (Quetta) 288-89, 292
Hazara, Abd ul-Khaliq, 292-93, 295, 485n
Hazara District (NWFP/KPK) 57
Hazara Democratic Party (HDP) 286-87, 292, 295, 485n
Hazara Town (Quetta) 288, 292-95, 297, 321, 465n, 467n
Hazaras 11, 139, 225, 261, 279-80, 284, 286-289, 292-97, 309, 315, 321-324, 336, 442n, 461-67n, 469n, 483-84n; "ethnic cleansing" of 293, 465n; "genocide" of 288, 318, 336, 466n; "jihad" against 288-89; LeJ threats against 288-89, 294-95
Hazarvi, Ghulam Ghauth 111, 155, 183
Hazarvi group (JUI) 406n
Hijaz 37
Hilâl-i Pâkistân (newspaper) 95
Hindi-Urdu controversy 34
Hindu(s) 1,-4, 6, 11-12, 16-17, 19-20, 24-25, 31, 33-34, 36-37, 41-42, 44, 46, 51-52, 55-56, 80, 87, 119, 327, 329
Hizb al-Ahnaf 381n
Hizb-i Jihâd 420n, 443, 448n
Hizb ul-Tahrîr 457n
Hizb-i Wahdat (Afghanistan) 271, 454n
Hizbullâh (Lebanon) 271, 454n; (Pakistan) 390n
Hoogly 3, 32
Hoti, Muhammad Ali 401n
hudûd (Islamic punishments) 200, 203-4, 208; see also *hadd*
al-Hujjat (monthly journal) 165, 376n, 399n
human rights 253, 293, 316
Human Rights Commission of Pakistan 316, 322
Human Rights Watch 289, 322
Humayun (Mughal emperor) 5
Hunza-Nager District 291, 318, 464n
huqûq-i shar'îya 81, 126
Husain (3rd Shia Imam) 12, 81, 94, 96, 127-28, 173, 186-87, 222, 237, 320, 397n, 419n, 440n
Husain, Altaf 254
Husain, (Pir) 'Ashiq 369n
Husain, Chaudhry Faqir 361n
Husain, Chaudhry Shuja'at 446n
Husain, Fida 203, 428-29n
Husain, (Mufti) Ja'far 46, 59, 62-63,

68-69, 75-76, 78, 107-8, 120, 123, 127, 132, 138, 140, 144, 149, 163, 175, 194, 199-201, 204-20, 229, 240, 272, 330, 333, 364-66n, 368n, 375n, 378n, 392n, 405n, 409n, 425-33n; APSC and 163, 201; biography 365n; CII member 107, 138, 149, 200-1, 204, 206-7, 333, 400n, 427n; Iran and 209-10, 217; ITHS Chairman 59, 330, 366n; leadership style criticized 208, 211-12, 216-17, 428n, 431n; supporting PNA 194; and SMC 138, 144, 149, 206; in *Ta'lîmât-i Islâmîya Board* 63, 69; TNFJ leader 206-217, 229, 272, 333, 426-28n 433n; Zia ul-Haqq and 204, 206-8, 212-13, 217, 428-29n
Husain, Jawad 80, 117, 375n, 408n, 423n, 431n, 435n
Husain, Khadim 97
Husain, Kifayat (Muzaffarabad) 431n
Husain, (Hafiz) Kifayat 46, 56-57, 59, 63-64, 66, 68-70, 77, 80, 101, 107-8, 111, 115, 364-65n, 367-68n, 374-75n, 378-79n, 382n, 388n, 391-92n, 400n
Husain, Malik Aftab 452n
Husain, Malik I'jaz 176, 207, 431n
Husain, Mehr Talib 361n
Husain, Mian 'Abid 251
Husain, Mirza Muhammad Akram 28
Husain, Mirza Yusuf (MAUSP) 80, 117, 122, 131-33, 149, 155, 158, 163, 166-67, 169-70, 173, 175-76, 180, 188-89, 193-94, 199, 205, 207-10, 213, 374-75n, 392-94n, 398n, 400n, 408-11n, 413n, 419n, 421n, 423-24n, 427-28n, 431n, 433n, 435n; biography 376n
Husain, Mirza Yusuf (MWM) 475-76n
Husain, Mujahid 432n, 437-38n, 440n
Husain, Muzammil 144, 365n
Husain, Nawab Sarfaraz 28
Husain, Nâsir 389n
Husain, Nasîr (different persons?) 149, 208, 396n, 412n, 414n, 435n; see also Najafi; Naqvi
Husain, (Khalifa) Nazîr 220
Husain, Qari' (TTP) 470n
Husain, Qari' 'Abbas 18
Husain Qazi Mazhar 418n
Husain, Raja Tawakkul 27
Husain, Saddam 317
Husain, S. 'Abid 99, 104, 143, 341n, 361n, 372n, 384n, 386n
Husain, S. Abrar 288, 463n
Husain, S. Afaq 394n
Husain, S. Aftab 393n
Husain (Shah), S. Altaf 384n, 407n
Husain (Shah), S. Amjad 458n
Husain, S. Asghar 347n
Husain, S. 'Ashiq 431n
Husain S. Badshah 428n
Husain, S. I'jaz 394n
Husain (Shah), S. Irshad 407n
Husain, S. Israr 137, 367n, 400n
Husain, S. Jabbar 259
Husain, S. Karamat 34, 353n
Husain, S. Mehdi 283
Husain, S. Muhammad 27
Husain, S. Muhibb 431n
Husain, S. Mu'jiz 28
Husain (Shah), S. Murid 63, 140, 143
Husain, S. Murtaza 80, 163, 188-89, 193, 409n, 412n, 423n
Husain, S. Mushahid 214
Husain, S. Nâsir (Lucknow) 22, 27
Husain, S. Nazim 407n
Husain (Shah), S. Nazir 443n
Husain (Shah), S. Qaisar 306
Husain (Shah), (Pir) S. Qalandar 377n, 394n
Husain (Shah), (Dr) S. Riyaz 301, 306
Husain, S. (Hafiz) Riyaz see Naqvi, S. (Hafiz) Riyaz Husain
Husain, S. Riza 418n
Husain (Shah), S. Sikandar 410n, 414n, 423n
Husain, S. Tajammul 362n
Husain, S. Tasawwur 436n
Husain (Shah), S. Zakir 451n
Husain, Sayyida 'Abida 238, 341n, 386n
Husain, Sharif 397n

Husain, Siraj 32
Husain, Sufi Muhammad 92
Husain Bakhsh, Maulana 79, 150, 176, 207-8, 219, 378-79n, 397n, 413n, 415n, 431n
Husain Khan, Nawab Iftikhar 158, 191
Husaini, S. ʿAbid Husain 269, 271, 431n, 451-54n
Husaini, S. ʿArif Husain 209, 218-30, 237, 239-45, 250, 271-72, 297, 308, 311-12, 314, 318, 334, 337, 427n, 433-37, 439-41n, 452, 454n; assassination and murder enquiry 230, 241-43, 250, 441-42n; biography 221, 433n; posthumous veneration of 230, 272, 311-12; resignation bid from TNFJ leadership (1984) 222; Zia ul-Haqq and 224-26, 230, 239, 435-37n, 440-41n
Husaini, S. Rahat 475n, 479n
Husaini, S. Sarfraz 476n
Husainî mahâz 64-65, 143, 168, 190, 192, 224, 360n, 411n
Husam ud-Din, Shaikh 111
Hyderabad (Deccan) 2, 18, 26, 32f, 37, 55, 118, 348-49n, 353n, 376n, 414n; Nizam of 118, 376n
Hyderabad (Sindh) 8, 56, 117, 127, 142, 148-49, 154, 159, 377n, 392n, 399n, 402-3n, 412n, 421n, 430-32n
hypocrisy; hypocrites 16, 47, 166, 317

Ibn Abd al-Wahhab, Muhammad 16
Ibn Babuya as-Sadduq 129, 392n
Ibn ul-Hasan, Sayyid 27
Ibn Ziyad 94
Ibrahim Khan 344n
Ibrahimi, Abu'l-Qasim Khan 414n
Ibrahimi Kermani see Kermani
ʿÎd al-Fitr 253, 289, 297, 385-86n
ʿÎd al-Ghadîr 245
ʿÎd Milâd an-Nabîy 97, 185, 203, 218, 299, 390n, 440n
Idârat-i Minhâj ul-Qur'ân 443n
Idârat-i Tahaffuz-i Huqûq-i Shîʿa (ITHS) 59-68, 71-78, 80, 84, 88-90, 93-96, 98-102, 104-5, 107-9, 112-16, 118, 121, 123-24, 134-35, 138, 144-45, 151, 153-55, 157-60, 162, 164, 166, 168, 189-91, 194, 203, 206-7, 217, 329-33, 364-69n, 371-73n, 382n, 384-86n, 388n, 391n, 393-95n, 399-400n, 410-11n, 422-23n, 427-28n; conventions (1948) 59-60; (1949) 62-63, 75, 80; (1956) 74-75, 90; (1961) 104-5, 108; (1963) 108-9; proposed merger with APSC 98, 101-2, 114, 135; with SMC 159, 203
Ideology of Pakistan 25, 70, 164, 184, 228, 481n
Ihsân (daily newspaper) 62, 366n
Ihsan ul-Haqq, Qazi 234
ijâzât 125-26, 172
ijtihâd 115-16, 173, 413n, 428n
Ijtihadi, Ali Nazr 368n
Ijtihadi, S. Nasîr ul- 184, 193-94, 418-19n, 422-23n, 427n, 435n
Ilyas, Muhammad 373n
"ʿImâd ul-Afâzil" (academic degree) 396n
Imam, S. Ali 34, 38, 354n
Imam, S. Fakhr 372n
Imâmbârgâh(s) 3, 8-9, 90, 93, 110, 116, 125, 137, 182, 185f, 190, 199, 205, 224, 248, 254, 264-65, 267, 276, 283, 287, 289, 295, 297, 360n, 364n, 367n, 377n, 421n, 440n, 444n, 455n, 457n, 459-60n, 462n, 465n
Imâmbârgâh-i ʿAlamdâr (Peshawar) 284; *Imâmbârgâh-i ʿAlî Rizâ* (Karachi) 281; *Imâmbârgâh-i Asaf ud-Daula* (Lucknow) 21; *Imâmbârgâh Chân Pîr Bâchâ* (Peshawar) 284; *Imâmbârgâh Darbâr-i Husain* (Khanpur) 291; *Imâmbârgâh Haidar-i Karrâr* (Orangi Town, Karachi) 291; *Imâmbârgâh al-Hurr* (Alfalah Colony, Karachi) 451n; *Imâmbârgâh-i Husainî* (Rawalpindi)

280; *Imâmbârgâh-i Kalân* (Quetta) 279; *Imâmbârgâh-i Mahdî* (Karachi) 279; *Imâmbârgâh Mîrzâ Qâsim Baig* (Peshawar) 284; *Imâmbârgâh-i Mustafâ* (Abbas Town, Karachi) 291; *Imâmbârgâh-i Qandâhârî* (Quetta) 225; *Imâmbârgâh-i Qasr-i Sakîna* (Shakrial) 285; *Imâmbârgâh-i Qasr-i Shabbîr* (Dhoke Syedan) 292; *Imâmbârgâh-i Shâh-i Karbalâ'* (Karachi) 117, 138; *Imâmbârgâh-i Wadanî* (Dera Ghazi Khan) 285; *Imâmbârgâh-i Yâdgâr-i Husainî* (Rawalpindi) 245
Imamia Council Pakistan 217, 432n
Imamia Mission Pakistan (IMP) 84, 126, 191, 373n, 379n
Imamia Organisation 271, 454n
Imamia Students Organisation (ISO) 193, 202, 205-6, 210, 212-13, 218, 221-22, 229-31, 237, 246-47, 263, 268, 270-71, 287, 291, 311-15, 319, 333, 421n, 424n, 440n, 443n, 446n, 454-55n, 476-78
Imams (revered by Shias) 11, 15, 75, 88, 91, 113, 128-32, 134, 177, 233, 235, 267, 331, 351n, 397n, 410n, 440n; see also Ali bin Abi Talib; Hasan; Husain
Imperial Legislative Council (India) 36, 352n
imperialism 63, 222-23, 227-28, 240, 245, 272, 316, 334; see also anti-imperialism
Imran Khan 296, 314-15, 325
India 1-56 passim, 60, 64-65, 67, 75, 79-80, 84, 86-87, 117, 124-25, 131, 223-24, 227-28, 231, 252, 277, 279, 302, 317, 327-29, 334, 340-45n, 348n, 351-64n, 374n, 376-77n, 388n, 392n, 397-98n, 402n, 412n, 455n; partition of 55-56, 65, 67, 351n; pre-colonial 1-9, 13-15, 327-28, 340n, 342n; 354n, 356n; pre-partition 3-4, 9-13, 16-53, 75, 79, 84, 86-87, 117, 119, 227, 231, 328-29, 343n, 345n, 348n, 358n, 374n, 376n, 388n, 398n, 402n; Shia migrants to Pakistan from 55-56, 79-80, 131, 376-77n (see also *muhajirs*); wars with Pakistan 56, 60, 124, 182, 318, 363n, 395n, 451n
Indian Civil Service see Civil Service
Indian National Congress 19, 21-22, 24, 30, 33, 35-37, 40-42, 44-46, 49-53, 63, 349n, 354-55n, 359n
Indian Ocean 453n
Indian subcontinent 1, 12–13, 23, 31, 33, 82, 86, 327–29
Indonesia 228
Indus 6-7, 157, 345n
"Innocence of Muslims" (movie trailer) 319-20
Institute of Islamic and Cultural Research (Karachi) 371n
Institute of Strategic Studies (Islamabad) 420n
Inter-Services Intelligence (ISI) 316-17, 471n
International Islamic University (Islamabad) 265
Iqbal, Muhammad 38, 197
Iqbal, Sardar Muhammad 419n
Iqbal, Shaikh Muhammad 250, 255, 446n, 448n
Iran 1-7, 9-14, 55, 64-66, 85, 97, 125, 129, 133, 172, 176-178, 193-94, 197-98, 201-3, 207, 209-212, 216, 221-226, 228-233, 235-237, 239, 241-42, 247, 259-261, 266, 268, 270-71, 288, 292-93, 308, 311-12, 314, 317, 319, 333-34, 337, 340n, 342n, 350-51n, 356n, 361n, 363n, 367n, 383n, 388n, 392n, 394n, 421-22n, 424n, 426-27n, 430-32n, 434-37n, 439n, 444-45n, 447n, 454-55n, 474n, 478n; Cultural Centres in Pakistan 216, 259-60, 430n, 447n, 455n; influence on Shia organisations in Pakistan 202-3, 207, 217, 221, 223, 228, 231, 239, 270-71, 308, 311-12, 333-34, 337, 424n, 432n,

454n, 478n; "Islamic revolution" in 133, 180, 193, 197, 201-3, 211-12, 216, 221, 224, 229, 231-32, 235, 245, 247, 313, 333, 391n, 414n, 432n, 434n; Pakistan's relations with 65, 224, 226, 237, 261, 394n, 422n, 435n, 437n, 474n; Pakistani pilgrims to 65, 194, 265, 288, 292-93, 392n, 421n; Pakistani students in 85, 129, 431n; Revolutionary Guards 237; Shia migrants to India from 1-6, 9-11, 13, 340n, 342n; Shia religious authorities/centres in 172, 176-78, 197, 202-3, 210, 271, 308, 311-12, 383n, 422n; Sunni minority in 209, 223; supporting Shias in Pakistan 216, 445n; see also Khamenei; Khomeini; Mashhad; Qom

Iran-Iraq war 229, 230, 237, 241, 334, 432n; Pakistani Shia volunteers in 229, 237, 437n

Iraq 30, 85, 125, 129, 151-52, 173, 176-79, 194, 202, 210, 212, 221, 229-30, 235, 37, 241, 249, 266, 307, 317, 319, 334, 350-51n, 356n, 361n, 363n, 367n, 379n, 392n, 405n, 412-13n, 421n, 432n, 439n, 445n

Iraqi, Mir Shams ud-Din 2

'Irfani, Malik Sadiq Ali 66, 77, 98, 191, 365n, 368n, 373n, 394n, 405n, 408n, 423n, 426n

al-Irshâd (fortnightly journal) 172, 390n, 399n, 409n, 412n

Isfahani, Abu al-Hasan 376n

Isfahani, Agha Hashim 28

Isfandiyar Khan, Maulana 438n, 448n

Ishaq, Abd ul-Khaliq 427n

Ishaq, Malik (Muhammad) 290, 295-96, 319, 321, 336, 451n, 463n, 467-68n, 481n

Ishaq Khan, Ghulam 242-43, 445-46n

Islâh ul-majâlis wa'l-mahâfil 129-30

Islam 1-2, 12-18, 23-24, 33, 37, 51, 58, 60, 67-68, 71, 74, 87-89, 92, 94, 106-7, 112-13, 119, 128, 130, 152, 154, 161, 169, 183, 198, 200, 214, 222-24, 227-28, 230, 233-35, 256, 267, 289, 323, 327, 355n, 358-59n, 370-71n, 385n, 387n, 395n, 408n, 435n, 437n, 439n; apostasy from 106; conversion of Hindus to 1-2, 327; conspiracies against 267; defending of 67, 223; enemies of 223-24, 304, 358n; enforcement of 227; hereditary monarchy in 439n; history of 13, 24, 92, 113; holy places of 37, 230, 437n; injunctions/tenets of 60, 68, 74, 107, 130, 183, 214, 355n, 370n; lip-services to 68, 183; mainstream Sunni 17, 387n, 395n; preserving of 119; principles of 198; puritan Sunni 16, 18, 87, 289; revival of 15, 222; "saviour" of 198; Shias perceived as threat to 15; state religion of Pakistan 106, 234; see also anti-Islamic, folk Islam; pan-Islamic

Islamabad 149, 151, 162-63, 171-72, 209, 212, 225-26, 244, 251-52, 255, 258-59, 262, 265, 269, 271, 279, 281-83, 285, 294, 297, 301, 303-4, 309, 311, 313-14, 317, 319-20, 324, 333, 337, 420n, 426n, 428n, 430n, 436n, 442-46n, 453-54n, 456n, 458n, 478n, 480-82n

Islamabad Accord (1980) 213-14, 223-25, 227

Islamabad Convention (1980) 212-13, 216, 219, 221, 240, 429n, 432n

Islâmî Jam'îyat-i Talaba 315

Islâmî Jumhûrî Ittihâd (IJI) 244, 246, 443n, 445n

Islâmî Jumhûrî Mahâz 451n

Islâmî Tahrîk Pâkistân (ITP) 308-13, 315, 318-19, 324-25, 335-36, 454n, 474-75n, 477n, 485n

Islamic Democratic Alliance see *Islâmî Jumhûrî Ittihâd*

Islamic Democratic Front 442n

Islamic Front of West Pakistan 151

Islamic Jihad (Egypt) 449n

Islamic law(s) 5, 32, 154, 169, 183, 200-2, 204, 370n, 425n, 428n, 443n

'Islamic order" 227-28
Islamic Research Institute 107, 217, 387n, 401n
"Islamic revolution" (1978-79) see Iran
Islamic Revolution Party 429n
Islamic state 47, 67, 69, 87, 222
"Islamic system" 198, 200, 211
Islamisation (Pakistan) 67-68, 197-99, 214, 224-27, 231, 236-67, 241, 246-47, 333
Islâmîyât 78, 140, 168, 216, 243, 267, 423n
Isma'il, Muhammad 80, 85, 92, 94, 124-26, 131, 133, 145, 175-79, 181, 221, 332, 370n, 382n, 384n, 396-98n, 413-16n, 421n
Isma'il Khan 52
Isma'ilis 4, 6, 13, 34, 36, 39, 56, 168, 238, 266, 291, 353-54n
'ismat 233, 257
Ismet Pasha (Turkish Prime Minister) 37
Ispahani, Mirza Abu'l Hasan 39, 356n, 362n, 372n
Israel 221-22, 236, 252, 308, 315-17, 320, 334, 337, 434n, 476n, 480n
istimdâd 128
al-I'tisâm (weekly journal) 381n

Ja'far, Ahmad Harun 51
Ja'fari, Ali Ahmad Khan 123, 135, 395n
Ja'fari, Mir Baqir Husain 362n, 364-65n
Ja'fari, (Hakim) Muhammad Hasan 75, 384n, 393n
Ja'fari, Raja Nasir 'Abbas 311, 313, 315-20, 323-24, 475-77n, 482n, 484n
Ja'fari, (Hafiz) Saifullah 374n, 399n, 414n
Ja'fari, S. Ali Husain 'Âmir 400n
Ja'fari, S. Kazim 368n
Ja'fariya Students Organisation 455n
Ja'fariya Welfare Corps 385n
Ja'farîya Welfare Fund 247-48, 266, 268
Jahangir (Mughal emperor) 5, 8, 15
Jahangir Khan, Muhammad 76
Jahanian Shah 79, 368n, 397n
Jaish-ul-Islam 466n
Jaish-i Muhammad 278-79, 286, 455-56n
Jalalpur Nangiana 78
Jalalvi, S. 'Inayat Husain 377n, 400n
Jaleh Square (Tehran) 201
Jamâ'at ud-Da'wa 480n
Jamâ'at ul-Furqân 457
Jamâ'at-i Islâmî (JI) 67, 69, 74, 112, 152, 154-56, 163, 187, 199-201, 223, 251, 255, 267, 269, 277, 283, 296, 308-9, 311, 315-16, 326, 381n, 384n, 401n, 406-7n, 420n, 434-35n, 440n, 443n, 451n, 453n, 455n, 475n, 478n, 485n; Shias and 112, 155, 187, 309, 315; see also Ahmad, Qazi Husain; Maududi
Jamali, Zafarullah Khan 278-79
Jâmi'a Millîya College (Delhi) 371n
Jâmi'at 'Abbasîya (Kamalia) 81
Jâmi'at Ahl al-Bait (Islamabad) 172, 442n
Jâmi'at 'Arabîya (Karachi) 424n
Jâmi'at Ashrafîya (Lahore) 97, 106, 381n
Jâmi'at 'Askarî (Hangu) 284
Jâmi'at Binôrîya (Karachi) 438n, 458n
Jâmi'at al-Ghadîr (Ahmadpur Sial) 127
Jâmi'at Hafsa (Islamabad) 282
Jâmi'at Husainîya (Alipur) 81
Jâmi'at Husainîya (Jhang) 179, 376n, 397-98n
Jâmi'at 'Ilmîya Bâb al-Najaf (Jara) 81, 375n
Jâmi'at Imâmîya (Karachi) 81, 375n, 410n, 431n
Jâmi'at Imâmîya (Lahore) 81, 126, 166, 377n, 408n, 410n; 424n
Jâmi'at Makhzan ul-'Ulûm (Multan) 81, 125, 239, 375n, 377n, 442n
Jâmi'at ul-Muntazar (Lahore) 81, 86, 125-27, 172, 179, 202, 216, 218, 270-71, 281, 375n, 377n, 379n, 396-97n, 412-13n, 424-25n, 430-31n, 454n
Jâmi'at us-Saqlain (Multan) 415n

Jâmiʿat us-Saqlain (Rawalpinidi) 397n, 413n
Jâmiʿat ush-Shahîd ʿArif Husain (Peshawar) 452n
Jâmiʿat ush-Shîʿa (Kot Addu) 413n
Jamilullah (killer of al-Husaini) 241-43
Jamʿîyat-i Ahl-i Hadîth (JAH) 163, 237, 267, 269, 277, 381n, 441n, 443n, 448n
Jamʿîyat-i Ishâʿat al-Tauhîd wa'l-Sunna 234, 439n
Jamʿîyat al-ʿUlamâ'-i Hind (JUH) 21, 37, 40-41, 47, 357-58n, 360n, 369n
Jamʿîyat al-ʿUlamâ'-i Islâm (JUI) 67, 111, 152, 154-56, 163, 182-83, 187, 199, 226, 232, 234, 236-37, 242, 246, 250-51, 258, 267, 269, 277-78, 285, 306, 308, 311, 326, 358n, 369-70n, 381n, 387n, 390n, 401-2n, 406-7n, 409n, 420n, 436n, 438n, 440n, 443n, 445-46n, 448n, 451n, 455n, 474-75n, 485n; JUI(D) 232, 438n, 445n; JUI(F) 232, 234, 267, 277-78, 285, 307-8, 311, 326, 436n, 440n, 446n, 448n, 451n, 455n, 474-75n, 485n; JUI(H) 155, 183, 406-7n; JUI(S) 232, 236, 246, 267, 269, 277, 443n, 448n, 451n, 455n, 475n
Jamʿîyat al-ʿUlamâ'-i Pâkistân (JUP) 67, 91, 96, 112, 155-56, 163, 187, 199, 204, 209, 267, 269, 277, 308, 325, 372n, 381n, 383n, 401n, 407-7n, 420n, 443n, 448n, 451n
Jampur 380n
Jannat ul-Baqîʿ (Madina) 351n
Jannati, (Ayatollah) Ahmad 239
Jara 79, 81
Jarahvi, Kazim Husain Asîr 416n
Jarchavi, S. Ibn Hasan Rizvi 71-72, 79, 137, 361n, 371-72n, 400n, 405n
Jatoi, Muhammad Abdullah Khan 381n
Jauhar, S. Ahmad 186, 393n, 418n
Jauhari, Talib (Husain) 217, 431n, 435n
Jaunpur 27, 354n
Jaunpuri, Mumtaz Husain 348n, 350n, 353n
Jaunpuri, S. Karamat Ali 32
Jawadi, Aftab Husain 447n
Jawadi, Abu Musʿab 452n
Jawadi, Haidar Ali 452-53n, 475n
Jerusalem 222, 405n, 447n
Jerusalem Day 223, 267-68, 442n; see also *Yaum al-Quds*
Jews, Jewish 214, 405n
Jhamat 98
Jhang 7, 9, 27-28, 88-89, 96, 104, 106, 108, 127, 129, 138, 143, 148, 176-77, 179-181, 232-35, 238, 246-47, 250-53, 255, 259, 269, 278-79, 284, 286, 295, 340-41n, 347n, 350n, 372n, 374n, 376n, 380n, 384n, 394n, 397-98n, 400n, 406-7n, 415n, 417n, 429n, 432n, 438n, 442-44n, 446n, 450n, 461n
Jhangvi, Haqq Nawaz (founder of SSP) 232, 234-36, 238, 244, 250-51, 438n, 448n
Jhangvi, Haqq Nawaz (LeJ operative) 455n
Jhelum 7, 78, 220, 382n, 407n, 447n
Jhund 382n
jihâd 16, 32, 82, 222, 231, 243, 254, 278, 288-89, 304, 324, 471n
jihadis, jihadists 276, 316-17, 455n, 468n
Jinnah, Fatima 122, 394n
Jinnah, Muhammad Ali 33, 35-43, 46-49, 51-52, 65, 68, 329, 355-58n, 361-62n, 368n, 371n, 387n, 457n
Jogi (Kurram) 306
Jullundhri, Muhammad Ali 47, 402n
Jullundhur 350n, 395n
Jundullâh 290
Junejo, Muhammad Khan 225, 246, 431n

Kabirwala 232, 372n
Kabul 10, 32, 289, 300, 463n, 471n
Kachu, Zahid Ali 476n
kâfir 89, 96, 233, 245, 256, 262, 267, 288, 451n, 464n; see also *kuffâr; takfîr*
Kâfir-i Aʿzam 41
Kakar, Wahid 445n

Kalabagh 89
Kalat 372n
Kalb-i ʿAbbas see Naqvi, S. Kalb-i ʿAbbas
Kalhoras 7
Kallu, Ghulam Haidar 176
Kamalia 81, 360n
Kamil, Hakim Mirza Muhammad 345n
Kapurthala 395n
Karachi, 4, 11, 34, 55-56, 61-62, 67, 69-73, 78-79, 81, 90, 108, 113, 115-120, 123, 134, 138-39, 141, 145, 155, 157, 159, 163, 172, 175, 178, 182, 184, 186, 191, 193, 204, 207, 209-10, 217-18, 224-25, 232, 237-38, 251, 254-56, 258, 262-64, 277-296, 309, 312-319, 321, 323-25, 331, 336-37, 348n, 353-54n, 362-63n, 366-67n, 369-72n, 375-78n, 381n, 386n, 389n, 392-96n, 401n, 418-20n, 424n, 430-32n, 435-38n, 445-46n, 453n, 456-62n, 464-65n, 467-68n, 476-80n, 482n, 484-85n; Shia population of 4, 55-56, 79, 323, 363n, 375n, 389n, 407n; terrorist attacks in 254-55, 263, 278-79, 281-82, 285, 287-88, 290-91, 295, 309, 312, 336, 456-62n, 464-65n, 467-68n, 476n; other violence against Shias in 90, 182, 184, 218, 224, 232, 237-38, 386n, 418n
Karachi *ʿulamâʾ* convention (1964) 108, 115-118, 122, 158, 170, 348n, 377n, 392n
Karachi University 78, 141, 371n, 392n, 404n, 432n
Karakorum Highway 290-91
Karam Shah, Pir 427n
Karamdad Qureshi 262
Karari (U.P.) 364n
Kararvi, Ali Ghazanfar 217, 431n
Kararvi, S. Najm ul-Hasan 58, 63, 80, 137, 139, 154, 156, 169-70, 364n, 367-68n, 394n, 403n, 406n, 410-13n, 422-24n, 428n
Karbala (Iraq) 11, 23, 94, 134, 205, 267, 414n, 440n
Karbala (place for burying *taʿzîyas*) 20
Karbalâ-i Gâme Shâh (Lahore) 11, 95, 101, 110, 113, 119, 140, 191, 287, 366n, 377n, 390n, 408n
Kargil 56, 363n, 451n
Karkh (Baghdad) 134
Karnal 362n
Karnataka 1
Karor 7, 79
Kashmir 2-4, 11, 30, 56, 60, 63, 117, 224, 228, 238, 241, 254, 263, 266, 313, 324, 340n, 342-44n, 357n, 363n, 445n, 447n, 451n, 477n; Kashmir Jihad 254, 278; Kashmir war 56, 60
Kashmiri, Shuresh 111
Kashmiri, Tafazzul Husain 31
Kasra 9, 342n
Kayani, Ashfaq Parvez 283, 305, 313, 321
Kazim Shah 485n
Kazimain (Iraq) 134, 179
Kazimi *sayyids* 342n
Kazimi, S. Ahmad Saʿîd 369n
Kazimi, S. Hasan Ali Shah 126
Kazimi, S. Mazhar 4764n
Kazimi, S. Nasir ʿAbbas 263
Kazimi, S. Sibtain 279
Kenya 450n
Kermani, Abd al-Reza Ibrahimi 175, 414n
Kermani, Muhammad Karim Khan 414n
Kermani, S. Ahmad Saʿîd 401
Kermani, S. Iqbal Husain 340-41n, 397n, 430n, 439n
Khairallahpuri, Hashmat Ali 27-28
Khairpur 8, 26, 79, 81, 104, 110-11, 286, 3441n, 350n, 353n, 361n, 372n, 375n, 389n, 394n, 415n, 432n, 461n
Khalîq uz-Zaman, Choudhry 40, 355n
al-Khalisi, Muhammad 176-79, 412n, 415-15n; "Khalisi group" 171; "Khalisiyat" 176-77, 180
Khamenei, S. Ali 226, 246, 268-70, 311-12, 383n, 422n, 435-37n, 444n, 454n

Khan Muhammad, Maulana 234, 441n
Khan Sahib, Muhammad, 92, 382n, 407n
Khanewal 252, 374n, 384n
Khangarh 382n
Khar, Mustafa 162, 167
Kharotabad (Quetta) 297
"Khatîb-i Âl-i Muhammad" 366n, 403n
"Khatîb-i A'zam" 117, 393n
"*Khâtîb-i Pâkistân*" 376n
khatm-i nubuwwat movement 70, 89; see also anti-Ahmadiya
Khattak, Abd ul-Ghani 418n
khawârij 51, 178
Khilâfat Movement 20, 32, 36-37, 355n
Khilâfat-i Mu'âwîya wa-Yazîd (book) 386n
"*Khilâfat-i Râshida* Conference" (1978) 199
Khojas 4, 36, 48, 18, 353n, 355n, 378n, 393n, 396n, 424n
Khomeini, Ruhullah 172, 197-98, 201-3, 209-10, 219-23, 231, 233, 236, 239, 241, 267, 311-12, 333-34, 412n, 415n, 422n, 431-32n, 434n, 438n, 441n, 444n, 453n; influenced by developments in Pakistan 197-98; invited to Pakistan 202
Khorasan 351n
Khorasan Islamic Centre (Karachi) 392n
Khost 262
Khuddâm ul-Islâm 279
al-Khu'i, S. Abu'l-Qasim 172, 210, 427n, 431n
khulafâ'-i râshidûn 51, 91, 93, 112, 155, 164, 168, 182, 235, 257, 406n, 439n; see also caliphs
khums 3, 60, 81-82, 107, 125-26, 172, 177-78, 247-48, 266, 331-32, 395-96n, 413n, 416n; "*khums*-eaters" 126, 178, 332
Khushab 81, 374n, 414n, 431n
Khuzdar 322
Khwaja, Ali Muhammad 428n
Khyber Agency 302
Khyber Pakhtunkhwa (KPK) 8, 287, 296, 341n, 466n; see also North-West Frontier Province
Kinturi, Muhammad Quli 32
Kohat 143, 282, 287, 291, 313, 432n, 459n, 462n, 464n
Kohati Gate (Peshawar) 251
Kohistan 291, 317, 464n, 479n
Kôhistân (newspaper) 110
Koran (Quran) 14, 23, 32, 57, 59, 68, 70-72, 77, 82, 85, 89, 96, 110, 116, 136, 138, 163, 167-68, 180, 200, 204, 214, 222-23, 226-29, 232-33, 243, 262, 265, 359n, 363n, 374n, 382n, 416n, 436n, 453n; Koran and Sunna 68, 70-72, 77, 200, 204, 214, 226-28, 243, 262, 265, 390n, 406n, 408n, 425n, 444n
"Koran and Sunna Conference" (Lahore) 227-29, 237, 318, 334, 481n
Korangi (Karachi) 438n
Kot Addu 79, 172, 375n, 386n
Kot Radha Krishan 360n
Kotli Lodhran 382n
Krishannagar (Lahore) 65, 91, 110
Kubrawiya 2
Kufa (Iraq) 134
kuffâr 14, 47; see also *kâfir*
kufr 51, 106, 132, 156, 405n
Kukkar Hatta 253
al-Kulainî, Muhammad 392n
Kumaili, 'Abbas 186, 316, 418n
Kundian 439n
Kurd, Usman Saifullah 285, 296, 460n, 467n
Kurdistan 8
Kurram Agency 8, 143, 157, 183, 218, 221, 229-30, 238, 277, 282, 285, 287, 290, 292, 298-307, 313-14, 334, 336, 341n, 366n, 374n, 386n, 389n, 394n, 403n, 409n, 425n, 440n, 449n, 459n, 467n, 469-74n, 478n; Afghanistan and 8, 183, 218, 221, 229, 299-304, 307, 366n; 471n; cease-fire in 300-1, 469-72n; *jirga* of elders 300-1, 304,

469-70n, 499n; kidnapping in 301, 303-5, 470n; "Parrot's Beak" 300; see also Murree Accord; Parachinar
Kurram militia 183, 449n
Kurram valley 8, 11, 230, 328, 341n
Kuwait 180, 414n

La ʿal Shah, Pir Sayyid 9
Lahore 4-11, 14-15, 28, 30, 39, 42, 45-48, 53, 55, 57-59, 62, 64-67, 72, 79, 81, 84, 86, 89-91, 93, 95-98, 100-1, 104-14, 118, 122-27, 132, 134-35, 138-40, 143, 145, 147-48, 150-52, 156-58, 165, 168-70, 172, 178-79, 181, 184, 186-87, 189-191, 193-94, 202-4, 210, 216-222, 225-28, 236-37, 242-44, 252, 254, 257, 259-63, 271, 277-78, 281, 286-87, 290, 295, 309, 312-13, 315, 318, 324, 329-30, 333-34, 336-37, 341-43n, 351-53n, 357n, 359n, 364-67n, 372-77n, 379n, 381-85n, 388n, 390n, 392n, 394-95n, 398-402n, 405-10n, 413n, 419-421n, 424-26n, 430-31n, 437n, 440n, 442-43n, 447-49n, 453-56n, 458n, 462n, 464n, 466n, 468n, 477-78n, 481-83n; Shia population of 8, 389n; Shia religious life in 9-11, 79, 81, 86, 109, 127, 172, 202, 216, 218, 377n, 384n, 390n, 410n, 413n; Shia-Sunni conflicts in 6, 14-15, 62, 65, 72, 91, 96-97, 109-13, 184, 228, 236, 257, 260, 315, 330, 382-83n, 389-90n, 440n; terrorist attacks in 259-63, 277, 281, 286-87, 290, 295, 336, 447-48n, 458n, 462n, 464n, 468n, 477n
Lahori, Akram, 278, 281, 456n
Lakki Marwat 292
Lâl Masjid (Islamabad) 282, 459n
Lal Shahbaz Qalandar 11, 150
Lalji, Husainbhai 48-49, 51-52, 99-100, 360-61n
lashkar 183, 238, 261, 285, 302, 305
Lashkar-i Jhangvî (LeJ) 254, 259-60, 270, 276-82, 285-90, 294-98, 314, 319, 321-22, 325, 334-35, 450-51n, 455-57n, 461-63n, 465-69n, 473n; "night-letter" in Quetta (2011) 288-89
Lashkar-i Taiba 277-78, 455n, 480n
law and order 19, 88, 91, 110, 140, 144-45, 147, 245, 261, 315, 321
law enforcement agencies 252, 278, 285, 298, 310, 336-37; see also police; security forces
Layyah 7, 79, 157, 238, 380-81n, 385n, 432n, 439n, 442n
Lebanon, Lebanese 85, 99, 222, 241, 271, 319, 445n, 454n
Leghari *sardars* 366n
Leghari, Faruq 244, 258, 265, 267, 269, 447n
Leghari, Khadim Husain 426n
Liaqat Bagh (Rawalpindi) 120, 144, 162, 212, 245
Liaqatabad (Karachi) 224
Lodhri 78
London 32, 34-35, 38, 219, 354n, 356n
London Muslim League 354n
"Long March" (1985) 226; (1993) 248, 252, 445n; (2010) 476n; (2013) 320, 444n, 482n
Lord Dufferin 32
Lord Minto 33-34, 354n
Lord Morley 34-35, 354n
Lord Ripon 32
Lord Wavell 48-49
Los Angeles 454n
Loudspeaker Ordinance (1965) 123
Lucknow 2-4, 9, 11-12, 16, 18, 20-22, 25-30, 33-37, 40, 42-50, 56, 58, 71, 78-80, 83-86, 118, 132, 158, 166, 178, 329, 339n, 342n, 346-51n, 353-58n, 360-61n, 364-65n, 368n, 370-71n, 374-77n, 379n, 388n, 392n, 396n, 424n
Lucknow Pact (1916) 35, 354n, 357n
Ludhiana 10, 30, 45, 350n, 362n, 378n
Ludhianvi, Habib ur-Rahman 41
Ludhianvi, Muhammad Ahmad 279, 284, 286, 295-96, 309, 321, 457n, 468n
Lyallpur 58, 85, 97, 127, 221, 361n, 364n, 385n, 395n, 397n, 414n; see also Faisalabad

Maʿârif al-Islâm (monthly journal) 373n, 399n
Mach 322
Madad, Ali 453n
Madani, Husain Ahmad 21, 40, 347n, 360n
madh-i sahâba 20-22, 40, 47, 346n, 359-60n
Madras 350n, 355n, 376n
madrasa, madâris see *dînî madâris*
Madrasat Âyatullâh Khumainî (Mari) 442; *Madrasat Âyatullâh al-Hakîm* (Rawalpindi) 172, 226, 240, 397n; *Madrasat Bâb ul-ʿUlûm* (Multan) 78, 175, 374n, 377n; *Madrasat Dars-i Âl-i Muhammad* (Faisalabad) 177, 221, 395n, 397-98n, 414n; *Madrasat Jaʿfarîya* (Parachinar) 221; *Madrasat Mashâriʿ ul-ʿUlûm* (Hyderabad) 127; *Madrasat Mubâraka Jaʿfarîya* (Gujranwala) 78; *Madrasat Muhammadîya* (Jalalpur Nangiana) 78; *Madrasat Nâzimîya* (Lucknow) 25, 349n, 376-77n, 424n; *Madrasat Qâsim ul-ʿUlûm* (Multan) 402n; *Madrasat Sâdiqîya* (Ahmadpur East) 81; *Madrasat Sâdiqîya* (Khanpur) 81; *Madrasat ul-Wâʿizîn* (Lahore) 172, 377n, 398n, 410n; *Madrasat ul-Wâʿizîn* (Lucknow) 12, 56, 93, 166, 343n, 349n, 358n, 368n, 374-76n, 384n
mahâfil 107, 125, 129-30, 137, 185
Mahdi 201
Mahdi, S. Zafar 359n, 365n
Mahfil-i Murtaza 448n
Mahmud, Khalid 90, 94, 97, 381n
Mahmud, Mufti 111, 141, 155, 182-83, 186-87, 190, 194, 199, 208-9, 232, 402n, 409n, 418-19n, 422n, 427n; biography 402n
Mahmud of Ghazna 4, 13
Mahmudabad, (Raja) Amir Ahmad Khan of 36, 38-40, 42, 52, 71, 140, 353n, 361n, 371n, 401n
Mahmudabad, (Maharajkumar) Amir Haidar Khan of 42-44, 46, 48, 50, 52, 65, 361n
Mahmudabad, Muhammad Amir Sajjad 358n, 371n
Mahmudabad, (Raja) Amir Hasan Khan of 33, 353n
Mahmudabad, (Raja) Muhammad Ali Muhammad Khan of 33, 35-38, 354n
Mahmudabad estate 353n
Mahmudabad House 40
Mahsud, Baitullah 283, 459n, 470n
Mahsud, Faqir ʿAlam 470n
Mahsud, Hakimullah 302, 304-5, 470n
Mahsud, Mansur Khan 299
Mahsud tribal region 471
Mailsi 258, 278, 386n
majâlis 9-11, 44, 57, 79-83, 92, 94, 107, 112, 116, 118-19, 125-31, 135, 137, 172, 174-75, 178-79, 184-86, 192, 203, 212, 221, 248, 331-32, 366n, 376n, 378n, 393n, 411n, 414n, 416n, 428n
Majâlis ul-mu'minîn 14
Majlis-i Ahrâr-i Islâm 20-21, 37, 41, 47, 68, 88-89, 355n, 357n, 380n, 390n, 402n, 438n
Majlis-i ʿAmal-i ʿUlamâ'-i Shîʿa-i Pâkistân (MAUSP) 117-18, 120, 158, 162-63, 166, 169-70, 173, 175, 187-89, 193, 202, 206, 213, 216, 392-93n, 409-11n, 423n, 428-29n
Majlis-i Ittihâd-i Islâmî (1956) 92
Majlis-i Nazârat-i Shîʿa Madâris-i ʿArabîya 86, 126, 396n
Majlis-i Shûrâ 217, 424n, 432n
Majlis-i Tahaffuz-i Huqûq-i Ahl-i Sunnat 423n
Majlis-i Tahaffuz-i Khatm-i Nubuwwat 67, 234, 369n, 390n, 441n, 446n
Majlis-i Wahdat-i Muslimîn (MWM) 230, 308, 311-326, 336-37, 454n, 462n, 464n, 466n, 475-85n; anti-U.S. stance 313-20, 322-23, 337, 477-78n, 482n; three-point agenda 312; contesting 2013 elections 323-26, 337, 481n,

483-85n; "Defence of Shiʿism" campaign 313, 476n; Iran and 311-12, 478n; *Jamâʿat-i Islâmî* and 315, 478-79n; Karachi Convention (2012) 315-17, 319, 479-80n; (2013) 323-24; manifesto (2013) 323-24, 484n; MQM and 315, 324-25, 478n, 485n; PTI and 314-15, 478-79n; Supervising Council 311, 475n; Supreme Council 311, 475-76n
Majmaʿ ul-Bahrain 10
Makhdum ul-Mulk, Mullah Abdullah Ansari 7, 14
Makhial 78
Makhialvi, Faiz Muhammad 78, 365n
Malakand 267, 453n, 455n
Malik, Rehman 291, 295
Malir (Karachi) 255, 279, 436n, 484n
Malir Kotla 45, 360n, 362n
Malohwali 276
Malyar 78
Mamdot, Nawab of 46
Mandi Bahauddin 407n
Mandi Chishtian 360n
Manthoka 413n
marâsî 11-12, 18, 109, 341n
Marʿashi (Grand Ayatollah) 210n
Marathas 16
Al-Maʿrifat (journal) 377n, 399n
marjaʿ al-taqlîd, marâjiʿ 125, 154, 157, 171-72, 202, 312, 412n, 428n
marjaʿîya 247, 311
Markaz ul-Muslimîn 188
Markazi Shia Federation 155
Markazî Tanzîm-i Îmânî-yi Pâkistân 193
Marth, Ashraf 259
martial law 98, 100-4, 106, 109, 125, 147-48, 182, 198-99, 201, 225, 227, 232, 276, 330, 372n, 384n, 386n, 407n, 423n, 427n
Mashhad 30, 134, 163, 165, 201, 216, 252, 351n, 356n
Mashhadi, S. Safdar Husain 80, 117, 367n, 375n, 409-10n
Mashhadi, Zakir Husain 399n
Masjid Abu'l-Fazl (Pir Ilahi Bakhsh Colony, Karachi) 448n; *Masjid al-Aqsâ* (Jerusalem) 152, 405n; *Masjid-i Aʿwân* (D.G. Khan) 181-82; *Masjid-o-Imâmbârgâh Haidar-i Karrâr* (Orangi Town, Karachi) 291; *Masjid al-Khair* (Multan) 258; *Masjid Shâh Gardezi* (Multan) 375n
Mastung 279, 293-94, 315, 321, 463n, 466n, 478n
mâtam; mâtamî julûs 82, 94-95, 109, 111, 114, 137, 154, 182, 185, 209, 381n
materialism 80, 105, 117, 119
Matta Sangar 303
Maududi, Abu'l-Aʿla 67, 69, 154-56, 197, 199, 204, 371-72n, 384n, 406n, 422-23n; 434-35n, 440n; Khomeini and 434-35n; alleged Shia influences on 406n
Maulvi ʿÂlim (academic degree) 75
Maulvi Fâzil (academic degree) 75, 84, 127, 379n, 396n
Mauripur (Karachi) 279
Mazar-i Sharif 261
Mazhar, S. Iqtidar Ali 426n
Mecca 15, 229, 238, 454n
Medina 30, 351n
Memon, Ghulam Nabi 387n
Mengal, Ramazan 281
Mengal, Sardar ʿAta'ullah 409n
Mengal tribe 301
Meston, James 29
Mianvi, Abd ur-Rahman 89
Mianwali 7, 88-89, 277, 374n, 376n, 385n, 407n, 409n, 425n, 439-40, 442n
militants (foreign) 280, 449n, 457n, 460n; (Shia) 253; (Sunni) 231, 251, 280, 282, 284, 290, 296-97, 299, 301-5, 307, 321-22, 449n, 460n, 465-65n, 468-74n; see also terrorists; *Tahrîk-i Tâlibân-i Pâkistân*
military (Pakistan) 194, 228, 262, 276, 303, 333, 470n; military coup, 263, 271, 330, 332, 451n, military intel-

ligence 322, 448n, *military rule* 228, 275; see also martial law; Pakistan Army
Millat-i Islâmîya-i Pâkistân (MIP) 279, 281, 284-86, 309-10, 335, 456n, 474n; see also *Ahlu Sunnat wal-Jamâ'at; Sipâh-i Sahâba*
Millat-i Jaʿfarîya-i Pakistân 308
Millî Yekjihatî Council (MYC) 255-58, 267-68, 319-20, 334, 448n
Minâr-i Pâkistân 227, 243, 318
Minhâj ul-Qur'ân see *Idârat-i Minhâj ul-Qur'ân*
minorities, rights of 19, 25, 66, 73-76, 199, 204, 244-45, 372n
Mir, Sajid 448n
Mir Turab Ali 353n
Mir Wajid Ali 28
Mirpur 8
Mirza, Ghulam Rabbani 153-54, 156, 405n, 410n
Mirza, Iskandar 73, 103, 383n
Mirza, Muhammad Sultan 61
Mirza, Prince ʿAbbas see Prince ʿAbbas Mirza
Mirza, Prince Yusuf see Prince Yusuf Mirza
Mirza, Saʿadat Ali 406n
Mirza, S. Muhsin 27, 30
Mirza ʿAbid Husain 28
Mirza Abu Talib Khan 32, 352n
Mirza Ali Muhammad 28
Mirza Faridun Beg 8
Mirza Ghulam Ahmad 12
Mirza Makhdumi 14
Mirza Mazhar Jan-i Janan 18
Mirza Najaf 6, 340n
Mirza Qilich Beg 8
"missionary system" (for Shia preaching) 83
mob violence 279-81, 285, 287, 291-92, 309, 430n, 456-58n, 460n, 466n; see also riots
Mochi Gate (Lahore) 10-11, 111, 143, 145, 227, 343n, 373n, 403n
modernist(s) 10, 26, 32-33, 73, 412n, 443n
Model Town (Lahore) 127, 172
Mohmand Tribal Agency 242, 479n
Mominpura (Lahore) 260, 343n, 408n, 450n
Mongols 340n
Montgomery 28; see also Sahiwal
Moradabad (U.P.) 355n, 375n
Movement for the Restoration of Democracy (MRD) 218-20, 225, 232, 433n, 435n, 437n, 442n, 446n
Morley-Minto Reforms Act 35
Muʿawiya (Caliph) 110, 165, 386n, 439n
al-Muballigh (monthly journal) 82, 86, 116, 125, 127, 129, 135, 174, 202, 399n
Muballigh-i Aʿzam 181, 395n
Mubarakpur (U.P.) 376n
mufawwiza 132
Mufti Baqir (village) 382n
Mughal Empire, Mughals 2-8, 13-16, 328, 340n
Muhajir Qaumi Movement, Muttahida Qaumi Movement (MQM) 236, 251, 254, 262, 288, 296, 315-16, 323-25, 447n, 462n, 468n, 478n, 484-85n
muhâjirs 13, 55-56, 62, 54, 79-80, 86, 101, 123, 159, 171, 181, 183, 232, 251, 328, 362-64n, 367n, 375n, 377n, 383n, 387-88n; in West Punjab 362n
Muhammad (Prophet of Islam) 14, 18, 21, 23, 32, 50-51, 60, 62, 65, 77, 83, 87, 89, 92, 97, 113, 119, 130, 134, 136, 138, 164, 167-68, 173, 178, 186-87, 200, 214, 233-35, 253, 256, 262, 265, 282, 299, 345n, 358n, 380n, 387n, 419n, 424n; wives of 91, 214, 256, 262, 382n, 458n
Muhammad, ʿAta 81, 85-86, 378n
Muhammad, (Mufti) Faqir 418n
Muhammad, Khwaja Ali 411n
Muhammad, Malik Faiz see Makhialvi
Muhammad, (Pir) S. Abrar 186
Muhammad, Sufi 479n
Muhammad bin Qasim 1

Muhammad Khan, Amir 118, 121, 123, 139
Muhammad Khan, Col. (retd.) 426n
Muhammad Shah, Sayyid 407n
Muhammadan Anglo-Oriental College see Aligarh
Muhammadi, Shabih ul-Hasnain 169, 179, 188, 193, 367n, 408n, 411-12n, 421n
Muharram 3, 5, 17-20, 44, 62, 79, 82, 84, 86, 90-98, 104, 108-114, 135, 148, 181-82, 184-85, 187, 190, 203, 218, 224, 228, 235-36, 238, 251, 253f, 257, 267, 276, 282-84, 287, 291-92, 314, 320, 330-31, 346n, 348n, 378n, 381n, 383n, 386n, 388n, 390n, 399-400n, 404n, 411n, 436n, 460n, 465n, 477n; official holidays in 109, 267, 388n, 453n
Muharram processions 5, 44, 97, 110, 112, 181, 283-84, 287, 292, 330, 346n, 360n, 371n, 381n, 383-84n, 386n, 390n, 460n, 465n, 477n; attacks on 94, 110-11, 181-82, 184, 224, 237, 251, 280, 282-85, 287, 292, 309, 330, 346n, 384n, 386n, 390n, 460n, 465n; licences for 90, 93, 97, 111, 114, 121, 148, 181-82, 184, 191, 205, 382n, 404n, 417n; participation of Sunnis in 11, 16, 20, 96, 110, 346n, 383n; restrictions on 5, 97, 109, 114, 123, 180-81, 360n, 417n, 477n; self-injury during 95, 383n; see also *ʻÂshûrâ'; ʻazâdârî*
Muhsin, S. Agha 97
Muhsin ul-Mulk, S. Mahdi Ali Khan 18, 34, 348n, 353-54n
Muhsiniya Waqf (Hoogly) 32
Mujaddid-i Alf-i Thânî 14
Mujahid, Muhammad 449n
Mujahid, Muhammad Yusuf 439n
'Mujâhid-i Millat' 390n
mujâhidîn 17, 229, 231, 294, 345n, 451n, 471n
Mujib ur-Rahman 157
mujtahids 16, 18, 22, 25, 28-29, 32, 40, 46, 84, 95, 115-16, 122, 127, 349-50n, 365n, 413n, 422n, 424n, 428n, 431n
Mukhtâr Force 440n, 446n
Multan 4, 6-7, 9, 11, 27-28, 78, 81, 88, 93, 106-7, 123-25, 136-39, 141-42, 150, 157, 159, 166, 175, 182-83, 191, 220, 232, 237, 239, 243, 253, 258-261, 281, 309, 318, 340n, 350n, 356n, 361n, 366n, 368n, 372-75n, 377n, 382-84n, 388-90n, 393-94n, 396n, 400n, 402n, 404n, 407n, 412n, 414-15n, 418n, 426n, 430-31n, 437n, 441-42, 458n; Multan Convention (1966) 136-38
Mumtazabad (Multan) 182-83, 258
munâzara 12, 19, 27, 57, 112, 125, 176, 178, 234, 267, 343n, 391n, 395n, 397n
munâzir 12, 20, 85, 124, 342-43n, 375-76n, 378n
al-Muntazar (fortnightly journal) 152, 371n, 376n, 399n, 405n, 421n
muqassir (derogatory term) 129, 132, 177-78, 180n
Murree Accord (2008 for Kurram Agency) 302-4, 473n
Murshidabad 3
Musa, Muhammad 139, 141, 144, 148, 401, 436n
Musavi, S. ʻAlam 475n
Musavi, S. Ali 193, 427-28n, 412-13n, 431n, 453n
Musavi, S. Fazil Husain 272, 454n
Musavi, S. Hâmid Ali 219-20, 222-26, 240, 269, 324, 426n, 433-35n, 458n
Musavi, S. Hâmid Husain 349n
Musavi, S. Hashim 476n
Musavi, S. Sharaf ud-Din 436n
Musavi al-Bojnurdi, S. Mirza Hasan 415n
"Musavi group" see TNFJ(M)
Musavi-Junejo Accord (1985) 225-26, 435n
Musharraf, Pervez 263, 275-80, 283, 308, 335, 457n; co-opting the MMA 280; "enlightened moderation" 275; forced resignation 283; policy of "Pakistan first" 277
The Muslim (daily newspaper) 420n

Muslim Family Law Ordinance (1961) 106
Muslim League see All-India Muslim League; Pakistan Muslim League
Muslim Students' Federation (India) 40, 357n
Muslim Unity Board 30, 40, 98, 357n
Mustanbat, S. Nasrullah 415n
Mu'tamar-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân 175
"Mutiny" (India 1857) 4, 9-10, 19, 25, 340n, 352n
Muttahida Dînî Mahâz 451n
Muttahida Majlis-i 'Amal (MMA) 277, 279-80, 282-83, 308-9, 311, 319, 326, 474-75n
Muttahida Sunnî Mahâz 236
Muzaffargarh 7, 79, 88, 91, 94, 253, 262, 296, 340n, 359n, 407n, 425n, 432n
Muzaffarnagar, Nawab Muzaffar Ali Khan of 27

Nadir Shah Afshar 6, 9-10, 342n
Nadvi, Hasan Musanna 418n
Nadvi, Muhammad Hanif 163
Nadvi, S. Sulaiman 69, 370n
Nadwat ul-'Ulamâ' (Lucknow) 347n, 355n, 370n
Nager (Gilgit Agency) 3, 291, 318, 454n
Nagina 27
Najaf 85, 125-27, 134, 151, 167, 201, 210, 221, 239, 342n, 365n, 375-76n, 379n, 388n, 392n, 397n, 424-25n, 442n, 452n
Najaf'ali Shah, Sayyid 154
Najafi, Ghulam Husain 270, 281, 438n, 458n
Najafi, Habib ul-Hasan 392n
Najafi, Muhsin Ali 413n, 436n, 454n
Najafi, Nasîr Husain 431n
Najafi, Raza 475n
Najafi, Safdar Husain 79, 127, 172, 179, 193, 202, 205-6, 212, 216-18, 220, 239, 412-13, 416n, 421n, 423-24n, 429-31n, 433-34n, 436n; Khomeini and 202
Najafi, S. Ibn Hasan 139, 163, 186, 348n, 392-93n, 396n, 409n, 414n, 428n; biography 392n
Najafi, S. Zamîr ul-Hasan 80, 129, 131, 176, 397n, 409-10n
Najd 16
Najdi; Najdiyat (derogatory terms) 224, 228, 435n
Najm, Baqir Khan 340n
Najm ul-Hasan, Sayyid (Lucknow) 26-27, 424n
Nakai, Muhammad 'Arif 258, 447n
namâz 82, 159, 163, 168, 189, 233
Nâmûs-i Sahâba bill 251, 254, 265
Nanautavi, Muhammad Qasim 17-18
Nangiana, Mian Sultan Ali 361n, 377n
Nangiana family 374n
Naqi, S. Ali (Karachi) 394n, 436n
Naqi, S. Ali (Lucknow) 46, 84, 379n
Naqi Lakhnavi, Muhammad 392
Naqi Najafi, S. Muhammad 366n
Naqi Safi, S. Ali 348n, 351n
Naqshbandi 18, 439n
Naqvi, S. Ali Raza 387n
Naqvi, S. Amîr Husain 424n
Naqvi, (Pir) S. Fazl Shah 78, 377-78n
Naqvi, S. Fida Husain 429n
Naqvi, S. Ghulam Riza 252, 256, 259, 268, 446-49n
Naqvi, S. Gulab Ali Shah 79, 125, 176, 239, 377n, 396n, 414n, 429n, 431n
Naqvi, S. Hasan Zafar 314-15, 475n, 478-79n, 481
Naqvi, S. Husain 167, 394n, 408n
Naqvi, S. Iftikhar Husain 240, 441-42n, 452n
Naqvi, S. 'Inayat Ali Shah 78, 220, 427n
Naqvi, S. Jawad Asghar 172
Naqvi, S. Kalb-i 'Abbas 27, 48, 50, 350n
Naqvi, S. Khadim Husain 78, 377n
Naqvi, S. Muhammad 'Arif 129, 132, 176, 397n, 399n, 413n, 415n
Naqvi, S. Muhammad Ali 202, 206, 222, 240, 244, 247, 255, 421n, 424n, 437n, 442n, 447n; biography 424n

Naqvi, S. Muhammad Sibtain 374n, 424n
Naqvi, S. Muhsin 205-6, 426n
Naqvi, S. Mumtaz Husain 416n
Naqvi, S. Mushtaq Husain, 123, 133, 139-40, 142-43, 145, 148, 151, 156, 159, 162, 173, 181, 183, 189, 191, 394n, 400-3n, 407-11n, 413-15n, 417n, 420n
Naqvi, S. Nadim ul-Hasan 377n
Naqvi, S. Nasîr Husain 86, 380n, 424n
Naqvi, S. Rajab Ali Shah 10, 12
Naqvi, S. Raziy Ja'far 431n
Naqvi, S. (Hafiz) Riyaz Husain 193, 202, 219, 424n, 426n, 431-32n, 436n, 452n, 454n
Naqvi, S. Saghir Husain 436n
Naqvi, S. Sajid Ali 239-48, 252, 262-72, 276, 279, 307-11, 313, 318, 323-25, 334-35, 337, 375n, 413n, 431n, 433n, 436n, 441-45n, 447-48n, 451-52n, 454-57n, 474-75n, 477n, 481n; biography 239-40
Naqvi, S. Shâhid Ali 152-53, 405n, 410n
Naqvi, S. Shahid Husain 454n
Naqvi, S. Thâqib 436n
Naqvi, S. Wazarat Husain 204-7, 219-20, 222, 229, 240, 420n, 425-26n, 433n, 435-37n, 441n; biography 425n
Naqvi Bukhari, S. Jalal ud-Din Haidar 7, 340-41n
Naqvi Chakralvi see Chakralvi
Narowal 64-65, 91, 109, 111, 144, 367n, 377n, 385n, 389n
Narowali, Ghazanfar Ali 54
Nasir, Da'ud 39, 118, 393n
Nasîr, S. Muhammad 22, 46, 364n
Nasir ud-Din Shah, Pir S. 361n
Nasrullah Khan, Nawab 394n
National Assembly (Pakistan) (NA) 74, 104, 107, 157, 160, 167, 209, 242, 246, 251, 253-55, 259, 262, 264, 268-69, 278, 304, 309, 372n, 402n, 407-8n, 431n, 446-47n, 478n
National Assembly elections (1958; cancelled) 96, 98-99, 330; (1962) 107, 402n; (1970) 147, 156-57, 332, 404n, 406n; (1977) 187-88, 194; (1985) 225, 431n; (1988) 238, 240, 431n, 438n, 442-43n, 447n; (1990) 244, 438n, 444n; (1993) 249, 253, 263, 451n; (1997) 259, 269, 450-51n; (2002) 277-78, 457n; (2008) 275, 283, 311, 457n; (2013) 295-96, 323, 337, 457n, 485n
National 'Awami Party (NAP) 183
National Mohammedan Association 32
National Shia Conference (Islamabad 2010) 314
National Solidarity Council see *Millî Yekjihatî* Council
Nationalist Muslim Conference (Lucknow) 356n
NATO 299, 303-4, 315-17, 479-80n
Naubahar Shah, (Pir) S. (Multan) 58, 73, 384n, 400n
Naubahar Shah, Sayyid (Lahore) 423n
Naurôz 261
nawâsib (derogatory term) 14, 132, 399n
Nazim ud-Din, Khwaja 72, 370n
Nazîr ul-Haqq, Sayyid 51
nazrâna 83, 174
New York 277
Nidâ-i Qaum (weekly journal) 153, 156
Nishapur (Iran) 3, 339n
Nishtar Park (Karachi) 282, 323, 459n, 479n
Niwani, Rashid Akbar 285
Niyazi, Abd us-Sattar 372n, 381n, 448n
Niyazi, Kausar 112, 140-41, 162-65, 184-85, 192, 198, 390n, 401-2n, 422n, 451n
Nizâm-i Mustafâ 187-88, 198, 200-1
Nizam Shahi dynasty 2
Nizami, Khwaja Hasan 362n
Nehru, Jawaharlal 40, 76
Nehru, Motilal 38
Noon, Feroz Khan 78, 103, 385n
North-West Frontier Province (NWFP) 8, 21, 38, 56-57, 78, 87, 100, 118, 151, 156-57, 162, 168, 182-83, 185, 212, 219, 230, 238-39, 241-43, 251-52, 255,

261, 264, 267, 277, 282-285, 287, 300, 311, 313, 341n, 343n, 361n, 364n, 372n, 389n, 406-9n, 421n, 430n, 433n, 442n, 451-52n, 455n, 459n; see also Khyber Pakhtunkhwa
Northern Areas 56, 160, 183, 210, 212, 238, 248, 263, 266, 272, 279, 310, 363n, 379n, 409n, 433n, 452-54n, 464n; reform package (1994) 266; (2009) 464; see also Gilgit-Baltistan
Northern Areas Council 266, 454n, 464n
Nowshera 241
Nowshera Virkan 81, 414n
Nurani, Ahmad Shah 209, 257, 422n, 448n
Nurani group (JUP) 269, 451n
Nurbakhsh, S. Muhammad 2
Nurbakhshis 2-3, 249, 363n
Nuri, Ahmad Hasan 433n
Nuri, (Ayatollah) Husain 431n
Nuri, (Hafiz) Husain 476n
Nuri, (Ayatollah) Yahya 209
Nurpur 349n, 360n
Nurpur Shahan 150

"Objectives Resolution" 68-69, 73, 76, 369n, 371n
Okara 278
Okarvi, Muhammad Shafi' 418n
Orakzai (Tribal Agency) 8, 230, 276, 285, 287, 291, 299, 302, 306, 341n, 471n, 473n
Orakzai, Ali Muhammad Jan 300
Orakzai, Munir Khan 307, 474n
"Organisation of Islamic Conference" (OIC) 405n
Orissa 358n
Ottoman(s), Ottoman Empire 2, 35, 37

Paiwar 8, 221, 277, 301, 341n
Pakistan Air Force 302
Pakistan Army 139, 198, 213, 219, 237-38, 261, 267, 275, 280, 284, 286, 294-95, 299, 302-5, 307, 310, 312-13, 316-17, 319-20, 443n, 445n, 459-61n, 466-6n7, 471-73n, 483n; attacked by terrorists 276, 286, 290, 304-5, 461n; deployment for domestic security 261, 294, 305, 310, 321, 325, 466-67n, 483n, General Headquarters 290, 319, 429n, 461n; operations against terrorists 280, 284, 286, 299, 302-3, 305-8, 313, 320-21, 459-60n, 471-73n; "Operation Path to Deliverance" 471n; "Operation Right Path" 471n; uniforms used by terrorists 290-91; see also military
Pâkistân ʿAwâmî Tahrîk (PAT) 243, 443n, 448n
Pakistan Democratic Alliance (PDA) 244, 249, 444n
Pakistan Democratic Party 407n
Pakistan Islamic Front 451n
Pakistan Muslim League (PML) 58, 64, 68, 104, 112, 243, 246, 250, 252, 258-59, 261, 264, 266, 269-71, 356n, 367n, 404n, 407n, 425n, 431n; 443-44n, 447n, 457n; PML-N, 280, 283-84, 286, 295-97, 318, 325, 457n, 459n, 467-68n; PML-Q 296, 457n, 461n; see also Convention Muslim League; Council Muslim League; Qayyum Muslim League
Pakistan National Alliance (PNA) 187-88, 194-95, 199, 201, 422n, 426n
Pakistan Penal Code (PPC) 198; (Chapter 25) 429n; (Section 144) 64, 142, 234, 381n, 389n; (Section 295) 253; (Section 296) 263; (Section 298-A) 214
Pakistan People's Party (PPP) 151, 154-57, 160, 163, 183, 187-88, 192, 194, 232, 236, 240, 242-50, 253, 256-59, 262, 264, 266, 269, 280, 283, 286, 292, 296, 301, 306, 316, 318-21, 324-25, 332, 334-35, 406n, 408n, 411n, 425n, 431-32n, 438n, 442n, 446-47n, 449-51n, 459-61n, 466-68n, 470n, 474n, 485n

Pakistan Sunni Board 91
Pâkistân Tahrîk-i Insâf (PTI) 296, 314-15, 325, 485n
Paktia (Afghanistan) 303, 471n
Palestine 63, 224, 228, 241, 315, 324, 445n
pan-Islamic, pan-Islamism 36, 63, 223, 233, 264
Panipat 351n, 361n, 408n
Panjpir 439n
Parachinar 8, 57, 77, 169, 183, 218, 220-21, 225, 229, 249, 258, 264, 269, 284, 289-290, 297, 299-307, 313-15, 324, 372n, 366n, 376n, 418n, 428n, 431n, 434n, 450n, 452-53n, 469-74n, 477-78n; see also *Youth of Parachinar*
Pâsbân-i Islâm 244, 252, 264, 444n
Pashtun(s) 8, 183, 221, 287, 298, 325, 334, 409n, 448n
Patafi, Ahmad Khan 380n
Patiala 341n, 353n, 362n, 407n
Patna 27-28, 346n, 354n, 358n
Payâm-i ʿAmal (monthly journal) 379n, 399n
Paytan Herhi (U.P.) 117
peace agreements 179-80, 250, 254, 280, 282, 300-1, 304-7, 469-70n, 472-73n, 478n, 480n; see also truce agreements
"peace caravan" 313, 477-78n
Pearl, Daniel 278, 456n
personal law 65, 74, 120, 155, 200, 204, 206, 208, 214, 246, 263, 369n, 372n, 387n, 408n; see also public law
pesh-namâz 82, 86, 131
Peshawar 11, 16, 56, 58, 117, 143, 147, 168-69, 185, 221-22, 225, 230, 239, 241-43, 251, 263, 271, 276, 283-84, 287, 290, 295, 297, 301, 303-6, 311, 364n, 367n, 376n, 386n, 399n, 404n, 414n, 418-19n, 426n, 428n, 431n, 434n, 443n, 446n, 452n, 459-60n, 462n, 467n, 469n, 473-74n; terrorist attacks in 230, 276, 283-84, 287, 295, 297, 304, 306, 446n, 459-60n, 462n, 467n, 469n, 474n
Philippines 224
Piggot Committee 20
pilgrimage; pilgrims 16, 65, 116, 194, 205, 229, 239, 266, 288-89, 292-93, 315, 351n, 391-92n, 400n, 421n, 423n, 425n, 463n, 465-66n, 478-79
Pind Dadan Khan 39, 447n
Pindi Gheb 79, 239, 276, 375n
Pindi Sayyidpur 382n
Piplianwali Mosque (Jhang) 232
Piracha, Javed Ibrahim 261
Pirbhai, Hasan Ali 404n
Pirbhai, Ibrahim 39, 118
Pirbhai, Rafiʿ ud-Din Adamji 354n
Pirpur, Raja S. Muhammad Mahdi of 41, 355n
Pirpur Report 357n
Pîrs 4, 7, 137, 264, 328, 339-40n, 343-44n, 374n, 389n, 442n
Pirzada, Abd ul-Hafîz 161-63, 165, 167-68, 170, 409n, 411n
polemical literature/writings (general) 15-16, 328; (against Shias) 14-16, 20, 89, 232, 237; (from Shias) 233-34, 344-45n, 376n, 396n, 439n
police (British India) 19, 21; (Pakistan) 64, 88, 95, 97, 103, 110-12, 114, 140, 148, 153, 181-82, 185, 190-91, 213, 217, 221, 224-25, 234, 236, 241-42, 251, 254-55, 258-59, 262, 270, 277-81, 283-84, 287-90, 292-97, 319, 321, 323, 367n, 383n, 389-90n, 420n, 429-30n, 434n, 443n, 455-56n, 458n, 460n, 465-69n, 475n, 482n; see also law enforcement agencies; security forces
Pooya, Agha Murtaza 188, 194, 236, 396n, 413n, 420n, 422-23n, 427-28n, 435n, 437n, 440n, 443n, 445n, 448n
Pooya, Mirza Mahdi 79, 392n, 420n
Prince ʿAbbas Mirza 155, 400n
Prince Afsar ul-Muluk 350n
Prince Yusuf Mirza 362n
Princely States 8, 26, 45, 56, 349n, 361n, 363n, 372n

Princess Ashraf Pahlavi 394n
"22 Principles" (1951) see *'ulamâ'*
public law 155, 200, 204, 207-9, 214, 236; see also personal law
"public morality" 68, 71-72, 74, 90, 371n
Punjab 4, 6-13, 21, 26, 28, 30, 38-40, 42, 44-67, 72-80, 86-90, 94, 96, 98-101, 105-6, 118, 138, 150-51, 162, 167-68, 175, 177f, 184-86, 190-92, 207, 212, 218-19, 224, 232, 234-238, 241-43, 247, 251-254, 257-263, 266-67, 269-70, 277-280, 283, 285-86, 290, 293, 295, 311, 313, 315, 325, 328-29, 333, 340n, 342-43n, 350-51n, 355n, 359-62n, 365-69n, 372-74n, 389n, 404-9n, 418n, 421n, 433n, 439n, 442-43n, 446-47n, 450-52n, 456-57n, 459n, 461n, 466-68n, 475-76n, 485n; migrants from India to 55-56, 79-80, 86, 362n; provincial elections in 88, 98, 100-1, 156-57, 259, 283, 295-96, 325, 407n, 450n, 485n; Shia population of 6-12, 88-89, 328, 340n, 343n, 360n, 362n, 389n; see also East Punjab
Punjab Legislative Assembly 49, 52, 65, 67, 73, 88, 100, 156f, 246, 283, 296, 342n, 357n, 359n, 407n, 450n, 475-76n
Punjab Safety Act 89
Punjab Shia Conference (PuSC) 28, 30, 45, 49, 51, 53, 350n, 359n, 365n, 376n
Punjab Shia Political Conference (PuSPC) 30, 45-46, 48, 50-51, 53, 57, 352n, 359n, 362n
Punjab University (Lahore) 243, 254, 315, 376n, 379n, 401n, 443n, 479n
Punjab Waqf Ordinance 386n
Punjabi language 340n
"Punjabi Taliban" 286, 461n

Qadiri, Abu'l-Hasanat 369n
Qadiri, Ajmal 471n
Qadiri, Sa'adat Ali 184, 435n
Qadiri, Tahir ul 243, 320, 443-44n, 448n, 482n
Qâ'id-i A'zam 36, 41, 44, 46-47, 51, 58, 67, 187, 368n, 457n; see also Jinnah
Qâ'id-i Millat-i Ja'farîya 117, 121, 137, 145, 159, 201, 210
Qâ'id-i Millat Memorial Funds 159
Al-Qâ'ida 278-80, 298, 444n, 455n
Qajar, Fath Ali Shah 4
Qandahar 263, 277, 342n
Qannauj (U.P.) 341n
Qara Qoyunlu 2
Qasim Shah, Sayyid 238
Qasim Shahi Imams 4
Qasimi, Îsâr ul-Haqq 246, 250-51, 446n, 448n
Qasimi, Zâhir 362n
ul-Qasimi, Zahîr 418n
ul-Qasimi, Zia 251, 262, 423n, 448n
Qasr-i Zainab (Bhakkar) 425n, 433n
Qasur 51, 360n, 365n, 443n
Qayyum Muslim League 404n, 407n
Qila Gujar Singh 243n
Qitalpur 372n, 384n
Qizilbash, Afsar Riza 431n, 436n
Qizilbash, (Sardar) Ali Khan 10, 342n
Qizilbash, Ali Riza Khan 10, 343n
Qizilbash, Fateh Ali Khan 10, 27-29, 35, 44, 351n, 353n
Qizilbash, Muhammad Ali Khan 10
Qizilbash, Mumtaz Husain 104, 386n
Qizilbash, (Nawab) Muzaffar Ali Khan 10, 45-46, 52-53, 57, 61, 63, 66, 78, 97-99, 101-5, 110, 115, 121-23, 133, 135, 137-40, 142-43, 145, 147-49, 157, 162-63, 165-66, 169-71, 173, 188, 190, 193, 199-200, 208, 217, 329-30, 343n, 359n, 361-62n, 364-65n, 367n, 377n, 382-85n, 387n, 390n, 395n, 399n, 403n, 408-11n, 426n, 431n; biography 359n; Chief Minister of West Pakistan 102-3, 330
Qizilbash, Nâsir Ali Khan 10, 343n, 385n
Qizilbash, Nawazish Ali Khan 10, 343n
Qizilbash, Nisâr Ali Khan 10, 342n, 363n, 395n

Qizilbash, Riza Ali Khan 411n
Qizilbash, Zulfiqar Ali 104, 157
Qizilbash family 9-11, 147, 343n
Qizilbash Haveli (Lahore) 11, 390n
Qizilbash Waqf 10, 105, 150, 161, 166, 169-70, 190, 343n, 408n, 411-12n
Qom 85, 127, 172, 201-2, 210, 216, 221-22, 240, 271, 312, 375-76n, 397n, 431-32n, 447n, 452n
Qommi, Muhammad Kazim 172, 412n
Quetta 11, 139, 225-26, 237-38, 257, 279-82, 285-90, 292-94, 296-97, 309, 313, 315, 317-18, 320-25, 334-37, 389n, 413n, 430-31, 436n, 441-42n, 453n, 455n, 457-58n, 460-63n, 465-67n, 469n, 475-76n, 478-80n, 482-83n, 485n
Quetta Solidarity Council (QSC) 322-23, 483n; fifteen demands (2013) 321-22
Quli, S. Muhammad 16, 345n
Quraishi, Dost Muhammad 360n, 380n
Quraishi, Ghulam ʿAbbas 407n
Quraishi Ishtiaq Husain 404n
Quraishi, Muhammad Sadiq 368n
Quraishi, Sadiq Husain 191
Quraishi family 7, 9
Quran see Koran
Qureshi, Moin 442-43n
Qutb Shahs 2
Qutb ud-Din, Sultan Quli 2

Rabat 405n
Rabwah 167, 232
Radcliff Commission 55
Radio Pakistan 59, 154, 162, 206
Radio Tehran 432n
Rae Bareli 345n, 357n
Râh-i ʿAmal (monthly journal) 421n, 424n
Rahimi, Muhammad Ali 259
Rahimyar Khan 137, 295, 340n, 394n
Raisani, Nawab Aslam Khan 293-94, 460n, 466n
Raiwind 262, 451n
Rajanpur 7, 340n, 360n, 380n, 389n
Rajhvi, Abu Kamal Mahmud 373n
Rajuʿa 9, 438n
Rajuʿa Sadat 347f
Ramadan 20, 72, 82, 84, 223, 253, 268, 314, 475n
Rampur 26-28, 35, 57, 108, 118, 375n
Rampur, Nawab Hamid Ali Khan of 27, 35, 350n, 355n, 393n
Rampur, Nawab Mushtaq Ali Khan of 353n
Rampur, Raja S. Riza Ali Khan of 28, 118, 350n
Ranjit Singh (Maharaja) 9
Rasa, Kazim Ali 175, 179-80
Rashti, S. Kazim 177, 414-16n
Ra'uf, Hajji 302
rawâfiz 14-15, 47
Rawalpindi 7, 57, 62-63, 65, 75, 120-21, 127, 143-45, 150-51, 157, 161-62, 166-68, 172, 189, 207, 212, 217, 220-21, 223-26, 236-37, 240, 245, 254, 260-61, 269, 278-81, 283, 290-92, 342n, 364n, 366n, 377n, 388-89n, 393n, 397n, 399n, 403-4n, 407n, 428-29n, 431n, 439n, 441n, 446n, 461n
Rawalpindi Convention (1949) 62-63; (1964) 120; (1968) 143-45, 403n; (1972) 161-62
Raza, Chaudhry ʿAbid 296
Raza, Farzand 151, 169, 404n
razâkâr (Shia volunteer) 135, 140, 143, 373n, 401n
Razâkâr (weekly journal) 45-47, 49, 59, 62-63, 66, 85, 92-93, 100-1, 104-5, 111-13, 125-26, 134-35, 138, 152, 154-55, 169-70, 173-75, 188, 211, 253, 361n, 365n, 373n, 399n; (also 342-432n passim references to numerous articles from *Razâkâr*)
Raziy, S. Muhammad 79, 201, 208, 210, 424n, 428n, 432n
Red Mosque see *Lâl Masjid*
Reko Diq 294, 492n
religious instruction (at schools and colleges) 25, 66, 69, 72-73, 75-76,

119-20, 134-35, 160, 330, 371n; see also *dînîyât*
Rind, Shafiq ur-Rahman 285
rioting, riots 16, 20, 22-24, 53, 95, 97, 110-12, 114, 145, 218, 277, 282, 301, 330-31, 335, 347n, 383n; see also mob violence
Riza, S. Mustafa 28
Rizvan, Muhammad Husain 397n
Rizvi, S. Ajmal Husain 120, 144, 393n
Rizvi, S. Jamil Husain 77, 101, 133, 148-50, 152, 155, 158-59, 161-62, 164, 166-68, 170, 173, 188-91, 195, 199, 203, 205, 208, 210-11, 217, 368n, 384n, 388n, 394n, 407-9n, 411n, 422n, 425-26n, 428n, 431n; biography 407n; elected SMC chairman 158
Rizvi, S. Mehrban Ali 364n
Rizvi, S. Nâdir Ali 99
Rizvi, S. Nâsir Ali 407n
Rizvi, S. Nasîr ud-Din Haidar 149
Rizvi, S. Raziyuddin 276
Rizvi, S. Talib Haidar 431n
Rizvi, S. Ziauddin 281, 310
Rizvi Jarchavi see Jarchavi
Rizvia Colony (Karachi) 71, 117, 138
Rohtak 362n
Ruhani, Sadeq (Grand Ayatollah) 210
Russians 222, 351n
Ruswa, Mirza Muhammad Hadi 25

Sabiqi, Muhammad Hasnain 132, 175, 398n, 414-16n
Sabra and Shatila 224, 435n
Sabzawari, S. Abd ul-Aʿla 415n
Sachal Sarmast, Abd ul-Wahhab 12
sadaqa 60
Sadâqat (fortnightly journal) 92, 125, 395n
Sadda (Kurram) 301, 304-5, 386n
Sadiq, Malik 407n
as-Sadr, S. Muhammad Baqir 212, 415n, 429n
Sadr ud-Din, Pir 340n
Safavids 2-3, 5, 7, 10, 14
safeguards (for minorities) 25, 38. 42-43, 48-49, 53, 60, 66-67, 73, 90, 107, 160, 194, 200, 225, 408n
Safì, S. Ali Naqi see Naqi Safi
Saʿîd, Ahmad 40
Saʿîd, Muhammad (Lucknow) 22
sahâba 14, 23, 88-89, 91-93, 97-98, 101, 112, 119-20, 141, 164-65, 175, 199, 214, 232-34, 237, 251, 253, 256, 262, 265, 286, 345n, 387n, 410n, 420n, 430n, 438n, 451-52n, 475n; *alleged abuse of* 14, 89, 91-93, 98, 112, 119-20, 175, 199, 232-33, 237, 253, 265, 267, 345n, 451-52n; *protecting honour of* 91-92, 101, 234, 286; see also *ashâb, madh-i sahâba, Nâmûs-i Sahâba, Sipâh-i Sahâba*
Saharanpur 360n, 376n, 425n
Saharanpuri, Muhammad Husain Shauq 353n
Sahîfat ul-millat (lakht-i jigar) 348n
Sahiwal 251, 350n; see also Montgomery
sahm-i imâm 81, 125-26, 172
Saif ud-Din, S. Tahir 51, 353n
"Saif ul-Munâzirîn" 378n
sajjâda-nishîn(s) 6-7, 96, 105, 340-41n, 372n, 439n
Sajjadi, Azad 362n
Sakhi Sarwar 404n
Salafi, Abd ul-Ghaffar 184, 418n
Salahuddin, Hasan 475n
Salala (Mohmand Agency) 479-80n
Salar Jang 353n
Salimullah Khan 418n, 438n
Salman al-Farisi 267, 415n
Samarqand 5
Samarra (Iraq) 134
Samîʿ ul-Haqq 226, 232, 236, 436n, 438n, 445n, 448n, 455n
Sana'ullah, Rana 286, 295
Saqqez 8
Sarfarâz (weekly journal) 29, 40, 349-50n
Sargodha 7, 78-81, 84, 86, 88-89, 106,

124-27, 129, 133, 172, 176-77, 181, 187, 190-92, 199-201, 215, 219, 240, 258, 260-61, 287, 365n, 374-77n, 379n, 381n, 387n, 390n, 394n, 396-97n, 399n, 404n, 406-7n, 414-15n, 421n, 426n, 431-32n, 435n, 447n, 458n, 462n
Sarhaddi, Abd ul-Hasan 414n
Saudi Arabia 87, 209, 230-31, 235, 241, 267, 317, 326, 334, 372n, 422n, 435n, 437n, 439n, 441n
SAVAK (Iran) 221, 434n
Sawâd-i A'zam 95, 232, 237-38, 402n, 438n, 448n
Sawar Khan, General 207
sayyids 1, 6-7, 9, 60, 125-27, 178, 248, 327, 340n, 342-43n, 397n
Scheduled Castes 44, 49
sectarianism; sectarian conflict 6, 13, 15, 18-20, 26, 33, 36, 41, 47-48, 51-52, 58, 62, 64-65, 71-72, 74, 87-92, 95, 97-105, 107-114, 119-20, 135-36, 148, 155-56, 160, 180-82, 184-87, 204, 214, 218, 221, 223, 226-28, 231, 232-38, 240, 243-50, 252-65, 268, 270, 272, 275-77, 279-80, 282, 284-85, 288-91, 297-300, 302, 308-10, 312, 315-16, 318, 322, 327, 329, 332, 334-36, 340n, 346n, 348n, 353n, 360-61n, 383-84n, 386n, 389-90n, 417n, 435n, 440n, 445-46n, 450n, 456-474n, 484n; see also terrorism
"sectarian harmony" 26, 52, 71, 256, 313, 324, 337
secularism; secularist 23-24, 33, 67, 69-70, 87, 105, 107, 156, 160, 171, 187-88, 197, 240, 255, 262, 268, 275, 280, 283, 287, 296, 314, 316, 322
security forces 250, 282, 285, 288, 291, 297, 301-2, 306, 309, 320; see also law enforcing agencies; police
Sehwan 11, 150
Senate of Pakistan 254, 262, 264-65, 269, 308, 447n, 452n, 483n
Senators 226, 241, 278; (Shia) 167, 264, 269, 271, 301, 304, 451-54n
Seraiki 7, 11
Seraiki belt 7, 11, 80, 234, 340n, 439n
Serais 8
Sewak (Kurram) 307
Shafa', Muhammad 453n
Shafi', Mian Muhammad 354n, 356n
Shafi', (Mufti) Muhammad 137, 140-41, 370n, 374n, 401n, 423n
Shafi', Muhammad 453n
Shah Abd ul-'Azîz 15-16, 345n
Shah 'Alam II 6, 340n
Shah Chun Chiragh 150, 342n
Shah Gardezi see Gardezi
Shah Gardezi Mosque (Multan) 220, 375n
Shah Isma'il Safavi 2, 5, 15
Shah Jahan (Mughal emperor) 2, 5, 8
Shah Jiwna, S. Mahbub-i 'Âlam, 7, 9, 108, 341n, 347n, 386n, 438n
Shah Mohammad Reza Pahlevi of Iran 64, 201-3, 221, 367n, 388n, 422n, 424n, 434n
Shah Muhammad Isma'il 17
Shâh-i Najaf mosque (Rawalpindi) 278
Shah Waliyullah see Dihlavi
Shahbani, Ahmad Nawaz 403n
Shahi, Agha 423n
Shahîd (weekly journal) 138, 191, 400n, 410n
Shahîd-i Thâlith 5
Shahidi, Muhammad Amin 313, 318, 320-22, 476n, 484n
Shahin, 'Asmatullah 286
Shahjipur (U.P.) 376n
Shahpur 374n
Shahr Sultan 91, 253
Shaikh, Umar Sa'id 456n
Shaikhiya 132-33, 171, 175-77, 179-80, 220, 398n, 414-15n, 417n, 421n
Shakai agreement (2004) 280
Shakrial 285
Shakukhel 450n
Shamezai, Mufti Nizamuddin 281, 458n
al-Shams (journal) 381n
Shams ul-Haqq 149

Shams-i Tabrizi 150, 340n
Shamsi, Asghar Ali 429n
Shamsi, S. Mahbub Ali 191, 425n, 426n
Shamsi, S. Muhammad Ali 95, 99, 362n, 364n, 368n
Shamsi, S. Muzaffar Ali 59, 66, 68, 89, 102, 104, 108, 112, 115, 121-24, 135, 138-39, 143-45, 155, 157-58, 164, 191, 330, 362n, 365n, 368n, 370n, 382n, 384-85n, 388-91n, 393-94n, 399-400n, 406n, 410-11n; biography 365n
sharîʿa 25-25, 29, 36, 53, 67-68, 82, 90, 94, 131-32, 199, 209, 226, 269, 279, 304, 364n, 369n, 374n, 427n, 437n, 442n, 455n
Shariat bill (1985) 226, 228, 236-37, 246, 458n; (1986) 226; (1991) 246-47, 466n; (1997) 473n; (2003) 309, 480n, 503n
Shariat Committee (Constituent Assembly of Pakistan) 58
Shariat Ordinance (1988) 246
Shariʿatmadari, S. Kazim 172, 210, 412n, 415n
Sharif, Mian Nawaz 237, 242, 246, 259, 262-63, 267, 269, 271, 283, 296, 422n, 443n, 445n, 450-52n, 454n, 457n
Sharif, Mian Shahbaz 259, 262, 270, 283, 286, 461n, 467n
Sharif, S. Muhammad 120, 395n
Sheikhupura 51, 183, 277
Sher, Malik Fath 98-99, 384-85n
Sher Shah Suri 5
Sherkhoda'i, Hamid Reza 242
Shîʿa (weekly journal) 59, 65-66, 135, 351n, 365n, 367n, 391n, 399n, 405n
Shia Auqaf Board 150-51, 158
Shia College (Lucknow) 28-29, 36, 349n, 351n
Shia daily newspaper (unrealised project) 45, 108, 206, 211, 388n
Shia Defence Committee (1957) 96
Shia Hostel 108, 364n
Shîʿa Islâmî Jamâʿat 201, 424n
Shîʿa Jamʿîyat al-ʿUlamâ-i Pâkistân 62, 414n
Shîʿa Majlis-i ʿUlamâʾ (Lucknow) 46, 58
Shîʿa Majlis-i ʿUlamâʾ-i Pâkistân (SMUP) 58, 62, 80, 169, 175, 202, 206, 364n, 367n, 423n
Shia Miyani (Multan) 375n, 388n, 394n
Shia Muslim League 384n
Shîʿa Mutâlabât Committee (SMC) 123-24, 134-153, 153-155, 157-170, 173, 175, 182, 184, 186, 188-195, 198-99, 201, 203, 206-7, 218, 331-33, 399-405n, 408-9n, 411-12n, 418-23n, 426n, 428n, 431n; conventions (Multan 1966) 136-38; (Karachi 1967) 138-39; (Rawalpindi 1968) 143-45; (Rawalpindi 1972) 161-62; internal organisation 137, 158-59, 166, 170, 191
Shia Orphanage 29, 350n
Shia personal law 65, 120, 155, 200, 387n
Shia Political Conference 203
Shia Political Party (SPP) 151-54, 156, 162, 164, 166, 190, 194, 203, 217-18, 405-6n, 410n, 414n, 419n, 423n, 427n, 429n
"Shia rights" 26, 29, 42, 46-47, 49-50, 52-53, 57-61, 65-66, 72-73, 95, 100, 111, 113, 116, 119, 122, 133, 153, 161, 187, 197, 199, 206, 218, 223, 227-28, 263, 266, 268, 270, 318-19, 323, 327, 329-30, 338, 364n; see also ITHS; minorities, safeguards for; "Sunni rights"
Shia Solidarity Council (2012) 320, 482n
"Shia state" 3, 56, 102
Shia-Sunni unity 92, 223, 246, 252, 271; see also "Unity of Muslims"
Shia Ulama Council 319, 323, 325, 477n
Shia Welfare Committee 57
Shia Youth League 162, 194, 429n
Shias, "adequate representation" of 43, 49-50, 60, 65-66, 75, 102, 207, 330; British rule and 3-4, 8-10, 12, 16,

18-19, 25, 34-35, 44, 52, 58, 86, 299, 329, 341n; communal mobilisation of 22, 24, 27, 44, 48, 62, 64, 98, 116, 118, 133, 140, 193, 197, 199, 203, 212, 226, 231, 234, 241, 309, 311, 319, 325, 331, 334, 336-37; (self) defence of 237, 244, 262, 264, 313, 321, 444n, 451n; demands of 30-31, 41-44, 48-50, 52, 58-69, 71-72, 74-78, 90, 98-102, 105, 107-10, 116-24, 133-50, 156, 159-64, 167, 170, 181, 186, 189-90, 194, 199-200, 204-9, 212, 214-15, 218-19, 223-24, 226-28, 246, 250, 264-68, 270, 293, 295, 298, 313-15, 318, 320-23, 329-33, 336, 343n, 361n, 364n, 367-69n, 371n, 384n, 392n, 394-5n, 400n, 403n, 406n, 409n, 423n, 425n, 436n, 465-66n, 476-80, 483n; demography 3, 7-8, 11, 13, 49, 55-56, 147, 157, 266, 323, 325, 328, 340n, 343-44n, 362-63n, 371n, 389n, 425n; "genocide" of 288, 313, 316-18, 32, 336, 465-66n, 476n, 480n, 483; *kalima* (profession of faith) 164, 186-90, 194, 233; landlords, land-owners 3-4, 7, 9-10, 21, 25, 30, 44, 56-57, 61, 80-81, 99, 104, 106, 108, 159, 215, 232-33, 250, 329-30, 343n, 366-67n, 373-74n, 377n, 430n; legal status in Pakistan 68, 197, 246; massacres of 6, 261-62, 238, 279, 289, 293, 298, 309, 315, 340n, 389n, 391n, 457n, 459n, 463-64n, 483n; in military service 213, 237 409n; declared "non-Muslims" 14, 47, 89, 96, 168, 186, 233, 288; para-military organisations of 244, 440n, 444n, 447n; "pariah status" of 44, 60; propaganda against 40, 48, 51, 65, 87-88, 94, 98-99, 109, 155-56, 190, 192, 195, 218, 228, 232, 236, 330, 332, 334-35; 363n, 448n; protection/security of 42, 46, 49-50, 62, 92, 99, 114, 148, 187, 199, 206, 238, 249, 252, 264, 268, 270, 276-77, 287, 294, 298-99, 301, 307, 310, 314, 321-23, 331, 336, 444n, 465n (see also *'azâdârî* protection); religious doctrines of 5-6, 12, 14-15, 60, 124, 128-29, 131-33, 136, 171, 176, 179-80, 202, 220, 271, 327, 344n, 366n, 380n, 397-98n; sacrifices/services for Pakistan 58, 63, 71, 117, 134, 227; "social boycott" of 22, 88-89, 96; "survival" in Pakistan 49, 60, 80, 105, 156, 161, 328, 377n; target killing of 276, 278, 284-88, 291, 295, 297, 304, 312-13, 319, 335, 460-63n, 465n, 467n; terrorism committed by 252-53, 258-59, 261, 277, 279, 281, 285-86, 290-92, 305, 309, 334, 458n; voting patterns 156-57, 160, 188, 240, 249, 269, 319, 324-26, 332, 337; declared *wâjib ul-qatl* (worthy of killing) 288, 360n

Shihâb-i Thâqib (weekly journal) 156, 364n, 399n

Shi'ism 1-15, 17, 36, 56-57, 69, 81-83, 89, 124, 128, 131-32, 156, 175, 179, 184, 187, 215, 232-33, 235, 264, 270, 272, 312-13, 386n, 389n, 397-98n, 417n; conversion of Sunnis to 1, 7-8, 12, 18, 57, 215, 378n, 387n, 395n; "cultural" 235; derogative term for 380n; mainstream 128; MWM and 312-13; opposition to 14-15, 17, 69, 89, 232-33; orthodox 124, 131-32; "political" 212; popular 124; Sufism and 6-7, 11-12, 328-29; TJP statements on 264, 270, 272

"Shi'istan" 95

Shikarpur (U.P.) 56, 377n

Shimr (slayer of the Imam Husain) 94, 96

Shirazi, S. Abdullah 415n

Shirazi, S. Muhammad 172, 210

Shirazi, S. Nasir 'Abbas 323, 476n

Shirazi, Shauqat 454n

shirk (polytheism) 17, 345n

Shuja' ud-Daula, Nawab 3

Shujaabad 360n

Shûrâ-i Wahdat-i Islâmî 271, 311, 335, 454n

Shushtari, S. Nurullah 5, 14f
Sial, Amanullah Khan 269, 279, 440n, 444n, 453n
Sial, Mehr Ahmad Nawaz Khan 176
Sial, Mehr Nawazish Ali Khan 384n
Sial, Qaisar ʿAbbas 263
Sial family 9, 374n, 438n
Sial Sharif 96
Sialkot 46, 63-64, 78, 91, 281, 309, 351n, 367n, 376n, 382n, 384-85n, 389n, 399n, 401n, 413n, 426n, 458n
Sialkoti, Hafiz Muhammad Ibrahim Mir 56, 362n
Sialvi, (Khwaja Pir) Muhammad Qamar ud-Din, 96, 155, 406n
Sibt-i Ahmad, Sayyid 378n
Sibt ul-Hasan, Dr 428n
al-Siddîq (journal) 381n
Siddiq, Shaikh Muhammad (editor of *Razâkâr*) 85, 92, 113, 125-26, 138, 154, 170, 173, 175, 179, 191-92, 211, 343n, 347n, 357-62n, 365n, 373-75n, 378-79n, 381-84n, 386-92n, 394n, 396n, 399-400n, 404-7n, 409-19n, 421-24n, 427-28n, 431-32n
Siddiqi, ʿAla ud-Din 92, 140, 149, 163, 373n, 384n, 401n
Sikh(s) 3, 9-10, 13, 16-17, 44, 46, 52-53, 55-56, 183, 343n
Simla 34, 49
Sindh 1, 4, 6-9, 11-12, 38, 52, 56, 62, 80, 86-87, 100-1, 151, 156-57, 162, 167, 186, 219, 236, 253, 282-83, 286, 312-13, 325, 328, 343n, 350n, 367, 370n, 372n, 377n, 404n, 407-9n, 424n, 433n, 442-44n, 447n, 451-52n, 456n, 461n, 467-68n, 476n, 484-85n
Sindh Madrasat ul-Islam 281
Sindhi 340n
Sipâh-i Muhammad-i Pâkistân (SMP) 246, 252, 254-59, 267-68, 270, 277, 446-49n, 457-58n
Sipâh-i Sahâba-i Pâkistân (SSP) 231, 234-38, 242, 264-65, 276-279, 281, 284-87, 296, 309-10, 313-14, 316, 321-22, 325, 333-35, 439n, 441n, 446-48n, 451n, 453n, 455-57n, 461n, 467-68n; see also *Ahlu Sunnat wal-Jamâʿat; Millat-i Islâmîya-i Pâkistân*
Siraj of Turangzai 241, 243, 442-43n
Siraj ul-Haqq 404n
Sirhindi, Ahmad 14-15
Sirsavi, S. Muhammad Sibtain 398n
Sitpur 7, 94-95, 382-83n
Skardu 56, 160, 318, 363n, 376n, 412m, 431n
socialism, socialist 151-154, 156, 161, 332, 405-6n
Sonipat 360n, 368n
Sonipati, S. Muhammad Ahmad 62, 65, 88, 368n
Soomro, Ilahi Bakhsh 269
Soviet (Union) 212, 229
Suddle, Shoaib 457n
Sufis 1-2, 6-7, 11-12, 18, 235, 327
Sufism 2, 16, 328
suicide attacks 230, 279-87, 289-95, 297, 300-1, 304, 306-7, 309, 444n, 457-60n, 462-65n, 467n, 469-70n, 472-74n
Sukkur 28, 296, 350n, 479n
"Sultân ul-Afâzil" (academic degree) 396n, 430n
Sultân ul-Madâris (Khairpur) 81; (Lucknow) 25, 364n, 376n
Sumbal, Fayyaz 297
Sumra dynasty 4
Sunni Conference (Multan 1967) 141, 402n
Sunni Convention (Multan 1987) 237
Sunni Ittihad Council 308, 323
"Sunni rights" 88, 199, 209, 251, 423n
"Sunni state" 156, 209, 236, 337
Sunnî Tahrîk 282, 308, 325
Sunnis 2, 9, 11-22, 24, 31-34, 36-37, 40, 49, 51, 53, 56-57, 59-60, 64, 69, 71, 74, 76-77, 86, 91-97, 101, 110-14, 119-20, 123, 127, 133, 136, 138, 141, 150, 157, 160-61, 163, 165, 180-82, 184-86, 189, 200, 209, 215, 223, 225, 229, 231, 235, 237-38, 251-53, 257-58,

261, 264, 267, 276-77, 282, 285-86, 291, 299-300, 302, 306, 316, 322-23, 334, 337, 343-46n, 360n, 371n, 383n, 385n, 404n, 406n, 419n, 423n, 430n, 437-38n, 452n, 457n, 464n, 468-70n; (radical) demands of 15, 40, 91-93, 95, 97, 106-7, 111-12, 154-55, 168, 181-82, 199, 204, 208-9, 236, 256, 260, 385n, 452-53n
Suparco 279
Supreme Court (Pakistan) 240, 242, 260, 267, 290, 296, 308, 405n, 430n, 443n, 455n, 480n
Swabi 439n
Swat valley 282, 286, 302, 455n, 466n, 471n
syllabus (in schools and colleges) 75-77, 86, 108, 121, 126-27, 138-39, 141, 148-49, 151, 159, 162-69, 171, 180, 184, 186, 188-89, 193-94, 199, 265, 267, 310, 373n, 396n, 410n, 423n; see also curriculum; *dînîyât, Islâmîyât;* religious instruction; textbook
syncretism, syncretist 12, 87
Syria 307, 314, 319, 392n, 445n, 477-78n

tabarrâ 16, 20-23, 91, 113
Tabarrâ Agitation 21-22, 41, 47, 92, 118, 329, 347n
tabarrâ'î 47, 89
tabarrâ-bâzî 91
tablîgh 56, 66, 81, 83, 85, 93, 107, 153, 178, 207, 218, 234, 264, 374-75n
tablîghî daura 12, 57, 79, 84, 264, 376n
tafwîz 128-29, 131-32, 397-98n
Tafzîlîya Sunnis 15
Taheri Khorramabadi, S. Hasan 216, 431n
Tahir, Muhammad 439n
Tahqîqî Dastâwîz 452n
Tahrîk-i Islâmîya-i Pâkistân see *Islâmî Tahrîk-i Pâkistân*
Tahrîk-i Istiqlâl 157, 243, 444n
Tahrîk-i Ja'farîya-i Pâkistân (TJP) 241, 247-50, 252-55, 257-59, 262-73, 276-79, 282-83, 308-13, 315-19, 334-36, 375n, 423n, 425n, 441-42n, 445n, 447-48n, 451-57n, 474n; ban and renaming (2002) 308, 310, 335, 474n; "Constitution" 271; contesting elections 269, 308-9; "five points"(1993) 264, 270, 451n; member of MMA alliance 308-11, 335; Political Council 452n; "Research Centre" 265; Supreme Council 254, 269, 271-72, see also *Islâmî Tahrîk-i Pâkistân*
Tahrîk-i Nifâz-i Fiqh-i Ja'farîya (TNFJ) 80, 193, 195, 197, 202, 205-23, 225-31, 236-52, 264-66, 268-69, 271-72, 281, 297, 308, 324, 326, 333-34, 337, 341n, 365n, 375n, 420n, 423n, 426n, 428-29n, 431-37n, 440n, 442-47n, 454n, 459n; Central Defence Council 244; contesting elections 244, 326, 442n, 444n; international conferences 445n; TNFJ(M) 221, 225, 281, 436n, 440n, 446n; Supreme Council 206-7, 210; 216, 220, 227, 240, 244, 375n, 426n, 428n, 431n
Tahrîk-i Nifâz-i Sharî'at-i Muhammadiya (TNMS) 267, 278, 453n, 455n
Tahrîk-i Talibân-i Islâmî (Kurram) 304
Tahrîk-i Tâlibân-i Pâkistân (TTP) 276, 282-84, 286, 290-91, 297-99, 301-7, 314, 320, 325, 336, 459n, 461n, 465n, 468n, 470-72n, 474n, 484n; Ghazi Group of TTP 306; see also militants; *Taliban*
Tahrîk-i Wahdat-i Islâmî 436n
al-Tahtawi, Rifa'a Rafi' 352n
takfîr 97, 270
Talagang 350n, 374n, 415n
Taleban (Afghanistan) 255, 261, 263, 276-77, 281, 286, 298-300, 303, 307-8, 317, 448n, 451n, 455n, 471n
Taliban (Pakistan) 276, 305, 316, 320, 460-61n, 468n, 471-73n, 482n, 484n; see also *Tahrîk-i Tâlibân-i Pâkistân*

"Talibanisation" 282, 298, 459n
Ta'lîmât-i Islâmîya Board 63, 69-70
Talpur, Amjad Ali, 385n
Talpur, Ghulam Ali 385n
Talpur, Mir Ali Murad 8
Talpur, Mir Ali Nawaz 28
Talpur, Mir Fath Ali 8
Talpur, Mir Ghulam Husain Khan, 394n
Talpur, Mir Imambakhsh 353n
Talpur, Mir Karam Ali 8
Talpur, Sahibzada Mir Ghulam Husain 368n, 372n
Talpurs 8, 13
Tamiz ud-Din Khan 370n
Tando Allahyar 370n
Tangir valley 290
Tanzania 450n
Tanzil ur-Rahman 418n
Tanzîm-i Ahl-i Hadîth (weekly journal) 109, 389n
Tanzîm-i Ahl-i Sunnat (TAS) 47, 72, 88-97, 100-1, 109-11, 113, 163, 182-83, 232, 234, 237, 360n, 380-81n, 385n, 390n, 402n, 423n, 439n
Tanzîm-i Islâmî 236
Tanzîm ul-Mu'minîn (Lucknow) 21-22, 347n
Tanzîm-i Shî'ân-i Pâkistân 203
Taqi, (Dr) Mohammad 300, 469n, 472-73n
Taqi Shah, S. Muhammad 405n, 407n
taqîya 7-8, 10, 13, 15-16, 340n
taqlîd 176, 317, 413n, 415n
taqsîr 177-78
Taqvi, S. Raza 319, 482n
Tarar, Rafiq 275
target killing see Shias, target killing of
Tariq, 'Alam 279
Tariq, A'zam 246, 251, 253-55, 257-59, 263, 265, 268-69, 277-79, 281, 309, 335, 446-48n, 456-57n
Taseer, Salman 451n, 468n
tauhîd 167, 233, 345n
Taunsavi, Abd us-Sattar 234, 380n, 402n, 439n
tawallâ 16, 23, 113
Tawassuli, Ya'qub Ali 240, 280, 309, 431n, 441-42n, 452-53n
Taxila 57, 201
Tayyabji, Badr ud-Din 26, 36-37, 353n, 355n
ta'zîya 9-111, 16, 18, 20, 81, 109, 253, 383n
Tehran 201, 203, 230, 432n, 454n
terrorism, terrorists 224, 252-59, 261-63, 270, 275-99, 305-25, 334-37, 430n, 444n, 446-47n, 449-50n, 455-58n, 461n, 463-69n, 471n, 480-82n; "hidden/foreign hands" behind 245, 276, 279, 291, 457n (see also "conspiracy"); judicial system dealing with 241-43, 259, 290, 296, 336, 463n; treated as "stake holders" 298; statistics of 260-61, 457n, 459n; see also assassinations; jihadists; massacres; militants; Shias, target killings of; suicide attacks
textbooks (schoolbooks) 75, 77, 120-21, 138, 140, 149, 151, 163-63, 168, 189, 199, 309-10, 404n, 409n
Thall 8, 282, 300-307
Thall desert 89
Thanvi, Ashraf Ali 358n
Thanvi, Ihtisham ul-Haqq 69, 152, 154, 156, 184, 204, 370n, 381n, 418n, 425n
Thanvi, Jamil Ahmad 381n
Thatta 4
Thattavi, Mullah Ahmad 14
Theri 110-11, 114, 389n, 391n, 417n
Thokar Niaz Beg 252, 254, 259, 270, 343n, 449n
Tibetan 56
Tila Mosque (Lucknow) 21
Tilawndi 10
Tiwana, Khizr Hayat Khan 53, 362n
Toba Tek Singh 395n
trader(s) 11, 25, 61, 115, 118, 127, 235, 305, 324, 366n

"traitor(s)" 123, 137, 139, 143-44, 227, 368n, 395n, 403n
Tribal Agencies 8, 280, 299, 409n, 427n; see also FATA
Tripoli 35
truce agreements 254, 257, 276, 285, 469-70n; see also peace agreements
Tufail, Khwaja Hajji Muhammad 377n
Tufail, Mian 187
Tughluq, Firuz Shah 13
Tuhfat-i ithnâ'asharîya 15-16, 18
Tulû'-i Islâm (journal) 381n
Tunisia 228, 477n
Turabi, 'Aqîl 418n, 424n, 427n, 432n
Turabi, Hasan 282, 459n
Turabi, Rashid 79, 367n, 371n, 376n, 392n
Turi, Sajid Husain 304, 306, 315, 478n
Turis 8, 11, 229, 299-307, 324, 469n, 471-72n
Turkey 35, 37, 228
Turks, Turkish 1-2, 8, 37
Turkoman 2, 5
al-Tûsî, Shaikh Muhammad 392n

Uchch 7, 340-41n
'ulamâ' (Shia) 2-4, 21, 25-30, 44, 46, 49, 55-57, 59, 61-63, 73, 75, 78-86, 90, 93, 96, 105-8, 112-13, 115-20, 122, 124-35, 137, 139, 142-43, 151, 154-55, 157-58, 161-81, 188-90, 192-94, 197-203, 205-10, 213, 215, 217-223, 225-26, 229, 235, 248-50, 264, 267-69, 271-73, 303, 311-12, 327-29, 331-35, 337, 339n, 343-44n, 349n, 352n, 364n, 376-77n, 379n, 383n, 387n, 391-93n, 395-96n, 400n, 409-10n, 412n, 414-15n, 419n, 422-23n, 426-27n, 432n, 434n, 442n, 453n, 483n; (Shia and Sunni) 12, 69-70, 77, 97, 119-20, 135, 140, 163-64, 168, 184-85, 188-89, 199, 204, 209, 250, 256, 262, 395n, 399n, 405n, 429n; (Sunni) 5, 14-18, 33, 40-41, 47-48, 51, 53, 57-58, 67-68, 73, 87-89, 97, 106, 120, 140-41, 154, 204, 223, 226, 232-34, 250, 288, 291, 309, 344n, 350n, 355n, 359n, 369n, 390n, 401n, 436n, 474n; "22 Principles" (1951) 69-70, 88, 154-55, 256, 371n
'Umar (second Caliph) 96-97, 181, 207-8, 453n
'Umar, Muhammad 427n
'Umar Ibn Sa'd 96
Ummayads 267
Unchî Masjid (Lahore) 110
Unionist Party 30, 39, 44, 52, 356n, 359n
United Kingdom (UK) 483n
United Nations 449n
United Provinces, India (U.P.) 20-21, 23, 26, 28-30, 32, 35, 40-42, 44, 47-48, 55-56, 58, 60, 79, 86, 347n, 349-50n, 352-53n, 355-61n, 364n, 370-71n, 375-77n, 387n, 395n, 425n
"Unity Committee" (1975) 184, 186
"Unity of Muslims" 24, 45, 60, 69, 93, 95, 134, 141, 150, 186, 207, 222, 227, 239, 244, 263, 272, 311, 314, 334; see also *Majlis-i Wahdat-i Muslimîn*; Shia-Sunni unity; *Shûrâ-i Wahdat-i Islâmî*
Unity of Muslims Committee (1993) 263
Urdu 11, 19, 32, 34, 106, 325
Urdu Defence Association 34, 354
U.S. (of America) 167, 224, 230, 236, 241-42, 244, 252, 276-77, 286, 303, 308-9, 313-14, 316-18, 320, 322-23, 326, 334, 356n, 422n, 427n, 431n, 443n, 447n, 450-51n, 457n, 479n, 483n; see also America
al-Usku'i al-Ha'iri see al-Ha'iri
'Usman, Hafiz 461n
'Usmani, Muhammad Taqi 418, 427n
'Usmani, Shabbir Ahmad 67, 358n, 362n, 369n
'Usmani, Zafar Ahmad 51
'ushr (land tax) 211, 215, 223, 428n
Usûl al-sharî'a (Dhakko) 131-32, 155, 169-70, 177, 178, 398n

usûlî school 3

Vatanka, Alex 311, 474n, 476n
Vehari 258, 278, 456n

Wafâq ul-Madâris us-Salafîya 380n
Wafâq ul-Madâris ush-Shî'a 126, 216, 430n
Wafâq-i 'Ulamâ'-i Shî'a-i Pâkistân 202, 217, 229, 273, 420n, 424n, 430n, 432n
Wahhabis; Wahhabism 17, 244, 267, 308, 345n, 435n
"Wahhabi Shias" 129, 131-33, 176-78
Wajid Ali Shah 350n, 406n
Wakil, Hidayat Ali 385n
Wali ur-Rahman 301
waqf see *auqâf*
Waqf Administration Board 121, 123, 402n
Waqf Properties Ordinance (1959) 105
Washington 277
Wasîy, S. Manzur Ali 348n
Wattoo, Mian Manzur 254, 447n
Wazir, Nek Muhammad 457n
Waziristan (North) 280, 282, 299, 303, 471-72n; (South) 280, 286, 302, 459n, 471n
West Pakistan 1, 6, 8, 11, 13, 28, 56, 78, 86, 91-92, 95-97, 100, 102-4, 106, 112, 118, 120, 122, 135, 139, 142, 144, 150-51, 156, 158-60, 171, 328, 330, 332, 344n, 361n, 363n, 365n, 369n, 372n, 374n, 385n, 395n, 404n, 407n; "One Unit" 78, 150-51, 158, 372n; West Pakistan Assembly 100, 106, 120, 387n, 407n
West Pakistan *Ja'fariya* Conference 57
West Punjab Shia Political Conference 57
wilâyat-i faqîh 202, 271, 311-12, 317-18, 424n
Wyne, Ghulam Haidar 246, 446n

Yâ 'Alî madad (Shia expression for greeting) 128, 179, 397n
Yahya Bhai, Seth 366n
Yahya Khan (General) 147-48, 159-60, 163, 166, 276, 330, 332, 409n
Yar Shah, S. Muhammad 79, 412n, 425n
Yaum-i 'Alî 287; *Yaum-i Farûq-i A'zam* 208; *Yaum-i Ghadîr* 444n; *Yaum-i Husain* 479n; *Yaum-i 'Ishq-i Rasul* 482n; *Yaum-i Mu'âwîya* 110; *Yaum-i Murdabâd Amrîkâ* 434n; *Yaum-i Mutâlabât* 72; *Yaum al-Quds* 287, 291, 434n; see also Jerusalem Day; *Yaum-i 'Umar* 110; *Yaum-i Yazîd* 390n
Yazd (Iran) 376n
Yazdani, Murid 'Abbas 252, 255, 257-59, 267-68, 447-49n; letter to President Leghari 267-68
Yazid (Caliph) 112, 128, 165, 386n, 390n, 432n, 440n
"Yazidi forces" 320
Yemen 4
Youth of Parachinar 304, 306, 314-15, 473n
Yusuf Khan (Mashhad) 351n
Yusufi, Husain Ali 286
Yusufzai, Malala 320

Zafar ul-Haqq, Raja 224
Zafar ul-Mulk, Maulana 47, 360n
Zahîr, Ihsan Ilahi 237, 441n
Zahîr, S. Ali 30, 40, 46, 48, 52-53, 352n, 357n, 361n
Zahra-Malik, Mehreen 319, 482n
Zaidi, S. 'Abbas 479n
Zaidi, S. Ali Murtaza 475n
Zaidi, S. Arshad 287
Zaidi, S. Asghar 323
Zaidi, S. Azhar Hasan 60, 66, 80, 107, 138, 144, 164, 191, 194, 365n, 384n, 393n, 411n, 422n, 427n
Zaidi, S. Baqir 468n
Zaidi, S. Mazhar 'Abbas 431n
Zaidi, S. Muhammad Ali 107, 203, 384n, 394n, 411n
Zaidi, S. Muhammad Zamir 405n
Zaidi, S. Murtaza 476n

Zaidi, S. Musayyab Ali 377n
Zaidi, S. Shahid Hasan 419n
Zaidi, S. Tahir 440n
Zaidi, S. Thamar Husain 392n, 431n
Zaidi, S. Tauqir Husain 418n
Zaidi, S. Zafar ʿAbbas 400n
Zaidi Barsati, S. Muhammad Husain 175, 415n
Zaidiya 6
Zain ul-ʿAbidin (Shia Imam) 395n
Zain ul-ʿAbidin, Sayyid 396n
Zainab (daughter of first Shia Imam) 75, 425n
Zainabiya Mosque (Sialkot) 281
zakât 3, 81-82, 126, 132, 172, 178, 198, 200, 204, 208, 210-218, 223, 248, 333, 370n, 378n, 416n, 427-30n, 450n, 475n; exemption from 214-16, 333, 430n; *fatwas* from Grand Ayatollahs on 210
Zakat and Ushr Ordinance (1979) 208, 212, 214, 335
Zakat Committees 208, 211, 215
zâkiri (profession of a *zâkir*) 116, 131, 376n; "*zâkirî*-business" 116, 131
zâkirs 11, 44, 80-83, 85, 89, 93, 115-16, 124, 127-33, 137, 171, 173-74, 178-180, 192, 205-6, 220-21, 231, 264, 331-32, 376n, 378n, 398n, 400n, 424n, 426n, 432n, 436n; "greediness" of 81, 127, 174, 176, 332
Zaman, Agha Shah 368n, 411n
Zaman, Muhammad Qasim 235
Zamîndâr (journal) 46, 363n, 371n
Zanskar 363n
Zardari, Asif Ali 244, 283-84, 296-97, 313
al-Zawahiri, Ayman 449n
Zhob 253
Zia, Zia Husain 414n
Zia ud-Din, (General) 263
Zia ul-Haqq, (Maulana) 381n
Zia ul-Haqq, (General) Muhammad 183, 188, 195, 197-201, 203-4, 206-7, 209, 212-15, 217, 219, 223-26, 229-30, 236-42, 246-47, 249, 253, 266, 276, 333-34, 388n, 422n, 424n, 428-29n, 432n, 435-37n, 440n
Zia ul-Qasimi see Qasimi
Zulfiqâr (fortnightly journal) 414n, 417n
zûljinnâh 81, 114, 190, 205

Andreas T. Rieck

The Shias of Pakistan

An Assertive and Beleaguered Minority